نام کتاب : صِرَاطُ الْجِنَان فِی تَفْسِیْرِ الْقُرْآن (جلد ششم)

مصنف : شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا الحاج مفتی اَبُو الصَّالِح مُحَمَّد قَاسِم اَلْقَادِرِی مدظلہ العالی

پہلی بار :

تعداد :

ناشر : مکتبۃ المدینہ فیضان مدینہ محلّہ سوداگران پرانی سبزی منڈی باب المدینہ، کراچی

مکتبۃ المدینہ کی شاخیں

شاخ		پتا	فون
❁……باب المدینہ (کراچی)	:	شہید مسجد، کھارادر، باب المدینہ کراچی	021-34250168
❁……مرکزالاولیاء (لاہور)	:	داتا دربار مارکیٹ، گنج بخش روڈ	042-37311679
❁……سردار آباد (فیصل آباد)	:	امین پور بازار	041-2632625
❁……کشمیر	:	چوک شہیداں، میرپور	058274-37212
❁……زم زم نگر (حیدرآباد)	:	فیضانِ مدینہ، آفندی ٹاؤن	022-2620122
❁……مدینۃ الاولیاء (ملتان)	:	نزد پیپل والی مسجد، اندرون بوہڑ گیٹ	061-4511192
❁……اوکاڑہ	:	کالج روڈ بالمقابل غوثیہ مسجد، نزد تحصیل کونسل ہال	044-2550767
❁……راولپنڈی	:	فضل داد پلازہ، کمیٹی چوک، اقبال روڈ	051-5553765
❁……خان پور	:	دُرانی چوک، نہر کنارہ	068-5571686
❁……نواب شاہ	:	چکرا بازار، نزد MCB	024-44362145
❁……سکھر	:	فیضانِ مدینہ، بیراج روڈ	071-5619195
❁……گوجرانوالہ	:	فیضانِ مدینہ، شیخوپورہ موڑ، گوجرانوالہ	055-4225653
❁……پشاور	:	فیضانِ مدینہ، گلبرگ نمبر 1، النور سٹریٹ، صدر	
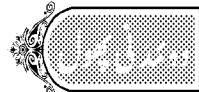
E.mail: ilmia@dawateislami.net
www.dawateislami.net

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تفسیر ’’صِرَاطُ الْجِنَان فِیْ تَفْسِیْرِ الْقُرْاٰن‘‘ کا مطالعہ کرنے کی نیتیں

فرمانِ مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ : ’’نِیَّةُ الْمُؤْمِنِ خَیْرٌ مِّنْ عَمَلِہٖ‘‘ مسلمان کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔
(المعجم الکبیر للطبرانی ۶/۱۸۵ حدیث: ۵۹۴۲)

دو مدنی پھول

بغیر اچّھی نیّت کے کسی بھی عملِ خیر کا ثواب نہیں ملتا۔

جتنی اچّھی نیّتیں زِیادہ، اُتنا ثواب بھی زِیادہ۔

(1) ہر بار تعوُّذ و (2) تَسْمِیَہ سے آغاز کروں گا۔(3) رضائے الٰہی کیلئے اس کتاب کا اوّل تا آخر مطالعہ کروں گا۔ (4) باوضو اور (5) قبلہ رُو مطالعہ کروں گا۔(6) قرانی آیات کی درست مخارج کے ساتھ تلاوت کروں گا۔(7) ہر آیت کی تلاوت کے ساتھ اس کا ترجمہ اور تفسیر پڑھ کر قرآنِ کریم سمجھنے کی کوشش کرونگا اور دوسروں کو اس کی تعلیم دوں گا۔(8) اپنی طرف سے تفسیر کرنے کے بجائے علمائے حَقّہ کی لکھی گئی تفاسیر پڑھ کر اپنے آپ کو ’’اپنی رائے سے تفسیر کرنے‘‘ کی وعید سے بچاؤں گا۔(9) جن کاموں کے کرنے کا حکم ہے وہ کروں گا اور جن سے منع کیا گیا ہے ان سے دور رہوں گا۔ (10) اپنے عقائد و اعمال کی اصلاح کروں گا اور بدعقیدگی سے خود بھی بچوں گا اور دوسرے اسلامی بھائیوں کو بھی بچانے کی کوشش کروں گا۔(11) جن پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا انعام ہوا ان کی پیروی کرتے ہوئے رضائے الٰہی پانے کی کوشش کرتا رہوں گا۔ (12) جن قوموں پر عتاب ہوا ان سے عبرت لیتے ہوئے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خفیہ تدبیر سے ڈروں گا۔(13) شانِ رسالت میں نازل ہونے والی آیات پڑھ کر اس کا خوب چرچا کر کے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے اپنی محبت وعقیدت میں مزید اضافہ کروں گا۔(14) جہاں جہاں ’’اللہ‘‘ کا نام پاک آئے گا وہاں عَزَّوَجَلَّ اور (15) جہاں جہاں ’’سرکار‘‘ کا اِسْمِ مبارک آئے گا وہاں صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پڑھوں گا۔(16) شرعی مسائل سیکھوں گا۔ (17) اگر کوئی بات سمجھ نہ آئی تو علمائے کرام سے پوچھ لوں گا۔ (18) دوسروں کو یہ تفسیر پڑھنے کی ترغیب دلاؤں گا۔(19) اس کے مطالعہ کا ثواب آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ساری امت کو ایصال کروں گا۔(20) کتابت وغیرہ میں شرعی غلطی ملی تو ناشرین کو تحریری طور پر مطّلع کروں گا۔ (ناشرین ومصنف وغیرہ کو کتابوں کی اغلاط صرف زبانی بتانا خاص مفید نہیں ہوتا)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ؕ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

(شیخ طریقت امیر اہلسنّت بانیِ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی دَامَتْ بَرَکَاتُھُمُ الْعَالِیَہ
کے صراط الجنان کی پہلی جلد پر دیئے گئے تاثرات)

کچھ صراط الجنان کے بارے میں......

١٤٢٢ھ (2002ء) کی بات ہے جب مفتیِ دعوتِ اسلامی الحاج محمد فاروق مَدَنی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی ''چل مدینہ'' کے قافلے میں ہمارے ساتھ تھے اور اس سفرِ حج میں مجھے ان کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا تھا۔ بے حد کم گو، انتہائی سنجیدہ اور کثرت سے تلاوتِ قرآن کرنے والی اِس نہایت پرہیز گار شخصیت کی عَظَمت میرے دل میں گھر کر گئی۔ مکّۃُ المکرَّمہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّ تَعظِیْماً میں ہمارا مشورہ ہوا کہ اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنّت مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن کے ترجمۂ کنز الایمان کی ایک آسان سی تفسیر ہونی چاہئے جس سے کم پڑھے لکھے عوام بھی فائدہ اٹھاسکیں، اَلْحَمْدُ لِلّٰہ مفتیِ دعوتِ اسلامی قُدِّسَ سِرُّہُ السَّامِی اِس بابَرَکت خدمت کے لئے بخوشی آمادہ ہوگئے۔ مُجوَّزہ تفسیر کا نام **صِراطُ الْجِنان** (یعنی جنّتوں کا راستہ) طے ہوا۔ تبرُّکاً مکّۃُ المکرَّمہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّ تَعظِیْماً ہی میں اِس عظیم کام کا آغاز کر دیا گیا، افسوس! مفتیِ دعوتِ اسلامی قُدِّسَ سِرُّہُ السَّامِی کی زندگی نے ان کا ساتھ نہ دیا، 6 پاروں پر کام کر کے وہ (بروز جمعہ ١٨ محرم الحرام ١٤٢٧ھ) پردہ فرما گئے۔

اللّٰہ ربُّ العزّت کی اُن پر رحمت ہو اور اُن کے صدقے ہماری بے حساب مغفرت ہو۔

اٰمِیْن بِجاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

چونکہ یہ کام انتہائی اہم تھا لہٰذا مَدَنی مرکز کی درخواست پر شیخ الحدیثِ والتَّفسیر حضرت علامہ مولانا الحاج مفتی ابو صالح **محمد قاسم** قادری مُدَّظِلُّہُ الْعَالِی نے اس کام کا ازسرِ نو آغاز کیا۔ اگرچہ اس نئے مواد میں مفتیِ دعوتِ اسلامی کے کئے گئے کام کو شامل نہ کیا جاسکا مگر چونکہ بُنیاد انہی نے رکھی تھی اور آغاز بھی مکّۃُ المکرَّمہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّ تَعظِیْماً کی پُر بہار

فَضاؤں میں ہوا تھا اور ''صِراطُ الْجِنان'' نام بھی وہیں طے کیا گیا تھا لہٰذا حُصولِ بَرَکت کیلئے یہی نام باقی رکھا گیا ہے۔

کنزالایمان اگرچہ اپنے دور کے اعتبار سے نہایت فصیح ترجمہ ہے تاہم اس کے بے شمار الفاظ ایسے ہیں جو اَب ہمارے یہاں رائج نہ رہنے کے سبب عوام کی فہم سے بالاتر ہیں لہٰذا اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنّت رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے ترجمۂ قرآن کنزالایمان شریف کو مِن وعَن باقی رکھتے ہوئے اِسی سے روشنی لیکر دورِ حاضر کے تقاضے کے مطابق حضرتِ علامہ مفتی محمد قاسم صاحب مدّ ظلہٗ نے مَاشَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ایک اور ترجمے کا بھی اضافہ فرمایا، اس کا نام **کَنْزُ الْعِرفان** رکھا ہے۔ اس کام میں دعوتِ اسلامی کی میری عزیز اور پیاری مجلس **المدينةُ العلمیه** کے **مَدَنی عُلَما** نے بھی حصّہ لیا بالخصوص مولانا **ذُوالقرنَین** مَدَنی سلّمہُ الغَنِی نے خوب معاونت فرمائی اور اس طرح صراطُ الجنان کی **3 پاروں** پر مشتمل پہلی جلد (دوسری، تیسری، چوتھی اور پانچویں جلد کے بعد اب پارہ نمبر 16، 17 اور 18 پر مبنی چھٹی جلد) آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

اللہ تعالیٰ الحاج مفتی محمد قاسم صاحب مدّ ظلہٗ سمیت اِس **کَنْزُالْاِیْمَانِ فِیْ تَرْجَمَۃِ الْقُرْاٰنِ وَصِرَاطُ الْجِنَانِ فِیْ تَفْسِیْرِ الْقُرْاٰنِ** کے مبارَک کام میں اپنا اپنا حصّہ ملانے والوں کو دنیا و آخرت کی خوب خوب بھلائیاں عنایت فرمائے اور تمام عاشقانِ رسول کیلئے یہ تفسیر نفع بخش بنائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب ! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

طالبِ غمِ مدینہ و بقیع و مغفرت و بے حساب جنّت الفردوس میں آقا کا پڑوس

۹ جمادَی الاخریٰ ۱۴۳۴ھ
20-04-2013

فہرست

پارہ نمبر...... 16

قَالَ اَلَمۡ اَقُلۡ لَّكَ اِنَّكَ لَنۡ تَسۡتَطِيۡعَ مَعِىَ صَبۡرًا ﴿۷۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کہا میں نے آپ سے نہ کہا تھا کہ آپ ہرگز میرے ساتھ نہ ٹھہر سکیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کہا: میں نے آپ سے نہ کہا تھا کہ آپ ہرگز میرے ساتھ نہ ٹھہر سکیں گے۔

﴿قَالَ: کہا۔﴾ جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے فعل پر کلام فرمایا تو آپ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے کہا: اے موسیٰ! عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، میں نے آپ سے نہ کہا تھا کہ آپ ہرگز میرے ساتھ نہ ٹھہر سکیں گے۔ اس بار حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے کلام میں لفظ ''لَكَ'' کا اضافہ فرمایا کیونکہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے دوسری مرتبہ ان کے فعل پر کلام فرمایا تھا۔[1]

قَالَ اِنۡ سَاَلۡتُكَ عَنۡ شَىۡءٍۢ بَعۡدَهَا فَلَا تُصٰحِبۡنِىۡ ۚ قَدۡ بَلَغۡتَ مِنۡ لَّدُنِّىۡ عُذۡرًا ﴿۷۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کہا اس کے بعد میں تم سے کچھ پوچھوں تو پھر میرے ساتھ نہ رہنا بیشک میری طرف سے تمہارا عذر پورا ہو چکا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: موسیٰ نے کہا: اگر اس مرتبہ کے بعد میں آپ سے کسی شے کے بارے میں سوال کروں تو پھر مجھے ساتھی نہ رکھنا، بیشک میری طرف سے تمہارا عذر پورا ہو چکا ہے۔

---

1 ......خازن، الکھف، تحت الآیة: ۷۵، ۳/۲۲۰.

﴿قَالَ: موسیٰ نے کہا۔﴾ حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بات کے جواب میں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے کہا: اگر اس مرتبہ کے بعد میں آپ سے کسی شے کے بارے میں سوال کروں تو پھر مجھے اپنا ساتھی نہ رکھنا اگرچہ میں آپ کے ساتھ رہنے کا تقاضا کروں اور جب میں تیسری بار آپ کی مخالفت کروں تو بیشک اس صورت میں میری طرف سے آپ کے ساتھ نہ رہنے میں آپ کا عذر پورا ہو چکا۔[1]

[illegible]

صحیح مسلم میں ہے کہ جب حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعے کا یہ حصہ بیان کیا تو اس موقع پر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’ہم پر اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر اللّٰہ تعالیٰ کی رحمت ہو، اگر وہ جلدی نہ کرتے تو بہت حیران کن چیزیں دیکھتے لیکن انہیں حضرت خضر عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے حیاء آئی اور کہا: اگر اس مرتبہ کے بعد میں آپ سے کسی شے کے بارے میں سوال کروں تو پھر مجھے ساتھی نہ بنانا، بیشک میری طرف سے تمہارا عذر پورا ہو چکا ہے۔ کاش! حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام صبر کرتے تو بہت عجیب وغریب چیزیں دیکھتے۔[2]

اور ایک روایت میں یوں ہے کہ سیّدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’اللّٰہ تعالیٰ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر رحم فرمائے، میری آرزو تھی کہ کاش! حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام صبر کرتے حتّٰی کہ اللّٰہ تعالیٰ ہمیں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور حضرت خضر عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے مزید واقعات سناتا۔[3]

فَانْطَلَقَا ٚ حَتّٰۤی اِذَاۤ اَتَیَاۤ اَهْلَ قَرْیَةِ ِۣاسْتَطْعَمَاۤ اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ یُّضَیِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِیْهَا جِدَارًا یُّرِیْدُ اَنْ یَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ ؕ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَیْهِ اَجْرًا ﴿۷۷﴾

1 ......روح البيان، الكهف، تحت الآية: ٧٦، ٥/٢٨٠.

2 ......مسلم، كتاب الفضائل، باب من فضائل الخضر عليه السلام، ص١٢٩٦، الحديث: ١٧٢(٢٣٨٠).

3 ......مسلم، كتاب الفضائل، باب من فضائل الخضر عليه السلام، ص١٢٩٤، الحديث: ١٧٠(٢٣٨٠).

ترجمۂ کنزالایمان: پھر دونوں چلے یہاں تک کہ جب ایک گاؤں والوں کے پاس آئے ان دِہقانوں سے کھانا مانگا تو انہوں نے انہیں دعوت دینی قبول نہ کی پھر دونوں نے اس گاؤں میں ایک دیوار پائی کہ گرا چاہتی ہے اس بندہ نے اسے سیدھا کردیا موسیٰ نے کہا تم چاہتے تو اس پر کچھ مزدوری لے لیتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر دونوں چلے یہاں تک کہ جب ایک بستی والوں کے پاس آئے تو اس بستی کے باشندوں سے کھانا مانگا، انہوں نے ان دونوں کی مہمان نوازی کرنے سے انکار کردیا پھر دونوں نے اس گاؤں میں ایک دیوار پائی جو گرنا ہی چاہتی تھی تو اس نے اسے سیدھا کردیا، موسیٰ نے کہا: اگر تم چاہتے تو اس پر کچھ مزدوری لے لیتے۔

﴿فَانْطَلَقَا: پھر دونوں چلے۔﴾ اس گفتگو کے بعد حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام چلنے لگے یہاں تک کہ جب ایک بستی والوں کے پاس آئے تو ان حضرات نے اس بستی کے باشندوں سے کھانا مانگا، انہوں نے ان دونوں کی مہمان نوازی کرنے سے انکار کردیا۔ پھر دونوں نے اس گاؤں میں ایک دیوار پائی جو گرنے والی تھی تو حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے دستِ مبارک سے اسے سیدھا کردیا۔ یہ دیکھ کر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: اگر آپ چاہتے تو اس دیوار کو سیدھی کرنے پر کچھ مزدوری لے لیتے کیونکہ یہ ہماری حاجت کا وقت ہے اور بستی والوں نے ہماری کچھ مہمان نوازی نہیں کی، اس لئے ایسی حالت میں ان کا کام بنانے پر اجرت لینا مناسب تھا۔ اس آیت میں جس بستی کا ذکر ہوا اس کے بارے میں حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ اس بستی سے مراد ''انطاکیہ'' ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد ''ایلہ'' ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد اندلس کا ایک شہر ہے۔[1]

مہمان نوازی نہ کرنے کی مذمت

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مہمان نوازی نہ کرنا انتہائی معیوب اور ناپسندیدہ عمل ہے اور اگر یہ عمل اجتماعی طور پر ہو تو اور بھی مذموم ہو جاتا ہے، جیسا کہ حضرت قتادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ وہ بستی بہت بدتر ہے جہاں مہمانوں

1 ……خازن، الکھف، تحت الآیۃ: ۷۷، ۳/ ۲۲۰، مدارک، الکھف، تحت الآیۃ: ۷۷، ص۶۵۹-۶۶۰، ملتقطاً.

کی میزبانی نہ کی جائے۔[1]

قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَیْنِیْ وَ بَیْنِكَ ۚ سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِیْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَیْهِ صَبْرًا ﴿۷۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کہا یہ میری اور آپ کی جدائی ہے اب میں آپ کو ان باتوں کا پھیر بتاؤں گا جن پر آپ سے صبر نہ ہوسکا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کہا: یہ میری اور آپ کی جدائی کا وقت ہے۔ اب میں آپ کو ان باتوں کا اصل مطلب بتاؤں گا جن پر آپ صبر نہ کرسکے۔

﴿قَالَ: کہا۔﴾ حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی طرف سے تیسری مرتبہ اپنے فعل پر کلام سن کر حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے ان سے فرمایا ''یہ میری اور آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی جدائی کا وقت ہے۔ اب میں جدا ہونے سے پہلے آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو ان باتوں کا اصل مطلب بتاؤں گا جن پر آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام صبر نہ کرسکے اور اُن کے اندر جو راز تھے ان کا اظہار کردوں گا۔[2]

آیت " قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَیْنِیْ وَ بَیْنِكَ " سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

(1)......اگر اپنا قریبی ساتھی یا ماتحت شخص کوئی ایسا کام کرے جس کی وجہ سے اسے خود سے دور کرنے کی صورت بنتی ہو تو فوراً اسے دور نہ کردے بلکہ ایک یا دو مرتبہ اسے معاف کردیا جائے اور اس سے درگزر کیا جائے اور ساتھ میں مناسب تنبیہ بھی کردی جائے تاکہ وہ اپنی کوتاہی یا غلطی پر آگاہ ہوجائے اور اگر وہ تیسری بار پھر وہی کام کرے تو اب چاہے تو اسے

1 ......خازن، الكهف، تحت الآية: ٧٧، ٣/٢٢٠.

2 ......مدارك، الكهف، تحت الآية: ٧٨، ص ٦٦٠، جمل، الكهف، تحت الآية: ٧٨، ٤/٤٤٦، ملتقطاً.

خود سے دور کردے۔

(2)......اگر اپنے قریبی ساتھی کو خود سے دور کرے تو اسے دور کرنے کی وجہ بتا دے تاکہ اس کے پاس اعتراض کی کوئی گنجائش نہ رہے۔

اَمَّا السَّفِیْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِیْنَ یَعْمَلُوْنَ فِی الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِیْبَهَا وَ كَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ یَّاْخُذُ كُلَّ سَفِیْنَةٍ غَصْبًا ﴿۷۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو کشتی تھی وہ کچھ محتاجوں کی تھی کہ دریا میں کام کرتے تھے تو میں نے چاہا کہ اسے عیب دار کردوں اور ان کے پیچھے ایک بادشاہ تھا کہ ہر ثابت کشتی زبردستی چھین لیتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ جو کشتی تھی تو وہ کچھ مسکین لوگوں کی تھی جو دریا میں کام کرتے تھے تو میں نے چاہا کہ اسے عیب دار کردوں اور ان کے آگے ایک بادشاہ تھا جو ہر صحیح سلامت کشتی کو زبردستی چھین لیتا تھا۔

﴿اَمَّا السَّفِیْنَةُ: وہ جو کشتی تھی۔﴾ حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے افعال کی حقیقت سے پردہ اٹھاتے ہوئے فرمایا ''وہ جو میں نے کشتی کا تختہ اکھاڑا تھا، اس سے میرا مقصد کشتی والوں کو ڈبو دینا نہیں تھا بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ کشتی دس مسکین بھائیوں کی تھی، ان میں پانچ تو اپاہج تھے جو کچھ نہیں کرسکتے تھے اور پانچ تندرست تھے جو دریا میں کام کرتے تھے اور اسی پر ان کے روزگار کا دارومدار تھا۔ ان کے آگے ایک بادشاہ تھا اور انہیں واپسی میں اس کے پاس سے گزرنا تھا، کشتی والوں کو اس کا حال معلوم نہ تھا اور اس کا طریقہ یہ تھا کہ وہ ہر صحیح سلامت کشتی کو زبردستی چھین لیتا اور اگر عیب دار ہوتی تو چھوڑ دیتا تھا اس لئے میں نے اس کشتی کو عیب دار کردیا تاکہ وہ ان غریبوں کے لئے بچ جائے۔[1]

[illegible]

اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

1......تفسیر کبیر، الکھف، تحت الآیة: ۷۹، ۷/۴۹۰-۴۹۱، خازن، الکھف، تحت الآیة: ۷۹، ۳/۲۲۰-۲۲۱، ملتقطاً.

(1)......اللہ تعالیٰ اپنے مسکین بندوں پر خاص عنایت اور کرم نوازی فرماتا ہے اور ان پر آنے والے مَصائب اور آفات کو دور کرنے میں کفایت فرماتا ہے۔ سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''مسکین لوگ امیروں سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ اے عائشہ! رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا، مسکین (کے سوال) کو کبھی رد نہ کرنا اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی ہو اور اے عائشہ! رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا، مسکینوں سے محبت رکھنا اور انہیں اپنے قریب کرنا (کہ ایسا کرنے سے) اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تجھے اپنا قرب نصیب فرمائے گا۔[1]

(2)......بڑے نقصان اور بڑی تکلیف سے بچنے کے لئے چھوٹے نقصان اور چھوٹی تکلیف کو برداشت کر لینا بہتر ہے، جیسے یہاں مسکینوں نے چھوٹے نقصان یعنی کشتی کا تختہ اکھاڑ دیئے جانے کو برداشت کیا تو وہ بڑے نقصان یعنی پوری کشتی چھن جانے سے بچ گئے۔

وَ اَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَیْنِ فَخَشِیْنَاۤ اَنْ یُّرْهِقَهُمَا طُغْیَانًا وَّ كُفْرًاۚ(۸۰) فَاَرَدْنَاۤ اَنْ یُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَیْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّ اَقْرَبَ رُحْمًا(۸۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جولڑکا تھا اس کے ماں باپ مسلمان تھے تو ہمیں ڈر ہوا کہ وہ ان کو سرکشی اور کفر پر چڑھاوے۔ تو ہم نے چاہا کہ ان دونوں کا رب اس سے بہتر ستھرا اور اس سے زیادہ مہربانی میں قریب عطا کرے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ جولڑکا تھا تو اس کے ماں باپ مسلمان تھے تو ہمیں ڈر ہوا کہ وہ لڑکا انہیں بھی سرکشی اور کفر میں ڈال دے گا۔ تو ہم نے چاہا کہ اُن کا رب اُنہیں پاکیزگی میں پہلے سے بہتر اور حسنِ سلوک اور رحمت وشفقت میں زیادہ مہربان عطا کردے۔

﴿وَ اَمَّا الْغُلٰمُ: اور وہ جولڑکا تھا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اپنے دوسرے فعل کی حکمت بیان

[1]......ترمذی، کتاب الزھد، باب ما جاء انّ فقراء المھاجرین یدخلون الجنّة قبل اغنیائھم، ٤/١٥٧، الحدیث: ٢٣٥٩.

کرتے ہوئے حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا کہ وہ لڑکا جسے میں نے قتل کیا تھا، اس کے ماں باپ مسلمان تھے تو ہمیں ڈر ہوا کہ وہ بڑا ہو کر انہیں بھی سرکشی اور کفر میں ڈال دے گا اور وہ اس لڑکے کی محبت میں دین سے پھر جائیں اور گمراہ ہو جائیں گے، اس لئے ہم نے چاہا کہ ان کا رب عَزَّوَجَلَّ اس لڑکے سے بہتر، گناہوں اور نجاستوں سے پاک اور ستھرا اور پہلے سے زیادہ اچھا لڑکا عطا فرمائے جو والدین کے ساتھ ادب سے پیش آئے، ان سے حسنِ سلوک کرے اور ان سے دلی محبت رکھتا ہو۔[1]

یاد رہے کہ حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا یہ اندیشہ اس سبب سے تھا کہ وہ اللّٰہ تعالیٰ کے خبر دینے کی وجہ سے اس لڑکے کے باطنی حال کو جانتے تھے۔[2] مسلم شریف میں حضرت اُبی بن کعب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جس لڑکے کو حضرت خضر عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے قتل کر دیا تھا وہ کافر ہی پیدا ہوا تھا اگر وہ زندہ رہتا تو اپنے ماں باپ کو کفر اور سرکشی میں مبتلا کر دیتا۔[3]

[illegible]

یہ بھی یاد رہے کہ ہمارے زمانے میں اگر کوئی ولی کسی کے ایسے باطنی حال پر مطلع ہو جائے کہ یہ آگے جا کر کفر اختیار کر لے گا اور دوسروں کو کافر بھی بنا دے گا اور اس کی موت بھی حالتِ کفر میں ہوگی تو وہ ولی اس بنا پر اسے قتل نہیں کر سکتا، جیسا کہ امام سُبکی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ باطن کا حال جان کر بچے کو قتل کر دینا حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ خاص ہے، انہیں اس کی اجازت تھی۔ اب اگر کوئی ولی کسی بچے کے ایسے حال پر مطلع ہو تو اُس کے لئے قتل کرنا جائز نہیں ہے۔[4]

﴿خَیْرًا مِّنْہُ زَكٰوةً : پاکیزگی میں پہلے سے بہتر۔﴾ مفسرین کا ایک قول یہ ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ نے انہیں اس کے بدلے ایک مسلمان لڑکا عطا کیا اور ایک قول یہ ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ نے انہیں ایک بیٹی عطا کی جو ایک نبی عَلَیْہِ السَّلَام کے نکاح میں آئی اور اس سے نبی عَلَیْہِ السَّلَام پیدا ہوئے جن کے ہاتھ پر اللّٰہ تعالیٰ نے ایک اُمت کو ہدایت دی۔[5]

---

1 ......روح البیان، الکھف، تحت الآیۃ: ٨٠-٨١، ٥/٢٨٥، خازن، الکھف، تحت الآیۃ: ٨٠-٨١، ٣/٢٢١، ملتقطاً.

2 ......جمل، الکھف، تحت الآیۃ: ٨٠، ٤/٤٤٧.

3 ......مسلم، کتاب القدر، باب کلّ مولود یولد علی الفطرۃ... الخ، ص١٤٣٠، الحدیث: ٢٩(٢٦٦١).

4 ......جمل، الکھف، تحت الآیۃ: ٨٠، ٤/٤٤٨.

5 ......خازن، الکھف، تحت الآیۃ: ٨١، ٣/٢٢١.

اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

(1)...... بندے کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قضا پر راضی رہنا چاہئے کہ اسی میں بہتری ہوتی ہے۔ اسی بات کو ایک اور آیتِ مبارکہ میں اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ

وَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَیْــٴًـا وَّ هُوَ خَیْرٌ لَّكُمْۚ وَعَسٰۤى اَنْ تُحِبُّوْا شَیْــٴًـا وَّ هُوَ شَرٌّ لَّكُمْؕ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں ناپسند ہو حالانکہ وہ تمہارے حق میں بہتر ہو اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں پسند آئے حالانکہ وہ تمہارے حق میں بری ہو اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

(2)...... بسا اوقات اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندے کی محبوب اور پسندیدہ چیزوں میں سے کوئی چیز لے لیتا ہے کیونکہ اس چیز میں بندے کا نقصان ہوتا ہے اور وہ اس کے نقصان سے غافل ہوتا ہے، پھر اگر وہ صبر کرے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے تو اللہ تعالیٰ اس چیز کے بدلے اس سے بہتر چیز عطا کر دیتا ہے جس میں مومن بندے کا نفع ہوتا ہے نقصان نہیں ہوتا اور یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے مومن بندوں پر ایک بہت بڑا احسان ہے۔[2]

وَ اَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَیْنِ یَتِیْمَیْنِ فِی الْمَدِیْنَةِ وَ كَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَ كَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًاۚ فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ یَّبْلُغَاۤ اَشُدَّهُمَا وَ یَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا ﳓ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَۚ وَ مَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِیْؕ ذٰلِكَ تَاْوِیْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَیْهِ صَبْرًا ؕ (٨٢)

ع ١٠ / ١٢

1 ...... بقرہ: ٢١٦.

2 ...... روح البیان، الکھف، تحت الآیۃ: ٨١، ٥/٢٨٦، ملخصاً.

ترجمۂ کنزالایمان: رہی وہ دیوار وہ شہر کے دو یتیم لڑکوں کی تھی اور اس کے نیچے ان کا خزانہ تھا اور ان کا باپ نیک آدمی تھا تو آپ کے رب نے چاہا کہ وہ دونوں اپنی جوانی کو پہنچیں اور اپنا خزانہ نکالیں آپ کے رب کی رحمت سے اور یہ کچھ میں نے اپنے حکم سے نہ کیا یہ پھیر ہے ان باتوں کا جس پر آپ سے صبر نہ ہو سکا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بہرحال دیوار (کا جہاں تک تعلق ہے) تو وہ شہر کے دو یتیم لڑکوں کی تھی اور اس دیوار کے نیچے ان دونوں کا خزانہ تھا اور ان کا باپ نیک آدمی تھا تو آپ کے رب نے چاہا کہ وہ دونوں اپنی جوانی کو پہنچیں اور اپنا خزانہ نکالیں (یہ سب) آپ کے رب کی رحمت سے ہے اور یہ سب کچھ میں نے اپنے حکم سے نہیں کیا۔ یہ ان باتوں کا اصل مطلب ہے جس پر آپ صبر نہ کرسکے۔

﴿وَ اَمَّا الْجِدَارُ: اور بہرحال دیوار۔﴾ حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے تیسرے فعل یعنی دیوار سیدھی کرنے کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرمایا ''اور بہرحال دیوار کا جہاں تک تعلق ہے تو وہ شہر کے دو یتیم لڑکوں کی تھی جن کے نام اصرم اور صریم تھے اور اس دیوار کے نیچے ان دونوں کا خزانہ تھا اور ان کا باپ نیک آدمی تھا تو اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ وہ دونوں اپنی جوانی کو پہنچیں اور اُن کی عقل کامل ہو جائے اور وہ قوی و توانا ہو جائیں اور اپنا خزانہ نکالیں یہ سب اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے ہے اور جو کچھ میں نے کیا وہ میری اپنی مرضی سے نہ تھا بلکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حکم سے تھا۔ یہ ان باتوں کا اصل مطلب ہے جس پر آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام صبر نہ کرسکے۔[1]

اس سے معلوم ہوا کہ یتیموں کے ساتھ نیکی کرنی چاہئے اور ان کے ساتھ ایسا معاملہ کرنا چاہئے جس میں ان کا بھلا ہو۔ اَحادیث میں یتیم کے ساتھ نیکی کرنے والے کے لئے بہت اجر و ثواب بیان کیا گیا ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''مسلمانوں میں سے جو شخص کسی یتیم کے کھانے پینے کی کفالت کرے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا مگر یہ کہ وہ کوئی ایسا گناہ کرے جس کی بخشش نہ ہو۔[2] اور حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

1 ......خازن، الکہف، تحت الآیۃ: ٨٢، ٣/٢٢١-٢٢٢، ملخصاً.

2 ......ترمذی، کتاب البرّ والصلۃ، باب ما جاء فی رحمۃ الیتیم و کفالتہ، ٣/٣٦٨، الحدیث: ١٩٢٤.

وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشادفرمایا ''اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کی عزت کی جاتی ہو۔[1]

﴿وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا: اور اس دیوار کے نیچے ان دونوں کا خزانہ تھا۔﴾ ترمذی شریف کی حدیث میں ہے کہ اس دیوار کے نیچے سونا اور چاندی مدفون تھا۔[2]

یتیموں کا خزانہ

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ اس (خزانے) میں سونے کی ایک تختی تھی، اس پر ایک طرف لکھا تھا ''اس شخص کا حال عجیب ہے جسے موت کا یقین ہو، اسے (اپنی قلیل اور مختصر زندگی پر) خوشی کس طرح ہوتی ہے۔ اس شخص کا حال عجیب ہے جو قضا و قدر کا یقین رکھتا ہو، اس کو (نعمت چھن جانے اور مصیبت آنے پر) غصہ کیسے آتا ہے۔ اس شخص کا حال عجیب ہے جسے رزق کا یقین ہو، وہ کیوں (اسے حاصل کرنے کی) مشقت میں پڑتا ہے۔ اس شخص کا حال عجیب ہے جسے حساب کا یقین ہو، وہ (اپنے حساب سے) کیسے غافل رہتا ہے (اور دنیا کا مال و متاع زیادہ کرنے میں کیوں مشغول ہوتا ہے)۔ اس شخص کا حال عجیب ہے جسے دنیا کے زوال و تغیُّر کا یقین ہو، وہ (اس پر) کیسے مطمئن ہوتا ہے اور اس کے ساتھ لکھا تھا ''لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه'' اور دوسری جانب اس لوح پر لکھا تھا ''میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں، میں یکتا ہوں میرا کوئی شریک نہیں، میں نے خیر و شر کو پیدا کیا، تو اس کے لئے خوشی ہے جسے میں نے خیر کے لئے پیدا کیا اور اس کے ہاتھوں پر خیر جاری کی، اس کے لئے تباہی ہے جسے میں نے شر کے لئے پیدا کیا اور اس کے ہاتھوں پر شر جاری کیا۔[3]

﴿وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا: اور ان کا باپ نیک آدمی تھا۔﴾ اس کا نام کاشح تھا اور یہ شخص پرہیزگار تھا۔[4] علماء فرماتے ہیں وہ ان بچوں کا آٹھویں یا دسویں پشت میں باپ تھا۔[5]

---

1 ...... معجم الکبیر، عبداللّٰہ بن عمر بن الخطاب رضی اللّٰہ عنہما... الخ، محمد بن طلحۃ عن ابن عمر، ۳۸۸/۱۲، الحدیث: ۱۳۴۳۴.

2 ...... ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ الکھف، ۱۰۳/۵، الحدیث: ۳۱۶۳.

3 ...... خازن، الکھف، تحت الآیۃ: ۸۲، ۲۲۱/۳.

4 ...... خازن، الکھف، تحت الآیۃ: ۸۲، ۲۲۱/۳.

5 ...... فتاویٰ رضویہ، ۲۴۰/۲۳۔

یادرہے کہ باپ کے تقویٰ و پرہیزگاری کے نتیجے میں اس کی اولا د در اولا د کو دنیا میں فائدہ ہوتا ہے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’بے شک اللہ تعالیٰ آدمی کے نیک ہونے کی وجہ سے اس کی اولاد در اولاد کی بہتری فرما دیتا ہے اور اس کی نسل اور اس کے ہمسایوں میں اس کی رعایت فرما دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پردہ پوشی اور امان میں رہتے ہیں۔[1]

اور حضرت محمد بن منکدر رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا ’’اللہ تعالیٰ بندے کی نیکی سے اس کی اولاد کو اور اس کی اولاد کی اولاد کو اور اس کے کنبہ والوں کو اور اس کے محلّہ داروں کو اپنی حفاظت میں رکھتا ہے۔[2]

یونہی باپ کا نیک پرہیزگار ہونا آخرت میں بھی اس کی اولاد کو نفع دیتا ہے، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے

وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ اتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَ مَاۤ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ[3]

ترجمۂ کنزالعرفان: اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی (جس) اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی تو ہم ان کی اولاد کو ان کے ساتھ ملا دیں گے اور ان (والدین) کے عمل میں کچھ کمی نہ کریں گے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’بیشک اللہ تعالیٰ مومن کی ذُرِّیَّت کو اس کے درجہ میں اس کے پاس اٹھا لے گا اگرچہ وہ عمل میں اس سے کم ہو تا کہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔[4]

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جب آدمی جنت میں جائے گا تو اپنے ماں باپ، بیوی اور اولاد کے بارے میں پوچھے گا۔ ارشاد ہوگا کہ وہ تیرے درجے اور عمل کو نہ پہنچے۔ عرض کرے گا ’’اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، میں نے اپنے اور ان کے سب کے نفع کے لئے اعمال کئے تھے۔ اس پر حکم ہوگا کہ وہ اس سے ملا دیئے جائیں۔[5]

1 ......در منثور، الکھف، تحت الآیة: ۸۲، ۵/۴۲۲.
2 ......خازن، الکھف، تحت الآیة: ۸۲، ۳/۲۲۱.
3 ......طور: ۲۱.
4 ......جامع الاحادیث، حرف الھمزة، ۲/۴۹۵، الحدیث: ۶۸۳۵.
5 ......معجم صغیر، باب العین، من اسمہ: عبد اللّٰہ، ص۲۲۹، الجزء الاوّل.

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے ہیں ’’جب عام صالحین کی صلاح (یعنی تقویٰ و پرہیزگاری) ان کی نسل و اولاد کو دین و دنیا و آخرت میں نفع دیتی ہے تو صدیق و فاروق و عثمان و علی و جعفر و عباس و انصار کرام رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ کی صلاح کا کیا کہنا جن کی اولاد میں شیخ، صدیقی و فاروقی و عثمانی و علوی و جعفری و عباسی و انصاری ہیں۔ یہ کیوں نہ اپنے نسبِ کریم سے دین و دنیا و آخرت میں نفع پائیں گے۔ پھر اللّٰہ اکبر حضرات عَلِیَّہ سادات کرام اولادِ امجادِ حضرت خاتونِ جنت بتول زہرا کہ حضور پُرنور، سید الصالحین، سید العالمین، سید المرسلین صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کے بیٹے ہیں کہ ان کی شان تو ارفع و اعلیٰ و بلند و بالا ہے۔‘‘[1]

﴿ذٰلِكَ تَاْوِیْلُ مَا: یہ ان باتوں کا اصل مطلب ہے۔﴾ حضرت عبداللّٰہ بن احمد نسفی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے ہیں ’’بعض لوگ (اس آیت کی وجہ سے) ولی کو نبی پر فضیلت دے کر گمراہ ہو گئے اور در حقیقت ولی کو نبی پر فضیلت دینا کفرِ جَلی ہے، ان لوگوں نے یہ خیال کیا کہ حضرتِ موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو حضرتِ خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام سے علم حاصل کرنے کا حکم دیا گیا حالانکہ حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام ولی ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نبی ہیں اور اگر ایسا نہ ہو جیسا کہ بعض کا گمان ہے تو یہ اللّٰہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے حق میں اِبتلا یعنی آزمائش ہے۔‘‘[2]

[illegible]

یہاں یہ یاد رہے کہ اکثر علماء کا مَوقف یہ ہے، نیز مشائخ صوفیہ اور اصحابِ عرفان کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام زندہ ہیں۔ شیخ ابو عمرو بن صلاح نے اپنے فتاویٰ میں فرمایا کہ حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام جمہور علماء و صالحین کے نزدیک زندہ ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت خضر اور حضرت الیاس عَلَیْهِمَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام دونوں زندہ ہیں اور ہر سال زمانۂ حج میں ملتے ہیں۔ یہ بھی منقول ہے کہ حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے چشمۂ حیات میں غسل فرمایا اور اس کا پانی پیا۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم[3]

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے ہیں ’’چار نبی زندہ ہیں کہ اُن کو وعدۂ الٰہیہ ابھی آیا ہی

1 ......فتاوی رضویہ، ۲۳/ ۲۴۳-۲۴۴۔

2 ......مدارك، الكهف، تحت الآية: ٨٢، ص ٦٦١.

3 ......خازن، الكهف، تحت الآية: ٨٢، ٣/ ٢٢٢.

نہیں، یوں تو ہر نبی زندہ ہے: اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ فَنَبِیُّ اللّٰهِ حَیٌّ يُّرْزَقُ ۔ بے شک اللہ نے حرام کیا ہے زمین پر کہ انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے جسموں کو خراب کرے تو اللہ کے نبی زندہ ہیں روزی دیئے جاتے ہیں۔[1] انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ایک آن کو محض تصدیقِ وعدۂ الٰہیہ کے لیے موت طاری ہوتی ہے، بعد اس کے پھر اُن کو حیاتِ حقیقی حِسّی دُنیوی عطا ہوتی ہے۔ خیر ان چاروں میں سے دو آسمان پر ہیں اور دو زمین پر۔ خضر و الیاس عَلَیْہِمَا السَّلَام زمین پر ہیں اور ادریس و عیسیٰ عَلَیْہِمَا السَّلَام آسمان پر۔[2]

وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِی الْقَرْنَيْنِ ؕ قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا ﴿۸۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم سے ذوالقرنین کو پوچھتے ہیں تم فرماؤ میں تمہیں اس کا مذکور پڑھ کر سناتا ہوں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور آپ سے ذوالقرنین کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ تم فرماؤ: میں عنقریب تمہارے سامنے اس کا ذکر پڑھ کر سناتا ہوں۔

﴿وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ: اور آپ سے سوال کرتے ہیں۔﴾ سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر 85 کی تفسیر میں بیان ہوا تھا کہ کفارِ مکہ نے یہودیوں کے مشورے سے سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے اصحابِ کہف اور حضرت ذوالقرنین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے بارے میں سوال کیا۔ سورۂ کہف کی ابتدا میں اصحابِ کہف کا قصہ تفصیل سے بیان کر دیا گیا اور اب حضرت ذوالقرنین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے بارے میں بتایا جا رہا ہے۔

حضرت ذوالقرنین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا مختصر تعارف

آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا نام اسکندر اور ذوالقرنین لقب ہے۔ مفسرین نے اس لقب کی مختلف وجوہات بیان کی ہیں، ان میں سے **4** یہاں بیان کی جاتی ہیں:

(1)......آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سورج کے طلوع اور غروب ہونے کی جگہ تک پہنچے تھے۔

1......ابن ماجه، كتاب الجنائز، باب ذكر وفاته ودفنه صلى الله عليه وسلم، ۲/۲۹۱، الحديث: ۱۶۳۷.

2......**ملفوظات**، حصہ چہارم، ص ۴۸۴۔

(2)......آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے سر پر دو چھوٹے ابھار سے تھے۔

(3)......انہیں ظاہری و باطنی علوم سے نوازا گیا تھا۔

(4)......یہ ظلمت اور نور میں داخل ہوئے تھے۔

یہ حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے خالہ زاد بھائی ہیں، اُنہوں نے اسکندریہ شہر بنایا اور اس کا نام اپنے نام پر رکھا۔ حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ان کے وزیر اور صاحبِ لِواء تھے۔ دنیا میں چار بڑے بادشاہ ہوئے ہیں، ان میں سے دو مومن تھے، حضرت ذوالقرنین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور حضرت سلیمان عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور دو کافر تھے نمرود اور بُخْتِ نصر، اور پانچویں بڑے بادشاہ حضرت امام مہدی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہوں گے، اُن کی حکومت تمام روئے زمین پر ہوگی۔ حضرت ذوالقرنین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی نبوت میں اختلاف ہے، حضرت علی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے فرمایا کہ وہ نہ نبی تھے نہ فرشتے بلکہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے محبت کرنے والے بندے تھے، اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں محبوب بنایا۔[1]

اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِی الْاَرْضِ وَ اٰتَیْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ سَبَبًا ﴿۸۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک ہم نے اسے زمین میں قابو دیا اور ہر چیز کا ایک سامان عطا فرمایا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ہم نے اسے زمین میں اقتدار دیا اور اسے ہر چیز کا ایک سامان عطا فرمایا۔

﴿اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِی الْاَرْضِ: **بیشک ہم نے اسے زمین میں اقتدار دیا۔**﴾ ارشاد فرمایا کہ بیشک ہم نے حضرت ذوالقرنین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو زمین میں اقتدار دیا اور اسے ہر چیز کا ایک سامان یا اس کے حصول کا ایک طریقہ عطا فرمایا اور جس چیز کی مخلوق کو حاجت ہوتی ہے اور جو کچھ بادشاہوں کو ملک اور شہر فتح کرنے اور دشمنوں کے ساتھ جنگ کرنے میں درکار ہوتا ہے وہ سب عنایت کیا۔[2]

---

1 ......جمل، الکھف، تحت الآیة: ۸۳، ۴/۴۵۱، مدارك، الکھف، تحت الآیة: ۸۳، ص۶۶۱، قرطبی، الکھف، تحت الآیة: ۸۳، ۵/۳۴۰، الجزء العاشر، خازن، الکھف، تحت الآیة: ۸۳، ۳/۲۲۲-۲۲۳.

2 ......خازن، الکھف، تحت الآیة: ۸۴، ۳/۲۲۳.

فَاَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۸۵﴾ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِیْ عَیْنٍ حَمِئَةٍ وَّ وَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا۬ؕ قُلْنَا یٰذَا الْقَرْنَیْنِ اِمَّاۤ اَنْ تُعَذِّبَ وَ اِمَّاۤ اَنْ تَتَّخِذَ فِیْهِمْ حُسْنًا ﴿۸٦﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو وہ ایک سامان کے پیچھے چلا۔ یہاں تک کہ جب سورج ڈوبنے کی جگہ پہنچا اسے ایک سیاہ کیچڑ کے چشمے میں ڈوبتا پایا اور وہاں ایک قوم ملی ہم نے فرمایا اے ذوالقرنین یا تو تُو انہیں سزا دے یا ان کے ساتھ بھلائی اختیار کرے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو وہ ایک راستے کے پیچھے چلا۔ یہاں تک کہ جب سورج کے غروب ہونے کی جگہ پہنچا تو اسے ایک سیاہ کیچڑ کے چشمے میں ڈوبتا ہوا پایا اور اس چشمے کے پاس ہی ایک قوم کو پایا تو ہم نے فرمایا: اے ذوالقرنین! یا تو تُو انہیں سزا دے یا ان کے بارے میں بھلائی اختیار کرو۔

﴿سَبَبًا: سبب۔﴾ سبب سے مراد وہ چیز ہے جو مقصود تک پہنچنے کا ذریعہ ہو خواہ وہ علم ہو، قدرت ہو یا آلات ہوں، تو حضرت ذوالقرنین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے جس مقصد کا ارادہ کیا اسی کا سبب اختیار کیا، چنانچہ جب آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے مغرب کی طرف جانے کا ارادہ کیا تو اس کے لئے وہ راستہ اختیار کیا جو انہیں وہاں تک پہنچا دے، جیسا کہ اس آیت میں ہے، اور جب انہوں نے مشرق کی طرف جانے کا ارادہ کیا تو وہ اس راستے پر چلے جو انہیں مشرق تک پہنچا دے۔[1]

﴿وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِیْ عَیْنٍ حَمِئَةٍ: اسے ایک سیاہ کیچڑ کے چشمے میں ڈوبتا ہوا پایا۔﴾ حضرت ذوالقرنین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے سفر کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ انہوں نے کتابوں میں دیکھا تھا کہ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بیٹے سام کی اولاد میں سے ایک شخص چشمۂ حیات سے پانی پئے گا اور اس کو موت نہ آئے گی۔ یہ دیکھ کر وہ چشمۂ حیات کی طلب میں مغرب و مشرق کی طرف روانہ ہوئے، اس سفر میں آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ساتھ حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بھی

[1] ......مدارك، الكهف، تحت الآية: ۸۵، ص ٦٦٢، بيضاوی، الكهف، تحت الآية: ۸۵، ۳/ ۵۲۰، ملتقطاً.

تھے، وہ تو چشمۂ حیات تک پہنچ گئے اور انہوں نے اس میں سے پی بھی لیا مگر حضرت ذوالقرنین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے مقدر میں نہ تھا اس لئے انہوں نے وہ چشمہ نہ پایا۔ اس سفر میں مغرب کی جانب روانہ ہوئے تو جہاں تک آبادی ہے وہ سب منزلیں طے کرڈالیں اور مغرب کی سمت میں وہاں تک پہنچے جہاں آبادی کا نام ونشان باقی نہ رہا، وہاں انہیں سورج غروب ہوتے وقت ایسا نظر آیا گویا کہ وہ سیاہ چشمہ میں ڈوبتا ہے جیسا کہ دریائی سفر کرنے والے کو پانی میں ڈوبتا معلوم ہوتا ہے۔ [1]

﴿**وَوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا: اور اس چشمے کے پاس ہی ایک قوم کو پایا۔**﴾ حضرت ذوالقرنین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس چشمے کے پاس ہی ایک ایسی قوم کو پایا جو شکار کئے ہوئے جانوروں کے چمڑے پہنے تھے، اس کے سوا اُن کے بدن پر اور کوئی لباس نہ تھے اور دریائی مردہ جانور اُن کی غذا تھے۔ یہ لوگ کافر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اِلہام کے طور پر فرمایا: اے ذوالقرنین! یا تو تُو انہیں سزا دے اور اُن میں سے جو اسلام میں داخل نہ ہو اس کو قتل کردے یا اگر وہ ایمان لائیں تو ان کے بارے میں بھلائی اختیار کر اور انہیں اَحکامِ شرع کی تعلیم دے۔ بعض مفسرین کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے یہ کلام اپنے کسی نبی عَلَیْہِ السَّلَام سے فرمایا اور انہوں نے حضرت ذوالقرنین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے یہ بات کہی۔ [2]

قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ یُرَدُّ اِلٰى رَبِّهٖ فَیُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكْرًا ﴿۸۷﴾ وَ اَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ ِۨالْحُسْنٰىۚ وَ سَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا یُسْرًاؕ ﴿۸۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: عرض کی کہ وہ جس نے ظلم کیا اسے تو ہم عنقریب سزا دیں گے پھر اپنے رب کی طرف پھیرا جائے گا وہ اسے بری مار دے گا۔ اور جو ایمان لایا اور نیک کام کیا تو اس کا بدلہ بھلائی ہے اور عنقریب ہم اسے آسان کام کہیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: عرض کی: بہرحال جس نے ظلم کیا تو عنقریب ہم اسے سزا دیں گے پھر وہ اپنے رب کی طرف لوٹایا

---

1 ......مدارك، الکھف، تحت الآیة: ٨٦، ص٦٦٢، جمل، الکھف، تحت الآیة: ٨٦، ٤/٤٥٢-٤٥٣، ملتقطاً.

2 ......مدارك، الکھف، تحت الآیة: ٨٦، ص٦٦٢.

جائے گا تو وہ اسے بہت برا عذاب دے گا۔ اور بہر حال جو ایمان لایا اور اس نے نیک عمل کیا تو اس کا بدلہ بھلائی ہے اور عنقریب ہم اس کو آسان کام کہیں گے۔

﴿قَالَ: کہا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ذوالقرنین نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ملنے کے بعد ان نبی عَلَیْہِ السَّلَام سے عرض کی یا اپنے پاس موجود خاص ساتھیوں سے کہا ''بہر حال جس نے کفر و شرک اختیار کیا اور میری دعوت کو ٹھکرا کر ایمان نہ لایا تو عنقریب ہم اسے قتل کر دیں گے، یہ تو اس کی دُنیوی سزا ہے، پھر وہ قیامت کے دن اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف لوٹایا جائے گا تو وہ اسے جہنم کا بہت برا عذاب دے گا اور جو ایمان لایا اور اس نے ایمان کے تقاضوں کے مطابق نیک عمل کیا تو اس کیلئے جزا کے طور پر بھلائی یعنی جنت ہے اور عنقریب ہم اس ایمان والے کو آسان کام کہیں گے اور اس کو ایسی چیزوں کا حکم دیں گے جو اس پر سہل ہوں دشوار نہ ہوں۔[1]

ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۸۹﴾ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰى قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا ﴿۹۰﴾ كَذٰلِكَؕ وَ قَدْ اَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا ﴿۹۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر ایک سامان کے پیچھے چلا۔ یہاں تک کہ جب سورج نکلنے کی جگہ پہنچا اسے ایسی قوم پر نکلتا پایا جن کے لیے ہم نے سورج سے کوئی آڑ نہیں رکھی۔ بات یہی ہے اور جو کچھ اس کے پاس تھا سب کو ہمارا علم محیط ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر وہ ایک راستے کے پیچھے چلا۔ یہاں تک کہ جب سورج طلوع ہونے کی جگہ پہنچا تو اسے ایک ایسی قوم پر طلوع ہوتا ہوا پایا جن کے لیے ہم نے سورج سے کوئی آڑ نہیں رکھی تھی۔ بات اسی طرح ہے اور جو کچھ اس کے پاس تھا سب کو ہمارا علم محیط ہے۔

---

1 ......ابو سعود، الکھف، تحت الآیۃ: ۸۷-۸۸، ۳/۳۰۴، مدارک، الکھف، تحت الآیۃ: ۸۷-۸۸، ص۶۶۲، جلالین، الکھف، تحت الآیۃ: ۸۷-۸۸، ص۲۵۱، ملتقطاً۔

﴿ثُمَّ: پھر۔﴾ یعنی حضرت ذوالقرنین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ مشرق کی طرف ایک راستے کے پیچھے چلے۔[1]

﴿سِتْرًا: آڑ۔﴾ مفسرین فرماتے ہیں کہ وہ قوم اس جگہ پر تھی جہاں ان کے اور سورج کے درمیان کوئی چیز پہاڑ درخت وغیرہ حائل نہ تھی اور نہ وہاں زمین کی نرمی کی وجہ سے کوئی عمارت قائم ہوسکتی تھی اور وہاں کے لوگوں کا یہ حال تھا کہ طلوعِ آفتاب کے وقت زمین کے اندر بنائے ہوئے تہ خانوں میں گھس جاتے تھے اور زوال کے بعد نکل کر اپنا کام کاج کرتے تھے۔[2]

﴿کَذٰلِكَ: بات اسی طرح ہے۔﴾ یعنی حضرت ذوالقرنین کی بادشاہی کی وسعت اور ان کا بلند مرتبہ جو ہم نے بیان کیا ان کا معاملہ اسی طرح ہے۔ مفسرین نے "کَذٰلِكَ" کے معنی میں یہ بھی کہا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ حضرت ذوالقرنین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے جیسا مغربی قوم کے ساتھ سلوک کیا تھا ایسا ہی اہلِ مشرق کے ساتھ بھی کیا کیونکہ یہ لوگ بھی ان کی طرح کافر تھے تو جو ان میں سے ایمان لائے اُن کے ساتھ احسان کیا اور جو کفر پر اڑے رہے انہیں سزا دی۔[3]

﴿وَقَدْ اَحَطْنَا بِمَا لَدَیْهِ خُبْرًا: اور جو کچھ اس کے پاس تھا سب کو ہمارا علم محیط ہے۔﴾ اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ حضرت ذوالقرنین کے پاس جو فوج، لشکر، آلاتِ جنگ اور سامانِ سلطنت وغیرہ تھا سب ہمارے علم میں ہے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ جب ہم نے حضرت ذوالقرنین کو اقتدار عطا کیا تو اس وقت اس کے پاس جتنی ملک داری کی قابلیت اور اُمورِ مملکت سرانجام دینے کی لیاقت تھی سب ہمیں معلوم تھی۔[4]

ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۹۲﴾ حَتّٰۤی اِذَا بَلَغَ بَیْنَ السَّدَّیْنِ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا ۙ لَّا یَكَادُوْنَ یَفْقَهُوْنَ قَوْلًا ﴿۹۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر ایک سامان کے پیچھے چلا۔ یہاں تک کہ جب دو پہاڑوں کے بیچ پہنچا ان سے ادھر کچھ ایسے لوگ پائے کہ کوئی بات سمجھتے معلوم نہ ہوتے تھے۔

1 ......جلالین، الکہف، تحت الآیۃ: ۸۹، ص ۲۵۱.
2 ......خازن، الکہف، تحت الآیۃ: ۹۰، ۳/۲۲۴، روح البیان، الکہف، تحت الآیۃ: ۹۰، ۵/۲۹۴، ملتقطاً.
3 ......روح البیان، الکہف، تحت الآیۃ: ۹۱، ۵/۲۹۵.
4 ......خازن، الکہف، تحت الآیۃ: ۹۱، ۳/۲۲۴.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر وہ ایک اور راستے کے پیچھے چلا۔ یہاں تک کہ جب دو پہاڑوں کے درمیان پہنچا تو اس نے ان پہاڑوں کے آگے ایک ایسی قوم کو پایا جو کوئی بات سمجھتے معلوم نہ ہوتے تھے۔

﴿ثُمَّ: پھر۔﴾ حضرت ذوالقرنین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ جب مشرق و مغرب تک پہنچ گئے تو اب کی بار انہوں نے شمال کی جانب سفر شروع فرمایا یہاں تک کہ وہ دو پہاڑوں کے درمیان تک جا پہنچے اور یہ سب اللّٰہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ علم اور قدرت کی وجہ سے واقع ہوا۔(1)

﴿وَجَدَ: اس نے پایا۔﴾ جب حضرت ذوالقرنین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ شمال کی جانب اس جگہ پہنچے جہاں انسانی آبادی ختم ہو جاتی تھی تو وہاں دو بڑے عالیشان پہاڑ دیکھے جن کے اُس طرف یاجوج ماجوج کی قوم آباد تھی جو کہ دو پہاڑوں کے درمیانی راستے سے اِس طرف آ کر قتل و غارت کیا کرتی تھی۔ یہ جگہ ترکستان کے مشرقی کنارہ پر واقع تھی۔ یہاں حضرت ذوالقرنین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ایک ایسی قوم کو پایا جو کوئی بات سمجھتے معلوم نہ ہوتے تھے کیونکہ اُن کی زبان عجیب و غریب تھی اس لئے اُن کے ساتھ اشارہ وغیرہ کی مدد سے بہ مشقت بات کی جا سکتی تھی۔(2)

قَالُوْا یٰذَا الْقَرْنَیْنِ اِنَّ یَاْجُوْجَ وَ مَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰۤى اَنْ تَجْعَلَ بَیْنَنَا وَ بَیْنَهُمْ سَدًّا ﴿۹۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: انھوں نے کہا اے ذوالقرنین بیشک یاجوج و ماجوج زمین میں فساد مچاتے ہیں تو کیا ہم آپ کے لیے کچھ مال مقرر کردیں اس پر کہ آپ ہم میں اوران میں ایک دیوار بنادیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: انہوں نے کہا، اے ذوالقرنین! بیشک یاجوج اور ماجوج زمین میں فساد مچانے والے لوگ ہیں تو کیا ہم آپ کے لیے کچھ مال مقرر کردیں اس بات پر کہ آپ ہمارے اوران کے درمیان ایک دیوار بنادیں۔

1 ......تفسیر کبیر، الکھف، تحت الآیۃ: ۹۲، ۴۹۸/۷، خازن، الکھف، تحت الآیۃ: ۹۲-۹۳، ۲۲۴/۳.

2 ......روح البیان، الکھف، تحت الآیۃ: ۹۳، ۲۹۶/۵-۲۹۷، خازن، الکھف، تحت الآیۃ: ۹۳، ۲۲۴/۳، ملتقطاً.

﴿قَالُوْا: انہوں نے کہا۔﴾ ان لوگوں نے کسی ترجمان کے ذریعے یا بلاواسطہ حضرت ذوالقرنین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے اس طور پر گفتگو کی کہ آپ ان کا کلام سمجھ سکتے تھے۔ آپ کا ان لوگوں کی زبان کو سمجھ لینا بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ جملہ اَسباب میں سے ہے۔[1]

﴿اِنَّ یَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ: بیشک یاجوج اور ماجوج۔﴾ یہ یافث بن نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اولاد سے فسادی گروہ ہیں، اِن کی تعداد بہت زیادہ ہے، زمین میں فساد کرتے تھے، بہار کے موسم میں نکلتے تھے تو کھیتیاں اور سبزے سب کھا جاتے اور ان میں سے کچھ نہ چھوڑتے تھے اور خشک چیزیں لاد کر لے جاتے تھے، یہ لوگ آدمیوں کو کھا لیتے تھے اور درندوں، وحشی جانوروں، سانپوں اور بچھوؤں تک کو کھا جاتے تھے۔ حضرت ذوالقرنین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے لوگوں نے ان کی شکایت کی کہ وہ زمین میں فساد مچانے والے لوگ ہیں تو کیا ہم آپ کے لیے اس بات پر کچھ مال مقرر کر دیں کہ آپ ہمارے اور ان کے درمیان ایک دیوار بنا دیں تا کہ وہ ہم تک نہ پہنچ سکیں اور ہم ان کے شر و ایذا سے محفوظ رہیں۔[2]

قَالَ مَا مَكَّنِّیْ فِیْهِ رَبِّیْ خَیْرٌ فَاَعِیْنُوْنِیْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَیْنَكُمْ وَ بَیْنَهُمْ رَدْمًا ﴿۹۵﴾ اٰتُوْنِیْ زُبَرَ الْحَدِیْدِ ؕ حَتّٰۤى اِذَا سَاوٰى بَیْنَ الصَّدَفَیْنِ قَالَ انْفُخُوْا ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا ۙ قَالَ اٰتُوْنِیْۤ اُفْرِغْ عَلَیْهِ قِطْرًا ﴿ؕ۹۶﴾ فَمَا اسْطَاعُوْۤا اَنْ یَّظْهَرُوْهُ وَ مَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا ﴿۹۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کہا وہ جس پر مجھے میرے رب نے قابو دیا ہے بہتر ہے تو میری مدد طاقت سے کرو میں تم میں اور ان میں ایک مضبوط آڑ بنا دوں۔ میرے پاس لوہے کے تختے لاؤ یہاں تک کہ وہ جب دیوار دونوں پہاڑوں کے کناروں سے برابر کر دی کہا دھونکو یہاں تک کہ جب اُسے آگ کر دیا کہا لاؤ میں اس پر گلا ہوا تانبہ اُونڈیل دوں۔ تو یاجوج و ماجوج اس

1 ......ابو سعود، الکھف، تحت الآیۃ: ۹۴، ۳/۴۰۴.

2 ......خازن، الکھف، تحت الآیۃ: ۹۴، ۳/۲۲۴-۲۲۵، روح البیان، الکھف، تحت الآیۃ: ۹۴، ۵/۲۹۷-۲۹۸، ملتقطاً.

پر نہ چڑھ سکے اور نہ اس میں سوراخ کر سکے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ذوالقرنین نے کہا: جس چیز پر مجھے میرے رب نے قابو دیا ہے وہ بہتر ہے تو تم میری مدد قوت کے ساتھ کرو، میں تمہارے اور ان کے درمیان ایک مضبوط رکاوٹ بنادوں گا۔ میرے پاس لوہے کے ٹکڑے لاؤ یہاں تک کہ جب وہ دیوار دونوں پہاڑوں کے کناروں کے درمیان برابر کردی تو ذوالقرنین نے کہا: آگ دھنکاؤ۔ یہاں تک کہ جب اُس لوہے کو آگ کردیا تو کہا: مجھے دو تاکہ میں اس گرم لوہے پر پگھلایا ہوا تانبہ اُنڈیل دوں۔ تو یاجوج و ماجوج اس پر نہ چڑھ سکے اور نہ اس میں سوراخ کر سکے۔

﴿قَالَ: کہا۔﴾ حضرت ذوالقرنین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ان سے فرمایا ''اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل سے میرے پاس کثیر مال اور ہر قسم کا سامان موجود ہے تم سے کچھ لینے کی حاجت نہیں، البتہ تم جسمانی قوت کے ساتھ میری مدد کرو اور جو کام میں بتاؤں وہ انجام دو، میں تم میں اور ان میں ایک مضبوط رکاوٹ بنادوں گا۔ [1]

﴿اٰتُوْنِیْ زُبَرَ الْحَدِیْدِ: میرے پاس لوہے کے ٹکڑے لاؤ۔﴾ ان لوگوں نے عرض کی: پھر ہمارے متعلق کیا خدمت ہے؟ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ''میرے پاس پتھر کے سائز کے لوہے کے ٹکڑے لاؤ۔ جب وہ لے آئے تو اس کے بعد ان سے بنیاد کھدوائی، جب وہ پانی تک پہنچی تو اس میں پتھر پگھلائے ہوئے تانبے سے جمائے گئے اور لوہے کے تختے اوپر نیچے چن کر اُن کے درمیان لکڑی اور کوئلہ بھروا دیا اور آگ دے دی اس طرح یہ دیوار پہاڑ کی بلندی تک اونچی کردی گئی اور دونوں پہاڑوں کے درمیان کوئی جگہ نہ چھوڑی گئی، پھر اوپر سے پگھلایا ہوا تانبہ دیوار میں پلا دیا گیا تو یہ سب مل کر ایک سخت جسم بن گیا۔ [2]

﴿فَمَا اسْطَاعُوْۤا اَنْ یَّظْهَرُوْهُ: تو یاجوج و ماجوج اس پر نہ چڑھ سکے۔﴾ جب حضرت ذوالقرنین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے دیوار مکمل کر لی تو یاجوج اور ماجوج آئے اور انہوں نے اس دیوار پر چڑھنے کا ارادہ کیا تو اس کی بلندی اور ملائمت کی وجہ سے اس پر نہ چڑھ سکے، پھر انہوں نے نیچے سے اس میں سوراخ کرنے کی کوشش کی تو اس دیوار کی سختی اور موٹائی کی وجہ

---

1 ......مدارك، الكهف، تحت الآية: ٩٥، ص٦٦٣-٦٦٤، خازن، الكهف، تحت الآية: ٩٥، ٢٢٥/٣، ملتقطاً.

2 ......خازن، الكهف، تحت الآية: ٩٦، ٢٢٥/٣-٢٢٦، مدارك، الكهف، تحت الآية: ٩٦، ص٦٦٤، جلالين، الكهف، تحت الآية: ٩٦، ص٢٥٢، ملتقطاً.

سے اس میں سوراخ نہ کر سکے۔[1]

قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّيْ ۚ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّيْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ ۚ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّيْ حَقًّا ﴿٩٨﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کہا یہ میرے رب کی رحمت ہے پھر جب میرے رب کا وعدہ آئے گا اسے پاش پاش کردے گا اور میرے رب کا وعدہ سچا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ذوالقرنین نے کہا: یہ میرے رب کی رحمت ہے پھر جب میرے رب کا وعدہ آئے گا تو اسے پاش پاش کردے گا اور میرے رب کا وعدہ سچا ہے۔

﴿قَالَ: کہا۔﴾ حضرت ذوالقرنین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا کہ یہ دیوار میرے رب عَزَّوَجَلَّ کی رحمت اور اس کی نعمت ہے کیونکہ یہ یاجوج اور ماجوج کے نکلنے میں رکاوٹ ہے، پھر جب میرے رب کا وعدہ آئے گا اور قیامت کے قریب یاجوج ماجوج کے خُروج کا وقت آ پہنچے گا تو میرا رب عَزَّوَجَلَّ اس دیوار کو پاش پاش کردے گا اور میرے رب عَزَّوَجَلَّ نے ان کے نکلنے کا جو وعدہ فرمایا ہے وہ اور اس کے علاوہ ہر وعدہ سچا ہے۔[2]

یاجوج اور ماجوج کے نکلنے سے متعلق ترمذی شریف میں حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''یاجوج ماجوج روزانہ اس دیوار کو کھودتے رہتے ہیں حتّٰی کہ جب اسے توڑنے کے قریب ہوتے ہیں تو ان کا سردار کہتا ہے: اب واپس چلو، باقی کل توڑ لیں گے۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ''اللہ تعالٰی اسے پہلے سے بہتر کر دیتا ہے یہاں تک کہ جب ان کی مدت پوری ہو جائے گی اور اللہ تعالٰی انہیں لوگوں پر بھیجنا چاہے گا تو ان کا سردار کہے گا: واپس لوٹ جاؤ، اِنْ شَآءَ اللہ! کل تم اسے توڑ ڈالو گے۔ (یہ بات)

1 ......روح البیان، الکھف، تحت الآیۃ: ٩٧، ٥/٢٩٩.

2 ......خازن، الکھف، تحت الآیۃ: ٩٨، ٣/٢٢٦، جلالین، الکھف، تحت الآیۃ: ٩٨، ص ٢٥٢، ملتقطاً.

وہ اِستثناء (یعنی اِنْ شَآءَ اللہ) کے ساتھ کہے گا۔ (دوسرے دن) جب وہ واپس آئیں گے تو اسے ویسے ہی پائیں گے جس طرح چھوڑ کر گئے تھے، چنانچہ وہ اسے توڑ کر باہر لوگوں پر نکل آئیں گے۔[1]

[illegible]

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ لکھتے ہیں ''بعدِ قتلِ دجّال حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو حکمِ الٰہی ہوگا کہ مسلمانوں کو کوہِ طور پر لے جاؤ، اس لیے کہ کچھ ایسے لوگ ظاہر کیے جائیں گے، جن سے لڑنے کی کسی کو طاقت نہیں۔ مسلمانوں کے کوہِ طور پر جانے کے بعد یاجوج و ماجوج ظاہر ہوں گے، یہ اس قدر کثیر ہوں گے کہ ان کی پہلی جماعت **بُحَیْرَۂ طَبَرِیَّہ** پر (جس کا طول دس میل ہوگا) جب گزرے گی، اُس کا پانی پی کر اس طرح سکھا دے گی کہ دوسری جماعت بعد والی جب آئے گی تو کہے گی: کہ یہاں کبھی پانی تھا!۔ پھر دنیا میں فساد وقتل و غارت سے جب فرصت پائیں گے تو کہیں گے کہ زمین والوں کو تو قتل کرلیا، آؤ اب آسمان والوں کو قتل کریں، یہ کہہ کر اپنے تیر آسمان کی طرف پھینکیں گے، خدا کی قدرت کہ اُن کے تیر اوپر سے خون آلودہ گریں گے۔ یہ اپنی اِنہیں حرکتوں میں مشغول ہوں گے اور وہاں پہاڑ پر حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام مع اپنے ساتھیوں کے محصور ہوں گے، یہاں تک کہ اُن کے نزدیک گائے کے سر کی وہ وقعت ہوگی جو آج تمہارے نزدیک سو اشرفیوں کی نہیں، اُس وقت حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام مع اپنے ہمراہیوں کے دعا فرمائیں گے، اللہ تعالیٰ اُن کی گردنوں میں ایک قسم کے کیڑے پیدا کردے گا کہ ایک دم میں وہ سب کے سب مرجائیں گے، اُن کے مرنے کے بعد حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام پہاڑ سے اتریں گے، دیکھیں گے کہ تمام زمین اُن کی لاشوں اور بدبو سے بھری پڑی ہے، ایک بالشت بھی زمین خالی نہیں۔ اُس وقت حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام مع ہمراہیوں کے پھر دعا کریں گے، اللہ تعالیٰ ایک قسم کے پرند بھیجے گا کہ وہ ان کی لاشوں کو جہاں اللہ (عَزَّوَجَلَّ) چاہے گا پھینک آئیں گے اور اُن کے تیر وکمان وترکش کو مسلمان سات برس تک جلائیں گے۔''[2]

وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ وَّ نُفِخَ فِي الصُّوْرِ

---

1 ......ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ الکھف، ٥/١٠٤، الحدیث: ٣١٦٤.

2 ...... بہارِ شریعت، حصہ اول، معاد وحشر کا بیان، ١/١٢٤-١٢٥۔

فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا ﴿۹۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس دن ہم انہیں چھوڑ دیں گے کہ ان کا ایک گروہ دوسرے پر ریلا دے گا اور صور پھونکا جائے گا تو ہم ان سب کو اکٹھا کر لائیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس دن ہم انہیں چھوڑ دیں گے کہ ان کا ایک گروہ دوسرے پر سیلاب کی طرح آئے گا اور صُور میں پھونک ماری جائے گی تو ہم سب کو جمع کر لائیں گے۔

﴿ وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ: اور اس دن ہم انہیں چھوڑ دیں گے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ جب دیوار ٹوٹ جائے گی تو اس دن ہم یاجوج اور ماجوج کو اس طرح چھوڑ دیں گے کہ ان کا ایک گروہ دوسرے پر اس طرح آئے گا جس طرح پانی کی لہر ایک دوسرے پر آتی ہے اور وہ اپنی کثیر تعداد کی وجہ سے ایک دوسرے کے ساتھ ملے ہوئے ہوں گے۔ (1)

﴿ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ: اور صُور میں پھونک ماری جائے گی۔﴾ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یاجوج ماجوج کا نکلنا قربِ قیامت کے علامات میں سے ہے۔ (2)

﴿ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا: تو ہم سب کو جمع کر لائیں گے۔﴾ یعنی ہم قیامت کے دن تمام مخلوق کو عذاب وثواب کے لئے جمع کرلائیں گے۔ (3)

وَّعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ عَرْضًا ﴿۱۰۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم اس دن جہنم کافروں کے سامنے لائیں گے۔

1 ......خازن، الکهف، تحت الآية: ٩٩، ٣/٢٢٦.

2 ......خازن، الکهف، تحت الآية: ٩٩، ٣/٢٢٦.

3 ......مدارك، الکهف، تحت الآية: ٩٩، ص٦٦٤، روح البيان، الکهف، تحت الآية: ٩٩، ٥/٣٠١، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم اس دن جہنم کافروں کے سامنے لائیں گے۔

﴿ **وَعَرَضۡنَا جَهَنَّمَ يَوۡمَئِذٍ** : اور ہم اس دن جہنم لائیں گے۔﴾ یعنی جس دن ہم تمام مخلوق کو جمع کریں گے اس دن جہنم کافروں کے سامنے لائیں گے تا کہ وہ اسے صاف دیکھیں اور اس کا جوش مارنا اور چنگھاڑ نا سنیں۔ (1)

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

وَ اَعۡتَدۡنَا لِمَنۡ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيۡرًا ﴿۱۱﴾ اِذَا رَاَتۡهُمۡ مِّنۡ مَّكَانٍۭ بَعِيۡدٍ سَمِعُوۡا لَهَا تَغَيُّظًا وَّ زَفِيۡرًا (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے قیامت کو جھٹلانے والوں کیلئے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔ جب وہ آگ انہیں دور کی جگہ سے دیکھے گی تو کافر اس کا جوش مارنا اور چنگھاڑ نا سنیں گے۔

اور حضرت **عبداللہ بن مسعود** رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''قیامت کے دن جہنم کو لایا جائے گا، اس کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی اور ہر لگام کو ستر ہزار فرشتے پکڑ کر کھینچ رہے ہوں گے۔ (3)

الَّذِيۡنَ كَانَتۡ اَعۡيُنُهُمۡ فِىۡ غِطَآءٍ عَنۡ ذِكۡرِىۡ وَكَانُوۡا لَا يَسۡتَطِيۡعُوۡنَ سَمۡعًا ﴿۱۰۱﴾

ع ۱۱ / ۱۹ / ۲

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جن کی آنکھوں پر میری یاد سے پردہ پڑا تھا اور حق بات سن نہ سکتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ جن کی آنکھیں میری یاد سے پردے میں تھیں اور حق بات سن نہ سکتے تھے۔

﴿ **اَلَّذِيۡنَ** : وہ لوگ جو۔﴾ اس سے پہلی آیت میں کفار کے بارے میں فرمایا کہ ہم قیامت کے دن ان کے سامنے جہنم لائیں گے،

1 ......ابو سعود، الكهف، تحت الآية: ١٠٠، ٣/٤٠٧.

2 ......فرقان: ١١، ١٢.

3 ......مسلم، كتاب الجنّة وصفة نعيمها واهلها، باب فى شدة حرّ نار جهنّم وبعد قعرها وما تأخذ من المعذّبين، ص١٥٢٣، الحديث: ٢٩(٢٨٤٢).

اب اس آیت میں کافروں کے بارے میں مزید فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کی آنکھیں میری یاد سے پردے میں تھیں اور وہ آیاتِ الٰہیہ اور قرآن، ہدایت و بیان، دلائلِ قدرت اور ایمان سے اندھے بنے رہے اور ان میں سے کسی چیز کو وہ نہ دیکھ سکے اور اپنی بدبختی کی وجہ سے رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ عداوت رکھنے کے باعث حق بات سن نہ سکتے تھے۔ [1]

اَفَحَسِبَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَنْ یَّتَّخِذُوْا عِبَادِیْ مِنْ دُوْنِیْۤ اَوْلِیَآءَ ؕ اِنَّاۤ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِیْنَ نُزُلًا ﴿۱۰۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا کافر یہ سمجھے ہیں کہ میرے بندوں کو میرے سوا حمایتی بنالیں گے بیشک ہم نے کافروں کی مہمانی کو جہنم تیار کر رکھی ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیا کافر یہ سمجھتے ہیں کہ میرے بندوں کو میرے سوا حمایتی بنالیں گے بیشک ہم نے کافروں کی مہمانی کیلئے جہنم تیار کر رکھی ہے۔

﴿اَفَحَسِبَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا: تو کیا کافر سمجھتے ہیں۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کیا کافر یہ سمجھتے ہیں کہ میرے بندوں جیسے حضرت عیسٰی، حضرت عزیر عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور فرشتوں کو میرے سوا حمایتی بنالیں گے اور ان سے کچھ نفع پائیں گے؟ ان کا یہ گمان فاسد ہے، بلکہ وہ بندے انہیں اپنا دشمن سمجھتے اور ان سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔ [2] اور کافروں کا گمان فاسد ہونے کی وجہ صاف ظاہر ہے کہ انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، اولیاء رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اور ملائکہ، ایمان والوں کے مددگار ہو کر ان کی شفاعت کریں گے نہ کہ کافروں کی۔

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِیْنَ اَعْمَالًا ؕ ﴿۱۰۳﴾

---

1 ......خازن، الکھف، تحت الآیۃ: ۱۰۱، ۳/۲۲۶-۲۲۷.

2 ......روح البیان، الکھف، تحت الآیۃ: ۱۰۲، ۵/۳۰۳، خازن، الکھف، تحت الآیۃ: ۱۰۲، ۳/۲۲۷، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ کیا ہم تمہیں بتادیں کہ سب سے بڑھ کر ناقص عمل کن کے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: کیا ہم تمہیں بتادیں کہ سب سے زیادہ ناقص عمل والے کون ہیں؟

﴾قُلْ: تم فرماؤ۔﴿ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کیا ہم تمہیں بتادیں کہ وہ کون لوگ ہیں جنہوں نے عمل کرنے میں مشقتیں اُٹھائیں اور یہ امید کرتے رہے کہ ان اعمال پر فضل وعطا سے نوازے جائیں گے مگر اس کی بجائے ہلاکت و بربادی میں جا پڑے۔ حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا وہ لوگ یہودی اور عیسائی ہیں۔ بعض مفسرین نے کہا کہ وہ راہب لوگ ہیں جو گرجوں میں خَلْوَت نشین رہتے تھے۔ حضرت علی مرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے فرمایا کہ یہ لوگ اہلِ حَروراء یعنی خارجی لوگ ہیں۔ (1) اور حقیقت میں سب ایک ہی مفہوم کی مختلف تعبیریں ہیں کیونکہ اس میں ہر وہ شخص داخل ہے جو عبادت یا ظاہری اچھے اعمال میں محنت ومشقت تو کرتا ہے لیکن اس کے ساتھ کسی ایسی چیز کا مرتکب بھی ہوتا ہے جس سے اس کا عمل مردود ہوجائے جیسے کفر۔

اس سے اشارۃً یہ معلوم ہوا کہ کسی کے ظاہری اعمال اچھے ہونا اس کے حق پر ہونے کی دلیل نہیں، اور صحیح بخاری میں تو خارجیوں سے متعلق صراحت کے ساتھ مذکور ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ سے ارشاد فرمایا ''تم اپنی نمازوں کو ان کی نمازوں کے مقابلے میں اور اپنے روزوں کو ان کے روزوں کے مقابلے میں حقیر جانو گے، یہ قرآن پڑھیں گے لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، یہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ (2)

خارجیوں میں سب سے پہلا اور ان میں سب سے بدتر شخص ذُو الْخُوَیصِرَہ تمیمی تھا۔ اس نے حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تقسیم پر اعتراض کرکے آپ کی شان میں گستاخی کی تھی۔ اس کے اور اس کے ساتھیوں کے بارے

1 ......خازن، الکھف، تحت الآیۃ: ۱۰۳، ۳/۲۲۷، روح البیان، الکھف، تحت الآیۃ: ۱۰۳، ۵/۳۰٤، ملتقطاً.

2 ......بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوّۃ فی الاسلام، ۲/۵۰۳، الحدیث: ۳٦۱۰.

میں حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا تھا کہ یہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ اسی وجہ سے انہیں خارجی یعنی دین سے نکل جانے والا کہا جاتا ہے۔ یہ لوگ ظاہری طور پر بڑے عبادت گزار، شب بیدار تھے اور ان کی عبادت وریاضت اور تلاوتِ قرآن میں مشغولیت دیکھ کر صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ بھی حیران ہوتے تھے لیکن ان کے عقائد ونظریات انتہائی باطل تھے۔ ان کا ایک بہت بڑا عقیدہ یہ تھا کہ جو کبیرہ گناہ کرے وہ مشرک ہے اور جو ان کے اس عقیدے کا مخالف ہو وہ بھی مشرک ہے۔ ان ظالموں نے حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کو بھی مَعَاذَ اللہ مشرک قرار دے دیا تھا اور نہروان کے مقام پر آپ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے جنگ کی تھی۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ ان کی تمام تر ظاہری عبادت وریاضت، تقویٰ وطہارت اور رات رات بھر تلاوتِ قرآن کرنے کو خاطر میں نہ لائے اور ان کے باطل عقائد کی وجہ سے ان کے ساتھ جنگ کی اور انہیں قتل کیا۔
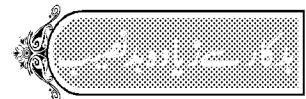
اس سے معلوم ہوا کہ کسی کی لمبی لمبی اور ظاہری خشوع وخضوع سے بھرپور نمازیں، رقت انگیز اور درد بھری آواز میں قرآنِ مجید کی تلاوتیں، اللہ تعالیٰ کی گرفت اور اس کے عذابات سے ڈرانے والے وعظ اور نصیحتیں اور دیگر ظاہری نیک اعمال اس وقت تک قابلِ قبول نہیں جب تک اس کے عقائد درست نہ ہوں، لہٰذا ہر شخص کو چاہئے کہ وہ بدعقیدہ اور بد مذہب شخص کی کثرتِ عبادت، تقویٰ وطہارت اور دیگر نیک نظر آنے والی چیزوں سے ہرگز متأثر نہ ہو اور نہ ہی ان چیزوں کو دیکھ کر ان کی طرف مائل ہو بلکہ ان سے ہمیشہ دور ہی رہے کہ اسی میں اس کی دنیا وآخرت کی بھلائی ہے۔

اَلَّذِیْنَ ضَلَّ سَعْیُهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ هُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ﴿۱۰۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ان کے جن کی ساری کوشش دنیا کی زندگی میں گم گئی اور وہ اس خیال میں ہیں کہ ہم اچھا کام کررہے ہیں۔

ترجمۂ کنزالعِرفان: وہ لوگ جن کی ساری کوشش دنیا کی زندگی میں برباد ہوگئی حالانکہ وہ یہ گمان کررہے ہیں کہ وہ اچھا کام کررہے ہیں۔

﴿اَلَّذِیْنَ: وہ لوگ۔﴾ اس سے پہلی آیت میں اعمال کے اعتبار سے سب سے زیادہ خسارے والے لوگوں کی خبر دینے کے بارے میں فرمایا، اب اس آیت میں فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کی ساری کوشش دنیا کی زندگی میں برباد ہوگئی اور عمل باطل ہوگئے حالانکہ وہ اس گمان میں ہیں کہ وہ اچھا کام کررہے ہیں جو انہیں آخرت میں نفع دے گا۔[1]

یہ آیتِ مبارکہ بنیادی طور پر تو کافروں کے متعلق ہے لیکن اس سے اشارتاً یہ بھی معلوم ہوا کہ بدکار سے زیادہ بدنصیب وہ نیکوکار ہے جو محنت مشقت اٹھا کر نیکیاں کرے مگر اس کی کوئی نیکی اس کے کام نہ آئے، وہ اس دھوکے میں رہے کہ میں نیکوکار ہوں۔ ہم اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں۔

اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ وَ لِقَآىٕهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِیْمُ لَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَزْنًا ﴿۱۰۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی آیتیں اور اس کا ملنا نہ مانا تو ان کا کیا دھرا سب اکارت ہے تو ہم ان کے لیے قیامت کے دن کوئی تول نہ قائم کریں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی آیات اور اس کی ملاقات کا انکار کیا تو ان کے سب اعمال برباد ہوگئے پس ہم ان کے لیے قیامت کے دن کوئی وزن قائم نہیں کریں گے۔

﴿اُولٰٓىٕكَ: یہ لوگ۔﴾ ارشاد فرمایا کہ کثیر نیک اعمال کے باوجود خسارے کا شکار ہونے والے، یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی آیات اور اس کی ملاقات کا انکار کیا، رسول اور قرآن پر ایمان نہ لائے اور مرنے کے بعد اٹھائے جانے، حساب، ثواب اور عذاب کے منکر رہے تو ان کے سب اعمال برباد ہوگئے اور انہیں ان اعمال پر کوئی ثواب نہ ملے گا۔[2]

1 ......روح البیان، الکھف، تحت الآیة: ١٠٤، ٥/٣٠٤.

2 ......روح البیان، الکھف، تحت الآیة: ١٠٥، ٥/٣٠٥، خازن، الکھف، تحت الآیة: ١٠٥، ٣/٢٢٧، ملتقطاً.

﴿ فَلَا نُقِيۡمُ لَهُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ وَزۡنًا : پس ہم ان کے لیے قیامت کے دن کوئی وزن قائم نہیں کریں گے۔﴾ وزن قائم نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن ان کے ظاہری نیک اعمال کی کوئی قدر و قیمت ہوگی اور نہ ہی ان میں کوئی وزن ہوگا اور جب میزانِ عمل میں ان کے ظاہری نیک اعمال اور کفر ومَعْصِیَت کا وزن ہوگا تو تمام ظاہری نیک اعمال بے وزن ثابت ہوں گے کیونکہ نیک اعمال کی قدر و قیمت اور ان میں وزن کا دار و مدار ایمان اور اخلاص پر ہے اور جب یہ لوگ ایمان اور اخلاص سے ہی خالی ہیں تو ان کے اعمال میں وزن کہاں سے ہوگا۔ کفار کے اعمال کے بارے میں ایک اور مقام پر اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

وَقَدِمۡنَاۤ اِلٰى مَا عَمِلُوۡا مِنۡ عَمَلٍ فَجَعَلۡنٰهُ هَبَآءً مَّنۡثُوۡرًا [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور انہوں نے جو کوئی عمل کیا ہوگا ہم اس کی طرف قصد کر کے باریک غبار کے بکھرے ہوئے ذروں کی طرح (بے وقعت) بنادیں گے جو روشندان کی دھوپ میں نظر آتے ہیں۔

اور حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ”قیامت کے دن ایک بہت ہی موٹے تازے آدمی کو جب اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیا جائے گا تو (اتنا بھاری بھر کم ہونے کے باوجود) اللّٰہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا وزن ایک مچھر کے پر کے برابر بھی نہ ہوگا، اور فرمایا کہ یہ آیت پڑھ لو

فَلَا نُقِيۡمُ لَهُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ وَزۡنًا

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پس ہم ان کے لیے قیامت کے دن کوئی وزن قائم نہیں کریں گے۔ [2]

اعمال کے وزن سے محروم ہونے والے

یاد رہے کہ کافروں کے ظاہری نیک اعمال تو قیامت کے دن بے وزن ہی ہوں گے البتہ بعض مسلمان بھی ایسے ہوں گے جو اپنے نیک اعمال میں وزن سے محروم ہو جائیں گے، جیسا کہ حضرت ثوبان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ”میں اپنی امت میں سے ان قوموں کو جانتا ہوں کہ جب وہ قیامت کے دن آئیں گے تو ان کی نیکیاں تہامہ کے پہاڑوں کی مانند ہوں گی لیکن اللّٰہ تعالیٰ انہیں روشندان سے نظر آنے والے

1 ......فرقان: ٢٣.

2 ......بخاری، کتاب التفسیر، باب اولئك الذین کفروا بآیات ربّهم ولقائه فحبطت اعمالهم، ٣/٢٧٠، الحدیث: ٤٧٢٩.

غبار کے بکھرے ہوئے ذروں کی طرح (بے وقعت) کردے گا۔حضرت ثوبان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہمارے سامنے ان لوگوں کا صاف صاف حال بیان فرمادیجئے تاکہ ہم معلومات نہ ہوتے ہوئے ان لوگوں میں شریک نہ ہوجائیں۔سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’وہ تمہارے بھائی، تمہارے ہم قوم ہوں گے۔راتوں کو تمہاری طرح عبادت کیا کریں گے لیکن وہ لوگ تنہائی میں برے اَفعال کے مُرتکب ہوں گے۔ (1)

اور حضرت ابو حذیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے آزاد کردہ غلام حضرت سالم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’قیامت کے دن کچھ لوگ ایسے آئیں گے کہ ان کے پاس تہامہ کے پہاڑوں کے برابر نیکیاں ہوں گی، یہاں تک کہ جب انہیں لایا جائے گا تو اللّٰہ تعالیٰ ان کے اعمال کو روشندان سے نظر آنے والے غبار کے ذروں کی طرح (بے وقعت) کردے گا، پھر انہیں جہنم میں ڈال دے گا۔حضرت سالم نے عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، میرے ماں باپ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر قربان ہوجائیں! ہمیں ان لوگوں کا حال بتادیجئے؟ ارشاد فرمایا ’’وہ لوگ نماز پڑھتے ہوں گے، روزے رکھتے ہوں گے لیکن جب ان کے سامنے کوئی حرام چیز پیش کی جائے تو وہ اس پر کود پڑیں گے تو اللّٰہ تعالیٰ ان کے اعمال باطل فرمادے گا۔ (2)

اور حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا کہ قیامت کے دن بعض لوگ ایسے اعمال لائیں گے جو اُن کے خیالوں میں مکہ مکرمہ کے پہاڑوں سے زیادہ بڑے ہوں گے لیکن جب وہ تولے جائیں گے تو ان میں وزن کچھ نہ ہوگا۔ (3)

ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا وَ اتَّخَذُوْۤا اٰیٰتِیْ وَ رُسُلِیْ هُزُوًا ﴿۱۰۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہ ان کا بدلہ ہے جہنم اس پر کہ انہوں نے کفر کیا اور میری آیتوں اور میرے رسولوں کی ہنسی بنائی۔

1 ......ابن ماجه، كتاب الزهد، باب ذكر الذنوب، ٤/٤٨٩، الحديث: ٤٢٤٥.

2 ......حلية الاولياء، سالم مولى ابى حذيفة، ١/١٣٣، الحديث: ٥٧٥.

3 ......خازن، الكهف، تحت الآية: ١٠٥، ٣/٢٢٧.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ ان کا بدلہ ہے جہنم، کیونکہ انہوں نے کفر کیا اور میری آیتوں اور میرے رسولوں کو ہنسی مذاق بنالیا۔

﴿ **ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ : یہ ان کا بدلہ جہنم ہے۔** ﴾ ارشاد فرمایا کہ یہ جہنم ان کا بدلہ ہے کیونکہ انہوں نے کفر کیا اور جس چیز پر ایمان لانا اور جس کا اقرار کرنا ضروری تھا اس کا انکار کیا اور انہوں نے قرآنِ پاک، اللہ تعالٰی کی دیگر کتابوں اور اس کے رسولوں کو ہنسی مذاق بنالیا۔[1] اس سے معلوم ہوا کہ تمام کفروں سے بڑھ کر کفر نبی کی توہین اور ان کا مذاق اڑانا ہے جس کی سزا دنیا و آخرت دونوں میں ملتی ہے۔

اہلِ حق علماء کا مذاق اڑانے والوں کو نصیحت

حضرت علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں "یاد رکھو! علماء، انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے وارث ہیں اور ان کے عُلوم انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے علوم سے حاصل شدہ ہیں تو جس طرح باعمل علماء، انبیاء اور مُرسَلین عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے اعمال اور علوم کے وارث ہیں اسی طرح علماء کا مذاق اڑانے والے ابوجہل، عقبہ بن ابی معیط اور ان جیسے دیگر کافروں کے مذاق اڑانے میں وارث ہیں۔[2] اس سے ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنے کی شدید ضرورت ہے جو میڈیا پر اور اپنی نجی محفلوں میں اہلِ حق علمائے کرام کا مذاق اڑانے میں لگے رہتے ہیں۔ اللہ تعالٰی انہیں عقلِ سلیم عطا فرمائے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًاۙ ﴿۱۰۷﴾ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا لَا یَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا ﴿۱۰۸﴾
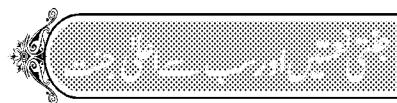
ترجمۂ کنزالایمان: بیشک جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے فردوس کے باغ ان کی مہمانی ہے۔ وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے ان سے جگہ بدلنا نہ چاہیں گے۔

[1] ……روح البیان، الکھف، تحت الآیۃ: ۱۰۶، ۵/۳۰۵.

[2] ……روح البیان، الکھف، تحت الآیۃ: ۱۰۶، ۵/۳۰۵.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک جولوگ ایمان لائے اور اچھے اعمال کئے ان کی مہمانی کیلئے فردوس کے باغات ہیں ۔ وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے، ان سے کوئی دوسری جگہ بدلنا نہ چاہیں گے۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: بیشک جولوگ ایمان لائے۔﴾ اس سے پہلے کافروں کی جہنم میں مہمانی کا ذکر ہوا اور اب یہاں سے وہ چیز بیان کی جارہی ہے جس سے ایمان لانے اور نیک اعمال کرنے کی ترغیب ملتی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ بیشک جو لوگ دنیا میں ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے اچھے اعمال کئے تو ان کی مہمانی کے لئے فردوس کے باغات ہیں۔[1]

یادرہے کہ اہلِ جنت کے لئے اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں تیار کی ہیں وہ انسان کے تَصَوُّر سے بھی زیادہ ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّاۤ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کسی جان کو معلوم نہیں وہ آنکھوں کی ٹھنڈک جو ان کے لیے ان کے اعمال کے بدلے میں چھپا رکھی ہے۔

اور حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے ایسی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا اور نہ ہی کسی انسان کے دل پر اس کا خطرہ گزرا۔‘‘ اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو ’’فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّاۤ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ‘‘[3]

اور زیرِ تفسیر آیت میں جس جنت کا ذکر ہوا، اس کے بارے میں حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جب اللہ عَزَّوَجَلَّ سے مانگو تو فردوس مانگو، کیونکہ وہ جنتوں میں سب کے درمیان اور سب سے بلند ہے اور اس پر رحمٰن عَزَّوَجَلَّ کا عرش ہے اور اسی سے جنت کی نہریں جاری ہوتی ہیں۔[4]

1 ......تفسیر کبیر، الکهف، تحت الآیة: ۱۰۷، ۲/۷/۵۰۲، روح البیان، الکهف، تحت الآیة: ۱۰۷، ۵/۳۰۵، ملخصاً.

2 ......سجده: ۱۷.

3 ......بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی صفة الجنّة وانّها مخلوقة، ۲/۳۹۱، الحدیث: ۳۲۴۴.

4 ......بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب درجات المجاهدین فی سبیل الله... الخ، ۲/۲۵۰، الحدیث: ۲۷۹۰.

حضرت عبادہ بن صامت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جنت میں سو درجے ہیں، ہر دو درجوں کے درمیان زمین و آسمان کے درمیان جتنا فاصلہ ہے اور فردوس سب سے اوپر والا درجہ ہے، اس سے جنت کی چار نہریں پھوٹتی ہیں، اس سے اوپر عرش ہے اور جب تم اللہ تعالٰی سے سوال کرو تو جنت الفردوس ہی مانگا کرو۔ (1)

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’فردوس بلند جنت ہے، درمیانی اور سب سے بہتر جنت ہے۔ (2)

حضرت کعب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ’’فردوس جنتوں میں سب سے اعلیٰ ہے اس میں نیکیوں کا حکم کرنے والے اور بدیوں سے روکنے والے عیش کریں گے۔ (3)

﴿ لَا یَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا : ان سے کوئی دوسری جگہ بدلنا نہ چاہیں گے۔﴾ یعنی دنیا میں انسان کیسی ہی بہتر جگہ میں ہو، وہ اس سے اور اعلیٰ وارفع جگہ کی طلب رکھتا ہے لیکن یہ بات وہاں جنت میں نہ ہوگی کیونکہ وہ جانتے ہوں گے کہ اللہ تعالٰی کے فضل سے انہیں بہت اعلیٰ وارفع جگہ حاصل ہے۔ (4)

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّیْ وَ لَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ﴿۱۰۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرمادو اگر سمندر میرے رب کی باتوں کے لئے سیاہی ہو تو ضرور سمندر ختم ہو جائے گا اور میرے رب کی باتیں ختم نہ ہوں گی اگرچہ ہم ویسا ہی اور اس کی مدد کو لے آئیں۔

1 ......ترمذی، کتاب صفة الجنّة، باب ما جاء فی صفة درجات الجنّة، ٤/٢٣٨، الحدیث: ٢٥٣٩.
2 ......ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورة المؤمنین ٥/١١٨، الحدیث: ٣١٨٥.
3 ......خازن، الکھف، تحت الآیة: ١٠٧، ٣/٢٢٧.
4 ......روح البیان، الکھف، تحت الآیة: ١٠٨، ٥/٣٠٦.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرمادو: اگر سمندر میرے رب کی باتوں کے لیے سیاہی ہوجائے تو ضرور سمندر ختم ہوجائے گا اور میرے رب کی باتیں ختم نہ ہوں گی، اگرچہ ہم اس کی مدد کیلئے اُسی سمندر جیسا اور لے آئیں۔

﴿قُلْ: تم فرمادو۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے علم وحکمت کے کلمات لکھے جائیں اور اُن کے لئے تمام سمندروں کا پانی سیاہی بنادیا جائے اور تمام مخلوق لکھے تو وہ کلمات ختم نہ ہوں اور یہ تمام پانی ختم ہوجائے اور اتنا ہی اور بھی ختم ہوجائے۔ مُدَّعا یہ ہے کہ اس کے علم وحکمت کی کوئی انتہا نہیں۔ **شانِ نزول:** حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ یہودیوں نے کہا: اے محمد! (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) آپ کا خیال ہے کہ ہمیں حکمت دی گئی اور آپ کی کتاب میں ہے کہ جسے حکمت دی گئی اُسے خیرِ کثیر دی گئی، پھر آپ کیسے فرماتے ہیں کہ تمہیں تھوڑا علم دیا گیا ہے! اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ ایک قول یہ ہے کہ جب آیتِ کریمہ **”وَمَاۤ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا“** نازل ہوئی تو یہودیوں نے کہا کہ ہمیں توریت کا علم دیا گیا اور اس میں ہر شے کا علم ہے، اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔ مدعا یہ ہے کہ ہر شے کا علم بھی علمِ الٰہی کے حضور قلیل ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے علم سے اتنی بھی نسبت نہیں رکھتا جتنی ایک قطرے کو سمندر سے ہو۔[1]

قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یُوْحٰۤى اِلَیَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ كَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْیَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّ لَا یُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا ﴿۱۱۰﴾

ع ۱۲ ۹ ۳

ترجمۂ کنزالایمان: تو فرماؤ ظاہر صورتِ بشری میں تو میں تم جیسا ہوں مجھے وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے تو جسے اپنے رب سے ملنے کی امید ہو اسے چاہیے کہ نیک کام کرے اور اپنے رب کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرے۔

1 ......خازن، الکھف، تحت الآیۃ: ۱۰۹، ۳/۲۲۷-۲۲۸.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: میں ظاہراً تمہاری طرح ایک بشر ہوں مجھے وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے تو جو اپنے رب سے ملاقات کی امید رکھتا ہو اسے چاہیے کہ نیک کام کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں ’’اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو عاجزی کی تعلیم دی اور انہیں یہ کہنے کا حکم دیا کہ میں بھی تمہاری طرح آدمی ہوں (یعنی جیسے تم انسان ہو اسی طرح میں بھی انسان ہوں) البتہ مجھے (تم پر) یہ خصوصیت حاصل ہے کہ میری طرف وحی آتی ہے اور وحی کے سبب اللہ تعالیٰ نے مجھے اعلیٰ مقام عطا کیا ہے۔‘‘[1]

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’(کافر) انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اپنا سا بشر مانتے تھے اس لئے ان کی رسالت سے منکر تھے کہ

مَاۤ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَاۙ وَ مَاۤ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَیْءٍۙ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ [2]

تم تو ہمارے جیسے آدمی ہو اور رحمٰن نے کوئی چیز نہیں اتاری، تم صرف جھوٹ بول رہے ہو۔

واقعی جب ان خُبَثاء کے نزدیک وحی نبوت باطل تھی تو انہیں اپنی اسی بشریت کے سوا کیا نظر آتا؟ لیکن اِن سے زیادہ دل کے اندھے وہ (ہیں جو) کہ وحی و نبوت کا اقرار کریں اور پھر انہیں (یعنی انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو) اپنا ہی سا بشر جانیں، زید کو ’’**قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ** ‘‘سوجھا اور ’’**یُوْحٰۤى اِلَیَّ** ‘‘نہ سوجھا جو غیر متناہی فرق ظاہر کرتا ہے، زید نے اتنا ہی ٹکڑا لیا جو کافر لیتے تھے، انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بشریت جبریل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی مَلکیت سے اعلیٰ ہے، وہ ظاہری صورت میں ظاہر بینوں کی آنکھوں میں بشریت رکھتے ہیں جس سے مقصود خلق کا اِن سے اُنس حاصل کرنا اور ان سے فیض پانا (ہے) ولہٰذا ارشاد فرماتا ہے

وَ لَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّ لَلَبَسْنَا عَلَیْهِمْ مَّا یَلْبِسُوْنَ [3]

اور اگر ہم فرشتے کو رسول کر کے بھیجتے تو ضرور اسے مرد ہی کی شکل میں بھیجتے اور ضرور انہیں اسی شبہ میں رکھتے جس دھوکے میں اب ہیں۔

(اس سے) ظاہر ہوا کہ انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام کی ظاہری صورت دیکھ کر انہیں اوروں کی مثل سمجھنا ان کی بشریت کو اپنا

---

1 ......خازن، الکھف، تحت الآیۃ: ۱۱۰، ۳/۲۲۸.

2 ......یس: ۱۵.

3 ......انعام: ۹.

سا جاننا، ظاہر بینوں (اور) کور باطنوں کا دھوکا ہے (اور) یہ شیطان کے دھوکے میں پڑے ہیں۔۔۔ان کا کھانا پینا سونا یہ افعالِ بشری اس لئے نہیں کہ وہ ان کے محتاج ہیں، حاشا (یعنی ہرگز نہیں، آپ تو ارشاد فرماتے ہیں) ’’لَسْتُ کَاَحَدِکُمْ اِنِّیْ اَبِیْتُ عِنْدَ رَبِّیْ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِیْ‘‘ میں تمہاری طرح نہیں ہوں میں اپنے رب کے ہاں رات بسر کرتا ہوں وہ مجھے کھلاتا بھی ہے اور پلاتا بھی ہے۔ (ت) (بلکہ) ان کے یہ افعال بھی اقامتِ سنت و تعلیمِ امت کے لئے تھے کہ ہر بات میں طریقۂ محمودہ لوگوں کو عملی طور سے دکھائیں، جیسے ان کا سَہو و نسیان۔ حدیث میں ہے ’’اِنِّیْ لَااَنْسٰی وَلٰکِنْ اُنَسّٰی لِیَسْتَنَّ بِیْ‘‘، میں بھولتا نہیں بھلایا جاتا ہوں تاکہ حالتِ سہو میں امت کو طریقۂ سنت معلوم ہو۔ عمرو نے سچ کہا کہ یہ قول (اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ) حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے اپنی طرف سے نہ فرمایا بلکہ اس کے فرمانے پر مامور ہوئے، جس کی حکمت تعلیمِ تواضع، و تانیسِ اُمت، و سدِّ غُلُوِّ نصرانیت (یعنی عاجزی کی تعلیم، امت کے لئے اُنسیت کا حصول اور عیسائی جیسے اپنے نبی کی شان بیان کرنے میں حد سے بڑھ گئے مسلمانوں کو اس سے روکنا) ہے، اول، دوم ظاہر، اور سوم یہ کہ مسیح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ان کی امت نے ان کے فضائل پر خدا اور خدا کا بیٹا کہا، پھر فضائلِ محمدیہ عَلٰی صَاحِبِھَا اَفْضَلُ الصَّلٰوۃِ وَالتَّحِیَّۃِ کی عظمتِ شان کا اندازہ کون کرسکتا ہے، یہاں اس غلو کے سدِّ باب (روکنے) کے لئے تعلیم فرمائی گئی کہ کہو ’’میں تم جیسا بشر ہوں خدا یا خدا کا بیٹا نہیں، ہاں ’’یُوْحٰۤى اِلَیَّ‘‘ رسول ہوں، دفعِ افراطِ نصرانیت کے لئے پہلا کلمہ تھا اور دفعِ تفریطِ ابلیسیَّت کے لئے دوسرا کلمہ، اسی کی نظیر ہے جو دوسری جگہ ارشاد ہوا

قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا[1] تم فرمادو پاکی ہے میرے رب کو میں خدا نہیں، میں تو انسان رسول ہوں۔

انہیں دونوں کے دفع کو کلمۂ شہادت میں دونوں لفظ کریم جمع فرمائے گئے ’’اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ‘‘ میں اعلان کرتا ہوں کہ حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ (ت) بندے ہیں خدا نہیں، رسول ہیں خدا سے جدا نہیں، شَیْطَنَت اس کی کہ دوسرا کلمہ امتیازِ اعلیٰ چھوڑ کر پہلے کلمہ تواضع پر اقتصار کرے۔[2]

صدر الافاضل مفتی نعیم الدین مرادآبادی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’صورتِ خاصہ میں کوئی بھی آپ (صَلَّی

1 ......بنی اسرائیل: ۹۳.

2 ......فتاوی رضویہ، ۱۴/ ۶۶۲-۶۶۵۔

اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) کا مثل نہیں کہ اللہ تعالٰی نے آپ (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) کو حسن وصورت میں بھی سب سے اعلیٰ وبالا کیا اور حقیقت وروح وباطن کے اعتبار سے تو تمام انبیاء (عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام) اوصافِ بشر سے اعلیٰ ہیں، جیسا کہ شفاءِ قاضی عیاض (قاضی عیاض رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی کتاب ''شفاء'') میں ہے اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے شرح مشکوٰۃ میں فرمایا کہ انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام کے اَجسام وظواہر تو حدِّ بشریت پر چھوڑے گئے اور اُن کے اَرواح وبواطن بشریت سے بالا اور مَلاءِ اعلیٰ سے متعلق ہیں۔ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رَحْمَۃُاللّٰہِ عَلَیْہِ نے سورۂ والضُّحیٰ کی تفسیر میں فرمایا کہ آپ کی بشریت کا وجود اصلاً نہ رہے اور غلبۂ انوارِ حق آپ پر علی الدَّوام حاصل ہو۔ بہرحال آپ (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) کی ذات وکمالات میں آپ کا کوئی بھی مثل نہیں۔ اس آیتِ کریمہ میں آپ کو اپنی ظاہری صورتِ بشریہ کے بیان کا اظہارِ تواضع کے لئے حکم فرمایا گیا، یہی فرمایا ہے حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے۔[1]

تو ہی سرورِ ہر دو جہاں ہے شہا ترا مثل نہیں ہے خدا کی قسم
ترا مسندِ ناز ہے عرشِ بریں ترا محرمِ راز ہے روحِ امیں

حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بشر کہنے سے متعلق 3 اہم باتیں

یہاں تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بشر کہنے سے متعلق 3 اَہم باتیں یاد رکھیں:

پہلی بات یہ کہ کسی کو جائز نہیں کہ وہ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اپنے جیسا بشر کہے کیونکہ جو کلمات عزت وعظمت والے اصحاب عاجزی کے طور پر فرماتے ہیں انہیں کہنا دوسروں کے لئے روا نہیں ہوتا۔ حضرت علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''واضح رہے کہ یہاں ایک ادب اور قاعدہ ہے جسے بعض اَصفیا اور اہلِ تحقیق نے بیان کیا ہے اور اسے جان لینا اور اس پر عمل پیرا ہونا مشکلات سے نکلنے کا حل اور سلامت رہنے کا سبب ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر کسی مقام پر اللہ تعالٰی کی طرف سے کوئی خطاب، عتاب، رعب ودبدبہ کا اظہار یا بے نیازی کا وقوع ہو مثلاً آپ ہدایت نہیں دے سکتے، آپ کے اعمال ختم ہو جائیں گے، آپ کے لئے کوئی شے نہیں، آپ حیاتِ دُنْیَوی کی زینت چاہتے ہیں، اور اس کی مثل دیگر مقامات، یا کسی جگہ نبی کی طرف سے عبدیَّت، انکساری، محتاجی وعاجزی اور مسکینی کا ذکر آئے مثلاً میں تمہاری طرح بشر ہوں، مجھے اسی طرح غصہ آتا ہے جیسے عبد کو آتا ہے اور میں نہیں جانتا اس دیوار کے اُدھر کیا ہے، میں نہیں جانتا میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا، اور اس کی مثل دیگر مقامات۔ ہم امتیوں اور

1 ......خزائن العرفان، الکہف، تحت الآیۃ: ۱۱۰، ص۵٦۹۔

غلاموں کو جائز نہیں کہ ان معاملات میں مداخلت کریں، ان میں اِشتراک کریں اور اسے کھیل بنائیں، بلکہ ہمیں پاسِ ادب کرتے ہوئے خاموشی وسکوت اور تَوَقُّف کرنا لازم ہے، مالک کا حق ہے کہ وہ اپنے بندے سے جو چاہے فرمائے، اس پر اپنی بلندی وغلبہ کا اظہار کرے، بندے کا بھی یہ حق ہے کہ وہ اپنے مالک کے سامنے بندگی اور عاجزی کا اظہار کرے، دوسرے کی کیا مجال کہ وہ اس میں دخل اندازی کرے اور حدِّ ادب سے باہر نکلنے کی کوشش کرے، اس مقام پر بہت سے کمزور اور جاہل لوگوں کے پاؤں پھسل جاتے ہیں جس سے وہ تباہ وبرباد ہوجاتے ہیں، اللہ تعالیٰ محفوظ رکھنے والا اور مدد کرنے والا ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**[1]

دوسری بات یہ کہ جسے اللہ تعالیٰ نے فضائلِ جلیلہ اور مَراتِبِ رفیعہ عطا فرمائے ہوں، اُس کے ان فضائل ومراتب کا ذکر چھوڑ کر ایسے عام وصف سے اس کا ذکر کرنا جو ہر خاص وعام میں پایا جائے، اُن کمالات کو نہ ماننے کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اس لئے سلامتی اسی میں ہے کہ فضیلت ومرتبے پر فائز ہستی کا ذکر اس کے فضائل اور ان اوصاف کے ساتھ کیا جائے جن کی وجہ سے وہ دوسروں سے ممتاز ہے اور یہی نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کا طریقہ ہے، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قبرستان میں تشریف لے گئے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ''**اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِیْنَ**'' بے شک اگر اللہ نے چاہا تو ہم تم سے ملنے والے ہیں، میری خواہش ہے کہ ہم اپنے (دینی) بھائیوں کو دیکھیں۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کیا ہم آپ کے (دینی) بھائی نہیں؟ ارشاد فرمایا'' (دینی بھائی ہونے کے ساتھ تمہاری خصوصیت یہ ہے کہ) تم میرے صحابہ ہو اور ہمارے (صرف دینی) بھائی وہ ہیں جو ابھی تک نہیں آئے۔[2]

اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا'' جب تم رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر درود بھیجا کرو تو اچھی طرح بھیجا کرو، تمہیں کیا پتہ کہ شاید وہ حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے سامنے پیش کیا جاتا ہو۔ لوگوں نے عرض کی: تو ہمیں سکھا دیجئے۔ آپ نے فرمایا: یوں پڑھا کرو'' **اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ صَلَاتَکَ وَرَحْمَتَکَ وَبَرَکَاتِکَ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاِمَامِ الْمُتَّقِیْنَ وَخَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ اِمَامِ الْخَیْرِ**

---

1 ......مدارج النبوت، باب سوم در بیان فضل وشرافت، وصل در ازالۂ شبہات، ۱/۸۳-۸۴۔

2 ......مسلم، کتاب الطهارة، باب استحباب اطالة الغرّة والتحجیل فی الوضوء، ص ۱۵۰، الحدیث: ۳۹(۲۴۹).

وَقَـائِدِ الْخَيْرِ وَرَسُوْلِ الرَّحْمَةِ اَللّٰهُمَّ ابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا يَغْبِطُهُ بِهِ الْاَوَّلُوْنَ وَالْآخِرُوْنَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ‘‘[1]

اور حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بشر کہنے میں راہِ سلامت یہ ہے کہ نہ تو آپ کی بشریت کا مُطْلَقاً انکار کیا جائے اور نہ ہی کسی امتیازی وصف کے بغیر آپ کی بشریت کا ذکر کیا جائے بلکہ جب حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بشریت کا ذکر کیا جائے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو افضل البشر یا سیّد البشر کہا جائے یا یوں کہا جائے کہ آپ کی ظاہری صورت بشری ہے اور باطنی حقیقت بشریّت سے اعلیٰ ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’جو یہ کہے کہ رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی صورتِ ظاہری بشری ہے (اور) حقیقتِ باطنی بشریت سے ارفع واعلیٰ ہے، یا یہ (کہے) کہ حضور اوروں کی مثل بشر نہیں، وہ سچ کہتا ہے اور جو مُطْلَقاً حضور سے بشریت کی نفی کرے وہ کافر ہے، قال تعالٰی

قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا[2] تم فرماؤ: میرا رب پاک ہے میں تو صرف اللہ کا بھیجا ہوا ایک آدمی ہوں۔[3]

تیسری بات یہ کہ قرآنِ کریم میں جا بجا کفار کا طریقہ بتایا گیا ہے کہ وہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اپنے جیسا بشر کہتے تھے اور اسی سے وہ گمراہی میں مبتلا ہوئے لہٰذا جس مسلمان کے دل میں سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے محبت کی ادنیٰ رمق بھی باقی ہے اس پر لازم ہے کہ وہ کفار کا طریقہ اختیار کرنے سے بچے اور حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اپنے جیسا بشر سمجھ کر گمراہوں کی صف میں داخل ہونے کی کوشش نہ کرے۔
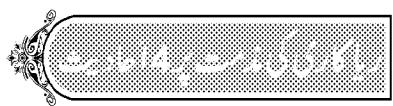
﴿اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ: تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔﴾ یعنی مجھے وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے اس کا کوئی شریک نہیں تو جو اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے ملاقات کی امید رکھتا ہوا سے چاہیے کہ نیک کام کرے اور اپنے رب عَزَّوَجَلَّ

1 ......ابن ماجه، كتاب اقامة الصلاة والسنّة فيها، باب الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم، ۱/۴۸۹، الحديث: ۹۰۶، مسند ابى يعلى، مسند عبد الله بن مسعود، ۴/۴۳۸، الحديث: ۵۲۴۵، ملتقطاً.

2 ......بنى اسرائيل: ۹۳.

3 ......فتاوی رضویہ، ۱۴/۳۵۸۔

کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔ شرکِ اکبر سے بھی بچے اور ریاء سے بھی جس کو شرکِ اصغر کہتے ہیں۔ [1]

ریاکاری کی مذمت پر 4 احادیث

موضوع کی مناسبت سے یہاں ریاکاری کی مذمت پر 4 اَحادیث بھی ملاحظہ ہوں:

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ''میں شریک سے بے نیاز ہوں، جس نے کسی عمل میں میرے ساتھ کسی غیر کو شریک کیا میں اسے اور اس کے شرک کو چھوڑ دیتا ہوں۔ [2]

(2)......حضرت ابو سعید بن ابو فضالہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اللہ تعالیٰ جب قیامت کے دن جس میں کوئی شک و شبہ نہیں، لوگوں کو جمع فرمائے گا تو ایک پکارنے والا پکارے گا: جس نے کسی ایسے عمل میں جو اس نے اللہ کے لئے کیا تھا، کسی کو شریک ٹھہرایا تو اسے اس کا ثواب اسی غیرِ خدا سے طلب کرنا چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ تمام شریکوں کے شرک سے بے نیاز ہے۔ [3]

(3)......حضرت محمود بن لَبید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''قیامت کے دن جب اللہ عَزَّوَجَلَّ بندوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دے گا تو ریاکاروں سے فرمائے گا: ان کے پاس جاؤ جنہیں دکھانے کے لئے تم دنیا میں عمل کیا کرتے تھے اور دیکھو! کیا تم ان کے پاس کوئی بدلہ یا بھلائی پاتے ہو؟ [4]

(4)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جُبُّ الْحُزْن'' سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ مانگو۔ صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے عرض کی: ''جُبُّ الْحُزْن'' کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: جہنم کی ایک وادی ہے جس سے جہنم (بھی) روزانہ سو مرتبہ پناہ مانگتی ہے۔ ہم نے عرض کی: اس میں کون لوگ داخل ہوں گے؟ ارشاد فرمایا: ''وہ قاری جو اپنے اعمال لوگوں کو دکھانے کے لئے کرتے تھے [5]۔ [6]

1......خازن، الکھف، تحت الآیۃ: ١١٠، ٣/٢٢٨، مدارک، الکھف، تحت الآیۃ: ١١٠، ص٦٦٥-٦٦٦، ملتقطاً.

2......مسلم، کتاب الزھد والرقائق، باب من اشرک فی عملہ غیر اللّٰہ، ص١٥٩٤، الحدیث: ٤٦(٢٩٨٥).

3......ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ الکھف، ٥/١٠٥، الحدیث: ٣١٦٥.

4......شعب الایمان، الخامس والاربعون من شعب الایمان... الخ، ٥/٣٣٣، الحدیث: ٦٨٣١.

5......ترمذی، کتاب الزھد، باب ما جاء فی الریاء والسمعۃ، ٤/١٧٠، الحدیث: ٢٣٩٠.

6......ریاکاری سے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے کتاب ''ریاکاری'' (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ بہت مفید ہے۔

سُوْرَۃُ مَرْیَم

سورۂ مریم کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ مریم مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ [1]

آیات، کلمات اور حروف کی تعداد

اس سورت میں **6** رکوع، **98** آیتیں، **780** کلمے اور **3700** حروف ہیں۔ [2]

''مریم'' نام رکھے جانے کی وجہ

اس سورت میں حضرت مریم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کی عظمت، آپ کے واقعات اور حضرت عیسٰی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ولادت کا واقعہ بیان کیا گیا ہے، اس مناسبت سے اس سورت کا نام ''سورۂ مریم'' رکھا گیا ہے۔

سورۂ مریم کے متعلق احادیث
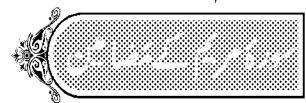
(1)...... جب چند مسلمانوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تو کفارِ مکہ نے تحائف دے کر اپنے دو نمائندے حبشہ بھیجے تاکہ وہ ان مسلمانوں کو وہاں سے واپس لے آئیں جب وہ حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے دربار میں پہنچے اور اس کے سامنے اپنے آنے کا مقصد بیان کیا تو اس نے کہا کہ میں پہلے ان مسلمانوں کا مُوقف معلوم کرلوں، چنانچہ مسلمانوں کو جب اس کے دربار میں بلایا گیا اور حضرت جعفر بن ابو طالب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے اس کی گفتگو ہوئی تو اس نے کہا: کیا آپ کے پاس اس کلام کا کوئی حصہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا۔ حضرت جعفر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا، ہاں ہے، پھر اس کے سامنے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے سورۂ مریم کی تلاوت کی، حضرت اُمِّ سلمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا فرماتی ہیں ''اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! نجاشی سورۂ مریم سن کر اتنا رویا کہ اس کی داڑھی بھیگ گئی اور اس کے دربار میں موجود وہ لوگ جن کے سامنے مَصاحف کھلے ہوئے تھے اتنا روئے کہ ان کے مصاحف بھیگ گئے، پھر نجاشی نے کہا: بے شک یہ دین اور جو دین حضرت موسیٰ عَلَیْہِ

---

[1] ......خازن، تفسیر سورۃ مریم... الخ، ۲۲۸/۳.

[2] ......خازن، تفسیر سورۃ مریم... الخ، ۲۲۸/۳.

الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام لے کر آئے یہ ایک ہی طاق سے نکلے ہیں اور کفار کے نمائندوں سے کہا: تم لوگ یہاں سے چلے جاؤ، خدا کی قسم! میں کبھی بھی انہیں تمہارے حوالے نہیں کروں گا۔ (1)

(2)......حضرت ابو مریم غسانی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، میں نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آج رات میرے ہاں لڑکی کی ولادت ہوئی ہے۔ حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا '' آج رات مجھ پر سورۂ مریم نازل کی گئی، تم اس کا نام مریم رکھ دو۔ چنانچہ اس لڑکی کا نام مریم رکھ دیا گیا۔ (2)

سورۂ مریم کے مضامین

سورۂ مریم کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعات کے ضمن میں اللّٰہ تعالیٰ کے وجود، اس کے واحد و یکتا ہونے، اللّٰہ تعالیٰ کی قدرت اور قیامت کے دن مخلوق کے دوبارہ زندہ ہونے اور اعمال کی جزاء و سزا ملنے کو ثابت کیا گیا ہے۔ اور اس سورت میں یہ مضامین اور واقعات بیان کئے گئے ہیں:

(1)......حضرت زکریا عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے فرزند حضرت یحییٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ولادت کا واقعہ بیان کیا گیا اور یہ واقعہ اللّٰہ تعالیٰ کی قدرت کی بہت بڑی دلیل ہے، کیونکہ حضرت یحییٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ولادت اس وقت ہوئی جبکہ آپ کے والد حضرت زکریا عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کافی زیادہ عمر کو پہنچ چکے تھے اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی والدہ بانجھ تھیں اور ایسی صورتِ حال میں عادت کے برخلاف حضرت یحییٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ولادت ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ نیز حضرت زکریا عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی نیک بیٹے کی مانگی ہوئی دعا مقبول ہونے اور حضرت یحییٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بچپن میں ہی منصبِ نبوت سے سرفراز کئے جانے کا ذکر ہے۔

(2)......اس کے بعد حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ولادت کا واقعہ بیان کیا گیا کہ اللّٰہ تعالیٰ نے فطری طریقے سے جداگانہ طریقے سے اپنی نیک بندی حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا سے اپنے بندے حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بغیر باپ کے پیدا کر دیا، اور یہ واقعہ اللّٰہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کی دوسری بڑی دلیل ہے کہ انسان کو پیدا کرنا مرد اور عورت

---

1 ......مسند امام احمد، حديث جعفر بن ابى طالب وهو حديث الهجرة، ٤٣١/١، الحديث: ١٧٤٠، ملخصاً.

2 ......معجم كبير، من يكنى ابا مريم، ابو مريم الغسانى... الخ، ٣٣٢/٢٢ الحديث: ٨٣٤.

کے ملاپ پر ہی موقوف نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ چاہے تو مرد و عورت کے ملاپ کے بغیر بھی انسان پیدا کرسکتا ہے اور خالقِ حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

(3)......حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ولادت کے وقت حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کو دی جانے والی تسلی اور ان پر کئے جانے والے انعامات ذکر کئے گئے۔

(4)......یہ بیان کیا گیا کہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ولادت کی وجہ سے حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا نے کس طرح لوگوں کے طعن و تشنیع اور ملامت کا سامنا کیا اور کس طرح حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے جھولے میں اپنی والدہ کی پاکدامنی بیان کی اور اپنی نبوت کا اعلان فرمایا۔

(5)......حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ولادت سے یہودیوں اور عیسائیوں میں اختلاف پڑنے کا ذکر ہے۔

(6)......حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اپنے عرفی باپ آزر سے بتوں کی پوجا کے بارے میں ہونے والی بحث بیان کی گئی اور آپ کی زوجہ محترمہ حضرت سارہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کے بانجھ ہونے کے باوجود ان کے ہاں دو بیٹوں حضرت اسحٰق اور حضرت یعقوب عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ولادت اور انہیں نبوت ملنے کا ذکر کیا گیا۔

(7)......طُور پر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اللہ تعالیٰ سے مناجات کرنے اور ان کے بھائی حضرت ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو نبوت ملنے کا واقعہ بیان کیا گیا۔

(8)......حضرت اسماعیل کا ذکر کیا گیا کہ وہ وعدے کے سچے تھے اور وہ اپنے گھر والوں کو اور اپنی قوم جُرہَم کو نماز اور زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم دیتے تھے۔ حضرت ادریس عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اولاد میں سے ان انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر انعام فرمایا اور انہیں لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔

(9)......نیک لوگوں کے بعد آنے والوں کا اپنی نمازیں ضائع کرنے اور اپنی باطل خواہشوں کی پیروی کرنے کا ذکر ہے اور جن لوگوں نے توبہ کی، ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان کے ساتھ جنت کا وعدہ کیا گیا ہے اور یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہی وحی لے کر نازل ہوتے ہیں۔

(10)......مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کرنے والے مشرکین کا ذکر کیا گیا اور انہیں خبر دی گئی کہ ان کا

حشر شیاطین کے ساتھ ہوگا اور انہیں جہنم کے آس پاس گھٹنوں کے بل گرا کر حاضر کیا جائے گا۔

(11)......مسلمانوں سے قرآن پاک سنتے وقت مشرکین کا موقف بیان کیا گیا اور سابقہ امتوں کی سرکشی اور ایمان قبول کرنے سے تکبر کرنے کی وجہ سے ان پر عذاب نازل ہونے کا ذکر کر کے ان مشرکین کو ڈرایا گیا ہے نیز یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ظالموں کو مہلت دیتا ہے اور اہلِ ایمان کی ہدایت کو زیادہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اولاد سے پاک ہے اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کی انہیں عذاب سے ڈرایا گیا ہے۔

(12)......یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ایمان والوں کو جنت میں داخل کرے گا اور کافروں کو جہنم کی طرف ہانک دے گا۔

سورۂ کہف کے ساتھ مناسبت

سورۂ مریم کی اپنے سے ماقبل سورت ’’کہف‘‘ کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ جس طرح سورۂ کہف میں انتہائی عجیب غریب واقعات ذکر کئے گئے جیسے اصحابِ کہف کا واقعہ، حضرت موسیٰ اور حضرت خضر عَلَیۡہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ اور حضرت ذوالقرنین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ کا واقعہ، اسی طرح سورۂ مریم میں بھی عجیب وغریب واقعات ذکر کئے گئے کہ حضرت زکریا عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ہاں بڑھاپے میں اور ان کی زوجہ محترمہ کے بانجھ ہونے کے باوجود حضرت یحییٰ عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ولادت ہوئی اور حضرت عیسیٰ عَلَیۡہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بغیر والد کے ولادت ہوئی۔[1]

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان نہایت رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

كٓهٰيٰعٓصٓ ﴿١﴾ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ﴿٢﴾

1......تناسق الدرر، سورة مريم، ص ١٠١.
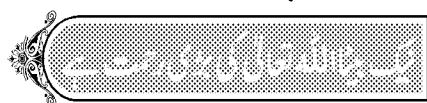
ترجمۂ کنزالایمان: یہ مذکور ہے تیرے رب کی اس رحمت کا جو اس نے اپنے بندہ زکریا پر کی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ تیرے رب کی اپنے بندے زکریا پر رحمت کا ذکر ہے۔

﴿ كٓهٰيٰعٓصٓ: ﴾ یہ حروفِ مُقَطَّعات ہیں، ان کی مراد اللّٰہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

﴿ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ : یہ تیرے رب کی رحمت کا ذکر ہے۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم آپ کے سامنے جو بیان کررہے ہیں یہ آپ کے رب عَزَّوَجَلَّ کی اس رحمت کا ذکر ہے جو اس نے اپنے بندے حضرت زکریا عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر فرمائی۔[1]

نیک بیٹا اللّٰہ تعالیٰ کی بڑی رحمت ہے

اس آیت میں اللّٰہ تعالیٰ کی رحمت سے مراد نیک اور صالح بیٹا عطا فرمانا ہے اور بیٹا عطا فرمانے کے تذکرے کو رحمتِ الٰہی کا تذکرہ فرمایا گیا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ نیک اور صالح بیٹا اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی بڑی رحمت ہے خصوصاً جب کہ بڑھاپے میں عطا ہو۔ یاد رہے کہ نیک اولاد سے جس طرح دنیا میں فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ وہ اپنے والدین کی خدمت کرتی ہے اور بڑھاپے میں ان کا سہارا بنتی ہے، اسی طرح مرنے کے بعد بھی نیک اولاد اپنے والدین کو نفع پہنچاتی ہے، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ”جب انسان فوت ہوجاتا ہے تو اس کے اَعمال مُنقطع ہوجاتے ہیں لیکن تین عمل منقطع نہیں ہوتے (1) صدقۂ جاریہ۔ (2) علمِ نافع۔ (3) نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرتی رہتی ہے۔[2] لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ جب بھی اللّٰہ تعالیٰ سے اولاد کی دعا مانگے تو نیک اولاد کی دعا مانگے یونہی اسے چاہئے کہ وہ اپنی موجودہ اولاد کو بھی نیک بنانے کی کوشش کرے تاکہ جب وہ دنیا سے جائے تو اس کے پیچھے اس کی بخشش کی دعا مانگنے والا بھی کوئی ہو۔

اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِیًّا ﴿۳﴾

---

1 ......خازن، مريم، تحت الآية: ۲، ۳/۲۲۸.

2 ......مسلم، كتاب الوصية، باب ما يلحق الانسان من الثواب بعد وفاته، ص۸۸۶، الحديث: ۱۴(۱۶۳۱).

ترجمۂ کنزالایمان: جب اس نے اپنے رب کو آہستہ پکارا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جب اس نے اپنے رب کو آہستہ سے پکارا۔

﴿اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِیًّا: جب اس نے اپنے رب کو آہستہ سے پکارا۔﴾ یعنی حضرت زکریا عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے آہستہ آواز میں اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی، مفسرین نے آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے آہستہ آواز میں دعا مانگنے کی چند وجوہات ذکر کی ہیں:

(1)......آہستہ دعا مانگنے میں اخلاص زیادہ ہوتا ہے اور دعا مانگنے والا ریاکاری سے محفوظ رہتا ہے اس لئے آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے آہستہ دعا فرمائی۔

(2)......لوگ اولاد کی دعا مانگنے پر ملامت نہ کریں کیونکہ اس وقت حضرت زکریا عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی عمر شریف **75** یا **80** سال تھی۔

(3)......حضرت زکریا عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی آواز کمزوری کے باعث آہستہ ہوگئی تھی۔[1]

آہستہ آواز میں دعا مانگنے کی فضیلت اور دعا مانگنے کا ایک ادب

اس آیت میں حضرت زکریا عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے آہستہ دعا مانگنے کا ذکر ہے، آہستہ دعا مانگنے کی فضیلت کے بارے میں حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''آہستہ آواز میں دعا کرنا 70 بلند آواز کے ساتھ دعاؤں کے برابر ہے۔''[2]

نیز اس سے معلوم ہوا کہ آہستہ آواز میں دعا مانگنا دعا کے آداب میں سے ہے۔ اسی ادب کی تعلیم دیتے ہوئے ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْیَةً[3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اپنے رب سے گڑگڑاتے ہوئے اور آہستہ آواز سے دعا کرو۔

---

1 ......مدارك، مريم، تحت الآية: ٣، ص٦٦٧، خازن، مريم، تحت الآية: ٣، ٣/٢٢٩، ملتقطاً.

2 ...... مسند الفردوس، باب الدال، ٢/٢١٤، الحديث: ٣٠٤٦.

3 ......اعراف:٥٥.

اور حضرت علامہ مولانا نقی علی خاں رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ دعا کے آداب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''دعا نرم وپَست آواز سے ہو کہ اللہ تعالیٰ سمیع وقریب ہے، جس طرح چلانے سے سنتا ہے اسی طرح آہستہ (آواز بھی سنتا ہے) اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''بلکہ وہ اسے بھی سنتا ہے جو ہنوز (یعنی ابھی) زبان تک اصلاً نہ آیا یعنی دلوں کا ارادہ، نیت، خطرہ کہ جیسے اس کا علم تمام موجودات ومعدومات کو محیط (یعنی گھیرے ہوئے) ہے یونہی اس کے سَمع وبَصر جمیع موجودات کو عام وشامل ہیں، اپنی ذات وصفات اور دلوں کے ارادات وخطرات اور تمام اَعیان واَعراضِ کائنات ہر شئے کو دیکھتا بھی ہے اور سنتا بھی، نہ اس کا دیکھنا رنگ وضَوء (یعنی روشنی) سے خاص نہ اس کا سننا آواز کے ساتھ مخصوص۔ [1]

مشورہ: دعا کے فضائل وآداب اور اس سے متعلق دیگر معلومات حاصل کرنے کے لئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے والد ماجد حضرت علامہ نقی علی خان رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی شاندار کتاب ''فضائل دعا''[2] اور راقم کی کتاب ''فیضانِ دعا'' کا مطالعہ فرمائیں۔

نوٹ: حضرت زکریا عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دعا مانگنے سے متعلق انتہائی ایمان افروز کلام سورۂ اٰلِ عمران کی آیت نمبر 37 اور 38 کے تحت مذکور تفسیر میں ملاحظہ فرمائیں۔

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّیْ وَ اشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَیْبًا وَّ لَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآىٕكَ رَبِّ شَقِیًّا ﴿۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: عرض کی اے میرے رب میری ہڈی کمزور ہوگئی اور سر سے بڑھاپے کا بھبھوکا پھوٹا اور اے میرے رب میں تجھے پکار کر کبھی نامراد نہ رہا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: عرض کی: اے میرے رب! بیشک میری ہڈی کمزور ہوگئی اور سر نے بڑھاپے کا شعلہ چمکا دیا ہے

1 ...... فضائل دعا، فصل دوم آداب دعا واسباب اجابت میں، ص٧٦-٧٧۔
2 ...... یہ تسہیل وتخریج کے ساتھ مکتبۃ المدینہ نے بھی شائع کی ہے، وہاں سے خرید کر مطالعہ کر سکتے ہیں۔

(بوڑھا ہوگیا ہوں) اور اے میرے رب! میں تجھے پکار کر کبھی محروم نہیں رہا۔

﴿قَالَ: عرض کی:﴾ حضرت زکریا عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دعا مانگنے کا پورا واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ حضرت زکریا عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی عمر شریف **75** یا **80** سال تک پہنچ چکی تھی مگر آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس اولاد جیسی نعمت نہ تھی اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اپنے رشتہ داروں میں سے بھی کوئی ایسا نیک صالح مرد نظر نہیں آتا تھا کہ جو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی وفات کے بعد اس قابل ہو کہ وہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا جانشین بنے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے جو دین کی خدمت آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے سپرد تھی اس کو انجام دے سکے بلکہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے کئی رشتہ دار شریر تھے اور آپ کو خوف تھا کہ کہیں میرے بعد یہ دین میں تبدیلیاں شروع نہ کر دیں اسی وجہ سے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بہت فکرمند رہا کرتے تھے۔ یہی احساس جب بہت زیادہ بڑھا تو بالآخر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیئے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں عرض کر دی کہ مجھے نیک صالح بیٹا عطا فرما جو تیرا بھی پسندیدہ ہو اور وہ میرے بعد میرا وارث بنے اور دین کی خدمت کرے۔

﴿اِنِّیْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّیْ: بے شک میری ہڈی کمزور ہوگئی۔﴾ حضرت زکریا عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی دعا کی ابتدا اس طرح کی کہ اے میرے مولیٰ! عَزَّوَجَلَّ، تو جانتا ہے کہ میں بوڑھا ہو چکا ہوں اور بڑھاپے کی کمزوری اس انتہا کو پہنچ چکی ہے کہ سب سے مضبوط عُضْو ہڈی میں کمزوری آ گئی ہے اور جب یہ کمزور ہو چکی تو باقی اَعضاء کا حال محتاجِ بیان نہیں اور میرے سر کے بال بھی سفید ہو چکے ہیں، اور اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، آج سے پہلے تیری بارگاہ میں مَیں نے جو بھی دعائیں کی ہیں تو نے وہ قبول کی ہیں، لہٰذا مجھے امید ہے کہ تو میری یہ دعا بھی قبول کرے گا۔[1]

آیت ’’رَبِّ اِنِّیْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّیْ‘‘ سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے چند باتیں معلوم ہوئیں:

(1)......جب بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا مانگی جائے تو پہلے ان اُمور کو ذکر کیا جائے جن سے دعا مانگنے والے کی عاجزی و انکساری کا اظہار ہو۔

(2)......اپنی حاجت عرض کرنے سے پہلے اپنے اوپر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمت و رحمت اور لطف و کرم کا ذکر کیا جائے۔

1 ......مدارك، مريم، تحت الآية: ٤، ص٦٦٧-٦٦٨.

(3)...... پہلے جو دعا قبول ہو چکی اسے دوبارہ دعا کرتے وقت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ بنایا جائے۔

(4)......انبیاءِ کرام عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔اسی لیےان سے دعائیں کرائی جاتی ہیں، یونہی اولیاءِ کرام رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِمۡ سے بھی اسی لئے دعا کرنے کا عرض کیا جاتا ہے کہ ان کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

وَ اِنِّیۡ خِفۡتُ الۡمَوَالِیَ مِنۡ وَّرَآءِیۡ وَ کَانَتِ امۡرَاَتِیۡ عَاقِرًا فَہَبۡ لِیۡ مِنۡ لَّدُنۡکَ وَلِیًّا ﴿۵﴾ یَّرِثُنِیۡ وَ یَرِثُ مِنۡ اٰلِ یَعۡقُوۡبَ ٭ۖ وَ اجۡعَلۡہُ رَبِّ رَضِیًّا ﴿۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور مجھے اپنے بعد اپنے قرابت والوں کا ڈر ہے اور میری عورت بانجھ ہے تو مجھے اپنے پاس سے کوئی ایسا دے ڈال جو میرا کام اٹھالے۔ وہ میرا جانشین ہو اور اولادِ یعقوب کا وارث ہو اور اے میرے رب اسے پسندیدہ کر۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک مجھے اپنے بعد اپنے رشتے داروں کا ڈر ہے اور میری بیوی بانجھ ہے، تو مجھے اپنے پاس سے کوئی ایسا وارث عطا فرمادے۔ جو میرا جانشین ہو اور یعقوب کی اولاد کا وارث ہو اور اے میرے رب! اسے پسندیدہ بنادے۔

﴿ وَ اِنِّیۡ خِفۡتُ الۡمَوَالِیَ مِنۡ وَّرَآءِیۡ: **اور بیشک میں اپنے بعد اپنے رشتے داروں سے ڈرتا ہوں۔**﴾ رشتہ داروں سے مراد چچازاد بھائی ہیں اور ڈر کی وجہ یہ تھی کہ وہ بنی اسرائیل کے شریر لوگ تھے اور آپ عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو خوف تھا کہیں میری وفات کے بعد یہ لوگ دین میں تبدیلی نہ کر دیں اور صحیح طور پر دین کی خدمت نہ کریں، اس وجہ سے آپ عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے بعد کے لئے اپنی پشت سے نیک بیٹے کا مطالبہ کیا تاکہ وہ دین کو زندہ رکھنے کے معاملے میں ان کی پیروی کرے، چنانچہ آپ عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے یوں عرض کی: اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، بیشک مجھے اپنے بعد اپنے رشتے داروں کی طرف سے دین میں تبدیلی کر دینے کا ڈر ہے اور میری بیوی بانجھ ہے جس سے اولاد نہیں ہو سکتی، تو مجھے اپنے

پاس سے کسی سبب کے بغیر کوئی ایسا وارث عطا فرما دے جو میرے علم اور آلِ یعقوب کی نبوت کا وارث ہو (یعنی اسے اس قابل بنا دے کہ اس کی طرف وحی کی جا سکے) اور اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، اسے ایسا بنا دے کہ تو اس سے راضی ہو اور وہ تجھ سے اور تیرے حکم سے راضی ہو۔ (1) یاد رہے کہ جس وقت آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بیٹے کے لیے دعا کی اس وقت آپ کی زوجہ کی عمر تقریباً 70 سال تھی۔

﴿وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِیًّا: اور اے میرے رب! اسے پسندیدہ بنا دے۔﴾ حضرت زکریا عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بیٹے کے لیے جو دعا کی تھی اس میں آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے دعا کے آخر میں فرمایا تھا کہ اسے اپنا پسندیدہ بندہ بنانا، اس میں بھی کئی راز پوشیدہ تھے۔ اس میں ہمارے لئے نصیحت یہ ہے کہ جب بھی اولاد کی دعا مانگی جائے تو نیک صالح اولاد کی دعا مانگی جائے، ورنہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دعا مانگی اور قبول ہوئی اور اولاد مل گئی مگر اسی اولاد نے جینا حرام کر دیا ہو۔

سورۂ مریم کی آیت 5 اور 6 سے حاصل ہونے والی معلومات

ان آیاتِ مبارکہ سے یہ چیزیں معلوم ہوئیں:

(1)...... حضرت زکریا عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا نیک صالح بیٹے کے لیے دعا کرنا دین کے لیے تھا، نہ کہ کسی دُنْیَوی غرض سے۔

(2)...... انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی وراثت علم و حکمت ہی ہوتی ہے لہٰذا آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے دعا میں اسی وراثت کا ذکر فرمایا ہے۔

(3)...... بیٹے کی دعا کرنا سنتِ انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہے مگر اس لئے کہ وہ توشۂ آخرت ہو۔ البتہ یہ یاد رہے کہ بیٹی پیدا ہونے پر غم کرنا کفار کا طریقہ ہے۔

یٰزَكَرِیَّاۤ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ﹰاسْمُهٗ یَحْیٰى ۙ لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِیًّا ⑦

ترجمۂ کنزالایمان: اے زکریا ہم تجھے خوشی سناتے ہیں ایک لڑکے کی جن کا نام یحییٰ ہے اس کے پہلے ہم نے اس نام

1 ...... مدارك، مريم، تحت الآية: ٥-٦، ص٦٦٨.

کا کوئی نہ کیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے زکریا! ہم تجھے ایک لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہے، اس سے پہلے ہم نے اس نام کا کوئی دوسرا نہ بنایا۔

﴿یٰزَکَرِیَّاۤ اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلٰمٍ: اے زکریا! ہم تجھے ایک لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں۔﴾ اللہ تعالٰی نے حضرت زکریا عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی یہ دعا قبول فرمائی اور ارشاد فرمایا ”اے زکریا! ہم تجھے ایک لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں جو آپ کی طلب کے مطابق (آپ کے علم اور آلِ یعقوب کی نبوت کا) وارث ہوگا، اس کا نام یحییٰ ہے اور اس سے پہلے ہم نے اس نام کا کوئی دوسرا نہ بنایا کہ اس کا نام یحییٰ رکھا گیا ہو۔[1]

آیت ”یٰزَکَرِیَّاۤ اِنَّا نُبَشِّرُکَ“ سے متعلق باتیں

یہاں اس آیتِ مبارکہ سے متعلق 3 باتیں قابلِ ذکر ہیں:

(1)......سورۂ اٰلِ عمران کی آیت نمبر 39 میں ذکر ہوا کہ حضرت زکریا عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دعا مانگنے کے بعد فرشتوں نے انہیں حضرت یحییٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بشارت دی اور اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ **اللہ** تعالٰی نے انہیں حضرت یحییٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بشارت دی، اس کے بارے میں امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے ہیں ”ہوسکتا ہے کہ بشارت دو مرتبہ دی گئی ہو یعنی ایک مرتبہ **اللہ** تعالٰی نے اور ایک مرتبہ فرشتوں نے بشارت دی ہو۔[2]

(2)......اس آیت میں **اللہ** تعالٰی نے حضرت زکریا عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ان کا نام لے کر پکارا، اسی طرح دیگر انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بھی قرآنِ مجید میں ان کا نام لے کر پکارا گیا ہے، اس کے بارے میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے ہیں ”قرآنِ عظیم کا عام محاورہ ہے کہ تمام انبیائے کرام کو نام لے کر پکارتا ہے، مگر جہاں **محمد رسولُ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سے خطاب فرمایا ہے حضور کے اَوصافِ جلیلہ واَلقابِ جمیلہ ہی سے یاد کیا ہے (چنانچہ کہیں ارشاد فرمایا)

---

1 ......جلالين، مريم، تحت الآية: ٧، ص ٢٥٤.

2 ......تفسير كبير، مريم، تحت الآية: ٧، ٥١٢/٧.

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ (1) ۔ اے نبی ہم نے تجھے رسول کیا۔

(کہیں ارشاد فرمایا)

يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ (2) ۔ اے رسول پہنچا جو تیری طرف اترا۔

(کہیں ارشاد فرمایا)

يٰۤاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُۙ۝۱ قُمِ الَّيْلَ (3) ۔ اے کپڑا اوڑھے لیٹنے والے رات میں قیام فرما۔

(کہیں ارشاد فرمایا)

يٰۤاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُۙ۝۱ قُمْ فَاَنْذِرْ (4) ۔ اے جھرمٹ مارنے والے کھڑا ہو، لوگوں کو ڈر سنا۔

(کہیں ارشاد فرمایا)

يٰسٓ۝۱ وَ الْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِۙ۝۲ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ (5) ۔ اے یٰس !،، یا،، اے سردار! مجھے قسم ہے حکمت والے قرآن کی، بے شک تو مُرسَلوں سے ہے۔

(کہیں ارشاد فرمایا)

طٰهٰ۝۱ مَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰۤى (6) ۔ اے طٰہٰ!،، یا،، اے پاکیزہ رہنما! ہم نے تجھ پر قرآن اس لیے نہیں اتارا کہ تو مشقت میں پڑے۔

ہر ذی عقل جانتا ہے کہ جو ان نداؤں اور ان خطابوں کو سنے گا، بِالبداہت حضور سیّد المرسلین وانبیائے سابقین کا فرق جان لے گا۔۔۔امام عزّ الدین بن عبد السّلام وغیرہ علمائے کرام فرماتے ہیں ’’بادشاہ جب اپنے تمام اُمرا کو نام لے کر پکارے اور ان میں خاص ایک مقرب کو یوں ندا فرمایا کرے: اے مقربِ حضرت، اے نائبِ سلطنت، اے صاحبِ عزت، اے سردارِ مملکت! تو کیا (اس بات میں) کسی طرح محلِ رَیب وشک باقی رہے گا کہ یہ بندہ بارگاہِ سلطانی میں سب سے زیادہ عزت ووَجاہت والا اور سرکارِ سلطانی کو تمام عمائد واراکین سے بڑھ کر پیارا ہے۔(7)

(3)......اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو یہ فضیلت عطا فرمائی کہ ان کی ولادت سے پہلے ہی ان کا نام رکھ

1 ......احزاب:٤٥.
2 ......مائده:٦٧.
3 ......مزمل:١،٢.
4 ......مدثر:١،٢.
5 ......یس: ١-٣.
6 ......طه:١،٢.
7 ......فتاوی رضویہ، رسالہ: تجلی الیقین، ۳۰/۱۵۴-۱۵۵۔

دیا۔اسی طرح حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بھی یہ فضیلت عطا ہوئی کہ ان کی ولادت سے پہلے ہی ان کا نام بتا دیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو جو مقام عطا کیا وہ تمام انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے بڑھ کر ہے کہ میثاق کے دن تمام انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی محفل میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا تذکرہ فرمایا، انسان کی تخلیق کا سلسلہ شروع ہونے سے پہلے ہی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اسمِ گرامی کو اپنے نام کے ساتھ عرش کے پایوں پر لکھ دیا اور ان کے اسمِ گرامی کے وسیلے سے جب حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو شرفِ قبولیّت عطا فرمایا، حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان کے اپنی اولاد میں ہونے کی دعا مانگی اور حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا اسمِ مبارک بتا کر صدیوں پہلے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دنیا میں تشریف آوری کی بشارت دی اور یہ وہ مرتبۂ عُظمیٰ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے سوا اور کسی کو عطا نہیں فرمایا۔

قَالَ رَبِّ اَنّٰى یَكُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّ كَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا وَّ قَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِیًّا ﴿۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: عرض کی اے میرے رب میرے لڑکا کہاں سے ہوگا میری عورت تو بانجھ ہے اور میں بڑھاپے سے سوکھ جانے کی حالت کو پہنچ گیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: عرض کی: اے میرے رب! میرے لڑکا کہاں سے ہوگا حالانکہ میری بیوی بانجھ ہے اور میں بڑھاپے کی وجہ سے سوکھ جانے کی حالت کو پہنچ چکا ہوں۔

﴿**قَالَ رَبِّ اَنّٰى یَكُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ:** عرض کی: اے میرے رب میرے لڑکا کہاں سے ہوگا۔﴾ حضرت زکریا عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے جب بیٹے کی خوشخبری سنی تو عرض کی: اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، میرے ہاں لڑکا کس طرح ہوگا کیونکہ میری بیوی نے اپنی اور میری جوانی کے زمانے میں بچہ نہیں جنا تو اب بڑھاپے کی حالت میں وہ کس طرح جنے گی اور میں بھی بڑھاپے

کی وجہ سے خشک لکڑی کی طرح سوکھ جانے کی حالت کو پہنچ چکا ہوں۔ [1]

یادر ہے کہ حضرت زکریا عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے اس طرح عرض کرنے میں اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی قدرت پر کسی عدمِ یقین کا اظہار نہیں تھا بلکہ معلوم یہ کرنا تھا کہ بیٹا کس طرح عطا کیا جائے گا، کیا ہمیں دوبارہ جوانی عطا کی جائے گی یا اسی عمر میں بیٹا عطا کیا جائے گا۔

نوٹ: حضرت زکریا عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا یہ کلام سورۂ اٰلِ عمران کی آیت نمبر 40 میں بھی گزر چکا ہے۔

قَالَ كَذٰلِكَ ۚ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَّقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْـًٔا ﴿۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: فرمایا ایسا ہی ہے تیرے رب نے فرمایا وہ مجھے آسان ہے اور میں نے تو اس سے پہلے تجھے اس وقت بنایا جب تو کچھ بھی نہ تھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: فرمایا: ایسا ہی ہے۔ تیرے رب نے فرمایا ہے کہ یہ میرے اوپر بہت آسان ہے اور میں نے تو اس سے پہلے تجھے پیدا کیا حالانکہ تم کچھ بھی نہ تھے۔

﴾ قَالَ كَذٰلِكَ: فرمایا ایسا ہی ہے۔﴿ حضرت زکریا عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی عرض کے جواب میں یہاں فرمایا گیا کہ بیٹا اسی حالت میں دیا جائے گا اور یہ میرے اوپر بہت آسان ہے کہ میں بڑھاپے کے عوارض دور کر کے آپ میں جوانوں کی سی قوت و توانائی پیدا کر دوں اور آپ کی بیوی کے مرض کو دور کر کے انہیں صحت عطا کر دوں کیونکہ اللّٰہ تعالٰی نے حضرت یحیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے پہلے آپ کو اس وقت پیدا کر دیا جب آپ کچھ بھی نہ تھے تو جو رب تعالٰی معدوم کو موجود کرنے پر قادر ہے وہ بڑھاپے میں اولاد عطا فرمانے پر بھی یقیناً قادر ہے۔
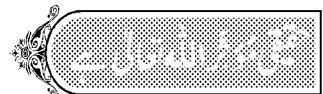
قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْۤ اٰيَةً ؕ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ﴿۱۰﴾

1 ......روح البیان، مریم، تحت الآیۃ: ۸، ۵/۳۱۶-۳۱۷.

ترجمۂ کنزالایمان: عرض کی اے میرے رب مجھے کوئی نشانی دے دے فرمایا تیری نشانی یہ ہے کہ تو تین رات دن لوگوں سے کلام نہ کرے بھلا چنگا ہوکر۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: عرض کی: اے میرے رب! میرے لئے کوئی نشانی مقرر فرما دے۔ فرمایا: تیری نشانی یہ ہے کہ تم بالکل تندرست ہوتے ہوئے بھی تین رات دن لوگوں سے کلام نہ کرسکو گے۔

﴿قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّیْۤ اٰیَةً: عرض کی: اے میرے رب! میرے لئے کوئی نشانی مقرر فرما دے۔﴾ حضرت زکریا عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جب یہ بتادیا گیا کہ اسی عمر میں بیٹا عطا ہوگا تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے مزید عرض کی: اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، میری بیوی کے حاملہ ہونے کی کوئی نشانی بتادی جائے تاکہ میں اس وقت سے تیری اس عظیم نعمت کا شکر ادا کرنے میں مشغول ہو جاؤں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ آپ کے لئے آپ کی زوجہ کے حاملہ ہونے کی نشانی یہ ہے کہ آپ صحیح سالم ہونے کے باوجود اور گونگا ہونے کے بغیر تین دن رات لوگوں سے کلام نہ کرسکیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ان ایام میں آپ لوگوں سے کلام کرنے پر قادر نہ ہوئے، البتہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا چاہتے تو زبان کھل جاتی تھی۔(1)

اس سے معلوم ہوا کہ آپ کو گُنگ کی بیماری نہ ہوگی کیونکہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اس بیماری سے محفوظ ہیں۔ نیز یہ نشانی بھی بڑی دلچسپ تھی کہ ذِکْرُ اللہ کریں تو بالکل آسانی سے ہوجائے اور لوگوں سے کلام فرمانا چاہیں تو نہ کرسکیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مُؤثِّرِ حقیقی اللہ عَزَّوَجَلَّ ہے اور بقیہ اَشیاء صرف اَسبابِ ظاہری ہیں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ چاہے تو آگ سے پیاس بجھے اور پانی سے آگ لگے۔ آگ کا جلانا اور پانی کا پیاس بجھانا سب اللہ عَزَّوَجَلَّ کے کرنے سے ہے۔

فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰۤى اِلَیْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّ عَشِیًّا ⑪

(1) ……روح البیان، مریم، تحت الآیۃ: ١٠، ٥/٣١٧-٣١٨، خازن، مریم، تحت الآیۃ: ١٠، ٣/٢٣٠، ملتقطاً۔

ترجمۂ کنزالایمان: تو اپنی قوم پر مسجد سے باہر آیا تو انہیں اشارہ سے کہا کہ صبح و شام تسبیح کرتے رہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پس وہ اپنی قوم کی طرف مسجد سے باہر نکلے تو انہیں اشارہ سے کہا کہ صبح و شام تسبیح کرتے رہو۔

﴿ فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ : پس وہ اپنی قوم کی طرف مسجد سے باہر نکلے۔﴾ ایک دن حضرت زکریا عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اس جگہ سے باہر نکلے جہاں وہ نماز ادا کیا کرتے تھے اور لوگ محراب کے پیچھے انتظار میں تھے کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ان کے لئے دروازہ کھولیں تو وہ داخل ہوں اور نماز پڑھیں، جب حضرت زکریا عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام باہر آئے تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا رنگ بدلا ہوا تھا اور آپ گفتگو نہیں فرما سکتے تھے۔ یہ حال دیکھ کر لوگوں نے دریافت کیا: کیا حال ہے؟ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے انہیں اشارہ سے کہا کہ صبح و شام تسبیح کرتے رہو اور عادت کے مطابق فجر و عصر کی نمازیں ادا کرتے رہو، اب حضرت زکریا عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے کلام نہ کرسکنے سے جان لیا کہ آپ کی بیوی صاحبہ حاملہ ہو گئی ہیں۔ [1]

يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ؕ وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ۙ﴿۱۲﴾
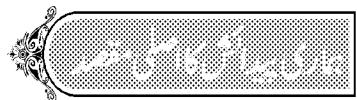
ترجمۂ کنزالایمان: اے یحییٰ کتاب مضبوط تھام اور ہم نے اسے بچپن ہی میں نبوت دی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے یحییٰ! کتاب کو مضبوطی کے ساتھ تھامے رکھو اور ہم نے اسے بچپن ہی میں حکمت عطا فرمادی تھی۔

﴿ يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ : اے یحییٰ! کتاب کو مضبوطی کے ساتھ تھامے رکھو۔﴾ حضرت یحییٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ولادت کے بعد جب آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی عمر دو سال ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ''اے یحییٰ! کتاب توریت کو مضبوطی کے ساتھ تھامے رکھو اور اس پر عمل کی بھرپور کوشش کرو اور ہم نے اسے بچپن ہی میں حکمت عطا فرمادی تھی جب کہ آپ کی عمر شریف تین سال کی تھی، اس وقت میں اللہ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی نے آپ کو کامل عقل عطا فرمائی اور آپ کی

1 ......خازن، مريم، تحت الآية: ١١، ٣/٢٣٠، جلالين، مريم، تحت الآية: ١١، ص٢٥٤، ملتقطاً.

طرف وحی کی۔ حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کا یہی قول ہے اور اتنی سی عمر میں فہم وفراست اور عقل و دانش کا کمال، خَوارقِ عادات (یعنی انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے معجزات) میں سے ہے اور جب اللّٰہ تعالیٰ کے کرم سے یہ حاصل ہو تو اس حال میں نبوت ملنا کچھ بھی بعید نہیں، لہٰذا اس آیت میں حکم سے نبوت مراد ہے اور یہی قول صحیح ہے۔ بعض مفسرین نے اس سے حکمت یعنی توریت کا فہم اور دین میں سمجھ بھی مراد لی ہے۔[1]

[illegible]

حضرت معاذ بن جبل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اللّٰہ تعالیٰ میرے بھائی حضرت یحییٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر رحم فرمائے، جب انہیں بچپن کی حالت میں بچوں نے کھیلنے کے لئے بلایا تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے (ان بچوں سے) کہا: کیا ہم کھیل کے لئے پیدا کئے گئے ہیں؟ (ایسا نہیں ہے، بلکہ ہمیں عبادت کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور یہی ہم سے مطلوب ہے۔ جب نابالغ بچہ اس طرح کہہ رہا ہے تو) اس بندے کا قول کیسا ہونا چاہئے جو بالغ ہو چکا ہے۔[2]

اس سے معلوم ہوا کہ ہمیں پیدا کئے جانے کا اصلی مقصد یہ نہیں کہ ہم کھیل کود اور دُنْیَوی عیش ولذّت میں اپنی زندگی بسر کریں بلکہ ہماری پیدائش کا اصلی مقصد یہ ہے کہ ہم اللّٰہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔ اسی چیز کو قرآنِ مجید میں اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ [3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تمہیں بیکار بنایا اور تم ہماری طرف لوٹائے نہیں جاؤ گے؟

اور ارشاد فرمایا کہ

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ [4]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور میں نے جن اور آدمی اسی لئے بنائے کہ میری عبادت کریں۔

---

1 ...... جلالین، مریم، تحت الآیة: ١٢، ص٢٥٤، خازن، مریم، تحت الآیة: ١٢، ٢٣٠/٣، مدارك، مریم، تحت الآیة: ١٢، ص٦٦٩، تفسیر کبیر، مریم، تحت الآیة: ١٢، ٥١٦/٧-٥١٧، ملتقطاً.

2 ...... ابن عساکر، حرف الیاء، ذکر من اسمه یحی، یحی بن زکریا بن نشوی... الخ، ١٨٣/٦٤.

3 ...... مومنون: ١١٥.

4 ...... ذاریات: ٥٦.

اللہ تعالیٰ ہمیں فضول اور بیکار کاموں اور اُخروی تیاری سے غافل کر دینے والے اُمور سے بچنے اور ہمیں اپنی اطاعت وعبادت میں زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً ؕ وَكَانَ تَقِيًّا ۙ﴿۱۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنی طرف سے مہربانی اور ستھرائی اور کمال ڈر والا تھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اپنی طرف سے نرم دلی اور پاکیزگی دی اور وہ (اللہ سے) بہت زیادہ ڈرنے والا تھا۔

﴿وَحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا: اور اپنی طرف سے نرم دلی دی۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت یحیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی 3 صفات بیان فرمائی ہیں۔

(1)......اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی طرف سے نرم دلی عطا کی اور ان کے دل میں رِقَّت ورحمت رکھی تاکہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام لوگوں پر مہربانی کریں اور انہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے اور اخلاص کے ساتھ نیک اعمال کرنے کی دعوت دیں۔

(2)......اللہ تعالیٰ نے انہیں پاکیزگی دی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ یہاں پاکیزگی سے طاعت واخلاص مراد ہے۔ اور حضرت قتادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ پاکیزگی سے مراد عملِ صالح ہے۔ [1]

(3)......وہ اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ ڈرنے والا تھا۔ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اللہ تعالیٰ کے خوف سے بہت گریہ وزاری کرتے تھے یہاں تک کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے رخسار مبارکہ پر آنسوؤں سے نشان بن گئے تھے۔

حضرت یحیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نرم دلی اور رحمت

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت یحیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی نرم دلی اور رحمت ان الفاظ ''**وَحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا**'' کے ساتھ بیان فرمائی، اور اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نرم دلی اور امت پر شفقت ورحمت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ [2] — **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** تو اے حبیب! اللہ کی کتنی بڑی مہربانی

---

1 ......بغوی، مریم، تحت الآیة: ۱۳، ۳/۱۵۹.

2 ......ال عمران:۱۵۹.

ہے کہ آپ ان کے لئے نرم دل ہیں۔

اور ارشاد فرمایا

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک تمہارے پاس تم میں سے وہ عظیم رسول تشریف لے آئے جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا بہت بھاری گزرتا ہے، وہ تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے، مسلمانوں پر بہت مہربان، رحمت فرمانے والے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالٰی نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بھی کمال درجے کی نرم دلی، امت کی بھلائی کی حرص اور مسلمانوں پر شفقت ورحمت عطا کی ہے۔

نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پاک کرنے والے ہیں

اللہ تعالٰی نے حضرت یحیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ ہم نے اپنی طرف سے انہیں پاکیزگی دی۔ اور اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بارے میں ارشاد فرمایا

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللہ نے ایمان والوں پر بڑا احسان فرمایا جب ان میں ایک رسول مبعوث فرمایا جو انہی میں سے ہے۔ وہ ان کے سامنے اللہ کی آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اگرچہ یہ لوگ اس سے پہلے یقیناً کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔

نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا خوفِ خدا

اس آیت میں حضرت یحیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بارے میں ارشاد ہوا کہ وہ اللہ تعالٰی سے بہت زیادہ ڈرنے والے تھے، اس مناسبت سے یہاں حبیبِ خدا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے خوفِ خدا کی تین روایات ملاحظہ ہوں، چنانچہ

---

1 ……توبہ:۱۲۸.

2 ……اٰل عمران:۱٦٤.

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’خدا کی قسم! میں تم سب میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے زیادہ ڈرنے والا اور خوف کرنے والا ہوں۔ (1)

حضرت براء بن عازب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ فرماتے ہیں: ہم حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ہمراہ ایک جنازے میں شریک تھے، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قبر کے کنارے بیٹھے اور اتنا روئے کہ آپ کی چشمانِ اقدس سے نکلنے والے آنسوؤں سے مٹی نم ہوگئی۔ پھر ارشاد فرمایا ’’اے بھائیو! اس قبر کے لئے تیاری کرو۔ (2)

حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہَا فرماتی ہیں: جب آندھی اور بادل والا دن ہوتا تو رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے چہرۂ اقدس کا رنگ مُتَغَیَّر ہوجاتا اور آپ کبھی حجرہ سے باہر تشریف لے جاتے اور کبھی واپس آجاتے، پھر جب بارش ہوجاتی تو یہ کَیفیّت ختم ہوجاتی۔ میں نے اس کی وجہ پوچھی تو ارشاد فرمایا ’’(اے عائشہ! رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہَا،) مجھے یہ خوف ہوا کہ کہیں یہ بادل، اللہ عَزَّوَجَلَّ کا عذاب نہ ہو جو میری امت پر بھیجا گیا ہو۔ (3)

وَّ بَرًّۢا بِوَالِدَیۡہِ وَ لَمۡ یَکُنۡ جَبَّارًا عَصِیًّا ﴿۱۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنے ماں باپ سے اچھا سلوک کرنے والا تھا اور زبردست و نافرمان نہ تھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ اپنے ماں باپ سے اچھا سلوک کرنے والا تھا اور وہ متکبر، نافرمان نہیں تھا۔

﴿وَ بَرًّۢا بِوَالِدَیۡہِ: اور وہ اپنے ماں باپ سے اچھا سلوک کرنے والا تھا۔﴾ اس آیت میں حضرت یحییٰ عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی مزید 3 صفات بیان کی گئی ہیں۔

(1)......آپ عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ماں باپ کے فرمانبردار اور ان سے اچھا سلوک کرنے والے تھے کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کے بعد والدین کی خدمت سے بڑھ کر کوئی طاعت نہیں اور اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ قول دلالت کرتا ہے:

---

1 ......بخاری، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح، ۴۲۱/۳، الحدیث: ۵۰۶۳.

2 ......ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب الحزن والبکاء، ۴۶۶/۴، الحدیث: ۴۱۹۵.

3 ......شعب الایمان، الحادی عشر من شعب الایمان... الخ، ۵۴۶/۱، الحدیث: ۹۹۴.

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِیَّاهُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا[1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تمہارے رب نے حکم فرمایا کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

(2،3)......آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام تکبر کرنے والے اور اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے نافرمان نہیں بلکہ آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام عاجزی وانکساری کرنے والے اور اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت کرنے والے تھے۔ یہاں جَبّار کے معنی متکبر کے ہیں اور ایک قول یہ بھی ہے کہ جَبّار وہ شخص ہوتا ہے جو غصہ میں مارے اور قتل کرے۔[2]

لفظ جَبّار کے مختلف معنی

یاد رہے کہ جبار کا لفظ جب مخلوق کیلئے آئے تو اس کا معنی متکبر ہوتا ہے اور اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ کیلئے آئے جیسے جبار اس کی صفت ہے تو اس کا معنی بالکل مختلف ہوتا ہے، جیسے ایک معنی ہے: وہ ذات جو اپنی مخلوق پر عالی ہے۔ دوسرا معنی ہے: وہ جو معاملات کو سدھار دیتا ہے۔ تیسرا معنی ہے: وہ جو اپنے ارادے میں غالب ہے۔ چوتھا معنی ہے: وہ کہ جس کی سلطنت میں اس کے حکم کے سوا کسی کا حکم نہ چل سکے۔ یہ سب معانی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے شایانِ شان ہیں۔

تکبر سے بچنے کی فضیلت اور عاجزی کے فضائل

یہاں آیت میں بیان ہوا کہ حضرت یحیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام تکبر کرنے والے نہیں تھے، اس مناسبت سے تکبر سے بچنے کی فضیلت ملاحظہ ہو، چنانچہ حضرت ثوبان رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جو شخص اس حال میں مرا کہ وہ تین چیزوں سے بَری تھا: تکبر، خیانت اور دَین (قرض)، تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔''[3] نیز عاجزی کے فضائل پر مشتمل 3 اَحادیث بھی ملاحظہ ہوں:

(1)......حضرت قتادہ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ نے میری طرف وحی فرمائی کہ تم لوگ اتنی عاجزی اختیار کرو یہاں تک کہ تم میں سے کوئی کسی پر نہ فخر کرے نہ کسی پر ظلم کرے۔''[4]

1......بنی اسرائیل۲۳۔

2......خازن، مریم، تحت الآیة: ۱۴، ۳/۲۳۰۔

3......ترمذی، کتاب السیر، باب ما جاء فی الغلول، ۳/۲۰۸، الحدیث: ۱۵۷۸۔

4......مسلم، کتاب الجنة وصفة نعیمها واهلها، باب الصفات التی یعرف بها فی الدنیا اهل الجنّة واهل النار، ص۱۵۳۳، الحدیث: ۶۴(۲۸۶۵)۔

(2)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’صدقہ مال میں کمی نہیں کرتا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ بندے کے دوسروں کو معاف کر دینے کی وجہ سے اس کی عزت میں اضافہ فرما دیتا ہے اور جو شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے عاجزی اختیار کرتا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے بلندی عطا فرماتا ہے۔[1]

(3)......حضرت رَکْب مصری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’خوشخبری ہے اس کے لئے جو عیب نہ ہونے کے باوجود تواضع اختیار کرے، اور مسکینی کے بغیر خود کو ذلیل سمجھے، اور اپنا جمع کیا ہوا مال نیک کاموں میں خرچ کرے، اور بے سروسامان اور مسکین لوگوں پر رحم کرے اور علم و حکمت والے لوگوں سے میل جول رکھے، اور خوش بختی ہے اس کے لئے جس کی کمائی پاکیزہ ہو، باطن اچھا ہو، ظاہر بزرگی والا ہو اور جو لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھے، اور سعادت مندی ہے اس کے لئے جو اپنے علم پر عمل کرے، اپنی ضرورت سے زائد مال کو راہِ خدا میں خرچ کرے اور فضول گوئی سے رک جائے۔[2] اللہ تعالیٰ ہمیں تکبر سے بچنے اور عاجزی و انکساری اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔[3]

وَسَلٰمٌ عَلَیْهِ یَوْمَ وُلِدَ وَ یَوْمَ یَمُوْتُ وَ یَوْمَ یُبْعَثُ حَیًّا ﴿۱۵﴾

ع ۱۵ / ۴

ترجمۂ کنزالایمان: اور سلامتی ہے اس پر جس دن پیدا ہوا اور جس دن مرے گا اور جس دن زندہ اٹھایا جائے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس پر سلامتی ہے جس دن وہ پیدا ہوا اور جس دن وہ فوت ہوگا اور جس دن وہ زندہ اٹھایا جائے گا۔

﴿وَسَلٰمٌ عَلَیْهِ: اور اس پر سلامتی ہے۔﴾ یعنی جس دن حضرت یحییٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پیدا ہوئے اس دن ان کے لئے شیطان سے امان ہے کہ وہ عام بچوں کی طرح آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو نہ چھوئے گا اور جس دن آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام وفات پائیں گے اس دن ان کے لئے عذابِ قبر سے امان ہے اور جس دن آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو زندہ اٹھایا جائے گا اس دن ان کے لئے قیامت کی سختی سے امان ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں ایک قول یہ بھی ہے کہ پیدا ہونے، وفات پانے

1 ......مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب استحباب العفو والتواضع، ص۱۳۹۷، الحدیث: ۶۹(۲۵۸۸).

2 ......معجم الکبیر، باب الراء، رکب المصری، ۵/۷۱، الحدیث: ۴۶۱۶.

3 ......تکبر سے بچنے اور عاجزی کے فضائل اور دیگر معلومات حاصل کرنے کے لئے کتاب ’’تکبر‘‘ (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ فرمائیں۔

اور زندہ اٹھائے جانے کے یہ تینوں دن بہت وحشت ناک ہیں کیونکہ ان دنوں میں آدمی وہ دیکھتا ہے جو اِس سے پہلے اُس نے نہیں دیکھا، اس لئے ان تینوں مَواقع پر انتہائی وحشت ہوتی ہے، تو اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا اِکرام فرمایا کہ انہیں ان تینوں مواقع پر امن و سلامتی عطا فرمائی۔ [1]

حضرت سفیان بن عیینہ رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: کہ انسان کو تین دنوں میں وحشت کا سامنا ہوتا ہے، جب وہ پیدا ہوتا ہے تو وہ ماں کے پیٹ سے باہر آ کر ایک نئی دنیا کا سامنا کرتا ہے اور وہ جب مرتا ہے تو ایسی قوم دیکھتا ہے جسے پہلے کبھی نہیں دیکھا ہوتا اور جب دوبارہ زندہ کیا جائے گا تو اپنے آپ کو ایک عظیم محشر میں پائے گا جس کی مثل اس نے کبھی نہ دیکھا ہوگا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت یحییٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ان تینوں وقتوں میں امان و سلامتی کا مژدہ دیا۔ [2] یاد رہے کہ سلامتی تو یقیناً ہر نبی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو حاصل ہے لیکن بطورِ خاص اللہ عَزَّوَجَلَّ کا بشارت دینا ایک جداگانہ فضیلت رکھتا ہے۔

ولادت کے دن خوشی کرنے اور وفات کے دن غم کا اظہار نہ کرنے کی وجہ

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ولادت کے دن ان پر سلام بھیجا، اس سے معلوم ہوا کہ نبی عَلَیْہِ السَّلَام کی ولادت کے دن ان پر سلام بھیجنا اللہ تعالیٰ کی سنت ہے، اسی وجہ سے اہلسنّت و جماعت بارہ ربیع الاوّل کے دن اللہ تعالیٰ کے حبیب اور تمام اَنبیاء کے سردار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ولادت کا دن مناتے ہیں اور اس دن آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر درود و سلام کی کثرت کرتے ہیں، نظم و نثر کی صورت میں آپ کی شان اور آپ کے فضائل و مناقب بیان کرتے ہیں۔ فی زمانہ کچھ لوگ اسی آیتِ مبارکہ کو بیان کر کے یہ اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت یحییٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی وفات کے دن بھی ان پر سلام بھیجا گیا ہے اس لئے تم جس طرح رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے میلاد کا دن خوشی کا اظہار کر کے مناتے ہو اسی طرح ان کی وفات کا دن بھی غم ظاہر کر کے منایا کرو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں قرآنِ مجید میں اپنی نعمت کا چرچا کرنے اور اپنا فضل و رحمت ملنے پر خوشی منانے کا حکم دیا ہے اور چونکہ حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے بڑی اللہ تعالیٰ کی کوئی نعمت نہیں اور حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

1 ......خازن، مریم، تحت الآیۃ: ۱۵، ۳/۲۳۰-۲۳۱.

2 ......بغوی، مریم، تحت الآیۃ: ۱۵، ۳/۱۵۹.

وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہی اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا فضل اور سب سے بڑی رحمت ہیں اس لئے جس دن اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنا حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ عطا کیا اس دن ہم آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا میلا دمناتے ، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عظمت وشان کے چرچے کرتے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی دنیا میں تشریف آوری کے دن خوشیاں مناتے ہیں۔

وقف لازم

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ۙ﴿۱۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کتاب میں مریم کو یاد کرو جب اپنے گھر والوں سے پورب کی طرف ایک جگہ الگ گئی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کتاب میں مریم کو یاد کرو جب وہ اپنے گھر والوں سے مشرق کی طرف ایک جگہ الگ ہوگئی۔

﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ: اور کتاب میں مریم کو یاد کرو۔﴾ اس سے پہلی آیات میں حضرت زکریا عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ بیان ہوا کہ انہیں بڑھاپے کی حالت میں اور زوجہ کے بانجھ ہونے کے باجود اللہ تعالیٰ نے ایک نیک اور صالح بیٹا عطا فرمایا اور یہ واقعہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی بہت بڑی دلیل ہے ، اب یہاں سے اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دلالت کرنے والا ایک اور انتہائی حیرت انگیز واقعہ بیان کیا جارہا ہے ، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ’’اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ، آپ قرآنِ کریم میں حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کا واقعہ پڑھ کر ان لوگوں کو سنایئے تا کہ انہیں ان کا حال معلوم ہو ، جب وہ اپنے گھر والوں سے مشرق کی طرف ایک جگہ الگ ہوگئی اور اپنے مکان میں یا بیت المقدس کی شرقی جانب میں لوگوں سے جدا ہو کر عبادت کے لئے خَلْوَت میں بیٹھیں۔ (1)

حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کی شان

مریم کے معنی ہیں عابدہ ، خادمہ۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا بچپن سے بیتُ المقدس کی خادمہ تھیں اور وہاں رہ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرتی تھیں اور حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کے فضائل میں سے ہے کہ قرآنِ کریم میں عورتوں میں سے صرف آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کا نامِ مبارک ذکر کیا گیا ہے ، نیز آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کی شان کے بارے میں

1 ......مدارك، مريم، تحت الآية: ١٦، ص٦٦٩-٦٧٠.

سورۂ اٰلِ عمران میں فرمایا گیا

وَ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓىٕكَةُ یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَ طَهَّرَكِ وَ اصْطَفٰىكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِیْنَ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (یاد کرو) جب فرشتوں نے کہا، اے مریم، بیشک اللہ نے تمہیں چن لیا ہے اور تمہیں خوب پاکیزہ کردیا ہے اور تمہیں سارے جہان کی عورتوں پر منتخب کرلیا ہے۔

نوٹ: حضرت مریم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کی ولادت اور پرورش کے واقعات سورۂ اٰلِ عمران کی آیت نمبر 35 تا 37 میں بیان ہوئے اور آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کی عبادت وریاضت کا ذکر آیت نمبر 43 میں کیا گیا ہے۔

فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا ﵾ فَاَرْسَلْنَاۤ اِلَیْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِیًّا ﴿۱۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو ان سے ادھر ایک پردہ کرلیا تو اس کی طرف ہم نے اپنا روحانی بھیجا وہ اس کے سامنے ایک تندرست آدمی کے روپ میں ظاہر ہوا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ان (لوگوں) سے ادھر ایک پردہ کرلیا تو اس کی طرف ہم نے اپنا روحانی (جبرئیل) بھیجا تو وہ اس کے سامنے ایک تندرست آدمی کی صورت بن گیا۔

﴿ فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا: تو ان سے ادھر ایک پردہ کرلیا۔﴾ جب حضرت مریم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا خَلْوَت میں تشریف لے گئیں تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا نے اپنے اور گھر والوں کے درمیان پردہ کرلیا، اس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کی طرف حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام کو بھیجا تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام حضرت مریم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کے سامنے نوجوان، بے ریش، روشن چہرے اور پیچ دار بالوں والے آدمی کی صورت میں ظاہر ہوئے۔ حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام کے انسانی شکل میں آنے کی حکمت یہ تھی کہ حضرت مریم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا ان کے کلام سے مانوس ہوجائیں اور

1 ......ال عمران: ٤٢.

ان سے خوف نہ کھائیں کیونکہ اگر حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام اپنی ملکوتی شکل میں تشریف لاتے تو حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا خوفزدہ ہوجاتیں اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا کلام سننے پر قادر نہ ہوتیں۔ (1)

نوری وجود بشری صورت میں آسکتا ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ نوری وجود بشری صورت میں آسکتا ہے۔ حضرت علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام فرشتہ ہیں، نور ہیں اور حضرت مریم کے پاس بشری شکل میں ظاہر ہوئے، اس وقت اس بشری شکل کی وجہ سے (حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام) نورانیت سے علیحدہ نہیں ہوگئے۔ صحابہ کرام نے حضرت جبریل کو بشری شکل میں دیکھا، سیاہ زلفیں، سفید لباس، آنکھ، ناک، کان وغیرہ سب موجود ہیں، اس کے باوجود بھی وہ نور تھے، اسی طرح حضرت ابراہیم، حضرت لوط، حضرت داؤد عَلَیْہِمُ السَّلَام کے خدمات میں فرشتے شکلِ بشری میں گئے۔ رب فرماتا ہے:

هَلْ اَتٰىكَ حَدِیْثُ ضَیْفِ اِبْرٰهِیْمَ الْمُكْرَمِیْنَ ﴿۲۴﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلَیْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًاؕ قَالَ سَلٰمٌۚ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ (2)

(ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے محبوب! کیا تمہارے پاس ابراہیم کے معزز مہمانوں کی خبر آئی۔ جب وہ اس کے پاس آئے تو کہا: سلام، (حضرت ابراہیم نے) فرمایا، ’’سلام‘‘ (تم) اجنبی لوگ ہو۔)

(اور فرماتا ہے)

هَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِۘ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ﴿۲۱﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلٰى دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوْا لَا تَخَفْۚ خَصْمٰنِ بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ (3)

(ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کیا تمہارے پاس ان دعویداروں کی خبر آئی جب وہ دیوار کود کر مسجد میں آئے۔ جب وہ داؤد پر داخل ہوئے تو وہ ان سے گھبرا گیا۔ انہوں نے عرض کی: ڈریئے نہیں ہم دو فریق ہیں، ہم میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے۔)

(اور فرماتا ہے)

وَ لَمَّاۤ اَنْ جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِیْٓءَ بِهِمْ

(ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب ہمارے فرشتے لوط کے پاس

---

1 ......مدارك، مريم، تحت الآية: ١٧، ص ٦٧٠، ملتقطاً.

2 ......ذاريات: ٢٤، ٢٥.

3 ......ص: ٢١، ٢٢.

وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّ قَالُوْا لَا تَخَفْ وَ لَا تَحْزَنْ قف اِنَّا مُنَجُّوْكَ وَ اَهْلَكَ اِلَّا امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِیْنَ [1]

آئے تو انہیں فرشتوں کا آنا برا لگا اور ان کے سبب دل تنگ ہوا اور فرشتوں نے کہا: آپ نہ ڈریں اور نہ غمگین ہوں، بیشک ہم آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو بچانے والے ہیں سوائے آپ کی بیوی کے کہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے۔)

ان تمام آیتوں سے معلوم ہوا کہ فرشتے انبیاءِ کرام کی خدمت میں انسانی شکل بشری صورت میں حاضر ہوتے تھے، مگر اس کے باوجود وہ نور بھی ہوتے تھے، غرضیکہ نورانیت و بشریت ضدیں نہیں۔ [2]

قَالَتْ اِنِّیْۤ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِیًّا ﴿۱۸﴾ قَالَ اِنَّمَاۤ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ﳓ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِیًّا ﴿۱۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بولی میں تجھ سے رحمٰن کی پناہ مانگتی ہوں اگر تجھے خدا کا ڈر ہے۔ بولا میں تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں کہ میں تجھے ایک ستھرا بیٹا دوں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: مریم بولی: میں تجھ سے رحمٰن کی پناہ مانگتی ہوں اگر تجھے خدا کا ڈر ہے۔ کہا: میں تو تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں تاکہ میں تجھے ایک پاکیزہ بیٹا عطا کروں۔

﴿قَالَتْ اِنِّیْۤ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ: مریم بولی: میں تجھ سے رحمان کی پناہ مانگتی ہوں۔﴾ جب حضرت مریم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا نے خَلْوت میں اپنے پاس ایک بے ریش نوجوان کو دیکھا تو خوفزدہ ہو گئیں اور فرمایا کہ میں تجھ سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ مانگتی ہوں، اگر تم میں کچھ خدا خوفی ہے تو یہاں سے چلے جاؤ۔ اس کلام سے آپ کی انتہائی پاکدامنی اور تقویٰ کا پتہ چلتا ہے کہ آپ نے چیخ کر کسی اور کو آواز نہ دی بلکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے پناہ مانگی تاکہ اس واقعہ کی کسی کو خبر نہ ہو۔

1 ......عنکبوت: ۳۳.
2 ......رسائل نعیمیہ، رسالہ نور، ص ۷۸-۷۹۔

﴿قَالَ اِنَّمَاۤ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ: کہا: میں تو تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں۔﴾ جب حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا خوفزدہ ہوئیں تو اس وقت حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام نے کہا کہ میں فرشتہ ہوں اور تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے بھیجا گیا ہوں تا کہ میں تمہیں ایک ستھرا اور پاکیزہ بیٹا عطا کروں۔

آیت ''لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِیًّا'' سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے 3 باتیں معلوم ہوئیں:

(1)......اللّٰہ تعالیٰ کے مقبول بندے اللّٰہ تعالیٰ کے بعض کاموں کو اپنی طرف منسوب کر سکتے ہیں، جیسے کسی کو بیٹا دینا درحقیقت اللّٰہ تعالیٰ کا کام ہے لیکن حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا کہ میں تجھے ایک پاکیزہ بیٹا عطا کروں۔

(2)......اللّٰہ تعالیٰ کے بعض کام اس کے بندوں کی طرف منسوب کئے جا سکتے ہیں، لہٰذا یہ کہنا درست ہے کہ سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جنت دیتے ہیں اور اللّٰہ تعالیٰ کے اَولیاء اولاد دیتے ہیں، وغیرہ۔

(3)......اللّٰہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کو اولاد عطا کرنے کی طاقت اور اجازت دیتا ہے اور وہ اللّٰہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت واجازت سے اولاد عطا بھی کرتے ہیں، جیسے اللّٰہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام کو بیٹا دینے کی طاقت اور اجازت دی اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اللّٰہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت اور اجازت سے حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کو بیٹا عطا کیا۔

قَالَتْ اَنّٰى یَكُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّ لَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ وَّ لَمْ اَكُ بَغِیًّا ﴿۲۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بولی میرے لڑکا کہاں سے ہوگا مجھے تو نہ کسی آدمی نے ہاتھ لگایا نہ میں بدکار ہوں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: مریم نے کہا: میرے لڑکا کہاں سے ہوگا؟ حالانکہ مجھے تو کسی آدمی نے چھوا تک نہیں اور نہ ہی میں بدکار ہوں۔

﴿قَالَتْ اَنّٰى یَكُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ: کہا: میرے لڑکا کہاں سے ہوگا؟﴾ حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام نے جب حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کو بیٹے کی خوشخبری دی تو آپ حیران ہوگئیں اور کہنے لگیں: کسی عورت کے ہاں اولاد ہونے کا جو ظاہری سبب

ہے وہ مجھ میں پایا نہیں جارہا کیونکہ نہ تو میرا کسی سے نکاح ہوا ہے اور نہ ہی میں بدکار عورت ہوں تو پھر میرے ہاں لڑکا کہاں سے ہوگا؟ یاد رہے کہ حضرت مریم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کی یہ حیرانی اس وجہ سے نہ تھی کہ آپ اللہ تعالٰی کی قدرت سے یہ کام بعید سمجھتی تھیں بلکہ آپ اس لئے حیران ہوئی تھیں کہ باپ کے بغیر اولاد کا ہونا خلافِ عادت تھا اور عادت کے برخلاف کام ہونے پر حیرت زدہ ہوجانا ایک فطرتی امر ہے۔

قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ ۚ وَ لِنَجْعَلَهٗۤ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَ رَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَ كَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا ﴿۲۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کہا یونہی ہے تیرے رب نے فرمایا ہے کہ یہ مجھے آسان ہے اور اس لیے کہ ہم اسے لوگوں کے واسطے نشانی کریں اور اپنی طرف سے ایک رحمت اور یہ کام ٹھہر چکا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جبرئیل نے کہا: ایسا ہی ہے۔ تیرے رب نے فرمایا ہے کہ یہ میرے اوپر بہت آسان ہے اور تاکہ ہم اسے لوگوں کیلئے نشانی بنادیں اور اپنی طرف سے ایک رحمت (بنادیں) اور یہ ایسا کام ہے جس کا فیصلہ ہوچکا ہے۔

﴿قَالَ كَذٰلِكِ: جبرئیل نے کہا: ایسا ہی ہے۔﴾ حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام نے جواب دیا: اے مریم! رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا، اللہ تعالٰی کی مرضی یہی ہے کہ وہ آپ کو کسی مرد کے چھوئے بغیر ہی لڑکا عطا فرمائے اور آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کے رب عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا ہے کہ آپ کو بغیر باپ کے بیٹا دینا میرے اوپر بہت آسان ہے، کیونکہ میں اَسباب اور واسطوں کا محتاج نہیں ہوں اور آپ کو اس طرح بیٹا دینے میں ایک حکمت یہ ہے کہ ہم اسے لوگوں کیلئے نشانی اور اپنی قدرت کی بُرہان بنا دیں اور اُن لوگوں کے لئے اپنی طرف سے ایک رحمت بنادیں جو اِس کے دین کی پیروی کریں اور اِس پر ایمان لائیں اور یہ ایسا کام ہے جس کا اللہ تعالٰی کے علم میں فیصلہ ہوچکا ہے جو کہ اب نہ رد ہوسکتا ہے اور نہ بدل سکتا ہے۔ جب حضرت مریم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کو اطمینان ہوگیا اور ان کی پریشانی جاتی رہی تو حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام نے ان کے گریبان میں،، یا،، آستین میں،، یا،، دامن میں،، یا،، منہ میں دم کیا اور آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا اللہ تعالٰی کی قدرت سے اسی

وقت حاملہ ہوگئیں۔ [1]

فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِیًّا(۲۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اب مریم نے اسے پیٹ میں لیا پھر اسے لیے ہوئے ایک دور جگہ چلی گئی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر مریم حاملہ ہوگئیں تو اسے لے کر ایک دور کی جگہ چلی گئی۔

﴿فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِیًّا: پھر مریم حاملہ ہوگئیں تو اسے لے کر ایک دور کی جگہ چلی گئی۔﴾ جب حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کو حمل کے آثار ظاہر ہوئے تو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کو اِلہام کیا کہ وہ اپنی قوم سے علیحدہ چلی جائیں، اس لئے وہ بیتُ اللّحم میں چلی گئیں۔

یوسف نجار کے سوال و جواب

منقول ہے کہ سب سے پہلے جس شخص کو حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کے حمل کا علم ہوا وہ ان کا چچازاد بھائی یوسف نجار تھا جو مسجد بیت المقدس کا خادم تھا اور بہت بڑا عابد شخص تھا۔ اس کو جب معلوم ہوا کہ حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا حاملہ ہیں تو اسے نہایت حیرت ہوئی۔ وہ جب چاہتا کہ حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا پر تہمت لگائے تو اُن کی عبادت وتقویٰ، ان کا ہر وقت کا حاضر رہنا اور کسی وقت غائب نہ ہونا یاد کر کے خاموش ہوجاتا تھا اور جب حمل کا خیال کرتا تو اُن کو بَری سمجھنا مشکل معلوم ہوتا۔ بالآخر اُس نے حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا سے کہا کہ میرے دِل میں ایک بات آئی ہے ہر چند چاہتا ہوں کہ زبان پر نہ لاؤں مگر اب صبر نہیں ہوتا ہے، آپ اجازت دیجئے کہ میں کہہ گزروں تاکہ میرے دل کی پریشانی رفع ہو۔ حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا نے کہا کہ اچھی بات کہو۔ تو اُس نے کہا کہ اے مریم! رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا، مجھے بتاؤ کہ کیا کھیتی بغیر بیج کے اور درخت بغیر بارش کے اور بچہ بغیر باپ کے ہوسکتا ہے؟ حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا نے فرمایا کہ ہاں، کیا تجھے معلوم نہیں کہ اللّٰہ تعالیٰ نے جو سب سے پہلے کھیتی پیدا کی وہ بغیر بیج ہی کے پیدا کی اور درخت اپنی

---

1 ......خازن، مریم، تحت الآیۃ: ۲۱-۲۲، ۳/۲۳۱، مدارك، مریم، تحت الآیۃ: ۲۱، ص ۶۷۰، روح البیان، مریم، تحت الآیۃ: ۲۱، ۵/۳۲۳، ملتقطاً.

قدرت سے بغیر بارش کے اگائے، کیا تو یہ کہہ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پانی کی مدد کے بغیر درخت پیدا کرنے پر قادر نہیں؟ یوسف نے کہا: میں یہ تو نہیں کہتا بے شک میں اس کا قائل ہوں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہر شے پر قادر ہے، جسے کُن فرمائے وہ ہو جاتی ہے۔ حضرت مریم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے کہا کہ کیا تجھے معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اُن کی بیوی کو بغیر ماں باپ کے پیدا کیا۔ حضرت مریم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے اس کلام سے یوسف کا شُبہ رفع ہو گیا اور حضرت مریم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا حمل کے سبب سے ضعیف ہو گئیں تھیں اس لئے حضرت مریم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی نِیابَت کے طور پر مسجد کی خدمت وہ سرانجام دینے لگا۔ (1)

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات میں جتنی مخلوقات پیدا فرمائیں ان تمام کی پہلی بار پیدائش اس نے اپنی قدرتِ کاملہ سے فرمائی اور اس کے بعد جن مخلوقات کی افزائش منظور تھی ان کی افزائش کے لئے ظاہری اَسباب مقرر فرمائے اور ان اَسباب کے ذریعے مخلوقات کی افزائش ہوئی، نیز اَسباب مقرر کرنے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے اِظہار کے لئے بعض مخلوقات کو ان کے ظاہری سبب کے بغیر پیدا فرمایا جیسے حضرت حوّا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی پسلی سے پیدا فرمایا اور حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بغیر باپ کے پیدا فرمایا۔ کائنات میں اَشیاء کے پہلی بار وجود میں آنے سے متعلق یہ وہ مُعْتَدِل نظریہ ہے جو عقل اور شریعت کے عین موافق ہے جبکہ اس کے برعکس دَہْرِیّوں کے نظریات عقل و نظر کے صریح مخالف ہیں کہ ان کے نظریات کی رُو سے کسی شے کی کوئی ابتداء بنتی ہی نظر نہیں آتی۔

یہاں یہ بھی یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دلالت کرنے والی چیزوں میں غور و فکر کرنا اور ان چیزوں میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے دلائل تلاش کرنے کے لئے تحقیق اور جستجو کرنا بہت عمدہ کام ہے کیونکہ اس سے اللہ تعالیٰ کی قدرت دلائل کے ساتھ معلوم ہوتی ہے اور یوں کفار کے لئے اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی وحدانیت کا اعتراف کرنے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی راہیں کھلتی ہیں اور مسلمانوں کا اپنے رب تعالیٰ پر ایمان مزید مضبوط ہوتا ہے۔

فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ ۚ قَالَتْ یٰلَیْتَنِیْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا

1 ......خازن، مریم، تحت الآیة: ۲۲، ۳/۲۳۲.

وَ كُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِیًّا ﴿۲۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر اسے جننے کا درد ایک کھجور کی جڑ میں لے آیا بولی ہائے کسی طرح میں اس سے پہلے مرگئی ہوتی اور بھولی بسری ہوجاتی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر بچے کی پیدائش کا درد اسے ایک کھجور کے تنے کی طرف لے آیا تو اس نے کہا: اے کاش کہ میں اس سے پہلے مرگئی ہوتی اور میں کوئی بھولی بسری ہوجاتی۔

﴾ فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ: پھر بچے کی پیدائش کا درد اسے ایک کھجور کے تنے کی طرف لے آیا۔﴿ جب ولادت کا وقت قریب آیا اور درد کی شدت زیادہ ہوئی تو حضرت مریم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کھجور کے ایک سوکھے درخت کے پاس آکر بیٹھ گئیں۔ اب درد کی بھی شدّت تھی اور دوسری طرف مستقبل کے معاملات بھی تھے کہ اگرچہ میں تو مطمئن ہوں مگر لوگوں کو کیسے مطمئن کروں گی چنانچہ اسی پریشانی کی شدّت سے کہا کہ اے کاش میں اس سے پہلے ہی مرگئی ہوتی یا بھولی بسری ہوجاتی تاکہ یہ تمام معاملات پیش نہ آتے۔

فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَاۤ اَلَّا تَحْزَنِیْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِیًّا ﴿۲۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو اسے اس کے تلے سے پکارا کہ غم نہ کھا بیشک تیرے رب نے تیرے نیچے ایک نہر بہادی ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اسے اس کھجور کے درخت کے نیچے سے پکارا کہ غم نہ کھا بیشک تیرے رب نے تیرے نیچے ایک نہر بنادی ہے۔

﴾ فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَاۤ اَلَّا تَحْزَنِیْ: تو اسے اس کے نیچے سے پکارا کہ غم نہ کھا۔﴿ جب حضرت مریم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا نے درد کی شدت سے مرنے کی تمنا کی تو اس وقت حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام نے وادی کے نیچے سے پکارا کہ غم نہ کرو، اللہ

عَزَّوَجَلَّ نے آپ کے لیے آپ کے قریب ایک نہر بنادی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: حضرت عیسٰی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے یا حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنی ایڑی زمین پر ماری تو میٹھے پانی کا ایک چشمہ جاری ہوگیا، کھجور کا درخت سرسبز ہوکر پھل لایا اور وہ پھل پختہ اور رس دار ہوگئے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس جگہ ایک خشک نہر تھی جسے اللہ تعالٰی نے اپنی قدرت سے جاری کردیا اور کھجور کا خشک درخت سرسبز ہوکر پھل دار ہوگیا۔ (1)

وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ﴿٢٥﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کھجور کی جڑ پکڑ کر اپنی طرف ہلا تجھ پر تازی پکی کھجوریں گریں گی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کھجور کے تنے کو پکڑ کر اپنی طرف ہلاؤ، وہ تم پر عمدہ تازہ کھجوریں گرائے گا۔

﴿وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ: اور کھجور کے تنے کو پکڑ کر اپنی طرف ہلاؤ۔﴾ حضرت مریم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا، سے کہا گیا کہ آپ جس سوکھے تنے کے نیچے بیٹھی ہیں اسے اپنی طرف حرکت دیں تو اس سے آپ پر عمدہ اور تازہ پکی ہوئی کھجوریں گریں گی۔

اس سے معلوم ہوا کہ حمل کی حالت میں عورت کے لئے کھجور کھانا فائدہ مند ہے۔ کھجور میں آئرن بہت ہوتا ہے جو بچے کی صحت و تندرستی میں بہت معاون ہوتا ہے، البتہ اس حالت میں کھجوریں اپنی طبعی حالت کو پیشِ نظر رکھ کر ہی کم یا زیادہ کھائی جائیں۔

حضرت مریم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا پر اللہ تعالٰی کی عنایت اور کرم نوازی

اگر بنظرِ غائر دیکھا جائے تو حضرت عیسٰی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی پیدائش کے وقت سے ہی اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت مریم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کو اپنی قدرتِ کاملہ کے کئی نظارے دکھا کر تسلی دی کہ دیکھو جو ذات تیرے لئے خشک نہر سے پانی جاری کرسکتی ہے اور خشک درخت سے پکی ہوئی کھجوریں ظاہر کرسکتی ہے وہ آئندہ بھی تمہیں بے یار و مددگار نہیں چھوڑے گی لہٰذا تم اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی کرامتوں، عنایتوں، شفقتوں پر نظر کرو اور غم و پریشانی کا اِظہار مت کرو۔

1 ……مدارك، مريم، تحت الآية: ٢٤، ص ٦٧١، خازن، مريم، تحت الآية: ٢٤، ٣/٢٣٢، ملتقطاً.

فَكُلِيْ وَ اشْرَبِيْ وَ قَرِّيْ عَيْنًا ۚ فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا ۙ فَقُوْلِيْۤ اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا ۚ﴿۲۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو کھا اور پی اور آنکھ ٹھنڈی رکھ پھر اگر تو کسی آدمی کو دیکھے تو کہہ دینا میں نے آج رحمٰن کا روزہ مانا ہے تو آج ہرگز کسی آدمی سے بات نہ کروں گی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کھا اور پی اور آنکھ ٹھنڈی رکھ پھر اگر تو کسی آدمی کو دیکھے تو (اشارے سے) کہہ دینا کہ میں نے آج رحمٰن کیلئے روزہ کی نذر مانی ہے تو آج ہرگز میں کسی آدمی سے بات نہیں کروں گی۔

﴿ فَكُلِيْ وَ اشْرَبِيْ وَ قَرِّيْ عَيْنًا : تو کھا اور پی اور آنکھ ٹھنڈی رکھ۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا سے فرمایا گیا کہ آپ کھجوریں کھائیں اور پانی پئیں اور اپنے فرزند حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے اپنی آنکھ ٹھنڈی رکھیں، پھر اگر آپ کسی آدمی کو دیکھیں کہ وہ آپ سے بچے کے بارے میں دریافت کرتا ہے تو اشارے سے اسے کہہ دیں کہ میں نے آج رحمٰن کیلئے روزہ کی نذر مانی ہے تو آج ہرگز میں کسی آدمی سے بات نہیں کروں گی۔ حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کو خاموش رہنے کی نذر ماننے کا اس لئے حکم دیا گیا تاکہ کلام حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام فرمائیں اور ان کا کلام مضبوط حجت ہو جس سے تہمت زائل ہو جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بیوقوف کے جواب میں خاموش رہنا اور منہ پھیر لینا چاہئے کہ جاہلوں کے جواب میں خاموشی ہی بہتر ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ کلام کو افضل شخص کے حوالے کر دینا اَولیٰ ہے۔[1]

چپ رہنے کا روزہ منسوخ ہو چکا ہے

یاد رہے کہ پہلے زمانہ میں بولنے اور کلام کرنے کا بھی روزہ ہوتا تھا جیسا کہ ہماری شریعت میں کھانے اور پینے کا روزہ ہوتا ہے، البتہ ہماری شریعت میں چپ رہنے کا روزہ منسوخ ہو گیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے

1 ......خازن، مریم، تحت الآیۃ: ۲۶، ۳/۲۳۳، مدارک، مریم، تحت الآیۃ: ۲۶، ص ۶۷۱-۶۷۲، ملتقطاً.

ہیں: نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے صَومِ وصال (یعنی سحری اور افطار کے بغیر مسلسل روزہ رکھنے) اور چپ کا روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ (1)

فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗؕ قَالُوْا یٰمَرْیَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَیْــٴًـا فَرِیًّا(۲۷) یٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّ مَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِیًّا(۲۸)

ترجمۂ کنزالایمان: تو اسے گود میں لیے اپنی قوم کے پاس آئی بولے اے مریم بیشک تو نے بہت بڑی بات کی۔ اے ہارون کی بہن تیرا باپ برا آدمی نہ تھا اور نہ تیری ماں بدکار۔

ترجمۂ کنزالعرفان: پھر عیسیٰ کو اُٹھائے ہوئے اپنی قوم کے پاس آئیں تو لوگ کہنے لگے: اے مریم! بیشک تو بہت ہی عجیب وغریب چیز لائی ہے۔ اے ہارون کی بہن! نہ تو تیرا باپ کوئی برا آدمی تھا اور نہ ہی تیری ماں بدکار تھی۔

﴿فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ: پھر عیسیٰ کو اُٹھائے ہوئے اپنی قوم کے پاس آئیں۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ولادت کے بعد حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھا انہیں اُٹھائے ہوئے اپنی قوم کے پاس آئیں، جب لوگوں نے حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھا کو دیکھا کہ ان کی گود میں بچہ ہے تو وہ روئے اور غمگین ہوئے، کیونکہ وہ صالحین کے گھرانے کے لوگ تھے اور کہنے لگے: اے مریم! بیشک تم بہت ہی عجیب وغریب چیز لائی ہو۔ اے ہارون کی بہن! نہ تو تیرا باپ عمران کوئی برا آدمی تھا اور نہ ہی تیری ماں حنہ بدکار عورت تھی تو پھر تیرے ہاں یہ بچہ کہاں سے ہو گیا۔ (2)

﴿یٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ: اے ہارون کی بہن!﴾ حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھا کو ان کی قوم کے لوگوں نے ہارون کی بہن کہا، اس ہارون سے کون مراد ہے اس کے بارے میں **ایک قول** یہ ہے کہ ہارون حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھا کے بھائی کا ہی

1 ......مسند امام اعظم، باب العين، روايته عن عدى بن ثابت، ص ١٩٢.

2 ......خازن، مريم، تحت الآية: ٢٧-٢٨، ٣/٢٣٣.

نام تھا۔ **دوسرا قول** یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک نہایت نیک وصالح شخص کا نام ہارون تھا اور اس کے تقویٰ اور پرہیز گاری سے تشبیہ دینے کے لیے آپ کو ہارون کی بہن کہا۔ **تیسرا قول** یہ ہے کہ اس سے مراد حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بھائی ہی ہوں اگرچہ ان کا زمانہ بہت بعید تھا اور ایک ہزار سال کا عرصہ ہو چکا تھا مگر آپ ان کی نسل سے تھیں اسی لئے ہارون کی بہن کہہ دیا۔ [1]

فَاَشَارَتْ اِلَیْهِ ؕ قَالُوْا كَیْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِی الْمَهْدِ صَبِیًّا ﴿۲۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اس پر مریم نے بچے کی طرف اشارہ کیا وہ بولے ہم کیسے بات کریں اس سے جو پالنے میں بچہ ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس پر مریم نے بچے کی طرف اشارہ کردیا۔ وہ بولے: ہم اس سے کیسے بات کریں؟ جو ابھی ماں کی گود میں بچہ ہے۔

﴿فَاَشَارَتْ اِلَیْهِ: اس پر مریم نے بچے کی طرف اشارہ کردیا۔﴾ جب لوگوں نے حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا سے تفصیل پوچھنی چاہی تو چونکہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے چپ کا روزہ رکھا ہوا تھا اس لئے آپ نے حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اگر کچھ پوچھنا ہے تو اس بچے سے پوچھ لو یہ جواب دے گا۔ اس پر لوگوں کو غصہ آیا اور انہوں نے کہا کہ جو بچہ ابھی پیدا ہوا ہے وہ کیسے ہم سے بات کرے گا! کیا تم ہم سے مذاق کر رہی ہو؟ یہ گفتگو سن کر حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے دودھ پینا چھوڑ دیا اور بائیں ہاتھ پر ٹیک لگا کر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور سیدھے ہاتھ مبارک سے اشارہ کر کے بات کرنا شروع کی۔ [2]

قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ ؕ اٰتٰىنِیَ الْكِتٰبَ وَ جَعَلَنِیْ نَبِیًّا ﴿۳۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بچہ نے فرمایا میں ہوں اللہ کا بندہ اس نے مجھے کتاب دی اور مجھے غیب کی خبریں بتانے والا (نبی) کیا۔

---

1 ......خازن، مريم، تحت الآية: ٢٨، ٢٣٣/٣، مدارك، مريم، تحت الآية: ٢٨، ص٦٧٢، ملتقطاً.

2 ......روح البيان، مريم، تحت الآية: ٢٩، ٣٣٠/٥، خازن، مريم، تحت الآية: ٢٩، ٢٣٣/٣-٢٣٤، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بچے نے فرمایا: بیشک میں اللّٰہ کا بندہ ہوں، اس نے مجھے کتاب دی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے۔

﴿قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ: بیشک بچے نے فرمایا میں اللّٰہ کا بندہ ہوں۔﴾ حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے لوگوں سے بات کرنا شروع کی اور فرمایا، میں اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا بندہ ہوں، اس نے مجھے کتاب دی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے۔ حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے اگرچہ کلام کرکے اپنی والدہ ماجدہ سے تہمت کو دور کرنا تھا مگر آپ نے پہلے خود کو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا بندہ قرار دیا تاکہ کوئی اُنہیں خدا اور خدا کا بیٹا نہ کہے کیونکہ آپ کی نسبت یہ تہمت لگائی جانے والی تھی اور یہ تہمت اللّٰہ تعالیٰ پر لگتی تھی، اس لئے منصبِ رسالت کا تقاضا یہی تھا کہ والدہ کی برأت بیان کرنے سے پہلے اس تہمت کو رفع فرمادیں جو اللّٰہ تعالیٰ کے جنابِ پاک میں لگائی جائے گی اور اسی سے وہ تہمت بھی اٹھ گئی جو والدہ پر لگائی جاتی کیونکہ اللّٰہ تعالیٰ اس مرتبۂ عظیمہ کے ساتھ جس بندے کو نوازتا ہے، بِالیقین اس کی ولادت اور اس کی فطرت نہایت پاک و طاہر بناتا ہے۔[1]

﴿اٰتٰىنِیَ الْكِتٰبَ: اس نے مجھے کتاب دی ہے۔﴾ اس کتاب سے انجیل مراد ہے۔ حضرت حسن رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ کا قول ہے کہ آپ والدہ کے پیٹ ہی میں تھے کہ آپ کو توریت کا اِلہام فرمادیا گیا تھا اور جھولے میں تھے جب آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو نبوت عطا کردی گئی اور اس حالت میں آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کا کلام فرمانا آپ کا معجزہ ہے۔ بعض مفسرین نے آیت کے معنی میں یہ بھی بیان کیا ہے کہ یہ نبوت اور کتاب ملنے کی خبر تھی جو عنقریب آپ کو ملنے والی تھی۔[2]

علامہ اسماعیل حقی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے ہیں ''اللّٰہ تعالیٰ نے چار بچوں کو چار چیزوں کے ساتھ فضیلت عطا کی

(1)......حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو کنویں میں وحی کے ساتھ فضیلت دی۔

(2)......حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو جھولے میں کلام کرنے کے ساتھ فضیلت دی۔

(3)......حضرت سلیمان عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو فہم سے فضیلت دی۔

(4)......حضرت یحییٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو بچپن میں نبوت عطا کرکے فضیلت دی۔

---

1 ......خازن، مریم، تحت الآیة: ۳۰، ۳/۲۳٤.

2 ......خازن، مریم، تحت الآیة: ۳۰، ۳/۲۳٤، مدارك، مریم، تحت الآیة: ۳۰، ص۶۷۲، ملتقطاً.

اور سب سے عظیم فضیلت اور سب سے بڑی نشانی وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو عطا کی کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ولادت کے وقت سجدہ فرمایا، اللہ تعالیٰ نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے سینے کو کشادہ فرمایا، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ولادت کے وقت حوروں اور فرشتوں کو خادم بنایا اور ولادت سے پہلے ہی عالَمِ اَرواح میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو نبوت سے سرفراز فرما دیا اور یہ عظمت وفضیلت آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہی کا خاصہ ہے۔[1]

حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا اور حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کی براءت میں فرق

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جب حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا پر بہتان لگا تو ان کی عِفّت و پاکیزگی خود حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بیان فرمائی۔ اب یہاں اللہ تعالیٰ کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی زوجۂ مُطَہَّرہ حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کے ساتھ ہونے والا معاملہ ملاحظہ ہو، چنانچہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: حضرت والد ماجد ''سُرُوْرُ الْقُلُوْب فِیْ ذِکْرِ الْمَحْبُوْب'' میں فرماتے ہیں ''حضرت یوسف کو دودھ پیتے بچے، اور حضرت مریم کو حضرت عیسیٰ کی گواہی سے لوگوں کی بدگمانی سے نجات بخشی، اور جب حضرت عائشہ پر بہتان اٹھا، خود ان کی پاک دامنی کی گواہی دی، اور سترہ آیتیں نازل فرمائیں، اگر چاہتا ایک ایک درخت اور پتھر سے گواہی دلواتا، مگر منظور یہ ہوا کہ محبوبۂ محبوب کی طہارت و پاکی پر خود گواہی دیں اور عزت و اِمتیاز ان کا بڑھائیں۔[2]

وَّ جَعَلَنِیْ مُبٰرَكًا اَیْنَ مَا كُنْتُ۪ وَ اَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَیًّا ﴿٣١﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس نے مجھے مبارک کیا میں کہیں ہوں اور مجھے نماز و زکوٰۃ کی تاکید فرمائی جب تک جیوں۔

---

1 ......روح البیان، مریم، تحت الآیۃ: ٣٠، ٥/ ٣٣٠.

2 ......فتاوی رضویہ، رسالہ: تجلی الیقین، ٣٠/ ١٦٩۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس نے مجھے مبارک بنایا ہے خواہ میں کہیں بھی ہوں اور اس نے مجھے نماز اور زکوٰۃ کی تاکید فرمائی ہے جب تک میں زندہ رہوں۔

﴿ وَ جَعَلَنِیْ مُبٰرَكًا: اور اس نے مجھے مبارک بنایا ہے۔﴾ حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا کہ مجھے نبوت عطا کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھے لوگوں کے لئے نفع پہنچانے والا، خیر کی تعلیم دینے والا، اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والا اور اس کی توحید اور عبادت کی دعوت دینے والا بنایا ہے خواہ میں کہیں بھی ہوں اور جب تک میں زمین پر زندہ رہوں تب تک اس نے مجھے نماز کا مُکَلَّف ہونے پر اسے قائم کرنے اور زکوٰۃ کے قابل مال ہونے کی صورت میں اس کی زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔ (1)

حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے مبارک ہونے کا خود اعلان فرمایا جبکہ حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی برکات کو خود اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۚ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللہ نے ایمان والوں پر بڑا احسان فرمایا جب ان میں ایک رسول مبعوث فرمایا جو انہی میں سے ہے۔ وہ ان کے سامنے اللہ کی آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اگرچہ یہ لوگ اس سے پہلے یقیناً کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک تمہارے پاس تم میں سے وہ عظیم رسول تشریف لے آئے جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا بہت بھاری گزرتا ہے، وہ تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے، مسلمانوں

(1)......خازن، مريم، تحت الآية: ٣١، ٣/٢٣٤، مدارك، مريم، تحت الآية: ٣١، ص ٦٧٢، ملتقطاً.

(2)......ال عمران: ١٦٤.

(3)......توبه: ١٢٨.

پر بہت مہربان، رحمت فرمانے والے ہیں۔

اور ارشاد فرماتا ہے

وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لئے کہ اللّٰہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے تو اے حبیب! تمہاری بارگاہ میں حاضر ہو جاتے پھر اللّٰہ سے معافی مانگتے اور رسول (بھی) ان کی مغفرت کی دعا فرماتے تو ضرور اللّٰہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا، مہربان پاتے۔

اسی طرح نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امت پر رحمت وشفقت کی انتہا اور اللّٰہ تعالیٰ کی وحدانیت و عبادت کی دعوت دینے کا جذبہ ایسا تھا کہ اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے پیارے حبیب!

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰۤى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ یُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِیْثِ اَسَفًا [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اگر وہ اس بات پر ایمان نہ لائیں تو ہوسکتا ہے کہ تم ان کے پیچھے غم کے مارے اپنی جان کو ختم کر دو۔

سرِدست یہ چند آیات ذکر کی ہیں ورنہ قرآنِ مجید میں سینکڑوں آیات ایسی ہیں جن میں اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی برکات کو بیان فرمایا ہے۔

[illegible]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جب تک آدمی زندہ ہے اور کوئی ایسا شرعی عذر نہیں پایا جا رہا جس سے عبادت ساقط ہو جائے تب تک شریعت کی طرف سے لازم کی گئی عبادات اور دیئے گئے احکامات کا وہ پابند ہے۔ اس میں ان لوگوں کے لئے بڑی نصیحت ہے جو شیطان کے بہکاوے میں آ کر لوگوں سے یہ کہتے ہیں کہ ہم اللّٰہ تعالیٰ کی معرفت کے اتنے اعلیٰ مقام پر فائز ہو چکے ہیں کہ اب ہم پر کوئی عبادت لازم نہیں رہی اور ہر حرام و ناجائز چیز ہمارے لئے مباح ہو چکی ہے۔ جب مخلوق

---

1 ......النساء: ٦٤.

2 ...... کہف: ٦.

میں اللہ تعالیٰ کی سب سے زیادہ معرفت رکھنے والی اور سب سے مقرب ہستیوں یعنی اَنبیاء ورُسُل عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام سے عبادات ساقط نہیں ہوئیں بلکہ پوری کائنات میں اللہ تعالیٰ کے سب زیادہ مقرب بندے اور سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھنے والے یعنی ہمارے آقا، محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے بھی عبادات ساقط نہیں ہوئیں تو آج کل کے جاہل اور بناوٹی صوفیا کس منہ سے کہتے ہیں کہ ہم سے عبادات ساقط ہو چکی ہیں۔ ایسے بناوٹی صوفی شریعت کے نہیں بلکہ شیطان کے پیروکار ہیں اور اس کی دی ہوئی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے لوگوں کے دین مذہب اور ایمان پر ڈاکے ڈال رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے شریروں کے شر سے ہمیں محفوظ فرمائے، اٰمین۔

وَّ بَرًّۢا بِوَالِدَتِیْ٘ وَ لَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِیًّا ﴿۳۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنی ماں سے اچھا سلوک کرنے والا اور مجھے زبردست بدبخت نہ کیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (مجھے) اپنی ماں سے اچھا سلوک کرنے والا (بنایا) اور مجھے متکبر، بدنصیب نہ بنایا۔

﴿ **وَ بَرًّۢا بِوَالِدَتِیْ:** اور اپنی ماں سے اچھا سلوک کرنے والا۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے میری والدہ کا خدمت گزار بنایا ہے اور مجھے حق بات کے خلاف تکبر کرنے والا اور بدنصیب نہیں بنایا بلکہ عاجزی اور انکساری کرنے والا بنایا ہے۔

آیت ”وَ بَرًّۢا بِوَالِدَتِیْ“ سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے تین باتیں معلوم ہوئیں:

(1)...... حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی والدہ ماجدہ بدکاری کی تہمت سے بری ہیں کیونکہ اگر وہ کوئی بدکار عورت ہوتیں تو ایک معصوم رسول کو ان کے ساتھ بھلائی کرنے اور ان کی تعظیم کرنے کا حکم نہ دیا جاتا۔

(2)...... حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام بغیر باپ کے پیدا ہوئے ہیں کیونکہ آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو اپنی والدہ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس سے ماں کا مرتبہ بھی معلوم ہوا کہ انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو بھی اُن سے حسنِ سلوک کا فرمایا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو فطرت کے اعتبار سے ہی ماں سے حسنِ

سلوک کرنے والا بناتا ہے۔

(3)......انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بدعقیدگی، بدعملی، بدخلقی اور سخت دلی سے معصوم ہوتے ہیں کیونکہ بدعقیدہ اور بدعمل لوگ بدبخت ہوتے ہیں۔

وَالسَّلٰمُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَیَوْمَ اَمُوْتُ وَیَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا ﴿۳۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہی سلامتی مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن مروں گا اور جس دن زندہ اٹھایا جاؤں گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور مجھ پر سلامتی ہو جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن وفات پاؤں اور جس دن زندہ اٹھایا جاؤں۔

﴿وَالسَّلٰمُ عَلَیَّ: اور مجھ پر سلامتی ہو۔﴾ آخر میں حضرت عیسٰی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ویسا ہی کلام کیا جو گزشتہ رکوع میں حضرت یحیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے حوالے سے گزر چکا ہے کہ میں جس دن پیدا ہوا اس دن مجھ پر سلامتی ہو، جس دن وفات پاؤں اس دن مجھ پر سلامتی ہو اور جس دن زندہ اٹھایا جاؤں اس دن مجھ پر سلامتی ہو۔ جب حضرت عیسٰی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے یہ کلام فرمایا تو تمام لوگ خاموش ہو گئے اور ان کو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی والدہ ماجدہ کے نیک، پرہیزگار ہونے پر یقین آ گیا کہ جو بچہ اس طرح کی باتیں کر رہا ہے اس کی والدہ ہمارے لگائے ہوئے الزامات سے بَری ہیں، اس کلام کے بعد آپ خاموش ہو گئے اور دوبارہ اسی وقت کلام کیا جب دوسرے بچوں کی طرح بولنے کی عمر تک پہنچ گئے۔[1] اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالٰی کے نبی عَلَیْہِ السَّلَام ولادت، زندگی، وفات، حشر ہر جگہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے امن میں رہتے ہیں۔

ذٰلِکَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ ۚ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِیْ فِیْهِ یَمْتَرُوْنَ ﴿۳۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہ ہے عیسٰی مریم کا بیٹا سچی بات جس میں شک کرتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ ہے عیسٰی مریم کا بیٹا۔ سچی بات جس میں یہ شک کر رہے ہیں۔

1 ......خازن، مریم، تحت الآیۃ: ٣٣، ٣/٢٣٤.

﴿ذٰلِكَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ: یہ عیسیٰ مریم کا بیٹا ہے۔﴾ گزشتہ آیات میں حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ولادت کا قصہ تفصیل سے بیان کیا گیا تاکہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ولادت کی اصل حقیقت واضح ہو، اب اس آیتِ مبارکہ سے حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے متعلق جو یہودی اور عیسائی عقیدہ رکھتے ہیں اس کی وضاحت شروع کی گئی تاکہ اس بارے میں بھی اصل حقیقت واضح ہو کہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے متعلق ان کے عقیدے کیا ہیں۔ یہودی تو مَعَاذَ اللہ عَزَّوَجَلَّ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جادوگر، ولدُ الزِّنا کہتے تھے اور عیسائی حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام حضرت مریم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کے بیٹے ہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے برگزیدہ نبی اور بندے ہیں جیسا کہ گزشتہ آیات میں بیان کیا گیا کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے پیدا ہوتے ہی فرمایا ''اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ'' میں اللہ کا بندہ ہوں، اور یوں آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے تمام باطل نظریات کا رد کر دیا۔

مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ اِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ؕ﴿۳۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کو لائق نہیں کہ کسی کو اپنا بچہ ٹھہرائے پاکی ہے اس کو جب کسی کام کا حکم فرماتا ہے تو یونہی کہ اس سے فرماتا ہے ہو جا وہ فوراً ہو جاتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کیلئے لائق نہیں کہ وہ کسی کو اپنا بیٹا بنائے، وہ پاک ہے۔ جب وہ کسی کام کا فیصلہ فرماتا ہے تو اسے صرف یہ فرماتا ہے، ''ہو جا'' تو وہ فوراً ہو جاتا ہے۔

﴿مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ: اللہ کیلئے لائق نہیں کہ وہ کسی کو اپنا بیٹا بنائے۔﴾ اس آیت مبارکہ میں عیسائیوں کے اس عقیدے کی تردید ہے کہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بیٹے ہیں، چنانچہ اللہ تعالٰی اولاد سے اپنی پاکی بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے کہ اللہ تعالٰی کی شان کے لائق نہیں کہ وہ کسی کو اپنا بیٹا بنائے اور وہ عیسائیوں کے لگائے گئے بہتان سے پاک ہے۔ اس کی شان تو یہ ہے کہ جب وہ کسی کام کا فیصلہ فرماتا ہے تو اسے صرف یہ فرماتا ہے، ''ہو جا'' تو

وہ کام فوراً ہوجاتا ہے، اور جو ایسا قادرِ مُطْلَق ہو اسے بیٹے کی کیا حاجت ہے اور اسے کسی کا باپ کس طرح قرار دیا جاسکتا ہے۔

وَ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّیْ وَ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ﴿۳۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور عیسیٰ نے کہا بیشک اللّٰہ رب ہے میرا اور تمہارا تو اس کی بندگی کرو یہ راہ سیدھی ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور عیسیٰ نے کہا بیشک اللّٰہ میرا اور تمہارا رب ہے تو اس کی عبادت کرو۔ یہ سیدھا راستہ ہے۔

﴿وَ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّیْ وَ رَبُّكُمْ: اور بیشک اللّٰہ میرا اور تمہارا رب ہے۔﴾ اس آیت میں مذکور کلام حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا ہے، چنانچہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: بیشک اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ میرا اور تمہارا رب ہے، اس کے سوا اور کوئی رب نہیں، تو تم صرف اسی کی عبادت کرو اور اللّٰہ تعالیٰ کے جو اَحکامات میں نے تم تک پہنچائے یہ ایسا سیدھا راستہ ہے جو جنت کی طرف لے کر جاتا ہے۔[1]

فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَیْنِهِمْ ۚ فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ مَّشْهَدِ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۳۷﴾
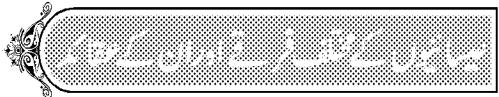
ترجمۂ کنزالایمان: پھر جماعتیں آپس میں مختلف ہوگئیں تو خرابی ہے کافروں کے لیے ایک بڑے دن کی حاضری سے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر گروہوں کا آپس میں اختلاف ہوگیا تو کافروں کے لئے خرابی ہے ایک بڑے دن کی حاضری سے۔

﴿فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَیْنِهِمْ: پھر گروہوں کا آپس میں اختلاف ہوگیا۔﴾ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بارے میں حقیقتِ حال واضح ہوجانے کے باوجود لوگوں میں ان کے متعلق کئی فرقے بن گئے حالانکہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا اپنی دودھ پینے کی عمر میں کلام کرنا اور کلام کرنے میں سب سے پہلے ہی اس اختلاف کی بیخ کنی کرنا کہ میں ایک بندہ ہوں، اور مَعَاذَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ خدا یا خدا کا بیٹا نہیں ہوں واضح طور پر دلالت کرتا ہے کہ وہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے خاص بندے

1 ......خازن، مريم، تحت الآية: ٣٦، ٣/٢٣٥.

اور رسول ہیں۔

عیسائیوں کے مختلف فرقے اور ان کے عقائد

سورۂ نساء آیت 171 کی تفسیر میں تفسیر خازن کے حوالے سے مذکور ہو چکا کہ عیسائی چار بڑے فرقوں میں تقسیم ہو گئے تھے (1) یعقوبیہ۔ (2) ملکانیہ۔ (3) نسطوریہ۔ (4) مرقوسیہ۔ ان میں سے ہر ایک حضرت عیسیٰ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے بارے میں جداگانہ کفریہ عقیدہ رکھتا تھا۔ **یعقوبیہ اور ملکانیہ** حضرت عیسیٰ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو خدا کہتے تھے۔ **نسطوریہ** حضرت عیسیٰ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو خدا کا بیٹا کہتے تھے جبکہ **مرقوسیہ** فرقے کا عقیدہ یہ تھا کہ وہ تین میں سے تیسرے ہیں، اور اس جملے کا کیا مطلب ہے اس میں بھی ان میں اختلاف تھا، بعض تین اُقْنُوم (یعنی وجود) مانتے تھے اور کہتے تھے کہ باپ، بیٹا، روحُ القدس تین ہیں اور باپ سے ذات، بیٹے سے حضرت عیسیٰ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام اور روحُ القدس سے ان میں حلول کرنے والی حیات مراد لیتے تھے گویا کہ اُن کے نزدیک اِلٰہ تین تھے اور اس تین کو ایک بتاتے تھے۔ بعض کہتے تھے کہ حضرت عیسیٰ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام ناسُوتیَّت (یعنی انسانیت) اور اُلُوہیَّت کے جامع ہیں، ماں کی طرف سے اُن میں ناسوتیت آئی اور باپ کی طرف سے الوہیت آئی "تَعَالَى اللّٰهُ عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا" (اللہ تعالیٰ ظالموں کی بات سے پاک اور بہت ہی بلند و بالا ہے) یہ فرقہ بندی عیسائیوں میں ایک یہودی نے پیدا کی جس کا نام بَولَس تھا، اُس نے اُنہیں گمراہ کرنے کے لیے اس طرح کے عقیدوں کی تعلیم دی۔[1]

البتہ تفسیر مدارک میں سورۂ مریم کی اسی آیت کے تحت عیسائیوں کے تین فرقوں کا ذکر ہے اور اس میں ملکانیہ فرقے کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ کہتا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں، مخلوق ہیں اور نبی ہیں۔[2]

نیز صدر الافاضل مفتی نعیم الدین مراد آبادی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ نے بھی اسی مقام پر تین فرقوں کا ذکر کیا ہے اور ملکانیہ فرقے کا عقیدہ بیان کرنے کے بعد لکھا ہے کہ یہ فرقہ مومن تھا۔[3]

﴿فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا: تو کافروں کے لئے خرابی ہے۔﴾ یعنی ان گروہوں میں سے جو کافر ہیں جب یہ قیامت کے بڑے دن حاضر ہوں گے تو ان کے لئے شدید عذاب ہے۔

---

1 ......خازن، النساء، تحت الآية: ۱۷۱، ۱/۴۵۴.

2 ......مدارك، مريم، تحت الآية: ۳۷، ص۶۷۳.

3 ......خزائن العرفان، مریم، تحت الآیۃ: ۳۷، ص۵۷۴۔

اَسْمِعْ بِهِمْ وَ اَبْصِرْ ۙ يَوْمَ يَاْتُوْنَنَا لٰكِنِ الظّٰلِمُوْنَ الْيَوْمَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کتنا سنیں گے اور کتنا دیکھیں گے جس دن ہمارے پاس حاضر ہوں گے مگر آج ظالم کھلی گمراہی میں ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس دن کتنا سنتے اور دیکھتے ہوں گے جس دن ہمارے پاس حاضر ہوں گے لیکن آج ظالم کھلی گمراہی میں ہیں۔

﴿اَسْمِعْ بِهِمْ وَ اَبْصِرْ: اس دن کتنا سنتے اور دیکھتے ہوں گے۔﴾ یعنی قیامت کے دن جب کافر ہمارے پاس حاضر ہوں گے تو اس دن خوب سنتے اور دیکھتے ہوں گے لیکن چونکہ انہوں نے دنیا میں حق کے دلائل کو نہیں دیکھا اور اللہ تعالیٰ کی وعیدوں کو نہیں سنا تو اُس دن کا دیکھنا اور سننا انہیں کچھ نفع نہ دے گا۔ بعض مفسرین نے کہا کہ یہ کلام ڈرانے کے طور پر ہے کہ اس دن (وہ اپنے بارے میں) ایسی ہولناک باتیں سنیں اور دیکھیں گے جن سے ان کے دل پھٹ جائیں گے، لیکن آج دنیا میں ظالم کھلی گمراہی میں ہیں، نہ حق دیکھتے ہیں نہ حق سنتے ہیں بلکہ بہرے اور اندھے بنے ہوئے ہیں، حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اِلٰہ اور معبود ٹھہراتے ہیں حالانکہ انہوں نے صراحت کے ساتھ اپنے بندہ ہونے کا اعلان فرمایا ہے۔

وقف لازم

وَ اَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ ۘ وَ هُمْ فِيْ غَفْلَةٍ وَّ هُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور انہیں ڈر سناؤ پچھتاوے کے دن کا جب کام ہو چکے گا اور وہ غفلت میں ہیں اور وہ نہیں مانتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور انہیں پچھتاوے کے دن سے ڈراؤ جب فیصلہ کر دیا جائے گا اور وہ غفلت میں ہیں اور نہیں مانتے۔

﴿وَ اَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ: اور انہیں پچھتاوے کے دن سے ڈراؤ۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کافروں کو اس دن سے ڈرائیں جس میں لوگ حسرت کریں گے، غمزدہ ہوں گے اور نیک و بد تمام لوگ پچھتائیں

گے اور اس دن اس طرح فیصلہ کر دیا جائے گا کہ جنتیوں کو جنت میں اور دوزخیوں کو دوزخ میں پہنچا کر موت کو بھی ذبح کر دیا جائے گا کہ اب ہر شخص ہمیشہ کیلئے اپنی جگہ رہے اور کسی کو موت نہ آئے ، انہیں ایسا سخت دن درپیش ہے اور ان کا حال یہ ہے کہ وہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں اور اس دن کے لئے کچھ فکر نہیں کرتے اور نہ ہی اس دن کو مانتے ہیں ۔ (1)

قیامت کے دن کی اس کیفیت کے بارے میں حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’(جب اہلِ جنت، جنت میں داخل ہو جائیں گے اور دوزخی دوزخ میں رہ جائیں گے تو) موت کو ایک سرمئی مینڈھے کی شکل میں لایا جائے گا، اسے جنت اور دوزخ کے درمیان کھڑا کیا جائے گا، پھر ایک منادی ندا کرے گا: اے اہلِ جنت! پس وہ گردن اٹھا کر دیکھیں گے تو ان سے کہا جائے گا: کیا تم اسے جانتے ہو؟ وہ کہیں گے: ہاں! جانتے ہیں، یہ تو موت ہے (کیونکہ سب اسے مرتے وقت دیکھ چکے ہوں گے) پھر کہا جائے گا: اے دوزخیو! کیا تم اسے پہچانتے ہو؟ وہ جھانک کر دیکھیں گے اور کہیں گے: ہاں، یہ موت ہے۔ پھر موت (کے مینڈھے) کو ذبح کرنے کا حکم دیا جائے گا (اور اسے ذبح کر کے) کہا جائے گا: اے اہلِ جنت! تمہیں ہمیشہ جنت میں رہنا ہے اور (اس میں کسی کے لئے) موت نہیں ہو گی۔ اے اہلِ جہنم! تم نے دوزخ میں ہمیشہ رہنا ہے اور اب تمہیں موت نہیں آئے گی۔ پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَ اَنْذِرْهُمْ یَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِیَ الْاَمْرُ ۘ وَ هُمْ فِیْ غَفْلَةٍ وَّ هُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور انہیں پچھتاوے کے دن سے ڈراؤ جب فیصلہ کر دیا جائے گا اور وہ غفلت میں ہیں اور نہیں مانتے۔‘‘

اور ہاتھ سے دنیا کی طرف اشارہ فرمایا (کہ دنیا کا شیدائی غفلت میں ہے)۔ (2)

اس آیت میں قیامت کے دن کے بارے میں ارشاد ہوا کہ وہ ایسا دن ہے جس میں لوگ حسرت کریں گے اور پچھتائیں گے اور لوگوں کا حال بیان ہوا کہ وہ اس دن کی تیاری سے غافل ہیں اور اس دن کو ماننے پر تیار نہیں، ان کے بارے میں ایک اور مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

1 ......روح البیان، مریم، تحت الآیۃ: ٣٩، ٥/٣٣٥، مدارك، مریم، تحت الآیۃ: ٣٩، ص٦٧٤، ملتقطاً.

2 ......مسلم، کتاب الجنّة وصفة نعیمها واهلها، باب النار یدخلها الجبارون... الخ، ص١٥٢٦، الحدیث: ٤٠(٢٨٤٩).

قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا یٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِیْهَاۙ وَ هُمْ یَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْؕ اَلَا سَآءَ مَا یَزِرُوْنَ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ان لوگوں نے نقصان اٹھایا جنہوں نے اپنے رب سے ملنے کو جھٹلایا یہاں تک کہ جب ان پر اچانک قیامت آئے گی تو کہیں گے: ہائے افسوس اس پر جو ہم نے اس کے ماننے میں کوتاہی کی اور وہ اپنے گناہوں کے بوجھ اپنی پیٹھ پر لادے ہوئے ہوں گے۔خبردار، وہ کتنا برا بوجھ اٹھائے ہوئے ہیں۔

اوران کا انجام بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَ رَضُوْا بِالْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ اطْمَاَنُّوْا بِهَا وَ الَّذِیْنَ هُمْ عَنْ اٰیٰتِنَا غٰفِلُوْنَۙ اُولٰٓىٕكَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہ لوگ جو ہم سے ملنے کی امید نہیں رکھتے اور دنیا کی زندگی پسند کر بیٹھے ہیں اور اس پر مطمئن ہوگئے ہیں اور وہ جو ہماری آیتوں سے غافل ہیں۔ان لوگوں کا ٹھکانا ان کے اعمال کے بدلے میں دوزخ ہے۔

لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ حسرت و پچھتاوے اور عذاب کا دن آنے سے پہلے پہلے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے گناہوں سے سچی توبہ کرلے، اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت میں اپنی زندگی بسر کرنا شروع کردے اور قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے جو اَحکامات دیئے ان کی پیروی میں لگ جائے، چنانچہ اسی چیز کا حکم دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ اَنِیْبُوْۤا اِلٰى رَبِّكُمْ وَ اَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۵۴﴾ وَ اتَّبِعُوْۤا اَحْسَنَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَۙ ﴿۵۵﴾ اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ یّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِیْ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور اس وقت سے پہلے اس کے حضور گردن رکھو کہ تم پر عذاب آئے پھر تمہاری مدد نہ کی جائے۔اور تمہارے رب کی طرف سے جو بہترین چیز تمہاری طرف نازل کی گئی ہے اس کی اس وقت سے پہلے پیروی اختیار کرلو کہ تم پر اچانک عذاب آجائے اور تمہیں خبر (بھی) نہ ہو۔

1 ......انعام: ۳۱.

2 ......یونس: ۷، ۸.

جَنْۢبِ اللّٰهِ وَ اِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ [1] (پھرایسا نہ ہو) کہ کوئی جان یہ کہے کہ ہائے افسوس ان کوتاہیوں پر جو میں نے اللّٰہ کے بارے میں کیں اور بیشک میں مذاق اڑانے والوں میں سے تھا۔

اللّٰہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اپنی اُخروی تیاری کے لئے بھرپور کوشش کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَ مَنْ عَلَيْهَا وَ اِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ﴿۴۰﴾ ع

ع ۲ / ۲۵ / ۵

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک زمین اور جو کچھ اس پر ہے سب کے وارث ہم ہوں گے اور وہ ہماری ہی طرف پھریں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک زمین اور جو کچھ اس پر ہے سب کے وارث ہم ہوں گے اور ہماری ہی طرف انہیں لوٹایا جائے گا۔

﴿ اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَ مَنْ عَلَيْهَا: بیشک زمین اور جو کچھ اس پر ہے سب کے وارث ہم ہوں گے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ جب قیامت قائم ہوگی تو اس وقت سب کچھ فنا ہو جائے گا اور میری ذات کے سوا کوئی باقی رہے گا نہ کسی کی ظاہری ملکیت باقی ہوگی (اور جب لوگوں کو زندہ کیا جائے گا تو) انہیں ہماری ہی طرف لوٹایا جائے گا اور ہم انہیں ان کے اعمال کی جزا دیں گے۔ [2]

گناہگاروں کے لئے ڈر

اس آیت میں گناہگاروں کے لئے عظیم ڈر اور تنبیہ ہے کہ دنیا میں انہوں نے جس رب تعالیٰ کی نافرمانیاں کی ہیں اور اس کے دیئے ہوئے اَحکامات کو پامال کیا ہے قیامت کے دن انہیں اسی کی بارگاہ میں لوٹ کر جانا ہے اور اسی کے حضور پیش ہو کر اپنے اعمال کا حساب دینا ہے اور وہ لوگوں کو ان کے اعمال کے مطابق جزا دے گا تو گناہگار لوگ اپنے اعمال کو سامنے رکھتے ہوئے ان کی جزا پر خود ہی غور کر لیں کہ وہ کیا ہوگی، اگر اللّٰہ تعالیٰ نے ان پر اپنا رحم نہ فرمایا اور ان کے گناہوں کو نہ بخشا تو انہیں جہنم کے انتہائی دردناک عذابات سہنے پڑیں گے، لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حساب

---

1 ......زمر٥٤-٥٦.

2 ......مدارك، مريم، تحت الآية: ٤٠، ص٦٧٤.

کے لئے پیش ہونے سے پہلے پہلے اپنے اعمال کی اصلاح کرلے تاکہ اسے اللہ تعالٰی کی بارگاہ سے اچھی جزا ملے۔

وَ اذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ﱟ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿۴۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کتاب میں ابراہیم کو یاد کرو بیشک وہ صدیق تھا غیب کی خبریں بتاتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کتاب میں ابراہیم کو یاد کرو بیشک وہ بہت ہی سچے نبی تھے۔

﴿وَ اذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ: اور کتاب میں ابراہیم کو یاد کرو۔﴾ امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اس سورت کا (بنیادی) مقصد توحید، رسالت اور حشر کو بیان کرنا ہے اور توحید کا انکار کرنے والے وہ لوگ تھے جو اللہ تعالٰی کے علاوہ کسی اور کو (اپنا) معبود مانتے تھے، پھر ان لوگوں کے بھی دو گروہ تھے، ایک گروہ زندہ اور عقل و فہم رکھنے والے انسان کو معبود مانتا تھا اور یہ عیسائیوں کا گروہ ہے، اور ایک گروہ بے جان اور عقل و فہم نہ رکھنے والی جَمادات کو معبود مانتا تھا اور یہ بتوں کے پجاریوں کا گروہ ہے اور یہ دونوں گروہ اگرچہ گمراہی میں مُشترک تھے لیکن دوسرا گروہ (پہلے کے مقابلے میں) زیادہ گمراہ تھا، چنانچہ اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالٰی نے پہلے گروہ کی گمراہی بیان فرمائی اور اب یہاں سے دوسرے گروہ کی گمراہی بیان فرما رہا ہے، چنانچہ جب حضرت زکریا اور حضرت عیسٰی عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعے کا اختتام ہوا تو گویا کہ ارشاد فرمایا ''اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ نے حضرت زکریا عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا حال ذکر کر دیا اور اب حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا حال بیان کریں۔ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا حال بیان کرنے کا حکم دینے کی وجہ یہ ہے کہ تمام لوگ اس بات سے واقف تھے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کی قوم اور آپ کے صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کتابوں کا مطالعہ کرنے اور پڑھنے لکھنے میں مشغول نہ تھے تو جب آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے یہ واقعہ کسی کمی زیادتی کے بغیر جیسا واقع ہوا تھا ویسا ہی بیان کر دیا تو یہ غیب کی خبر ہوئی اور سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ (کا غیب کی خبر دینا آپ) کی نبوت کی دلیل اور آپ کا معجزہ ہوا۔[1]

یہاں بطورِ خاص حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ بیان کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ عرب کے

1 ......تفسیر کبیر، مریم، تحت الآیۃ: ٤١، ٧/٥٤١.

مشرکین اپنے آپ کو مِلّتِ ابراہیمی کے پیروکار کہتے تھے، اس میں انہیں سمجھایا جارہا ہے کہ اگر تم ملت ابراہیمی کے پیروکار ہو تو بتوں کی پوجا کیوں کرتے ہو؟ تمہارے باپ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تو بتوں کی پوجا نہیں کرتے تھے بلکہ وہ تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کیا کرتے تھے اور اس میں کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے تھے۔ اگر تم ملت ابراہیمی پر قائم ہو تو ان کے دین کو اپناؤ اور بت پرستی چھوڑو۔

﴿اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا: بیشک وہ بہت ہی سچے نبی تھے۔﴾ آیت کے اس حصے میں حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی صِفات بیان کی جارہی ہیں کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہمیشہ سچ بولتے تھے اور نبوت کے مرتبے پر بھی فائز تھے۔ بعض مفسرین نے کہا کہ صدیق کے معنی ہیں کثیرُ التَّصدیق یعنی جو اللہ تعالیٰ اور اس کی وحدانیت کی، اس کے اَنبیاء اور اس کے رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اور مرنے کے بعد اُٹھنے کی تصدیق کرے اور اَحکامِ الٰہیہ بجالائے وہ صدّیق ہے۔ (1)

یاد رہے کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے سچے ہونے کے وصف کو بطورِ خاص بیان کرنے کی یہ حکمت بھی ہوسکتی ہے کہ بعض لوگوں کو چند واقعات کی وجہ سے شُبہ ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا کلام ان مَواقع پر حقیقت کے مطابق نہیں تھا۔ ان کی تفہیم کیلئے بطورِ خاص آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو سچا فرمایا گیا۔

[illegible]

یہاں آیت کی مناسبت سے صدیق اور نبی میں اور صدیق اور ولی میں فرق ملاحظہ ہو، چنانچہ علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ہر نبی صدیق ہے لیکن اس کا عکس نہیں (یعنی ہر صدیق نبی نہیں، اسی طرح) ہر صدیق ولی ہے لیکن اس کا عکس نہیں (یعنی ہر ولی صدیق نہیں) کیونکہ صِدِّیْقِیَّت کا مرتبہ نبوت کے مرتبے کے نیچے (اور اس کے قریب) ہے۔ (2)

اس سے معلوم ہوا کہ اَنبیاء اور رُسُل عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بعد انسانوں میں سب سے بڑا مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا ہے کیونکہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنبیاء اور رسل عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بعد صدیقیت کے سب سے اعلیٰ مقام پر فائز ہیں۔

اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ

1 ......خازن، مريم، تحت الآية: ٤١، ٣/٢٣٦.

2 ......صاوى، مريم، تحت الآية: ٤١، ١٢٣٧/٤.

عَنْكَ شَيْـًٔا(۴۲)

ترجمۂ کنزالایمان: جب اپنے باپ سے بولا اے میرے باپ کیوں ایسے کو پوجتا ہے جو نہ سنے نہ دیکھے اور نہ کچھ تیرے کام آئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جب اپنے باپ سے فرمایا: اے میرے باپ! تم کیوں ایسے کی عبادت کررہے ہو جو نہ سنتا ہے اور نہ دیکھتا ہے اور نہ تجھے کوئی فائدہ پہنچا سکتا ہے۔

﴿اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ یٰۤاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ: جب اپنے باپ سے فرمایا: اے میرے باپ! تم کیوں ایسے کی عبادت کررہے ہو۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے بت پرست (عُرفی) باپ آزر سے فرمایا ''عبادت معبود کی انتہائی تعظیم ہے اور اس کا وہی مستحق ہوسکتا ہے جو اوصاف وکمال والا اور نعمتیں دینے والا ہو اور وہ صرف اللہ تعالیٰ ہے جس کا کوئی شریک نہیں، اس لئے عبادت کا مستحق بھی صرف وہی ہے، جبکہ تم جن بتوں کی عبادت کررہے ہو ان کا حال یہ ہے کہ یہ نہ تو سنتے ہیں، نہ دیکھتے ہیں اور نہ ہی تمہارے کسی کام آسکتے ہیں بلکہ یہ خود تمہارے محتاج ہیں کہ اپنی جگہ سے دوسری جگہ بھی نہیں جاسکتے اور تم نے خود انہیں اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے تو ایسی ناکارہ اور لاچار مخلوق کی عبادت کرنا اور اس کے سامنے اپنا سر جھکانا اور اس سے کسی بھی قسم کے نفع نقصان کی امید رکھنا انتہائی حماقت کے سوا کچھ نہیں ہے۔

آزر حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا باپ تھا یا نہیں؟

قرآنِ پاک میں کئی مقامات پر ہے کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے والد کو توحید کی دعوت دی اور بت پرستی سے منع کیا اور سورۂ اَنعام کی آیت نمبر 74 میں اس کا نام آزر بھی مذکور ہے، اب حل طلب معاملہ یہ ہے کہ آزر حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا حقیقی باپ تھا یا نہیں، چنانچہ اس کے بارے مفسرین کے مختلف اَقوال ہیں، بعض مفسرین کے نزدیک آزر حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا حقیقی باپ تھا، بعض کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے والد کا نام تارح ہے اور اس کا لقب آزر ہے، بعض کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قومی زبان میں

ان کے باپ کا نام تارخ تھا اور دوسری زبانوں میں تارخ کو آزر بولا جاتا تھا، بعض کہتے ہیں کہ آزر حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے باپ کا نام نہیں بلکہ قوم کے بڑے بت کا نام آزر تھا اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے والد کا نام تارخ تھا جبکہ آزر آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے چچا کا نام تھا اور بڑوں کی یہ عادت معروف تھی کہ وہ چچا کو باپ کہہ کر پکارتے تھے۔ اور یہ آخری بات ہی درست ہے کہ آزر حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا حقیقی باپ نہیں بلکہ چچا تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حدیث پاک سے ثابت ہے کہ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا نور پاک لوگوں کی پشتوں سے پاک عورتوں کے رحموں کی طرف مُنْتَقِل ہوا اور حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام چونکہ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے آبا وَاَجداد سے ہیں اس لئے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے حقیقی والد کفر وشرک کی نجاست سے آلودہ کیسے ہو سکتے ہیں، چنانچہ علامہ شہاب الدین محمود آلوسی بغدادی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''علماءِ اہلسنّت میں سے ایک جَمِّ غفیر کی رائے یہ ہے کہ آزر حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا والد نہ تھا کیوں کہ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے آبا وَاجداد میں کوئی کافر نہ تھا، جیسا کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا فرمان ہے کہ ''میں ابتدا ہی سے آخر تک پاک لوگوں کی پشتوں سے پاک خواتین کے رحموں میں مُنْتَقِل ہوتا چلا آیا ہوں جبکہ مشرک تو نَجَس ہیں۔ اور امام رازی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا یہ کہنا کہ یہ شیعہ کا مذہب ہے درست نہیں۔ امام رازی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے اچھی طرح چھان بین نہیں کی اس لیے ان سے یہ غلطی ہوگئی۔ علماءِ اہلسنّت کی اکثریت کا قول یہ ہے کہ آزر حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے چچا کا نام ہے اور ''اَبْ'' کا لفظ چچا کے معنی میں عام استعمال ہوتا ہے۔ (1)

صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: قاموس میں ہے کہ آزر حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے چچا کا نام ہے۔ امام علامہ جلال الدین سیوطی (رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ) نے ''**مَسَالِکُ الْحُنَفَاءُ**'' میں بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ چچا کو باپ کہنا تمام ممالک میں معمول ہے بالخصوص عرب میں، قرآنِ کریم میں ہے (جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے) ''**نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَ اِلٰهَ اٰبَآىٕكَ اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا**'' اس میں حضرت اسماعیل (عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام) کو حضرت یعقوب (عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام) کے آباء میں ذکر کیا گیا ہے باوجودیکہ آپ عَم (یعنی چچا) ہیں۔ حدیث شریف میں بھی حضرت سیّدِ عالَم صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے حضرت عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کو اَبْ (یعنی باپ) فرمایا، چنانچہ

1 ......روح المعاني، الانعام، تحت الآية: ۷۴، ۲۵۳/۴.

ارشاد کیا ’’رُدُّوْا عَلَیَّ اَبِیْ ‘‘ اور یہاں اَبِیْ سے حضرت عباس (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ) مراد ہیں۔[1] لہٰذا ثابت ہوا کہ آیت میں حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے باپ (آزر) سے ان کا چچا مراد ہے حقیقی والد مراد نہیں ہیں۔

يٰۤاَبَتِ اِنِّیْ قَدْ جَآءَنِیْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ یَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِیْۤ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِیًّا ﴿۴۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے میرے باپ بیشک میرے پاس وہ علم آیا جو تجھے نہ آیا تو تُو میرے پیچھے چلا آ میں تجھے سیدھی راہ دکھاؤں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے میرے باپ! بیشک میرے پاس وہ علم آیا جو تیرے پاس نہیں آیا تو تُو میری پیروی کر، میں تجھے سیدھی راہ دکھادوں گا۔

﴿ يٰۤاَبَتِ اِنِّیْ قَدْ جَآءَنِیْ مِنَ الْعِلْمِ: اے میرے باپ! بیشک میرے پاس وہ علم آیا۔﴾ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے آزر کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ بیشک میرے پاس میرے ربعَزَّوَجَلَّ کی طرف سے اس کی معرفت کا وہ علم آیا ہے جو تیرے پاس نہیں آیا، تو تُو میرا دین قبول کر کے میری پیروی کر، میں تجھے سیدھی راہ دکھادوں گا جس سے تو اللہ تعالٰی کے قرب کی اس منزل تک پہنچ سکے گا جو مقصود ہے۔

اس آیت میں حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے جس علم کا ذکر ہوا اس کے بارے میں ایک قول تفسیر میں ذکر ہوا کہ اس سے مراد اللہ تعالٰی کی معرفت کا علم ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ اس علم سے مراد وہ وحی ہے جو فرشتہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس لے کر آتا تھا، ،یا، ،اس سے مراد آخرت کے اُمور اور اُخروی ثواب وعذاب کا علم ہے ،،یا،، اس سے مراد اللہ تعالٰی کی وحدانیت اور صرف اللہ تعالٰی کے اِلٰہ ہونے اور صرف اسی کے عبادت کا مستحق ہونے کا علم ہے۔[2] اِن اَقوال میں باہم کوئی تضاد نہیں ہے کہ حقیقت میں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو یہ سارے علوم عطا کئے گئے۔

1 ......خزائن العرفان، الانعام، تحت الآیۃ: ۷۴، ص۲۶۱۔

2 ......البحر المحیط، مریم، تحت الآیۃ: ۴۳، ۶/۱۸۲.

آیت ’’یٰۤاَبَتِ اِنِّیْ قَدْ جَآءَنِیْ مِنَ الْعِلْمِ‘‘ سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

(1)......اگر کوئی شخص عمر میں بڑا ہوا اور اسے دین کا علم حاصل نہ ہو جبکہ اس کی اولاد یا قریبی عزیزوں میں سے کوئی عمر میں اگرچہ چھوٹا ہے لیکن وہ دین کا علم رکھتا ہو تو اس سے علمِ دین سیکھنے میں شرم و عار محسوس نہیں کرنی چاہئے۔

(2)......اگر چھوٹی عمر والا بڑی عمر والے کو کوئی اچھی نصیحت کرے تو چھوٹی عمر کی وجہ سے اس کی اچھی نصیحت کو نظر انداز کرنے کی بجائے اسے قبول کرنا چاہئے۔

یٰۤاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّیْطٰنَؕ-اِنَّ الشَّیْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِیًّا(۴۴) یٰۤاَبَتِ اِنِّیْۤ اَخَافُ اَنْ یَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّیْطٰنِ وَلِیًّا(۴۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اے میرے باپ شیطان کا بندہ نہ بن بیشک شیطان رحمٰن کا نافرمان ہے۔ اے میرے باپ میں ڈرتا ہوں کہ تجھے رحمٰن کا کوئی عذاب پہنچے تو تُو شیطان کا رفیق ہو جائے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے میرے باپ! شیطان کا بندہ نہ بن، بیشک شیطان رحمٰن کا بڑا نافرمان ہے۔ اے میرے باپ! میں ڈرتا ہوں کہ تجھے رحمٰن کی طرف سے کوئی عذاب پہنچے تو تُو شیطان کا دوست ہو جائے۔

﴿ یٰۤاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّیْطٰنَ: اے میرے باپ! شیطان کا بندہ نہ بن۔﴾ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے آزر سے تیسری بات یہ ارشاد فرمائی کہ تو شیطان کا بندہ نہ بن اور اس کی فرمانبرداری کر کے کفر و شرک میں مبتلا نہ ہو، بیشک شیطان رحمٰن عَزَّوَجَلَّ کا بڑا نافرمان ہے اور نافرمان کی اطاعت کا انجام یہ ہے کہ یہ اطاعت کرنے والے کو بھی نافرمان بنا دیتی ہے اور نعمت سے محروم کر کے مشقت و عذاب میں مبتلا کر دیتی ہے۔(1)

﴿ یٰۤاَبَتِ اِنِّیْۤ اَخَافُ: اے میرے باپ! میں ڈرتا ہوں۔﴾ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے آزر سے مزید فرمایا:

1......خازن، مریم، تحت الآیۃ: ۴۴، ۳/۲۳۶، روح البیان، مریم، تحت الآیۃ: ۴۴، ۵/۳۳۶، ملتقطاً۔

مجھے ڈر ہے کہ اگر تو رحمٰن عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کرتے اور شیطان کی پیروی کرتے ہوئے کفر کی حالت میں ہی مر گیا تو تجھے رحمٰن عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے کوئی عذاب پہنچے گا اور تو لعنت میں اور جہنم کے عذاب میں شیطان کا رفیق اور دوست بن جائے گا۔ [1]

سورۂ مریم کی آیت نمبر 44 اور 45 سے حاصل ہونے والی معلومات

ان آیات سے دو باتیں معلوم ہوئیں

(1)......اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے والے کی پیروی کرنا بندے کے نافرمان بننے کا ایک سبب ہے لہٰذا ایسے لوگوں کی پیروی کی جائے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اطاعت گزار اور فرمانبردار ہوں۔

(2)......بندے کو چاہئے کہ اگر اس کے اہلِ خانہ یا عزیز رشتہ داروں میں سے جو لوگ اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل نہیں کرتے یا عمل کرنے میں سستی کرتے ہیں تو انہیں احسن انداز میں اس کی ترغیب دے اور اس حوالے سے انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بھی ڈرائے۔

قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِیْ یٰۤاِبْرٰهِیْمُ ۚ لَىٕنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَ اهْجُرْنِیْ مَلِیًّا ﴿۴۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بولا کیا تو میرے خداؤں سے منہ پھیرتا ہے اے ابراہیم بیشک اگر تو باز نہ آیا تو میں تجھے پتھراؤ کروں گا اور مجھ سے زمانہ دراز تک بے علاقہ ہو جا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بولا: کیا تو میرے معبودوں سے منہ پھیرتا ہے؟ اے ابراہیم! بیشک اگر تو باز نہ آیا تو میں تجھے پتھر ماروں گا اور تو عرصہ دراز کیلئے مجھے چھوڑ دے۔

﴿قَالَ: بولا۔﴾ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی لطف آمیز نصیحت اور دل پذیر ہدایت سے آزر نے نفع نہ اٹھایا اور وہ اس کے جواب میں بولا: کیا تو میرے معبودوں سے منہ پھیرتا ہے؟ اے ابراہیم! بیشک اگر تو بتوں کی مخالفت کرنے، اُنہیں برا کہنے اور اُن کے عیب بیان کرنے سے باز نہ آیا تو میں تجھے پتھر ماروں گا اور تو عرصۂ دراز کیلئے مجھ سے کلام کرنا

[1]......خازن، مریم، تحت الآیة: ٤٥، ٢٣٦/٣، روح البیان، مریم، تحت الآیة: ٤٥، ٣٣٦/٥، ملتقطاً.

چھوڑ دے تا کہ میرے ہاتھ اور زبان سے امن میں رہے۔[1]

[illegible]

امام فخر الدین رازی رَحْمَةُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا نصیحت کرنے کا انداز اور ان کے جواب میں آزر کا طرزِ عمل اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے سامنے اس لئے بیان فرمایا تا کہ مشرکین کی طرف سے پہنچنے والی اَذِیَّتوں پر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا دل ہلکا ہو اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جان جائیں کہ جاہلوں کا یہ مذموم طرزِ عمل (کوئی آج کا نہیں بلکہ) عرصۂ دراز سے چلا آرہا ہے۔[2]

اس میں ان مسلمانوں کے لئے بھی درس ہے جو دینِ اسلام اور اس کے اَحکام کی دعوت دینے کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں کہ اگر اس دوران انہیں کسی کافر یا کسی مسلمان کی طرف سے کسی ناقابلِ برداشت سلوک کا سامنا کرنا پڑے تو وہ رنجیدہ ہو کر اس فریضہ کی بجا آوری کو چھوڑ نہ دیں بلکہ ایسے موقع پر انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کی قوموں کے واقعات کو یاد کریں کہ ان بزرگ ترین ہستیوں نے کس طرح اسلام کی دعوت دی اور انہیں نافرمان اور سرکش کفار کی طرف سے کیسی کیسی اَذِیَّتوں کا سامنا کرنا پڑا لیکن اُنہوں نے تمام تر تکلیفوں کے باوجود دینِ اسلام کی دعوت دینے کو نہیں چھوڑا تو ہم بھی ان کی پیروی کرتے ہوئے دینِ اسلام اور اس کے احکام کی دعوت دینا نہیں چھوڑیں گے۔ اس سے اِنْ شَآءَ اللہ دل کو تسلی ملے گی اور اسے مزید تَقْوِیَت حاصل ہوگی۔

قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ ۚ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا ﴿٤٧﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کہا بس تجھے سلام ہے قریب ہے کہ میں تیرے لیے اپنے رب سے معافی مانگوں گا بیشک وہ مجھ پر مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: فرمایا: بس تجھے سلام ہے۔ عنقریب میں تیرے لیے اپنے رب سے معافی مانگوں گا بیشک وہ مجھ پر

1 ......خازن، مریم، تحت الآية: ٤٦، ٣/٢٣٧.

2 ......تفسير كبير، مريم، تحت الآية: ٤٦، ٧/٤٤٥.

بڑا مہربان ہے۔

﴿ قَالَ سَلٰمٌ عَلَیْكَ :فرمایا:بس تجھے سلام ہے۔﴾ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے چچا آزر کا جواب سن کر فرمایا ’’ تجھے دور ہی سے سلام ہے۔عنقریب میں تیرے لیے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے معافی مانگوں گا کہ وہ تجھے توبہ اور ایمان کی توفیق دے کر تیری مغفرت فرما دے، بیشک وہ مجھ پر بڑا مہربان ہے۔ [1]

آزر کے لئے دعائے مغفرت کا وعدہ کرنے کی وجہ

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے چچا آزر کے لئے جو مغفرت کی دعا فرمائی اس کا ذکر سورۂ شُعراء کی آیت نمبر 86 میں ہے اور یہاں یہ یاد رہے کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا اپنے چچا آزر سے یہ کہنا کہ ’’عنقریب میں تیرے لیے اپنے رب سے معافی مانگوں گا‘‘ اس وجہ سے تھا کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اس کے ایمان لانے کی تَوَقُّع تھی اور جب آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر اس کا ایمان نہ لانا واضح ہو گیا تو اس کے بعد آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام آزر سے بیزار ہو گئے اور پھر کبھی اس کے لئے مغفرت کی دعا نہ کی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

وَ مَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِیْمَ لِاَبِیْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَاۤ اِیَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗۤ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ؕ اِنَّ اِبْرٰهِیْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِیْمٌ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ابراہیم کا اپنے باپ کی مغفرت کی دعا کرنا صرف ایک وعدے کی وجہ سے تھا جو انہوں نے اس سے کر لیا تھا پھر جب ابراہیم کے لئے یہ بالکل واضح ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو اس سے بیزار ہو گئے۔ بیشک ابراہیم بہت آہ و زاری کرنے والا، بہت برداشت کرنے والا تھا۔

وَاَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَاَدْعُوْا رَبِّیْ ﳲ عَسٰۤى اَلَّاۤ اَكُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّیْ شَقِیًّا ﴿۴۸﴾

---

1 ……خازن، مریم، تحت الآیۃ: ٤٧، ٣/٢٣٧.

2 ……توبہ:١١٤.

ترجمۂ کنزالایمان: اور میں ایک کنارے ہوجاؤں گا تم سے اور ان سب سے جن کو اللّٰہ کے سوا پوجتے ہو اور اپنے رب کو پوجوں گا قریب ہے کہ میں اپنے رب کی بندگی سے بد بخت نہ ہوں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور میں تم لوگوں سے اور اللّٰہ کے سوا جن (بتوں) کی تم عبادت کرتے ہو ان سے جدا ہوتا ہوں اور میں اپنے رب کی عبادت کرتا ہوں۔ قریب ہے کہ میں اپنے رب کی عبادت کی وجہ سے بد بخت نہ ہوں گا۔

﴿وَ اَعْتَزِلُكُمْ: اور میں تم لوگوں سے جدا ہوتا ہوں۔﴾ حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے مزید فرمایا کہ میں بابل شہر سے شام کی طرف ہجرت کر کے تم لوگوں سے اور اللّٰہ کے سوا جن بتوں کی تم عبادت کرتے ہو ان سے جدا ہوتا ہوں اور میں اپنے اس رب عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کرتا ہوں جس نے مجھے پیدا کیا اور مجھ پر احسان فرمائے۔ پھر آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے عاجزی اور اِنکساری کرتے ہوئے فرمایا: قریب ہے کہ میں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کی وجہ سے بد بخت نہ ہوں گا۔ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جیسے تم بتوں کی پوجا کر کے بدنصیب ہوئے، خدا کے پَرَسْتار کے لئے یہ بات نہیں کیونکہ اس کی بندگی کرنے والا بد بخت اور محروم نہیں ہوتا۔ (1)

آیت "وَ اَعْتَزِلُكُمْ وَ مَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ" سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے 3 باتیں معلوم ہوئیں:

(1)...... کافروں، بدمذہبوں کے ساتھ رہنے اور ان کے ساتھ نشست برخاست رکھنے سے بچنا چاہئے، جیسے یہاں حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا ذکر ہوا کہ وہ اپنے کافر چچا سے علیحدہ ہو گئے تھے۔

(2)...... اپنا دین نہیں چھپانا چاہئے جیسے یہاں ذکر ہوا کہ حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنا دین صاف اور واضح طور پر بیان کر دیا کہ وہ صرف اس اللّٰہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں جو ان کا خالق ہے۔

(3)...... اللّٰہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والا بدنصیب نہیں ہوسکتا بلکہ بدنصیب تو وہ ہے جو اللّٰہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی عبادت کرے۔

---

(1) ...... خازن، مريم، تحت الآية: ٤٨، ٣/٢٣٧، مدارك، مريم، تحت الآية: ٤٨، ص٦٧٦، ملتقطاً.

فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ ؕ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا ﴿۴۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب ان سے اور اللہ کے سوا ان کے معبودوں سے کنارہ کر گیا ہم نے اسے اسحٰق اور یعقوب عطا کیے اور ہر ایک کو غیب کی خبریں بتانے والا کیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر جب ابراہیم لوگوں سے اور اللہ کے سوا جن (بتوں) کی وہ عبادت کرتے تھے ان سے جدا ہو گئے تو ہم نے اسے اسحاق اور (اس کے بعد) یعقوب عطا کئے اور ان سب کو ہم نے نبی بنایا۔

﴿فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ : پھر جب ابراہیم لوگوں سے جدا ہو گئے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ پھر جب حضرت ابراہیم عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام مقدس سرزمین کی طرف ہجرت کر کے لوگوں سے اور اللہ کے سوا جن بتوں کی وہ لوگ عبادت کرتے تھے ان سے جدا ہو گئے تو ہم نے حضرت ابراہیم عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو فرزند حضرت اسحاق عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام اور ان کے بعد پوتے حضرت یعقوب عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام عطا کئے تا کہ وہ ان سے اُنسِیَّت حاصل کریں اور ان سب کو ہم نے مقامِ نبوت سے سرفراز فرما کر احسان فرمایا۔[1]

یاد رہے کہ حضرت اسماعیل عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام، حضرت اسحاق عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام سے بڑے ہیں، لیکن چونکہ حضرت اسحاق عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام بہت سے انبیاء عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے والد ہیں، اس لئے خصوصیت کے ساتھ ان کا ذکر فرمایا گیا۔

آیت ’’فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ‘‘ سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے 2 باتیں معلوم ہوئیں:

(1)......حضرت ابراہیم عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی عمر شریف اتنی دراز ہوئی کہ آپ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے اپنے پوتے

1......خازن، مريم، تحت الآية: ٤٩، ٣/٢٣٧، مدارك، مريم، تحت الآية: ٤٩، ص٦٧٦، ملتقطاً.

حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو دیکھا۔

(2)......اللہ تعالیٰ کے لئے ہجرت کرنے اور اپنے گھر بار کو چھوڑنے کی حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو یہ جزا ملی کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بیٹے اور پوتے عطا فرمائے۔

وَ وَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا وَ جَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا ﴿۵۰﴾

ع ۳ ۶

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے انہیں اپنی رحمت عطا کی اور ان کے لیے سچی بلند ناموری رکھی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے انہیں اپنی رحمت عطا کی اور ان کیلئے سچی بلند شہرت رکھی۔

﴿ **وَ وَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا:** اور ہم نے انہیں اپنی رحمت عطا کی۔﴾ ارشاد فرمایا کہ ہم نے انہیں دنیا و آخرت کی عظیم ترین نعمت نبوت عطا کرنے کے ساتھ ساتھ دنیا میں وسیع رزق اور اولاد عطا کی اور ان کیلئے سچی بلند شہرت رکھی کہ ہر دین والے مسلمان ہوں خواہ یہودی یا عیسائی سب ان کی ثنا و تعریف کرتے ہیں اور مسلمانوں میں تو نمازوں کے اندر ان پر اور ان کی آل پر درود پڑھا جاتا ہے۔[1]

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام اور آزر کے واقعے سے حاصل ہونے والی معلومات

اس واقعے سے چار باتیں معلوم ہوئیں

(1)......حق کی طرف ہدایت دینے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ نرم مزاج اور اچھے اَخلاق والا ہو کیونکہ عام طور پر جو بات سختی سے کہی جاتی ہے، سننے والا اس سے منہ پھیر لیتا ہے البتہ جہاں سختی کا موقع ہو وہاں اُسی کو بروئے کار لایا جائے۔

(2)......اپنے سے بڑے مرتبے والے کی پیروی کی جائے۔ یاد رہے کہ اطاعت و فرمانبرداری میں سے سب سے بڑا مرتبہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ہے اور صحابہ و ائمۂ دین کی پیروی بھی در حقیقت اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ہی پیروی ہے۔

(3)......جو شخص دنیا و آخرت میں ظاہری و باطنی سلامتی چاہتا ہے وہ برے ساتھیوں اور بد مذہب لوگوں سے جدا ہو جائے۔

---

1 ......خازن، مریم، تحت الآیۃ: ۵۰، ۳/۲۳۷، مدارک، مریم، تحت الآیۃ: ۵۰، ص۶۷۶، ملتقطاً۔

(4)......جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی خاطر اپنی پسندیدہ چیز چھوڑ دے تو اللہ تعالیٰ اسے اس چیز سے بہت بہتر اور زیادہ پسندیدہ بدل عطا فرماتا ہے اور اس سے پہلی چیز کے چھوٹنے پر ہونے والی وحشت اُنْسِیَّت میں بدل جاتی ہے۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰۤى٘ اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا وَّ كَانَ رَسُوْلًا نَّبِیًّا ﴿۵۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کتاب میں موسیٰ کو یاد کرو بیشک وہ چنا ہوا تھا اور رسول تھا غیب کی خبریں بتانے والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کتاب میں موسیٰ کو یاد کرو، بیشک وہ چنا ہوا بندہ تھا اور وہ نبی رسول تھا۔

﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰى: اور کتاب میں موسیٰ کو یاد کرو۔﴾ اس سے پہلی آیات میں حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی صِفات بیان کی گئیں اور اب یہاں سے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی صفات بیان فرمائی جارہی ہیں، دوسرے لفظوں میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ **خلیلُ اللہ** عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی صفات بیان کرنے کے بعد اب **کلیمُ اللہ** عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی صفات بیان کی جارہی ہیں۔

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی صفات

اس رکوع میں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی پانچ صفات بیان کی گئی ہیں۔

(1)......آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے چنے ہوئے اور برگزیدہ بندے تھے۔

(2)......آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام رسول و نبی تھے۔

(3)......آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے **اللہ** تعالیٰ نے کلام فرمایا۔

(4)......آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اپنا قرب بخشا۔

(5)......آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی خواہش پر آپ کے بھائی حضرت ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو نبوت عطا کی۔

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اولاد میں سے ہیں اسی لئے ان کا ذکر حضرت اسماعیل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے پہلے فرمایا تاکہ دادا اور پوتے کے ذکر میں فاصلہ نہ ہو۔[1] ورنہ حضرت اسماعیل

1......روح المعانی، مریم تحت الآیۃ: ۵۱، ۸/۵۵۹۔

عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام حضرت موسیٰ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام سے بہت پہلے کے ہیں۔

وَنَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا ﴿۵۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اسے ہم نے طور کی داہنی جانب سے ندا فرمائی اور اسے اپنا راز کہنے کو قریب کیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے اسے طور کی دائیں جانب سے پکارا اور ہم نے اسے اپنا راز کہنے کیلئے مقرب بنایا۔

﴿ وَنَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ: اور ہم نے اسے طور کی دائیں جانب سے پکارا۔﴾ طور ایک پہاڑ کا نام ہے جو مصر اور مَدْیَن کے درمیان ہے۔ حضرت موسیٰ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو مدین سے آتے ہوئے طور کی اس جانب سے جو حضرت موسیٰ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے دائیں طرف تھی ایک درخت سے ندا دی گئی

يٰمُوْسٰۤى اِنِّیْۤ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ [1] **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** اے موسیٰ! میں ہی اللہ ہوں، تمام جہانوں کا پالنے والا۔

اس کے بعد **اللہ تعالیٰ** نے حضرت موسیٰ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام سے بلا واسطہ کلام فرمایا اور آپ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام **کلیمُ اللہ** کے شرف سے نوازے گئے۔ آپ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو مرتبۂ قرب عطا فرمایا گیا، حجاب اٹھا دیئے گئے یہاں تک کہ آپ نے قلموں کے چلنے کی آواز سنی اور آپ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی قدر و منزلت بلند کی گئی۔ [2]

یہاں **اللہ تعالیٰ** کے کلیم حضرت موسیٰ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام اور **اللہ تعالیٰ** کے حبیب صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے مقام و مرتبے کا فرق ملاحظہ ہو کہ **اللہ تعالیٰ** نے حضرت موسیٰ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام سے کوہِ طور پر جو کلام فرمایا اسے اپنے حبیب صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے ذریعے سب پر ظاہر فرما دیا لیکن **اللہ تعالیٰ** نے معراج کی رات لامکاں میں اپنے حبیب صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سے جو کلام فرمایا وہ کسی کو نہ بتایا بلکہ یہ ارشاد فرما کر سب سے چھپا دیا کہ

1 ......قصص: ۳۰.

2 ......خازن، مریم، تحت الآية: ۵۲، ۳/۲۳۷-۲۳۸.

فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى[1] ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھراس نے اپنے بندے کووحی فرمائی جواس نے وحی فرمائی۔

وَ وَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَاۤ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِیًّا ﴿۵۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنی رحمت سے اسے اس کا بھائی ہارون عطا کیا غیب کی خبریں بتانے والا (نبی)۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے اپنی رحمت سے اسے اس کا بھائی ہارون بھی دیا جو نبی تھا۔

﴾ وَ وَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَاۤ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِیًّا: اور ہم نے اپنی رحمت سے اسے اس کا بھائی ہارون بھی دیا جو نبی تھا۔﴿ یعنی جب حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ میرے گھر والوں میں سے میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر بنا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ دعا قبول فرمائی اور اپنی رحمت سے حضرت ہارون عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو نبوت عطا کی۔[2]

آیت ”وَ وَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَا“ سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں

(1)......نبوت کسبی نہیں یعنی اپنی کوشش سے کسی کو نبوت نہیں مل سکتی بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے جسے اللہ تعالیٰ چاہے صرف اسے ملتی ہے۔

(2)......حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قرب کا ایسا مقام حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کے صدقے ان کے بھائی حضرت ہارون عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو نبوت عطا فرمادی۔ اس سے اللہ تعالیٰ کے پیاروں کی عظمت کا پتہ لگا کہ ان کی دعا سے وہ نعمت ملتی ہے جو بادشاہوں کے خزانوں میں نہ ہو تو اگر ان کی دعا سے اولاد یا دنیا کی دیگر نعمتیں مل جائیں تو کیا مشکل ہے۔ البتہ اب ختمِ نبوت ہو چکی تو اب کسی کو نبوت نہیں مل سکتی۔

وَ اذْكُرْ فِی الْكِتٰبِ اِسْمٰعِیْلَ٘-اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَ كَانَ

1 ......النجم: ۱۰.
2 ......خازن، مریم، تحت الآیة: ۵۳، ۳/۲۳۸.

رَسُوْلًا نَّبِيًّا ۝۵۴

ترجمۂ کنزالایمان: اور کتاب میں اسمٰعیل کو یاد کرو بیشک وہ وعدے کا سچا تھا اور رسول تھا غیب کی خبریں بتاتا۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور کتاب میں اسماعیل کو یاد کرو بیشک وہ وعدے کا سچا تھا اور غیب کی خبریں دینے والا رسول تھا۔

﴿وَاذْكُرْ فِی الْكِتٰبِ اِسْمٰعِیْلَ: اور کتاب میں اسماعیل کو یاد کرو۔﴾ حضرت اسماعیل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے فرزند ہیں اور سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اولاد سے ہیں۔ اس آیت میں حضرت اسماعیل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دو وصف بیان کئے گئے۔

(1)......آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام وعدے کے سچے تھے۔ یاد رہے کہ تمام انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام وعدے کے سچے ہی ہوتے ہیں مگر آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا خصوصی طور پر ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اس وصف میں بہت زیادہ ممتاز تھے، چنانچہ ایک مرتبہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو کوئی شخص کہہ گیا جب تک میں نہیں آتا آپ یہیں ٹھہریں تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اس کے انتظار میں 3 دن تک وہیں ٹھہرے رہے۔ اسی طرح (جب حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام آپ کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ذبح کرنے لگے تو) ذبح کے وقت آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے صبر کرنے کا وعدہ فرمایا تھا، اس وعدے کو جس شان سے پورا فرمایا اُس کی مثال نہیں ملتی۔[1]

(2)......آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام غیب کی خبریں دینے والے رسول تھے۔ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو رسول اور نبی فرمایا گیا ہے، اس میں بنی اسرائیل کے ان لوگوں کی تردید کرنا مقصود تھا جو یہ سمجھتے تھے کہ نبوت صرف حضرت اسحاق عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے لیے ہے اور حضرت اسماعیل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نبی نہیں ہیں۔

اوپر بیان ہوا کہ حضرت اسماعیل کسی جگہ پر 3 دن تک ایک شخص کے انتظار میں ٹھہرے رہے، اسی طرح کا ایک واقعہ سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بارے میں بھی اَحادیث کی کتابوں میں موجود ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ

1 ......خازن، مریم، تحت الآیۃ: ٥٤، ٣/٢٣٨.

بن ابوالحمساء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: بِعْثَت سے پہلے میں نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کوئی چیز خریدی اوراس کی کچھ قیمت میری طرف باقی رہ گئی تھی۔ میں نے وعدہ کیا کہ اسی جگہ لاکر دیتا ہوں، میں بھول گیا اور تین دن کے بعد یاد آیا، میں گیا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اسی جگہ موجود تھے۔ ارشاد فرمایا ’’اے نوجوان! تو نے مجھے تکلیف دی ہے، میں تین دن سے یہاں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔[1]

وَكَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ ۪ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا ﴿۵۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتا اور اپنے رب کو پسند تھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتا تھا اور وہ اپنے رب کے ہاں بڑا پسندیدہ بندہ تھا۔

﴿ وَكَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ: اور وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتا تھا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ حضرت اسماعیل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنے گھر والوں اور اپنی قوم جرہم کو جن کی طرف آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام مبعوث تھے نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیتے تھے اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنی طاعت واَعمال، صبر واِستقلال اور اَحوال و خِصال کی وجہ سے اللّٰہ تعالٰی کی بارگاہ کے بڑے پسندیدہ بندے تھے۔

سیّدالمرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مختلف مواقع پر اپنے اہلِ خانہ کو نماز وغیرہ کی تلقین فرمایا کرتے تھے، چنانچہ حضرت عبداللّٰہ بن سلام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ’’جب حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اہلِ خانہ پر کوئی تنگی آتی تو آپ انہیں نماز پڑھنے کا حکم ارشاد فرماتے۔[2]
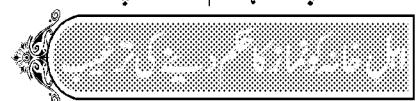
حضرت ثابت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: جب حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اہلِ خانہ کو کوئی حاجت پہنچتی تو آپ اپنے اہلِ خانہ کو ندا فرماتے: اے اہلِ خانہ! نماز پڑھو، نماز پڑھو۔[3]

1 ......ابو داؤد، کتاب الادب، باب فی العدۃ، ۴/۴۸۸، الحدیث: ۴۹۹۶.

2 ......معجم الاوسط، باب الالف، من اسمہ: احمد، ۱/۲۵۸، الحدیث: ۸۸۶.

3 ......الزھد لابن حنبل، ص۳۵، الحدیث: ۴۹.

حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ آٹھ ماہ تک حضرت علی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم کے دروازے پر صبح کی نماز کے وقت تشریف لاتے رہے اور فرماتے ''اَلصَّلَاۃُ رَحِمَکُمُ اللّٰہُ، اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْهِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَهِّرَکُمْ تَطْهِیْرًا'' نماز پڑھو، اللّٰہ تعالٰی تم پر رحم فرمائے، اللّٰہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرمادے اور تمہیں پاک کر کے خوب صاف ستھرا کر دے۔[1]

معلوم ہوا کہ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دینا اللّٰہ تعالٰی کے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سنت ہے لہٰذا ہمیں بھی چاہئے کہ ہم اپنے گھر والوں کو نماز قائم کرنے کا حکم دیں اور اس کے علاوہ ان تمام کاموں کا بھی حکم دیں جو جہنم سے نجات ملنے کا سبب ہیں۔ اللّٰہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ عَلَیْهَا مَلٰٓىٕكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَ یَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں، اس پر سختی کرنے والے، طاقتور فرشتے مقرر ہیں جو اللّٰہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جو انہیں حکم دیا جاتا ہے۔

نمازِ فجر کے لئے جگانا حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی سنت ہے، چنانچہ حضرت ابو بکرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، میں سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ نمازِ فجر کیلئے نکلا تو آپ جس سوتے ہوئے شخص کے پاس سے گزرتے اُسے نماز کیلئے آواز دیتے یا اپنے پاؤں مبارک سے ہلا دیتے۔[3] لہٰذا جو خوش نصیب انسان کسی کو فجر کی نماز کے لئے جگاتا ہے تو وہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اِس ادا کو ادا کر رہا ہے۔

وَ اذْكُرْ فِی الْكِتٰبِ اِدْرِیْسَ٘-اِنَّهٗ كَانَ صِدِّیْقًا نَّبِیًّاۗۙ(۵۶)

1 ......ابن عساكر، حرف العين، حرف الطاء فى آباء من اسمه على، على بن ابى طالب... الخ، ۴۲/۱۳٦.

2 ......تحريم: ٦.

3 ......ابوداؤد، كتاب التطوّع، باب الاضطجاع، ۲/۳۳، الحديث: ۱۲٦۴.

ترجمۂ کنزالایمان: اور کتاب میں ادریس کو یاد کرو بیشک وہ صدیق تھا غیب کی خبریں دیتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کتاب میں ادریس کو یاد کرو بیشک وہ بہت ہی سچا نبی تھا۔

﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ : اور کتاب میں ادریس کو یاد کرو۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ہماری اس کتاب میں حضرت ادریس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا ذکر فرمائیں، بیشک وہ بہت ہی سچے نبی تھے۔

حضرت ادریس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا مختصر تعارف

آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا نام اخنوخ ہے اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے والد کے دادا ہیں۔ حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بعد آپ ہی پہلے رسول ہیں۔ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے والد حضرت شیث بن آدم عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہیں۔ سب سے پہلے جس شخص نے قلم سے لکھا وہ آپ ہی ہیں۔ کپڑوں کو سینے اور سلے ہوئے کپڑے پہننے کی ابتدا بھی آپ ہی سے ہوئی، آپ سے پہلے لوگ کھالیں پہنتے تھے۔ سب سے پہلے ہتھیار بنانے والے، ترازو اور پیمانے قائم کرنے والے اور علمِ نجوم اور علمِ حساب میں نظر فرمانے والے بھی آپ ہی ہیں اور یہ سب کام آپ ہی سے شروع ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر تیس صحیفے نازِل کئے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والے صحیفوں کا کثرت سے درس دینے کی وجہ سے آپ کا نام ادریس ہوا۔[1]

درسِ قرآن اور درسِ علمِ دین کے فضائل

حضرت ادریس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والے صحیفوں کا کثرت سے درس دیا کرتے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کا درس دینا انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سنت ہے، اس مناسبت سے یہاں قرآنِ مجید کا درس دینے کی فضیلت اور علمِ دین کا درس دینے کے دو فضائل ملاحظہ ہوں:

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جو لوگ اللہ تعالیٰ کے گھروں میں سے کسی گھر میں جمع ہوتے ہیں اور وہ قرآنِ مجید کی تلاوت کرتے اور ایک دوسرے کو اس کا

1......خازن، مريم، تحت الآية: ٥٦، ٣/٢٣٨، مدارك، مريم، تحت الآية: ٥٦، ص٦٧٧، روح البيان، مريم، تحت الآية: ٥٦، ٥/٣٤١، ملتقطاً.

درس دیتے ہیں تو اُن پر سکون نازل ہوتا ہے، رحمت انہیں ڈھانپ لیتی ہے اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر فرشتوں میں فرماتا ہے۔[1]

(2)......حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''وہ عالم جو صرف فرض نماز پڑھ کر بیٹھ جاتا پھر لوگوں کو علمِ دین سکھاتا ہے اس کی بزرگی اس عابد پر جو دن کو روزہ رکھتا اور رات کو قیام کرتا ہے، ایسی ہے جیسے میری فضیلت تمہارے ادنیٰ پر۔[2]

(3)......حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں ''رات میں ایک گھڑی علم کا پڑھنا پڑھانا پوری رات (عبادت کرتے ہوئے) بیدار رہنے سے افضل ہے۔[3]

قرآنِ مجید کا درس دینے سے متعلق اہم تنبیہ

یاد رہے کہ جو شخص عالم نہیں اس کا درسِ قرآن دینا جائز نہیں ہاں اگر وہ کسی سُنّی، صحیح العقیدہ ماہر عالم کی لکھی ہوئی تفسیر سے صرف وہی الفاظ پڑھ کر سناتا ہے جو انہوں نے لکھے ہیں اور اس کی اپنی طرف سے کوئی وضاحت یا تشریح نہیں کرتا تو یہ جائز ہے، یونہی علماء میں سے بھی انہیں ہی درسِ قرآن دینا چاہئے جنہوں نے معتبر علماءِ کرام کی تفاسیر، اَحادیث اوران کی شروحات، فقہی اَحکام اور دیگر ضروری علوم کا مُعْتَدْ بِہا (اچھا خاصا) مطالعہ کیا ہو۔ درسِ قرآن دینے والا ہر شخص ان 3 اَحادیث کو ضرور اپنے پیشِ نظر رکھے

(1)......حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جو قرآن میں علم کے بغیر کچھ کہے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔[4]

(2)......حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جو قرآن میں اپنی رائے سے کچھ کہے وہ اپنا ٹھکانہ آگ سے بنائے۔[5]

1......مسلم، کتاب الذکر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب فضل الاجتماع علی تلاوة القرآن وعلی الذکر، ص١٤٤٧، الحدیث: ٣٨(٢٦٩٩).

2......دارمی، باب من قال: العلم الخشية وتقوی اللّٰه، ١/١٠٠، الحدیث: ٢٨٩.

3......دارمی، باب العمل بالعلم وحسن النيّة فيه، ١/٩٤، الحدیث: ٢٦٤.

4......ترمذی، کتاب تفسیر القرآن عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم، باب ما جاء فی الذی یفسّر القرآن برأیه، ٤/٤٣٩، الحدیث: ٢٩٥٩.

5......ترمذی، کتاب تفسیر القرآن عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم، باب ما جاء فی الذی یفسّر القرآن برأیه، ٤/٤٣٩، الحدیث: ٢٩٦٠.

(3)......حضرت جندب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جو قرآن میں اپنی رائے سے کہے پھر ٹھیک بھی کہہ دے تب بھی وہ خطا کر گیا۔''[1]

وَّ رَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِیًّا(۵۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے اسے بلند مکان پر اٹھالیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے اسے ایک بلند مکان پر اٹھالیا۔

﴿وَ رَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِیًّا: اور ہم نے اسے ایک بلند مکان پر اٹھالیا۔﴾ حضرت ادریس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بلند مکان پر اٹھا لینے کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ اس سے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے مرتبے کی بلندی مراد ہے اور ایک قول یہ ہے کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو آسمان پر اٹھالیا گیا ہے اور زیادہ صحیح یہی قول ہے کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو آسمان پر اٹھالیا گیا ہے۔[2]

اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ مِنْ ذُرِّیَّةِ اٰدَمَۗ وَ مِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ٘ وَّ مِنْ ذُرِّیَّةِ اِبْرٰهِیْمَ وَ اِسْرَآءِیْلَ٘ وَ مِمَّنْ هَدَیْنَا وَ اجْتَبَیْنَاؕ اِذَا تُتْلٰى عَلَیْهِمْ اٰیٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّ بُكِیًّا(۵۸) السجدة

السجدة ۵

ترجمۂ کنزالایمان: یہ ہیں جن پر اللہ نے احسان کیا غیب کی خبریں بتانے والوں میں سے آدم کی اولاد سے اور ان میں جن کو ہم نے نوح کے ساتھ سوار کیا تھا اور ابراہیم اور یعقوب کی اولاد سے اور ان میں سے جنہیں ہم نے راہ دکھائی اور چن

1 ......ترمذی، کتاب تفسیر القرآن عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ، باب ما جاء فی الذی یفسّر القرآن برأیہ ، ٤ / ٤٤٠ ، الحدیث: ٢٩٦١.

2 ......خازن، مریم، تحت الآیۃ: ٥٧، ٣/٢٣٨.

لیا جب ان پر رحمٰن کی آیتیں پڑھی جاتیں گر پڑتے سجدہ کرتے اور روتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ وہ انبیاء ہیں جن پر اللہ نے احسان کیا، جو آدم کی اولاد میں سے ہیں اور ان لوگوں میں سے ہیں جنہیں ہم نے نوح کے ساتھ سوار کیا تھا اور ابراہیم اور یعقوب کی اولاد میں سے ہیں اور ان لوگوں میں سے ہیں جنہیں ہم نے ہدایت دی اور چن لیا۔ جب ان کے سامنے رحمٰن کی آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو یہ سجدہ کرتے ہوئے اور روتے ہوئے گر پڑتے ہیں۔

﴿ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ : یہ وہ ہیں جن پر اللہ نے احسان کیا۔ ﴾ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے سورۂ مریم کی ابتدا سے یہاں تک مختلف انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے حالات و واقعات فرداً فرداً بیان فرمائے مگر اب تمام انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا مشترکہ ذکر کیا جا رہا ہے جن میں حضرت ادریس، حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل، حضرت اسحاق، حضرت یعقوب، حضرت موسیٰ، حضرت ہارون، حضرت زکریا، حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام شامل ہیں اور یہ وہ مبارک ہستیاں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے نبوت و رسالت کا منصب عطا کر کے ان پر اپنا خصوصی احسان فرمایا اور انہیں اپنی طرف ہدایت دی اور انہیں شریعت کی تشریح اور حقیقت کے کشف کے لئے چن لیا۔

﴿ اِذَا تُتْلٰى عَلَیْهِمْ اٰیٰتُ الرَّحْمٰنِ : جب ان کے سامنے رحمٰن کی آیات کی تلاوت کی جاتی ہے۔ ﴾ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ اے لوگو! تم سے پہلے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نسبی شرافت میں بلند رتبہ رکھنے، نفس کے کامل ہونے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قرب کے مقام پر فائز ہونے کے باوجود جب اپنے اوپر نازل ہونے والی کتابوں میں اللہ تعالیٰ کی آیتیں سنتے تو اللہ تعالیٰ کے خوف سے رویا کرتے اور سجدے کیا کرتے تھے تو تم بھی ان کی سیرت پر عمل کرو (اور جب قرآن کی آیتیں سنو تو اللہ تعالیٰ کے خوف سے گریہ وزاری کیا کرو)۔ (1)

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے کلام کی آیات سن کر رونا انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سنت اور ان کا طریقہ ہے۔ سیّدُ المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بھی قرآنِ مجید کی آیات سن کر رویا کرتے تھے، جیسا کہ حضرت ابراہیم

1 ......روح البيان، مريم، تحت الآية: ٥٨، ٥/٣٤٣، خازن، مريم، تحت الآية: ٥٨، ٣/٢٣٩، ملتقطاً.

رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے فرمایا ''مجھے قرآن پاک سناؤ۔ انہوں نے عرض کی: میں (کس طرح) آپ کو قرآن مجید سناؤں حالانکہ آپ پر قرآن مجید نازل ہوا ہے۔ ارشاد فرمایا'' میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ میں کسی اور سے قرآن کریم سنوں۔ راوی کہتے ہیں: پھر انہوں نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو سورۂ نساء کی ابتدائی آیات سنائیں اور جب اس آیت پر پہنچے

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِيْدًا [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیسا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور اے حبیب! تمہیں ان سب پر گواہ اور نگہبان بنا کر لائیں گے۔

تو سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مبارک آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ [2]

نیز قرآن کریم کی آیات سن کر رونا عارفین کی صفت اور صالحین کا شِعار رہے، جیسا کہ اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے

اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ﴿۱۰۷﴾ وَّ يَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَاۤ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ﴿۱۰۸﴾ وَ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَ يَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ﴿۱۰۹﴾ السجدۃ [3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جب ان کے سامنے اس کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ ٹھوڑی کے بل سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔ اور کہتے ہیں ہمارا رب پاک ہے، بیشک ہمارے رب کا وعدہ پورا ہونے والا تھا۔ اور وہ روتے ہوئے ٹھوڑی کے بل گرتے ہیں اور یہ قرآن ان کے دلوں کے جھکنے کو اور بڑھا دیتا ہے۔

(یہ آیت سجدہ ہے، اسے زبان سے پڑھنے اور سننے والے پر سجدۂ تلاوت کرنا واجب ہے۔)

اور حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے بھی اپنی امت کو اس کی تعلیم دی ہے، جیسا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''یہ قرآن غم کے ساتھ نازل ہوا تھا، جب تم اسے پڑھو تو روؤ اور اگر رو نہ سکو تو رونے کی شکل بنا لو۔ [4]

---

1 ......النساء:٤١.

2 ......مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرها، باب فضل استماع القرآن... الخ، ص٤٠١، الحدیث: ٢٤٨(٨٠٠).

3 ......بنی اسرائیل:١٠٧-١٠٩.

4 ......ابن ماجه، کتاب اقامة الصلاة والسنّة فیها، باب فی حسن الصوت بالقرآن، ١٢٩/٢، الحدیث: ١٣٣٧.

اس لئے ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ جب بھی قرآنِ مجید کی تلاوت کرے تو اپنے گناہوں اور اللہ تعالٰی کی گرفت وعذاب کو یاد کر کے رویا کرے اور اگر اسے رونا نہ آئے تو رونے والوں جیسی صورت بنالے۔

[illegible]

یاد رہے کہ زیرِ تفسیر آیت ان آیات میں سے ہے جنہیں پڑھنے اور سننے والے پر سجدۂ تلاوت کرنا واجب ہے۔ یہاں اسی آیت سے متعلق دو حکایات ملاحظہ ہوں:

(1)......حضرت ابو معمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے سورۂ مریم کی تلاوت اور (سجدہ کرنے کے بعد) فرمایا ''یہ سجدے ہیں تو رونا کہاں ہے؟ [1]

(2)......حضرت عبد الرحمٰن بن ابو لیلیٰ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے سورۂ مریم کی تلاوت کی، جب وہ اللہ تعالٰی کے اس فرمان '' **خَرُّوْا سُجَّدًا وَّ بُكِیًّا** '' پر پہنچے تو انہوں نے سجدۂ تلاوت کیا اور جب سجدے سے سر اٹھایا تو فرمایا ''یہ سجدہ ہے تو رونا کہاں ہے؟ [2] ان بزرگوں کے اس قول سے یہ بھی مراد ہوسکتا ہے کہ سجدہ کر کے رونے والے لوگ اب کہاں ہیں؟ اب تو لوگوں کا حال یہ ہے کہ وہ سجدہ تو کر لیتے ہیں لیکن ان کی آنکھیں آنسوؤں سے تر نہیں ہوتیں۔ ان بزرگوں کے یہ فرمان دراصل ہماری تربیت اور اِصلاح کے لئے ہیں، اے کاش! ہمیں بھی تلاوتِ قرآن کے وقت اللہ تعالٰی کے خوف سے رونا نصیب ہوجائے۔

آیت «اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ» [illegible]

اس سے تین باتیں معلوم ہوئیں:

(1)......اللہ تعالٰی کے کلام کی تلاوت کرنا اور تلاوت کرا کر سننا دونوں ہی پسندیدہ طریقے ہیں۔

(2)......اللہ تعالٰی کے کلام کی تلاوت خشوع وخضوع کے ساتھ کرنا اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں پسندیدہ ہے۔

(3)......اللہ تعالٰی کے کلام کو پڑھ یا سن کر عذاب کے خوف یا دل کے ذوق کی وجہ سے گریہ وزاری کرنا اللہ تعالٰی کو پسند ہے اور اس کے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سنت ہے۔

---

1 ......شعب الايمان، التاسع عشر من شعب الايمان... الخ، فصل فى البكاء عند قراء ته، ٢/٣٦٥، الحديث: ٢٠٥٩.

2 ......شرح البخارى لابن بطال، كتاب فضائل القرآن، باب البكاء عند قراءة القرآن، ١٠/٢٨٢.

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَ اتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ﴿۵۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو ان کے بعد ان کی جگہ وہ ناخلف آئے جنہوں نے نمازیں گنوائیں اور اپنی خواہشوں کے پیچھے ہوئے تو عنقریب وہ دوزخ میں غی کا جنگل پائیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ان کے بعد وہ نالائق لوگ ان کی جگہ آئے جنہوں نے نمازوں کو ضائع کیا اور اپنی خواہشوں کی پیروی کی تو عنقریب وہ جہنم کی خوفناک وادی غی سے جاملیں گے۔

﴾ فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ: تو ان کے بعد وہ نالائق لوگ ان کی جگہ آئے۔﴿ اس آیت میں انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بعد آنے والے ناخلف اور نالائق لوگوں کی دو خرابیاں بیان کی گئی ہیں۔ **(1)**......انہوں نے نمازیں ضائع کیں۔ اس سے مراد فرض نمازیں چھوڑ دینا یا نماز کا وقت گزار کر نماز پڑھنا مراد ہے، مثلاً ظہر کی نماز عصر میں اور عصر کی مغرب میں پڑھنا۔ **(2)**......اپنی خواہشوں کی پیروی کی۔ یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کو ترجیح دی اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے کی بجائے گناہوں کو اختیار کیا۔[1] ایسے لوگوں کے بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پہلے جس امت میں بھی جو نبی بھیجا اس نبی کے لئے اس امت میں سے کچھ مددگار اور اصحاب ہوتے تھے جو اپنے نبی کے طریقۂ کار پر کاربند رہتے، پھر ان صحابہ کے بعد کچھ نالائق لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے اپنے کام کے خلاف بات کی اور جس کا حکم دیا گیا اس کے خلاف کام کیا لہٰذا جس شخص نے ہاتھوں سے ان کے خلاف جہاد کیا وہ مومن ہے، اور جس نے ان کے خلاف زبان سے جہاد کیا وہ مومن ہے، اور جس نے دل سے ان کے خلاف جہاد کیا وہ بھی مومن ہے اور اس کے بعد رائی کے دانہ برابر بھی ایمان کا کوئی درجہ نہیں۔[2]

1......خازن، مریم، تحت الآیة: ۵۹، ۳/۲۴۰.

2......مسلم، کتاب الایمان، باب بیان کون النھی عن المنکر من الایمان... الخ، ص۴۴، الحدیث: ۸۰(۵۰).

نمازیں ضائع کرنے کی مذمت پر 3 احادیث

اس آیت میں نمازیں ضائع کرنے کو سب سے پہلے اور دیگر گناہوں کو بعد میں ذکر کیا گیا، اس سے معلوم ہوا کہ نمازیں ضائع کرنا گناہوں کی جڑ ہے۔ نمازیں ضائع کرنے کی کئی صورتیں ہیں، جیسے نماز نہ پڑھنا، بے وقت پڑھنا، ہمیشہ نہ پڑھنا، ریاکاری سے پڑھنا اور نیت کے بغیر نماز شروع کر دینا وغیرہ۔ اَحادیث میں نماز ضائع کرنے کی بہت وعیدیں بیان کی گئی ہیں، ان میں سے 3 وعیدیں درج ذیل ہیں۔

(1)......حضرت نوفل بن معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جس کی نماز فوت ہوئی گویا اس کے اہل و مال جاتے رہے۔''[1]

(2)......حضرت اُمِّ ایمن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا سے روایت ہے، حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''قصداً نماز ترک نہ کرو کیونکہ جو قصداً نماز ترک کر دیتا ہے، **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ اور رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اس سے بری الذِّمہ ہیں۔''[2]

(3)......حضرت عقبہ بن عامر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''عنقریب میری امت سے کتاب والے اور دودھ والے ہلاک ہوں گے۔ میں نے عرض کی: **یارسولَ اللّٰہ**! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کتاب والوں سے کیا مراد ہے؟ ارشاد فرمایا ''یہ وہ لوگ ہیں جو **اللّٰہ** کی کتاب کو اس لئے سیکھیں گے تا کہ اس کے ذریعے ایمان والوں سے جھگڑا کریں۔ میں نے پھر عرض کی: **یارسولَ اللّٰہ**! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، دودھ والوں سے کیا مراد ہے؟ ارشاد فرمایا ''یہ وہ لوگ ہیں جو خواہشات کی پیروی کریں گے اور اپنی نمازیں ضائع کریں گے۔''[3]

﴿فَسَوْفَ یَلْقَوْنَ غَیًّا: عنقریب وہ جہنم کی خوفناک وادی غی سے جاملیں گے۔﴾ آیت کے اس حصے میں نمازیں ضائع کرنے اور **اللّٰہ** تعالٰی کی اطاعت کے مقابلے میں اپنی خواہشوں کی پیروی کرنے والوں کا انجام بیان کیا گیا کہ وہ عنقریب جہنم کی خوفناک وادی غی میں ڈال دیئے جائیں گے۔

1......بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام، ۲/۵۰۱، الحدیث: ۳۶۰۲.

2......مسند امام احمد، مسند القبائل، حدیث امّ ایمن رضی اللہ عنہا، ۱۰/۳۸۶، الحدیث: ۲۷۴۳۳.

3......مستدرک، کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ مریم، سیھلک من امتی اھل الکتاب واھل اللبن، ۳/۱۲۶، الحدیث: ۳۴۶۹.

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: غی جہنم میں ایک وادی ہے جس کی گرمی سے جہنم کی وادیاں بھی پناہ مانگتی ہیں۔ یہ اُن لوگوں کے لئے ہے جو زنا کے عادی اور اس پر مُصر ہوں، جو شراب کے عادی ہوں، جو سود خور اور سود کے عادی ہوں، جو والدین کی نافرمانی کرنے والے ہوں اور جو جھوٹی گواہی دینے والے ہوں۔ [1]

صدرالشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: غی جہنم میں ایک وادی ہے، جس کی گرمی اور گہرائی سب سے زیادہ ہے، اس میں ایک کنواں ہے، جس کا نام ''ھَبْھَبْ'' ہے، جب جہنم کی آگ بجھنے پر آتی ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کنویں کو کھول دیتا ہے، جس سے وہ بدستور بھڑکنے لگتی ہے۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا)

كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا — جب بجھنے پر آئے گی ہم انھیں اور بھڑک زیادہ کریں گے۔''

یہ کنواں بے نمازوں اور زانیوں اور شرابیوں اور سود خواروں اور ماں باپ کو اِیذا دینے والوں کے لیے ہے۔ [2]

اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓىٕكَ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا یُظْلَمُوْنَ شَیْــٴًـا ﴿۶۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: مگر جو تائب ہوئے اور ایمان لائے اور اچھے کام کئے تو یہ لوگ جنت میں جائیں گے اور انہیں کچھ نقصان نہ دیا جائے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: مگر جنہوں نے توبہ کی اور ایمان لائے اور نیک کام کئے تو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر کوئی زیادتی نہیں کی جائے گی۔

﴿اِلَّا مَنْ تَابَ: مگر جنہوں نے توبہ کی۔﴾ ارشاد فرمایا کہ نمازیں ضائع کرنے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی بجائے گناہوں

---

1 ......بغوی، مریم، تحت الآیۃ: ۵۹، ۳/۱۶۸.

2 ...... بہارِ شریعت، حصہ سوم، نماز کا بیان، ۱/۴۳۴۔

کو اختیار کرنے والے تو جہنم کی خوفناک وادی غی میں جائیں گے مگر جنہوں نے کفر وشرک اور دیگر گناہوں سے توبہ کرلی اور کفر کی جگہ ایمان کو اختیار کیا اور اس کے بعد نیک کام کئے تو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر کوئی زیادتی نہیں کی جائے گی اور ان کے اعمال کی جزا میں کچھ بھی کمی نہ کی جائے گی۔[1] اس آیت سے معلوم ہوا کہ کافر کے لئے پہلے کفر سے بیزاری کا اظہار کرنا، پھر ایمان لانا اور پھر نیک اعمال کرنا ضروری ہیں۔

جَنّٰتِ عَدۡنِ الَّتِیۡ وَعَدَ الرَّحۡمٰنُ عِبَادَهٗ بِالۡغَیۡبِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ وَعۡدُهٗ مَاۡتِیًّا ﴿۶۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بسنے کے باغ جن کا وعدہ رحمٰن نے اپنے بندوں سے غیب میں کیا بیشک اس کا وعدہ آنے والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہمیشہ رہنے کے ان باغوں میں (داخل ہوں گے) جن کا وعدہ رحمٰن نے اپنے بندوں سے ان کے دیکھے بغیر فرمایا ہے۔ بیشک اس کا وعدہ آنے والا ہے۔

﴿جَنّٰتِ عَدۡنٍ: ہمیشہ رہنے کے باغوں میں۔﴾ یعنی جنہوں نے توبہ کی، ایمان لائے اور نیک اعمال کئے وہ ہمیشہ رہنے کے ان باغوں میں داخل ہوں گے جن کا وعدہ رحمٰن نے اپنے اِن بندوں سے فرمایا ہے اس حال میں کہ جنت اِن سے غائب ہے اور اِن کی نظر کے سامنے نہیں یا اس حال میں کہ وہ جنت سے غائب ہیں اور اس کا مشاہدہ نہیں کرتے اور یہ محض اس کی خبر ملنے سے ہی اس پر ایمان لے آئے ہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے جنت کا جو وعدہ فرمایا ہے اس کا وہ وعدہ یقینی طور پر آنے والا ہے۔[2]

لَا یَسۡمَعُوۡنَ فِیۡهَا لَغۡوًا اِلَّا سَلٰمًا ؕ وَ لَهُمۡ رِزۡقُهُمۡ فِیۡهَا بُكۡرَةً وَّ عَشِیًّا ﴿۶۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ اس میں کوئی بیکار بات نہ سنیں گے مگر سلام اور انہیں اس میں ان کا رزق ہے صبح وشام۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ ان باغات میں کوئی بیکار بات نہ سنیں گے مگر سلام اور ان کیلئے اس میں صبح وشام ان کا رزق ہے۔

1 ......روح البیان، مریم، تحت الآیۃ: ٦٠، ٥/٣٤٥.

2 ......روح البیان، مریم، تحت الآیۃ: ٦١، ٥/٣٤٥.

﴿ لَا یَسۡمَعُوۡنَ فِیۡہَا لَغۡوًا: وہ ان باغات میں کوئی بیکار بات نہ سنیں گے۔﴾ یعنی جن باغات کا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے وعدہ فرمایا ہے ان کا وصف یہ ہے کہ جنتی ان باغات میں کوئی بیکار بات نہ سنیں گے، البتہ وہ فرشتوں کا یا آپس میں ایک دوسرے کا سلام سنیں گے اور ان کیلئے جنت میں صبح وشام ان کا رزق ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جنت میں انہیں دائمی طور پر رزق ملے گا کیونکہ جنت میں رات اور دن نہیں ہیں بلکہ اہلِ جنت ہمیشہ نور ہی میں رہیں گے۔ یا اس سے مراد یہ ہے کہ دنیا کے دن کی مقدار میں دو مرتبہ جنتی نعمتیں ان کے سامنے پیش کی جائیں گی (البتہ وہ خود جس وقت جتنا چاہیں گے کھائیں گے، ان پر کوئی پابندی نہ ہوگی)۔ [1]

بیکار باتوں سے پرہیز کریں

اللہ تعالیٰ نے اپنی عظیم الشان نعمتوں کے گھر جنت کو فضول اور بیکار باتوں سے پاک فرمایا ہے، اس سے معلوم ہوا دنیا میں رہتے ہوئے بھی ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ بیکار باتوں سے بچتا رہے اور فضول کلام سے پرہیز کرے۔ اللہ تعالیٰ کامل ایمان والوں کا وصف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

وَ اِذَا مَرُّوۡا بِاللَّغۡوِ مَرُّوۡا کِرَامًا [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب کسی بیہودہ بات کے پاس سے گزرتے ہیں تو اپنی عزت سنبھالتے ہوئے گزر جاتے ہیں۔

اور ارشاد فرماتا ہے

وَ اِذَا سَمِعُوا اللَّغۡوَ اَعۡرَضُوۡا عَنۡہُ وَ قَالُوۡا لَنَاۤ اَعۡمَالُنَا وَ لَکُمۡ اَعۡمَالُکُمۡ ۫ سَلٰمٌ عَلَیۡکُمۡ ۫ لَا نَبۡتَغِی الۡجٰہِلِیۡنَ [3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب بیہودہ بات سنتے ہیں اس سے منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں: ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہیں۔ بس تمہیں سلام، ہم جاہلوں (کی دوستی) کو نہیں چاہتے۔

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا

---

1 ......روح البيان، مريم، تحت الآية: ٦٢، ٥/٣٤٥.

2 ......فرقان: ٧٢.

3 ......قصص: ٥٥.

’’(یہ بات) آدمی کے اسلام کے حسن سے ہے کہ وہ لایعنی چیز کو چھوڑ دے۔[1] اللہ تعالیٰ ہمیں بیکار باتوں اور فضول کلام سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِیْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِیًّا ﴿۶۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہ وہ باغ ہے جس کا وارث ہم اپنے بندوں میں سے اسے کریں گے جو پرہیز گار ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ وہ باغ ہے جس کا وارث ہم اپنے بندوں میں سے اسے کریں گے جو پرہیز گار ہو۔

﴿ **تِلْكَ الْجَنَّةُ:** یہ وہ باغ ہے۔﴾ یعنی جس جنت کے اوصاف بیان ہوئے یہ وہ باغ ہے جو ہم اپنے ان بندوں کو عطا کریں گے جو پرہیز گار ہو۔ اس آیت کی تفسیر میں ایک قول یہ بھی ہے کہ ہم نے جنت میں کفار کے ایمان لانے کی صورت میں ان کے لئے جو مکانات تیار کئے ہیں ان کا وارث ہم اپنے پرہیز گار بندوں کو کریں گے۔[2] یاد رہے کہ جنت متقی اور پرہیز گار مسلمان کو ملے گی اور گناہگار مسلمانوں کو بھی جو جنت ملے گی وہ ان کے گناہوں کی معافی یا خاتمے کے بعد ہی ملے گی یعنی جنت میں داخل ہوتے وقت وہ بھی گناہوں سے پاک ہو چکے ہوں گے۔

وَ مَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ ۚ لَهٗ مَا بَیْنَ اَیْدِیْنَا وَ مَا خَلْفَنَا وَ مَا بَیْنَ ذٰلِكَ ۚ وَ مَا كَانَ رَبُّكَ نَسِیًّا ﴿۶۴﴾ۚ

ترجمۂ کنزالایمان: (اور جبریل نے محبوب سے عرض کی) ہم فرشتے نہیں اُترتے مگر حضور کے رب کے حکم سے اسی کا ہے جو ہمارے آگے ہے اور جو ہمارے پیچھے اور جو اس کے درمیان ہے اور حضور کا رب بھولنے والا نہیں۔

---

1 ......ترمذی، کتاب الزھد، ۱۱-باب، ۱۴۲/۴، الحدیث: ۲۳۲۵.

2 ......روح البیان، مریم، تحت الآیۃ: ۶۳، ۳۴۶/۵، خازن، مریم، تحت الآیۃ: ۶۳، ۲۴۰/۳، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہم فرشتے صرف آپ کے رب کے حکم سے ہی اترتے ہیں۔ سب اسی کا ہے جو ہمارے آگے ہے اور جو کچھ ہمارے پیچھے اور جو اس کے درمیان ہے اور آپ کا رب بھولنے والا نہیں ہے۔

﴿وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ: ہم فرشتے صرف آپ کے رب کے حکم سے ہی اترتے ہیں۔﴾ اس آیت کے شانِ نزول کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام سے فرمایا: اے جبریل! عَلَیْہِ السَّلَام، تم جتنا ہمارے پاس آتے ہو اس سے زیادہ کیوں نہیں آتے؟ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔[1] اور حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے اللہ تعالیٰ کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم فرشتے صرف آپ کے رب عَزَّوَجَلَّ کے حکم سے ہی اترتے ہیں اور تمام جگہوں کا وہی مالک ہے، ہم ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف نقل و حرکت کرنے میں اس کے حکم و مَشِیَّت کے تابع ہیں، وہ ہر حرکت و سکون کا جاننے والا اور غفلت و نسیان سے پاک ہے، اس لئے وہ جب چاہے گا ہمیں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں بھیجے گا۔[2]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ وہ کچھ بھول جائے۔ اِس سے ان لوگوں کو اپنے طرزِ عمل پر غور کرنے کی سخت ضرورت ہے جو مذاق میں کسی بوڑھے کے بارے میں یا کسی چیز کے بارے میں کہہ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تو اسے بھول ہی گیا ہے۔ یہ کہنا صریح کفر ہے اور ایسا کہنے والا کافر ہے۔

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ ؕ هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِیًّا ﴿۶۵﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے سب کا مالک تو اسے پوجو اور اس کی بندگی پر ثابت

ع ١٥ / ٧

1 ......بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائکۃ، ٢/٣٨٤، الحدیث: ٣٢١٨.

2 ......مدارك، مريم، تحت الآية: ٦٤، ص٦٧٩.

رہو کیا اس کے نام کا دوسرا جانتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے سب کا رب (وہی ہے) تو اسی کی عبادت کرو اور اس کی عبادت پر ڈٹ جاؤ، کیا تم اللہ کا کوئی ہم نام جانتے ہو؟

﴿ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ : آسمانوں اور زمین کا رب۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے سب کا مالک آپ کا رب عَزَّوَجَلَّ ہی ہے، آپ اسی کی عبادت کرتے رہیں اور اس کی عبادت پر ڈٹ جائیں، کیا آپ اللہ تعالیٰ کا کوئی ہم نام جانتے ہیں؟ یعنی کسی کو اس کے ساتھ نام کی شرکت بھی نہیں اور اس کی وحدانیت اتنی ظاہر ہے کہ مشرکین نے بھی اپنے کسی باطل معبود کا نام ''اللہ'' نہیں رکھا۔

اس آیتِ مبارکہ میں فرمایا گیا کہ **اس کی عبادت پر ڈٹ جاؤ،** اس سے معلوم ہوا کہ خوشی وغم ہر حال میں ہمیشہ عبادت کرنی چاہیے۔ یہی حکم ہے اور یہی بارگاہِ خدا عَزَّوَجَلَّ میں محبوب ہے، صرف خوشی یا صرف غم میں عبادت کرنا کمال نہیں۔ آیت میں اللہ تعالیٰ کی صفتِ ربوبیت بیان کر کے عبادت کا حکم دینے میں اِس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا بندے کو پالنا، نعمتیں پہنچانا اور بتدریج مرتبۂ کمال تک پہنچانا بھی اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ بندے احسان مندی کے طور پر اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔

وَ يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ ءَ اِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَيًّا ﴿٦٦﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور آدمی کہتا ہے کیا جب میں مر جاؤں گا تو ضرور عنقریب جلا کر نکالا جاؤں گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور آدمی کہتا ہے: کیا جب میں مر جاؤں گا تو عنقریب مجھے زندہ کر کے ضرور نکالا جائے گا؟

﴿ وَ يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ: اور آدمی کہتا ہے۔﴾ اس آیت میں انسان سے مراد وہ کفار ہیں جو موت کے بعد زندہ کئے جانے کے منکر تھے جیسے اُبی بن خلف اور ولید بن مغیرہ اور اِن جیسے تمام کفار، اِنہیں لوگوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ یہ کافر انسان مرنے کے بعد اٹھائے جانے کا مذاق اڑاتے اور اسے جھٹلاتے ہوئے کہتا ہے کہ کیا جب میں

مر جاؤں گا تو عنقریب مجھے قبر سے زندہ کر کے ضرور نکالا جائے گا ؟[1]

اَوَ لَا یَذْكُرُ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ وَ لَمْ یَكُ شَیْــٴًـا(۶۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور کیا آدمی کو یاد نہیں کہ ہم نے اس سے پہلے اسے بنایا اور وہ کچھ نہ تھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کیا آدمی کو یاد نہیں کہ ہم نے اس سے پہلے اسے پیدا کیا حالانکہ وہ کوئی شے نہ تھا۔

﴿اَوَ لَا یَذْكُرُ الْاِنْسَانُ: اور کیا آدمی کو یاد نہیں۔﴾ اللہ تعالیٰ نے اس کا رد کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جو مُردوں کے زندہ کرنے پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قدرت کا منکر ہے، کیا اُس نے اِس بات پر غور نہیں کیا کہ ہم نے اسے اس وقت بنا دیا جب وہ بالکل معدوم تھا تو جب اصلاً معدوم ہونے کے باوجود ہم اسے وجود اور زندگی دے سکتے ہیں تو اگر ہم مردے کو زندہ کر دیں تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے حالانکہ اب تو اس کی اصل موجود ہے۔

اس آیت کی مناسبت سے یہاں ایک حدیثِ قُدسی ملاحظہ ہو، صحیح بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ’’اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ’’انسان نے مجھے جھٹلایا اور یہ اس کے لیے مناسب نہیں، اور اس نے مجھے گالی دی جبکہ یہ بھی اس کے لیے مناسب نہیں۔ پس اس کا جھٹلانا تو یہ ہے جو وہ کہتا ہے کہ ہمیں دوبارہ زندہ نہیں کیا جائے گا جیسا کہ ہمیں پہلے پیدا کیا گیا، حالانکہ پہلی دفعہ بنانا میرے لئے دوبارہ زندہ کرنے سے زیادہ آسان نہیں ہے اور اس کا گالی دینا یہ ہے جو وہ کہتا ہے کہ خدا کا بیٹا بھی ہے، حالانکہ میں اکیلا ہوں، بے نیاز ہوں، نہ میں نے کسی کو جنا اور نہ مجھے کسی نے جنا، اور کوئی ایک بھی میری برابری کرنے والا نہیں۔[2]

فَوَ رَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَ الشَّیٰطِیْنَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِیًّا(۶۸)

---

1 ......خازن، مريم، تحت الآية: ٦٦، ٣/٢٤١، جلالين، مريم، تحت الآية: ٦٦، ص٢٥٨، ملتقطاً.

2 ......بخارى، كتاب التفسير، سورة قل هو الله احد، ١-باب، ٣/٣٩٤، الحديث: ٤٩٧٤.

ترجمۂ کنزالایمان: تو تمہارے رب کی قسم ہم انھیں اور شیطانوں سب کو گھیر لائیں گے اور انہیں دوزخ کے آس پاس حاضر کریں گے گھٹنوں کے بل گرے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو تیرے رب کی قسم! ہم انہیں اور شیطانوں کو جمع کرلیں گے پھرانہیں دوزخ کے آس پاس اس حال میں حاضر کریں گے کہ گھٹنوں کے بل گرے ہوئے ہوں گے۔

﴿فَوَ رَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ: تو تمہارے رب کی قسم! ہم انہیں جمع کرلیں گے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کے رب کی قسم! ہم مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کرنے والے کافروں کو قیامت کے دن زندہ کرکے انہیں گمراہ کرنے والے شیطانوں کے ساتھ اس طرح جمع کرلیں گے کہ ہر کافر شیطان کے ساتھ ایک زنجیر میں جکڑا ہوگا، پھر انہیں دوزخ کے آس پاس اس حال میں حاضر کریں گے کہ اللّٰہ تعالٰی کے عذاب کا مشاہدہ کرکے دہشت کے مارے ان سے کھڑا ہونا مشکل ہو جائے گا اور وہ گھٹنوں کے بل گر جائیں گے۔[1] اور کافروں کی ایسی ذلت و رسوائی دیکھ کر اللّٰہ تعالٰی کے اولیاء اور سعادت مند بندے اس بات پر بہت خوش ہو رہے ہوں گے کہ اللّٰہ تعالٰی نے انہیں اس ذلت سے نجات عطا فرمائی جبکہ ان کے دشمن کفار ان کی سعادت و خوش بختی دیکھ کر حسرت و افسوس اور انہیں برا بھلا کہنے پر خود کو ملامت کر رہے ہوں گے۔

یاد رہے کہ قیامت کے دن لوگوں پر ایک وقت ایسا آئے گا کہ اس دن کی شدت اور حساب کی سختی دیکھ کر ہر دین والا زانو کے بل گرا ہوگا، جیسا کہ اللّٰہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے

وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً[2] **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** اور تم ہر گروہ کو زانو کے بل گرے ہوئے دیکھو گے۔

اور ایک وقت ایسا آئے گا کہ کافروں کو جب جہنم کے قریب حاضر کیا جائے گا تو وہ اللّٰہ تعالٰی کے عذاب کا مشاہدہ کرکے گھٹنوں کے بل گر جائیں گے جیسا کہ زیرِ تفسیر آیت میں بیان ہوا، تو ان دونوں آیات میں جدا جدا احوال کا بیان ہے

1 ......خازن، مریم، تحت الآیة: ٦٨، ٣/٢٤١-٢٤٢، روح البیان، مریم، تحت الآیة: ٦٨، ٥/٣٤٩.
2 ......سورۂ جاثیہ: ٢٨.

اس لئے ان میں کوئی تعارُض نہیں۔

دنیا اور آخرت میں شیطان کا ساتھی بننے کا ایک سبب

اس آیت کی تفسیر میں بیان ہوا کہ کافر اور اسے گمراہ کرنے والا شیطان ایک ساتھ زنجیر میں جکڑا ہوگا، اس مناسبت سے ہم یہاں دنیا اور آخرت میں شیطان کا ساتھی بننے کا ایک سبب بیان کرتے ہیں، چنانچہ جو شخص قرآنِ مجید سے اس طرح اندھا بن جائے کہ اس کی ہدایتوں کو دیکھے نہ ان سے فائدہ اٹھائے، اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اِعراض کرے اور اس کی گرفت اور عذاب سے بے خوف ہو جائے، دُنْیَوی زندگی کی لذّتوں اور آسائشوں میں زیادہ مشغولیت اور اس کی فانی نعمتوں اور نفسانی خواہشات میں اِنہماک کی وجہ سے قرآن سے منہ پھیر لے تو اللہ تعالیٰ اس پر ایک شیطان مقرر کر دیتا ہے جو دنیا میں اسے حلال کاموں سے روک کر اور حرام کاموں کی ترغیب دے کر، اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے منع کر کے اور اس کی نافرمانی کا حکم دے کر گمراہ کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اسے کفر کی اندھیری وادیوں میں دھکیل کر حالتِ کفر میں مرواتا ہے اور پھر یہی شیطان قیامت کے دن بھی اس کے ساتھ ہوگا کہ ان دونوں کو ایک ساتھ زنجیر میں جکڑ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

وَمَنْ یَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَیِّضْ لَهٗ شَیْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِیْنٌ ﴿۳۶﴾ وَ اِنَّهُمْ لَیَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِیْلِ وَ یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۳۷﴾ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَنَا قَالَ یٰلَیْتَ بَیْنِیْ وَ بَیْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَیْنِ فَبِئْسَ الْقَرِیْنُ[1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو رحمٰن کے ذکر سے منہ پھیرے تو ہم اس پر ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں تو وہ اس کا ساتھی رہتا ہے۔ اور بیشک وہ شیاطین ان کو راستے سے روکتے ہیں اور وہ یہ سمجھتے رہتے ہیں کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں۔ یہاں تک کہ جب وہ کافر ہمارے پاس آئے گا تو (اپنے ساتھی شیطان سے) کہے گا: اے کاش! میرے اور تیرے درمیان مشرق و مغرب کے برابر دوری ہو جائے تو تُو کتنا ہی برا ساتھی ہے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

وَ قَیَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَیَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَیْنَ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے کافروں کیلئے کچھ ساتھی مقرر کر

1 ......زخرف: ٣٦-٣٨.

اَیْدِیْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ وَ حَقَّ عَلَیْهِمُ الْقَوْلُ فِیْۤ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِیْنَ (1)

دیئے توانہوں نے ان کے لئے ان کے آگے اوران کے پیچھے کو خوبصورت بنادیا۔ان پر بات پوری ہوگئی جوان سے پہلے گزرے ہوئے جنوں اورانسانوں کے گروہوں پرثابت ہوچکی ہے۔ بیشک وہ نقصان اٹھانے والے تھے۔

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ شر کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کی موت سے ایک سال پہلے اس پر ایک شیطان مقرر کر دیتا ہے تو وہ جب بھی کسی نیک کام کو دیکھتا ہے وہ اسے برا معلوم ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ اس پر عمل نہیں کرتا اور جب بھی وہ کسی برے کام کو دیکھتا ہے تو وہ اسے اچھا معلوم ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ اس پر عمل کر لیتا ہے۔(2)

اس میں خاص طور پر کفار اور عمومی طور پر تمام مسلمانوں کے لئے نصیحت ہے کہ وہ ایسے کام کرنے سے بچیں جن کی وجہ سے شیطان کو ان کا ساتھی بنا دیا جائے کیونکہ شیطان انتہائی برا ساتھی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

وَ مَنْ یَّكُنِ الشَّیْطٰنُ لَهٗ قَرِیْنًا فَسَآءَ قَرِیْنًا (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جس کا ساتھی شیطان بن جائے تو کتنا برا ساتھی ہو گیا۔

اور جس کا ساتھی شیطان ہو وہ اپنے انجام پر خود ہی غور کر لے کہ کیسا ہوگا۔

ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِیْعَةٍ اَیُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِیًّاۚ (۶۹) ثُمَّ لَنَحْنُ اَعْلَمُ بِالَّذِیْنَ هُمْ اَوْلٰى بِهَا صِلِیًّا (۷۰)

ترجمۂ کنزالایمان: پھر ہم ہر گروہ سے نکالیں گے جو ان میں رحمٰن پر سب سے زیادہ بے باک ہوگا۔ پھر ہم خوب جانتے ہیں جو اس آگ میں بھوننے کے زیادہ لائق ہیں۔

---

1 ......حم السجدہ:۲۵.

2 ......مسند الفردوس، باب الالف، ۱/۲۴۵، الحدیث: ۹۴۸.

3 ......النساء:۳۸.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر ہم ہر گروہ سے اسے نکالیں گے جو ان میں رحمٰن پر سب سے زیادہ بے باک ہوگا۔ پھر ہم انہیں خوب جانتے ہیں جو آگ میں جلنے کے زیادہ لائق ہیں۔

﴿ ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ: پھر ہم ہر گروہ سے اسے نکالیں گے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ جہنم کے آس پاس کفار کو جمع کرنے کے بعد ہم کفار کے ہر گروہ سے اسے نکالیں گے جو ان میں رحمٰن کی نافرمانی کرنے پر سب سے زیادہ بے باک ہوگا تاکہ جہنم میں سب سے پہلے اُسے داخل کیا جائے جو سب سے زیادہ سرکش اور کفر میں زیادہ شدید ہو اور بعض روایات میں ہے کہ کفار سب کے سب جہنم کے گرد زنجیروں میں جکڑے طوق ڈالے ہوئے حاضر کئے جائیں گے پھر جو کفر و سرکشی میں زیادہ سخت ہوں گے وہ پہلے جہنم میں داخل کئے جائیں گے اور انہیں باقی کافروں کے مقابلے میں عذاب بھی زیادہ سخت ہوگا۔[1]

کفار کے عذاب میں فرق ہوگا

یاد رہے کہ کفر اگرچہ یکساں ہے کہ "اَلْكُفْرُ مِلَّةٌ وَّاحِدَةٌ" یعنی کفر ایک ہی ملت ہے، مگر کفار مختلف قسم کے ہیں کہ بعض ان میں سے وہ ہیں جو خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا اور بعض وہ ہیں جو کسی کی پیروی کر کے گمراہ ہوئے تو ان میں ہر قسم کے کافر کو اس قسم کا عذاب ہوگا جس کا وہ مستحق ہے جیسے گمراہ گر کافروں کو پیروی کرنے والے کفار کے مقابلے میں دگنا عذاب ہوگا، چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا ہم ان کے فساد کے بدلے میں عذاب پر عذاب کا اضافہ کر دیں گے۔

اور ارشاد فرماتا ہے

وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ[3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ضرور اپنے بوجھ اٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ اور بوجھ اٹھائیں گے۔

1 ......خازن، مريم، تحت الآية: ٦٩، ٣/٢٤٢.

2 ......نحل: ٨٨.

3 ......عنكبوت: ١٣.

﴿ثُمَّ لَنَحْنُ اَعْلَمُ: پھر ہم انہیں خوب جانتے ہیں۔﴾ یعنی ہم خوب جانتے ہیں کہ کون سا کافر جہنم کے کس طبقہ کے لائق ہے اور کون سا کافر جہنم کے شدید عذاب کا مستحق ہے اور کون سا نہیں اور کسے پہلے جہنم میں پھینکا جائے گا اور کسے بعد میں۔

وَ اِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ﴿٧١﴾ۚ

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم میں کوئی ایسا نہیں جس کا گزر دوزخ پر نہ ہو تمہارے رب کے ذمہ پر یہ ضرور ٹھہری ہوئی بات ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم میں سے ہر ایک دوزخ پر سے گزرنے والا ہے۔ یہ تمہارے رب کے ذمہ پر حتمی فیصلہ کی ہوئی بات ہے۔

﴿وَ اِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا: اور تم میں سے ہر ایک دوزخ پر سے گزرنے والا ہے۔﴾ اس آیت سے متعلق مفسرین کے مختلف اَقوال ہیں، ان میں سے 3 قول درج ذیل ہیں:

(1)......اس آیت میں کافروں سے خطاب ہے (اور جہنم پر وارد ہونے سے مراد جہنم میں داخل ہونا ہے۔)

(2)......اس میں خطاب تمام لوگوں سے ہے اور جہنم پر وارد ہونے سے مراد جہنم میں داخل ہونا ہے البتہ (جنت میں جانے والے) مسلمانوں پر جہنم کی آگ ایسے سرد ہو جائے گی جیسے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر دنیا میں آگ سرد ہوئی تھی اور ان کا یہ داخلہ عذاب پانے کے طور پر نہ ہوگا اور نہ ہی یہ وہاں خوفزدہ ہوں (بلکہ ان کا یہ داخلہ صرف اللہ تعالیٰ کے اس وعدے کی تصدیق کے لئے ہوگا۔)(1)

(3)......علامہ ابو حیان محمد بن یوسف اندلسی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''اس آیت میں خطاب عام مخلوق سے ہے (یعنی اس خطاب میں نیک و بد تمام لوگ داخل ہیں) اور جہنم پر وارد ہونے سے (نیک و بد) تمام لوگوں کا جہنم میں داخل ہونا مراد نہیں (بلکہ اس سے مراد جہنم کے اوپر سے گزرنا ہے، جیسا کہ) حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت حسن اور حضرت قتادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ سے روایت ہے کہ جہنم پر وارد ہونے سے مراد پل صراط پر سے گزرنا ہے جو کہ جہنم کے اوپر بچھایا گیا ہے۔(2)

1 ......تاویلات اهل السنه، مريم، تحت الآية: ٧١، ٣/٢٧٤-٢٧٥.

2 ......البحر المحيط، مريم، تحت الآية: ٧١، ٦/١٩٧.

﴿ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا : یہ تمہارے رب کے ذمہ پر حتمی فیصلہ کی ہوئی بات ہے۔﴾ یعنی جہنم پر وارد ہونا اللہ تعالیٰ کا وہ حتمی فیصلہ ہے جو اس نے اپنے تمام بندوں پر لازم کیا ہے۔

پل صراط سے متعلق چند اہم باتیں
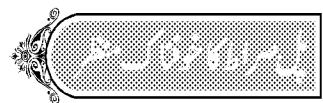
اس آیت کی تفسیر میں پل صراط سے گزرنے کا بھی ذکر ہوا، اس مناسبت سے یہاں پل صراط سے متعلق چند اہم باتیں ملاحظہ ہوں، چنانچہ صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''صراط حق ہے۔ یہ ایک پل ہے کہ پشتِ جہنم پر نصب کیا جائے گا۔ بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہوگا۔ جنت میں جانے کا یہی راستہ ہے۔ سب سے پہلے نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ گزر فرمائیں گے، پھر اور انبیاو مُرسلین، پھر یہ اُمت پھر اور اُمتیں گزریں گی اور حسبِ اِختلافِ اعمال پل صراط پر لوگ مختلف طرح سے گزریں گے، بعض تو ایسے تیزی کے ساتھ گزریں گے جیسے بجلی کا کوندا کہ ابھی چمکا اور ابھی غائب ہوگیا اور بعض تیز ہوا کی طرح، کوئی ایسے جیسے پرند اڑتا ہے اور بعض جیسے گھوڑا دوڑتا ہے اور بعض جیسے آدمی دوڑتا ہے، یہاں تک کہ بعض شخص سرین پر گھسٹتے ہوئے اور کوئی چیونٹی کی چال جائے گا اور پل صراط کے دونوں جانب بڑے بڑے آنکڑے (اللہ (عَزَّوَجَلَّ) ہی جانے کہ وہ کتنے بڑے ہوں گے) لٹکتے ہوں گے، جس شخص کے بارے میں حکم ہوگا اُسے پکڑ لیں گے، مگر بعض تو زخمی ہو کر نجات پا جائیں گے اور بعض کو جہنم میں گرا دیں گے اور یہ ہلاک ہوا۔ یہ تمام اہلِ محشر تو پل پر سے گزرنے میں مشغول، مگر وہ بے گناہ، گناہگاروں کا شفیع پل کے کنارے کھڑا ہوا بکمالِ گریہ وزاری اپنی اُمتِ عاصی کی نجات کی فکر میں اپنے رب سے دُعا کر رہا ہے: ''رَبِّ سَلِّمْ سَلِّمْ'' اِلٰہی! ان گناہگاروں کو بچالے بچالے۔ اور ایک اسی جگہ کیا! حضور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) اُس دن تمام مواطن میں دورہ فرماتے رہیں گے، کبھی میزان پر تشریف لے جائیں گے، وہاں جس کے حسنات میں کمی دیکھیں گے، اس کی شفاعت فرما کر نجات دلوائیں گے اور فوراً ہی دیکھو تو حوضِ کوثر پر جلوہ فرما ہیں، پیاسوں کو سیراب فرما رہے ہیں اور وہاں سے پل پر رونق افروز ہوئے اور گرتوں کو بچایا۔ غرض ہر جگہ اُنھیں کی دوہائی، ہر شخص اُنھیں کو پکارتا، اُنھیں سے فریاد کرتا ہے اور اُن کے سوا کس کو پکارے...؟! کہ ہر ایک تو اپنی فکر میں ہے، دوسروں کو کیا پوچھے، صرف ایک یہی ہیں، جنہیں اپنی کچھ فکر نہیں اور تمام عالَم کا بار ان کے ذمے۔ [1]

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اس وقت کی منظر کشی کرتے ہوئے کیا خوب فرماتے ہیں:

---

1 ...... بہارِ شریعت، حصہ اول، معاد وحشر کا بیان، ۱/۱۴۷-۱۴۹۔

پیشِ حق مژدہ شفاعت کا سناتے جائیں گے
آپ روتے جائیں گے ہم کو ہنساتے جائیں گے

کچھ خبر بھی ہے فقیرو آج وہ دن ہے کہ وہ
نعمتِ خُلد اپنے صَدقے میں لٹاتے جائیں گے

خاک اُفتادو! بس اُن کے آنے ہی کی دیر ہے
خود وہ گر کر سجدہ میں تم کو اٹھاتے جائیں گے

آنکھ کھولو غمزدو دیکھو وہ گریاں آئے ہیں
لَوحِ دل سے نقشِ غم کو اب مٹاتے جائیں گے

پائے کوباں پل سے گزریں گے تری آواز پر
رَبِّ سَلِّمْ کی صَدا پر وَجد لاتے جائیں گے

پُل صراط کی دہشت

یاد رہے کہ پل صراط سے گزرنے کا مرحلہ انتہائی مشکل اور اس کا منظر بہت خوفناک ہے، امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: (جب قیامت کے دن) لوگوں کو پل صراط کی طرف لے جایا جائے گا جو کہ جہنم کے اوپر بنایا ہوا ہے اور وہ تلوار سے زیادہ تیز، بال سے زیادہ باریک ہے۔ تو جو شخص اس دنیا میں صراطِ مستقیم پر قائم رہا وہ آخرت میں پل صراط پر ہلکا ہوگا اور نجات پا جائے گا اور جو دنیا میں اِستقامت کی راہ سے ہٹ گیا، گناہوں کی وجہ سے اس کی پیٹھ بھاری ہوئی اور وہ نافرمانی کرتا رہا تو پہلے قدم پر ہی وہ پل صراط سے پھسل کر (جہنم میں) گر جائے گا۔ تو اے بندے! ذرا سوچ کہ اس وقت تیرا دل کس قدر گھبرائے گا جب تو پل صراط اور اس کی باریکی دیکھے گا، پھر اس کے نیچے جہنم کی سیاہی پر تیری نظر پڑے گی، اس کے نیچے آگ کی چیخ اور اس کا غصے میں آنا سنے گا اور کمزور حالت کے باوجود تجھے پل صراط پر چلنا ہوگا، چاہے تیرا دل بے قرار ہو، قدم پھسل رہے ہوں اور پیٹھ پر اتنا وزنی بوجھ ہو جو زمین پر چلنے سے رکاوٹ ہے۔ نیز پل صراط کی باریکی پر چلنا تو ایک طرف رہا، اس وقت تیری کیا حالت ہوگی، جب تو اپنا ایک پاؤں اِس پل پر رکھے گا اور اس کی تیزی کو محسوس کرے گا، لیکن (نہ چاہتے ہوئے بھی) دوسرا قدم اٹھانے پر مجبور ہوگا اور تیرے سامنے لوگ پھسل پھسل کر گر رہے ہوں گے اور جہنم کے فرشتے انہیں کانٹوں اور مڑے ہوئے سرے والے لوہے سے پکڑ رہے ہوں گے اور تو ان کی طرف دیکھ رہا ہوگا کہ وہ کس طرح سر نیچے اور پاؤں اوپر کئے ہوئے جہنم میں جا رہے ہوں گے تو یہ کس قدر خوفناک منظر ہوگا اور تجھے سخت مقام پر چڑھائی کرنی اور تنگ راستے سے گزرنا ہوگا۔ تو اپنی حالت کے بارے میں سوچ کہ جب تو اس پر چلے گا اور چڑھے گا اور بوجھ کی وجہ سے تیری پیٹھ بھاری ہو رہی گی اور اپنے دائیں بائیں لوگوں کو جہنم میں گرتے ہوئے دیکھ رہا ہوگا۔ رسول کریم

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اے میرے رب! بچالے، اے میرے رب! بچالے، پکار رہے ہوں گے، تباہی اور خرابی کی پکار جہنم کی گہرائی سے تیری طرف آرہی ہوگی، کیونکہ بے شمار لوگ پل صراط سے پھسل چکے ہوں گے، اس وقت اگر تیرا قدم بھی پھسل گیا تو کیا ہوگا......؟ اس وقت ندامت بھی تجھے کوئی فائدہ نہ دے گی اور تو بھی ہائے خرابی، ہائے ہلاکت پکار رہا اور یوں کہہ رہا ہوگا کہ میں اسی دن سے ڈرتا تھا، کاش! میں نے اپنی (اس) زندگی کے لیے کچھ آگے بھیجا ہوتا۔ کاش! میں رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بتائے ہوئے راستے پر چلا ہوتا۔ ہائے افسوس! میں نے فلاں کو اپنا دوست نہ بنایا ہوتا۔ کاش! میں مٹی ہوگیا ہوتا۔ کاش! میں بھولا بسرا ہوجاتا۔ کاش! میری ماں نے ہی مجھے پیدا نہ کیا ہوتا۔ اس وقت آگ کے شعلے تجھے اچک لیں گے اور ایک منادی اعلان کردے گا ''اِخْسَـٔـُوْا فِیْهَا وَ لَا تُكَلِّمُوْنِ'' دھتکارے ہوئے جہنم میں پڑے رہو اور مجھ سے بات نہ کرو۔[1] اب چیخنے چلانے، رونے، فریاد کرنے اور مدد مانگنے کے سوا تیرے پاس کوئی راستہ نہ ہوگا۔

اے بندے! تو اس وقت تو اپنی عقل کو کس طرح دیکھتا ہے حالانکہ یہ تمام خطرات تیرے سامنے ہیں؟ اگر تیرا ان باتوں پر عقیدہ نہیں تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تو دیر تک (یعنی ہمیشہ کیلئے) کفار کے ساتھ جہنم میں رہنا چاہتا ہے اور اگر تو ان باتوں پر ایمان رکھتا ہے لیکن غفلت کا شکار ہے اور اس کے لیے تیاری میں سستی کا مظاہرہ کر رہا ہے تو اس میں تیرا نقصان اور سرکشی کتنی بڑی ہے۔ ایسے ایمان کا تجھے کیا فائدہ جو اللّٰہ تعالیٰ کی عبادت کرنے اور اس کی نافرمانی چھوڑنے کے ذریعے تجھے اس کی رضا جوئی کی خاطر کوشش کی ترغیب نہیں دیتا، اگر بالفرض تیرے سامنے پل صراط سے گزرنے کے خوف سے پیدا ہونے والی دل کی دہشت کے سوا کچھ نہ ہو، اگرچہ تو سلامتی کے ساتھ ہی گزر جائے تو یہ ہولناک خوف اور رعب کیا کم ہے۔[2]

امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ مزید فرماتے ہیں: قیامت کے ہولناک حالات میں وہی شخص زیادہ محفوظ ہوگا جو دنیا میں اس کی فکر زیادہ کرے گا کیونکہ اللّٰہ تعالیٰ ایک بندے پر دو خوف جمع نہیں کرتا، تو جو آدمی دنیا میں ان خوفوں سے ڈرا وہ آخرت کے دن ان سے محفوظ رہے گا، اور خوف سے ہماری مراد عورتوں کی طرح کا خوف نہیں ہے کہ سنتے وقت دل نرم ہوجائے اور آنسو جاری ہو پھر جلد ہی اسے بھول جاؤ اور اپنے کھیل کود میں مشغول ہوجاؤ، کیونکہ اس بات کا خوف سے

1 ......مومنون: ۱۰۸.

2 ......احیاء علوم الدین، کتاب ذکر الموت ومابعده، الشطر الثانی، صفة الصراط، ۲۸۵/۵.

کوئی تعلق نہیں بلکہ جو آدمی کسی چیز سے ڈرتا ہے وہ اس سے بھاگتا ہے اور جو شخص کسی چیز کی امید رکھتا ہے وہ اسے طلب کرتا ہے، تو تجھے وہی خوف نجات دے گا جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے روکے اور اس کی اطاعت پر آمادہ کرے۔ نیز عورتوں کی طرح دل نرم ہونے سے بھی بڑھ کر بے وقوفوں کا خوف ہے کہ جب وہ ہَولناک مَناظِر کے بارے میں سنتے ہیں تو فوراً ان کی زبان پر اِستعاذہ (یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰہ) جاری ہوتا ہے اور وہ کہتے ہیں میں اللہ تعالیٰ کی مدد چاہتا ہوں، اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں۔ یااللہ! بچالینا، بچالینا۔ اس کے باوجود وہ گناہوں پر ڈٹے رہتے ہیں جو ان کی ہلاکت کا باعث ہیں۔ شیطان ان کے پناہ مانگنے پر ہنستا ہے جس طرح وہ اس آدمی پر ہنستا ہے جسے صحرا میں کوئی درندہ پھاڑنا چاہتا ہو اور اس کے پیچھے ایک قلعہ ہو، جب وہ دور سے درندے کی داڑھوں اور اس کے حملہ کرنے کو دیکھے تو زبان سے کہنے لگے کہ میں اس مضبوط قلعے میں پناہ لیتا ہوں اور اس کی مضبوط دیواروں اور سخت عمارت کی مدد چاہتا ہوں اور وہ یہ کلمات اپنی جگہ بیٹھے ہوئے صرف زبان سے کہتا رہے تو یہ بات کس طرح اسے درندے سے بچائے گی......؟ تو آخرت کا بھی یہی حال ہے کہ اس کا قلعہ صرف سچے دل سے ''لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه'' کہنا ہے اور سچائی کا معنی یہ ہے کہ اس کا مقصود صرف اللہ تعالیٰ ہو اور اس کے علاوہ کوئی مقصود ومعبود نہ ہو، اور جو شخص اپنی خواہش کو معبود بنا لیتا ہے تو وہ توحید میں سچائی سے دور ہوتا ہے اور اس کا معاملہ خود خطرناک ہے۔ اگر تم ان باتوں سے عاجز ہو تو اللہ تعالیٰ کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے محبت کرنے والے بن جاؤ، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی سنت کی تعظیم کے حریص ہو جاؤ۔ امت کے نیک لوگوں کے دلوں کی رعایت کا شوق رکھنے والے ہو جاؤ اور ان کی دعاؤں سے برکت حاصل کرو تو ممکن ہے کہ تمہیں نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور ان نیک لوگوں کی شفاعت سے حصہ ملے اور اس وجہ سے تم نجات پا جاؤ اگرچہ تمہاری پونجی کم ہو۔ (1)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں اور انہی کے الفاظ میں ہم بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض گزار ہیں کہ

یا الٰہی جب چلوں تاریک راہِ پل صراط — آفتابِ ہاشمی نورُالہُدیٰ کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب سرِ شمشیر پر چلنا پڑے — رَبِّ سَلِّمْ کہنے والے غمزُدا کا ساتھ ہو

(1)......احیاء علوم الدین، کتاب ذکر الموت ومابعده، الشطر الثانی، صفة الصراط، ٥/٢٨٦-٢٨٧.

ثُمَّ نُنَجِّی الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّ نَذَرُ الظّٰلِمِیْنَ فِیْهَا جِثِیًّا ﴿۷۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر ہم ڈر والوں کو بچالیں گے اور ظالموں کو اس میں چھوڑ دیں گے گھٹنوں کے بل گرے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر ہم ڈرنے والوں کو بچالیں گے اور ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل گرے ہوئے چھوڑ دیں گے۔

﴿ثُمَّ نُنَجِّی الَّذِیْنَ اتَّقَوْا: پھر ہم ڈرنے والوں کو بچالیں گے۔﴾ اس سے پہلی والی آیت کی تفسیر میں ایک قول گزرا کہ جہنم پر وارد ہونے سے مراد پل صراط سے گزرنا ہے، اُس کے مطابق اِس آیت کی تفسیر یہ ہے کہ جب تمام مخلوق پل صراط سے گزرے گی اور کفار و گناہگار مسلمان جہنم میں گر رہے ہوں گے اس وقت **اللّٰہ** تعالیٰ اہلِ ایمان میں سے ان لوگوں کو جہنم میں گرنے سے بچالے گا جنہوں نے دنیا میں پرہیزگاری اختیار کی اور وہ کافروں کو جہنم میں گھٹنوں کے بل گرا ہوا چھوڑ دے گا۔ یاد رہے کہ بعض گنہگار مسلمان جو پل صراط سے جہنم میں گر جائیں گے انہیں گناہوں کی سزا پوری ہونے کے بعد جہنم سے نکال لیا جائے گا جبکہ کافر ہمیشہ جہنم میں ہی رہیں گے۔

ہمارے بزرگانِ دین دنیا میں ہر طرح سے تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرنے اور نیک اعمال کی کثرت کرنے کے باوجود پل صراط سے نجات پانے کے معاملے میں **اللّٰہ** تعالیٰ کی خُفیہ تدبیر سے بہت خوفزدہ رہا کرتے تھے، چنانچہ ایک مرتبہ حضرت **عبداللّٰہ** بن رواحہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنی زوجہ محترمہ کی گود میں اپنا سر رکھے ہوئے تھے کہ اچانک رونے لگے، انہیں روتا دیکھ کر زوجہ بھی رونے لگیں۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ان سے پوچھا: تم کیوں روتی ہو؟ انہوں نے جواب دیا: میں نے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو روتا دیکھا تو مجھے بھی رونا آ گیا۔ حضرت **عبداللّٰہ** بن رواحہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ”مجھے **اللّٰہ** تعالیٰ کا یہ فرمان یاد آ گیا کہ ”**وَ اِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا**“ اور تم میں سے ہر ایک دوزخ پر سے گزرنے والا ہے۔“ تو مجھے نہیں معلوم کہ میں جہنم سے نجات پا جاؤں گا یا نہیں۔ (1)

اسی طرح ایک دن حضرت حسن بصری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ لوگوں کو وعظ و نصیحت کرنے بیٹھے تو لوگ ان کے قریب

---

1 ......مستدرك، كتاب الاهوال، يرد الناس النار ثمّ يصدرون عنها باعمالهم، ٥/٨١٠، الحديث: ٨٧٨٦.

آنے کے لئے ایک دوسرے کو دھکیلنے لگے، اس پر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: اے میرے بھائیو! آج تم میرا قرب پانے کے لئے ایک دوسرے کو دھکے دے رہے ہو، کل قیامت میں تمہارا کیا حال ہو گا جب پرہیزگاروں کی مجالس قریب ہوں گی جبکہ گنہگاروں کی مجالس کو دور کر دیا جائے گا، جب کم بوجھ والوں (یعنی نیک لوگوں) سے کہا جائے گا کہ تم پل صراط عبور کر لو اور زیادہ بوجھ والوں (یعنی گناہگاروں) سے کہا جائے گا کہ تم جہنم میں گر جاؤ۔ آہ! میں نہیں جانتا کہ میں زیادہ بوجھ والوں کے ساتھ جہنم میں گر پڑوں گا یا تھوڑے بوجھ والوں کے ساتھ پل صراط پار کر جاؤں گا۔[1]

یونہی ایک بار خلیفۂ عادل حضرت عمر بن عبدالعزیز رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی لونڈی نے نیند سے بیدار ہو کر عرض کی: اے امیر المومنین! رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ، میں نے ابھی ابھی ایک خواب دیکھا ہے۔ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا: وہ خواب بیان کرو۔ لونڈی نے عرض کی: میں نے خواب میں دیکھا کہ جہنم بھڑک رہا ہے اور اس کی پشت پر پل صراط قائم کر دیا گیا ہے، اتنے میں بنی اُمیّہ کے خلیفہ عبدالملک کو لایا گیا، وہ پل صراط پر چند قدم چلا اور جہنم میں گر گیا، پھر ولید بن عبدالملک کو لایا گیا تو وہ بھی چند قدم چل کر جہنم میں گر گیا، پھر خلیفہ سلیمان بن عبدالملک کو لایا گیا تو وہ بھی تھوڑی دور پل صراط پر چل کر جہنم میں اوندھا ہو کر گر پڑا۔ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے بے قرار ہو کر پوچھا: پھر کیا ہوا؟ لونڈی نے عرض کی: اے امیر المومنین! رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ، پھر آپ لائے گئے۔ یہ سنتے ہی حضرت عمر بن عبدالعزیز رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ چیخ مار کر بے ہوش ہو گئے اور لونڈی ان کے کان کے قریب جا کر کہنے لگی: اے امیر المومنین! رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ، میں نے دیکھا کہ آپ پل صراط سے پار ہو کر نجات پا گئے، خدا کی قسم! آپ سلامتی کے ساتھ پل صراط سے پار ہو گئے، مگر حضرت عمر بن عبدالعزیز رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ برابر پاؤں پٹخ پٹخ کر چیخ مارتے اور روتے رہے۔[2] اللّٰہ تعالٰی ہمیں بھی پل صراط سے گزرنے کے معاملے میں اپنی فکر کرنے اور ایسے اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے جن کی وجہ سے پل صراط سے گزرنا آسان ہوں۔[3]

پل صراط پر آسانی اور حفاظت کے لئے 3 اعمال

یہاں پل صراط پر آسانی اور حفاظت کے ساتھ پل صراط پار کر جانے کے لئے 3 اَعمال ملاحظہ ہوں:

---

1 ......بحر الدموع، الفصل السادس: تنبيه الغافلين من نسيان الآخرة، ص٥٣.

2 ......احياءعلوم الدين، كتاب الخوف والرجاء، بيان احوال الصحابة والتابعين والسلف الصالحين في شدة الخوف، ٢٣١/٤.

3 ......پل صراط سے گزرنے سے متعلق دل میں مزید خوف اور فکر پیدا کرنے کے لئے امیرِ اہلسنّت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کا رسالہ ''پل صراط کی دہشت'' پڑھنا مفید ہے۔

(1)......درود شریف پڑھنا:

حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’میں نے گزشتہ رات عجیب معاملات دیکھے (ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ) میں نے اپنے ایک امتی کو دیکھا جو پل صراط پر کبھی گھسٹ کر چل رہا تھا اور کبھی گھٹنوں کے بل چل رہا تھا، اتنے میں وہ دُرود شریف آیا جو اس نے مجھ پر بھیجا تھا، اُس نے اُسے پُل صِراط پر کھڑا کر دیا یہاں تک کہ اُس نے پل صراط کو پار کر لیا۔ (1)

(2)......مسجد میں بکثرت حاضر ہونا:

حضرت ابو درداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’مسجد ہر پرہیزگار کا گھر ہے اور جن کے گھر مسجدیں ہوں اللّٰہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت، رضا، اور پل صراط سے حفاظت کے ساتھ گزار کر اپنی رضا (والے گھر جنت) کی ضمانت دیتا ہے۔ (2)

(3)......مسلمان کی پریشانی دور کرنا:

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جس نے کسی مسلمان کی ایک پریشانی دور کی تو اللّٰہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے لئے پل صراط پر نور کی ایسی دو شاخیں بنا دے گا جن کی روشنی سے اتنے عالَم روشن ہوں گے جنہیں اللّٰہ تعالیٰ کے سوا کوئی شمار نہیں کر سکتا۔ (3)

وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا ۙ اَیُّ الْفَرِیْقَیْنِ خَیْرٌ مَّقَامًا وَّ اَحْسَنُ نَدِیًّا ﴿۷۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب ان پر ہماری روشن آیتیں پڑھی جاتی ہیں کافر مسلمانوں سے کہتے ہیں کون سے گروہ کا مکان اچھا اور مجلس بہتر ہے۔

---

(1)......معجم الکبیر، حدیث عبد الرحمن بن سمرة فی رؤیا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم، ۲۸۱/۲۵، الحدیث: ۳۹.

(2)...... کتاب الجامع فی آخر المصنف، باب اصحاب الاموال، ۱۳۵/۱۱، الحدیث: ۲۰۱۹۸.

(3)......معجم الاوسط، باب العین، من اسمه عبد اللّٰہ، ۳۸۵/٤، الحدیث: ٤٥٠٤.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب ان کے سامنے ہماری روشن آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو کافر ایمان والوں سے کہتے ہیں: دونوں گروہوں میں کس کا مکان بہتر اور مجلس اچھی ہے؟

﴿ وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ : اور جب ان کے سامنے ہماری روشن آیات کی تلاوت کی جاتی ہے۔﴾ نضر بن حارث وغیرہ کفارِ قریش جو کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کے منکر تھے جب ان کے سامنے قیامت قائم ہونے اور اَجسام کا حشر ہونے پر دلائل پیش کئے گئے تو انہوں نے بناؤ سنگار کر کے، بالوں میں تیل ڈال کر، کنگھیاں کر کے، عمدہ لباس پہن کر اور فخر و تکبر کے ساتھ اُن دلائل کے جواب میں غریب فقیر مسلمانوں سے کہا کہ اے مسلمانو! تم اپنی معاشی حالت پر غور کرو اور ہماری معاشی حالت دیکھو، ہم اعلیٰ قسم کی رہائش گاہوں میں رہتے ہیں، اعلیٰ قسم کے لباس پہنتے ہیں، اعلیٰ قسم کا کھانا کھاتے ہیں اور ہماری محفلیں بھی تمہاری محفلوں سے زیادہ بارونق ہیں اور تمہارا حال ہم سے انتہائی برعکس ہے، اس سے تم سمجھ جاؤ کہ اگر ہم باطل پر ہوتے تو ہمارا حال بدتر اور تمہارا حال ہم سے بہتر ہوتا۔‘‘

یاد رہے کہ اس آیت کا مُدّعا یہ ہے کہ جب آیات نازِل کی جاتی ہیں اور دلائل وبَراہین پیش کئے جاتے ہیں تو کفار ان میں غور وفکر کرتے ہیں اور نہ ان سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور اس کی بجائے وہ مال و دولت اور لباس و مکان پر فخر و تکبر کرتے ہیں۔

[illegible]

اس آیت میں جو دلیل بیان ہوئی یہ کفار کی وہ دلیل ہے جو فی زمانہ کفار اور ان سے مَرعوب مسلمان بھی مسلمانوں کے سامنے پیش کرتے ہیں اور کافروں کی دُنْیَوی اور سائنسی اِیجادات میں ترقی کی مثالیں پیش کر کے مسلمانوں کے دلوں میں دینِ اسلام سے متعلق شکوک وشُبہات ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں، اور اس آیت سے معلوم ہوا کہ دنیوی عیش وعشرت کو آخرت کی بہتری کی دلیل بنانا کفار کا طریقہ ہے حالانکہ یہ چیزیں کبھی آخرت کا وَبال بن جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو عقلِ سلیم عطا فرمائے اور انہیں اپنی حقیقی بہتری کو پہچاننے کی توفیق نصیب کرے۔ اٰمین۔

وَ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّ رِءْیًا ﴿۷۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے ان سے پہلے کتنی سنگتیں کھپادیں کہ وہ ان سے بھی سامان اور نمود میں بہتر تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے ان سے پہلے کتنی قومیں ہلاک کردیں جو ساز وسامان میں اور دکھائی دینے میں ان سے زیادہ اچھے تھے۔

﴿وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ: اور ہم نے ان سے پہلے کتنی قومیں ہلاک کردیں۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کافروں کا رد کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ دنیوی مال ودولت یا عزت وشہرت ہونا کسی کے حق پر ہونے کی کوئی دلیل نہیں، تم سے پہلے تم سے زیادہ مالدار لوگ آئے اور انہوں نے تم سے بھی زیادہ خوبصورت اور مضبوط رہائش گاہیں بنائیں جیسے فرعون ہامان، قارون اور ان کے ساتھی وغیرہ، مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے خوبصورت اور مضبوط مکانات تباہ وبرباد کردیئے اور ان کو نشانِ عبرت بنا دیا۔ لہٰذا تم بھی غور کرو اور اپنی اصلاح کرلو کیونکہ دنیا کا مال ودولت ہونا کامیابی کے لیے کافی نہیں۔ اسی کی کچھ جھلک ہم اپنے قریب زمانے میں بھی دیکھ سکتے ہیں کہ ایک سلطنت کبھی اتنی بڑی تھی کہ اس کی حکومت میں سورج غروب نہ ہوتا تھا لیکن آج وہ چھوٹے سے رقبے پر رہ گئی، یونہی ایک ملک آدھی دنیا کا مالک بننے کا دعویٰ کرتا پھر رہا تھا لیکن بالآخر تباہ وبرباد ہوا اور کمزور سے ملک سے ذلیل وخوار ہو کر نکالا گیا اور اب دوبارہ وہ اپنی روٹی پانی کی فکر میں پڑا ہوا ہے۔

قُلْ مَنْ كَانَ فِی الضَّلٰلَةِ فَلْیَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا ۚ۬ حَتّٰۤى اِذَا رَاَوْا مَا یُوْعَدُوْنَ اِمَّا الْعَذَابَ وَ اِمَّا السَّاعَةَ ؕ فَسَیَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّ اَضْعَفُ جُنْدًا ﴿۷۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ جو گمراہی میں ہو تو اسے رحمٰن خوب ڈھیل دے یہاں تک کہ جب وہ دیکھیں وہ چیز جس کا انہیں وعدہ دیا جاتا ہے یا تو عذاب یا قیامت تو اب جان لیں گے کہ کس کا برا درجہ ہے اور کس کی فوج کمزور۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: جو گمراہی میں ہو تو اسے رحمٰن خوب ڈھیل دیدے یہاں تک کہ جب وہ اس چیز کو دیکھیں جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے یا تو عذاب اور یا قیامت تو وہ جان لیں گے کہ کس کا درجہ برا اور کس کی فوج کمزور ہے؟

﴿ **قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ :تم فرماؤ: جو گمراہی میں ہو۔** ﴾ اس آیت میں کافروں کے نظریے کا ایک اور جواب دیا گیا، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ مال ومَنال پر فخر کرنے والے اِن کافروں سے ارشاد فرما دیں کہ جو گمراہی میں ہو تو اسے رحمٰن عَزَّوَجَلَّ دنیا میں لمبی عمر اور زیادہ مال دے کر خوب ڈھیل دیتا ہے یہاں تک کہ جب وہ گمراہ لوگ اس چیز کو دیکھیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے یا تو دنیا میں قتل وقید کا عذاب اور یا قیامت کا دن جس میں وہ جہنم میں داخل ہوں گے تو اس وقت وہ جان لیں گے کہ مسلمانوں اور کافروں میں سے کس کا درجہ برا اور کس کی فوج کمزور ہے؟ [1]

وَ يَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى ؕ وَ الْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّ خَيْرٌ مَّرَدًّا ﴿۷۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جنہوں نے ہدایت پائی اللہ انہیں اور ہدایت بڑھائے گا اور باقی رہنے والی نیک باتوں کا تیرے رب کے یہاں سب سے بہتر ثواب اور سب سے بھلا انجام۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہدایت پانے والوں کی ہدایت کو اللہ اور زیادہ بڑھا دیتا ہے اور باقی رہنے والی نیک باتیں تیرے رب کے ہاں ثواب کے اعتبار سے بہتر اور انجام کے اعتبار سے زیادہ اچھی ہیں۔

﴿ **وَ يَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى :اور ہدایت پانے والوں کی ہدایت کو اللہ اور زیادہ بڑھا دیتا ہے۔** ﴾ گمراہ لوگوں کا حال بیان کرنے کے بعد اب یہاں سے ہدایت پانے والوں کا حال بیان کیا جا رہا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ وہ لوگ جنہوں نے ہدایت پائی اور ایمان سے مشرف ہوئے، اللہ تعالیٰ انہیں اس پر استقامت عطا فرما کے اور مزید بصیرت وتوفیق دے کر ان کی ہدایت کو اور بڑھا دے گا اور ان کے ایمان، عمل اور یقین میں مزید اضافہ فرما دے گا۔ [2]

---

1 ......خازن، مریم، تحت الآیة: ۷۵، ۳/۲۴۵، روح البیان، مریم، تحت الآیة: ۷۵، ۵/۳۵۲-۳۵۳، ملتقطاً.

2 ......مدارك، مریم، تحت الآیة: ۷۶، ص۶۸۲، روح البیان، مریم، تحت الآیة: ۷۶، ۵/۳۵۳، ملتقطاً.

﴿وَالْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ: اور باقی رہنے والی نیک باتیں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، باقی رہنے والی نیک باتیں آپ کے رب عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں ثواب کے اعتبار سے بہتر اور انجام کے اعتبار سے زیادہ اچھی ہیں جبکہ کفار کے اعمال سب نکمے اور باطل ہیں۔

باقیاتِ صالحات

مفسرین فرماتے ہیں کہ طاعتیں، آخرت کے تمام اَعمال، پنجگانہ نمازیں، اللّٰہ تعالٰی کی تسبیح وتحمید اور اس کا ذکر اور دیگر تمام نیک اعمال یہ سب باقیاتِ صالحات ہیں کہ مومن کے لئے باقی رہتے ہیں اور کام آتے ہیں، اسی طرح ہر وہ نیکی جو دنیا میں برباد نہ ہوجائے وہ باقیاتِ صالحات میں داخل ہے۔[1]

یہاں باقیات صالحات سے متعلق ایک حدیث پاک ملاحظہ ہو، چنانچہ حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ایک دن تشریف فرما تھے، آپ نے ایک خشک لکڑی لے کر درخت کے پتے گرائے، پھر فرمایا ’’لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ‘‘ کہنے سے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح اس درخت کے پتے جھڑ رہے ہیں۔ اے ابودرداء! رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، اس سے پہلے کہ تمہارے اور ان کلمات کے درمیان کوئی چیز (یعنی موت) حائل ہوجائے تم ان کلمات کو یاد کرلو یہ باقیاتِ صالحات ہیں اور یہ جنت کے خزانوں میں سے ہیں۔[2]

اَفَرَءَیْتَ الَّذِیْ كَفَرَ بِاٰیٰتِنَا وَ قَالَ لَاُوْتَیَنَّ مَالًا وَّ وَلَدًا ﴿۷۷﴾ اَطَّلَعَ الْغَیْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿۷۸﴾ كَلَّا ؕ سَنَكْتُبُ مَا یَقُوْلُ وَ نَمُدُّ لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ﴿۷۹﴾ وَّ نَرِثُهٗ مَا یَقُوْلُ وَ یَاْتِیْنَا فَرْدًا ﴿۸۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا تم نے اسے دیکھا جو ہماری آیتوں سے منکر ہوا اور کہتا ہے مجھے ضرور مال و اولاد ملیں گے۔

1 ......خازن، مريم، تحت الآية: ٧٦، ٣/٢٤٥، مدارك، مريم، تحت الآية: ٧٦، ص ٦٨٢، ملتقطاً.

2 ......ابن عساكر، حرف العين، عويمر بن زيد بن قيس... الخ، ٤٧/١٥٠.

کیا غیب کو جھانک آیا ہے یا رحمٰن کے پاس کوئی قرار رکھا ہے۔ ہرگز نہیں اب ہم لکھ رکھیں گے جو وہ کہتا ہے اور اسے خوب لمبا عذاب دیں گے۔ اور جو چیزیں کہہ رہا ہے ان کے ہمیں وارث ہوں گے اور ہمارے پاس اکیلا آئے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیا تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے ہماری آیتوں کے ساتھ کفر کیا اور کہتا ہے، مجھے ضرور مال اور اولاد دیئے جائیں گے۔ کیا اسے غیب کی اطلاع مل گئی ہے یا اس نے رحمٰن کے پاس کوئی عہد کر رکھا ہے؟ ہرگز نہیں! اب ہم لکھ رکھیں گے جو وہ کہتا ہے اور اسے خوب لمبا عذاب دیں گے۔ اور وہ جو چیزیں کہہ رہا ہے اس کے ہم وارث ہوں گے اور وہ ہمارے پاس تنہا آئے گا۔

﴿ اَفَرَءَیْتَ الَّذِیْ كَفَرَ بِاٰیٰتِنَا: تو کیا تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے ہماری آیتوں کے ساتھ کفر کیا۔ ﴾ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ حضرت خباب بن ارت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا زمانۂ جاہلیت میں عاص بن وائل سہمی پر قرض تھا وہ اس کے پاس تقاضے کو گئے تو عاص نے کہا کہ میں تمہارا قرض ادا نہ کروں گا جب تک کہ تم محمد (مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) سے پھر نہ جاؤ اور کفر اختیار نہ کرو۔ حضرت خباب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ تو مرے اور مرنے کے بعد زندہ ہو کر اُٹھے۔ وہ کہنے لگا: کیا میں مرنے کے بعد پھر اُٹھوں گا؟ حضرت خباب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا: ہاں۔ عاص نے کہا: تو پھر مجھے چھوڑ دیجئے یہاں تک کہ میں مر جاؤں اور مرنے کے بعد پھر زندہ ہوں اور مجھے مال و اولاد ملے جب ہی میں آپ کا قرض ادا کروں گا۔ اس پر یہ آیاتِ کریمہ نازل ہوئیں۔[1]

چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی 3 آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے ہماری آیتوں کے ساتھ کفر کیا اور وہ مذاق اڑاتے ہوئے کہتا ہے کہ اگر میں دوبارہ زندہ ہوا تو آخرت میں مجھے ضرور مال اور اولاد دیئے جائیں گے۔ کیا اسے غیب کی اطلاع مل گئی ہے اور اُس نے لوحِ محفوظ میں دیکھ لیا ہے کہ آخرت میں اسے مال اور اولاد ملے گی یا اللہ تعالٰی نے اس سے کوئی وعدہ کیا ہوا ہے جس سے اسے معلوم ہو گیا ہے کہ وہ قیامت میں بھی خوشحال ہو گا۔ ہرگز نہیں، وہ نہ تو غیب جانتا ہے اور نہ ہی اس کے پاس کوئی عہد ہے بلکہ یہ

[1] ……بخاری، کتاب الاجارۃ، باب ہل یؤاجر الرجل نفسہ من مشرك... الخ، ٢/٦٨، الحدیث: ٢٢٧٥، مسلم، کتاب صفة القیامة والجنّة والنار، باب سؤال الیهود النبی صلی اللّٰه علیه وسلم عن الروح... الخ، ص١٥٠٢، الحدیث: ٣٥(٢٧٩٥).

شخص جھوٹا اور بدکار ہے اور جو بات یہ کہہ رہا ہے اُسے ہمارے فرشتوں نے لکھ لیا ہے اور قیامت کے دن ہم اسے اس کا بدلہ دیں گے اور ہم اسے مال واولاد کے بدلے خوب لمبا عذاب دیں گے جس کا وہ مستحق ہے اور اس کی ہلاکت کے بعد مال واولاد سب سے اس کی ملکیت اور اس کا تَصَرُّف اُٹھ جائے گا اور اس کے ہم وارث ہوں گے اور وہ قیامت کے دن ہمارے پاس تنہا اور خالی ہاتھ آئے گا اور آخرت میں دنیا سے زیادہ ملنا تو دور کی بات، دنیا میں جو مال اور اولاد اس کے ساتھ ہے اُس وقت وہ بھی اس کے ساتھ نہ ہوگا۔ (1)

سورۂ مریم کی آیت نمبر 77-80 سے حاصل ہونے والی معلومات

ان آیات سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

(1)......شریعت کے احکام کا مذاق اڑانا کفار کا طریقہ ہے۔اس سے وہ لوگ اپنے طرزِ عمل پر غور کرلیں جو حدود وقصاص اور نکاح وطلاق وغیرہ سے متعلق شریعت کے اَحکام کا مذاق اڑاتے اور انہیں انسانیت سوز اَحکام ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

(2)......مرنے کے بعد اور قیامت کے دن کفار کا مال واولاد انہیں کچھ کام نہ آئے گا۔ یاد رہے کہ مومن کا مال اور اس کی اولاد کے ساتھ یہ معاملہ نہ ہوگا بلکہ اسے مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی خاطر راہِ خدا میں خرچ کیا ہوا مال بھی کام آئے گا اور اس کی نیک اولاد سے بھی اسے فائدہ حاصل ہوگا۔

وَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّیَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ﴿۸۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ کے سوا اور خدا بنالئے کہ وہ انہیں زور دیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور انہوں نے اللہ کے سوا کئی اور معبود بنالئے تاکہ وہ ان کیلئے سفارشی بن جائیں۔

﴿وَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً: اور انہوں نے اللہ کے سوا کئی اور معبود بنالئے۔﴾ اس سے پہلی آیات میں حشر ونشر کا مسئلہ بیان ہوا اور اب یہاں سے بتوں کے پجاریوں کا رد کیا جارہا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ قریش کے مشرکوں نے اللہ

---

1 ......مدارك، مريم، تحت الآية: ۷۷-۸۰، ص۶۸۲-۶۸۳، خازن، مريم، تحت الآية: ۷۷-۸۰، ۳/۲۴۵-۲۴۶، روح البيان، مريم، تحت الآية: ۷۷-۸۰، ۵/۳۵۴، ملتقطاً.

تعالیٰ کی بجائے بتوں کو اپنا معبود بنالیا اور وہ اس امید پر ان کی عبادت کرنے لگے کہ وہ ان کیلئے سفارشی بن جائیں اور ان کی مدد کریں اور انہیں عذاب سے بچائیں۔[1]

كَلَّا ؕ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَ يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا۠ (۸۲)

ع ۵ / ۱۷ / ۸

ترجمۂ کنزالایمان: ہرگز نہیں کوئی دم جاتا ہے کہ وہ ان کی بندگی سے منکر ہوں گے اور ان کے مخالف ہوجائیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہرگز نہیں! عنقریب وہ (جھوٹے معبود) ان کی عبادت کا انکار کردیں گے اور وہ ان کے مخالف ہو جائیں گے۔

﴿ **كَلَّا ؕ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ : ہرگز نہیں! عنقریب وہ ان کی عبادت کا انکار کردیں گے۔** ﴾ اس آیت میں کافروں کا رد کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ایسا ہو ہی نہیں سکتا بلکہ عنقریب وہ بت جنہیں یہ پوجتے تھے ان کی عبادت کا انکار کردیں گے اور انہیں جھٹلائیں گے اور ان پر لعنت کریں گے۔ اللہ تعالیٰ انہیں بولنے کی قوت دے گا اور وہ کہیں گے: یارب! انہیں عذاب دے کہ انہوں نے تیرے سوا کسی اور کی عبادت کی ہے۔[2]

اس سے معلوم ہوا کہ کفار کی یہ انتہا درجے کی جاہلانہ اور احمقانہ حرکت ہے کہ انہوں نے اپنے ہاتھ سے بنائے ہوئے بتوں کو خدا بنالیا اور یہ سمجھنا شروع کردیا کہ ہمارے ہاتھوں سے بنائے ہوئے خدا ہمیں عزت بخشیں گے اور ہمیں نفع دیں گے، حالانکہ ان کے بنائے ہوئے خدا نہ تو انہیں دنیا میں کسی قسم کا نفع اور عزت بخش سکتے ہیں اور نہ آخرت میں بلکہ بروزِ قیامت تو وہ خود ان کی عبادت کے منکر ہوجائیں گے اور کہیں گے کہ ہمیں تمہاری عبادت کی خبر ہی نہیں اور ان کی بندگی سے اپنی براءت اور بیزاری کا اظہار کردیں گے اور ان کے دشمن بن جائیں گے اور یوں عزت بڑھانے کی بجائے ان کی ذلت اور رسوائی کا سبب بنیں گے۔ اس انسان پر انتہائی افسوس ہے جو عقل و شعور رکھنے کے باوجود بے جان اور

---

1 ......خازن، مریم، تحت الآية: ۸۱، ۳/۲۴۶، مدارك، مريم، تحت الآية: ۸۱، ص۶۸۳، ملتقطاً.

2 ......خازن، مریم، تحت الآية: ۸۲، ۳/۲۴۶، مدارك، مريم، تحت الآية: ۸۲، ص۶۸۳، ملتقطاً.

بے فائدہ بتوں کی پوجا تو کرے اور اس رب تعالیٰ کی عبادت نہ کرے جو خود بھی زندہ ہے اور دوسروں کو زندگی عطا بھی کرتا ہے اور ہر طرح کی ذلت سے بچانے اور عزت عطا کرنے کی قدرت بھی رکھتا ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّاۤ اَرْسَلْنَا الشَّیٰطِیْنَ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا ﴿۸۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تم نے نہ دیکھا کہ ہم نے کافروں پر شیطان بھیجے کہ وہ انہیں خوب اچھالتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تم نے نہ دیکھا کہ ہم نے کافروں پر شیطان بھیجے کہ وہ انہیں خوب ابھارتے ہیں۔

﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّاۤ اَرْسَلْنَا الشَّیٰطِیْنَ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ: کیا تم نے نہ دیکھا کہ ہم نے کافروں پر شیطان بھیجے۔﴾ گزشتہ آیاتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے کافروں کی گمراہیوں اور آخرت میں ان کے حسرت ناک انجام کا بیان فرمایا اور اب اس کا سبب بیان کیا جا رہا ہے کہ آخر کس وجہ سے وہ حق کے خلاف اس طرح کی باتیں کرتے تھے اور دلائل ہونے کے باوجود سمجھتے نہیں تھے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ ہم نے کافروں پر شیطانوں کو چھوڑ دیا اور ان پر شیطانوں کو مُسَلَّط کر دیا جو کہ انہیں طرح طرح کے وسوسے دلا کر گناہوں پر خوب ابھارتے ہیں۔ اس آیت میں نبی اکرم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کو تسلی بھی دی گئی ہے کہ اے پیارے حبیب! صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، آپ اس وجہ سے پریشان نہ ہوں کہ کفار آپ کی دعوت قبول کیوں نہیں کر رہے کیونکہ آپ کی دعوت میں کوئی کمی نہیں بلکہ ان کافروں پر شیطان مُسَلَّط ہیں جو انہیں گناہوں پر ابھار رہے ہیں جس کی وجہ سے یہ آپ کی دعوت قبول نہیں کر رہے۔

اس آیت سے چار باتیں معلوم ہوئیں:

(1)...... بد عملی کی وجہ سے انسان پر شیطان مُسَلَّط ہوتا ہے۔

(2)...... برے ساتھی اللہ تعالیٰ کا عذاب ہیں۔

(3)...... بری باتوں کی رغبت دینا شیطان اور شیطانی لوگوں کا کام ہے۔

(4)......شیطان کسی کو کفر پر مجبور نہیں کرتا بلکہ کفر پر ابھارتا ہے، اس کے برخلاف انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کے وارث کسی کو ایمان قبول کرنے پر مجبور نہیں کرتے بلکہ وہ بھی صرف انہیں ایمان کی دعوت اور ترغیب دیتے ہیں۔ اب جو عقل والے ہیں وہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی دعوت کو قبول کرتے ہیں اور جو شہوت پرست اور نفس کے بندے ہوتے ہیں وہ شیطان کی دعوت کو قبول کرتے ہیں اور کھلم کھلا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور اس کے مقابلہ پر تُل جاتے ہیں اور جہنم کی اَبدی سزا کے مستحق ہو جاتے ہیں۔

فَلَا تَعْجَلْ عَلَیْهِمْؕ اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّاؕ(۸۴)

ترجمۂ کنزالایمان: تو تم ان پر جلدی نہ کرو ہم تو ان کی گنتی پوری کرتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو تم ان پر جلدی نہ کرو، ہم تو ان کیلئے گنتی کر رہے ہیں۔

﴿ فَلَا تَعْجَلْ عَلَیْهِمْ: تو تم ان پر جلدی نہ کرو۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ مسلمانوں کو کافروں کے شر سے بچانے اور زمین کو ان کے فساد سے پاک کرنے کی خاطر کافروں کی ہلاکت کی دعا کرنے میں جلدی نہ فرمائیں، ہم تو ان کے لئے گنتی کر رہے ہیں۔

اس سے جزا کے لئے اعمال کی گنتی کرنا مراد ہے یا فنا کے لئے سانسوں کی گنتی کرنا، یا دنوں، مہینوں اور برسوں کی وہ مدت گنتی کرنا مراد ہے جو ان کے عذاب کے واسطے مقرر ہے۔ (1)

نیک اعمال میں جلدی کرنی چاہئے

اس آیت میں کلام اگرچہ کفار کے بارے میں ہے البتہ اس میں مسلمانوں کے لئے بھی یہ نصیحت ہے کہ وہ نیک اعمال کرنے میں تاخیر سے کام نہ لیں بلکہ ان میں جلدی کریں کیونکہ ان کی سانسیں بھی گنی جا رہی ہیں۔ چنانچہ حضرت حسن بصری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنے وعظ میں فرمایا کرتے کہ ’’جلدی کرو جلدی کرو، یہ چند سانس ہیں اگر رک گئے تو تم وہ اعمال

1......روح البيان، مريم، تحت الآية: ٨٤، ٥/٣٥٥، مدارك، مريم، تحت الآية: ٨٤، ص٦٨٣، خازن، مريم، تحت الآية: ٨٤، ٣/٢٤٦، ملتقطاً.

نہیں کر سکو گے جو تمہیں اللہ تعالیٰ کے قریب کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو اپنے نفس کی فکر کرتا اور اپنے گناہوں پر روتا ہے، پھر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے یہ آیت پڑھی ''اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا'' ہم تو ان کیلئے گنتی کر رہے ہیں۔ اس سے مراد سانس ہیں اور آخری عدد جان کا نکلنا ہے، پھر گھر والوں سے جدائی ہے اور قبر میں داخل ہونے کی آخری گھڑی ہے۔ [1]

اللہ تعالیٰ ہمیں گناہوں سے بچنے اور نیک اعمال کرنے میں جلدی کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ﴿٨٥﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جس دن ہم پرہیزگاروں کو رحمٰن کی طرف لے جائیں گے مہمان بنا کر۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یاد کرو جس دن ہم پرہیزگاروں کو رحمٰن کی طرف مہمان بنا کر لے جائیں گے۔

﴿ يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ: یاد کرو جس دن ہم پرہیزگاروں کو لے جائیں گے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اپنی قوم کو ترغیب دینے اور ڈرانے کے طور پر وہ دن یاد دلائیں جس دن ہم پرہیزگاروں اور اطاعت شِعاروں کو ان کے اس رب کی بارگاہ میں مہمان بنا کر جمع کریں گے جو اپنی وسیع رحمت کے ساتھ انہیں ڈھانپے ہوئے ہے۔ [2]

اہلِ جنت کے اعزاز واکرام سے متعلق 4 روایات

اس آیت میں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے پرہیزگار اور اطاعت گزار بندوں کے اعزاز و اکرام کا ذکر ہوا اور قبروں سے اٹھ کر میدانِ محشر میں جانے، وہاں ٹھہرنے، پھر وہاں سے جنت میں جانے کے عرصہ کے دوران ان کے اعزاز و اکرام کا ذکر کثیر اَحادیث میں بھی کیا گیا ہے ان میں سے 4 روایات درج ذیل ہیں۔

(1)......حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: اللہ کی قسم! پرہیزگاروں کو ان کے قدموں پر نہیں لایا جائے گا اور نہ ہی انہیں ہانک کر لایا جائے گا بلکہ انہیں جنت کی

---

1 ......احیاءعلوم الدین، کتاب ذکر الموت ومابعده، الباب الثانی فی طول الامل وفضیلة قصر الامل... الخ، بیان المبادرة الی العمل وحذر آفة التاخیر، ٥/٢٠٥-٢٠٦.

2 ......روح البیان، مریم، تحت الآیة: ٨٥، ٥/٣٥٦.

اونٹنیوں پر لایا جائے گا جن کی مثل مخلوق نے دیکھی ہی نہ ہوگی، ان کے کجاوے سونے کے ہوں گے اور ان کی مہاریں زبرجد کی ہوں گی۔ پرہیزگار ان پر بیٹھے رہیں گے یہاں تک کہ وہ جنت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے۔ (1)

(2)......حضرت ابو سعید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: پرہیزگاروں کو ان اونٹنیوں پر سوار کرکے لایا جائے گا جن کے کجاوے زمرد اور یاقوت کے ہوں گے اور جو رنگ وہ چاہیں گے اسی کے ہوں گے۔ (2)

(3)......حضرت ربیع رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: جب پرہیزگار لوگ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے حضور حاضر ہوں گے تو ان کی عزت کی جائے گی، انہیں نعمتیں بخشی جائیں گی، انہیں سلام پیش کیا جائے گا اور ان کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ (3)

(4)......جامع البیان میں ہے کہ مومن جب قبر سے نکلے گا تو ایک حسین اور خوشبودار صورت اس کا استقبال کرے گی اور مومن سے کہے گی کہ کیا تو مجھے پہچانتا ہے؟ مومن کہے گا نہیں، بے شک! اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تجھے بہت پاکیزہ خوشبو دی اور تیری بہت حسین صورت بنائی۔ وہ صورت کہے گی تو بھی دنیا میں اسی طرح تھا، میں تیرا نیک عمل ہوں، میں دنیا میں بہت عرصہ تک تجھ پر سوار رہا اور آج تو مجھ پر سوار ہوجا۔ (4)

وَّنَسُوۡقُ الۡمُجۡرِمِیۡنَ اِلٰی جَهَنَّمَ وِرۡدًا ﴿۸۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور مجرموں کو جہنم کی طرف ہانکیں گے پیاسے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور مجرموں کو جہنم کی طرف پیاسے ہانکیں گے۔

﴿وَنَسُوۡقُ الۡمُجۡرِمِیۡنَ اِلٰی جَهَنَّمَ وِرۡدًا: اور مجرموں کو جہنم کی طرف پیاسے ہانکیں گے۔﴾ قیامت کے دن پرہیزگار مسلمان تو مہمان بنا کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جمع کئے جائیں گے جبکہ کافروں کا حال یہ ہوگا کہ انہیں ان کے کفر کی وجہ سے ذلت و توہین کے ساتھ پیاسے جانوروں کی طرح جہنم کی طرف ہانکا جائے گا۔

وقف لازم

---

1 ......البعث لابن ابی داؤد، ص۵۲، الحدیث: ۵۶.

2 ......درمنثور، مریم، تحت الآیۃ: ۸۵، ۵/۵۳۸.

3 ......درمنثور، مریم، تحت الآیۃ: ۸۵، ۵/۵۳۸.

4 ......جامع البیان، مریم، تحت الآیۃ: ۸۵، ۸/۳۸۰.

کافروں کی سزا کی آیات سن کر مسلمانوں کو کیا کرنا چاہئے

یادرہے کہ ایسی آیات جن میں کافروں کی کوئی سزا بیان کی گئی ہو ان میں مسلمانوں کے لئے بھی بڑی عبرت اور نصیحت ہوتی ہے اس لئے ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ جب بھی اس طرح کی آیات پڑھے یا سنے تو اپنے بارے میں اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے ڈرے اور اپنے ایمان کی حفاظت کی فکر کرے۔ ایسی آیات سن کر ہمارے بزرگانِ دین کا کیا حال ہوتا تھا اس سے متعلق ایک حکایت ملاحظہ ہو، چنانچہ حضرت مسور بن مخرمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ شدّتِ خوف کی وجہ سے قرآنِ پاک میں کچھ سننے پر قادر نہ تھے، یہاں تک کہ ان کے سامنے ایک حرف یا کوئی آیت پڑھی جاتی تو وہ چیخ مارتے اور بے ہوش ہو جاتے، پھر کئی دن تک انہیں ہوش نہ آتا۔ ایک دن قبیلہ خثعم کا ایک شخص ان کے سامنے آیا اور اس نے یہ آیات پڑھیں، ’’ یَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِیْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ﴿۸۵﴾ وَّ نَسُوْقُ الْمُجْرِمِیْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا ‘‘ یاد کرو جس دن ہم پرہیزگاروں کو رحمٰن کی طرف مہمان بنا کر لے جائیں گے۔ اور مجرموں کو جہنم کی طرف پیاسے ہانکیں گے۔ [1] یہ سن کر آپ نے فرمایا ’’ آہ! میں مجرموں میں سے ہوں اور متقی لوگوں میں سے نہیں ہوں، اے قاری! دوبارہ پڑھو۔ اس نے پھر پڑھا تو آپ نے ایک نعرہ مارا اور آپ کی روح قفسِ عُنصری سے پرواز کر گئی۔ [2]

آیت ”وَنَسُوْقُ الْمُجْرِمِیْنَ“ سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں

(1)......کافروں کا دوزخ میں داخلہ انتہائی ذلت و رسوائی سے اور مومنوں کا جنت میں داخلہ انتہائی عزت و احترام سے ہوگا۔

(2)......کافر میدانِ محشر میں پیاسے ہوں گے۔ یاد رہے کہ مومنوں کے لئے حوضِ کوثر کی نہر میدانِ محشر میں آئے گی جس سے مُرتدّین روک دیئے جائیں گے، یونہی ہر نبی کے امتیوں کیلئے ان کے نبی کا حوض ہوگا۔

لَا یَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿۸۷﴾

وقف لازم

---

1 ......مریم: ۸۶،۸۵.

2 ......احیاء علوم الدین، کتاب الخوف والرجاء، الشطر الثانی، بیان احوال الصحابة والتابعین والسلف الصالحین فی شدّة الخوف، ۲۲۷/۴.

ترجمۂ کنزالایمان: لوگ شفاعت کے مالک نہیں مگر وہی جنھوں نے رحمٰن کے پاس قرار کر رکھا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: لوگ شفاعت کے مالک نہیں مگر وہی جس نے رحمٰن کے پاس عہد لے رکھا ہے۔

﴿ لَا یَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ : لوگ شفاعت کے مالک نہیں۔ ﴾ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ جسے اللّٰہ تعالٰی کی طرف سے گناہگاروں کی شفاعت کا اِذن مل چکا ہے اس کے علاوہ کوئی بندہ کسی گناہگار کی شفاعت کا مالک نہیں۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ مجرموں میں سے کوئی اس بات کا مالک نہیں کہ اس کی شفاعت کی جائے البتہ ان میں سے جو مسلمان ہے اس کی شفاعت ہوگی۔ (1)

یہاں ہم دو ایسے اعمال ذکر کرتے ہیں جنہیں بجالانے والے بندے کا عہد اللّٰہ تعالٰی کے پاس رکھ دیا جاتا ہے۔

(1)......حضرت عبادہ بن صامت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’اللّٰہ تعالٰی نے اپنے بندوں پر پانچ نمازیں فرض فرمائی ہیں، جس نے انہیں ادا کیا اور ہلکا سمجھ کر ان میں سے کچھ ضائع نہ کیا تو اس کا اللّٰہ تعالٰی کے پاس عہد ہے کہ وہ اسے جنت میں داخل فرمائے اور جس نے انہیں ادا نہ کیا تو اس کے لئے اللّٰہ تعالٰی کے پاس کوئی عہد نہیں، چاہے وہ اسے عذاب دے یا اسے جنت میں داخل کر دے۔ (2)

(2)......حضرت عبداللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اپنے صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ سے یہ کہتے سنا کہ کیا تم اس بات سے عاجز ہو کہ ہر صبح وشام اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے پاس سے ایک عہد لو۔ صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ نے عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، وہ کس طرح؟ حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’صبح وشام یہ کہے ’’**اَللّٰھُمَّ فَاطِرَ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ، عَالِمَ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ، اِنِّی اَعْھَدُ اِلَیْکَ فِیْ ھٰذِہِ الْحَیَاۃِ الدُّنْیَا بِاَنِّیْ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ وَحْدَکَ، لَاشَرِیْکَ لَکَ، وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُکَ وَرَسُوْلُکَ، فَلَا تَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ فَاِنَّکَ اِنْ تَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ تُبَاعِدْنِیْ مِنَ الْخَیْرِ**

1 ......روح البيان، مريم، تحت الآية: ٨٧، ٣٥٦/٥.

2 ......ابو داؤد، كتاب الوتر، باب فيمن لم يوتر، ٨٩/٢، الحديث: ١٤٢٠.

وتُقرِّبُنِیْ مِنَ الشَّرِّ، وَاِنِّیْ لَا اَثِقُ اِلَّا بِرَحْمَتِکَ، فَاجْعَلْ لِیْ عِنْدَکَ عَهْدًا تُوَفِّیْنِیْهِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ، اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادُ'' تو جو شخص یہ کہے گا، اللہ تعالیٰ اس پر مہر لگا کر عرش کے نیچے رکھ دے گا اور جب قیامت کا دن ہوگا تو ندا کرنے والا ندا کرے گا: کہاں ہیں وہ لوگ جن کا اللہ تعالیٰ کے پاس عہد ہے؟ پس وہ آدمی کھڑا ہوگا اور اسے جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔[1]

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ﴿۸۸﴾ لَقَدْ جِئْتُمْ شَیْـًٔا اِدًّا ﴿۸۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کافر بولے رحمٰن نے اولاد اختیار کی۔ بیشک تم حد کی بھاری بات لائے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کافروں نے کہا: رحمٰن نے اولاد اختیار کی ہے۔ بیشک تم انتہائی ناپسندیدہ بات لائے ہو۔

﴿وَقَالُوْا: اور کافروں نے کہا۔﴾ اس سے پہلے بتوں کی پوجا کرنے والوں کا رد کیا گیا اور اب ایک بار پھر ان لوگوں کا رد کیا جا رہا ہے جو اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد ثابت کرتے ہیں، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ کافروں نے یہ کہا: رحمٰن نے اولاد اختیار کی ہے۔ اس آیت میں حضرت عزیر عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہنے والے یہودی، حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہنے والے عیسائی اور فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہنے والے مشرکینِ عرب سبھی داخل ہیں۔[2]

تَكَادُ السَّمٰوٰتُ یَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ﴿۹۰﴾ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ﴿۹۱﴾ وَمَا یَنْۢبَغِیْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ یَّتَّخِذَ وَلَدًا ﴿۹۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: قریب ہے کہ آسمان اس سے پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ گر جائیں ڈھ کر۔ اس پر کہ انہوں نے رحمٰن کے لیے اولاد بتائی۔ اور رحمٰن کے لیے لائق نہیں کہ اولاد اختیار کرے۔

1 ......قرطبی، مریم، تحت الآیة: ۸۷، ۶۳/۶، الجزء الحادی عشر.

2 ......تفسیر کبیر، مریم، تحت الآیة: ۸۸، ۵۶۶/۷.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: قریب ہے کہ اس سے آسمان پھٹ پڑیں اور زمین بھی پھٹ جائے اور پہاڑ ٹوٹ کر گر پڑیں ۔کہ انہوں نے رحمٰن کے لیے اولاد کا دعویٰ کیا۔حالانکہ رحمٰن کے لائق نہیں کہ اولاد اختیار کرے۔

﴿ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ یَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ: قریب ہے کہ اس سے آسمان پھٹ پڑیں۔ ﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد کا دعویٰ کرنا ایسی بے ادبی وگستاخی کا کلمہ ہے کہ اس کی وجہ سے اگر اللہ تعالیٰ غضب فرمائے تو وہ تمام جہان کا نظام درہم برہم کر دے۔حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا فرماتے ہیں کہ کفار نے جب یہ گستاخی کی اور ایسا بے باکانہ کلمہ منہ سے نکالا تو جن واِنس کے سوا آسمان، زمین، پہاڑ وغیرہ تمام مخلوق پریشانی سے بے چین ہوگئی اور ہلاکت کے قریب پہنچ گئی ،فرشتوں کو غضب ہوا اور جہنم کو جوش آ گیا۔[1]

﴿ وَمَا یَنْۢبَغِیْ لِلرَّحْمٰنِ: حالانکہ رحمٰن کے لائق نہیں۔ ﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنا اولاد سے پاک ہونا بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ رحمٰن کے لائق نہیں کہ اولاد اختیار کرے۔ وہ اس سے پاک ہے اور اس کے لئے اولاد ہونا ممکن نہیں محال ہے کیونکہ بیٹا باپ کا جز ،اس کی شبیہ ونظیر اور اس کا مددگار ہوتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ کوئی اس کا جز ہو یا اس کی مثل بنے یا کوئی اس کا مددگار ہو۔

اِنْ كُلُّ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اِلَّاۤ اٰتِی الرَّحْمٰنِ عَبْدًاؕ(۹۳)

ترجمۂ کنزالایمان: آسمانوں اور زمین میں جتنے ہیں سب اس کے حضور بندے ہو کر حاضر ہوں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: آسمانوں اور زمین میں جتنے ہیں سب رحمٰن کے حضور بندے ہو کر حاضر ہوں گے۔

﴿ اِنْ كُلُّ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ: آسمانوں اور زمین میں جتنے ہیں۔ ﴾ یہ آیت مبارکہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ دیگر بناوٹی معبودوں کی نفی کی دلیل بھی بن سکتی ہے اور اس بات کی بھی دلیل بن سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اولاد سے پاک ہے۔پہلی صورت میں اس آیت کا معنی یہ ہوگا کہ کفار زمین پر جن لوگوں کو اور آسمان پر جن فرشتوں کو اپنا معبود مانتے ہیں وہ سب تو

1 ......خازن، مریم، تحت الآیة: ۹۰-۹۱، ۳/۲۴۷.

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے بندہ ہونے کا اقرار کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری کرتے اور صرف اسے ہی سجدہ کرتے ہیں تو پھر وہ معبود کس طرح ہوسکتے ہیں۔ دوسری صورت میں اس آیت کا معنی یہ ہوگا کہ قیامت کے دن تمام جن وانس اور فرشتے نیز کفار زمین پر جن لوگوں کو اور آسمان پر جن فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی اولاد بتاتے ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ کا بندہ ہونے کا اقرار کرتے ہوئے اس کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے اور یہ بات واضح ہے کہ جو کسی کا بندہ ہوتا ہے وہ اس کی اولاد نہیں ہوتا اور جو اولاد ہو وہ اس کا بندہ نہیں ہوتا کیونکہ بندہ ہونا اور اولاد ہونا دونوں جمع ہو ہی نہیں سکتے نیز کوئی اپنی اولاد کا مالک نہیں ہوتا جبکہ اللہ تعالیٰ تو ہر چیز کا مالک ہے اور جو خود اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں ہے تو وہ اس کی اولاد ہرگز نہیں ہوسکتا۔

لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَ عَدَّهُمْ عَدًّا ﴿۹۴﴾ وَ كُلُّهُمْ اٰتِیْهِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فَرْدًا ﴿۹۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک وہ ان کا شمار جانتا ہے اور ان کو ایک ایک کر کے گن رکھا ہے۔ اور ان میں ہر ایک روزِ قیامت اس کے حضور اکیلا حاضر ہوگا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اس نے انہیں گھیر رکھا ہے اور ان کو ایک ایک کرکے خوب گن رکھا ہے۔ اور ان میں ہر ایک روزِ قیامت اس کے حضور تنہا آئے گا۔

﴿ لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ: بیشک اس نے انہیں گھیر رکھا ہے۔﴾ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے علم وقدرت نے سب کو گھیر رکھا ہے اور ہر ذی روح کے سانسوں کی، دنوں کی، تمام اَحوال کی اور جملہ معاملات کی تعداد اللہ عَزَّوَجَلَّ کے شمار میں ہے، اس پر کچھ مخفی نہیں سب اس کی تدبیر وقدرت کے تحت ہیں۔ [1]

﴿ وَ كُلُّهُمْ اٰتِیْهِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فَرْدًا: اور ان میں ہر ایک روزِ قیامت اس کے حضور تنہا آئے گا۔﴾ یعنی قیامت کے دن ہر ایک اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں، مال، اولاد اور معین ومددگار کے بغیر تنہا حاضر ہوگا۔ [2]

1 ......خازن، مریم، تحت الآیة: ۹۴، ۳/۲۴۷-۲۴۸.

2 ......مدارك، مریم، تحت الآیة: ۹۵، ص ۶۸۵.

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری کے وقت بہت بڑا خطرہ ہوگا

یادر ہے کہ بروزِ قیامت جب بندہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے اعمال کا حساب دینے کے لئے حاضر ہوگا تو اس وقت دنیا کا مال، اولاد، دوست اَحباب اور عزیز رشتہ داروں میں سے کوئی اس کے ساتھ نہ ہوگا اور نہ ہی کوئی اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر اس کی مدد کر سکے گا اور اس وقت بہت بڑا خطرہ ہوگا کیونکہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کہا جائے ’’ہم نے دنیا میں تمہاری پردہ پوشی کی اور آج بھی تجھے بخش رہے ہیں۔ اس وقت بہت زیادہ خوشی اور سُرور حاصل ہوگا اور پہلے اور بعد والے تم پر رشک کریں گے،، یا، فرشتوں سے کہا جائے گا کہ اس برے بندے کو پکڑ کر گلے میں طوق ڈالو اور پھر اسے جہنم میں ڈال دو۔ اس وقت تو اتنی بڑی مصیبت میں مبتلا ہوگا کہ اگر آسمان و زمین تجھ پر روئیں تو انہیں مناسب ہے۔ نیز تجھے اس بات پر بہت زیادہ حسرت ہوگی کہ تم نے اللہ تعالیٰ کی عبادت اور فرمانبرداری میں کوتاہی کی اور تم نے کمینی دنیا کے لئے اپنی آخرت بیچ ڈالی اور اب تیرے پاس کچھ نہیں۔ (1)

ہم ہیں اُن کے وہ ہیں تیرے تو ہوئے ہم تیرے ... اس سے بڑھ کر تری سمت اور وسیلہ کیا ہے
ان کی امّت میں بنایا انھیں رحمت بھیجا ... یوں نہ فرما کہ ترا رحم میں دعویٰ کیا ہے
صدقہ پیارے کی حیا کا کہ نہ لے مجھ سے حساب ... بخش بے پوچھے لجائے کو لجانا کیا ہے

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا (۹۶)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے عنقریب ان کے لیے رحمٰن محبت کر دے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہ جو ایمان لائے اور نیک اعمال کئے عنقریب رحمٰن ان کے لیے محبت پیدا کر دے گا۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: بیشک وہ جو ایمان لائے۔﴾ اس سے پہلی آیات میں مختلف اَقسام کے کافروں کا رد کیا گیا اور ان کے دُنْیَوی واُخروی اَحوال کو بڑی تفصیل سے بیان کیا گیا اور اب نیک اعمال کرنے والے مسلمانوں کا ذکر کیا جا رہا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ بیشک وہ جو ایمان لائے اور نیک اعمال کئے عنقریب اللہ تعالیٰ انہیں اپنا محبوب بنا لے گا اور اپنے بندوں کے دلوں میں ان کی محبت ڈال دے گا۔ (2)

---

1 ......احیاءعلوم الدین، کتاب ذکر الموت ومابعده، الشطر الثانی، صفة المساءلة، ۵/۲۸۰.

2 ......تفسیر کبیر، مریم، تحت الآیة: ۹۶، ۷/۵۶۷، خازن، مریم، تحت الآیة: ۹۶، ۳/۲۴۸، ملتقطاً.

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جب اللّٰہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کو ندا کی جاتی ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت رکھتا ہے لہٰذا تم بھی اس سے محبت کرو۔ حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام اس سے محبت کرتے ہیں۔ پھر حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام آسمانی مخلوق میں ندا کرتے ہیں کہ اللّٰہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت فرماتا ہے لہٰذا تم بھی اس سے محبت کرو، چنانچہ آسمان والے بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، پھر زمین والوں میں اس کی مقبولیت رکھ دی جاتی ہے۔ [1]

اس سے معلوم ہوا کہ مومنینِ صالحین واَولیائے کاملین کی مقبولیتِ عامہ ان کی محبوبیت کی دلیل ہے جیسے کہ حضور غوثِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور خواجہ غریب نواز اور داتا گنج بخش علی ہجویری اور دیگر معروف اَولیاءِ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کی عام مقبولیت ان کی محبوبیت کی دلیل ہے۔

نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ولی کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ خلقت اسے ولی کہے اور اس کی طرف قدرتی طور پر دل کو رغبت ہو۔ دیکھ لیں، آج اولیاء اللّٰہ اپنے مزارات میں سو رہے ہیں اور لوگ ان کی طرف کھچے چلے جارہے ہیں حالانکہ انہیں کسی نے دیکھا بھی نہیں۔

فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا ﴿۹۷﴾ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ ؕ هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ﴿۹۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو ہم نے یہ قرآن تمہاری زبان میں یونہی آسان فرمایا کہ تم اس سے ڈر والوں کو خوشخبری دو اور جھگڑالو لوگوں کو اس سے ڈر سناؤ۔ اور ہم نے ان سے پہلی کتنی سنگتیں کھپائیں کیا تم ان میں کسی کو دیکھتے ہو یا ان کی بھنک سنتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ہم نے یہ قرآن تمہاری زبان میں ہی آسان فرمادیا تاکہ تم اس کے ذریعے متقیوں کو خوشخبری دو

[1] ......بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائکة، ۲/۳۸۲، الحدیث: ۳۲۰۹.

اور جھگڑالو لوگوں کو اس کے ذریعے ڈر سناؤ۔ اور ہم نے ان سے پہلے کتنی قومیں ہلاک کردیں۔ کیا اب تم ان میں کسی کو پاتے ہو یا ان کی معمولی سی آواز بھی سنتے ہو؟

﴿ **فَاِنَّمَا یَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ: تو ہم نے یہ قرآن تمہاری زبان میں ہی آسان فرمادیا۔** ﴾ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم نے یہ قرآن آپ کی زبان عربی میں ہی آسان فرمادیا ہے تاکہ آپ اس کے ذریعے پرہیزگار لوگوں کو (اللہ تعالیٰ کی رحمت و رضا کے حصول اور جنت کی) خوشخبری دیں اور کفارِ قریش کے جھگڑالو لوگوں کو اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے عذاب کا ڈر سنائیں۔

سورۂ مریم کی آیت 97 سے متعلق 3 باتیں

یہاں اس آیت سے متعلق تین اہم باتیں ملاحظہ ہوں،

(1)...... بنیادی طور پر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے لئے قرآن مجید آسان فرمادیا اور یہ آسان فرمانا اس اعتبار سے ہے کہ اسے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی زبان ''عربی'' میں نازل کیا گیا جس کی وجہ سے فہمِ قرآن آسان ہوگیا۔

(2)......اس آیت میں عذابِ الٰہی سے ڈرنے والوں کو خوشخبری دینے اور جھگڑالو قوم کو ڈرانے کے ذریعے تبلیغ کرنے کا فرمایا گیا، اس سے معلوم ہوا کہ متقی لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت، رضا اور جنت کی بشارت سنا کر اور جھگڑالو قوم کو اللہ تعالیٰ کی گرفت اور اس کے عذاب کا ڈر سنا کر تبلیغ کرنے سے زیادہ فائدہ ہوتا ہے۔

(3)......قرآن مجید (سرزمینِ عرب میں) عربی زبان میں نازل کیا گیا، اس سے معلوم ہوا کہ دنیا میں جس قوم اور علاقے میں اسلام کی تبلیغ کرنی ہو تو اس کے لئے وہاں کی زبان سیکھی جائے تاکہ وہ لوگ اپنی زبان میں کی جانے والی تبلیغ کو آسانی سے سمجھ سکیں اور اسلام کے قریب ہوں۔

﴿ **وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ: اور ہم نے ان سے پہلے کتنی قومیں ہلاک کردیں۔** ﴾ ارشاد فرمایا کہ ہم نے کفارِ قریش سے پہلے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلانے کی وجہ سے بہت سی امتیں ہلاک کردیں۔ کیا اب تم ان میں کسی کو پاتے ہو یا ان کی معمولی سی آواز بھی سنتے ہو؟ وہ سب نیست و نابود کردیئے گئے اسی طرح یہ لوگ اگر وہی طریقہ اختیار کریں گے تو ان کا بھی وہی انجام ہوگا۔

سورۂ طٰہٰ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ [1]

اس میں **8** رکوع، **135** آیتیں، **1641** کلمے اور **5242** حروف ہیں۔ [2]

طٰہٰ ، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے مبارک ناموں میں سے ایک نام ہے، اور اس سورت کی ابتداء میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اس نام سے نداء کی گئی اس مناسبت سے اس سورت کا نام ''طٰہٰ'' رکھا گیا ہے۔

(1)......حضرت معقل بن یسار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''مجھے سورۂ بقرہ ذکر سے عطا کی گئی ہے، سورۂ طٰہٰ اور سورۂ والطّور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تختیوں سے عطا کی گئی ہیں، سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں عرش کے نیچے موجود خزانوں سے عطا کی گئی ہیں اور مُفَصَّل (سورتیں) اضافی دی گئی ہیں۔ [3]

(2)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اللّٰہ تعالیٰ نے سورۂ طٰہٰ اور سورۂ یٰسٓ کے ساتھ حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تخلیق سے ایک ہزار سال پہلے کلام فرمایا اور جب فرشتوں نے قرآن سنا تو کہا: اُس امت کو مبارک ہو جس پر یہ کلام نازل ہوگا، اُن سینوں کو مبارک ہو جن میں یہ کلام محفوظ ہوگا اور اُن زبانوں کو مبارک ہو جو یہ کلام پڑھیں گی۔ [4]

1......خازن، تفسیر سورة طه، ۳/۲۴۸.

2......خازن، تفسیر سورة طه، ۳/۲۴۸.

3......معجم الكبير، باب الميم، ابو المليح بن اسامة الهذلي عن معقل بن يسار، ۲۰/۲۲۵، الحديث: ۵۲۵.

4......شعب الايمان، التاسع عشر من شعب الايمان... الخ، فصل فى فضائل السور والآيات، ذكر سورة بنى اسرائيل والكهف ... الخ، ۲/۴۷۶، الحديث: ۲۴۵۰.

(3)......حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ اسلام قبول کرنے سے پہلے اسی سورت کی ابتدائی آیات پڑھ کر پکار اٹھے کہ یہ کس قدر حسین اور عظیم کلام ہے اور اس کے بعد آپ نے اسلام قبول کرلیا۔[1]

سورۂ طٰہٰ کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں دین کے عقائد جیسے اللہ تعالٰی کی وحدانیت اور قدرت، اس کے علاوہ نبوت، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جانے اور اعمال کی جزاء وسزا ملنے وغیرہ کو مختلف دلائل سے ثابت کیا گیا ہے اور اس سورت میں یہ چیزیں بیان کی گئی ہیں:

(1)......قرآنِ پاک اس لئے نازل نہیں کیا گیا کہ اللہ تعالٰی کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مشقت میں پڑ جائیں بلکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ذمہ داری صرف قرآن پاک کے ذریعے نصیحت کرنا، اللہ تعالٰی کے احکام پہنچادینا اور خود کو زیادہ مشقت میں ڈالے بغیر عبادت کرنا ہے۔

(2)......حضرت موسیٰ عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور فرعون کا واقعہ تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا اور اس واقعے میں حضرت موسیٰ عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بچپن میں صندوق میں بند کر کے دریا میں ڈالے جانے، حضرت ہارون عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ حضرت موسیٰ عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جابر وسرکش فرعون کے پاس بھیجنے اور اللہ تعالٰی کی وحدانیت کے بارے میں اس سے بحث کرنے، جادوگروں کے ساتھ حضرت موسیٰ عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا مقابلہ ہونے، حضرت موسیٰ عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اللہ تعالٰی کی تائید اور مدد ملنے، جادوگروں کے ایمان لانے، حضرت موسیٰ عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا دریا میں راستے بنانے والا معجزہ ظاہر ہونے، بنی اسرائیل کے دریا پار کرنے، فرعون اور اس کے لشکر کے ہلاک ہونے، بنی اسرائیل کا اللہ تعالٰی کی کثیر نعمتوں کی ناشکری کرنے، سامری کا سونے سے ایک بچھڑا بنا کر بنی اسرائیل کو گمراہ کرنے اور حضرت موسیٰ عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا اپنے بھائی حضرت ہارون عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر اظہارِ غضب کرنے وغیرہ کا ذکر ہے۔

(3)......جو قرآن سے منہ پھیرے، اس پر ایمان نہ لائے اور اس کی ہدایتوں سے فائدہ نہ اٹھائے اس کے لئے جہنم کی سزا کا بیان ہے۔

(4)......قیامت کے دن کی ہولناکیاں اور اس دن مجرموں کے احوال بیان کئے گئے ہیں۔

[1] ......الروض الانف، ذكر اسلام عمر بن الخطاب رضى الله عنه، ۲/۱۲۲-۱۲۳.

(5)......حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ابلیس کا واقعہ بیان کیا گیا۔

(6)......اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے روگردانی کرنے والے کے انجام کا ذکر ہے۔

(7)......نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو کفار کی اَذِیَّتوں پر صبر کرنے ،اللہ تعالیٰ کی عبادت پر قائم رہنے اور گھر والوں کو نماز کا حکم دینے کی تلقین کی گئی ہے۔

(8)......فرمائشی معجزات طلب کرنے والے کفار کا رد کیا گیا ہے۔

سورۂ مریم کے ساتھ مناسبت

سورۂ طٰہٰ کی اپنے سے ماقبل سورت ''مریم'' کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سورۂ مریم میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے کئی انبیاء کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعات وحالات بیان کیے جن میں سے بعض کے واقعات وحالات تفصیل کے ساتھ بیان کیے گئے جیسے حضرت زکریا، حضرت یحییٰ ،حضرت عیسیٰ عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ،وغیرہا اور بعض کے مختصراً بیان کیے گئے جیسا کہ حضرت موسیٰ، حضرت ادریس عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ،وغیرہا اور کچھ کی طرف اِجمالاً اشارہ کر دیا گیا۔اب اس سورت میں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا قصہ تفصیل سے بیان کیا گیا ہے کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو کس طرح نبوت سے سرفراز فرمایا گیا اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو کس طرح کے معجزات عطا کیے گئے اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے کس طرح ظالم بادشاہ کو حق کی دعوت دی اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہی کی دعا سے آپ کے بھائی کو نبوت سے نوازا گیا۔[1]

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان ،رحمت والا ہے۔

طٰهٰ ۞ مَاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكَ الۡقُرۡاٰنَ لِتَشۡقٰٓى ۞ اِلَّا تَذۡكِرَةً لِّمَنۡ يَّخۡشٰى ۞

(1)......تناسق الدرر، سورة طه، ص ١٠٢، ملخصًا.

ترجمۂ کنزالایمان: اے محبوب ہم نے تم پر یہ قرآن اس لیے نہ اتارا کہ تم مشقت میں پڑو۔ ہاں اس کو نصیحت جو ڈر رکھتا ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے حبیب! ہم نے تم پر یہ قرآن اس لیے نہیں نازل فرمایا کہ تم مشقت میں پڑ جاؤ۔ مگر یہ اس کے لئے نصیحت ہے جو ڈرتا ہے۔

﴿طٰهٰ﴾ یہ حروفِ مُقَطَّعات میں سے ہے۔ مفسرین نے اس حرف کے مختلف معنی بھی بیان کئے ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ ''طٰہٰ'' تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اَسماءِ مبارکہ میں سے ایک اسم ہے اور جس طرح اللّٰہ تعالیٰ نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا نام ''محمد'' رکھا ہے اسی طرح آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا نام ''طٰہٰ'' بھی رکھا ہے۔ (1)

﴿مَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰۤى: اے محبوب! ہم نے تم پر یہ قرآن اس لیے نہیں نازل فرمایا کہ تم مشقت میں پڑ جاؤ۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم نے آپ پر یہ قرآن اس لیے نازل نہیں فرمایا کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں اور ساری ساری رات قیام کرنے کی تکلیف اٹھائیں۔ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اللّٰہ تعالیٰ کی عبادت کرنے میں بہت محنت فرماتے تھے اور پوری رات قیام میں گزارتے یہاں تک کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے مبارک قدم سوج جاتے۔ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے حاضر ہو کر اللّٰہ تعالیٰ کے حکم سے عرض کی: آپ اپنے پاک نفس کو کچھ راحت دیجئے کہ اس کا بھی حق ہے۔ شانِ نزول کے بارے میں ایک قول یہ بھی ہے کہ سیّدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ لوگوں کے کفر اور ان کے ایمان سے محروم رہنے پر بہت زیادہ افسوس اور حسرت کی حالت میں رہتے تھے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے مبارک قلب پر اس وجہ سے رنج و ملال رہا کرتا تھا، تو اس آیت میں فرمایا گیا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ رنج و ملال کی کوفت نہ اٹھائیں کیونکہ قرآنِ پاک آپ کی مشقت کے لئے نازل نہیں کیا گیا ہے۔ (2)

---

1 ......تفسیر قرطبی، طه، تحت الآیة: ۱، ۶/۷۲، الجزء الحادی عشر.

2 ......مدارك، طه، تحت الآیة: ۲، ص۶۸۶، خازن، طه، تحت الآیة: ۲، ۳/۲۴۸-۲۴۹، ابو سعود، طه، تحت الآیة: ۲، ۳/۴۴۸، ملتقطاً.

اللّٰہ تعالیٰ اور نبیِّ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عظمت

اس آیتِ مبارکہ میں سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے محبت اور شوقِ عبادت کا بیان بھی ہے اور اس کے ساتھ ہی اللّٰہ تعالیٰ کی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے محبت اور اس کی بارگاہ میں آپ کی عظمت کا بیان بھی ہے کہ حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تو اللّٰہ تعالیٰ کی محبت اور عبادت کے شوق میں کثرت سے عبادت کرتے اور مشقت اٹھاتے ہیں، جبکہ اللّٰہ تعالیٰ اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مشقت پر آپ کی راحت و آسانی کا حکم نازل فرماتا ہے۔

﴿اِلَّا تَذْكِرَةً: مگر یہ اس کیلئے نصیحت ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم نے آپ پر یہ قرآن اس لیے نازل نہیں فرمایا کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں بلکہ یہ قرآن اُس کے لئے نصیحت ہے جو اللّٰہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے کیونکہ اللّٰہ تعالیٰ سے ڈرنے والے ہی نصیحت سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔[1]

تَنْزِيْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰى ﴿٤﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اس کا اتارا ہوا جس نے زمین اور اونچے آسمان بنائے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے جس نے زمین اور اونچے آسمان بنائے۔

﴿تَنْزِيْلًا: نازل کیا ہوا ہے۔﴾ اس آیت میں اللّٰہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید کی عظمت بیان فرمائی کہ یہ قرآن اس اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے جس نے زمینوں اور بلند آسمانوں کو پیدا فرمایا اور جس نے اتنی عظیم مخلوق پیدا فرمائی وہ خالق کتنا عظیم ہوگا اور جب ایسی عظیم ذات نے قرآن مجید نازل فرمایا ہے تو یہ قرآن کتنا عظمت والا ہوگا۔

قرآنِ مجید کی عظمت بیان کرنے کا مقصد

یہاں قرآن کریم کی عظمت بیان کرنے سے مقصود یہ ہے کہ لوگ اس کے معانی میں غور وفکر کریں اور اس کے حقائق میں تدبُّر کریں کیونکہ اس بات کا مشاہدہ ہے کہ جس پیغام کو بھیجنے والا انتہائی عظیم ہو تو اس پیغام کو بہت اہمیت دی جاتی

[1] ......روح البیان، طه، تحت الآیة: ٣، ٥/٣٦٢، خازن، طه، تحت الآیة: ٣، ٣/٢٤٩، ملتقطًا.

ہے اور پوری توجہ سے اسے سنا جاتا ہے اور بھرپور طریقے سے اس کی اطاعت کی جاتی ہے۔ اور جب قرآن کریم کو نازل فرمانے والا سب سے بڑا عظیم ہے تو اس کی طرف سے بھیجے ہوئے قرآنِ عظیم کو سب سے زیادہ توجہ کے ساتھ سننا چاہئے اور اس میں انتہائی غور وفکر کرنا اور کامل طریقے سے اس کے دیئے گئے احکام پر عمل کرنا چاہئے۔ افسوس! آج مسلمانوں کی ایک تعداد ایسی ہے جو تلاوتِ قرآن کرنے سے ہی محروم ہے اور جو تلاوت کرتے بھی ہیں تو وہ درست طریقے سے تلاوت نہیں کرتے اور صحیح طریقے سے تلاوت کرنے والوں کا بھی حال یہ ہے کہ وہ نہ قرآن مجید کو سمجھتے ہیں، نہ اس میں غور وفکر کرتے ہیں اور نہ ہی اس کے اَحکام پر عمل کرتے ہیں۔

حضرت فضیل بن عیاض رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ہماری مصیبت سے بڑی کوئی مصیبت نہیں، ہم میں سے ایک شخص دن رات قرآن مجید پڑھتا ہے لیکن اس پر عمل نہیں کرتا حالانکہ یہ مکمل قرآن مجید ہماری طرف ہمارے رب کے پیغامات ہیں۔ (1)

اور حضرت محمد بن کعب قرظی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: جس تک قرآن مجید پہنچ گیا تو گویا اللّٰہ تعالیٰ نے اس سے کلام کیا۔ جب وہ اس بات پر قادر ہو جائے تو قرآن مجید پڑھنے ہی کو اپنا عمل قرار نہ دے بلکہ اس طرح پڑھے جس طرح کوئی غلام اپنے مالک کے لکھے ہوئے خط کو پڑھتا ہے تاکہ وہ اس میں غور وفکر کرکے اس کے مطابق عمل کرے۔ (2)

اللّٰہ تعالیٰ ہمیں قرآن مجید کی تلاوت کرنے، اسے سمجھنے، اس میں غور وفکر کرنے اور اس کے احکامات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ۝٥ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ وَ مَا بَیْنَهُمَا وَ مَا تَحْتَ الثَّرٰى ۝٦

ترجمۂ کنزالایمان: وہ بڑی مہر والا اس نے عرش پر اِستواء فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے۔ اس کا ہے جو کچھ آسمانوں
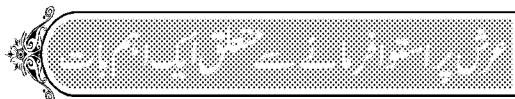
❶ ......تنبیہ المغترین، الباب الرابع فی جملة اخری من الاخلاق، ومن اخلاقهم رضی اللّٰہ عنهم کثرة الاستغفار وخوف المقت ... الخ، ص ٢٦١.

❷ ......احیاء علوم الدین، کتاب آداب تلاوة القرآن، الباب الثالث فی اعمال الباطن فی التلاوة، ٣٧٨/١.

میں ہے اور جو کچھ زمین میں اور جو کچھ ان کے بیچ میں اور جو کچھ اس گیلی مٹی کے نیچے ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ بڑا مہربان ہے، اس نے عرش پر اِستواء فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے۔ اسی کی ملک ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اور جو کچھ اس گیلی مٹی (زمین) کے نیچے ہے۔

﴿ اَلرَّحْمٰنُ : وہ بڑا مہربان ہے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآنِ مجید نازل کرنے والے کی شان یہ ہے کہ وہ بڑا مہربان ہے اور اس نے اپنی شان کے لائق عرش پر اِستواء فرمایا ہے اور جو کچھ آسمانوں میں ہے، جو کچھ زمین میں ہے، جو کچھ زمین و آسمان کے درمیان ہے اور جو کچھ اس گیلی مٹی یعنی زمین کے نیچے ہے سب کا مالک بھی وہی ہے، وہی ان سب کی تدبیر فرماتا اور ان میں جیسے چاہے تَصَرُّف فرماتا ہے۔

عرش پر استواء سے متعلق ایک اہم بات

اللہ تعالیٰ کے اپنی شان کے لائق عرش پر اِستواء فرمانے کی تفصیل سورۂ اَعراف کی آیت نمبر 54 کی تفسیر کے تحت گزر چکی ہے، یہاں اس سے متعلق ایک اہم بات یاد رکھیں، چنانچہ حضرت امام مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ کسی شخص نے آکر اس آیت کا مطلب دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے عرش پر کس طرح اِستواء فرمایا تو آپ نے تھوڑے سے تَوَقُّف کے بعد فرمایا ''ہمیں یہ معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عرش پر اِستواء فرمایا لیکن اس کی کَیفیت کیا تھی وہ ہمارے فہم سے بالاتر ہے البتہ اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کے بارے میں گفتگو کرنا بدعت ہے۔[1]
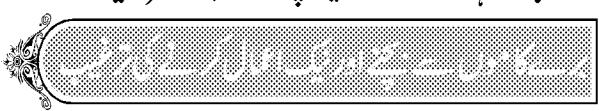
وَ اِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ یَعْلَمُ السِّرَّ وَ اَخْفٰى ﴿۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر تو بات پکار کر کہے تو وہ تو بھید کو جانتا ہے اور اسے جو اس سے بھی زیادہ چھپا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر تم بلند آواز سے بولو تو بیشک وہ آہستہ آواز کو جانتا ہے اور اسے (بھی) جو اس سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے۔

1 ......بغوی، الاعراف، تحت الآیة: ٥٤، ٢/١٣٧.

﴿ فَاِنَّهٗ یَعْلَمُ السِّرَّ وَ اَخْفٰى :تو بیشک وہ آہستہ آواز کو جانتا ہے اور اسے (بھی) جو اس سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے۔﴾ اس آیت کے دو الفاظ ''اَلسِّرَّ'' اور'' اَخْفٰى'' کے بارے میں مفسرین کے مختلف اَقوال ہیں، جیسے ایک قول یہ ہے کہ سِر وہ ہے جسے آدمی چھپاتا ہے اور ''اس سے زیادہ پوشیدہ'' وہ ہے جسے انسان کرنے والا ہے مگر ابھی جانتا بھی نہیں اور نہ اُس سے اس کے ارادے کا کوئی تعلق ہوا، نہ اس تک اس کا خیال پہنچا۔ ایک قول یہ ہے کہ سِر سے مراد وہ ہے جسے بندہ انسانوں سے چھپاتا ہے اور ''اس سے زیادہ چھپی ہوئی'' چیز وسوسہ ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ بندے کا راز وہ ہے جسے بندہ خود جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور ''اس سے زیادہ پوشیدہ'' ربّانی اَسرار ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ جانتا ہے بندہ نہیں جانتا۔[1]

برے کاموں سے بچنے اور نیک اعمال کرنے کی ترغیب

اس آیت میں بیان ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہماری آہستہ آواز کو جانتا ہے اور جو اس سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے اسے بھی جانتا ہے۔ اس کے ساتھ یہ بھی یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے ظاہری باطنی اَحوال، آنکھوں کی خیانت، سینوں میں چھپی باتیں اور ہمارے تمام کام جانتا ہے اور ہمارے تمام اَفعال کو دیکھ بھی رہا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَ مَا تَكْتُمُوْنَ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے اور جو تم چھپاتے ہو۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

یَعْلَمُ خَآىٕنَةَ الْاَعْیُنِ وَ مَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ [3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے اور اسے بھی جو سینے چھپاتے ہیں۔

اور ارشاد فرمایا

اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْۙ-اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ [4]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم جو چاہو کرتے رہو۔ بیشک وہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

---
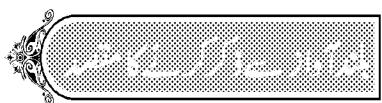
1 ......خازن، طه، تحت الآية: ۷، ۳/۲۴۹، ملتقطًا.

2 ......مائدہ: ۹۹.

3 ......مومن: ۱۹.

4 ......حم السجدہ: ۴۰.

ان آیات میں ہر بندے کے لئے یہ تنبیہ ہے کہ وہ خفیہ اور اِعلانیہ، ظاہری اور باطنی تمام گناہوں سے پرہیز کرے کیونکہ کوئی ہمارے گناہوں کو جانے یا نہ جانے اور کوئی انہیں دیکھے یا نہ دیکھے لیکن وہ اللہ تعالیٰ تو دیکھ رہا ہے جو دنیا میں کسی بھی وقت اس کی گرفت فرما سکتا ہے اور اگر اس نے دنیا میں کوئی سزا نہ دی تو وہ آخرت میں جہنم کی دردناک سزا دے سکتا ہے۔ نیز ان آیات میں نیک اعمال کرنے کی ترغیب بھی ہے کہ لوگ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کوئی نیکی چھپ کر کریں یا سب کے سامنے، اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے انہیں اس کی جزا عطا فرمائے گا۔

[illegible]

ابوسعید عبداللہ بن عمر رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ نے تفسیر بیضاوی میں اس آیت میں مذکور لفظ ''قول'' سے اللہ تعالیٰ کا ذکر اور دعا مراد لی ہے اور فرمایا ہے کہ اس آیت میں اس پر تنبیہ کی گئی ہے کہ ذکر و دعا میں جَہر اللہ تعالیٰ کو سنانے کے لئے نہیں ہے بلکہ ذکر کو نفس میں راسخ کرنے اور نفس کو غیر کے ساتھ مشغول ہونے سے روکنے اور باز رکھنے کے لئے ہے۔ (1)

اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَؕ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ﴿۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کہ اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں اسی کے ہیں سب اچھے نام۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ اللہ ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ سب اچھے نام اسی کے ہیں۔

﴿ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ: **وہ اللہ ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔** ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ معبودِ حقیقی ہے اس کے سوا کوئی خدا نہیں اور وہ حقیقتاً واحد ہے اور اَسماء و صِفات کی کثرت اس کی ذات کو تعبیر کرنے کے مختلف ذرائع ہیں۔ یہ نہیں کہ صفات کی کثرت ذات کی کثرت پر دلالت کرے جیسے کسی آدمی کو کہیں کہ یہ عالم بھی ہے اور سخی بھی تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اسے عالم بھی کہہ سکتے ہیں اور سخی بھی، نہ یہ کہ دو نام رکھنے سے وہ ایک سے دو آدمی بن گئے۔

وَقفِ لازم

وَهَلْ اَتٰىكَ حَدِیْثُ مُوْسٰىۘ ﴿۹﴾

1 ......بيضاوی، طه، تحت الآية: ۷، ٤/ ٤١.

ترجمۂ کنزالایمان: اور کچھ تمہیں موسیٰ کی خبر آئی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کیا تمہارے پاس موسیٰ کی خبر آئی۔

﴿وَ هَلْ اَتٰىكَ حَدِیْثُ مُوْسٰى: اور کیا تمہارے پاس موسیٰ کی خبر آئی۔﴾ اس سے پہلی آیات میں قرآنِ مجید اور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا حال بیان کیا گیا اور اب یہاں سے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے حالات بیان کئے جا رہے ہیں تا کہ اس سے حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دل کو تقوِیَت حاصل ہو اور اس سلسلے میں سب سے پہلے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ بیان کیا گیا کیونکہ انہیں نبوت ورسالت کے فرائض کی ادائیگی میں جس قدر مشقتوں اور سختیوں کا سامنا کرنا پڑا ہے اس میں حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے قلب مبارک کے لئے بہت تسلی ہے، چنانچہ یہاں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے اس سفر کا واقعہ بیان فرمایا جا رہا ہے جس میں آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے اجازت لے کر مَدْیَن سے مصر کی طرف اپنی والدہ ماجدہ سے ملنے کے لئے روانہ ہوئے تھے، آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے اہلِ بیت ہمراہ تھے اور آپ نے شام کے بادشاہوں (کی طرف سے نقصان پہنچنے) کے اندیشہ سے سڑک چھوڑ کر جنگل میں مسافت طے کرنا اختیار فرمایا، اس وقت زوجۂ محترمہ حاملہ تھیں، چلتے چلتے طور پہاڑ کے مغربی جانب پہنچے تو یہاں رات کے وقت زوجۂ محترمہ کو دردِ زِہ شروع ہوا، یہ رات اندھیری تھی، برف پڑ رہی تھا اور سردی شدت کی تھی، اتنے میں آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو دور سے آگ معلوم ہوئی۔ [1]

اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا اِنِّیْۤ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْۤ اٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ﴿۱۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جب اس نے ایک آگ دیکھی تو اپنی بی بی سے کہا ٹھہرو مجھے ایک آگ نظر پڑی ہے شاید میں تمہارے

1 ......تفسیر کبیر، طه، تحت الآیة: ۹، ۸/۱۵، خازن، طه، تحت الآیة: ۹، ۳/۲۴۹-۲۵۰، ملتقطًا.

لیے اس میں سے کوئی چنگاری لاؤں یا آگ پر راستہ پاؤں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جب اس نے ایک آگ دیکھی تو اپنی اہلیہ سے فرمایا: ٹھہرو، بیشک میں نے ایک آگ دیکھی ہے شاید میں تمہارے پاس اس میں سے کوئی چنگاری لے آؤں یا آگ کے پاس کوئی راستہ بتانے والا پاؤں۔

﴿اِذْ رَاٰ نَارًا: جب اس نے ایک آگ دیکھی۔﴾ جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے آگ دیکھی تو اپنی زوجۂ محترمہ سے فرمایا: آپ یہیں ٹھہرو، میں نے ایک جگہ آگ دیکھی ہے، اس لئے میں جاتا ہوں، شاید میں تمہارے پاس اس آگ میں سے کوئی چنگاری لے آؤں یا مجھے آگ کے پاس کوئی ایسا شخص مل جائے جس سے درست راستہ پوچھ کر ہم مصر کی طرف روانہ ہوسکیں۔

بیوی اہلِ بیت میں داخل ہے

اس آیت میں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی زوجہ کو ''اہل'' فرمایا گیا، اس سے معلوم ہوا کہ بیوی اہلِ بیت میں سے ہوتی ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اَزواجِ مُطَہَّرات رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُنَّ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اہلِ بیت میں داخل ہیں۔

فَلَمَّاۤ اَتٰىهَا نُوْدِیَ یٰمُوْسٰى ﴿۱۱﴾ اِنِّیْۤ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَیْكَ ۚ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ﴿ؕ۱۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب آگ کے پاس آیا ندا فرمائی گئی کہ اے موسیٰ۔ بیشک میں تیرا رب ہوں تو تو اپنے جوتے اتار ڈال بیشک تو پاک جنگل طُویٰ میں ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر وہ جب آگ کے پاس آئے تو ندا فرمائی گئی کہ اے موسیٰ۔ بیشک میں تیرا رب ہوں تو تو اپنے جوتے اتار دے بیشک تو پاک وادی طویٰ میں ہے۔

﴿فَلَمَّاۤ اَتٰىهَا: پھر وہ جب آگ کے پاس آئے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب حضرت

موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اس آگ کے پاس تشریف لائے تو وہاں آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ایک سرسبز وشاداب درخت دیکھا جو اوپر سے نیچے تک انتہائی روشن تھا اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام جتنا اس کے قریب جاتے اتنا وہ دور ہو جاتا اور جب آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ٹھہر جاتے ہیں تو وہ قریب ہو جاتا، اس وقت آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ندا فرمائی گئی کہ اے موسیٰ! بیشک میں تیرا رب ہوں تو تو اپنے جوتے اتار دے کہ اس میں عاجزی کا اظہار، مقدس جگہ کا احترام اور پاک وادی کی خاک سے برکت حاصل کرنے کا موقع ہے، بیشک تو اس وقت پاک وادی طُویٰ میں ہے۔[1]

آیت ”فَاخْلَعْ نَعْلَیْكَ“ سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت اور اس کی تفسیر سے چار باتیں معلوم ہوئیں:

(1)...... پاک اور مقدس جگہ پر جوتے اتار کر حاضر ہونا چاہئے کہ یہ ادب کے زیادہ قریب ہے۔

(2)...... **اللّٰہ** تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا اور مُناجات کرتے وقت جوتے اتار دینے چاہئیں۔

(3)...... مقدس جگہ سے برکت حاصل کرنے کے لئے اس کے ساتھ اپنا بدن مَس کر سکتے ہیں۔

(4)...... مقدس جگہ کا ادب و احترام کرنا چاہئے کہ یہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سنت ہے۔ اسی وجہ سے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اولیاءِ عظام رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ کے مزارات اور اس سرزمین کا ادب کیا جاتا ہے جہاں وہ آرام فرما ہیں۔ ہمارے بزرگانِ دین مقدس مقامات کا ادب کس طرح کیا کرتے تھے اس سلسلے میں ایک حکایات ملاحظہ ہو، چنانچہ

حضرت امام شافعی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں نے (مدینہ منورہ میں) حضرت امام مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے دروازے پر خراسان کے گھوڑوں کا ایک ایسا ریوڑ دیکھا کہ میں نے اس سے اچھا نہیں دیکھا تھا۔ میں نے حضرت امام مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے عرض کی: یہ کتنا خوبصورت ہے۔ انہوں نے فرمایا ”اے ابوعبد **اللّٰہ**! یہ میری طرف سے تمہارے لئے تحفہ ہے۔ میں نے عرض کی: آپ اس میں سے ایک جانور اپنی سواری کے لئے رکھ لیں۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: مجھے **اللّٰہ** تعالیٰ سے حیا آتی ہے کہ میں اس مبارک مٹی کو جانور کے (اوپر سوار ہو کر اس کے) کھروں سے روندوں جس میں **اللّٰہ** تعالیٰ کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ (کا روضۂ انور) موجود ہے۔[2]

ہاں ہاں رہِ مدینہ ہے غافل ذرا تو جاگ   او پاؤں رکھنے والے یہ جا چشم و سر کی ہے

---

1 ...... مدارك، طه، تحت الآية: ١١-١٢، ص٦٨٧.

2 ...... احياءعلوم الدين، كتاب العلم، الباب الثانى فى العلم المحمود والمذموم واقسامهما... الخ، ٤٨/١.

وَ اَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا یُوْحٰى ﴿۱۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور میں نے تجھے پسند کیا اب کان لگا کر سن جو تجھے وحی ہوتی ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور میں نے تجھے پسند کیا تو اب اسے غور سے سن جو وحی کی جاتی ہے۔

﴿ وَ اَنَا اخْتَرْتُكَ: اور میں نے تجھے پسند کیا۔﴾ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے ارشاد فرمایا کہ میں نے تیری قوم میں سے تجھے نبوت و رسالت کے لئے پسند کرلیا اور تجھے اپنے ساتھ کلام کرنے کے شرف سے مشرف فرمایا تو اب اسے غور سے سن جو تیری طرف وحی کی جاتی ہے۔ (1)

حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اس فضیلت کا ذکر ایک اور مقام پر صراحت کے ساتھ بھی موجود ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا:

یٰمُوْسٰۤى اِنِّی اصْطَفَیْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِیْ وَ بِكَلَامِیْ ﳲ فَخُذْ مَاۤ اٰتَیْتُكَ وَ كُنْ مِّنَ الشّٰكِرِیْنَ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے موسیٰ! میں نے اپنی رسالتوں اور اپنے کلام کے ساتھ تجھے لوگوں پر منتخب کرلیا تو جو میں نے تمہیں عطا فرمایا ہے اسے لےلو اور شکر گزاروں میں سے ہوجاؤ۔

نیز حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے جو ندا سنی اس کی کیفیت کے بارے میں ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے یہ ندا اپنے بدن کے ہر جُزْ و سے سنی اور سننے کی قوت ایسی عام ہوئی کہ پورا جسمِ اَقدس کان بن گیا۔ (3)

اِنَّنِیْۤ اَنَا اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ ۙ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ ﴿۱۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک میں ہی ہوں اللہ کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو میری بندگی کر اور میری یاد کے لیے نماز قائم رکھ۔

1 ......جلالین، طه، تحت الآیة: ۱۳، ص۲۶۱، خازن، طه، تحت الآیة: ۱۳، ۳/ ۲۵۰، ملتقطاً.

2 ......اعراف: ۱۴۴.

3 ......خازن، طه، تحت الآیة: ۱۱، ۳/ ۲۵۰.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں تو میری عبادت کر اور میری یاد کے لیے نماز قائم رکھ۔

﴾ **اِنَّنِیْۤ اَنَا اللّٰهُ : بیشک میں ہی اللہ ہوں۔** ﴿ ارشاد فرمایا کہ اے موسیٰ! عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام، بیشک میں ہی اللہ ہوں اور میرے سوا کوئی معبود نہیں، تو تم میری عبادت کرو اور میری یاد کے لیے نماز قائم رکھو تاکہ تم اس میں مجھے یاد کرو اور میری یاد میں اخلاص ہو اور میری رضا کے علاوہ کوئی دوسری غرض مقصود نہ ہو، اسی طرح اس میں ریا کا دخل نہ ہو۔ آیت کے آخری حصے ’’اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ‘‘ کا ایک معنی یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ تم میری نماز قائم رکھو تاکہ میں تجھے اپنی رحمت سے یاد فرماؤں۔[1]

آیت ’’وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ‘‘ سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے 3 باتیں معلوم ہوئیں

(1)......ایمان کے بعد سب سے اہم فریضہ نماز ہے۔

(2)......نماز کی ادائیگی اخلاص کے ساتھ، اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی یاد کیلئے ہونی چاہیے نہ کہ لوگوں کو دکھانے کیلئے۔

(3)......نماز ادا کرنے والے بندے کو اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنی رحمت کے ساتھ یاد فرماتا ہے۔

اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِیَةٌ اَكَادُ اُخْفِیْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا تَسْعٰى ﴿۱۵﴾
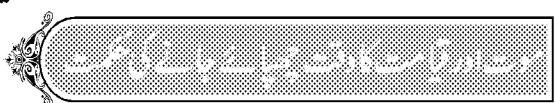
ترجمۂ کنزالایمان: بیشک قیامت آنے والی ہے قریب تھا کہ میں اسے سب سے چھپاؤں کہ ہر جان اپنی کوشش کا بدلہ پائے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک قیامت آنے والی ہے۔ قریب ہے کہ میں اسے چھپا رکھوں تاکہ ہر جان کو اس کی کوشش کا بدلہ دیا جائے۔

﴾ **اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِیَةٌ : بیشک قیامت آنے والی ہے۔** ﴿ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک قیامت لازمی طور پر آنے والی ہے اور قریب تھا کہ اللہ تعالیٰ اسے سب سے چھپا کر رکھتا اور یہ فرما کر بندوں کو اس کے آنے کی خبر بھی نہ دیتا کہ بے شک

---

1 ......خازن، طه، تحت الآية: ١٤، ٣/٢٥٠، مدارك، طه، تحت الآية: ١٤، ص٦٨٨، ملتقطاً.

قیامت آنے والی ہے، یعنی لوگوں کو اِس بات کا علم ہی نہ ہوتا کہ کوئی قیامت کا دن بھی ہے (اگر ایسا ہوتا تو لوگ بالکل ہی غفلت ولاعلمی میں مارے جاتے)۔لیکن اس کے برعکس انہیں قیامت آنے کی خبر دی گئی ہے جس میں حکمت یہ ہے کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ ہر جان کو اس کے اچھے برے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا البتہ اِس کے ساتھ انہیں مُتَعَیَّن وقت نہیں بتایا گیا (کہ وہ بھی کئی اعتبار سے اکثر لوگوں کیلئے غفلت کا سبب بن جاتا لہٰذا) اِس کی جگہ بغیر مُعَیَّن وقت بتائے محض قیامت کی خبر دیدی تا کہ اُس کے کسی بھی وقت آنے کے خوف سے لوگ گناہوں کو ترک کر دیں، نیکیاں زیادہ کریں اور ہر وقت توبہ کرتے رہیں۔ [1]

موت اور قیامت کا وقت چھپائے جانے کی حکمت

یاد رہے کہ اس آیت میں یہ تو بتایا گیا ہے کہ قیامت آئے گی لیکن یہ نہیں بتایا گیا کہ کب آئے گی، اسی طرح دیگر آیات میں یہ تو بتایا گیا ہے کہ ہر جاندار کو موت آئے گی لیکن یہ نہیں بتایا گیا کہ کب اور کس وقت آئے گی، اس سے معلوم ہوا کہ قیامت اور موت دونوں کے آنے کا وقت بندوں سے چھپایا گیا ہے اور ان کا وقت چھپانے میں بھی حکمت ہے، جیسے قیامت آنے کا وقت چھپانے کی جو حکمت اوپر بیان ہوئی کہ لوگ اس وجہ سے خوفزدہ رہیں گے اور گناہ چھوڑ کر نیکیاں زیادہ کریں گے اور توبہ کرنے میں مصروف رہیں گے یہی حکمت موت کا وقت چھپانے میں بھی ہے کیونکہ جب کسی انسان کو اپنی عمر ختم ہونے اور موت آنے کا وقت معلوم ہوگا تو وہ اس وقت کے قریب آنے تک گناہوں میں مشغول رہے گا اور جب موت کا وقت آنے والا ہوگا تو وہ گناہوں سے توبہ کر کے نیک اعمال کرنے میں مصروف ہو جائے گا اور اس طرح وہ گناہوں کی سزا پانے سے بچ جائے گا اور جب انسان کو اپنی موت کا وقت ہی معلوم نہ ہوگا تو وہ ہر وقت خوف اور دہشت میں مبتلا رہے گا اور یا تو گناہوں کو مکمل طور پر چھوڑ دے گا یا ہر وقت اس ڈر سے گناہوں سے توبہ کرتا رہے گا کہیں ابھی موت نہ آ جائے۔

افسوس! فی زمانہ لوگوں کی اکثریت حشر کے ہولناک دن اور اپنی موت کو یاد کرنے، اپنی آخرت کو بہتر بنانے کی جستجو کرنے اور اپنی موت کے لئے تیاری کرنے سے انتہائی غفلت کا شکار ہے اور قیامت کے دن راحت و چین مل جانے اور دنیا میں اپنی عمر زیادہ ہونے کی لمبی لمبی امیدیں باندھے ہوئے ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت عطا فرمائے اور اپنی قبر و آخرت کی بہتری کے لئے فوری طور پر بھرپور کوشش کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

نوٹ: یاد رہے کہ قیامت آنے کا وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے چھپایا ہے، اس کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ

[1] ......مدارك، طه، تحت الآية: ١٥، ص٦٨٨، ملتقطاً.

تعالیٰ نے اپنے کسی بھی بندے کو اس کی اطلاع نہیں دی بلکہ اَحادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو قیامت آنے کا وقت بھی بتا دیا ہے اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا قیامت کی نشانیاں بیان فرمانا اور اس کا مُتَعَیَّن وقت امت کو نہ بتانا بھی حکمت کے پیشِ نظر ہے۔

فَلَا یَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ لَّا یُؤْمِنُ بِهَا وَ اتَّبَعَ هَوٰىهُ فَتَرْدٰى ﴿۱۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو ہرگز تجھے اس کے ماننے سے وہ باز نہ رکھے جو اس پر ایمان نہیں لاتا اور اپنی خواہش کے پیچھے چلا پھر تو ہلاک ہو جائے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو قیامت پر ایمان نہ لانے والا اور اپنی خواہش کی پیروی کرنے والا ہرگز تجھے اس کے ماننے سے باز نہ رکھے ورنہ تو ہلاک ہو جائے گا۔

﴿فَلَا یَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ لَّا یُؤْمِنُ بِهَا: تو قیامت پر ایمان نہ لانے والا ہرگز تجھے اس کے ماننے سے باز نہ رکھے۔﴾ یہاں آیت میں خطاب بظاہر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے ہے اور اس سے مراد آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اُمت ہے۔ چنانچہ گویا کہ ارشاد فرمایا: اے میرے کلیم موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے امتی! قیامت پر ایمان نہ لانے والا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے مقابلے میں اپنی خواہش کی پیروی کرنے والا ہرگز تجھے قیامت کو ماننے سے باز نہ رکھے ورنہ تو ہلاک ہو جائے گا۔[1]

وَ مَا تِلْكَ بِیَمِیْنِكَ یٰمُوْسٰى ﴿۱۷﴾
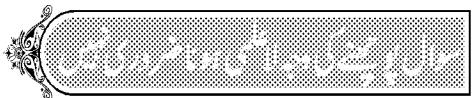
ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ تیرے داہنے ہاتھ میں کیا ہے اے موسیٰ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اے موسیٰ! یہ تمہارے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟

﴿وَ مَا تِلْكَ بِیَمِیْنِكَ یٰمُوْسٰى: اور اے موسیٰ! یہ تمہارے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟﴾ اس سوال کی حکمت یہ ہے کہ

1 ......مدارك، طه، تحت الآية: ١٦، ص٦٨٨.

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنے عصا کو دیکھ لیں اور یہ بات قلب میں خوب راسخ ہو جائے کہ یہ عصا ہے تا کہ جس وقت وہ سانپ کی شکل میں ہو تو آپ کے خاطر مبارک پر کوئی پریشانی نہ ہو یا یہ حکمت ہے کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو مانوس کیا جائے تا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے کلام کی ہیبت کا اثر کم ہو۔ [1]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ سوال ہمیشہ پوچھنے والے کی لاعلمی کی بنا پر نہیں ہوتا بلکہ اس میں کچھ اور بھی حکمتیں ہوتی ہیں۔ لہٰذا کسی موقعہ پر حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا کسی سے کچھ پوچھنا حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بے خبر ہونے کی دلیل نہیں۔

قَالَ هِيَ عَصَايَ ۚ أَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَأَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِي وَلِيَ فِيهَا مَاٰرِبُ أُخْرٰى ﴿١٨﴾

ترجمۂ کنزالایمان: عرض کی یہ میرا عصا ہے میں اس پر تکیہ لگاتا ہوں اور اس سے اپنی بکریوں پر پتے جھاڑتا ہوں اور میرے اس میں اور کام ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: عرض کی: یہ میرا عصا ہے میں اس پر تکیہ لگاتا ہوں اور اس سے اپنی بکریوں پر پتے جھاڑتا ہوں اور میری اس میں اور بھی کئی ضرورتیں ہیں۔

﴿قَالَ هِيَ عَصَايَ: عرض کی: یہ میرا عصا ہے۔﴾ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے عرض کی: یہ میرا عصا ہے، جب تھک جاتا ہوں تو اس پر ٹیک لگاتا ہوں اور اس سے اپنی بکریوں کے لیے خشک درختوں سے پتے جھاڑتا ہوں اور میری کئی ضروریات میں بھی یہ میرے کام آتا ہے جیسے اس کے ذریعے توشہ اور پانی اٹھانا، مُوذی جانوروں کو دفع کرنا اور دشمنوں سے لڑائی میں کام لینا وغیرہ۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا اپنے عصا کے ان فوائد کو بیان کرنا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے

[1] ......مدارك، طه، تحت الآية: ١٧، ص٦٨٨.

شکر کے طور پر تھا۔[1]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اپنے پاس عصا رکھنا انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سنت ہے اور اس سے کئی فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ حضرت حسن بصری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''عصا رکھنے میں چھ فضیلتیں ہیں۔ **(1)** یہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سنت ہے، **(2)** صُلحا کی زینت ہے، **(3)** دشمنوں کے خلاف ہتھیار ہے، **(4)** کمزوروں کا مددگار ہے، **(5)** منافقین کے لیے پریشانی کا باعث ہے، **(6)** عبادت میں زیادتی کا باعث ہے۔[2]

تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بھی عصا مبارک استعمال فرمایا کرتے تھے، اسی سلسلے میں ایک بہت پیاری حکایت ملاحظہ ہو، چنانچہ جب حضرت عبداللّٰہ بن انیس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے خالد بن سفیان ہزلی کو قتل کر دیا اور اس کا سر کاٹ کر مدینہ منورہ لائے اور تاجدارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے قدموں میں ڈال دیا تو حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت عبداللّٰہ بن انیس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی بہادری اور جان بازی سے خوش ہو کر انہیں اپنا عصا عطا فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ تم اسی عصا کو ہاتھ میں لے کر جنت میں چہل قدمی کرو گے۔ انہوں نے عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، قیامت کے دن یہ مبارک عصا میرے پاس نشانی کے طور پر رہے گا۔ چنانچہ انتقال کے وقت انہوں نے یہ وصیت فرمائی کہ اس عصا کو میرے کفن میں رکھ دیا جائے۔[3]

قَالَ اَلْقِهَا یٰمُوْسٰى ﴿١٩﴾ فَاَلْقٰىهَا فَاِذَا هِیَ حَیَّةٌ تَسْعٰى ﴿٢٠﴾ قَالَ خُذْهَا وَ لَا تَخَفْ ٚ سَنُعِیْدُهَا سِیْرَتَهَا الْاُوْلٰى ﴿٢١﴾

ترجمۂ کنزالایمان: فرمایا اسے ڈال دے اے موسیٰ۔ تو موسیٰ نے اسے ڈال دیا تو جبھی وہ دوڑتا ہوا سانپ ہو گیا۔ فرمایا

1 ......خازن، طه، تحت الآية: ١٨، ٣/٢٥١، مدارك، طه، تحت الآية: ١٨، ص٦٨٨، ملتقطًا.

2 ......قرطبی، طه، تحت الآية: ١٨، ٦/٨٩، الجزء الحادی عشر.

3 ......زرقانی علی المواهب، كتاب المغازی، سرية عبد الله بن انيس، ٢/٤٧٣-٤٧٤ ملخصًا.

اسے اٹھالے اور ڈر نہیں اب ہم اسے پھر پہلی طرح کر دیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: فرمایا: اے موسیٰ اسے ڈال دو۔ تو موسیٰ نے اسے (نیچے) ڈال دیا تو اچانک وہ سانپ بن گیا جو دوڑ رہا تھا۔ (اللہ نے) فرمایا: اسے پکڑلو اور ڈرو نہیں، ہم اسے دوبارہ پہلی حالت پر لوٹا دیں گے۔

﴿قَالَ: فرمایا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے ارشاد فرمایا ''اے موسیٰ! اس عصا کو زمین پر ڈال دو تا کہ تم اس کی شان دیکھ سکو۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے عصا زمین پر ڈال دیا تو وہ اچانک سانپ بن کر تیزی سے دوڑنے لگا اور اپنے راستے میں آنے والی ہر چیز کو کھانے لگا۔ یہ حال دیکھ کر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو (طبعی طور پر) خوف ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ان سے ارشاد فرمایا: اسے پکڑلو اور ڈرو نہیں، ہم اسے دوبارہ پہلی حالت پر لوٹا دیں گے۔ یہ سنتے ہی حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا خوف جاتا رہا، حتّٰی کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنا دستِ مبارک اس کے منہ میں ڈال دیا اور وہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ہاتھ لگاتے ہی پہلے کی طرح عصا بن گیا۔ [1]

﴿فَاِذَا هِیَ حَیَّةٌ تَسْعٰى: تو اچانک وہ سانپ بن گیا جو دوڑ رہا تھا۔﴾ جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوئے اس وقت ان کے عصا کو سانپ بنائے جانے کی مفسرین نے مختلف حکمتیں بیان کی ہیں، ان میں سے دو حکمتیں درج ذیل ہیں۔

(1)......اللہ تعالیٰ نے ان کے عصا کو اس لئے سانپ بنایا تا کہ یہ ان کا معجزہ ہو جس سے ان کی نبوت کو پہچانا جائے۔

(2)......اس مقام پر عصا کو سانپ اس لئے بنایا گیا تا کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اس کا پہلے سے مشاہدہ کر لیں اور جب فرعون کے سامنے یہ عصا سانپ بنے تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اسے دیکھ کر خوفزدہ نہ ہوں۔ [2]

وَاضْمُمْ یَدَكَ اِلٰى جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَیْضَآءَ مِنْ غَیْرِ سُوْٓءٍ

---

1 ......خازن، طه، تحت الآية: ١٩-٢١، ٣/٢٥١-٢٥٢، مدارك، طه، تحت الآية: ١٩-٢١، ص٦٨٩، ملتقطاً.

2 ......تفسير كبير، طه، تحت الآية: ٢٠، ٢٧/٨.

اٰيَةً اُخْرٰى ﴿٢٢﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنا ہاتھ اپنے بازو سے ملا خوب سپید نکلے گا بے کسی مرض کے ایک اور نشانی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اپنے ہاتھ کو اپنے بازو سے ملاؤ، بغیر کسی مرض کے خوب سفید ہوکر، ایک اور معجزہ بن کر نکلے گا۔

﴿ وَاضْمُمْ يَدَكَ اِلٰى جَنَاحِكَ: اور اپنے ہاتھ کو اپنے بازو سے ملالو۔﴾ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ایک اور معجزہ عطا فرمایا جس کے بارے میں یہاں ارشاد فرمایا کہ اے موسیٰ! آپ اپنے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں بازو کی بغل کے نیچے ملا کر نکالئے تو وہ ہاتھ سورج کی طرح چمکتا، نگاہوں کو خیرہ کرتا اور کسی مرض کے بغیر خوب سفید ہوکر نکلے گا اور یہ عصا کے بعد آپ کی نبوت کی صداقت کی ایک اور نشانی ہے اسے بھی لیجئے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دست مبارک سے رات میں چاند اور دن میں سورج کی روشنی کی طرح نور ظاہر ہوتا تھا۔[1]

جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام دوبارہ اپنا دست مبارک بغل کے نیچے رکھ کر بازو سے ملاتے تو وہ دستِ اَقدس اپنی سابقہ حالت پر آجاتا تھا۔

لِنُرِيَكَ مِنْ اٰيٰتِنَا الْكُبْرٰى ﴿٢٣﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کہ ہم تجھے اپنی بڑی بڑی نشانیاں دکھائیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تاکہ ہم تجھے اپنی بڑی بڑی نشانیاں دکھائیں۔

﴿ لِنُرِيَكَ مِنْ اٰيٰتِنَا الْكُبْرٰى: تاکہ ہم تجھے اپنی بڑی بڑی نشانیاں دکھائیں۔﴾ یعنی اے موسیٰ! عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، ہم نے آپ کو عصا سانپ بن جانے اور ہاتھ روشن ہو جانے کے دو معجزات اس لئے عطا کئے تاکہ ان کے ذریعے ہم آپ

1 ......مدارك، طه، تحت الآية: ٢٢، ص٦٨٩، خازن، طه، تحت الآية: ٢٢، ٣/٢٥٢، ملتقطاً.

کو اپنی بڑی بڑی نشانیاں دکھائیں۔ (1)

حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی عظمت

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے کلیم حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے ارشاد فرمایا:

لِنُرِيَكَ مِنْ اٰيٰتِنَا الْكُبْرٰى — **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** تاکہ ہم تجھے اپنی بڑی بڑی نشانیاں دکھائیں۔

اور اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ

لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى (2) — **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** بیشک اس نے اپنے رب کی بہت بڑی نشانیاں دیکھیں۔

ان میں فرق یہ ہے کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جو بڑی بڑی نشانیاں دکھائی گئیں ان کا تعلق فقط زمین کے عجائبات سے ہے جبکہ سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی جو بڑی نشانیاں دیکھی ہیں ان کا تعلق زمین کے عجائبات سے بھی ہے اور آسمانوں کے عجائبات سے بھی ہے۔ (3)

اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿۲۴﴾

ع ۱ ۲۴ ۱۰

ترجمۂ کنزالایمان: فرعون کے پاس جا اس نے سر اٹھایا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: فرعون کے پاس جاؤ، بیشک وہ سرکش ہوگیا ہے۔

﴿ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ : فرعون کے پاس جاؤ۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے موسیٰ! عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، تم ہمارے رسول ہو کر فرعون کے پاس جاؤ، بیشک وہ سرکش ہوگیا ہے اور کفر میں حد سے گزر گیا اور خدائی کا دعویٰ کرنے لگا ہے۔ حقیقت میں تو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو فرعون اور اس کے تمام ماننے والوں کی طرف بھیجا گیا تھا البتہ فرعون کو خاص طور پر ذکر

1 ......روح البیان، طه، تحت الآیة: ۲۳، ۳۷۷/۵.

2 ......نجم: ۱۸.

3 ......روح البیان، طه، تحت الآیة: ۲۳، ۳۷۷/۵.

کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس نے خدا ہونے کا دعویٰ کیا تھا اور کفر میں حد سے گزر گیا تھا۔ [1]

قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ ﴿۲۵﴾ وَ یَسِّرْ لِیْۤ اَمْرِیْ ﴿۲۶﴾ وَ احْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ ﴿۲۷﴾ یَفْقَهُوْا قَوْلِیْ ﴿۲۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: عرض کی اے میرے رب میرے لیے میرا سینہ کھول دے۔ اور میرے لیے میرا کام آسان کر۔ اور میری زبان کی گرہ کھول دے۔ کہ وہ میری بات سمجھیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: موسیٰ نے عرض کی: اے میرے رب! میرے لیے میرا سینہ کھول دے۔ اور میرے لیے میرا کام آسان فرمادے۔ اور میری زبان کی گرہ کھول دے۔ تا کہ وہ میری بات سمجھیں۔

﴿قَالَ رَبِّ: موسیٰ نے عرض کی: اے میرے رب!﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو سرکش فرعون کی طرف جانے کا حکم دیا گیا اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام جان گئے کہ انہیں ایک ایسے عظیم کام کا پابند کیا گیا ہے جس کے لئے سینہ کشادہ ہونے کی حاجت ہے تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے **اللہ** تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی: اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، میرے لیے میرا سینہ کھول دے اور اسے رسالت کا بوجھ اٹھانے کے لئے وسیع فرمادے اور اسباب پیدا فرما کر، دیگر رکاوٹیں ختم کر کے میرے لیے میرا وہ کام آسان فرمادے جس کا تو نے مجھے حکم دیا ہے اور میری زبان کی گرہ کھول دے جو بچپن میں آگ کا انگارہ منہ میں رکھ لینے سے پڑ گئی ہے تا کہ وہ لوگ رسالت کی تبلیغ کے وقت میری بات سمجھیں۔ [2]

﴿وَ احْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ: اور میری زبان سے گرہ کھول دے۔﴾ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی زبان میں لُکنت پیدا ہونے کی وجہ یہ تھی کہ بچپن میں ایک دن فرعون نے آپ کو اٹھایا تو آپ نے اس کی داڑھی پکڑ کر اس کے منہ پر

---

1 ......جلالین، طه، تحت الآية: ٢٤، ص٢٦٢، خازن، طه، تحت الآية: ٢٤، ٢٥٢/٣، ملتقطاً.

2 ......مدارك، طه، تحت الآية: ٢٥-٢٨، ص٦٨٩-٦٩٠، خازن، طه، تحت الآية: ٢٥-٢٨، ٢٥٢/٣-٢٥٣، روح البيان، طه، تحت الآية: ٢٥-٢٨، ٣٧٨/٥، ملتقطاً.

زور سے طمانچہ مار دیا، اِس پر اُسے غصہ آیا اور اُس نے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو قتل کرنے کا ارادہ کرلیا، یہ دیکھ کر حضرت آسیہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھا نے کہا: اے بادشاہ! یہ ابھی بچہ ہے اسے کیا سمجھ؟ اگر تو تجربہ کرنا چاہے تو تجربہ کرلے۔ اس تجربہ کے لئے ایک طشت میں آگ اور ایک طشت میں سرخ یاقوت آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے سامنے پیش کئے گئے۔ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے یاقوت لینا چاہا مگر فرشتے نے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا ہاتھ انگارہ پر رکھ دیا اور وہ انگارہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے منہ میں دے دیا اس سے زبان مبارک جل گئی اور لکنت پیدا ہوگئی۔ (1)

وَاجْعَلْ لِّیْ وَزِیْرًا مِّنْ اَهْلِیْ ﴿۲۹﴾ هٰرُوْنَ اَخِی ﴿۳۰﴾ اشْدُدْ بِهٖۤ اَزْرِیْ ﴿۳۱﴾ وَاَشْرِكْهُ فِیْۤ اَمْرِیْ ﴿۳۲﴾ كَیْ نُسَبِّحَكَ كَثِیْرًا ﴿۳۳﴾ وَّنَذْكُرَكَ كَثِیْرًا ﴿۳۴﴾ اِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِیْرًا ﴿۳۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور میرے لئے میرے گھر والوں میں سے ایک وزیر کردے۔ وہ کون میرا بھائی ہارون۔ اس سے میری کمر مضبوط کر۔ اور اسے میرے کام میں شریک کر۔ کہ ہم بکثرت تیری پاکی بولیں۔ اور بکثرت تیری یاد کریں۔ بیشک تو ہمیں دیکھ رہا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور میرے لیے میرے گھر والوں میں سے ایک وزیر کردے۔ میرے بھائی ہارون کو۔ اس کے ذریعے میری کمر مضبوط فرما۔ اور اسے میرے کام میں شریک کردے۔ تاکہ ہم بکثرت تیری پاکی بیان کریں۔ اور بکثرت تیرا ذکر کریں۔ بیشک تو ہمیں دیکھ رہا ہے۔

﴿**وَاجْعَلْ لِّیْ وَزِیْرًا مِّنْ اَهْلِیْ: اور میرے لیے میرے گھر والوں میں سے ایک وزیر کردے۔**﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی چھ آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے مزید عرض کی: میرے لیے میرے گھر والوں میں سے ایک وزیر کردے جو میرا معاون اور مُعتمد ہو اور وہ میرا بھائی ہارون ہو، اس کے ذریعے میری کمر مضبوط فرما اور

(1)......بغوی، طه، تحت الآیة: ۲۷، ۳/۱۸۲.

اسے رسالت کی تبلیغ اور نبوت کے کام میں میرا شریک کردے تاکہ ہم بکثرت تیری پاکی بیان کریں اور نمازوں میں اور نمازوں کے علاوہ بھی بکثرت تیرا ذکر کریں بیشک تو ہمیں دیکھ رہا ہے اور ہمارے اَحوال کو جانتا ہے۔[1]

سورۂ طٰہٰ کی آیت نمبر 29 تا 35 سے حاصل ہونے والی معلومات

ان آیات سے 8 باتیں معلوم ہوئیں:

(1)......اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا مقام اتنا بلند ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا سے ان کے بھائی حضرت ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو نبوت جیسا عظیم منصب عطا فرما دیا۔

(2)......اپنے عزیز کو اپنا جانشین بنانا حرام نہیں، اصل مدار اہلیّت پر ہے، اگر اولاد اہل ہے تو اسے جانشین بنانا درست ہے کہ اہل آدمی کا اولاد ہونا کوئی ایسا جرم نہیں کہ اسے جانشین نہ بنایا جاسکے، ہاں کسی خارجی وجہ سے یہ فعل نہ کیا جائے تو وہ جدا بات ہے۔اس معاملے میں لوگوں کی آراء میں بہت اِفراط وتفریط پایا جاتا ہے، لہٰذا انہیں اِعتدال کی راہ اختیار کرنی چاہیے۔

(3)......اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور سے قوت اور مدد حاصل کرنا نہ توکّل کے خلاف ہے اور نہ توحید کے مُنافی ہے۔

(4)......بہترین اور قابل لوگوں کی صحبت اختیار کرنا اور انہیں اپنا وزیر بنانا انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا پسندیدہ عمل ہے۔

(5)......اپنی رائے کو حرفِ آخر سمجھنا اور اپنی قوت وشوکت پر غرور کرنا درست نہیں ہے۔

(6)......جو چیز اپنے لئے پسند ہو وہی اپنے بھائی کے لئے بھی پسند کرنی چاہئے۔

(7)......نیکیاں زیادہ کرنے کے معاملے میں نیک آدمی کی صحبت اختیار کرنے کا بڑا عمل دخل ہے۔

(8)......اللہ تعالیٰ کا ذکر جماعت کے ساتھ مل کر کرنا اور بزرگوں کے پاس بیٹھ کر کرنا بہت افضل ہے۔

قَالَ قَدْ اُوْتِیْتَ سُؤْلَكَ یٰمُوْسٰى ﴿۳۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: فرمایا اے موسیٰ تیری مانگ تجھے عطا ہوئی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ نے فرمایا: اے موسیٰ! تیرا سوال تجھے عطا کردیا گیا۔

---

1 ......مدارك، طه، تحت الآية: ٢٩-٣٥، ص ٦٩٠، خازن، طه، تحت الآية: ٢٩-٣٥، ٢٥٣/٣، ملتقطاً.

﴿قَالَ قَدْ اُوْتِیْتَ: اللہ نے فرمایا: تجھے عطا کردیا گیا۔﴾ حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی اس درخواست پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ”اے موسیٰ! عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام، تجھے وہ تمام چیزیں عطا کردی گئیں جن کا تو نے ہم سے سوال کیا ہے۔[1]

علماء اور نیک بندوں کی صحبت اختیار کرنے کی ترغیب

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو جاہلوں کی صحبت سے محفوظ فرما دے اور علماء وصلحا کی صحبت اختیار کرنے کی توفیق عطا کردے تو یہ اس کا بہت بڑا احسان اور انعام ہے کیونکہ یہ حضرات بندے سے گناہوں کے بوجھ اتارنے میں معاون ومددگار اور نیک اعمال کی راہ پر آسانی سے چلنے میں ہادی ورہنما ہوتے ہیں لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ علماء اور نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرے اور جو لوگ نیک اور پرہیزگار ہیں وہ بھی علماء اور نیک لوگوں کو ہی اپنا ہم نشین بنائیں کیونکہ تلوار جتنی بھی عمدہ اور اعلیٰ ترین ہو اسے تیز کرنے کی ضرورت بہرحال پڑتی ہے۔ نیز ان آیات میں اربابِ اختیار اور سلطنت وحکومت پر قائم افراد کے لئے بھی بڑی نصیحت ہے کہ وہ اپنی وزارت اور مشاورت کے لئے ان افراد کا انتخاب کریں جو نیک اور پارسا ہیں۔ سنن نسائی کی روایت میں ہے کہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ”تم میں سے جو شخص حاکم ہو پھر اللہ تعالیٰ اس کی بھلائی چاہئے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے نیک وزیر بنا دے گا، اگر حکمران کوئی بات بھول جائے تو وہ اسے یاد دلا دے گا اور اگر وہ یاد رکھے تو وہ اس کی مدد کرے گا۔[2]

وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَیْكَ مَرَّةً اُخْرٰۤی ﴿۳۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے تجھ پر ایک بار اور احسان فرمایا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے تجھ پر ایک مرتبہ اور بھی احسان فرمایا تھا۔

﴿وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَیْكَ: اور بیشک ہم نے تجھ پر احسان فرمایا۔﴾ اس آیت میں گویا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ”اے موسیٰ! عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام، ہم نے آپ کے سوال کرنے سے پہلے بھی آپ کی مَصلحت کی نگہبانی فرمائی ہے تو یہ کس طرح

---

1 ......مدارك، طه، تحت الآية: ٣٦، ص ٦٩٠، خازن، طه، تحت الآية: ٣٦، ٣/٢٥٣، ملتقطاً.

2 ......نسائی، كتاب البيعة، وزير الامام، ص٦٨٥، الحديث: ٤٢١٠.

ہوسکتا ہے کہ آپ کے سوال کرنے کے بعد ہم آپ کی مراد آپ کو عطا نہ کریں، اور جب ہم نے آپ کو پچھلے زمانے میں آپ کی ضرورت کی ہر چیز آپ کو عطا فرمائی اور پہلی حالت سے بلند درجہ عطا کیا تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ہم نے آپ کو اس بلند، اہم اور عظیم رتبے پر فائز کیا ہے کہ جس پر فائز شخص کو اس کی طلب کی گئی چیز سے منع نہیں کیا جاتا۔[1]

اِذْ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰۤى اُمِّكَ مَا یُوْحٰۤى ﴿۳۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جب ہم نے تیری ماں کو الہام کیا جو الہام کرنا تھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جب ہم نے تمہاری ماں کے دل میں وہ بات ڈال دی جو اس کے دل میں ڈالی جانی تھی۔

﴿اِذْ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰۤى اُمِّكَ: جب ہم نے تمہاری ماں کے دل میں وہ بات ڈال دی۔﴾ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالٰی نے جس احسان کا تذکرہ فرمایا یہاں سے اس کی تفصیل بیان کی جارہی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ جب آپ کی ولادت کے وقت آپ کی ماں کو یہ اندیشہ ہوا کہ فرعون آپ کو قتل کرڈالے گا تو ہم نے اس کے دل میں ڈال کر یا خواب کے ذریعے سے اِلہام کیا کہ اس بچے کو صندوق میں رکھ کر دریائے نیل میں ڈال دے، پھر دریا اسے کنارے پر ڈال دے گا تاکہ اسے وہ فرعون اٹھالے جو میرا بھی دشمن ہے اور اس کا بھی دشمن ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی والدہ نے ایک صندوق بنایا اور اس میں روئی بچھائی اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اس میں رکھ کر صندوق بند کردیا اور اس کی درزیں قیر کے روغن سے بند کردیں، پھر اس صندوق کو دریائے نیل میں بہا دیا۔ اس دریا سے ایک بڑی نہر نکل کر فرعون کے محل میں سے گزرتی تھی۔ فرعون اپنی بیوی آسیہ کے ساتھ نہر کے کنارہ بیٹھا تھا، اس نے نہر میں صندوق آتا دیکھ کر غلاموں اور کنیزوں کو اسے نکالنے کا حکم دیا۔ وہ صندوق نکال کر سامنے لایا گیا اور جب اسے کھولا گیا تو اس میں ایک نورانی شکل کا فرزند جس کی پیشانی سے وجاہت و اِقبال کے آثار نمودار تھے نظر آیا، اسے دیکھتے ہی فرعون کے دل میں بے پناہ محبت پیدا ہوئی۔[2]

نوٹ: یہاں ایک بات یاد رہے کہ وحی صرف انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف ہوتی ہے اور قرآن مجید

1 ......تفسیر کبیر، طه، تحت الآیة: ۳۷، ۸/۴٦.

2 ......خازن، طه، تحت الآیة: ۳۸-۳۹، ۳/۲۵۳.

میں جہاں بھی وحی کا لفظ غیر نبی کے لئے آیا ہے وہاں اس سے ’’اِلہام کرنا‘‘ مراد ہوتا ہے۔

اَنِ اقْذِفِیْهِ فِی التَّابُوْتِ فَاقْذِفِیْهِ فِی الْیَمِّ فَلْیُلْقِهِ الْیَمُّ بِالسَّاحِلِ یَاْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّیْ وَ عَدُوٌّ لَّهٗؕ-وَ اَلْقَیْتُ عَلَیْكَ مَحَبَّةً مِّنِّیْ ﳛ وَ لِتُصْنَعَ عَلٰى عَیْنِیْ ﴿۳۹﴾

وقف لازم

ترجمۂ کنزالایمان: کہ اس بچے کو صندوق میں رکھ کر دریا میں ڈال دے تو دریا اسے کنارے پر ڈالے کہ اسے وہ اٹھا لے جو میرا دشمن اور اس کا دشمن اور میں نے تجھ پر اپنی طرف کی محبت ڈالی اور اس لیے کہ تو میری نگاہ کے سامنے تیار ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کہ اس بچے کو صندوق میں رکھ کر دریا میں ڈال دے پھر دریا اسے کنارے پر ڈال دے گا تاکہ اسے وہ اٹھالے جو میرا دشمن ہے اور اس کا (بھی) دشمن ہے اور میں نے تم پر اپنی طرف سے محبت ڈالی اور تاکہ میری نگاہ کے سامنے تمہاری پرورش کی جائے۔

﴿وَ اَلْقَیْتُ عَلَیْكَ مَحَبَّةً مِّنِّیْ: اور میں نے تم پر اپنی طرف سے محبت ڈالی۔﴾ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اپنا محبوب بنایا اور مخلوق کا محبوب کر دیا‘‘ اور جسے اللہ تعالیٰ اپنی محبوبیت سے نوازتا ہے تو دلوں میں اس کی محبت پیدا ہو جاتی ہے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہوا، یہی حال حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا تھا کہ جو آپ کو دیکھتا تھا اسی کے دل میں آپ کی محبت پیدا ہو جاتی تھی۔ حضرت قتادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی آنکھوں میں ایسی مَلاحت تھی جسے دیکھ کر ہر دیکھنے والے کے دل میں محبت جوش مارنے لگتی تھی۔ (1)

اس سے معلوم ہوا کہ محبوبیت و مقبولیتِ خَلق بھی بعض انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا معجزہ ہے۔ ہمارے حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہمیشہ مخلوق کے محبوب ہیں اور یہ محبوبیت بھی حضور انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ

1 ......خازن، طه، تحت الآية: ٣٩، ٣/٢٥٣، مدارك، طه، تحت الآية: ٣٩، ص ٦٩١، ملتقطاً.

کا معجزہ ہے۔ نیز آیت کے آخری حصے سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کی پرورش کا انتظام بھی خود فرما دیتا ہے۔

اِذْ تَمْشِیْۤ اُخْتُكَ فَتَقُوْلُ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى مَنْ یَّكْفُلُهٗؕ فَرَجَعْنٰكَ اِلٰۤى اُمِّكَ كَیْ تَقَرَّ عَیْنُهَا وَ لَا تَحْزَنَ۬ؕ وَ قَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّیْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ وَ فَتَنّٰكَ فُتُوْنًا۬ؕ فَلَبِثْتَ سِنِیْنَ فِیْۤ اَهْلِ مَدْیَنَ۬ۙ ثُمَّ جِئْتَ عَلٰى قَدَرٍ یّٰمُوْسٰى(۴۰) وَ اصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِیْۚ(۴۱)

ترجمۂ کنزالایمان: تیری بہن چلی پھر کہا کیا میں تمہیں وہ لوگ بتادوں جو اس بچہ کی پرورش کریں تو ہم تجھے تیری ماں کے پاس پھیر لائے کہ اس کی آنکھ ٹھنڈی ہو اور غم نہ کرے اور تو نے ایک جان کو قتل کیا تو ہم نے تجھے غم سے نجات دی اور تجھے خوب جانچ لیا تو تو کئی برس مدین والوں میں رہا پھر تو ایک ٹھہرائے وعدہ پر حاضر ہوا اے موسیٰ۔ اور میں نے تجھے خاص اپنے لیے بنایا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جب تیری بہن چلتی جارہی تھی پھر وہ کہنے لگی: کیا میں تمہیں ایسی عورت کی طرف رہنمائی کروں جو اس بچہ کی دیکھ بھال کرے تو ہم تجھے تیری ماں کے پاس پھیر لائے تاکہ اس کی آنکھ ٹھنڈی ہو اور وہ غمگین نہ ہو اور تم نے ایک آدمی کو قتل کردیا تو ہم نے تمہیں غم سے نجات دی اور تمہیں اچھی طرح آزمایا پھر تم کئی برس مدین والوں میں رہے پھر اے موسیٰ! تم ایک مقررہ وعدے پر حاضر ہوگئے۔ اور میں نے تجھے خاص اپنی ذات کیلئے بنایا۔

﴿ **اِذْ تَمْشِیْۤ اُخْتُكَ: جب تیری بہن چلتی جارہی تھی۔** ﴾ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بہن کا نام مریم تھا، جب آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی والدہ نے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو صندوق میں بند کر کے دریا میں ڈال دیا تھا تو اس وقت آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بہن صندوق کے متعلق معلوم کرنے کہ وہ کہاں پہنچتا ہے اس کے ساتھ چلتی رہی یہاں تک کے صندوق فرعون کے محل میں پہنچ گیا، وہاں فرعون اور اس کی بیوی آسیہ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اپنے پاس

رکھ لیا اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اپنا بیٹا بنا لیا مگر جب دودھ پلانے کے لیے دائیاں حاضر کی گئیں تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے کسی بھی دائی کا دودھ قبول نہ کیا، اس پر آپ کی بہن نے کہا کہ مصر میں ایک اور دائی بھی ہے جس کا دودھ نہایت عمدہ ہے، یہ بچہ اس کا دودھ پی لے گا۔ چنانچہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی والدہ کو بلایا گیا تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے دودھ پینا شروع کر دیا، یوں آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو پرورش کے لیے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی والدہ کے سپرد کر دیا گیا اور اللہ تعالیٰ کا فرمان پورا ہوا اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی والدہ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں۔

﴿وَقَتَلْتَ نَفْسًا: اورتم نے ایک آدمی کوقتل کردیا۔﴾ یہاں سے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا گزشتہ زمانے میں ہونے والا ایک اور واقعہ ذکر کیا جا رہا ہے۔ اس کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرعون کی قوم کے ایک کافر کو مارا تو وہ مر گیا تھا۔ اس واقعہ پر آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو فرعون کی طرف سے اندیشہ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو قتل کے غم سے نجات دی۔ (1)

﴿وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا: اور تمہیں اچھی طرح آزمایا۔﴾ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں ''فُتون کا معنی ہے ایک آزمائش کے بعد دوسری آزمائش میں مبتلا ہونا اور اللہ تعالیٰ نے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ان آزمائشوں سے نجات عطا فرمائی۔ ان میں سے پہلی آزمائش تو یہ تھی کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی والدہ محترمہ کو اس سال حمل ہوا جس سال فرعون ہر پیدا ہونے والے بچے کو ذبح کروا دیتا تھا۔ دوسری آزمائش یہ تھی کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو دریائے نیل میں ڈال دیا گیا۔ تیسری آزمائش یہ تھی کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی والدہ کے سوا کسی کا دودھ قبول نہ کیا۔ چوتھی آزمائش یہ تھی کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بچپن میں فرعون کی داڑھی کھینچی جس کی وجہ سے اس نے آپ کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیا۔ پانچویں آزمائش یہ تھی کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے موتی کے بدلے انگارہ منہ میں لے لیا۔ چھٹی آزمائش یہ تھی کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ظالم قبطی (فرعونی) کو تھپڑ مار کر قتل کر دیا اور فرعون کے خوف سے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام مَدْیَن کی طرف تشریف لے گئے۔ (2)

﴿فَلَبِثْتَ سِنِیْنَ فِیْۤ اَهْلِ مَدْیَنَ: پھرتم کئی برس مدین والوں میں رہے۔﴾ مدین، مصر سے آٹھ منزل (تقریباً 144 میل)

---

1 ...... خازن، طه، تحت الآية: ٤٠، ٣/٢٥٤.

2 ...... خازن، طه، تحت الآية: ٤٠، ٣/٢٥٤.

کے فاصلہ پر ایک شہر ہے، یہاں حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام رہتے تھے۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام مصر سے مدین آئے اور کئی برس تک حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس اقامت فرمائی اور ان کی صاحبزادی صفوراء کے ساتھ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا نکاح ہوا۔ (1)

﴿ثُمَّ جِئْتَ عَلٰى قَدَرٍ یّٰمُوْسٰى: پھر اے موسیٰ! تم ایک مقررہ وعدے پر حاضر ہو گئے۔﴾ یعنی اپنی عمر کے چالیسویں سال حاضر ہو گئے اور یہ وہ سال ہے کہ اس میں انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف وحی کی جاتی ہے۔ (2)

﴿وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِیْ: اور میں نے تجھے خاص اپنی ذات کیلئے بنایا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے موسیٰ! عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، میں نے تجھے خاص اپنی وحی اور رسالت کے لئے بنایا تاکہ تو میرے ارادے اور میری محبت کے مطابق تَصَرُّف کرے اور میری حجت پر قائم رہے اور میرے اور میری مخلوق کے درمیان خطاب پہنچانے والا ہو۔ (3)

اِذْهَبْ اَنْتَ وَ اَخُوْكَ بِاٰیٰتِیْ وَ لَا تَنِیَا فِیْ ذِكْرِیْ ﴿۴۲﴾ اِذْهَبَاۤ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿۴۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو اور تیرا بھائی دونوں میری نشانیاں لے کر جاؤ اور میری یاد میں سستی نہ کرنا۔ دونوں فرعون کے پاس جاؤ بیشک اس نے سر اٹھایا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم اور تمہارا بھائی دونوں میری نشانیاں لے کر جاؤ اور میری یاد میں سستی نہ کرنا۔ دونوں فرعون کی طرف جاؤ بیشک اس نے سرکشی کی ہے۔

﴿اِذْهَبْ اَنْتَ وَ اَخُوْكَ بِاٰیٰتِیْ: تم اور تمہارا بھائی دونوں میری نشانیاں لے کر جاؤ۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں ارشاد فرمایا کہ اے موسیٰ! عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، تم اور تمہارا بھائی میرے دیئے ہوئے معجزات اور نشانیاں لے

---

1 ......خازن، طه، تحت الآية: ٤٠، ٣/٢٥٤.

2 ......خازن، طه، تحت الآية: ٤٠، ٣/٢٥٤.

3 ......خازن، طه، تحت الآية: ٤١، ٣/٢٥٤.

کر جاؤ اور ہر حال میں میرا ذکر کرتے رہنا،تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ بیشک اس نے رب ہونے کا دعویٰ کر کے سرکشی کی ہے۔[1]

اِس آیت سے ذکرِ الٰہی کے نہایت مرغوب و مطلوب ہونے کا بھی پتہ چلتا ہے نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ مُبلّغ کو تبلیغ کے ساتھ ذکرِ الٰہی کو بھی اپنا معمول رکھنا چاہیے۔

فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّیِّنًا لَّعَلَّهٗ یَتَذَكَّرُ اَوْ یَخْشٰى ﴿۴۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو اس سے نرم بات کہنا اس امید پر کہ وہ دھیان کرے یا کچھ ڈرے۔
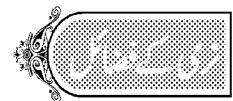
ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو تم اس سے نرم بات کہنا اس امید پر کہ شاید وہ نصیحت قبول کرلے یا ڈر جائے۔

﴿فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّیِّنًا: تو تم اس سے نرم بات کہنا۔﴾ یعنی جب تم فرعون کے پاس جاؤ تو اسے نرمی کے ساتھ نصیحت فرمانا۔ بعض مفسرین کے نزدیک فرعون کے ساتھ نرمی کا حکم اس لئے تھا کہ اس نے بچپن میں حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی خدمت کی تھی اور بعض مفسرین نے فرمایا کہ نرمی سے مراد یہ ہے کہ آپ اس سے وعدہ کریں کہ اگر وہ ایمان قبول کرے گا تو تمام عمر جوان رہے گا کبھی بڑھاپا نہ آئے گا، مرتے دم تک اس کی سلطنت باقی رہے گی، کھانے پینے اور نکاح کی لذتیں تادمِ مرگ باقی رہیں گی اور مرنے کے بعد جنت میں داخلہ نصیب ہوگا۔ جب حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرعون سے یہ وعدے کئے تو اسے یہ بات بہت پسند آئی لیکن وہ کسی کام پر ہامان سے مشورہ لئے بغیر قطعی فیصلہ نہیں کرتا تھا اور اس وقت ہامان موجود نہ تھا (اس لئے اس نے کوئی فیصلہ نہ کیا) جب وہ آیا تو فرعون نے اسے یہ خبر دی اور کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ہدایت پر ایمان قبول کرلوں۔ یہ سن کر ہامان کہنے لگا: میں تو تجھے عقلمند اور دانا سمجھتا تھا (لیکن یہ کیا کہ) تو رب ہے اور بندہ بننا چاہتا ہے، تو معبود ہے اور عابد بننے کی خواہش کرتا ہے؟ فرعون نے کہا: تو نے ٹھیک کہا (یوں وہ ایمان قبول کرنے سے محروم رہا)۔[2]

1 ......روح البیان، طه، تحت الآیة: ۴۲-۴۳، ۵/۳۸۶-۳۸۸.

2 ......خازن، طه، تحت الآیة: ۴۴، ۳/۲۵۴.

﴿لَعَلَّهٗ یَتَذَكَّرُ اَوْ یَخْشٰى: اس امید پر کہ شاید وہ نصیحت قبول کرلے یا ڈر جائے۔﴾ یعنی آپ کی تعلیم اور نصیحت اس امید کے ساتھ ہونی چاہیے کہ آپ کو اجر وثواب ملے اور اس پر حجت لازم ہوجائے اور اس کے پاس کوئی عذر باقی نہ رہے اور حقیقت میں ہونا تو وہی ہے جو اللّٰہ تعالیٰ کی تقدیر ہے۔ (1)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ دین کی تبلیغ نرمی کے ساتھ کرنی چاہیے اور تبلیغ کرنے والے کو چاہیے کہ وہ پیار محبت سے نصیحت کرے کیونکہ اس طریقے سے کی گئی نصیحت سے یہ امید ہوتی ہے کہ سامنے والا نصیحت قبول کرلے یا کم از کم اپنے گناہ کے معاملے میں اللّٰہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرے۔ نیز یاد رہے کہ دین کی تبلیغ کے علاوہ دیگر دینی اور دُنْیَوی معاملات میں بھی جہاں تک ممکن ہو نرمی سے ہی کام لینا چاہئے کہ جو فائدہ نرمی کرنے سے حاصل ہوسکتا ہے وہ سختی کرنے کی صورت میں حاصل ہوجائے یہ ضروری نہیں۔ ترغیب کے لئے یہاں نرمی کے فضائل پر مشتمل 4 اَحادیث درج ذیل ہیں۔

(1)......حضرت جریر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جو شخص نرمی سے محروم رہا وہ بھلائی سے محروم رہا۔ (2)

(2)......حضرت ابو درداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جس شخص کو نرمی سے حصہ دیا گیا اسے بھلائی سے حصہ دیا گیا اور جسے نرمی کے حصے سے محروم رکھا گیا اسے بھلائی کے حصے سے محروم رکھا گیا۔ (3)

(3)......حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’اے عائشہ! رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا، اللّٰہ تعالیٰ رفیق ہے اور رِفق یعنی نرمی کو پسند فرماتا ہے اور اللّٰہ تعالیٰ نرمی کی وجہ سے وہ چیزیں عطا کرتا ہے جو سختی یا کسی اور وجہ سے عطا نہیں فرماتا۔ (4)

(4)......اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا سے روایت ہے، حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ

1......مدارك، طه، تحت الآية: ٤٤، ص٦٩٢، خازن، طه، تحت الآية: ٤٤، ٣/٢٥٥، ملتقطاً.

2......مسلم، كتاب البر والصلة والآداب، باب فضل الرفق، ص١٣٩٨، الحديث: ٧٤(٢٥٩٢).

3......ترمذی، كتاب البرّ والصلة، باب ما جاء فی الرفق، ٣/٤٠٧، الحديث: ٢٠٢٠.

4......مسلم، كتاب البر والصلة والآداب، باب فضل الرفق، ص١٣٩٨، الحديث: ٧٧(٢٥٩٣).

نے ارشاد فرمایا ’’نرمی جس چیز میں بھی ہوتی ہے وہ اسے خوبصورت بنا دیتی ہے اور جس چیز سے نرمی نکال دی جاتی ہے اسے بدصورت کر دیتی ہے۔[1]

رحمتِ الٰہی کی جھلک

اس آیت سے اللہ تعالیٰ کی رحمت کی جھلک بھی نظر آتی ہے کہ اپنی بارگاہ کے باغی اور سرکش کے ساتھ کس طرح اس نے نرمی فرمائی اور جب اپنے نافرمان بندے کی ساتھ اس کی نرمی کا یہ حال ہے تو اطاعت گزار اور فرمانبردار بندے کے ساتھ اس کی نرمی کیسی ہوگی۔ حضرت یحییٰ بن معاذ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ کے سامنے جب اس آیت کی تلاوت کی گئی تو آپ رونے لگے اور عرض کی: (اے اللہ!) یہ تیری اس بندے کے ساتھ نرمی ہے جو کہتا ہے کہ میں معبود ہوں تو اس بندے کے ساتھ تیری نرمی کا کیا حال ہوگا جو کہتا ہے کہ صرف تو ہی معبود ہے اور یہ تیری اس بندے کے ساتھ نرمی ہے جو کہتا ہے: میں تم لوگوں کا سب سے اعلیٰ رب ہوں تو اس بندے کے ساتھ تیری نرمی کا کیا عالَم ہوگا جو کہتا ہے: میرا وہ رب پاک ہے جو سب سے بلند ہے۔[2]

قَالَا رَبَّنَاۤ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ یَّفْرُطَ عَلَیْنَاۤ اَوْ اَنْ یَّطْغٰى ﴿۴۵﴾ قَالَ لَا تَخَافَاۤ اِنَّنِیْ مَعَكُمَاۤ اَسْمَعُ وَ اَرٰى ﴿۴۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: دونوں نے عرض کیا اے ہمارے رب بیشک ہم ڈرتے ہیں کہ وہ ہم پر زیادتی کرے یا شرارت سے پیش آئے۔ فرمایا ڈرو نہیں میں تمہارے ساتھ ہوں سنتا اور دیکھتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: دونوں نے عرض کیا: اے ہمارے رب! بیشک ہم اس بات سے ڈرتے ہیں کہ وہ ہم پر زیادتی کرے گا یا سرکشی سے پیش آئے گا۔ اللہ نے فرمایا: تم ڈرو نہیں، بیشک میں تمہارے ساتھ ہوں میں سن رہا ہوں اور دیکھ بھی رہا ہوں۔

﴿قَالَا رَبَّنَا: دونوں نے عرض کیا: اے ہمارے رب!﴾ جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو یہ وحی فرمائی

1 ......مسلم، كتاب البرّ الصلة والآداب، باب فضل الرفق، ص۱۳۹۸، الحديث: ۷۸(۲۵۹٤).

2 ......مدارك، طه، تحت الآية: ٤٤، ص۶۹۲.

اس وقت حضرت ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام مصر میں تھے، اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو حکم دیا کہ وہ حضرت ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس آئیں اور حضرت ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو وحی کی کہ وہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے ملیں، چنانچہ وہ ایک منزل (یعنی تقریباً 18 میل) چل کر آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے ملے اور جو وحی انہیں ہوئی تھی اس کی حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اطلاع دی۔ فرعون چونکہ ایک ظالم و جابر شخص تھا اس لیے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے عرض کی: اے ہمارے رب! بیشک ہم اس بات سے ڈرتے ہیں کہ وہ ہمیں رسالت کی تبلیغ کرنے سے پہلے ہی قتل کر کے ہم پر زیادتی کرے گا یا مزید سرکشی پر اتر آئے گا اور تیری شان میں نازیبا کلمات کہنے لگے گا۔[1]

[illegible]

اس سے معلوم ہوا کہ اَسباب، مُوذی انسان اور موذی جانوروں سے خوف کرنا شانِ نبوت اور توکل کے خلاف نہیں۔ وہ جو کثیر آیتوں میں "**لَا خَوْفٌ عَلَیْہِمْ**" فرمایا گیا ہے، وہ اس کے خلاف نہیں کیونکہ ان آیات میں خوف نہ ہونے سے مراد قیامت کے دن خوف نہ ہونا ہے، یا اِس سے اُس خوف کا نہ ہونا مراد ہے جو نقصان دِہ ہو اور خالق سے دور کر دے، جبکہ انہیں مخلوق کی طرف سے ایذاء پہنچنے کا خوف ہو سکتا ہے۔ اسی مناسبت سے یہاں ایک حکایت ملاحظہ ہو، چنانچہ کسی شخص نے حضرت حسن بصری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ سے کہا کہ عامر بن عبد اللہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ ایک مرتبہ شام کی طرف جا رہے تھے کہ ان کو پیاس لگی اور وہ ایک جگہ پانی پینا چاہتے تھے مگر پانی اور ان کے درمیان ایک شیر حائل تھا وہ پانی کی طرف گئے اور پانی پی لیا تو ان سے کسی نے کہا کہ آپ نے اپنی جان خطرہ میں ڈالی تو عامر بن عبد اللہ نے کہا کہ اگر میرے پیٹ میں نیزے گھونپ دیئے جائیں تو وہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہیں کہ میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے علاوہ کسی سے ڈروں۔ حضرت حسن بصری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے اس شخص کو جواب دیا کہ جو شخص عامر بن عبد اللہ سے بہت افضل تھے وہ تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے غیر سے ڈرے تھے اور وہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہیں۔[2]

مراد یہ ہے کہ خوفِ خدا کا یہ مطلب نہیں کہ آدمی دُنیوی مُوذی اَشیاء سے بھی نہ ڈرے، اگر یہ مطلب ہوتا تو

---

1 ......خازن، طه، تحت الآية: ٤٥، ٣/٢٥٥، روح البيان، طه، تحت الآية: ٤٥، ٥/٣٩٠، ملتقطاً.

2 ......قرطبى، طه، تحت الآية: ٤٦، ٦/٩٩، الجزء الحادى عشر.

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام خوف کا اظہار نہ کرتے ۔ البتہ یہاں یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ بعض بندگانِ خدا پر بعض اوقات بعض خاص اَحوال طاری ہوتے ہیں جس کی وجہ سے وہ اس طرح کے بے خوفی کے افعال کرتے ہیں اور وہ احوال بھی ناپسندیدہ نہیں ہیں بلکہ بہت مرتبہ وہ کرامت کے شعبے سے تعلق رکھتے ہیں ۔

﴿قَالَ لَا تَخَافَا : فرمایا: تم ڈرو نہیں ۔﴾ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی عرض کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ تم ڈرو نہیں، بیشک میں اپنی مدد کے ذریعے تمہارے ساتھ ہوں اور میں سب سن رہا ہوں اور سب دیکھ بھی رہا ہوں ۔

فَاْتِیٰهُ فَقُوْلَاۤ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ۙ۬ وَ لَا تُعَذِّبْهُمْ ؕ قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ ؕ وَ السَّلٰمُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى ﴿۴۷﴾ اِنَّا قَدْ اُوْحِیَ اِلَیْنَاۤ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰى مَنْ كَذَّبَ وَ تَوَلّٰى ﴿۴۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو اس کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ ہم تیرے رب کے بھیجے ہوئے ہیں تو اولادِ یعقوب کو ہمارے ساتھ چھوڑ دے اور انہیں تکلیف نہ دے بیشک ہم تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے نشانی لائے ہیں اور سلامتی اسے جو ہدایت کی پیروی کرے ۔ بیشک ہماری طرف وحی ہوتی ہے کہ عذاب اس پر ہے جو جھٹلائے اور منہ پھیرے ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پس تم اس کے پاس جاؤ اور کہو کہ ہم تیرے رب کے بھیجے ہوئے ہیں تو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج دے اور انہیں تکلیف نہ دے بیشک ہم تیرے رب کی طرف سے ایک نشانی لائے ہیں اور اس پر سلامتی ہو جو ہدایت کی پیروی کرے ۔ بیشک ہماری طرف وحی ہوتی ہے کہ عذاب اس پر ہے جو جھٹلائے اور منہ پھیرے ۔

﴿فَاْتِیٰهُ : پس تم اس کے پاس جاؤ ۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں ارشاد فرمایا کہ تم ڈرو نہیں اور فرعون کے پاس جا کر کہو: ہم تیرے رب عَزَّوَجَلَّ کے بھیجے ہوئے ہیں، لہٰذا اے فرعون، تو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج دے اور انہیں

بندگی واَسیری سے رہا کردے اوران سے محنت ومشقت کے سخت کام لے کرانہیں تکلیف نہ دے۔ بیشک ہم تیرے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے معجزات لے کر آئے ہیں جو ہماری نبوت کی صداقت کی دلیل ہیں۔ فرعون نے کہا: وہ معجزات کیا ہیں؟ تو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ہاتھ روشن ہونے کا معجزہ دکھایا (اور فرمایا) جو ہدایت کی پیروی کرے اس کے لئے دونوں جہان میں سلامتی ہے اور وہ عذاب سے محفوظ رہے گا۔ بیشک ہماری طرف وحی ہوتی ہے کہ عذاب اس پر ہے جو ہماری نبوت کو اور ان اَحکام کو جھٹلائے جو ہم لائے ہیں اور ہماری ہدایت سے منہ پھیرے۔[1]

قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا يٰمُوْسٰى ﴿٤٩﴾ قَالَ رَبُّنَا الَّذِيْۤ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى ﴿٥٠﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بولا تو تم دونوں کا خدا کون ہے اے موسیٰ۔ کہا ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کے لائق صورت دی پھر راہ دکھائی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: فرعون بولا: اے موسیٰ! تو تم دونوں کا رب کون ہے؟ موسیٰ نے فرمایا: ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی خاص شکل وصورت دی پھر راہ دکھائی۔

﴿قَالَ: فرعون بولا۔﴾ حضرت موسیٰ وحضرت ہارون عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے جب فرعون کو یہ پیغام پہنچا دیا تو وہ بولا: اے موسیٰ! تو تم دونوں کا رب کون ہے جس نے تمہیں بھیجا ہے؟ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اسے جواب دیتے ہوئے فرمایا: ہمارا رب عَزَّوَجَلَّ وہ ہے جس نے محض اپنی رحمت سے ہر چیز کو اس کی خاص شکل وصورت دی، جیسا کہ ہاتھ کو اس کے لائق ایسی شکل دی کہ وہ کسی چیز کو پکڑ سکے، پاؤں کو اس کے قابل کہ وہ چل سکے، زبان کو اس کے مناسب کہ وہ بول سکے، آنکھ کو اس کے موافق کہ وہ دیکھ سکے اور کان کو ایسی شکل وصورت دی کہ وہ سن سکے، پھر راہ دکھائی اور اس کی معرفت دی کہ دنیا کی زندگانی اور آخرت کی سعادت کے لئے اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی نعمتوں کو کس طرح کام میں لایا جائے۔[2]

---

1 ......مدارك، طه، تحت الآية: ٤٧-٤٨، ص٦٩٢، جلالين، طه، تحت الآية: ٤٧-٤٨، ص٢٦٣، ملتقطاً.

2 ......مدارك، طه، تحت الآية: ٤٩-٥٠، ص٦٩٢-٦٩٣، روح البيان، طه، تحت الآية: ٤٩-٥٠، ٥/٣٩٤، ملتقطاً.

قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰى ﴿۵۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بولا اگلی سنگتوں کا کیا حال ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: فرعون بولا: پہلی قوموں کا کیا حال ہے؟

﴿قَالَ: فرعون بولا۔﴾ جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی وحدانیت اور اس کے رب عَزَّوَجَلَّ ہونے پر اتنی واضح دلیل دی تو فرعون گھبرا گیا اور اس کو اپنی خود ساختہ خدائی تباہ ہوتی نظر آئی تو اس نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی توجہ بدلنے کے لیے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو دوسری باتوں میں الجھانے لگا اور کہنے لگا کہ جو پہلی قومیں گزر چکی ہیں مثلاً قومِ عاد، قومِ ثمود وغیرہ اور وہ بتوں کو پوجتی تھیں اور مرنے کے بعد زندہ کیے جانے کی منکر تھیں ان کا کیا ہوا۔[1]

قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ فِیْ كِتٰبٍ ۚ لَا یَضِلُّ رَبِّیْ وَ لَا یَنْسَى ﴿۵۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کہا ان کا علم میرے رب کے پاس ایک کتاب میں ہے میرا رب نہ بہکے نہ بھولے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: موسیٰ نے فرمایا: ان کا علم میرے رب کے پاس ایک کتاب میں ہے، میرا رب نہ بھٹکتا ہے اور نہ بھولتا ہے۔

﴿قَالَ: موسیٰ نے فرمایا۔﴾ فرعون کی بات سن کر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: پہلی قوموں کے حال کا علم میرے رب عَزَّوَجَلَّ کے پاس ایک کتاب لَوحِ محفوظ میں ہے جس میں ان کے تمام اَحوال لکھے ہوئے ہیں اور قیامت کے دن انہیں ان اعمال پر جزا دی جائے گی۔

یہاں یہ بات ذہن میں رہے کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے جو جواب دیا کہ اس کا علم لوحِ محفوظ میں ہے اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ آپ کو گزشتہ قوموں کے حالات معلوم نہ تھے بلکہ وجہ یہ تھی کہ وہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو تبلیغِ دین سے

1 ......خازن، طه، تحت الآية: ۵۱، ۳/۲۵۵.

نہ پھیر سکے۔ مزید فرمایا کہ میرا رب عَزَّوَجَلَّ نہ بھٹکتا ہے اور نہ بھولتا ہے۔ گویا فرمایا کہ تمام اَحوال کا لوحِ محفوظ میں لکھنا، اس لئے نہیں کہ رب تعالیٰ کے بھولنے بہکنے کا اندیشہ ہے بلکہ یہ تحریر اپنی دوسری حکمتوں کی وجہ سے ہے جیسے فرشتوں اور اپنے محبوب بندوں کو اطلاع دینے کیلئے ہے جن کی نظر لوحِ محفوظ پر ہے۔

الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّ سَلَكَ لَكُمْ فِیْهَا سُبُلًا وَّ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًؕ فَاَخْرَجْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰى ﴿۵۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جس نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا کیا اور تمہارے لیے اس میں چلتی راہیں رکھیں اور آسمان سے پانی اتارا تو ہم نے اس سے طرح طرح کے سبزے کے جوڑے نکالے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ جس نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا بنایا اور تمہارے لیے اس میں راستے آسان کر دیئے اور آسمان سے پانی نازل فرمایا تو ہم نے مختلف قسم کی نباتات کے جوڑے نکالے۔

﴿اَلَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا: وہ جس نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا بنایا۔﴾ حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے مزید فرمایا کہ میرا رب عَزَّوَجَلَّ وہ ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا بنایا تا کہ تمہارے لئے اس پر زندگی بسر کرنا ممکن ہو اور تمہارے لیے اس میں راستے آسان کر دیے تا کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے میں تمہیں آسانی ہو اور اس نے آسمان سے پانی نازل فرمایا۔ حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا کلام تو یہاں پورا ہو گیا اب اس کلام کو مکمل کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ اہلِ مکہ کو خطاب کر کے فرماتا ہے کہ اے اہلِ مکہ! تو ہم نے اس پانی سے مختلف قسم کی نباتات کے جوڑے نکالے جن کے رنگ، خوشبوئیں اور شکلیں مختلف ہیں اور ان میں سے بعض آدمیوں کے لئے ہیں اور بعض جانوروں کے لئے۔ [1]

كُلُوْا وَ ارْعَوْا اَنْعَامَكُمْؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی النُّهٰى۠ ﴿۵۴﴾

ع ۲ / ۳۰ / ۱۱

(1) ......خازن، طه، تحت الآية: ۵۳، ۳/۲۵۶، جلالين، طه، تحت الآية: ۵۳، ص۲۶۳.

ترجمۂ کنزالایمان: تم کھاؤ اور اپنے مویشیوں کو چَراؤ بیشک اس میں نشانیاں ہیں عقل والوں کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم کھاؤ اور اپنے مویشیوں کو چراؤ، بیشک اس میں عقل والوں کیلئے نشانیاں ہیں۔

﴿ كُلُوْا وَ ارْعَوْا اَنْعَامَكُمْ: تم کھاؤ اور اپنے مویشیوں کو چراؤ۔﴾ ارشاد فرمایا کہ ہم نے جو یہ نباتات نکالی ہیں، ان میں سے تم خود بھی کھاؤ اور اپنے مویشیوں کو بھی چراؤ۔ یاد رہے کہ اس آیت میں جو حکم دیا گیا ہے یہ اِباحت اور اللّٰہ تعالیٰ کی نعمت یاد دلانے کے لئے ہے یعنی ہم نے یہ نباتات تمہارے لئے اس طور پر نکالی ہیں کہ انہیں کھانا اور اپنے جانوروں کو چَرانا تمہارے لئے مباح و جائز ہے۔ [1]

﴿ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی النُّهٰى : بیشک اس میں عقل والوں کیلئے نشانیاں ہیں۔﴾ یعنی زمین کو بچھونا بنانے، اس میں سفر کے لئے راستوں کو آسان کرنے، آسمان سے پانی نازل کرنے اور زمین سے مختلف اَقسام کی نباتات اگانے میں عقل رکھنے والے لوگوں کے لئے اللّٰہ تعالیٰ کے صانع ہونے، اس کی وحدت، اس کی عظیم قدرت اور اس کی ظاہر و باہر حکمت پر دلالت کرنے والی کثیر، واضح اور عظیم نشانیاں ہیں۔ [2]

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَ فِیْهَا نُعِیْدُكُمْ وَ مِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ﴿۵۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ہم نے زمین ہی سے تمہیں بنایا اور اسی میں تمہیں پھر لے جائیں گے اور اسی سے تمہیں دوبارہ نکالیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہم نے زمین ہی سے تمہیں بنایا اور اسی میں تمہیں پھر لوٹائیں گے اور اسی سے تمہیں دوبارہ نکالیں گے۔

﴿ مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ : ہم نے زمین ہی سے تمہیں بنایا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ ہم نے تمہارے جدِ اعلیٰ، حضرت آدم عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو زمین سے پیدا کر کے تمہیں اس سے ہی بنایا اور تمہاری موت اور دفن کے وقت اسی زمین میں تمہیں پھر لوٹائیں گے اور قیامت کے دن اسی زمین سے تمہیں دوبارہ نکالیں گے۔ [3]

1 ......مدارك، طه، تحت الآية: ٥٤، ص٦٩٣.

2 ......روح البيان، طه، تحت الآية: ٥٤، ٣٩٦/٥.

3 ......جلالين، طه، تحت الآية: ٥٥، ص٢٦٣.

یہاں ایک بات یاد رہے کہ جب کسی مسلمان کوانتقال کے بعد دفن کر دیا جائے اور اس کی قبر پر تختے لگانے کے بعد مٹی دی جائے تو اس وقت مستحب یہ ہے کہ اس کے سرہانے کی طرف دونوں ہاتھوں سے تین بار مٹی ڈالیں۔ پہلی بار کہیں " مِنۡهَا خَلَقۡنٰكُمۡ " دوسری بار " وَفِيۡهَا نُعِيۡدُكُمۡ " اور تیسری بار " وَمِنۡهَا نُخۡرِجُكُمۡ تَارَةً اُخۡرٰى " کہیں۔ (1)

وَلَقَدۡ اَرَيۡنٰهُ اٰيٰتِنَا كُلَّهَا فَكَذَّبَ وَاَبٰى ﴿۵٦﴾ قَالَ اَجِئۡتَنَا لِتُخۡرِجَنَا مِنۡ اَرۡضِنَا بِسِحۡرِكَ يٰمُوۡسٰى ﴿۵۷﴾ فَلَنَاۡتِيَنَّكَ بِسِحۡرٍ مِّثۡلِهٖ فَاجۡعَلۡ بَيۡنَنَا وَبَيۡنَكَ مَوۡعِدًا لَّا نُخۡلِفُهٗ نَحۡنُ وَلَاۤ اَنۡتَ مَكَانًا سُوًى ﴿۵۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے اسے اپنی سب نشانیاں دکھائیں تو اس نے جھٹلایا اور نہ مانا۔ بولا کیا تم ہمارے پاس اس لیے آئے ہو کہ ہمیں اپنے جادو کے سبب ہماری زمین سے نکال دو اے موسیٰ۔ تو ضرور ہم بھی تمہارے آگے ویسا ہی جادو لائیں گے تو ہم میں اور اپنے میں ایک وعدہ ٹھہرا دو جس سے نہ ہم بدلہ لیں نہ تم ہموار جگہ ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے اس کو اپنی سب نشانیاں دکھائیں تو اس نے جھٹلایا اور نہ مانا۔ کہنے لگا: اے موسیٰ! کیا تم ہمارے پاس اس لیے آئے ہو کہ ہمیں اپنے جادو کے ذریعے ہماری سرزمین سے نکال دو۔ تو ضرور ہم بھی تمہارے آگے ویسا ہی جادو لائیں گے تو ہمارے درمیان اور اپنے درمیان ایک وعدہ مقرر کر لو جس کی خلاف ورزی نہ ہم کریں اور نہ تم۔ ایسی جگہ جو برابر فاصلے پر ہو۔

﴿وَلَقَدۡ اَرَيۡنٰهُ اٰيٰتِنَا كُلَّهَا: اور بیشک ہم نے اس کو اپنی سب نشانیاں دکھائیں۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرعون کو وہ تمام نو نشانیاں دکھا دیں جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو

1 ......عالمگیری، کتاب الصلاۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل السادس، ١/١٦٦.

عطا فرمائی تھیں تو اس نے انہیں جھٹلایا اور نہ مانا اور ان نشانیوں کو جادو بتایا اور حق قبول کرنے سے انکار کیا اور کہنے لگا: اے موسیٰ! کیا تم ہمارے پاس اس لیے آئے ہو کہ ہمیں اپنے جادو کے ذریعے ہماری سرزمین مصر سے نکال کر خود اس پر قبضہ کرلو اور بادشاہ بن جاؤ۔ تو ضرور ہم بھی تمہارے آگے ویسا ہی جادو لائیں گے اور جادو میں ہمارا تمہارا مقابلہ ہوگا تو ہمارے درمیان اور اپنے درمیان ایک مدت اور جگہ مقرر کرلو جس کی خلاف ورزی نہ ہم کریں اور نہ تم اور وہ جگہ ہموار ہو اور اس میں دونوں فریقین کے درمیان برابر فاصلہ ہو تاکہ لوگ آسانی کے ساتھ مقابلہ دیکھ سکیں۔[1]

فرعون حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے معجزات دیکھ کر سمجھ تو گیا تھا کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام حق پر ہیں اور جادوگر نہیں ہیں کیونکہ اس کے ملک میں اس سے پہلے بھی کئی جادوگر موجود تھے جو خود اس کے ماتحت تھے اور کسی نے بھی کبھی ایسی بات نہ کی تھی لیکن پھر بھی اس نے کوشش کی کہ کسی طرح حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو شکست ہو جائے اور اس کی سلطنت بچ جائے۔

قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ وَاَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى ﴿۵۹﴾
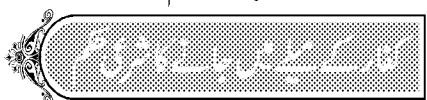
ترجمۂ کنزالایمان: موسیٰ نے کہا تمہارا وعدہ میلے کا دن ہے اور یہ کہ لوگ دن چڑھے جمع کیے جائیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: موسیٰ نے فرمایا: تمہارا وعدہ میلے کا دن ہے اور یہ کہ لوگ دن چڑھے جمع کرلئے جائیں۔

﴿قَالَ: موسیٰ نے فرمایا۔﴾ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرعون کو جواب دیتے ہوئے فرمایا: تمہارا وعدہ میلے کا دن ہے اور اس دن یہ بھی ہونا چاہئے کہ لوگ دن چڑھے جمع کرلئے جائیں تاکہ خوب روشنی پھیل جائے اور دیکھنے والے اطمینان کے ساتھ دیکھ سکیں اور انہیں ہر چیز صاف صاف نظر آئے۔ اس آیت میں جس میلے کا ذکر ہوا اس سے فرعونیوں کا وہ میلہ مراد ہے جو ان کی عید تھی اور اس میں وہ بہت سج سنور کر جمع ہوتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ وہ دن عاشوراء یعنی دسویں محرم کا تھا۔ اس سال یہ تاریخ ہفتے کے دن واقع ہوئی تھی اور اس دن کو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اس لئے معین فرمایا کہ یہ دن ان کی انتہائی شوکت کا دن تھا اور اسے مقرر کرنے میں اپنی قوت کے

1 ……خازن، طه، تحت الآية: ٥٦-٥٨، ٣/٢٥٦، مدارك، طه، تحت الآية: ٥٦-٥٨، ص٦٩٤، ملتقطاً.

کمال کا اظہار ہے، نیز اس میں یہ بھی حکمت تھی کہ حق کا ظہور اور باطل کی رسوائی کے لئے ایسا ہی وقت مناسب ہے جب کہ اَطراف وجوانب کے تمام لوگ اکھٹے ہوں۔[1]

اس سے معلوم ہوا کہ شرعی ضرورت کے وقت مسلمان کو کفار کے میلے میں جانا جائز ہے جیسے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام مقابلہ کے لئے کفار کے میلہ میں گئے اور حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بت شکنی کے لئے بت خانہ میں گئے۔ اور شرعی ضرورت کے علاوہ تجارت یا کسی اور غرض سے جانے کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ میلہ کفار کا مذہبی ہے جس میں جمع ہو کر اعلانِ کفر اور شرکیہ رسمیں ادا کریں تو تجارت کی غرض سے بھی جانا ناجائز و مکروہِ تحریمی ہے، اور ہر مکروہِ تحریمی صغیرہ، اور ہر صغیرہ اصرار سے کبیرہ گناہ بن جاتا ہے۔ اور اگر وہ مجمع کفار کا مذہبی نہیں بلکہ صرف لہو ولعب کا میلہ ہے تو محض تجارت کی غرض سے جانا فی نفسہٖ ناجائز و ممنوع نہیں جبکہ یہ کسی گناہ کی طرف نہ لے جاتا ہو۔ پھر بھی کراہت سے خالی نہیں کہ وہ لوگ ہر وقت مَعَاذَ اللہ لعنت اترنے کا محل ہیں اس لئے اُن سے دوری ہی بہتر ہے۔۔۔ نیز یہ جواز بھی اُسی صورت میں ہے کہ اسے وہاں جانے میں کسی معصیت کا ارتکاب نہ کرنا پڑے مثلاً جلسہ ناچ رنگ کا ہو اور اسے اس جلسے سے دور اور لاتعلق علاقے میں جگہ نہ ہو تو یہ جانا معصیت کو مستلزم ہوگا اور ہر وہ چیز جو معصیت کو مستلزم ہو وہ معصیت ہوتی ہے اور یہ جانا محض تجارت کی غرض سے ہو نہ کہ تماشا دیکھنے کی نیت سے کیونکہ اس نیت سے جانا مطلقاً ممنوع ہے اگرچہ وہ مجمع غیر مذہبی ہو۔[2]

فَتَوَلّٰى فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَیْدَهٗ ثُمَّ اَتٰى ﴿٦٠﴾ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى وَیْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَیُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍۚ وَ قَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى ﴿٦١﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو فرعون پھرا اور اپنے داؤں اکٹھے کیے پھر آیا۔ ان سے موسیٰ نے کہا تمہیں خرابی ہو اللہ پر جھوٹ نہ باندھو کہ وہ تمہیں عذاب سے ہلاک کردے اور بیشک نامراد رہا جس نے جھوٹ باندھا۔

1 ......خازن، طه، تحت الآية: ٥٩، ٣/٢٥٦-٢٥٧، مدارك، طه، تحت الآية: ٥٩، ص٦٩٤، جمل، طه، تحت الآية: ٥٩، ٥/٨٠، ملتقطاً.

2 ......فتاوی رضویہ، ۲۳/۵۲۳-۵۲۶، ملخصاً۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو فرعون منہ پھیر کر چلا گیا تو اپنے مکروفریب کو جمع کرنے لگا پھر آیا۔ ان سے موسیٰ نے فرمایا: تمہاری خرابی ہو،تم اللہ پر جھوٹ نہ باندھو ورنہ وہ تمہیں عذاب سے ہلاک کردے گا اور بیشک وہ ناکام ہوا جس نے جھوٹ باندھا۔

﴿ فَتَوَلّٰى فِرْعَوْنُ: تو فرعون منہ پھیر کر چلا گیا۔﴾ جب مقابلہ کا دن طے ہوگیا تو فرعون منہ پھیر کر چلا گیا اور اس نے مقابلے کے لیے کثیر تعداد میں جادوگروں کو جمع کیا اور انہیں طرح طرح کے انعامات کا لالچ دیا حتّٰی کہ انہیں اپنا مُقرب بنانے کا وعدہ کیا۔ اس کے بعد پھر بڑی شان وشوکت کے ساتھ اپنی فوج کو لے کر وعدے کے دن میدان میں پہنچ گیا۔

﴿ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى وَيْلَكُمْ: ان سے موسیٰ نے فرمایا: تمہاری خرابی ہو۔﴾ جب فرعون اور اس کے جمع کردہ جادوگر مقابلہ کے لیے پہنچ گئے تو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان جادوگروں سے فرمایا ''تمہاری خرابی ہو،تم کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک کر کے اس پر جھوٹ نہ باندھو ورنہ وہ تمہیں اپنے پاس موجود عذاب سے ہلاک کردے گا اور بیشک وہ ناکام ہوا جس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا۔[1]

فَتَنَازَعُوْۤا اَمْرَهُمْ بَیْنَهُمْ وَ اَسَرُّوا النَّجْوٰى ﴿۶۲﴾ قَالُوْۤا اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ یُرِیْدٰنِ اَنْ یُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَ یَذْهَبَا بِطَرِیْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى ﴿۶۳﴾ فَاَجْمِعُوْا كَیْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا ۚ وَ قَدْ اَفْلَحَ الْیَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى ﴿۶۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو اپنے معاملہ میں باہم مختلف ہوگئے اور چھپ کر مشورت کی۔ بولے بیشک یہ دونوں ضرور جادوگر ہیں چاہتے ہیں کہ تمہیں تمہاری زمین سے اپنے جادو کے زور سے نکال دیں اور تمہارا اچھا دین لے جائیں۔ تو اپنا داؤں پکا کرلو پھر پرا باندھ کر آؤ اور آج مراد کو پہنچا جو غالب رہا۔

1 ......جلالین، طه، تحت الآیة: ٦١، ص٢٦٣-٢٦٤.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو وہ اپنے معاملہ میں باہم مختلف ہوگئے اور انہوں نے چھپ کر مشورہ کیا۔ کہنے لگے: بیشک یہ دونوں یقیناً جادوگر ہیں، یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں تمہاری سرزمین سے اپنے جادو کے زور سے نکال دیں اور تمہارا بہت شرف و بزرگی والا دین لے جائیں۔ تو تم اپنا داؤ جمع کرلو پھر صف باندھ کر آجاؤ اور بیشک آج وہی کامیاب ہوگا جو غالب آئے گا۔

﴿فَتَنَازَعُوْۤا اَمْرَهُمْ بَیْنَهُمْ: تو وہ اپنے معاملہ میں باہم مختلف ہوگئے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب جادوگروں نے حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا یہ کلام سنا تو آپس میں ان کا اختلاف ہوگیا، بعض کہنے لگے کہ یہ بھی ہماری طرح جادوگر ہیں، بعض نے کہا کہ یہ باتیں جادوگروں کی ہیں ہی نہیں، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے سے منع کررہے ہیں۔ انہوں نے چھپ کر مشورہ کیا تاکہ حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو معلوم نہ چلے اور اس مشورے میں بعض جادوگر دوسروں سے کہنے لگے: بیشک حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون عَلَیْهِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام دونوں یقیناً جادوگر ہیں، یہ چاہتے ہیں کہ اپنے جادو کے زور سے تم پر غالب آکر تمہیں تمہاری سرزمین مصر سے نکال دیں اور تمہارا بہت شرف و بزرگی والا دین لے جائیں۔ تو تم اپنے لائے ہوئے جادو کے تمام داؤ جمع کرلو پھر صف باندھ کر آجاؤ تاکہ تمہاری ہیبت زیادہ ہو اور بیشک آج وہی کامیاب ہوگا جو غالب آئے گا۔[1]

قَالُوْا یٰمُوْسٰۤى اِمَّاۤ اَنْ تُلْقِیَ وَ اِمَّاۤ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى ﴿۶۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بولے اے موسیٰ یا تو تم ڈالو یا ہم پہلے ڈالیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: انہوں نے کہا: اے موسیٰ! یا تم (عصا نیچے) ڈالو یا ہم پہلے ڈالتے ہیں۔

﴿قَالُوْا یٰمُوْسٰى: انہوں نے کہا اے موسیٰ!﴾ جب جادوگروں نے صف بندی کرلی تو انہوں نے کہا: اے موسیٰ! عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، آپ پہلے اپنا عصا زمین پر ڈالیں گے یا ہم پہلے اپنے سامان ڈال دیں۔ جادوگروں نے ادب کی وجہ سے مقابلے کی ابتداء کرنا حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی رائے مبارک پر چھوڑا اور اس کی برکت سے آخر کار اللہ تعالیٰ نے انہیں

1 ......روح البیان، طه، تحت الآیة: ٦٢-٦٤، ٥/٤٠٠، خازن، طه، تحت الآیة: ٦٢-٦٤، ٣/٢٥٧، ملتقطاً.

ایمان کی دولت سے مشرف فرمادیا۔[1]

قَالَ بَلۡ اَلۡقُوۡا ۚ فَاِذَا حِبَالُهُمۡ وَعِصِیُّهُمۡ یُخَیَّلُ اِلَیۡهِ مِنۡ سِحۡرِهِمۡ اَنَّهَا تَسۡعٰی ﴿۶۶﴾ فَاَوۡجَسَ فِیۡ نَفۡسِهٖ خِیۡفَةً مُّوۡسٰی ﴿۶۷﴾ قُلۡنَا لَا تَخَفۡ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡاَعۡلٰی ﴿۶۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: موسیٰ نے کہا بلکہ تمہیں ڈالو جبھی ان کی رسیاں اور لاٹھیاں ان کے جادو کے زور سے ان کے خیال میں دوڑتی معلوم ہوئیں۔تو اپنے جی میں موسیٰ نے خوف پایا۔ہم نے فرمایا ڈر نہیں بیشک تو ہی غالب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: موسیٰ نے فرمایا: بلکہ تمہی ڈالو تو اچانک ان کی رسیاں اور لاٹھیاں ان کے جادو کے زور سے موسیٰ کے خیال میں یوں لگیں کہ وہ دوڑ رہی ہیں۔تو موسیٰ نے اپنے دل میں خوف محسوس کیا۔تو ہم نے فرمایا: ڈرو نہیں بیشک تم ہی غالب ہو۔

﴿قَالَ بَلۡ اَلۡقُوۡا: موسیٰ نے فرمایا: بلکہ تمہی ڈالو۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے جادوگروں سے یہ اس لئے فرمایا کہ اُن کے پاس جو کچھ جادو کے مکر و حیلے ہیں پہلے وہ سب ظاہر کرلیں اس کے بعد آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنا معجزہ دکھائیں اور جب حق باطل کو مٹائے اور معجزہ جادو کو باطل کردے تو دیکھنے والوں کو بصیرت و عبرت حاصل ہو۔ چنانچہ جادوگروں نے رسیاں لاٹھیاں وغیرہ جو سامان وہ لائے تھے سب ڈال دیا اور لوگوں کی نظر بندی کردی تو حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے دیکھا کہ زمین سانپوں سے بھر گئی اور میلوں کے میدان میں سانپ ہی سانپ دوڑ رہے ہیں اور دیکھنے والے اس باطل نظر بندی سے مَسحور ہوگئے ،اور کہیں ایسا نہ ہو کہ بعض لوگ معجزہ دیکھنے سے پہلے ہی اس نظر بندی کے گرویدہ ہوجائیں اور معجزہ نہ دیکھیں ،اس وجہ سے حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے دل میں قوم کے حوالے سے خوف محسوس کیا۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے انسانی فطرت کے

1......مدارك، طه، تحت الآية: ٦٥، ص٦٩٥.

مطابق اپنے دل میں اس بات کا خوف محسوس کیا کہیں وہ سانپ ان کی طرف ہی نہ آجائیں ۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے فرمایا: تم ڈرو نہیں، بے شک تم ہی ان پر غالب آؤ گے اور تمہیں ہی ان پر غلبہ و کامیابی نصیب ہوگی۔ (1)

وَ اَلْقِ مَا فِیْ یَمِیْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْاؕ اِنَّمَا صَنَعُوْا كَیْدُ سٰحِرٍؕ وَ لَا یُفْلِحُ السّٰحِرُ حَیْثُ اَتٰى (۶۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ڈال تو دے جو تیرے دہنے ہاتھ میں ہے وہ ان کی بناوٹوں کو نگل جائے گا وہ جو بنا کر لائے ہیں وہ تو جادوگر کا فریب ہے اور جادوگر کا بھلا نہیں ہوتا کہیں آوے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم بھی اسے ڈال دو جو تمہارے دائیں ہاتھ میں ہے وہ ان کی بنائی ہوئی چیزوں کو نگل جائے گا۔ بیشک جو انہوں نے بنایا ہے وہ تو صرف جادوگروں کا مکروفریب ہے اور جادوگر کامیاب نہیں ہوتا جہاں بھی آجائے۔

﴿وَ اَلْقِ مَا فِیْ یَمِیْنِكَ: اور تم بھی اسے ڈال دو جو تمہارے دائیں ہاتھ میں ہے۔﴾ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے موسیٰ! عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، تم ان کی رسیوں لاٹھیوں کی کثرت کی پرواہ نہ کرو اور تم بھی اپنا وہ عصا ڈال دو جو تمہارے دائیں ہاتھ میں ہے، وہ ان کی بنائی ہوئی چیزوں کو نگل جائے گا۔ بیشک جو انہوں نے بنایا ہے وہ تو صرف جادوگروں کا مکروفریب ہے اور جادوگر کامیاب نہیں ہوتا جہاں بھی آجائے۔ پھر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنا عصا ڈالا تو وہ جادوگروں کے تمام اژدہوں اور سانپوں کو نگل گیا اور آدمی اس کے خوف سے گھبرا گئے اور جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اسے اپنے دستِ مبارک میں لیا تو پہلے کی طرح عصا ہوگیا۔ یہ دیکھ کر جادوگروں کو یقین ہوگیا کہ یہ معجزہ ہے جس سے جادو مقابلہ نہیں کرسکتا اور جادو کی فریب کاری اس کے سامنے قائم نہیں رہ سکتی۔ (2)

فَاُلْقِیَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَ مُوْسٰى (۷۰)

---

1 ......مدارك، طه، تحت الآية: ٦٦-٦٨، ص٦٩٥-٦٩٦، خازن، طه، تحت الآية: ٦٦-٦٨، ٣/٢٥٧-٢٥٨، ملتقطاً.

2 ......مدارك، طه، تحت الآية: ٦٩، ص٦٩٦، تفسير كبير، طه، تحت الآية: ٦٩، ٨/٧٤-٧٥، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: تو سب جادوگر سجدے میں گرالئے گئے بولے ہم اس پر ایمان لائے جو ہارون اور موسیٰ کا رب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو سب جادوگر سجدے میں گرادیئے گئے، وہ کہنے لگے: ہم ہارون اور موسیٰ کے رب پر ایمان لائے۔

﴿ فَاُلْقِیَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا : تو سب جادوگر سجدے میں گرادیئے گئے۔﴾ حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کا معجزہ دیکھ کر جادوگر اتنی تیزی سے سجدے میں گئے کہ اس سے یوں محسوس ہوا جیسے انہیں پکڑ کر سجدے میں گرادیا گیا ہو، پھر وہ کہنے لگے کہ ہم حضرت ہارون عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام اور حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے رب عَزَّوَجَلَّ پر ایمان لائے۔ سُبْحَانَ اللّٰه! کیا عجیب حال تھا کہ جن لوگوں نے ابھی کفر وانکار اور سرکشی کے لئے رسیاں اور لاٹھیاں ڈالی تھیں، ابھی معجزہ دیکھ کر انہوں نے شکر وسجود کے لئے اپنے سر جھکا دیئے اور اپنی گردنیں ڈال دیں۔ منقول ہے کہ اس سجدے میں انہیں جنت اور دوزخ دکھائی گئی اور انہوں نے جنت میں اپنے منازل دیکھ لئے۔ (1)

قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ؕ اِنَّهٗ لَكَبِیْرُكُمُ الَّذِیْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَاُقَطِّعَنَّ اَیْدِیَكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّ لَاُوصَلِّبَنَّكُمْ فِیْ جُذُوْعِ النَّخْلِ ۫ وَ لَتَعْلَمُنَّ اَیُّنَاۤ اَشَدُّ عَذَابًا وَّ اَبْقٰى ﴿۷۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: فرعون بولا کیا تم اس پر ایمان لائے قبل اس کے کہ میں تمہیں اجازت دوں بیشک وہ تمہارا بڑا ہے جس نے تم سب کو جادو سکھایا تو مجھے قسم ہے ضرور میں تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹوں گا اور تمہیں کھجور کے ڈنڈ پر سُولی چڑھاؤں گا اور ضرور تم جان جاؤ گے کہ ہم میں کس کا عذاب سخت اور دیرپا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: فرعون بولا: کیا تم اس پر ایمان لائے اس سے پہلے کہ میں تمہیں اجازت دوں، بیشک وہ تمہارا بڑا

1 ......مدارك، طه، تحت الآية: ٧٠، ص٦٩٦.

ہے جس نے تم سب کو جادو سکھایا تو مجھے قسم ہے میں ضرور تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹ دوں گا اور تمہیں کھجور کے تنوں پر پھانسی دیدوں گا اور ضرور تم جان جاؤ گے کہ ہم میں کس کا عذاب زیادہ شدید اور زیادہ باقی رہنے والا ہے۔

﴿قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ: فرعون بولا: کیا تم اس پر ایمان لائے۔﴾ فرعون نے جادوگروں کے ایمان لانے کا منظر دیکھ کر انہیں ڈانٹتے ہوئے کہا: کیا تم میری اجازت ملنے سے پہلے ہی حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ایمان لے آئے ہو! بیشک وہ جادو میں استادِ کامل اور تم سب سے فائق ہے اور اس نے تم سب کو جادو سکھایا ہے، (اور سورۂ اَعراف میں یہ بھی ہے کہ فرعون نے کہا کہ یہ تم سب کی سازش ہے جو تم نے میرے خلاف بنائی ہے تاکہ یہاں کے رہنے والوں کو اِس سرزمین سے نکال دو) تو مجھے قسم ہے، میں ضرور تمہارے دائیں طرف کے ہاتھ اور بائیں طرف کے پاؤں کاٹ دوں گا اور تمہیں کھجور کے تنوں پر پھانسی دیدوں گا اور اس وقت ضرور تم جان جاؤ گے کہ ہم میں کس کا عذاب زیادہ شدید اور زیادہ باقی رہنے والا ہے۔ اس سے فرعون ملعون کی مراد یہ تھی کہ اس کا عذاب سخت تر ہے یا ربُّ العالمین کا عذاب زیادہ سخت ہے۔

قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰى مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَ الَّذِیْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَاۤ اَنْتَ قَاضٍؕ اِنَّمَا تَقْضِیْ هٰذِهِ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَاؕ(۷۲)

ترجمۂ کنزالایمان: بولے ہم ہرگز تجھے ترجیح نہ دیں گے ان روشن دلیلوں پر جو ہمارے پاس آئیں ہمیں اپنے پیدا کرنے والے کی قسم تو تُو کر چک جو تجھے کرنا ہے تو اس دنیا ہی کی زندگی میں تو کرے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: انہوں نے کہا: ہم ان روشن دلیلوں پر ہرگز تجھے ترجیح نہ دیں گے جو ہمارے پاس آئی ہیں۔ ہمیں اپنے پیدا کرنے والے کی قسم! تو تُو جو کرنے والا ہے کرلے۔ تو اس دنیا کی زندگی میں ہی تو کرے گا۔

﴿قَالُوْا: انہوں نے کہا۔﴾ فرعون کا یہ مُتکبّرانہ کلمہ سن کر ان جادوگروں نے کہا: ہم ان روشن دلیلوں پر ہرگز تجھے ترجیح نہ دیں گے جو ہمارے پاس آئی ہیں۔ روشن دلیلوں کے بارے میں مفسرین کے مختلف اَقوال ہیں۔ بعض مفسرین کے نزدیک

ان سے حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا روشن ہاتھ اور عصا مراد ہے۔بعض مفسرین نے کہا ہے کہ جادوگروں کا اِستدلال یہ تھا: اگر تو حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے معجزہ کو بھی جادو کہتا ہے تو بتا وہ رسّے اور لاٹھیاں کہاں گئیں اور بعض مفسرین کہتے ہیں کہ روشن دلیلوں سے مراد جنت اور اس میں اپنی مَنازل کا دیکھنا ہے۔[1]

﴿وَالَّذِیْ فَطَرَنَا: ہمیں اپنے پیدا کرنے والے کی قسم!﴾ جادوگروں نے فرعون سے کہا کہ ہمیں اپنے پیدا کرنے والے کی قسم! تو جو کرنے والا ہے کر لے ہمیں اس کی کچھ پرواہ نہیں اور تو ہمارے ساتھ جو کچھ بھی کرے گا اس دنیا کی زندگی میں ہی تو کرے گا، اس سے آگے تو تیری کچھ مجال نہیں اور دنیا کا حال تو یہ ہے کہ وہ زائل اور یہاں کی ہر چیز فنا ہونے والی ہے اور اگر تو ہم پر مہربان بھی ہو تو ہمیں ہمیشہ کے لئے بقا نہیں دے سکتا، پھر دنیا کی زندگانی اور اس کی راحتوں کے زوال کا کیا غم، خاص طور پر اسے جو جانتا ہے کہ آخرت میں دنیا کے اعمال کی جزا ملے گی۔[2]

اس آیت میں بیان ہوا کہ جادوگروں نے مومن ہو کر فرعون سے کہہ دیا کہ جو ہو سکے تو کر لے ہمیں اس کی پرواہ نہیں، اس سے معلوم ہوا کہ مومن کے دل میں جرأت ہوتی ہے اور وہ ایمان لانے کی صورت میں مخلوق کی طرف سے اَذِیَّت پہنچنے کی پرواہ نہیں کرتا۔ اس سے واضح ہوا کہ قادیانی کا نبی ہونا تو بڑی دور کی بات وہ تو مومن بھی نہیں تھا کیونکہ وہ لوگوں سے اتنا ڈرتا تھا کہ ان کے خوف کی وجہ سے حج ہی نہ کر سکا۔

اِنَّاۤ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِیَغْفِرَ لَنَا خَطٰیٰنَا وَ مَاۤ اَكْرَهْتَنَا عَلَیْهِ مِنَ السِّحْرِؕ وَ اللّٰهُ خَیْرٌ وَّ اَبْقٰی(۷۳)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک ہم اپنے رب پر ایمان لائے کہ وہ ہماری خطائیں بخش دے اور وہ جو تو نے ہمیں مجبور کیا جادو پر اور اللہ بہتر ہے اور سب سے زیادہ باقی رہنے والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ہم اپنے رب پر ایمان لائے تاکہ وہ ہماری خطائیں اور وہ جادو بخش دے جس پر تو نے ہمیں

1 ......خازن، طه، تحت الآية: ۷۲، ۳/۲۵۸.

2 ......تفسير كبير، طه، تحت الآية: ۷۲، ۸/۷۷-۷۸.

مجبور کیا تھا اور اللہ بہتر ہے اور سب سے زیادہ باقی رہنے والا ہے۔

﴿اِنَّاۤ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا: بیشک ہم اپنے رب پر ایمان لائے۔﴾ جادوگروں نے کہا کہ بیشک ہم اپنے رب عَزَّوَجَلَّ پر ایمان لائے تاکہ وہ ہماری خطائیں بخش دے اور وہ جادو بھی جس پر تو نے ہمیں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے مقابلے میں مجبور کیا تھا۔ اور اگر ہم اللہ تعالیٰ کی طاعت کریں تو وہ تیرے مقابلے میں فرمانبرداروں کو ثواب دینے میں بہتر ہے اور اگر ہم اس کی نافرمانی کریں تو وہ نافرمانوں پر عذاب کرنے کے لحاظ سے سب سے زیادہ باقی رہنے والا ہے۔

فرعون نے جادوگروں کو جو جادو پر مجبور کیا تھا اس کے بارے میں بعض مفسرین نے فرمایا کہ فرعون نے جب جادوگروں کو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے بلایا تو جادوگروں نے فرعون سے کہا تھا کہ ہم حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو سوتا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں، چنانچہ اس کی کوشش کی گئی اور انہیں ایسا موقع فراہم کر دیا گیا، انہوں نے دیکھا کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام خواب میں ہیں اور عصاء شریف پہرہ دے رہا ہے۔ یہ دیکھ کر جادوگروں نے فرعون سے کہا کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام جادوگر نہیں، کیونکہ جادوگر جب سوتا ہے تو اس وقت اس کا جادو کام نہیں کرتا مگر فرعون نے انہیں جادو کرنے پر مجبور کیا۔ اس کی مغفرت کے وہ جادوگر اللہ تعالیٰ سے طالب اور امیدوار ہیں۔ (1)

اِنَّهٗ مَنْ یَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ ؕ لَا یَمُوْتُ فِیْهَا وَ لَا یَحْیٰى ﴿۷۴﴾ وَ مَنْ یَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓىٕكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى ﴿۷۵﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ وَ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰى ﴿۷۶﴾

ع ٣ ٢٢ ١٢

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک جو اپنے رب کے حضور مجرم ہو کر آئے تو ضرور اس کے لئے جہنم ہے جس میں نہ مرے نہ جئے۔

1 ......خازن، طه، تحت الآية: ٧٣، ٣/٢٥٩.

اور جو اس کے حضور ایمان کے ساتھ آئے کہ اچھے کام کئے ہوں تو انہیں کے درجے اونچے۔ بسنے کے باغ جن کے نیچے نہریں بہیں ہمیشہ ان میں رہیں اور یہ صلہ ہے اس کا جو پاک ہوا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک جو اپنے رب کے حضور مجرم ہوکر آئے گا تو ضرور اس کے لیے جہنم ہے جس میں نہ مرے گا اور نہ (ہی چین سے) زندہ رہے گا۔ اور جو اس کے حضور ایمان والا ہوکر آئے گا کہ اس نے نیک اعمال کئے ہوں تو ان کیلئے بلند درجات ہیں۔ ہمیشہ رہنے کے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، ہمیشہ ان میں رہیں گے اور یہ اس کی جزا ہے جو پاک ہوا۔

﴿اِنَّهٗ مَنْ یَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا: بیشک جو اپنے رب کے حضور مجرم ہوکر آئے گا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ یہ جادوگروں کے کلام کا حصہ ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہاں سے اللہ تعالیٰ کا کلام شروع ہو رہا ہے، اور ان آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک جو اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے حضور فرعون کی طرح کافر ہوکر آئے گا تو ضرور اس کے لیے جہنم ہے جس میں نہ مرے گا کہ مر کر ہی اس سے چھوٹ سکے اور نہ ہی اس طرح زندہ رہے گا جس سے کچھ نفع اٹھا سکے اور جن کا ایمان پر خاتمہ ہوا ہو اور انہوں نے اپنی زندگی میں نیک عمل کئے ہوں، فرائض اور نوافل بجالائے ہوں تو ان کیلئے بلند درجات ہیں اور وہ درجات ہمیشہ رہنے کے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، ہمیشہ ان میں رہیں گے اور یہ اس کی جزا ہے جو کفر کی نجاست اور گناہوں کی گندگی سے پاک ہوا۔ (1)

﴿فَاُولٰٓىٕكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى: تو ان کیلئے بلند درجات ہیں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے ان کے لئے بلند درجات ہیں۔ بلند درجات والوں کے مقام کے بارے میں سُنَنِ ترمذی اور ابنِ ماجہ میں حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ’’بلند درجات والوں کو نچلے درجات والے ایسے دیکھیں گے جیسے تم اُفق میں طلوع ہونے والے ستاروں کو دیکھتے ہو۔ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا ان میں سے ہیں اور یہ اسی کے اہل ہیں۔ (2)

(1)......خازن، طه، تحت الآية: ٧٤، ٣/٢٥٩.

(2)......ترمذی، كتاب المناقب، باب مناقب ابی بكر الصديق رضی الله عنه... الخ، ٥/٣٧٢، الحديث: ٣٦٧٨.

﴿ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰى: اور یہ اس کی جزا ہے جو پاک ہوا۔﴾ اس آیتِ مبارکہ کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ہر عقلمند کو چاہئے کہ اگر وہ کفر وشرک کی نجاست سے آلودہ ہے تو وہ اللہ تعالٰی کی وحدانیت اور اس کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رسالت کا اقرار کر کے اور اسلام کے بیان کردہ عقائد اختیار کر کے کفر وشرک کی نجاست سے فوری طور پر پاک ہو جائے اور اس کے بعد خود کو گناہوں کی گندگی سے پاک صاف رکھے، یونہی ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ تمام گناہوں، مذموم نفسانی اَخلاق اور برے شیطانی اَوصاف سے خود کو پاک کرے تاکہ قیامت کے دن اسے اللہ تعالٰی کی رحمت سے حصہ ملے اور اس کے فضل وکرم کے صدقے جنت میں بلند درجات نصیب ہوں۔

اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، ہمارے تمام گناہوں اور ساری خطاؤں کو معاف فرما، ہمیں گناہوں سے بچنے اور نیک اعمال کرنے کی توفیق مَرحمت فرما، ہماری زندگی اور موت دونوں کو بہتر فرما، دینِ اسلام پر ہمیں ثابت قدمی نصیب فرما، حشر کے دن ہمیں اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شفاعت اور ان کے صدقے میزانِ عمل اور پل صراط پر آسانی عطا فرما اور ہم تیرے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے صدقے تجھ سے جنت، اس میں بلند درجات اور تیرے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا پڑوس مانگتے ہیں، اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، اپنی رحمت اور فضل وکرم کے صدقے ہمیں یہ عطا فرما۔ اٰمین۔

وَلَقَدْ اَوْحَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى ۙ۬ اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا ۙ لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى ﴿٧٧﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے موسیٰ کو وحی کی کہ راتوں رات میرے بندوں کو لے چل اور ان کے لیے دریا میں سوکھا راستہ نکال دے تجھے ڈر نہ ہوگا کہ فرعون آلے اور نہ خطرہ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ راتوں رات میرے بندوں کو لے چلو اور ان کے لیے دریا میں خشک راستہ نکال دو۔ تجھے ڈر نہ ہوگا کہ فرعون پکڑ لے اور نہ تجھے خطرہ ہوگا۔

﴿ وَلَقَدْ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى : اور بیشک ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی۔﴾ جب حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے معجزات دیکھ کر فرعون راہ پر نہ آیا اور اس نے نصیحت حاصل نہ کی اور وہ بنی اسرائیل پر پہلے سے زیادہ ظلم و ستم کرنے لگا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف وحی فرمائی کہ راتوں رات میرے بندوں کو مصر سے لے چلو اور جب آپ لوگ دریا کے کنارے پہنچیں اور فرعونی لشکر پیچھے سے آئے تو اندیشہ نہ کرنا اور ان کے لیے اپنا عصا مار کر دریا میں خشک راستہ نکال دو۔ تجھے ڈر نہ ہوگا کہ فرعون پکڑ لے اور نہ تجھے دریا میں غرق ہونے کا خطرہ ہوگا۔ [1]

فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ فَغَشِیَهُمْ مِّنَ الْیَمِّ مَا غَشِیَهُمْ ﴿۷۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو ان کے پیچھے فرعون پڑا اپنے لشکر لے کر تو انہیں دریا نے ڈھانپ لیا جیسا ڈھانپ لیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو فرعون اپنے لشکر کے ساتھ ان کے پیچھے چل پڑا تو انہیں دریا نے ڈھانپ لیا جیسا ڈھانپ لیا۔

﴿ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ : تو فرعون اپنے لشکر کے ساتھ ان کے پیچھے چل پڑا۔﴾ حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اللہ تعالیٰ کا حکم پا کر رات کے پہلے وقت میں بنی اسرائیل کو اپنے ہمراہ لے کر مصر سے روانہ ہو گئے تو فرعون قبطیوں کا لشکر لے کر ان کے پیچھے چل پڑا اور جب فرعون اپنے لشکر کے ساتھ دریا میں بنے ہوئے راستوں میں داخل ہو گیا تو انہیں دریا نے اس طرح ڈھانپ لیا اور اس کا پانی ان کے سروں سے اس طرح اونچا ہو گیا جس کی حقیقت اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، یوں فرعون اور اس کا لشکر غرق ہو گیا اور حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنی قوم کے ساتھ فرعون کے ظلم و ستم اور دریا میں ڈوبنے سے نجات پا گئے۔ [2]

وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَمَا هَدٰى ﴿۷۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور فرعون نے اپنی قوم کو گمراہ کیا اور راہ نہ دکھائی۔

---

1 ......ابو سعود، الكهف، تحت الآية: ٧٧، ٤٧٩/٣، مدارك، الكهف، تحت الآية: ٧٧، ص٦٩٨، ملتقطاً.

2 ......مدارك، طه، تحت الآية: ٧٨، ص٦٩٨، خازن، طه، تحت الآية: ٧٨، ٢٥٩/٣، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور فرعون نے اپنی قوم کو گمراہ کیا اور راہ نہ دکھائی۔

﴿وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ: اور فرعون نے اپنی قوم کو گمراہ کیا۔﴾ یعنی فرعون نے اپنی قوم کو ایسا راستہ دکھایا جس پر چل کر وہ دین اور دنیا دونوں میں نقصان اٹھا گئے کہ کفر کی وجہ سے وہ دنیا میں ہولناک عذاب میں مبتلا ہو کر مر گئے اور اب وہ آخرت کے اَبدی عذاب کا سامنا کر رہے ہیں اور فرعون نے اپنی قوم کو کبھی ایسا راستہ نہ دکھایا جس پر چل کر وہ دین اور دنیا کی بھلائیوں تک پہنچ جاتے۔(1)

اس سے معلوم ہوا کہ قوم کے دینی اور دُنْیوی نقصان یا بھلائی میں قوم کے سربراہ اور حکمران کا انتہائی اہم کردار ہوتا ہے، اگر یہ سدھر جائے تو قوم دنیا میں بھی حقیقی کامیابی پا سکتی ہے اور آخرت میں بھی حقیقی فلاح سے سرفراز ہو سکتی ہے اور اگر یہ بگڑ جائے تو قوم دینی اور دنیوی دونوں اعتبار سے بے پناہ نقصان اٹھاتی ہے۔

یٰبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ قَدْ اَنْجَیْنٰكُمْ مِّنْ عَدُوِّكُمْ وَ وٰعَدْنٰكُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَیْمَنَ وَ نَزَّلْنَا عَلَیْكُمُ الْمَنَّ وَ السَّلْوٰى ﴿۸۰﴾ كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَ لَا تَطْغَوْا فِیْهِ فَیَحِلَّ عَلَیْكُمْ غَضَبِیْ ۚ وَ مَنْ یَّحْلِلْ عَلَیْهِ غَضَبِیْ فَقَدْ هَوٰى ﴿۸۱﴾ وَ اِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى ﴿۸۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے بنی اسرائیل بیشک ہم نے تم کو تمہارے دشمن سے نجات دی اور تمہیں طور کی دہنی طرف کا وعدہ دیا اور تم پر من اور سلویٰ اتارا۔ کھاؤ جو پاک چیزیں ہم نے تمہیں روزی دیں اور اس میں زیادتی نہ کرو کہ تم پر میرا غضب اترے اور جس پر میرا غضب اترا بیشک وہ گرا۔ اور بیشک میں بہت بخشنے والا ہوں اسے جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھا کام کیا پھر ہدایت پر رہا۔

(1)......ابو سعود، طه، تحت الآیة: ۷۹، ۳/ ۴۸۰.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے بنی اسرائیل! بیشک ہم نے تمہیں تمہارے دشمن سے نجات دی اور تمہارے ساتھ کوہِ طور کی دائیں جانب کا وعدہ کیا اور تم پر من اور سلویٰ اتارا۔ جو پاکیزہ رزق ہم نے تمہیں دیا ہے اس میں سے کھاؤ اور اس میں زیادتی نہ کرو کہ تم پر میرا غضب اتر آئے اور جس پر میرا غضب اتر آیا تو بیشک وہ گر گیا۔ اور بیشک میں اس آدمی کو بہت بخشنے والا ہوں جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیا پھر ہدایت پر رہا۔

﴿يٰبَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ: اے بنی اسرائیل!﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ فرعون اور اس کی قوم کے غرق ہونے کے بعد اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے احسانات کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ''اے بنی اسرائیل! بیشک ہم نے تمہیں تمہارے دشمن فرعون اور اس کی قوم سے نجات دی جو تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے، بیٹیوں کو زندہ رکھتے اور تم سے انتہائی محنت و مشقت والے کام لیتے تھے، اور ہم نے اپنے نبی عَلَيْهِ السَّلَام کے ذریعے تمہارے ساتھ کوہِ طور کی دائیں جانب کا وعدہ کیا کہ ہم حضرت موسیٰ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو وہاں توریت عطا فرمائیں گے جس پر عمل کیا جائے اور ہم نے تم پر تیہ کے میدان میں مَنّ وسَلْویٰ اتارا اور فرمایا'' ہم نے جو پاکیزہ رزق تمہیں دیا ہے اس میں سے کھاؤ اور اس میں ناشکری اور نعمت کا انکار کر کے اور ان نعمتوں کو مَعاصی اور گناہوں میں خرچ کر کے یا ایک دوسرے پر ظلم کر کے زیادتی نہ کرو ورنہ تم پر میرا غضب اتر آئے گا اور جس پر میرا غضب اتر آیا تو بیشک وہ جہنم میں گر گیا اور ہلاک ہوا اور بیشک میں اس آدمی کو بہت بخشنے والا ہوں جس نے شرک سے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیا پھر آخری دم تک ہدایت پر رہا۔ (1)

اس سے معلوم ہوا کہ توبہ ایسی اہم ترین چیز ہے جس سے بندہ اللّٰہ تعالیٰ کی طرف سے بخشش اور مغفرت کا پروانہ حاصل کر سکتا ہے۔ علامہ اسماعیل حقی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلَيْهِ فرماتے ہیں: جان لو کہ توبہ صابن کی طرح ہے تو جس طرح صابن ظاہری میل کچیل کو دور کر دیتا ہے اسی طرح توبہ باطنی یعنی گناہوں کے میل اور گندگیوں کو صاف کر دیتی ہے۔ (2) البتہ یہاں یہ بات یاد رہے کہ وہی توبہ مقبول اور فائدہ مند ہے جو سچی ہو اور سچی توبہ اپنے گناہ کا اقرار کرنے، اس پر نادم و

1 ……روح البيان، طه، تحت الآية: ۸۰-۸۲، ۵/۴۱۰-۴۱۱، خازن، طه، تحت الآية: ۸۰-۸۲، ۳/۲۵۹-۲۶۰، مدارك، طه، تحت الآية: ۸۰-۸۲، ص۶۹۸-۶۹۹، ملتقطاً.

2 ……روح البيان، طه، تحت الآية: ۸۲، ۵/۴۱۲.

شرمسار ہونے اور آئندہ وہ گناہ نہ کرنے کے پختہ ارادے کا نام ہے اور جو لوگ فقط زبان سے توبہ کے الفاظ دہرا لینے یا ہاتھ سے توبہ توبہ کے اشارے کر لینے کو کافی سمجھتے ہیں تو وہ یاد رکھیں کہ یہ حقیقی توبہ نہیں ہے۔

وَ مَاۤ اَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ یٰمُوْسٰى ﴿۸۳﴾ قَالَ هُمْ اُولَآءِ عَلٰۤى اَثَرِیْ وَ عَجِلْتُ اِلَیْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى ﴿۸۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور تو نے اپنی قوم سے کیوں جلدی کی اے موسیٰ۔ عرض کی کہ وہ یہ ہیں میرے پیچھے اور اے میرے رب تیری طرف میں جلدی کر کے حاضر ہوا کہ تو راضی ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اے موسیٰ! تجھے اپنی قوم سے کس چیز نے جلدی میں مبتلا کر دیا؟ عرض کی: وہ یہ میرے پیچھے ہیں اور اے میرے رب! میں نے تیری طرف اس لئے جلدی کی تا کہ تو راضی ہو جائے۔

﴿وَ مَاۤ اَعْجَلَكَ: اور تجھے کس چیز نے جلدی میں مبتلا کر دیا؟﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام جب اپنی قوم میں سے ستر آدمیوں کو منتخب کر کے توریت شریف لینے کو طور پر تشریف لے گئے، پھر اللہ تعالیٰ سے کلام کے شوق میں ان آدمیوں سے آگے بڑھ گئے اور انہیں پیچھے چھوڑتے ہوئے فرمایا کہ میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ، تو اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ''اے موسیٰ! عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، تجھے اپنی قوم سے کس چیز نے جلدی میں مبتلا کر دیا؟ حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے عرض کی: وہ یہ میرے پیچھے ہیں اور اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، میں نے تیری طرف اس لئے جلدی کی تا کہ تیرے حکم کو پورا کرنے میں میری جلدی دیکھ کر تیری رضا اور زیادہ ہو۔[1]

یہاں ایک نکتہ قابلِ ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بارے میں بتایا کہ ''انہوں نے خدا کی رضا چاہی'' اور اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے لیے اور مقامات پر بتایا: خدا نے ان کی

1 ......مدارك، طه، تحت الآية: ٨٣-٨٤، ص٦٩٩، روح البيان، طه، تحت الآية: ٨٣-٨٤، ٥/٤١٢، ملتقطاً.

رضا چاہی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ضرور ہم تمہیں اس قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جس میں تمہاری خوشی ہے۔

اور ارشاد فرماتا ہے

وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہوجاؤ گے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے اور اس میں اضافہ کرنے کیلئے کوشاں ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رضا چاہ رہا ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کیا خوب فرماتے ہیں:

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم   خدا چاہتا ہے رضائے محمد

قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْۢ بَعْدِكَ وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ ﴿۸۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: فرمایا تو ہم نے تیرے آنے کے بعد تیری قوم کو بلا میں ڈالا اور انہیں سامری نے گمراہ کر دیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: فرمایا، تو ہم نے تیرے آنے کے بعد تیری قوم کو آزمائش میں ڈال دیا اور سامری نے انہیں گمراہ کر دیا۔

﴿قَالَ: فرمایا۔﴾ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو خبر دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے موسیٰ! عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، ہم نے تیرے پہاڑ کی طرف آنے کے بعد تیری قوم جنہیں آپ نے حضرت ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ چھوڑا ہے کو آزمائش میں ڈال دیا اور سامری نے انہیں بچھڑا پوجنے کی دعوت دے کر گمراہ کر دیا ہے۔ [3]

---

1 ...... بقرہ: ۱۴۴.

2 ...... والضحی: ۵.

3 ...... روح البیان، طه، تحت الآیة: ۸۵، ۵/۴۱۳، خازن، طه، تحت الآیة: ۸۵، ۳/۲۶۰، ملتقطاً.

اس آیت میں اِضلال یعنی گمراہ کرنے کی نسبت سامری کی طرف فرمائی گئی کیونکہ وہ اس کا سبب اور باعث بنا تھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ کسی چیز کو اس کے سبب کی طرف منسوب کرنا جائز ہے، اسی طرح یوں کہہ سکتے ہیں کہ ماں باپ نے پرورش کی، دینی پیشواؤں نے ہدایت کی، اولیاءِ کرام رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ نے حاجت روائی فرمائی اور بزرگوں نے بلا دفع کی۔

فَرَجَعَ مُوْسٰۤى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۚ۬ قَالَ یٰقَوْمِ اَلَمْ یَعِدْكُمْ رَبُّكُمْ وَعْدًا حَسَنًا ۬ؕ اَفَطَالَ عَلَیْكُمُ الْعَهْدُ اَمْ اَرَدْتُّمْ اَنْ یَّحِلَّ عَلَیْكُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِیْ ﴿۸۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو موسیٰ اپنی قوم کی طرف پلٹا غصہ میں بھرا افسوس کرتا کہا اے میری قوم کیا تم سے تمہارے رب نے اچھا وعدہ نہ کیا تھا کیا تم پر مدت لمبی گزری یا تم نے چاہا کہ تم پر تمہارے رب کا غضب اُترے تو تم نے میرا وعدہ خلاف کیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو موسیٰ اپنی قوم کی طرف غضبناک ہوکر افسوس کرتے ہوئے لوٹے (اور) فرمایا: اے میری قوم! کیا تمہارے رب نے تم سے اچھا وعدہ نہ کیا تھا؟ کیا مدت تم پر لمبی ہوگئی تھی یا تم نے یہ چاہا کہ تم پر تمہارے رب کا غضب اتر آئے؟ پس تم نے مجھ سے وعدہ خلافی کی ہے۔

﴿ فَرَجَعَ مُوْسٰۤى اِلٰى قَوْمِهٖ : تو موسیٰ اپنی قوم کی طرف لوٹے۔﴾ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے چالیس دن پورے کئے اور وہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بتا دیا گیا کہ تمہاری قوم گمراہی میں مبتلا ہوگئی ہے۔ اس پر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام توریت لے کر اپنی قوم کی طرف غضبناک ہوکر لوٹے اور ان کے حال پر افسوس کرتے ہوئے فرمانے لگے: اے میری قوم! کیا تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ نے تم سے اچھا وعدہ نہ کیا تھا کہ وہ تمہیں توریت عطا فرمائے گا جس میں ہدایت ہے، نور ہے، ہزار سورتیں ہیں اور ہر سورت میں ہزار آیتیں ہیں؟ کیا میرے تم سے جدا ہونے کی مدت تم پر لمبی ہوگئی تھی یا تم

نے یہ چاہا کہ تم پر تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ کا غضب اتر آئے؟ پس تم نے مجھ سے وعدہ خلافی کی اور ایسا ناقص کام کیا ہے کہ بچھڑے کو پوجنے لگے، تمہارا وعدہ تو مجھ سے یہ تھا کہ میرے حکم کی اطاعت کرو گے اور میرے دین پر قائم رہو گے۔ [1]

اللہ تعالیٰ کے لئے راضی یا ناراض ہونا

علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوتی دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے نافرمانی کرنے والے پر غصہ ہونا اور اس کے حال پر افسوس کا اظہار کرنا کامل انسان کی فطرت کے لوازمات میں سے ہے، لہٰذا ہر عقلمند انسان کو چاہئے کہ وہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اولیاءِ عظام رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ کے طریقے کی پیروی کی اور جب کوئی برائی ہوتی دیکھے تو اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے اس پر ناراضی اور غصہ کا اظہار کرے۔ [2]

اللہ تعالیٰ کے لئے راضی یا ناراض ہونے کے بارے میں حضرت عمرو بن حَمِق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''بندہ ایمان کی حقیقت کو نہیں پا سکتا یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لئے غضب کرے اور اللہ تعالیٰ کے لئے راضی ہو اور جب اس نے ایسا کر لیا تو وہ ایمان کی حقیقت کا مستحق ہو گیا۔ [3]

اور اس سلسلے میں تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی سیرت کے بارے میں حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا فرماتی ہیں: رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنی ذات کا کسی سے انتقام نہیں لیا البتہ اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی حرمت کے خلاف کرتا تو اس سے اللہ تعالیٰ کے لئے انتقام لیا کرتے تھے۔ [4]

حضرت ابو مسعود انصاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ایک آدمی نے عرض کی: یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہو سکتا ہے کہ میں نماز میں شامل نہ ہو سکوں کیونکہ فلاں ہمیں بہت لمبی نماز پڑھاتے ہیں۔ (راوی فرماتے ہیں کہ) میں نے نصیحت کرنے میں سیّدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اس دن سے زیادہ کبھی ناراض نہیں دیکھا تھا۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اے لوگو! تم مُتَنَفِّر کرتے ہو! تم میں سے جو لوگوں کو نماز پڑھائے وہ تخفیف کرے کیونکہ ان میں بیمار، کمزور اور حاجت مند بھی ہوتے ہیں۔ [5]
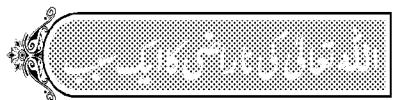
1. ......مدارك، طه، تحت الآية: ٨٦، ص٦٩٩، خازن، طه، تحت الآية: ٨٦، ٣/٢٦٠، ملتقطاً.
2. ......روح البيان، طه، تحت الآية: ٨٩، ٥/٤١٦.
3. ......معجم الاوسط، باب الالف، من اسمه: احمد، ١/١٩٤، الحديث: ٦٥١.
4. ......بخاری، كتاب المناقب، باب صفة النبی صلی اللّٰه عليه وسلم، ٢/٤٨٩، الحديث: ٣٥٦٠.
5. ......بخاری، كتاب العلم، باب الغضب فی الموعظة ... الخ، ١/٥٠، الحديث: ٩٠.

افسوس! فی زمانہ لوگوں کا حال یہ ہے کہ ان کے ماتحت کام کرنے والا اگر ان کے کسی حکم کی خلاف ورزی کرتا ہے تو یہ بسا اوقات اس پر موسلا دھار بارش کی طرح برس پڑتے ہیں لیکن اگر یہی لوگ ان کے سامنے اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نافرمانی کرتے ہیں تو ان کے ماتھے پر شکن تک نہیں آتی۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت عطا فرمائے، اٰمین۔

[illegible]

یہاں یہ بات بھی یاد رہے کہ کچھ بندوں کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وہ مقام حاصل ہوتا ہے کہ اگر وہ بندے کسی پر غصہ کریں تو اللہ تعالیٰ بھی اس پر غضب فرماتا ہے اور اگر وہ بندے کسی سے راضی ہوں تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے راضی ہوتا ہے گویا کہ انہیں ناراض کرنے سے اللہ تعالیٰ بھی ناراض ہوتا ہے اور انہیں راضی کرنے سے اللہ تعالیٰ بھی راضی ہوتا ہے۔ حدیثِ قُدسی میں ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: جس نے میرے کسی ولی کی توہین کی اس نے میرے ساتھ جنگ کا اعلان کر دیا۔[1] لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اولیاء رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ کا ادب کرے اور ہر ایسے کام سے بچے جو ان کی ناراضی کا سبب بن سکتا ہو۔

قَالُوْا مَاۤ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا وَ لٰكِنَّا حُمِّلْنَاۤ اَوْزَارًا مِّنْ زِیْنَةِ الْقَوْمِ فَقَذَفْنٰهَا فَكَذٰلِكَ اَلْقَى السَّامِرِیُّۙ(۸۷)

ترجمۂ کنزالایمان: بولے ہم نے آپ کا وعدہ اپنے اختیار سے خلاف نہ کیا لیکن ہم سے کچھ بوجھ اٹھوائے گئے اس قوم کے گہنے کے تو ہم نے انہیں ڈال دیا پھر اسی طرح سامری نے ڈالا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: انہوں نے کہا: ہم نے اپنے اختیار سے آپ کے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کی لیکن قوم کے کچھ زیورات کے بوجھ ہم سے اٹھوائے گئے تھے تو ہم نے ان زیورات کو ڈال دیا پھر اسی طرح سامری نے ڈال دیا۔

[1] ......معجم الاوسط، باب الالف، من اسمه: احمد، ١/١٨٤، الحديث: ٦٠٩.

﴿قَالُوْا: انہوں نے کہا۔﴾ حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بات سن کر لوگوں نے کہا: ہم نے اپنے اختیار سے آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کی لیکن فرعون کی قوم کے کچھ زیورات جو ہم نے ان سے عارِیَّت کے طور پر لئے تھے انہیں ہم نے سامری کے حکم سے آگ میں ڈال دیا، پھر اسی طرح سامری نے ان زیوروں کو ڈال دیا جو اس کے پاس تھے اور اس خاک کو بھی ڈال دیا جو حضرت جبریل عَلَیْهِ السَّلَام کے گھوڑے کے قدم کے نیچے سے اس نے حاصل کی تھی۔[1]

فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ فَقَالُوْا هٰذَاۤ اِلٰهُكُمْ وَ اِلٰهُ مُوْسٰى ﳔ فَنَسِیَ ﳯ ﴿۸۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو اس نے ان کے لیے ایک بچھڑا نکالا بے جان کا دھڑ گائے کی طرح بولتا تو بولے یہ ہے تمہارا معبود اور موسیٰ کا معبود موسیٰ تو بھول گئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اس نے ان لوگوں کے لیے ایک بے جان بچھڑا نکال دیا جس کی گائے جیسی آواز تھی تو لوگ کہنے لگے: یہ تمہارا معبود ہے اور موسیٰ کا معبود ہے اور موسیٰ بھول گئے ہیں۔

﴿فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا: تو اس نے ان لوگوں کے لیے ایک بے جان بچھڑا نکال دیا۔﴾ یہ بچھڑا سامری نے بنایا اور اس میں کچھ سوراخ اس طرح رکھے کہ جب ان میں ہوا داخل ہو تو اس سے بچھڑے کی آواز کی طرح آواز پیدا ہو۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ وہ اَسْپِ جبریل کی خاک زیرِ قدم ڈالنے سے زندہ ہو کر بچھڑے کی طرح بولتا تھا۔[2]

﴿فَقَالُوْا: تو لوگ کہنے لگے۔﴾ یعنی بچھڑے سے آواز نکلتی دیکھ کر سامری اور اس کے پیروکار کہنے لگے: یہ تمہارا معبود ہے اور حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا معبود ہے اور حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام معبود کو بھول گئے اور اسے یہاں چھوڑ کر اس کی جستجو میں کوہِ طور پر چلے گئے ہیں۔ (مَعَاذَ اللہ عَزَّوَجَلَّ) بعض مفسرین نے کہا کہ اس آیت کے آخری لفظ ''نَسِیَ''

1 ......خازن، طه، تحت الآية: ۸۷، ۳/ ۲۶۰-۲۶۱.

2 ......خازن، طه، تحت الآية: ۸۸، ۳/ ۲۶۱.

کا فاعل سامری ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ سامری نے بچھڑے کو معبود بنایا اور وہ اپنے ربّ کو بھول گیا یا یہ معنی ہے کہ سامری اَجسام کے حادث ہونے سے اِستدلال کرنا بھول گیا۔[1]

اَفَلَا یَرَوْنَ اَلَّا یَرْجِعُ اِلَیْهِمْ قَوْلًا ۙ۬ وَّ لَا یَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا ﴿۸۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا نہیں دیکھتے کہ وہ انہیں کسی بات کا جواب نہیں دیتا اور ان کے کسی برے بھلے کا اختیار نہیں رکھتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیا وہ نہیں دیکھتے کہ وہ بچھڑا انہیں کسی بات کا جواب نہیں دیتا اور ان کیلئے نہ کسی نقصان کا مالک ہے اور نہ نفع کا۔

﴿اَفَلَا یَرَوْنَ: تو کیا وہ نہیں دیکھتے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ بچھڑے کو پوجنے والے کیا اس بات پر غور نہیں کرتے کہ وہ بچھڑا انہیں کسی بات کا جواب نہیں دیتا اور نہ ہی وہ ان سے کسی نقصان کو دور کرسکتا ہے اور نہ انہیں کوئی نفع پہنچا سکتا ہے اور جب وہ بات کا جواب دینے سے عاجز ہے اور نفع نقصان سے بھی بے بس ہے تو وہ معبود کس طرح ہوسکتا ہے۔[2]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ روشن آیات اور معجزات دیکھنے کے بعد بصیرت کا اندھا پن اور عقل والوں کی عقل و فہم کا سَلب ہوجانا بہت بڑی بدبختی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ فرمائے۔ اٰمین۔

وَ لَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ یٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَ اِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِیْ وَ اَطِیْعُوْۤا اَمْرِیْ ﴿۹۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ان سے ہارون نے اس سے پہلے کہا تھا کہ اے میری قوم یونہی ہے کہ تم اس کے سبب فتنے میں پڑے اور بیشک تمہارا رب رحمٰن ہے تو میری پیروی کرو اور میرا حکم مانو۔

1 ……مدارك، طه، تحت الآية: ۸۸، ص ۷۰۰، خازن، طه، تحت الآية: ۸۸، ۳/۲٦۱، ملتقطاً.

2 ……خازن، طه، تحت الآية: ۸۹، ۳/۲٦۱، مدارك، طه، تحت الآية: ۸۹، ص ۷۰۰، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہارون نے ان سے پہلے ہی کہا تھا کہ اے میری قوم! تمہیں اس کے ذریعے صرف آزمایا جارہا ہے اور بیشک تمہارا رب رحمٰن ہے تو میری پیروی کرو اور میرے حکم کی اطاعت کرو۔

﴿وَ لَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ: اور بیشک ہارون نے ان سے پہلے ہی کہا تھا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے قوم کی طرف لوٹنے سے پہلے بے شک حضرت ہارون عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے لوگوں کو نصیحت کی اور انہیں اس معاملے کی حقیقت سے آگاہ کیا اور فرمایا تھا ’’اے میری قوم! اس بچھڑے کے ذریعے صرف تمہاری آزمائش کی جارہی ہے تو تم اسے نہ پوجو اور بیشک تمہارا رب جو عبادت کا مستحق ہے وہ رحمٰن عَزَّوَجَلَّ ہے نہ کہ بچھڑا، تو میری پیروی کرو اور بچھڑے کی پوجا چھوڑ دینے میں میرے حکم کی اطاعت کرو۔[1]

وعظ ونصیحت کی ترتیب

حضرت ہارون عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے قوم کو اس ترتیب سے نصیحت فرمائی کہ سب سے پہلے انہیں باطل چیز کے بارے میں تنبیہ فرمائی کہ تمہیں بچھڑے کے ذریعے آزمایا جارہا ہے، پھر آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے انہیں اللہ تعالیٰ کو پہچاننے کی دعوت دی کہ تمہارا رب بچھڑا نہیں بلکہ تمہارا رب رحمٰن عَزَّوَجَلَّ ہے، پھر انہیں نبوت کو پہچاننے کی دعوت دی کہ میں نبی ہوں اس لئے تم سامری کی بجائے میری پیروی کرو، اس کے بعد آپ نے انہیں شریعت کے احکام پر عمل کرنے کا حکم دیا کہ میں نے تمہیں بچھڑے کی پوجا نہ کرنے کا جو حکم دیا ہے اسے پورا کرو۔ یہ وعظ ونصیحت کرنے کے معاملے میں انتہائی عمدہ ترتیب ہے اور سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی سیرتِ مبارکہ میں وعظ ونصیحت کی اس ترتیب کا انتہائی اعلیٰ نمونہ موجود ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے اپنی جان کے دشمنوں کو اعلانیہ طور پر ان کے باطل معبودوں اور بتوں کی عبادت کے معاملے میں تنبیہ فرمائی اور انہیں بتایا کہ یہ مٹی، پتھر اور دھاتوں سے بنائے گئے خود ساختہ اور ہر طرح سے عاجز بت تمہارے معبود ہو ہی نہیں سکتے بلکہ تمہارا معبود وہ ہے جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو یہ انسانی وجود عطا کیا اور وہی حقیقی طور پر نعمتیں عطا فرمانے والا اور نقصانات دور کرنے والا ہے، پھر آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے انہیں اپنی نبوت و رسالت اور اپنے مقام و مرتبے کی پہچان کروائی اور اس کے بعد انہیں دینِ اسلام کے اَحکامات پر عمل کا حکم دیا۔

[1] ......مدارك، طه، تحت الآية: ٩٠، ص٧٠٠، روح البيان، طه، تحت الآية: ٩٠، ٤١٧/٥، ملتقطاً.

قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عٰكِفِيْنَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا مُوْسٰى ﴿٩١﴾ قَالَ يٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْٓا ﴿٩٢﴾ اَلَّا تَتَّبِعَنِ ؕ اَفَعَصَيْتَ اَمْرِيْ ﴿٩٣﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بولے ہم تو اس پر آسن مارے جمے رہیں گے جب تک ہمارے پاس موسیٰ لوٹ کے آئیں۔ موسیٰ نے کہا اے ہارون تمہیں کس بات نے روکا تھا جب تم نے انہیں گمراہ ہوتے دیکھا تھا کہ میرے پیچھے آتے۔ تو کیا تم نے میرا حکم نہ مانا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بولے ہم تو اس پر جم کر بیٹھے رہیں گے جب تک ہمارے پاس موسیٰ لوٹ کر نہ آجائیں۔ موسیٰ نے فرمایا: اے ہارون! جب تم نے انہیں گمراہ ہوتے دیکھا تھا تو تمہیں کس چیز نے میرے پیچھے آنے سے منع کیا تھا؟ کیا تم نے میرا حکم نہ مانا؟

﴿قَالُوْا: بولے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ہارون عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی نصیحت کے جواب میں لوگوں نے کہا ''ہم تو اس وقت تک بچھڑے کی پوجا کرنے پر قائم رہیں گے اور آپ کی بات نہ مانیں گے جب تک ہمارے پاس حضرت موسیٰ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام لوٹ کر نہ آجائیں اور ہم دیکھ لیں کہ وہ بھی ہماری طرح اس کی پوجا کرتے ہیں یا نہیں اور کیا سامری نے سچ کہا ہے یا نہیں۔ اس پر حضرت ہارون عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام ان سے علیحدہ ہو گئے اور ان کے ساتھ بارہ ہزار وہ لوگ بھی جدا ہو گئے جنہوں نے بچھڑے کی پوجا نہ کی تھی۔ جب حضرت موسیٰ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام واپس تشریف لائے تو آپ نے ان لوگوں کے شور مچانے اور باجے بجانے کی آوازیں سنیں جو بچھڑے کے گرد ناچ رہے تھے، تب آپ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے اپنے ہمراہ ستر لوگوں سے فرمایا ''یہ فتنہ کی آواز ہے۔ جب آپ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام قریب پہنچے اور حضرت ہارون عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو دیکھا تو اپنی فطری دینی غیرت سے جوش میں آ کر ان کے سر کے بال دائیں ہاتھ اور داڑھی بائیں میں پکڑ لی اور فرمایا ''اے ہارون! عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام، جب تم نے انہیں گمراہ ہوتے دیکھا تھا تو تمہیں کس چیز نے میرے پیچھے آ کر مجھے خبر دینے سے منع کیا تھا اور جب انہوں نے تمہاری بات نہ مانی تھی تو تم مجھ

سے کیوں نہیں آ ملے تا کہ تمہارا ان سے جدا ہونا بھی ان کے حق میں ایک سرزنش ہوتی، کیا تم نے میرا حکم نہ مانا؟[1]

قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِيْ وَلَا بِرَأْسِيْ ۚ اِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِيْ ﴿٩٤﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کہا اے میرے ماں جائے نہ میری داڑھی پکڑو اور نہ میرے سر کے بال مجھے یہ ڈر ہوا کہ تم کہو گے تم نے بنی اسرائیل میں تفرقہ ڈال دیا اور تم نے میری بات کا انتظار نہ کیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہارون نے کہا: اے میری ماں کے بیٹے! میری داڑھی اور میرے سر کے بال نہ پکڑو بیشک مجھے ڈر تھا کہ تم کہو گے کہ (اے ہارون!) تم نے بنی اسرائیل میں تفرقہ ڈال دیا اور تم نے میری بات کا انتظار نہ کیا۔

﴿قَالَ: کہا۔﴾ حضرت ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے کہا: اے میری ماں کے بیٹے! میری داڑھی اور میرے سر کے بال نہ پکڑو بیشک مجھے ڈر تھا کہ اگر میں انہیں چھوڑ کر آپ کے پیچھے چلا گیا تو یہ گروہوں میں تقسیم ہو کر ایک دوسرے سے لڑنے لگیں گے اور یہ دیکھ کر آپ کہیں گے کہ اے ہارون! تم نے بنی اسرائیل میں تَفْرِقہ ڈال دیا اور ان کے بارے میں تم نے میرے حکم کا انتظار نہ کیا۔[2]

قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يٰسَامِرِيُّ ﴿٩٥﴾ قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا بِهٖ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِيْ نَفْسِيْ ﴿٩٦﴾

ترجمۂ کنزالایمان: موسیٰ نے کہا اب تیرا کیا حال ہے اے سامری۔ بولا میں نے وہ دیکھا جو لوگوں نے نہ دیکھا تو ایک مٹھی بھر لی فرشتے کے نشان سے پھر اسے ڈال دیا اور میرے جی کو یہی بھلا لگا۔

---

1 ......خازن، طه، تحت الآية: ٩١-٩٣، ٣/٢٦١-٢٦٢، مدارك، طه، تحت الآية: ٩١-٩٣، ص ٧٠٠، ملتقطاً.

2 ......خازن، طه، تحت الآية: ٩٤، ٣/٢٦٢، جلالين، طه، تحت الآية: ٩٤، ص٢٦٦، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: موسیٰ نے فرمایا: اے سامری! تو تیرا کیا حال ہے؟ اس نے کہا: میں نے وہ دیکھا جو لوگوں نے نہ دیکھا تو میں نے فرشتے کے نشان سے ایک مٹھی بھر لی پھر اسے ڈال دیا اور میرے نفس نے مجھے یہی اچھا کر کے دکھایا۔

﴿فَمَا خَطْبُكَ یٰسَامِرِیُّ: اے سامری! تو تیرا کیا حال ہے؟﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ہارون عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا جواب سن کر حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سامری کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا ''اے سامری! تو نے ایسا کیوں کیا؟ اس کی وجہ بتا۔ سامری نے کہا: میں نے وہ دیکھا جو بنی اسرائیل کے لوگوں نے نہ دیکھا۔ حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا ''تو نے کیا دیکھا؟ اس نے کہا: میں نے حضرت جبریل عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو دیکھا اور انہیں پہچان لیا، وہ زندگی کے گھوڑے پر سوار تھے، اس وقت میرے دل میں یہ بات آئی کہ میں ان کے گھوڑے کے نشانِ قدم کی خاک لے لوں تو میں نے وہاں سے ایک مٹھی بھر لی پھر اسے اُس بچھڑے میں ڈال دیا جو میں نے بنایا تھا اور میرے نفس نے مجھے یہی اچھا کر کے دکھایا اور یہ فعل میں نے اپنی ہی نفسانی خواہش کی وجہ سے کیا کوئی دوسرا اس کا باعث و مُحرِّک نہ تھا۔[1]

قَالَ فَاذْهَبْ فَاِنَّ لَكَ فِی الْحَیٰوةِ اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ ۪ وَ اِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهٗ ۚ وَ انْظُرْ اِلٰۤى اِلٰهِكَ الَّذِیْ ظَلْتَ عَلَیْهِ عَاكِفًا ؕ لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِی الْیَمِّ نَسْفًا ﴿۹۷﴾ اِنَّمَاۤ اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ وَسِعَ كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا ﴿۹۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کہا تو چلتا بن کہ دنیا کی زندگی میں تیری سزا یہ ہے کہ تو کہے چھو نہ جا اور بیشک تیرے لیے ایک وعدہ کا وقت ہے جو تجھ سے خلاف نہ ہوگا اور اپنے اس معبود کو دیکھ جس کے سامنے تو دن بھر آسن مارے رہا قسم ہے ہم ضرور

[1] ......مدارك، طه، تحت الآية: ٩٥-٩٦، ص٧٠١، خازن، طه، تحت الآية: ٩٥-٩٦، ٣/٢٦٢، ملتقطاً.

اسے جلائیں گے پھر ریزہ ریزہ کرکے دریا میں بہائیں گے۔ تمہارا معبود تو وہی اللہ ہے جس کے سوا کسی کی بندگی نہیں ہر چیز کو اس کا علم محیط ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: موسیٰ نے فرمایا: تو تو چلا جا پس بیشک زندگی میں تیرے لئے یہ سزا ہے کہ تو کہے گا۔ ''نہ چھونا'' اور بیشک تیرے لیے ایک وعدہ کا وقت ہے جس کی تجھ سے خلاف ورزی نہ کی جائے گی اور اپنے اس معبود کو دیکھ جس کے سامنے تو سارا دن ڈٹ کر بیٹھا رہا، قسم ہے: ہم ضرور اسے جلائیں گے پھر ریزہ ریزہ کرکے دریا میں بہائیں گے۔ تمہارا معبود تو وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کا علم ہر چیز کو محیط ہے۔

﴿قَالَ فَاذْهَبْ: موسیٰ نے فرمایا: تو تو چلا جا۔﴾ سامری کی بات سن کر حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اس سے فرمایا ''تو یہاں سے چلتا بن اور دور ہو جا، پس بیشک زندگی میں تیرے لئے یہ سزا ہے کہ جب تجھ سے کوئی ایسا شخص ملنا چاہے جو تیرے حال سے واقف نہ ہو، تو تُو اس سے کہے گا ''کوئی مجھے نہ چھوئے اور نہ میں کسی سے چھوؤں۔ چنانچہ لوگوں کو مکمل طور پر سے ملنا منع کر دیا گیا اور ہر ایک پر اس کے ساتھ ملاقات، بات چیت، خرید وفروخت حرام کر دی گئی اور اگر اتفاقاً کوئی اس سے چھو جاتا تو وہ اور چھونے والا دونوں شدید بخار میں مبتلا ہوتے، وہ جنگل میں یہی شور مچاتا پھرتا تھا کہ کوئی مجھے نہ چھوئے اور وہ وحشیوں اور درندوں میں زندگی کے دن انتہائی تلخی اور وحشت میں گزارتا تھا۔[1]

﴿وَ اِنَّ لَكَ مَوْعِدًا: اور بیشک تیرے لیے ایک وعدہ کا وقت ہے۔﴾ حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے مزید فرمایا کہ اے سامری! تیرے شرک اور فساد انگیزی پر دنیا کے اس عذاب کے بعد تیرے لئے آخرت میں بھی عذاب کا وعدہ ہے جس کی تجھ سے خلاف ورزی نہ کی جائے گی اور اپنے اس معبود کو دیکھ جس کے سامنے تو سارا دن ڈٹ کر بیٹھا رہا اور اس کی عبادت پر قائم رہا، قسم ہے: ہم ضرور اسے آگ سے جلائیں گے پھر ریزہ ریزہ کرکے دریا میں بہا دیں گے، چنانچہ حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اس بچھڑے کے ساتھ ایسا ہی کیا۔[2]

﴿اِنَّمَاۤ اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ: تمہارا معبود تو وہی اللہ ہے۔﴾ یعنی تمہاری عبادت اور تعظیم کا مستحق صرف وہی اللہ ہے جس کے

---

1 ......مدارك، طه، تحت الآية: ٩٧، ص٧٠١، خازن، طه، تحت الآية: ٩٧، ٣/٢٦٢، ملتقطاً.

2 ......مدارك، طه، تحت الآية: ٩٧، ص٧٠١، خازن، طه، تحت الآية: ٩٧، ٣/٢٦٢-٢٦٣، ملتقطاً.

سوا کوئی معبود نہیں اور اس کا علم ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔[1]

كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ ۚ وَقَدْ اٰتَيْنٰكَ مِنْ لَّدُنَّا ذِكْرًا ﴿٩٩﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ہم ایسا ہی تمہارے سامنے اگلی خبریں بیان فرماتے ہیں اور ہم نے تم کو اپنے پاس سے ایک ذکر عطا فرمایا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (اے حبیب!) ہم تمہارے سامنے اسی طرح پہلے گزری ہوئی خبریں بیان کرتے ہیں اور بیشک ہم نے تمہیں اپنے پاس سے ایک ذکر عطا فرمایا۔

﴿ كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ : ہم تمہارے سامنے اسی طرح خبریں بیان کرتے ہیں۔﴾ اس سے پہلی آیات میں فرعون اور سامری کے ساتھ ہونے والا حضرت موسیٰ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کا واقعہ بیان کیا گیا اور اب یہاں سے ارشاد فرمایا گیا کہ اے حبیب! صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، جس طرح ہم نے آپ کے سامنے یہ واقعات بیان کئے اسی طرح ہم آپ کے سامنے سابقہ امتوں کی خبریں اور ان کے احوال بیان کرتے ہیں تاکہ آپ کی شان، آپ کی نشانیوں اور معجزات میں اضافہ ہو اور لوگ ان میں زیادہ غور وفکر کر سکیں اور بے شک ہم نے آپ کو اپنے پاس سے قرآن کریم عطا فرمایا کہ یہ ذکرِ عظیم ہے اور جو اس کی طرف متوجہ ہو اس کے لئے اس کتابِ کریم میں نجات اور برکتیں ہیں اور اس مقدس کتاب میں سابقہ امتوں کے ایسے حالات کا ذکر و بیان ہے جو فکر کرنے اور عبرت حاصل کرنے کے لائق ہیں۔[2]

مَنْ اَعْرَضَ عَنْهُ فَاِنَّهٗ يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وِزْرًا ﴿١٠٠﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهِ ؕ وَسَآءَ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حِمْلًا ﴿١٠١﴾

---

1 ......خازن، طه، تحت الآية: ٩٨، ٣/٢٦٣.

2 ......تفسير كبير، طه، تحت الآية: ٩٩، ٨/٩٧، مدارك، طه، تحت الآية: ٩٩، ص٧٠٢، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: جو اس سے منہ پھیرے تو بیشک وہ قیامت کے دن ایک بوجھ اٹھائے گا۔ وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے اور وہ قیامت کے دن ان کے حق میں کیا ہی برا بوجھ ہوگا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جو اس سے منہ پھیرے گا تو بیشک وہ قیامت کے دن ایک بڑا بوجھ اٹھائے گا۔ وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے اور وہ قیامت کے دن ان کیلئے بہت برا بوجھ ہوگا۔

﴿مَنْ اَعْرَضَ عَنْهُ: جو اس سے منہ پھیرے گا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ جو اس قرآن سے منہ پھیرے اور اس پر ایمان نہ لائے اور اس کی ہدایتوں سے فائدہ نہ اٹھائے تو وہ قیامت کے دن گناہوں کا ایک بڑا بوجھ اٹھائے گا۔[1]

﴿خٰلِدِیْنَ فِیْهِ: وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔﴾ یعنی وہ ہمیشہ اس گناہ کے عذاب میں رہیں گے اور وہ قیامت کے دن ان کیلئے بہت برا بوجھ ہوگا۔[2]

یہاں یہ بات یاد رہے ہمیشہ عذاب میں وہ شخص رہے گا جس کا خاتمہ کفر کی حالت میں ہوا ہوگا اور جس کا خاتمہ ایمان پر ہوا وہ اگرچہ کتنا ہی گنہگار رہا اسے ہمیشہ عذاب نہ ہوگا۔

یَّوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ وَ نَحْشُرُ الْمُجْرِمِیْنَ یَوْمَىٕذٍ زُرْقًا ﴿۱۰۲﴾ یَّتَخَافَتُوْنَ بَیْنَهُمْ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا عَشْرًا ﴿۱۰۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جس دن صُور پھونکا جائے گا اور ہم اس دن مجرموں کو اٹھائیں گے نیلی آنکھیں۔ آپس میں چپکے چپکے کہتے ہوں گے کہ تم دنیا میں نہ رہے مگر دس رات۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جس دن صُور میں پھونکا جائے گا اور ہم اس دن مجرموں کو اس حال میں اٹھائیں گے کہ ان کی

---

1 ......بغوی، طه، تحت الآية: ۱۰۰، ۳/ ۱۹۴.

2 ......خازن، طه، تحت الآية: ۱۰۱، ۳/ ۲۶۳.

آنکھیں نیلی ہوں گی۔وہ آپس میں آہستہ آہستہ باتیں کریں گے کہ تم دنیا میں صرف دس رات رہے ہو۔

﴿ یَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ: جس دن صُور میں پھونکا جائے گا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اپنی قوم کو وہ دن یاد دلائیں جس دن لوگوں کو محشر میں حاضر کرنے کے لئے دوسری بار صُور میں پھونکا جائے گا اور ہم اس دن کافروں کو اس حال میں اٹھائیں گے کہ ان کی آنکھیں نیلی اور منہ کالے ہوں گی۔ (1)

﴿ یَتَخَافَتُوْنَ بَیْنَهُمْ: وہ آپس میں آہستہ آہستہ باتیں کریں گے۔﴾ آخرت کی ہولناکیاں اور وہاں کی خوفناک منازل دیکھ کر کفار کو دُنْیَوی زندگی کی مدت بہت قلیل معلوم ہوگی اور وہ آپس میں آہستہ آہستہ باتیں کرتے ہوئے کہیں گے کہ ہم تو دنیا میں زیادہ عرصہ نہیں رہے بلکہ دس راتیں رہے ہیں۔ (2)

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَقُوْلُوْنَ اِذْ یَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ طَرِیْقَةً اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا یَوْمًا ﴿۱۰۴﴾

ع ۵ ۱۵ ۱۴

ترجمۂ کنزالایمان: ہم خوب جانتے ہیں جو وہ کہیں گے جبکہ ان میں سب سے بہتر رائے والا کہے گا کہ تم صرف ایک ہی دن رہے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہم خوب جانتے ہیں جو وہ کہیں گے جب ان میں سب سے بہتر رائے والا کہے گا کہ تم صرف ایک ہی دن رہے تھے۔

﴿ نَحْنُ اَعْلَمُ: ہم خوب جانتے ہیں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ کفار دنیا میں ٹھہرنے کی مدت کے بارے آپس میں جو آہستہ آہستہ باتیں کریں گے اسے ہم خوب جانتے ہیں۔ کچھ لوگ تو دس راتیں رہنے کا کہیں گے جبکہ ان میں سب سے بہتر رائے والا قیامت کی ہولناکیاں دیکھ کر کہے گا کہ تم تو صرف ایک ہی دن دنیا میں رہے تھے۔ بعض مفسرین کے نزدیک کفار کو دنیا میں ٹھہرنے کی مدت بہت کم معلوم ہوگی جیسا کہ اوپر ذکر ہوا، جبکہ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ وہ اس دن کی سختیاں دیکھ کر اپنے دنیا میں رہنے کی مقدار ہی بھول جائیں گے۔ (3)

---

1 ......روح البیان، طه، تحت الآیة: ١٠٢، ٥/٤٢٥، خازن، طه، تحت الآیة: ١٠٢، ٣/٢٦٣، ملتقطاً.

2 ......تفسیر کبیر، طه، تحت الآیة: ١٠٣، ٨/٩٨.

3 ......خازن، طه، تحت الآیة: ١٠٤، ٣/٢٦٣.

یہاں یہ بات یاد رہے کہ وقت ایک نفیس نقدی اور لطیف جوہر ہے، اسے کسی حقیر اور فانی چیز کو پانے کے لئے خرچ نہ کیا جائے بلکہ اس سے وہ چیز حاصل کرنے کی کوشش کی جائے جو انتہائی اعلیٰ اور ہمیشہ رہنے والی ہے، لہٰذا ہر عقلمند آدمی کو چاہئے کہ وہ اپنے وقت کو صرف دُنْیَوی زندگی کو پُر سکون بنانے، اس کی لذتوں اور رنگینیوں سے لطف اندوز ہونے اور اس کے عیش و عشرت کے حصول میں صَرف کر کے اسے ضائع نہ کرے بلکہ اپنی آخرت بہتر سے بہتر بنانے میں اپنا کامل وقت استعمال کرے کیونکہ دنیا کسی کا مستقل ٹھکانہ نہیں اور دنیا کا عیش بہت تھوڑا اور اس کا خطرہ بہت بڑا ہے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کی قدر انتہائی کم ہے حتّٰی کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پر برابر بھی دنیا کی حیثیت نہیں اس لئے دنیا کے دھوکے میں مبتلا ہو کر اپنی اُخروی زندگی کو عذاب میں ڈال دینا سمجھدار کے شایانِ شان نہیں۔

دنیا کے بارے میں امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: جو شخص دنیا کے دھوکے میں آتا ہے اس کا ٹھکانہ ذلت ہے اور جو آدمی اس کے ذریعے تکبر کرتا ہے اس کی منزل کفِ افسوس ملنا ہے۔ دنیا کا کام طلب کرنے والوں سے بھاگنا اور بھاگنے والوں کو تلاش کرنا ہے۔ جو دنیا کی خدمت کرتا ہے تو یہ اس سے چلی جاتی ہے اور جو اس سے منہ پھیرتا ہے یہ اس کے پاس آتی ہے۔ دنیا صاف بھی ہو تو آلودگیوں کے شائبے سے خالی نہیں ہوتی اور اگر یہ سُرور بھی پہنچائے تو وہ پریشانیوں سے خالی نہیں ہوتا۔ دنیا کی سلامتی اپنے پیچھے بیماری لاتی ہے اور اس کی جوانی بڑھاپے کی طرف لے جاتی ہے۔ دنیا کی نعمتیں حسرت اور ندامت کے سوا کچھ نہیں دیتیں تو یہ دنیا دھوکے باز، مکار، اڑنے والی اور بھاگنے والی ہے اور اپنے چاہنے والوں کے لیے ہمیشہ بن سنور کر رہتی ہے، یہاں تک کہ جب وہ اس کے دوست بن جاتے ہیں تو یہ ان پر دانت نکالتی (یعنی ان کی بے بسی پر ہنستی یا انہیں دھمکاتی) ہے۔ دنیا اپنے اَسباب کے مقامات بکھیر دیتی ہے اور اپنے تعجب کے خزانے ان دوستوں کے لیے کھول دیتی ہے، پھر انہیں اپنے زہر سے ہلاکت کا مزہ چکھاتی اور اپنے تیروں سے زخمی کرتی ہے۔ جب دنیا دار خوشی کی حالت میں ہوتے ہیں تو یہ اچانک ان سے منہ پھیر لیتی ہے اور یوں لگتا ہے گویا وہ پریشان خواب تھے، پھر ان پر حملہ آور ہو کر انہیں کفن میں چھپا کر مٹی کے نیچے رکھ دیتی ہے۔ اگر ان میں سے کوئی ایک پوری دنیا کا مالک بھی بن جائے تو یہ اسے یوں کاٹ کر رکھ دیتی ہے کہ گویا کل اس کا وجود ہی نہ تھا۔ دنیا کو چاہنے والے خوشی کی تمنا کرتے

ہیں اور یہ ان کو دھوکے کا وعدہ دیتی ہے حتّٰی کہ وہ بہت زیادہ امید رکھتے ہیں اور محلات بناتے ہیں اور پھر ان کے محلات قبروں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ ان کی جماعت ہلاک ہو جاتی ہے ان کی کوشش بکھرا ہوا غبار بن جاتی ہے اور ان کی دعا تباہ و برباد ہو جاتی ہے۔ (1)

وَ یَسْــٴَـلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ یَنْسِفُهَا رَبِّیْ نَسْفًاۙ(۱۰۵) فَیَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًاۙ(۱۰۶) لَّا تَرٰى فِیْهَا عِوَجًا وَّ لَاۤ اَمْتًاؕ(۱۰۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم سے پہاڑوں کو پوچھتے ہیں تم فرماؤ انہیں میرا رب ریزہ ریزہ کر کے اڑا دے گا۔ تو زمین کو پٹ پر ہموار کر چھوڑے گا۔ کہ تو اس میں نیچا اونچا کچھ نہ دیکھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور آپ سے پہاڑوں کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ تم فرماؤ! انہیں میرا رب ریزہ ریزہ کر کے اڑا دے گا۔ تو زمین کو ہموار چٹیل میدان بنا چھوڑے گا۔ تو اس میں کوئی ناہمواری دیکھے گا اور نہ اونچائی۔

﴿وَ یَسْــٴَـلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ: اور آپ سے پہاڑوں کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔﴾ اس آیت کے شانِ نزول کے بارے میں حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ قبیلہ ثقیف کے ایک آدمی نے رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے دریافت کیا کہ قیامت کے دن پہاڑوں کا کیا حال ہو گا؟ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی، اور اللّٰہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ سے پہاڑوں کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ آپ ان سے فرما دیں کہ انہیں میرا رب عَزَّوَجَلَّ ریت کے ذروں کی طرح ریزہ ریزہ کر دے گا پھر انہیں ہواؤں کے ذریعے اڑا دے گا اور پہاڑوں کے مقامات کی زمین کو ہموار چٹیل میدان بنا چھوڑے گا اور زمین اس طرح ہموار کر دی جائے گی کہ تو اس میں کوئی پستی اور اونچائی نہ دیکھے گا۔ (2)

1 ......احیاء علوم الدین، کتاب ذمّ الدنیا، ۳/۲٤۸.

2 ......خازن، طه، تحت الآیة: ۱۰۵-۱۰۷، ۳/۲٦۳-۲٦٤، جلالین، طه، تحت الآیة: ۱۰۵-۱۰۷، ص۲٦۷، ملتقطاً.

يَوْمَىٕذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗۚ وَ خَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا ﴿۱۰۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اس دن پکارنے والے کے پیچھے دوڑیں گے اس میں کجی نہ ہوگی اور سب آوازیں رحمٰن کے حضور پست ہوکر رہ جائیں گی تو تُو نہ سنے گا مگر بہت آہستہ آواز۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس دن پکارنے والے کے پیچھے چلیں گے، اس میں کوئی کجی نہ ہوگی اور سب آوازیں رحمٰن کے حضور پست ہوکر رہ جائیں گی تو تُو ہلکی سی آواز کے سوا کچھ نہ سنے گا۔

﴿ يَوْمَىٕذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ: اس دن پکارنے والے کے پیچھے چلیں گے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ جس دن پہاڑ ریزہ ریزہ کر کے اڑا دیئے جائیں گے اس دن لوگ قبروں سے نکلنے کے بعد پکارنے والے کے پیچھے چلیں گے جو انہیں قیامت کے دن مَوقِف کی طرف بلائے گا اور ندا کرے گا: رحمٰن عَزَّوَجَلَّ کے حضور پیش ہونے کے لئے چلو، اور یہ پکارنے والے حضرت اسرافیل عَلَیْہِ السَّلَام ہوں گے۔ لوگ اس بات پر قادر نہ ہوں گے کہ وہ دائیں بائیں مڑ جائیں اور اس کے پیچھے نہ چلیں بلکہ وہ سب تیزی سے پکارنے والے کے پیچھے چلیں گے اور اس دن سب آوازیں رحمٰن کے حضور ہیبت وجلال کی وجہ سے پَست ہو کر رہ جائیں گی اور حال یہ ہوگا کہ تو ہلکی سی آواز کے سوا کچھ نہ سنے گا۔ اس کی کیفیت کے بارے حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا نے فرمایا ''وہ ہلکی سی آواز ایسی ہوگی کہ اس میں صرف لبوں کی جنبش ہوگی۔''[1]

يَوْمَىٕذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَ رَضِيَ لَهٗ قَوْلًا ﴿۱۰۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اس دن کسی کی شفاعت کام نہ دے گی مگر اس کی جسے رحمٰن نے اذن دے دیا ہے اور اس کی بات

[1] ……روح البيان، طه، تحت الآية: ١٠٨، ٥/٤٢٨، خازن، طه، تحت الآية: ١٠٨، ٣/٢٦٤، جلالين، طه، تحت الآية: ١٠٨، ص٢٦٧، ملتقطاً.

پسند فرمائی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس دن کسی کی شفاعت کام نہ دے گی سوائے اس کے جسے رحمٰن نے اجازت دیدی ہواور اس کی بات پسند فرمائی ہو۔

﴿یَوْمَىٕذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ: اس دن کسی کی شفاعت کام نہ دے گی۔﴾ ارشاد فرمایا کہ جس دن یہ ہَولناک اُمور واقع ہوں گے اس دن شفاعت کرنے والوں میں سے کسی کی شفاعت کام نہ دے گی البتہ اس کی شفاعت کام دے گی جسے **اللّٰہ** تعالٰی نے شفاعت کرنے کی اجازت دیدی ہواور اس کی بات پسند فرمائی ہو۔[1]

علامہ علی بن محمد خازن رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے قیامت کے دن مومن کے علاوہ کسی اور کی شفاعت نہ ہوگی اور کہا گیا ہے کہ شفاعت کرنے والے کا درجہ بہت عظیم ہے اور یہ اسے ہی حاصل ہو گا جسے **اللّٰہ** تعالٰی اجازت عطا فرمائے گا اور وہ **اللّٰہ** تعالٰی کی بارگاہ میں پسندیدہ ہوگا۔[2]

یاد رہے کہ **اللّٰہ** تعالٰی قیامت کے دن اپنے مقبول بندوں کو گناہگار مسلمانوں کی شفاعت کرنے کی اجازت عطا فرمائے گا اور یہ مقرب بندے **اللّٰہ** تعالٰی کی دی ہوئی اجازت سے گناہگاروں کی شفاعت کریں گے، اس مناسبت سے یہاں شفاعت سے متعلق 6 اَحادیث ملاحظہ ہوں

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''میں قیامت کے دن حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اولاد کا سردار ہوں گا، سب سے پہلے میری قبر کھلے گی، سب سے پہلے میں شفاعت کروں گا اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی۔[3]

(2)......حضرت عبد **اللّٰہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، چند صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نبی اکرم صَلَّی

---

1 ......روح البیان، طه، تحت الآیة: ۱۰۹، ۵/۴۲۹.

2 ......خازن، طه، تحت الآیة: ۱۰۹، ۳/۲۶۴.

3 ......مسلم، کتاب الفضائل، باب تفضیل نبیّنا صلی اللّٰہ علیه وسلم علی جمیع الخلائق، ص۱۲۴۹، الحدیث: ۳(۲۲۷۸).

اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے، اتنے میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تشریف لے آئے، جب قریب پہنچے تو صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کو کچھ گفتگو کرتے ہوئے سنا۔ ان میں سے بعض نے کہا: تعجب کی بات ہے کہ اللہ تعالٰی نے اپنی مخلوق میں سے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اپنا خلیل بنایا، دوسرے نے کہا: یہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے اللہ تعالٰی کے ہم کلام ہونے سے زیادہ تعجب خیز تو نہیں۔ ایک نے کہا حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اللہ تعالٰی کا کلمہ اور روح ہیں۔ کسی نے کہا: حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اللہ تعالٰی نے چن لیا، حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ان کے پاس تشریف لائے، سلام کیا اور فرمایا ''میں نے تمہاری گفتگو اور تمہارا تعجب کرنا سنا کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام خلیلُ اللہ ہیں، بیشک وہ ایسے ہی ہیں، حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نَجِیُّ اللہ ہیں، بے شک وہ اسی طرح ہیں، حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام روحُ اللہ اور کلمۃُ اللہ ہیں، واقعی وہ اسی طرح ہیں۔ حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اللہ تعالٰی نے چن لیا وہ بھی یقیناً ایسے ہی ہیں۔ سن لو! میں اللہ تعالٰی کا حبیب ہوں اور کوئی فخر نہیں۔ میں قیامت کے دن حمد کا جھنڈا اٹھانے والا ہوں اور کوئی فخر نہیں۔ قیامت کے دن سب سے پہلے شفاعت کرنے والا بھی میں ہی ہوں اور سب سے پہلے میری ہی شفاعت قبول کی جائے گی اور کوئی فخر نہیں۔ سب سے پہلے جنت کا کُنڈا کھٹکھٹانے والا بھی میں ہی ہوں، اللہ تعالٰی میرے لئے اسے کھولے گا اور مجھے داخل کرے گا، میرے ساتھ فقیر مومن ہوں گے اور کوئی فخر نہیں۔ میں اوّلین و آخرین میں سب سے زیادہ مکرم ہوں لیکن کوئی فخر نہیں۔ [1]

(3)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''ہر نبی کی ایک دعا قبول ہوتی ہے، پس ہر نبی نے وہ دعا جلد مانگ لی اور میں نے اس دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے بچا کر رکھا ہوا ہے اور یہ اِنْ شَاءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ میری امت میں سے ہر شخص کو حاصل ہوگی جو اس حال میں مرا کہ اس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ شرک نہ کیا ہو۔ [2]

(4)......حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''میری شفاعت میری امت کے ان لوگوں کے لئے ہوگی جن سے کبیرہ گناہ سرزد ہوئے ہوں گے۔ [3]

---

1 ......ترمذی، کتاب المناقب، باب ما جاء فی فضل النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم، ٥/٣٥٤، الحدیث: ٣٦٣٦.

2 ......مسلم، کتاب الایمان، باب اختباء النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم دعوۃ الشفاعۃ لامّتہ، ص١٢٩، الحدیث: ٣٣٨(١٩٩).

3 ......سنن ابوداؤد، کتاب السنّۃ، باب فی الشفاعۃ، ٤/٣١١، الحدیث: ٤٧٣٩.

(5)......حضرت عثمان بن عفان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’قیامت کے دن تین لوگ شفاعت کریں گے۔ (1) انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام۔ (2) پھر علماء۔ (3) پھر شہداء۔[1]

(6)......حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’قیامت کے دن لوگ صفیں باندھے ہوئے ہوں گے، (اتنے میں) ایک دوزخی ایک جنتی کے پاس سے گزرے گا اور اس سے کہے گا: کیا آپ کو یاد نہیں کہ آپ نے ایک دن مجھ سے پانی مانگا تو میں نے آپ کو پلا دیا تھا؟ اتنی سی بات پر وہ جنتی اس دوزخی کی شفاعت کرے گا۔ ایک جہنمی کسی دوسرے جنتی کے پاس سے گزرے گا تو کہے گا: کیا آپ کو یاد نہیں کہ ایک دن میں نے آپ کو وضو کیلئے پانی دیا تھا؟ اتنے ہی پر وہ اس کا شفیع ہو جائے گا۔ ایک کہے گا: آپ کو یاد نہیں کہ فلاں دن آپ نے مجھے فلاں کام کو بھیجا تو میں چلا گیا تھا؟ اسی قدر پر یہ اس کی شفاعت کرے گا۔[2]

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا ﴿١١٠﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے اور ان کا علم اسے نہیں گھیر سکتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ جانتا ہے جو کچھ ان لوگوں کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے اور لوگوں کا علم اسے نہیں گھیر سکتا۔

﴿يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ: وہ جانتا ہے جو کچھ ان لوگوں کے آگے ہے۔﴾ یعنی اللّٰہ تعالیٰ کا علم بندوں کی ذات وصفات، ان کے گزشتہ اور آئندہ کے تمام اَحوال اور دنیا وآخرت کے جملہ اُمور کا اِحاطہ کئے ہوئے ہے۔

﴿وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا: اور لوگوں کا علم اسے نہیں گھیر سکتا۔﴾ یعنی پوری کائنات کا علم اللّٰہ تعالیٰ کی ذات کا احاطہ نہیں کرسکتا، اس کی ذات کا اِدراک کائنات کے علوم کی رسائی سے برتر ہے، وہ اپنے اَسماء وصفات، آثارِ قدرت اور حکمت کی صورتوں سے پہچانا جاتا ہے۔ فارسی کا ایک شعر ہے:

کجا دریابد او را عقلِ چالاک ... کہ او بالا تر است از حدِ ادراک

[1]......ابن ماجه، كتاب الزهد، باب ذكر الشفاعة، ٤/٥٢٦، الحديث: ٤٣١٣.

[2]......ابن ماجه، كتاب الادب، باب فضل صدقة الماء، ٤/١٩٦، الحديث: ٣٦٨٥.

نظر کن اندر اسماء و صفاتَش — کہ واقف نیست کس از کنہِ ذاتَش

یعنی تیز عقل اس کی ذات کا ادراک کس طرح کر سکتی ہے کیونکہ وہ تو فہم و ادراک کی حد سے ہی بالا تر ہے، لہٰذا تم اس کے اسماء و صفات میں غور و فکر کرو کہ اس کی ذات کی حقیقت سے کوئی واقف ہی نہیں۔

بعض مفسرین نے اس آیت کے معنی یہ بیان کئے ہیں کہ مخلوق کے علوم اللہ تعالیٰ کی معلومات کا احاطہ نہیں کر سکتے۔ (1)

وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَیِّ الْقَیُّوْمِؕ-وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا ﴿۱۱۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور سب منہ جھک جائیں گے اس زندہ قائم رکھنے والے کے حضور اور بیشک نامراد رہا جس نے ظلم کا بوجھ لیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تمام چہرے اُس کے حضور جھک جائیں گے جو خود زندہ، دوسروں کو قائم رکھنے والا ہے اور بیشک وہ شخص ناکام رہا جس نے ظلم کا بوجھ اٹھایا۔

﴿وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ: اور تمام چہرے جھک جائیں گے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ حشر کے دن تمام چہرے اس خدا کے حضور جھک جائیں گے جو خود زندہ، دوسروں کو قائم رکھنے والا ہے اور ہر ایک شانِ عجز و نیاز کے ساتھ حاضر ہوگا، کسی میں سرکشی نہ رہے گی اور اللہ تعالیٰ کے قہر و حکومت کا کامل ظہور ہوگا اور بیشک وہ شخص ناکام رہا جس نے ظلم کا بوجھ اٹھایا۔ یہاں ظلم سے مراد شرک ہے اور بے شک شرک شدید ترین ظلم ہے اور جو اس ظلم کے بوجھ تلے دبے ہوئے مَوقِفِ قیامت میں آئے گا تو اس سے بڑھ کر نامراد کون ہے۔ (2)

وَمَنْ یَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا یَخٰفُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا ﴿۱۱۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو کچھ نیک کام کرے اور ہو مسلمان تو اسے نہ زیادتی کا خوف ہوگا نہ نقصان کا۔

---

1 ......روح البیان، طه، تحت الآیة: ١١٠، ٥/٤٣٠، ابو سعود، طه، تحت الآیة: ١١٠، ٣/٤٩٢، ملتقطاً.

2 ......خازن، طه، تحت الآیة: ١١١، ٣/٢٦٤، مدارك، طه، تحت الآیة: ١١١، ص٧٠٣-٧٠٤، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو کوئی اسلام کی حالت میں کچھ نیک اعمال کرے تو اسے نہ زیادتی کا خوف ہوگا اور نہ کمی کا۔

﴿وَمَنْ یَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ: اور جو کوئی اسلام کی حالت میں کچھ نیک اعمال کرے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ جو کوئی اسلام کی حالت میں کچھ نیک اعمال کرے تو اسے اس بات کا خوف نہ ہوگا کہ وعدے کے مطابق وہ جس ثواب کا مستحق تھا وہ اسے نہ دے کر اس کے ساتھ زیادتی کی جائے گی اور نہ ہی اسے کم ثواب دیئے جانے کا اندیشہ ہوگا۔[1]

نیک اعمال کی قبولیت ایمان کے ساتھ مشروط ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ طاعت اور نیک اعمال سب کی قبولیت ایمان کے ساتھ مشروط ہے کہ ایمان ہو تو سب نیکیاں کارآمد ہیں اور ایمان نہ ہو تو یہ سب عمل بے کار، ہاں ایمان لانے کے بعد کفر کے زمانے کی نیکیاں بھی قبول ہو جاتی ہیں، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

نیک اعمال اور گناہوں کا انجام

علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ نیک اعمال میں مشغول رہے اور گناہوں سے رک جائے کیونکہ قیامت کے دن ہر شخص اپنے اعمال کے درخت کا پھل پائے گا اور جیسے اس کے اعمال ہوں گے ویسے انجام تک وہ پہنچ جائے گا اور نیک اعمال میں سب سے افضل فرائض کو ادا کرنا اور حرام و ممنوع کاموں سے بچنا ہے۔ (اسی سے متعلق ایک حکایت ملاحظہ ہو، چنانچہ) ایک مرتبہ خلیفہ سلیمان بن عبد الملک نے حضرت ابو حازم رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ سے عرض کی: مجھے نصیحت کیجئے۔ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا ''تم اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی پاکی بیان کرتے رہو اور اس بات کو بہت بڑا جانو کہ تمہارا رب عَزَّوَجَلَّ تمہیں وہاں دیکھے جہاں اس نے تمہیں منع کیا ہے اور وہاں تجھے موجود نہ پائے جہاں موجود ہونے کا اس نے تمہیں حکم دیا ہے۔

اور نیک اعمال کے سلسلے میں لوگوں کی ایک تعداد کا یہ حال ہے کہ وہ نفلی کاموں میں تو بہت جلدی کرتے ہیں، لمبے لمبے اور کثیر اوراد و وظائف پابندی سے پڑھتے ہیں، مشکل اور بھاری نفلی کام کرنے میں رغبت رکھتے ہیں جبکہ وہ کام جنہیں کرنا ان پر فرض و واجب ہے ان میں سستی سے کام لیتے ہیں اور انہیں صحیح طریقے سے ادا بھی نہیں کرتے۔

---

1 ......روح البيان، طه، تحت الآية: ١١٢، ٥/٤٣١.

ایک بزرگ فرماتے ہیں: نفسانی خواہش کی پیروی کی ایک علامت یہ ہے کہ بندہ نفلی نیک کام کرنے میں تو بہت جلدی کرے اور واجبات کے حقوق ادا کرنے میں سستی سے کام لے۔

حضرت ابو محمد مرتعش رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: میں نے کئی حج ننگے پاؤں اور پیدل سفر کرکے کئے۔ ایک دن رات کے وقت میری والدہ نے مجھ سے کہا کہ ہاجرہ کو پانی پلا دو، تو مجھے یہ کام بہت بھاری لگا، اس سے میں نے جان لیا کہ پیدل حج کرنے پر میں نے اپنے نفس کی جو بات مانی اس میں میرے نفس کی لذت کا عمل دخل تھا کیونکہ اگر میرا نفس ختم ہو چکا ہوتا تو (والدہ کی اطاعت کا) وہ کام مجھے بھاری محسوس نہ ہوتا جو شریعت کا حق تھا۔[1]

وَ كَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا وَّ صَرَّفْنَا فِیْهِ مِنَ الْوَعِیْدِ لَعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ اَوْ یُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا ﴿۱۱۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور یونہی ہم نے اسے عربی قرآن اتارا اور اس میں طرح طرح سے عذاب کے وعدے دیئے کہ کہیں انہیں ڈر ہو یا ان کے دل میں کچھ سوچ پیدا کرے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور یونہی ہم نے اسے عربی قرآن نازل فرمایا اور اس میں مختلف انداز سے عذاب کی وعیدیں بیان کیں تاکہ لوگ ڈریں یا قرآن ان کے دل میں کچھ غور وفکر پیدا کرے۔

﴿وَ كَذٰلِكَ: اور یونہی۔﴾ اس آیت میں قرآنِ مجید کی دو صفات بیان کی گئیں (1) قرآن کریم کو عربی زبان میں نازل کیا گیا، تاکہ اہلِ عرب اسے سمجھ سکیں اور وہ اس بات سے واقف ہو جائیں کہ قرآن پاک کی نظم عاجز کر دینے والی ہے اور یہ کسی انسان کا کلام نہیں۔ (2) قرآنِ مجید میں مختلف انداز سے فرائض چھوڑنے اور ممنوعات کا اِرتکاب کرنے پر عذاب کی وَعیدیں بیان کی گئیں تاکہ لوگ ڈریں اور قرآن عظیم ان کے دل میں کچھ نصیحت اور غور وفکر پیدا کرے جس سے انہیں نیکیوں کی رغبت اور بدیوں سے نفرت ہو اور وہ عبرت و نصیحت حاصل کریں۔[2]

1 ......روح البیان، طه، تحت الآیة: ١١٢، ٥/٤٣١، ملخصاً.

2 ......تفسیر کبیر، طه، تحت الآیة: ١١٣، ٨/١٠٣، خازن، طه، تحت الآیة: ١١٣، ٣/٢٦٤-٢٦٥، ملتقطاً.

فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰۤى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ ۫ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا ﴿۱۱۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو سب سے بلند ہے اللہ سچا بادشاہ اور قرآن میں جلدی نہ کرو جب تک اس کی وحی تمہیں پوری نہ ہولے اور عرض کرو کہ اے میرے رب مجھے علم زیادہ دے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو وہ اللہ بہت بلند ہے جو سچا بادشاہ ہے اور آپ کی طرف قرآن کی وحی کے ختم ہونے سے پہلے قرآن میں جلدی نہ کرو اور عرض کرو: اے میرے رب! میرے علم میں اضافہ فرما۔

﴿ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ: تو وہ اللہ بہت بلند ہے جو سچا بادشاہ ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ بہت بلند ہے جو سچا بادشاہ اور اصل مالک ہے اور تمام بادشاہ اس کے محتاج ہیں اور اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اپنی طرف قرآن کی وحی کے ختم ہونے سے پہلے قرآن پڑھنے میں جلدی نہ کریں۔ اس کا شانِ نزول یہ ہے کہ جب حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام قرآنِ کریم لے کر نازل ہوتے تھے تو سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ان کے ساتھ ساتھ پڑھتے تھے اور جلدی کرتے تھے تاکہ خوب یاد ہو جائے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ یاد کرنے کی مشقت نہ اٹھائیں۔ سورۂ قیامہ میں اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید کو جمع کرنے اور اسے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی زبان مبارک پر جاری کرنے کا خود ذمہ لے کر آپ کی اور زیادہ تسلی فرما دی۔

﴿ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا: اور عرض کرو: اے میرے رب! میرے علم میں اضافہ فرما۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو علم میں اضافے کی دعا مانگنے کی تعلیم دی، اس سے معلوم ہوا کہ علم سے کبھی سیر نہیں ہونا چاہیے بلکہ مزید علم کی طلب میں رہنا چاہئے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ علم کی حرص اچھی چیز ہے، جیسے نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تمام مخلوق میں سب سے بڑے عالم ہیں مگر انہیں حکم دیا گیا کہ زیادتیٔ علم کی دعا مانگو۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا علم ہمیشہ ترقی میں ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى [1] **ترجمۂ کنزُالعِرفان**: اور بیشک تمہارے لئے ہر پچھلی گھڑی پہلی سے بہتر ہے۔

ع ٦ ١٥

وَلَقَدْ عَهِدْنَاۤ اِلٰۤى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِیَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ﴿۱۱۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے آدم کو اس سے پہلے ایک تاکیدی حکم دیا تھا تو وہ بھول گیا اور ہم نے اس کا قصد نہ پایا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے آدم کو اس سے پہلے تاکیدی حکم دیا تھا تو وہ بھول گیا اور ہم نے اس کا کوئی مضبوط ارادہ نہ پایا تھا۔

﴿وَلَقَدْ عَهِدْنَاۤ اِلٰۤى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ: اور بیشک ہم نے آدم کو اس سے پہلے تاکیدی حکم دیا تھا۔﴾ اس سے پہلے سورۂ بقرہ، سورۂ اَعراف، سورۂ حجر، سورۂ بنی اسرائیل اور سورۂ کہف میں مختلف حکمتوں کی وجہ سے حضرت آدم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ابلیس کا واقعہ بیان ہوا اور اب یہاں سے چھٹی باران کا واقعہ بیان کیا جا رہا ہے اور اسے ذکر کرنے میں یہ حکمت بھی ہوسکتی ہے کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے شیطان انسانوں کا بڑا پرانا دشمن ہے اس لئے ہر انسان کو چاہئے کہ وہ شیطان کی فریب کاریوں سے ہوشیار رہے اور اس کے وسوسوں سے بچنے کی تدابیر اختیار کرے۔ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ **اللہ تعالٰی** نے حضرت آدم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اس زمانے سے پہلے تاکیدی حکم دیا تھا کہ وہ ممنوعہ درخت کے پاس نہ جائیں لیکن یہ حکم انہیں یاد نہ رہا اور آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ممنوعہ درخت کے پاس چلے گئے البتہ اس جانے میں ان کی طرف سے **اللہ تعالٰی** کے حکم کی نافرمانی کرنے کا کوئی ارادہ نہ تھا۔

آیت ''وَلَقَدْ عَهِدْنَاۤ اِلٰۤى اٰدَمَ'' سے معلوم ہونے والے مسائل

اس آیت سے تین باتیں معلوم ہوئیں:

(1)......حضرت آدم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے جان بوجھ کر ممنوعہ درخت سے نہیں کھایا بلکہ اس کی وجہ **اللہ تعالٰی** کا حکم یاد نہ رہنا تھا اور جو کام سہواً ہو وہ نہ گناہ ہوتا ہے اور نہ ہی اس پر کوئی مُؤاخذہ ہوتا ہے۔

[1] ......والضحی: ٤.

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’قرآن عظیم کے عُرف میں اِطلاقِ معصیت عمد (یعنی جان بوجھ کر کرنے) ہی سے خاص نہیں، قال اللّٰہ تعالیٰ ’’وَعَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ‘‘[1] آدم نے اپنے رب کی معصیت کی۔ حالانکہ خود فرماتا ہے ’’فَنَسِیَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا‘‘ آدم بھول گیا ہم نے اس کا قصد نہ پایا۔ لیکن سہو نہ گناہ ہے نہ اس پر مؤاخذہ۔[2]

اسی آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ آیتِ مبارکہ حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی عِصمت کو بڑے واضح طور پر بیان کرتی ہے کیونکہ خود اللّٰہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بھول گئے تھے اور ان کا نافرمانی کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔

(2)......ہم جیسوں کے لئے بھول چوک معاف ہے مگر انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ان کی عظمت وشان کی وجہ سے اس بنا پر بھی بعض اوقات پُرسش ہوجاتی ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’جتنا قرب زائد اسی قدر احکام کی شدت زیادہ۔ ع

جن کے رتبے ہیں سوا اُن کو سوا مشکل ہے۔

بادشاہِ جبّار، جلیل القدر ایک جنگلی گنوار کی جو بات سن لے گا (اور اس کے ساتھ) جو برتاؤ گوارا کرے گا (وہ) ہرگز شہریوں سے پسند نہ کرے گا (اور) شہریوں میں بازاریوں سے معاملہ آسان ہوگا اور خاص لوگوں سے سخت اور خاصوں میں درباریوں اور درباریوں میں وزراء، (الغرض) ہر ایک پر بار دوسرے سے زائد ہے، اس لیے وارد ہوا ’’حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْنَ‘‘ نیکوں کے جو نیک کام ہیں مقربوں کے حق میں گناہ ہیں۔ وہاں ترکِ اَولیٰ کو بھی گناہ سے تعبیر کیا جاتا ہے حالانکہ ترکِ اولیٰ ہرگز گناہ نہیں۔[3]

(3)......ہر شخص شیطان سے ہوشیار رہے کہ حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام معصوم تھے اور جنت محفوظ جگہ تھی پھر بھی ابلیس نے اپنا کام کر دکھایا، تو ہم لوگ کس شمار میں ہیں۔

---

1 ......طٰہٰ: ۱۲۱.

2 ......فتاوی رضویہ، ۲۹/۴۰۰۔

3 ......فتاوی رضویہ، ۲۹/۴۰۰۔

وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓىٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِیْسَؕ-اَبٰى(۱۱۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب سجدے میں گرے مگر ابلیس اس نے نہ مانا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب سجدے میں گر گئے، اس نے انکار کر دیا۔

﴿وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓىٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ :اور جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ آدم کو سجدہ کرو۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، وہ وقت یاد کریں جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو سجدہ کرو تو فرشتوں کے ساتھ رہنے والے ابلیس کے سوا سب فرشتے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے حکم پر عمل کرتے ہوئے سجدے میں گر گئے اور ابلیس نے یہ کہہ کر حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا کہ میں حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے بہتر ہوں۔ (1)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’سجدۂ تحیت، اگلی شریعتوں میں جائز تھا۔ ملائکہ نے بحکمِ الٰہی حضرت سیدنا آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو سجدہ کیا۔ حضرت سیدنا یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کی زوجہ مقدسہ اور ان کے گیارہ صاحبزادوں نے حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کو سجدہ کیا۔۔۔۔ ہاں ہماری شریعتِ مطہرہ نے غیرِ خدا کے لئے سجدۂ تحیت حرام کیا ہے اس سے بچنا فرض ہے۔ (2)

فَقُلْنَا یٰۤاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَ لِزَوْجِكَ فَلَا یُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى(۱۱۷) اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِیْهَا وَ لَا تَعْرٰىۙ(۱۱۸) وَ اَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِیْهَا

---

1 ......روح البیان، طه، تحت الآیة: ۱۱۶، ۵/۴۳۴-۴۳۵، جلالین، طه، تحت الآیة: ۱۱۶، ص۲۶۸، ملتقطاً.

2 ......فتاوی رضویہ، ۲۲/۴۱۷-۴۱۸۔

وَلَا تَضْحٰى ﴿١١٩﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو ہم نے فرمایا اے آدم بیشک یہ تیرا اور تیری بی بی کا دشمن ہے تو ایسا نہ ہو کہ وہ تم دونوں کو جنت سے نکال دے پھر تو مشقت میں پڑے۔ بیشک تیرے لیے جنت میں یہ ہے کہ نہ تو بھوکا ہو نہ ننگا ہو۔ اور یہ کہ تجھے نہ اس میں پیاس لگے نہ دھوپ۔

ترجمۂ کنزالعِرفان: تو ہم نے فرمایا، اے آدم! بیشک یہ تیرا اور تیری بیوی کا دشمن ہے تو یہ ہرگز تم دونوں کو جنت سے نہ نکال دے ورنہ تو مشقت میں پڑ جائے گا۔ بیشک تیرے لیے جنت میں یہ ہے کہ نہ تو بھوکا ہوگا اور نہ ہی ننگا ہوگا۔ اور یہ کہ نہ کبھی تو اس میں پیاسا ہوگا اور نہ تجھے دھوپ لگے گی۔

﴿فَقُلْنَا یٰۤاٰدَمُ : تو ہم نے فرمایا، اے آدم!﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ ابلیس کے انکار کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے فرمایا ”اے آدم! عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، بیشک یہ ابلیس تیرا اور تیری بیوی کا دشمن ہے، تو یہ ہرگز تم دونوں کو جنت سے نکال دیئے جانے کا سبب نہ بن جائے ورنہ تم مشقت میں پڑ جاؤ گے اور اپنی غذا اور خوراک کے لئے زمین جوتنے، کھیتی کرنے، دانہ نکالنے، پیسنے، پکانے کی محنت میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ بیشک تیرے لیے یہ ہے کہ تو جنت میں بھوکا نہیں ہوگا کیونکہ جنت کی تمام نعمتیں ہر وقت حاضر ہوں گی اور نہ ہی تو اس میں ننگا ہوگا کیونکہ تمام ملبوسات جنت میں موجود ہوں گے، اور تیرے لئے یہ بھی ہے کہ تو جنت میں کبھی پیاسا نہ ہوگا کیونکہ اس میں ہمیشہ کے لئے نہریں جاری ہیں اور نہ تجھے جنت میں دھوپ لگے گی کیونکہ جنت میں سورج نہیں ہے اور اہلِ جنت ہمیشہ رہنے والے دراز سائے میں ہوں گے، الغرض ہر طرح کا عیش و راحت جنت میں موجود ہے اور اس میں محنت اور کمائی کرنے سے بالکل امن ہے (لہٰذا تم شیطان کے وسوسوں سے بچ کر رہنا)۔ [1]

آیت نمبر 117 میں شیطان کا حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو سجدہ نہ کرنا آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ

1 ......خازن، طه، تحت الآية: ١١٧-١١٩، ٣/٢٦٥-٢٦٦، روح البيان، طه، تحت الآية: ١١٧-١١٩، ٥/٤٣٥-٤٣٦، ملتقطاً.

اس کی دشمنی کی دلیل قرار دیا گیا ہے، یہاں اس دشمنی کی وجہ وضاحت سے بیان کی جاتی ہے۔ جب ابلیس نے حضرت آدم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر اللہ تعالیٰ کا انعام واکرام دیکھا تو وہ ان سے حسد کرنے لگا اور یہ حسد اس کی دشمنی کا ایک سبب تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جسے کسی سے حسد ہو تو وہ اس کا دشمن بن جاتا ہے اور وہ اس کی ہلاکت چاہتا اور اس کا حال خراب کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

سورۂ طٰہٰ کی آیت نمبر 117 تا 119 سے حاصل ہونے والی معلومات

ان آیات سے تین باتیں معلوم ہوئیں

(1)......فضل وشرف والے کی فضیلت کو تسلیم نہ کرنا اور اس کی تعظیم واحترام بجالانے سے اِعراض کرنا حسد وعداوت کی دلیل ہے۔

(2)......حضرت آدم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اسی مشہور جنت میں رکھے گئے تھے جو بعدِ قیامت نیکوں کو عطا ہوگی، وہ کوئی دُنْیَوی باغ نہ تھا کیونکہ اس باغ میں تو دھوپ بھی ہوتی ہے اور وہاں بھوک بھی لگتی ہے۔

(3)......جنتی نعمتوں کی بڑی اہمیت ہے، اس لئے ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ ان نعمتوں کی قدر کرے اور شیطان کی پیروی کر کے ان عظیم نعمتوں سے خود کو محروم نہ کرے۔

فَوَسْوَسَ اِلَیْهِ الشَّیْطٰنُ قَالَ یٰۤاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَ مُلْكٍ لَّا یَبْلٰى ﴿۱۲۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو شیطان نے اسے وسوسہ دیا بولا اے آدم کیا میں تمہیں بتادوں ہمیشہ جینے کا پیڑ اور وہ بادشاہی کہ پرانی نہ پڑے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو شیطان نے اسے وسوسہ ڈالا، کہنے لگا: اے آدم! کیا میں تمہیں ہمیشہ رہنے کے درخت اور ایسی بادشاہت کے متعلق بتادوں جو کبھی فنا نہ ہوگی۔

﴿فَوَسْوَسَ اِلَیْهِ الشَّیْطٰنُ: تو شیطان نے اسے وسوسہ ڈالا۔﴾ اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی عظمت بیان فرمائی کہ اس نے انہیں فرشتوں سے سجدہ کروایا اور اس کے بعد بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کی زوجہ حضرت حوا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کو شیطان کی دشمنی کی پہچان کروادی اور جنتی نعمتوں کی اہمیت بیان فرمادی اور اب اس آیت میں بیان فرمایا جارہا ہے کہ شیطان نے حضرت آدم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو وسوسہ ڈالا اور کہنے لگا: اے آدم! عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، کیا میں آپ کو ایک ایسے درخت کے بارے میں بتادوں جسے کھا کر کھانے والے کو دائمی زندگی حاصل ہوجاتی ہے اور ایسی بادشاہت کے متعلق بتادوں جو کبھی فنا نہ ہوگی اور اس میں زوال نہ آئے گا۔[1]

فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَ طَفِقَا یَخْصِفٰنِ عَلَیْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ٘ وَ عَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ﴿۱۲۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو ان دونوں نے اس میں سے کھالیا اب ان پر ان کی شرم کی چیزیں ظاہر ہوئیں اور جنت کے پتے اپنے اوپر چپکانے لگے اور آدم سے اپنے رب کے حکم میں لغزش واقع ہوئی تو جو مطلب چاہا تھا اس کی راہ نہ پائی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ان دونوں نے اس درخت میں سے کھالیا تو ان پر ان کی شرم کے مقام ظاہر ہوگئے اور وہ جنت کے پتے اپنے اوپر چپکانے لگے اور آدم سے اپنے رب کے حکم میں لغزش واقع ہوئی تو جو مقصد چاہا تھا وہ نہ پایا۔

﴿فَاَكَلَا مِنْهَا: تو ان دونوں نے اس درخت میں سے کھالیا۔﴾ ابلیس کے وسوسہ دلانے کے بعد حضرت آدم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور حضرت حوا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا نے اس درخت میں سے کھالیا تو ان کے جنتی لباس اتر گئے اور ان پر ان کی شرم کے مقام ظاہر ہوگئے اور وہ اپنا ستر چھپانے اور جسم ڈھانکنے کے لئے جنت کے پتے اپنے اوپر چپکانے لگے اور درخت سے کھا کر حضرت آدم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے حکم میں لغزش واقع ہوئی تو انہوں نے اس سے جو

[1] تفسیر کبیر، طه، تحت الآیة: ١٢٠، ٨/١٠٧، جلالین، طه، تحت الآیة: ١٢٠، ص٢٦٨، ملتقطاً.

مقصد چاہا تھا وہ نہ پایا اور اس درخت کے کھانے سے انہیں دائمی زندگی نہ ملی۔ (1)

انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی عصمت سے متعلق اہلسنّت و جماعت کا عقیدہ

یاد رہے کہ حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے لغزش کا واقع ہونا ارادے اور نیت سے نہ تھا بلکہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا ارادہ اور نیت حکم کو پورا کرنے اور اس چیز سے بچنے کا تھا جو جنت سے نکال دیئے جانے کا سبب بنے، لہٰذا کسی شخص کے لئے تاویل کے بغیر حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف نافرمانی کی نسبت کرنا جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے راضی ہے اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد بھی اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کی مخالفت کرنے سے معصوم ہیں۔ (2)

یہاں انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی عصمت سے متعلق اہلسنّت و جماعت کے عقیدے کے بارے میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے ایک کلام کا خلاصہ ملاحظہ ہو ''اہلِ حق یعنی اہلِ اسلام اور اہلسنّت و جماعت شاہراہِ عقیدت پر چل کر منزلِ مقصود کو پہنچے جبکہ سرکشی کرنے والے اور اہلِ باطل تفصیلات میں ڈوب کر اور ان میں ناحق غور کر کے گمراہی کے گڑھے اور بددینی کی گمراہیوں میں جا پڑے، انہوں نے کہیں دیکھا ''**وَعَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى**'' کہ اس میں عصیاں اور بظاہر اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل سے روگردانی کی نسبت حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی جانب کی گئی ہے۔ کہیں سنا ''**لِیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ**'' جس سے ذنب یعنی گناہ اور اس کی بخشش کی نسبت کا حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی جنابِ والا کی جانب گمان ہوتا ہے۔ کبھی حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام اور قومِ فرعون کے قبطی کا قصہ یاد آیا کہ آپ نے قبطی کو ظلم پر آمادہ پا کر ایک گھونسا مارا اور وہ قبطی (مر کر) قبر کی گہرائی میں پہنچا۔ کبھی حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اُن کے ایک اُمتی اوریاہ کا فسانہ سن پایا حالانکہ یہ حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر یہودیوں کا الزام تھا جسے انہوں نے خوب اچھالا اور عوام الناس کی زبان پر عام ہو گیا حتّٰی کہ اس کی شہرت کی بنا پر احوال کی تحقیق اور تفتیش کے بغیر بعض مفسرین نے اس واقعہ کو من وعن بیان فرما دیا، جب کہ امام رازی فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ میری تحقیق میں سراسر باطل ولغو ہے۔ غرض بے عقل، بے دینوں اور بے دین بدعقلوں نے یہ افسانہ سن پایا تو چون و چرا

❶......خازن، طه، تحت الآية: ١٢١، ٣/٢٦٦.

❷......صاوی، طه، تحت الآية: ١٢١، ٤/١٢٨٣.

کرنے لگے، پھر خدا اور رسول کی ناراضی کے سوا اور بھی کچھ پھل پایا؟ اور اُلٹا '' خُضْتُمْ كَالَّذِیْ خَاضُوْا '' (اور تم بے ہودگی میں پڑے جیسے وہ پڑے تھے) نے '' وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ '' (مگر عذاب کا قول کافروں پر ٹھیک اُترا) کا دن دکھایا۔

مسلمان ہمیشہ یہ بات ذہن نشین رکھیں کہ حضراتِ انبیائے کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کبیرہ گناہوں سے مُطلَقاً اور گناہِ صغیرہ کے عمداً اِرتکاب، اور ہر ایسے امر سے جو مخلوق کے لیے باعثِ نفرت ہو اور مخلوقِ خدا اِن کے باعث اُن سے دور بھاگے، نیز ایسے افعال سے جو وجاہت و مروت اور معززین کی شان و مرتبہ کے خلاف ہیں قبلِ نبوت اور بعدِ نبوت بالاجماع معصوم ہیں۔ (1)

ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَیْهِ وَهَدٰى ﴿۱۲۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر اسے اس کے رب نے چن لیا تو اس پر اپنی رحمت سے رجوع فرمائی اور اپنے قربِ خاص کی راہ دکھائی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر اس کے رب نے اسے چن لیا تو اس پر اپنی رحمت سے رجوع فرمایا اور خصوصی قرب کا راستہ دکھایا۔

﴿ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ: پھر اس کے رب نے اسے چن لیا۔﴾ زمین پر تشریف آوری کے بعد حضرت آدم عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام اللہ تعالیٰ کی توفیق سے توبہ واستغفار میں مشغول ہوئے اور جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے وسیلہ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرما کر ان پر اپنی رحمت سے رجوع فرمایا اور انہیں اپنے خاص قرب کا راستہ دکھایا۔

قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِیْعًۢا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ فَاِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ مِّنِّیْ هُدًى ۙ۬ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَایَ فَلَا یَضِلُّ وَلَا یَشْقٰى ﴿۱۲۳﴾

1 ......فتاوی رضویہ، رسالہ: اعتقاد الاحباب، عقیدۂ خامسہ، ۳۵۹/۲۹-۳۶۰۔

ترجمۂ کنزالایمان: فرمایا کہ تم دونوں مل کر جنت سے اترو تم میں ایک دوسرے کا دشمن ہے پھر اگر تم سب کو میری طرف سے ہدایت آئے تو جو میری ہدایت کا پیرو ہوا وہ نہ بہکے نہ بد بخت ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ نے فرمایا: تم دونوں اکٹھے جنت سے اتر جاؤ، تمہارے بعض بعض کے دشمن ہوں گے پھر (اے اولادِ آدم) اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے تو جو میری ہدایت کی پیروی کرے گا تو وہ نہ گمراہ ہوگا اور نہ بد بخت ہوگا۔

﴿ قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيْعًا : فرمایا: تم دونوں اکٹھے جنت سے اتر جاؤ۔ ﴾ جب حضرت آدم عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام سے لغزش صادر ہوئی تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام اور حضرت حواء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا سے فرمایا: تم دونوں اپنی ذُرِّیَّت کے ساتھ مل کر اکٹھے جنت سے زمین کی طرف اتر جاؤ، تمہاری اولاد میں سے بعض بعض کے دشمن ہوں گے، دنیا میں ایک دوسرے سے حسد اور دین میں اختلاف کریں گے، پھر اے اولادِ آدم! اگر تمہارے پاس میری طرف سے کتاب اور رسول کی صورت میں کوئی ہدایت آئے تو جو میری ہدایت کی پیروی کرے گا وہ دنیا میں نہ گمراہ ہوگا اور نہ آخرت میں بد بخت ہوگا کیونکہ آخرت کی بدبختی دنیا میں حق راستے سے بہکنے کا نتیجہ ہے تو جو کوئی اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے برحق رسول کی پیروی کرے اور ان کے حکم کے مطابق چلے وہ دنیا میں گمراہ ہونے سے اور آخرت میں اس گمراہی کے عذاب و وبال سے نجات پائے گا۔[1]

دنیا میں گمراہی اور آخرت میں بد بختی سے بچنے کا ذریعہ

اِس سے معلوم ہوا کہ اِس امت کے لوگوں کا قرآنِ مجید میں دیئے گئے اَحکامات پر عمل کرنا اور سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کرنا انہیں دنیا میں گمراہی سے بچائے گا اور آخرت میں بدبختی سے نجات دلائے گا، لہٰذا ہر ایک کو چاہئے کہ وہ قرآنِ مجید کی پیروی کرے اور حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اِتباع کرے تاکہ وہ گمراہ اور بد بخت ہونے سے بچ جائے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم کی پیروی کرنے کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

---

1 ......روح البیان، طه، تحت الآیة: ١٢٣، ٥/٤٤٠-٤٤١، مدارك، طه، تحت الآیة: ١٢٣، ص٧٠٦، ملتقطاً.

وَ هٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَ اتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یہ (قرآن) وہ کتاب ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے، بڑی برکت والا ہے تو تم اس کی پیروی کرو اور پرہیزگار بنو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

اور ارشاد فرماتا ہے

وَ اتَّبِعُوْۤا اَحْسَنَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تمہارے رب کی طرف سے جو بہترین چیز تمہاری طرف نازل کی گئی ہے اس کی اس وقت سے پہلے پیروی اختیار کرلو کہ تم پر اچانک عذاب آجائے اور تمہیں خبر (بھی) نہ ہو۔

اور اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ارشاد فرماتا ہے

قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعَا ﰳالَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ۪ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الَّذِیْ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ كَلِمٰتِهٖ وَ اتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں جس کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر جو نبی ہیں، (کسی سے) پڑھے ہوئے نہیں ہیں، اللہ اور اس کی تمام باتوں پر ایمان لاتے ہیں اور ان کی غلامی کرو تاکہ تم ہدایت پالو۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۳۱﴾ قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْكٰفِرِیْنَ (4)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے حبیب! فرمادو کہ اے لوگو! اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میرے فرمانبردار بن جاؤ اللہ تم سے محبت فرمائے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ تم فرمادو کہ اللہ اور رسول کی فرمانبرداری کرو پھر اگر وہ منہ پھیریں تو اللہ کافروں کو پسند نہیں کرتا۔

---

1 ......انعام: ۱۵۵۔
2 ......زمر: ۵۵۔
3 ......اعراف: ۱۵۸۔
4 ......اٰل عمران ۳۱، ۳۲۔

اور جو لوگ قرآنِ عظیم کی پیروی اور رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اتباع کریں ان کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِیْلِ٘ یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ یُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَ یُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓىٕثَ وَ یَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَ الْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَیْهِمْؕ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَ اتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤۙ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ جو اس رسول کی اتباع کریں جو غیب کی خبریں دینے والے ہیں، جو کسی سے پڑھے ہوئے نہیں ہیں، جسے یہ (اہلِ کتاب) اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، وہ انہیں نیکی کا حکم دیتے ہیں اور انہیں برائی سے منع کرتے ہیں اور ان کیلئے پاکیزہ چیزیں حلال فرماتے ہیں اور گندی چیزیں ان پر حرام کرتے ہیں اور ان کے اوپر سے وہ بوجھ اور قیدیں اتارتے ہیں جو ان پر تھیں تو وہ لوگ جو اس نبی پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اس کی مدد کریں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ نازل کیا گیا تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

اللّٰہ تعالیٰ ہمیں قرآنِ مجید کی پیروی کرنے اور اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت و فرمانبرداری کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمین۔

وَ مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَعْمٰى ﴿۱۲۴﴾ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِیْۤ اَعْمٰى وَ قَدْ كُنْتُ بَصِیْرًا ﴿۱۲۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جس نے میری یاد سے منہ پھیرا تو بیشک اس کے لیے تنگ زندگانی ہے اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ کہے گا اے رب میرے مجھے تو نے کیوں اندھا اٹھایا میں تو انکھیارا تھا۔

1 ......اعراف: ۱۵۷.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جس نے میرے ذکر سے منہ پھیرا تو بیشک اس کے لیےتنگ زندگی ہےاور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ وہ کہے گا: اے میرے رب! تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا حالانکہ میں تو دیکھنے والا تھا؟

﴿**وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ: اور جس نے میرے ذکر سے منہ پھیرا۔**﴾ اس آیت میں ذکر سے مراد قرآنِ مجید پر ایمان لانا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ دلائل ہیں جنہیں اسلام کی حقانیت کے ثبوت کے طور پر نازل کیا گیا ہے، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ذکر سے سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مقدس ذات مراد ہو کیونکہ ذکر آپ ہی سے حاصل ہوتا ہے اور تنگ زندگی گزارنے کے مقام کے بارے میں مفسرین کے 5 اَقوال درج ذیل ہیں:

(1)......**دنیا میں تنگ زندگی ہے۔** دنیا کی تنگ زندگی یہ ہے کہ بندہ ہدایت کی پیروی نہ کرے، برے عمل اور حرام فعل میں مبتلا ہو، قناعت سے محروم ہو کر حرص میں گرفتار ہو جائے اور مال واَسباب کی کثرت کے باوجود بھی اس کو دل کی فراخی اور سکون مُیَسَّر نہ ہو، دل ہر چیز کی طلب میں اور حرص کے غموں سے آوارہ ہو کہ یہ نہیں وہ نہیں، حال تاریک اور وقت خراب رہے اور توکّل کرنے والے مومن کی طرح اس کو سکون وفراغ حاصل ہی نہ ہو جسے حیاتِ طیّبہ یعنی پاکیزہ زندگی کہتے ہیں۔

(2)......**قبر میں تنگ زندگی ہے۔** قبر کی تنگ زندگی یہ ہے کہ قبر میں عذاب دیا جائے۔ حضرت **عبداللّٰہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا ''یہ آیت اسود بن عبدالعزیٰ مخزومی کے حق میں نازل ہوئی اور قبر کی تنگ زندگی سے مراد قبر کا اِس سختی سے دبانا ہے جس سے ایک طرف کی پسلیاں دوسری طرف آجاتی ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ''کیا تم جانتے ہو کہ معیشتِ ضَنک کیا ہے؟ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے عرض کی کہ **اللّٰہ** تعالیٰ اور اس کا رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہی زیادہ جانتے ہیں۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''یہ قبر میں کافر کا عذاب ہے اور اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کافر پر ننانوے تنین مُسلَّط کئے جائیں گے کیا تم جانتے ہو کہ تنین کیا ہیں؟ وہ ننانوے سانپ ہیں ہر سانپ کے سات پھن ہیں وہ اس کے جسم میں پھونکیں ماریں گے اور قیامت تک اس کو ڈستے اور نوچتے رہیں گے۔ (1)

(3)......**آخرت میں تنگ زندگی ہے۔** آخرت میں تنگ زندگی جہنم کے عذاب میں مبتلا ہونا ہے، جہاں تھوہڑ، کھولتا پانی،

(1)......مسند ابی یعلی، مسند ابی هريرة، شهر بن حوشب عن ابی هريرة، ٥/٥٠٨، الحديث: ٦٦١٣.

جہنمیوں کے خون اوران کے پیپ کھانے پینے کو دیئے جائیں گے۔

(4)......دین میں تنگ زندگی ہے۔ دین میں تنگ زندگی یہ ہے کہ نیکی کی راہیں تنگ ہو جائیں اور آدمی حرام کمانے میں مبتلا ہو۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ ’’بندے کو تھوڑا ملے یا زیادہ، اگر خوفِ خدا نہیں تو اس میں کچھ بھلائی نہیں اور یہ تنگ زندگانی ہے۔

(5)......دنیا، قبر، آخرت اور دین سب میں تنگ زندگی ہے۔[1]

﴿ وَ نَحْشُرُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَعْمٰى: اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔﴾ آیت کے اس حصے اور اس کے بعد والی آیت میں ارشاد فرمایا کہ ہم اپنے ذکر سے اِعراض کرنے والے کو قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے اور اس وقت وہ کہے گا: اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا حالانکہ میں تو دنیا میں دیکھنے والا تھا؟ یاد رہے کہ کافر قیامت کا پورا عرصہ اندھا نہیں رہے گا بلکہ قیامت کے بعض اَحوال میں اس کی بینائی نہیں ہو گی اور بعض احوال میں اسے بینائی عطا کر دی جائے گی تاکہ وہ قیامت کے ہولناک مَناظِر دیکھ سکے۔

قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰیٰتُنَا فَنَسِیْتَهَا ۚ وَ كَذٰلِكَ الْیَوْمَ تُنْسٰى ﴿۱۲۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: فرمائے گا یونہی تیرے پاس ہماری آیتیں آئی تھیں تو نے انہیں بھلا دیا اور ایسے ہی آج تیری کوئی خبر نہ لے گا۔
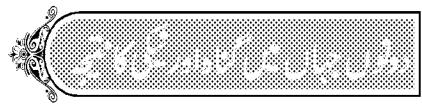
ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ فرمائے گا: اسی طرح ہماری آیتیں تیرے پاس آئی تھیں تو تو نے انہیں بھلا دیا اور آج اسی طرح تجھے چھوڑ دیا جائے گا۔

﴿ قَالَ: اللہ فرمائے گا۔﴾ اس کے جواب میں اللہ تعالٰی ارشاد فرمائے گا کہ دنیا میں تیرے پاس میری نشانیاں آئیں لیکن تو ان پر ایمان نہ لایا اور تو نے انہیں پسِ پشت ڈال کر ان سے منہ پھیر لیا، اسی طرح آج ہم تجھے آگ میں ڈال کر چھوڑ دیں

1 ......تفسیر قرطبی، طه، تحت الآية: ۱۲٤، ٦/۱۳۹، الجزء الحادی عشر، تفسیر کبیر، طه، تحت الآية: ۱۲٤، ۸/۱۱۰-۱۱۱، خازن، طه، تحت الآية: ۱۲٤، ۳/۲٦۸، مدارك، طه، تحت الآية: ۱۲٤، ص۷۰٦، ملتقطًا.

گے اور تیرا حال پوچھنے والا کوئی نہ ہوگا۔ (1)

[illegible]

اس سے معلوم ہوا کہ جیسے گناہ کا عذاب دنیا وآخرت میں پڑتا ہے یونہی نیکی کا فائدہ دونوں جہان میں ملتا ہے۔ جو مسلمان پانچوں نمازیں پابندی سے جماعت کے ساتھ ادا کرے اسے رزق میں برکت، قبر میں فراخی نصیب ہوگی اور پل صراط پر آسانی سے گزرے گا اور جو جماعت کا تارک ہوگا اس کی کمائی میں برکت نہ ہوگی، چہرے پر صالحین کے آثار نہ ہوں گے، لوگوں کے دلوں میں اس سے نفرت ہوگی، پیاس وبھوک میں جان کنی اور قبر کی تنگی میں مبتلا ہوگا اور اس کا حساب بھی سخت ہوگا۔

وَ كَذٰلِكَ نَجْزِیْ مَنْ اَسْرَفَ وَ لَمْ یُؤْمِنْۢ بِاٰیٰتِ رَبِّهٖؕ-وَ لَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَ اَبْقٰى ﴿۱۲۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں جو حد سے بڑھے اور اپنے رب کی آیتوں پر ایمان نہ لائے اور بیشک آخرت کا عذاب سب سے سخت تر اور سب سے دیرپا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم اس شخص کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں جو حد سے بڑھے اور اپنے رب کی آیتوں پر ایمان نہ لائے اور بیشک آخرت کا عذاب سب سے شدید اور سب سے زیادہ باقی رہنے والا ہے۔

﴿ **وَ كَذٰلِكَ نَجْزِیْ : اور ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔** ﴾ ارشاد فرمایا کہ ہم اس شخص کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں جو اپنے رب کی نافرمانی کرنے میں حد سے بڑھ جائے اور اپنے رب کی آیتوں پر ایمان نہ لائے اور بیشک آخرت کا عذاب دُنْیَوی عذاب کے مقابلے میں سب سے شدید اور سب سے زیادہ باقی رہنے والا ہے۔ لہٰذا جو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات پانے اور اس کا ثواب حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے تو اسے چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے میں آنے والی دنیوی سختیوں پر صبر کرے اور دنیا کی نفسانی خواہشات اور گناہوں سے بچتا رہے کیونکہ جنت کو مصیبتوں سے اور جہنم کو شہوتوں

1 ......خازن، طه، تحت الآية: ١٢٦، ٣/٢٦٨.

سے چھپایا گیا ہے۔[1]

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام کو بلا کر جنت کی طرف بھیجا اور ان سے فرمایا ’’تم جنت اور ان نعمتوں کو دیکھو جو میں نے اہلِ جنت کے لئے تیار کی ہیں۔ حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام دیکھ کر واپس آئے اور عرض کی: تیری عزت کی قسم! جو ان نعمتوں کے بارے میں سن لے گا وہ ان میں داخل ہوگا۔ جنت کو مصیبتوں سے چھپا دیا گیا، پھر ارشاد فرمایا ’’تم جنت کی طرف دوبارہ جاؤ اور اسے دیکھو۔ حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام دیکھ کر واپس لوٹے اور عرض کی: تیری عزت کی قسم! مجھے ڈر ہے کہ اس میں کوئی داخل نہ ہو سکے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام کو جہنم کی طرف بھیجا اور ارشاد فرمایا ’’تم جہنم کی طرف جاؤ اور ان عذابات کو دیکھو جو میں نے اہلِ جہنم کے لئے تیار کئے ہیں۔ حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام انہیں دیکھ کر واپس آئے اور عرض کی: تیری عزت کی قسم! جس نے ان عذابات کے بارے میں سنا وہ جہنم میں داخل نہیں ہوگا۔ جہنم کو شہوتوں سے ڈھانپ دیا گیا، پھر ارشاد فرمایا ’’جہنم کی طرف لوٹو اور اسے دیکھو۔ حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام دیکھ کر آئے اور عرض کی: تیری عزت کی قسم! مجھے ڈر ہے کہ اس میں داخل ہونے سے کوئی نہ بچے گا۔[2]

اَفَلَمْ یَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ یَمْشُوْنَ فِیْ مَسٰكِنِهِمْؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی النُّهٰى۠ (۱۲۸)

ع ١٣ / ١٦

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا انہیں اس سے راہ نہ ملی کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی سنگتیں ہلاک کر دیں کہ یہ ان کے بسنے کی جگہ چلتے پھرتے ہیں بیشک اس میں نشانیاں ہیں عقل والوں کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیا انہیں اس بات نے ہدایت نہ دی کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی قومیں ہلاک کر دیں جن کی رہائش کی جگہوں میں یہ چلتے پھرتے ہیں بیشک اس میں عقل والوں کیلئے نشانیاں ہیں۔

1 ......روح البیان، طه، تحت الآیة: ١٢٧، ٥/٤٤٢.

2 ......مسند امام احمد، مسند ابی هریرة رضی اللّٰه عنه، ٣/٣٠٨، الحدیث: ٨٨٧٠.

﴿اَفَلَمْ یَهْدِ لَهُمْ : تو کیا انہیں اس بات نے ہدایت نہ دی۔﴾ ارشاد فرمایا کہ کیا کفارِ قریش کو اس بات نے ہدایت نہ دی کہ ہم نے ان سے پہلے رسولوں کو نہ ماننے والی کتنی قومیں ہلاک کر دیں جن کی رہائش کی جگہوں میں یہ لوگ چلتے پھرتے ہیں اور اپنے سفروں میں ان کے علاقوں سے گزرتے اور ان کی ہلاکت کے نشان دیکھتے ہیں۔ بیشک سابقہ قوموں کو عذاب کے ذریعے ہلاک کر دینے میں ان عقل والوں کیلئے نشانیاں ہیں جو عبرت حاصل کریں اور یہ سمجھ سکیں کہ انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی تکذیب اور ان کی مخالفت کا انجام برا ہے۔[1]

وَ لَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّ اَجَلٌ مُّسَمًّى ﴿۱۲۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر تمہارے رب کی ایک بات نہ گزر چکی ہوتی تو ضرور عذاب انھیں لپٹ جاتا اور اگر نہ ہوتا ایک وعدہ ٹھہرایا ہوا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر تمہارے رب کی طرف سے ایک بات پہلے (طے) نہ ہوچکی ہوتی اور ایک مقررہ مدت نہ ہوتی تو ضرور عذاب انہیں لپٹ جاتا۔

﴿وَ لَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ: اور اگر تمہارے رب کی طرف سے ایک بات پہلے نہ ہوچکی ہوتی۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اگر تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ایک بات پہلے طے نہ ہوچکی ہوتی کہ محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی امتِ دعوت کے عذاب میں قیامت تک تاخیر کی جائے گی اور سابقہ امتوں کی طرح جڑ سے اکھاڑ کر رکھ دینے والا عذاب ان پر نازل نہیں کیا جائے گا اور قیامت کے دن ان کے عذاب کی ایک مقررہ مدت نہ ہوتی تو ضرور عذاب انہیں دنیا ہی میں لپٹ جاتا۔[2]

اس امت پر عذابِ عام نہ آنے کی وجہ

اس سے معلوم ہوا کہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی امت میں سے جو لوگ آپ کو جھٹلائیں گے

1 ......خازن، طه، تحت الآية: ۱۲۸، ۳/۲۶۹، مدارك، طه، تحت الآية: ۱۲۸، ص۷۰٦، ملتقطاً.

2 ......روح البيان، طه، تحت الآية: ۱۲۹، ۵/۴۴۳.

اور آپ پر ایمان نہ لائیں گے تو ان پر دنیا میں ویسا عذاب نہیں آئے گا جیسا پچھلی امتوں کے کفار پر نازل کیا گیا تھا کہ ان کی تمام بستیاں تباہ و برباد کردی جائیں اور ان میں سے کوئی کافر زندہ نہ بچے، مفسرین نے اس کی چند وجوہات بھی بیان کی ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

(1)......اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کہ ان جھٹلانے والوں میں سے بعض کفار ایمان لے آئیں گے اس لئے ان پر ویسا عذاب نازل نہ ہوگا۔

(2)......اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ ان جھٹلانے والوں کی نسل میں کچھ ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو مسلمان ہو جائیں گے، اس لئے اگر ان پر عذاب نازل کر دیا جائے تو وہ لوگ بھی ہلاک ہو جائیں گے۔

(3)......بعض مفسرین کہتے ہیں کہ اس میں کوئی مصلحت پوشیدہ ہے جو اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔

(4)......اللہ تعالیٰ مالک و مولیٰ ہے جسے چاہے عذاب دے اور جسے چاہے اپنے فضل کی وجہ سے عذاب سے مُستثنیٰ کر دے۔[1]

(5)......علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں "بے شک اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ وہ اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اِکرام کی وجہ سے ان کی امت سے عذابِ عام کو مُؤَخَّر فرما دے گا اور اگر یہ بات نہ ہوتی تو اس امت پر بھی ویسا ہی عذاب نازل ہوتا جیسا سابقہ امتوں پر نازل ہوا تھا۔[2]

عذاب مؤخر کرنے کی ایک حکمت یہ ہے کہ جس نے (اپنے کفر ومَعاصی سے) توبہ کرنی ہے وہ توبہ کر لے اور جو (اپنے کفر ومعاصی پر) قائم رہنا چاہتا ہے اس کی حجت ختم ہو جائے لہٰذا ہر عقلمند مُکَلَّف کو چاہئے کہ وہ قرآن مجید کی نصیحتوں سے نصیحت حاصل کرے اور قادر و حکیم رب تعالیٰ سے ڈرے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے اور اس کی بارگاہ میں سرِ تسلیم خم کرنے کی بھرپور کوشش کرے اور انسان ہونے، اشرفُ المخلوقات ہونے اور تمام مصنوعات میں سب سے بہترین ہونے کے باوجود جمادات سے بھی برا نہ بنے کہ قرآن پاک میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے پتھر بھی اپنی جگہ سے گر جاتے ہیں اور ان سے بھی پانی جاری ہوتا ہے۔

فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ

1 ......تفسير كبير، طه، تحت الآية: ١٢٩، ١١٢/٨.

2 ......صاوی، طه، تحت الآية: ١٢٩، ١٢٨٦/٤.

وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ وَمِنْ اٰنَآئِ الَّیْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ﴿۱۳۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو ان کی باتوں پر صبر کرو اور اپنے رب کو سراہتے ہوئے اس کی پاکی بولو سورج چمکنے سے پہلے اور اس کے ڈوبنے سے پہلے اور رات کی گھڑیوں میں اس کی پاکی بولو اور دن کے کناروں پر اس امید پر کہ تم راضی ہو۔

ترجمۂ کنزالعِرفان: تو ان کی باتوں پر صبر کرو اور سورج کے طلوع ہونے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی پاکی بیان کرتے رہو اور رات کی کچھ گھڑیوں میں اور دن کے کناروں پر (بھی اللہ کی) پاکی بیان کرو، اس امید پر کہ تم راضی ہو جاؤ۔

﴿ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ: تو آپ ان کی باتوں پر صبر کریں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کو جھٹلانے والوں سے عذاب مؤخر کر کے ہم نے انہیں مہلت دی ہے، اب اگر یہ اپنے کفر پر ہی قائم رہے تو ضرور عذاب میں مبتلا ہوں اس لئے آپ ان کی دل آزار باتوں پر صبر کرتے رہیں یہاں تک کہ ان کے بارے میں کوئی حکم نازل ہو جائے۔[1]

﴿ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ: اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی پاکی بیان کرتے رہو۔﴾ یہاں سے سورج طلوع ہونے سے پہلے، غروب ہونے سے پہلے، رات کی کچھ گھڑیوں میں اور دن کے کناروں پر حمد کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرنے کا حکم دیا گیا، سورج طلوع ہونے سے پہلے پاکی بیان کرنے سے مراد نمازِ فجر ادا کرنا ہے۔ سورج غروب ہونے سے پہلے پاکی بیان کرنے سے مراد ظہر وعصر کی نمازیں ادا کرنا ہیں جو کہ دن کے دوسرے نصف میں سورج کے زوال اور غروب کے درمیان واقع ہیں۔ رات کی کچھ گھڑیوں میں پاکی بیان کرنے سے مغرب اور عشا کی نمازیں پڑھنا مراد ہے۔ دن کے کناروں میں پاکی بیان کرنے سے فجر اور مغرب کی نمازیں مراد ہیں اور یہاں تاکید کے طور پر ان نمازوں کی تکرار فرمائی

1 ......روح البيان، طه، تحت الآية: ١٣٠، ٥/٤٤٤.

گئی ہے۔ بعض مفسرین سورج غروب ہونے سے پہلے سے نمازِ عصر اور دن کے کناروں سے نمازِ ظہر مراد لیتے ہیں، ان کی توجیہ یہ ہے کہ نمازِ ظہر زوال کے بعد ہے اور اس وقت دن کے پہلے نصف اور دوسرے نصف کے کنارے ملتے ہیں اور یہاں پہلے نصف کی انتہا اور دوسرے نصف کی ابتدا ہے۔ [1]

﴿ لَعَلَّكَ تَرْضٰى: اس امید پر کہ تم راضی ہو جاؤ۔ ﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان اوقات میں اس امید پر اللّٰہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے رہیں کہ آپ اللّٰہ تعالیٰ کے فضل و عطا اور اس کے انعام و اِکرام سے راضی ہوں، آپ کو امت کے حق میں شفیع بنا کر آپ کی شفاعت قبول فرمائے اور آپ کو راضی کرے۔ [2]

اللّٰہ تعالیٰ اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رضا چاہتا ہے

علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اس آیت کے تحت اپنی مشہور کتاب تفسیر صاوی میں فرماتے ہیں: اے بندے! اس لطف و کرم والے خطاب کو دیکھ، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ربُّ العالمین عَزَّوَجَلَّ کے حبیب ہیں اور ساری مخلوق سے افضل ہیں کیونکہ اللّٰہ تعالیٰ نے ان سے یوں نہیں ارشاد فرمایا ''تا کہ میں آپ سے راضی ہو جاؤں۔ یونہی اس طرح کا کوئی اور کلام نہیں فرمایا (جیسے یوں نہیں فرمایا ''تا کہ آپ کو میری رضا حاصل ہو جائے) بلکہ یوں ارشاد فرمایا ہے '' لَعَلَّكَ تَرْضٰى ''یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، تا کہ آپ راضی ہو جائیں۔ اور یہاں نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا یہ فرمان بھی ملحوظ رہے کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے'' اور حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کا یہ قول بھی پیشِ نظر رہے (جس میں آپ اپنے پیارے محبوب سے عرض کرتی ہیں: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ،) میں حضور کے رب عَزَّوَجَلَّ کو دیکھتی ہوں کہ وہ حضور کی خواہش میں جلدی فرماتا ہے۔'' پس رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو نماز کا حکم اس لئے نہیں دیا گیا کہ ان کی کوئی خطا ہے جو معاف ہو جائے یا اس لئے نہیں دیا گیا نماز ادا کرنے کی وجہ سے اللّٰہ تعالیٰ ان سے راضی ہو جائے بلکہ اس لئے دیا گیا ہے تا کہ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ راضی ہو جائیں کیونکہ نماز میں حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں حاضری دیتے ہیں جو کہ ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اور اس امت کے کامل عارف اولیاءِ کرام کو بھی اس مقام سے کچھ

1 ......مدارك، طه، تحت الآية: ۱۳۰، ص۷۰۷، خازن، طه، تحت الآية: ۱۳۰، ۳/۲٦۹، ملتقطاً.

2 ......روح البيان، طه، تحت الآية: ۱۳۰، ٥/٤٤٤-٤٤٥، خازن، طه، تحت الآية: ۱۳۰، ۳/۲٦۹.

حصہ ملتا ہے۔[1]

وَ لَا تَمُدَّنَّ عَیْنَیْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ﳔ لِنَفْتِنَهُمْ فِیْهِؕ-وَ رِزْقُ رَبِّكَ خَیْرٌ وَّ اَبْقٰى ﴿۱۳۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اے سننے والے اپنی آنکھیں نہ پھیلا اس کی طرف جو ہم نے کافروں کے جوڑوں کو برتنے کے لئے دی ہے جیتی دنیا کی تازگی کہ ہم انہیں اس کے سبب فتنہ میں ڈالیں اور تیرے رب کا رزق سب سے اچھا اور سب سے دیرپا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اے سننے والے! ہم نے مخلوق کے مختلف گروہوں کو دنیا کی زندگی کی جو تروتازگی فائدہ اٹھانے کیلئے دی ہے تاکہ ہم انہیں اس بارے میں آزمائیں تو اس کی طرف تو اپنی آنکھیں نہ پھیلا اور تیرے رب کا رزق سب سے اچھا اور سب سے زیادہ باقی رہنے والا ہے۔

﴿ وَ لَا تَمُدَّنَّ عَیْنَیْكَ اِلٰى: اور اس کی طرف تو اپنی آنکھیں نہ پھیلا۔﴾ اس آیت میں بظاہر خطاب نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ہے اور اس سے مراد آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امت ہے اور آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے سننے والے! ہم نے کافروں کے مختلف گروہوں جیسے یہودیوں، عیسائیوں اور مشرکوں وغیرہ کو دنیا کا جو ساز و سامان فائدہ اٹھانے کیلئے دیا ہے وہ اس وجہ سے دیا ہے تاکہ ہم انہیں اس کے سبب اس طرح آزمائش میں ڈالیں کہ ان پر جتنی نعمت زیادہ ہو اتنی ہی ان کی سرکشی اور ان کا طُغیان بڑھے اور وہ سزائے آخرت کے سزاوار ہوں، لہٰذا تو تعجب اور اچھائی کے طور پر اس کی طرف اپنی آنکھیں نہ پھیلا اور آخرت میں تیرے رب عَزَّوَجَلَّ کا رزق جنت اور اس کی نعمتیں سب سے اچھا اور سب سے زیادہ باقی رہنے والا رزق ہے۔[2]

---

1 ......صاوی، طه، تحت الآية: ١٣٠، ١٢٨٧/٤.

2 ......البحر المحيط، طه، تحت الآية: ١٣١، ٢٦٩/٦، مدارك، طه، تحت الآية: ١٣١، ص٧٠٧، خازن، طه، تحت الآية: ١٣١، ٢٦٩/٣-٢٧٠، ملتقطاً.

تفسیر صراط الجنان

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کافروں کے دُنْیَوی ساز وسامان، مال ودولت اورعیش وعشرت کافروں کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک آزمائش ہیں اس لئے مومن کو چاہیے کہ وہ کفار کی ان چیزوں کوتعجب اوراچھائی کی نظر سے نہ دیکھے۔ حضرت حسن بصری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ نافرمانوں کی شان وشوکت اور رعب داب نہ دیکھو بلکہ یہ دیکھو کہ گناہ اور معصیت کی ذلت کس طرح ان کی گردنوں سے نمودار ہے۔[1]

اس میں ان لوگوں کے لئے بڑی نصیحت ہے جو فی زمانہ کفار کی دنیوی ٹیکنالوجی میں ترقی، مال ودولت اور عیش عشرت کی فراوانی دیکھ کر تو ان سے انتہائی مرعوب اور دینِ اسلام سے ناراض دکھائی دیتے ہیں جبکہ انہیں یہ دکھائی نہیں دیتا کہ اس ترقی اور دولت مندی کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے اور اس کے احکام سے سرکشی کرنے میں کتنا آگے بڑھ چکے ہیں، کیا انہوں نے دیکھا نہیں کہ اسی ترقی کے سبب آج کونسا گناہ ایسا ہے جو وہ نہیں کر رہے......؟ فحاشی، عُریانی، بے حیائی اور بے شرمی کی کونسی ایسی حد ہے جو وہ پار نہیں کر چکے......؟ ظلم وستم، سفاکی اور بے رحمی کی کونسی ایسی لکیر ہے جسے وہ مٹا نہیں چکے......؟ مسلمانوں کو ذلت ورسوائی میں ڈبونے کے لئے کون سا ایسا دریا ہے جس کے بند وہ توڑ نہیں چکے......؟ افسوس! ان سب چیزوں کو اپنی جیتی جاگتی آنکھوں سے دیکھنے، سماعت سے بھرپور کانوں سے سننے کے باوجود بھی لوگ عبرت نہیں پکڑتے اور کفار کے عیش وعشرت اور ترقی ودولت کی داستانیں سن سنا کر اور مسلمانوں کی ذلت وغربت کا رونا رو کر نہ صرف خود اسلام سے دور ہوتے چلے جا رہے ہیں بلکہ دوسرے مسلمانوں کو بھی دینِ اسلام سے دور کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں عقلِ سلیم اور ہدایت عطا فرمائے۔

وَ اْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَ اصْطَبِرْ عَلَیْهَاؕ لَا نَسْــٴَـلُكَ رِزْقًاؕ نَحْنُ نَرْزُقُكَؕ وَ الْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ﴿۱۳۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دے اور خود اس پر ثابت رہ کچھ ہم تجھ سے روزی نہیں مانگتے ہم تجھے

[1] ......مدارك، طه، تحت الآية: ۱۳۱، ص۷۰۷.

روزی دیں گے اور انجام کا بھلا پرہیز گاری کے لیے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دو اور خود بھی نماز پر ڈٹے رہو۔ ہم تجھ سے کوئی رزق نہیں مانگتے (بلکہ) ہم تجھے روزی دیں گے اور اچھا انجام پرہیز گاری کے لیے ہے۔

﴿وَاۡمُرۡ اَهۡلَكَ بِالصَّلٰوةِ: اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دو۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جس طرح ہم نے آپ کو نماز ادا کرنے کا حکم دیا اسی طرح آپ بھی اپنے گھر والوں کو نماز پڑھنے کا حکم دیں اور خود بھی نماز ادا کرنے پر ثابت قدم رہیں۔[1]

حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ آٹھ ماہ تک حضرت علی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کے دروازے پر صبح کی نماز کے وقت تشریف لاتے رہے اور فرماتے ''اَلصَّلَاۃُ رَحِمَکُمُ اللّٰہُ، اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا''[2]

گھر والوں کو نماز کا حکم دینا

یاد رہے کہ اس خطاب میں حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امت بھی داخل ہے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ہر امتی کو بھی یہ حکم ہے کہ وہ اپنے گھر والوں کو نماز ادا کرنے کا حکم دے اور خود بھی نماز ادا کرنے پر ثابت قدم رہے۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا قُوۡۤا اَنۡفُسَكُمۡ وَ اَهۡلِیۡكُمۡ نَارًا وَّ قُوۡدُهَا النَّاسُ وَ الۡحِجَارَةُ عَلَیۡهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا یَعۡصُوۡنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمۡ وَ یَفۡعَلُوۡنَ مَا یُؤۡمَرُوۡنَ[3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں، اس پر سختی کرنے والے، طاقتور فرشتے مقرر ہیں جو اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جو انہیں حکم دیا جاتا ہے۔

افسوس! فی زمانہ نماز کے معاملے میں مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ گھر والے نمازیں چھوڑ دیں، انہیں اس کی پرواہ

1 ......روح البیان، طه، تحت الآیة: ۱۳۲، ٥/٤٤٨.

2 ......ابن عساکر، حرف الطاء فی آباء من اسمه علی، علی بن ابی طالب... الخ، ٤۲/۱۳٦.

3 ......التحریم: ٦.

نہیں۔خود کی نمازیں ضائع ہوجائیں، انہیں اس کی فکر نہیں اور کوئی شخص نماز چھوڑنے پر انہیں اُخروی حساب اور عذاب سے ڈرائے، انہیں اس کا احساس نہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت عطا فرمائے اور نہ صرف خود نمازیں ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے بلکہ اپنے گھر والوں کو بھی نمازی بنانے کی ہمت و توفیق نصیب کرے، اٰمین۔

﴿لَا نَسْــٴَـلُكَ رِزْقًا: ہم تجھ سے کوئی رزق نہیں مانگتے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ ہم تجھ سے کوئی رزق نہیں مانگتے اور اس بات کا پابند نہیں کرتے کہ ہماری مخلوق کو روزی دے یا اپنے نفس اور اپنے اہل کی روزی کے ذمہ دار ہو بلکہ ہم تجھے روزی دیں گے اور انہیں بھی، تو روزی کے غم میں نہ پڑ، بلکہ اپنے دل کو امرِ آخرت کے لئے فارغ رکھ کہ جو اللہ تعالیٰ کے کام میں ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی کارسازی کرتا ہے اور آخرت کا اچھا انجام پرہیزگاری اختیار کرنے والوں کے لیے ہے۔[1]

[illegible]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ بندہ اس بات کا پابند ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے کسی کو روزی دینا اس کے ذمے نہیں بلکہ سب کو روزی دینے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہے۔

اسی طرح ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾ مَاۤ اُرِیْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّ مَاۤ اُرِیْدُ اَنْ یُّطْعِمُوْنِ ﴿۵۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِیْنُ [2]

ترجمۂ کنزالعرفان: اور میں نے جن اور آدمی اسی لئے بنائے کہ میری عبادت کریں۔ میں ان سے کچھ رزق نہیں مانگتا اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں۔ بیشک اللہ ہی بڑا رزق دینے والا، قوت والا، قدرت والا ہے۔

یاد رہے کہ ان آیتوں کا منشاء یہ نہیں کہ انسان کمانا چھوڑ دے، کیونکہ کمائی کرنے کا حکم قرآن وحدیث میں بہت جگہ آیا ہے، بلکہ منشاء یہ ہے کہ بندہ کمائی کی فکر میں آخرت سے غافل نہ ہو اور دنیا کمانے میں اتنا مگن نہ ہوجائے کہ حلال وحرام کی تمیز نہ کرے اور نماز، روزے، حج، زکوٰۃ سے غافل ہوجائے۔

افسوس! فی زمانہ مسلمان مال کمانے میں اس قدر مگن ہوچکے ہیں کہ صبح شام، دن رات اسی میں سرگرداں ہیں اور

---

1 ......مدارك، طه، تحت الآية: ١٣٢، ص٧٠٧-٧٠٨.

2 ......الذاريات:٥٦-٥٨.

ان کے پاس اتنی فرصت نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوسکیں اوراس خالق ومالک کو یاد کرسکیں جو حقیقی روزی دینے والا ہے،اوراتنی محنت وکوشش کے باوجود ان کا جو معاشی حال ہے وہ سب کے سامنے ہے کہ آج ہر کوئی رزق کی کمی، مہنگائی، بیماری اور پوری نہیں پڑتی کا رونا رو رہا ہے۔اے کاش! مسلمان رزق حاصل کرنے کے لئے کوشش کرنے کے ساتھ ساتھ اس ذمہ داری کو بھی پورا کرتے جو اللہ تعالیٰ نے ان پر لازم کی ہے تو آج ان کا حال اس سے بہت مختلف ہوتا۔عبرت کے لئے یہاں 3 اَحادیث ملاحظہ فرمائیں

(1)......حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جسے آخرت کی فکر ہو اللہ تعالیٰ اس کا دل غنی کر دیتا ہے اور اس کے بکھرے ہوئے کاموں کو جمع کر دیتا ہے اور دنیا اس کے پاس ذلیل ہو کر آتی ہے اور جسے دنیا کی فکر ہو، اللہ تعالیٰ محتاجی اس کی دونوں آنکھوں کے سامنے اور اس کے جمع شدہ کاموں کو مُنتشر کر دیتا ہے اور دنیا (کا مال) بھی اسے اتنا ہی ملتا ہے جتنا اس کے لئے مقدر ہے۔‘‘[1]

(2)......حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ’’جو شخص تمام فکروں کو چھوڑ کر ایک چیز (یعنی) آخرت کی فکر سے تعلق رکھے گا، اللہ تعالیٰ اس کے تمام دُنْیَوی کام اپنے ذمے لے لے گا اور جو دنیوی فکروں میں مبتلا رہے گا تو اللہ تعالیٰ کو کچھ پرواہ نہیں، خواہ وہ کہیں بھی مرے۔‘‘[2]

(3)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ’’اے انسان! تو میری عبادت کے لئے فارغ ہو جا، میں تیرا سینہ غنا سے بھر دوں گا اور تیری محتاجی کا دروازہ بند کر دوں گا اور اگر تو ایسا نہ کرے گا تو تیرے دونوں ہاتھ مَشاغل سے بھر دوں گا اور تیری محتاجی کا دروازہ بند نہ کروں گا۔‘‘[3]

اس آیت سے اشارۃً یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نیک اعمال سے روزی کے دروازے کھلتے ہیں۔ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًاۙ(۲) وَّ یَرْزُقْهُ   **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لیے

---

1 ......ترمذی، کتاب صفة القيامة، ٣٠-باب، ٤/٢١١، الحديث: ٢٤٧٣.

2 ......ابن ماجه، كتاب الزهد، باب الهمّ بالدنيا، ٤/٤٢٥، الحديث: ٤١٠٦.

3 ......ترمذی، کتاب صفة القيامة، ٣٠-باب، ٤/٢١١، الحديث: ٢٤٧٤.

مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ (1) نکلنے کا راستہ بنا دے گا۔ اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان (بھی) نہ ہو۔

وَ قَالُوْا لَوْ لَا یَاْتِیْنَا بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖؕ اَوَ لَمْ تَاْتِهِمْ بَیِّنَةُ مَا فِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰى(۱۳۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور کافر بولے یہ اپنے رب کے پاس سے کوئی نشانی کیوں نہیں لاتے اور کیا انھیں اس کا بیان نہ آیا جو اگلے صحیفوں میں ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کافروں نے کہا: یہ نبی اپنے رب کے پاس سے کوئی نشانی کیوں نہیں لاتے ؟ اور کیا ان لوگوں کے پاس پہلی کتابوں میں مذکور بیان نہ آیا۔

﴿وَقَالُوْا: اور کافروں نے کہا۔﴾ کثیر نشانیاں آ جانے اور معجزات کا مُتَواتر ظہور ہونے کے باوجود کفار ان سب سے اندھے بنے اور انہوں نے حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نسبت یہ کہہ دیا کہ آپ اپنے ربّ کے پاس سے کوئی ایسی نشانی کیوں نہیں لاتے جو آپ کی نبوت صحیح ہونے پر دلالت کرے، اس کے جواب میں اللّٰہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا ”کیا ان لوگوں کے پاس پہلی کتابوں میں مذکور قرآن اور دو عالَم کے سردار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بشارت اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت و بعثت کا ذکر نہ آیا، یہ کیسی عظیم ترین نشانیاں ہیں اور ان کے ہوتے ہوئے اور کسی نشانی کو طلب کرنے کا کیا موقع ہے۔ (2)

وَ لَوْ اَنَّاۤ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْ لَاۤ اَرْسَلْتَ اِلَیْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰیٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَ نَخْزٰى(۱۳۴) قُلْ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ

(1)......سورۂ طلاق: ۲، ۳.

(2)......ابو سعود، طه، تحت الآية: ۱۳۳، ۳/ ۵۰۰.

فَتَرَبَّصُوْا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَمَنِ اهْتَدٰى ﴿۱۳۵﴾

ع ۸ / ۱۷

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر ہم انہیں کسی عذاب سے ہلاک کردیتے رسول کے آنے سے پہلے تو ضرور کہتے اے ہمارے رب تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم تیری آیتوں پر چلتے قبل اس کے کہ ذلیل و رسوا ہوتے۔ تم فرماؤ سب راہ دیکھ رہے ہیں تو تم بھی راہ دیکھو تو اب جان جاؤ گے کہ کون ہیں سیدھی راہ والے اور کس نے ہدایت پائی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر ہم انہیں رسول کے آنے سے پہلے کسی عذاب سے ہلاک کردیتے تو ضرور کہتے: اے ہمارے رب! تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم ذلیل و رسوا ہونے سے پہلے تیری آیتوں کی پیروی کرتے؟ تم فرماؤ: ہر کوئی انتظار کررہا ہے تو تم بھی انتظار کرو تو عنقریب تم جان لوگے کہ سیدھے راستے والے کون تھے اور کس نے ہدایت پائی؟

﴿وَلَوْ اَنَّاۤ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ: اور اگر ہم انہیں رسول کے آنے سے پہلے کسی عذاب سے ہلاک کردیتے۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اگر ہم نبی کو بھیجے بغیر کفار پر عذاب بھیج دیتے تو قیامت کے دن یہ لوگ شکایت کرتے کہ ہم میں کوئی رسول تو بھیجا ہوتا پھر اگر ہم اس کی اطاعت نہ کرتے تو عذاب کے مستحق ہوتے۔ اب انہیں اس شکایت کا بھی موقع نہیں کیونکہ اب سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تشریف لاچکے ہیں۔

﴿قُلْ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوْا: تم فرماؤ: ہر کوئی انتظار کررہا ہے تو تم بھی انتظار کرو۔﴾ شانِ نزول: مشرکین نے کہا تھا کہ ہم زمانے کے حوادِث اور انقلاب کا انتظار کرتے ہیں کہ کب مسلمانوں پر آئیں اور ان کا قصہ تمام ہو۔ اس پر یہ آیت نازِل ہوئی اور بتایا گیا کہ تم مسلمانوں کی تباہی و بربادی کا انتظار کررہے ہو اور مسلمان تمہارے عقوبت و عذاب کا انتظار کررہے ہیں۔ عنقریب جب خدا کا حکم آئے گا اور قیامت قائم ہوگی تو تم جان لوگے کہ سیدھے راستے والے کون تھے اور کس نے ہدایت پائی؟[1]

[1] ......خازن، طه، تحت الآية: ۱۳۵، ۳/۲۷۰.

سُوْرَةُ الْاَنْبِيَآء

سورۂ انبیاء مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔[1]

اس میں **7** رکوع، **112** آیتیں، **1168** کلمے اور **4890** حروف ہیں۔[2]

اس سورت میں بکثرت انبیاء عَلَیۡهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا ذکر ہے مثلاً حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ، حضرت ہارون، حضرت لوط، حضرت ابراہیم عَلَیۡهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور بالخصوص سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کا ذکر ہے، اسی وجہ سے اس سورت کا نام ''**سُوْرَۃُ الْاَنْبِیَاء**'' ہے۔

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں اسلام کے بنیادی عقائد جیسے توحید، نبوت و رسالت، قیامت کے دن دوبارہ زندہ کئے جانے اور اعمال کی جزاء و سزا ملنے کو دلائل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور اس سورت میں یہ چیزیں بیان کی گئی ہیں:

(1)......اس کی ابتداء میں قیامت کا وقوع اور لوگوں کا حساب قریب ہونے اور لوگوں کے حساب کی سختیوں اور دیگر چیزوں سے غافل ہونے کا ذکر کیا گیا اور یہ بیان کیا گیا ہے کہ لوگ قرآن سننے سے اعراض کرتے ہیں اور دُنْیَوی زندگی کی لذتوں

[1]......خازن، تفسیر سورة الانبیاء... الخ، ٣/٢٧٠.

[2]......خازن، تفسیر سورة الانبیاء... الخ، ٣/٢٧٠.

سے دھوکہ کھائے بیٹھے ہیں۔

(2)......مکہ کے مشرکین کی طرف سے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت کا انکار کرنے کا سبب بیان کیا گیا کہ وہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بھی اپنی طرح کا عام بشر سمجھتے ہیں اس لئے وہ لوگ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان نہیں لاتے ، نیز ان کے اس نظریے کا رد کیا گیا کہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو کوئی وحی وغیرہ نہ اترتی تھی بلکہ وہ صرف عام بشر تھے جو کھاتے پیتے اور بازاروں میں چلتے تھے، پھر انہیں بتایا گیا کہ سابقہ امتیں اپنے انبیاء اور رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلانے کی وجہ سے تباہ و برباد کر دی گئیں تو کفارِ مکہ کو بھی ڈرنا چاہئے کہ کہیں ان کی طرح انہیں بھی ہلاک نہ کر دیا جائے۔

(3)......کفارِ مکہ نے مطالبہ کیا کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سابقہ انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرح اپنی صداقت پر دلالت کرنے والی کوئی نشانی لائیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کیا اور بیان فرمایا کہ ان انبیاء کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے معجزات عارضی تھے اور میرے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قرآن کی صورت میں جو معجزہ لے کر آئے ہیں یہ تا قیامت باقی رہنے والا اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے وصال کے بعد بھی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت کی دلیل ہے تو کیا ان کی صداقت کے لئے کفار کو یہ معجزہ کافی نہیں۔

(4)......کفار فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہتے تھے،ان کے اس عقیدے کا رد کیا گیا کہ فرشتے تو اللہ تعالیٰ کی فرمانبردار اور عبادت گزار مخلوق ہے۔

(5)......اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت اور معبود ہونے پر مختلف دلائل ذکر فرمائے جیسے زمین و آسمان کی پیدائش، دن اور رات کے سلسلے کو قائم کرنا اللہ تعالیٰ کی قدرت و وحدانیت کی دلیل ہے،اسی طرح وحدانیت پر یہ دلیل قائم فرمائی کہ اگر اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا خدا ہوتا تو کائنات کا نظام درہم برہم ہو جاتا۔

(6)......انہی آیات کے ضمن میں حضرت موسیٰ، حضرت ہارون، حضرت ابراہیم، حضرت لوط، حضرت اسحاق، حضرت یعقوب، حضرت نوح، حضرت داؤد، حضرت سلیمان، حضرت ایوب، حضرت اسماعیل، حضرت ادریس، حضرت ذوالکفل، حضرت یونس، حضرت زکریا، حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعات بیان فرمائے گئے۔

(7)......ان واقعات کو بیان کرنے کے بعد فرمایا گیا کہ سب انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا یہی ایک مقصد تھا کہ وہ مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دیں۔ ایمان لانے والوں اور نیک اعمال کرنے والوں کو اچھی جزاء کی بشارت سنا

کر مطمئن کریں اور یہ بیان کردیں کہ دنیا میں عذاب یافتہ امتیں آخرت میں اللہ تعالیٰ کی طرف ضرور لوٹیں گی اور جہنم کے عذاب میں مبتلا ہوں گی۔

(8)......قیامت قائم ہونے کی ایک علامت بیان کی گئی کہ وہ دیوار ٹوٹ جائے گی جس نے یاجوج اور ماجوج کو روک کر رکھا ہوا ہے۔

(9)......قیامت کے دن کی ہولناکیاں اور وہ شدید عذاب بیان کیا گیا جس کا سامنا کفار کریں گے اور یہ ذکر کیا گیا کہ کفار اور ان کے باطل معبود جہنم کا ایندھن بنیں گے، اس زمین کو دوسری زمین سے بدل دیا جائے گا، آسمانوں کو لپیٹ دیا جائے گا، نیک لوگ ابدی نعمتوں سے اپنا حصہ پائیں گے اور جنت میں اپنی اپنی زمین کے وارث ہوں گے۔

(10)......اس سورت کے آخر میں بیان کیا گیا کہ سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سب جہانوں کے لئے رحمت بن کر آئے ہیں اور ان کی طرف یہ وحی کی گئی ہے کہ معبود صرف اللہ تعالیٰ ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں، وہ اللہ تعالیٰ کے احکام بجالائیں اور لوگوں کو قریب آنے والے عذاب اور حتمی طور پر واقع ہونے والی قیامت سے ڈرائیں اور یہ بتا دیں کہ انہیں مہلت ملنا اور عذاب میں تاخیر ہونا ایک امتحان ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور ان کے دشمنوں کے درمیان فیصلہ فرمادے گا اور کفار کی تہمتوں اور بہتانوں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا مددگار رہے۔

سورۂ طٰہٰ کے ساتھ مناسبت

سورۂ انبیاء کی اپنے سے ماقبل سورت ''طٰہٰ'' کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سورۂ طٰہٰ کے آخر میں قیامت کے آنے سے خبردار کیا گیا تھا اور سورۂ انبیاء کی ابتداء میں بھی قیامت کے آنے سے خبردار کیا گیا ہے۔ اسی طرح سورۂ طٰہٰ میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ دنیا کی زیب و زینت اور آرائش کی طرف نظر نہیں کرنی چاہئے کیونکہ یہ سب زائل ہونے والی ہیں اور سورۂ انبیاء میں بیان کیا گیا کہ لوگوں کا حساب قریب ہے اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ دنیا کی فانی نعمتوں میں دل لگانے کی بجائے ان چیزوں کی تیاری کی طرف توجہ دینی چاہئے جن کا ہم سے حساب لیا جانا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَ هُمْ فِیْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ۚ(۱)

ترجمۂ کنزالایمان: لوگوں کا حساب نزدیک اور وہ غفلت میں منہ پھیرے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: لوگوں کا حساب قریب آگیا اور وہ غفلت میں منہ پھیرے ہوئے ہیں۔

﴿اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ: لوگوں کا حساب قریب آگیا۔﴾ اس آیت کے شانِ نزول کے بارے میں ایک قول یہ ہے یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو مرنے کے بعد زندہ کئے جانے کو نہیں مانتے تھے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اِس آیت میں اگرچہ اُس وقت کفارِ قریش کی طرف اشارہ کیا گیا ہے لیکن لفظ ''اَلنَّاسُ'' میں عموم ہے (اور اس سے تمام لوگ مراد ہیں۔) نیز یہاں قیامت کے دن کو گزرے ہوئے زمانہ کے اعتبار سے قریب فرمایا گیا کیونکہ جتنے دن گزرتے جاتے ہیں آنے والا دن قریب ہوتا جاتا ہے۔

اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ لوگوں نے دنیا میں جو بھی عمل کئے ہیں اور ان کے بدنوں، ان کے جسموں، ان کے کھانے پینے کی چیزوں اور ان کے ملبوسات میں اور ان کی دیگر ضروریات پوری کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں جو بھی نعمتیں عطا کی ہیں، ان کے حساب کا وقت (روزِ قیامت) قریب آگیا ہے اور اس وقت ان سے پوچھا جائے گا کہ ان نعمتوں کے بدلے میں انہوں نے کیا عمل کئے، آیا انہوں نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور اس کے دیئے ہوئے حکم پر عمل کیا اور جس چیز سے اس نے منع کیا اس سے رک گئے یا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کی، اس سنگین صورتِ حال کے باوجود لوگوں کی غفلت کا حال یہ ہے کہ وہ اپنا محاسبہ کئے جانے سے اور قیامت کے دن پیش آنے والی عظیم مصیبتوں اور شدید ہولناکیوں سے بے فکر ہیں اور اس کے لئے تیاری کرنے سے منہ پھیرے ہوئے ہیں اور انہیں اپنے انجام کی

کوئی پرواہ نہیں۔[1]

[illegible]

یہاں اگرچہ کفار کی روش کو بیان کیا گیا ہے لیکن افسوس! فی زمانہ مسلمانوں میں بھی قیامت کے دن اپنے اعمال کے حساب سے غفلت بہت عام ہوچکی ہے اور آج انہیں بھی جب نصیحت کی جاتی ہے اور موت کی تکلیف، قبر کی تنگی، قیامت کی ہولناکی، حساب کی سختی اور جہنم کے دردناک عذاب سے ڈرایا جاتا ہے تو یہ عبرت و نصیحت حاصل کرنے کی بجائے منہ پھیر کر گزر جاتے ہیں، حالانکہ مسلمان کی یہ شان نہیں کہ وہ ایسا طرزِ عمل اختیار کرے جو کافروں اور مشرکوں کا شیوہ ہو۔

امام محمد غزالی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ فرماتے ہیں ''اے انسان! تجھے اپنے کریم رب عَزَّوَجَلَّ کے بارے میں کس چیز نے دھوکے میں ڈال رکھا ہے کہ تو دروازے بند کر کے، پردے لٹکا کر اور لوگوں سے چھپ کر فسق و فجور اور گناہوں میں مبتلا ہو گیا! (تو لوگوں کے خبردار ہونے سے ڈرتا ہے حالانکہ تجھے پیدا کرنے والے سے تیرا کوئی حال چھپا ہوا نہیں،) جب تیرے اَعضا تیرے خلاف گواہی دیں گے (اور جو کچھ تو لوگوں سے چھپ کر کرتا رہا وہ سب ظاہر کر دیں گے) تو اس وقت تو کیا کرے گا۔ اے غافلوں کی جماعت! تمہارے لئے مکمل خرابی ہے، اللہ تعالیٰ تمہارے پاس سیّد المرسلین صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کو بھیجے اور آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ پر روشن کتاب نازل فرمائے (جس میں ہر چیز کی تفصیل موجود ہے) اور تمہیں قیامت کے اوصاف کی خبر دے، پھر تمہاری غفلت سے بھی تمہیں آگاہ کرتے ہوئے ارشاد فرمائے کہ

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ۚ ﴿۱﴾ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ ۙ ﴿۲﴾ لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ ؕ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: لوگوں کا حساب قریب آ گیا اور وہ غفلت میں منہ پھیرے ہوئے ہیں۔ جب ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے کوئی نئی نصیحت آتی ہے تو اسے کھیلتے ہوئے ہی سنتے ہیں۔ ان کے دل کھیل میں پڑے ہوئے ہیں۔

پھر وہ ہمیں قیامت قریب ہونے کے بارے میں بتاتے ہوئے ارشاد فرمائے کہ

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ[3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: قیامت قریب آ گئی اور چاند پھٹ گیا۔

---

[1] ......خازن، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۱، ۳/۲۷۰-۲۷۱، مدارک، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۱، ص۷۰۹، تفسیر طبری، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۱، ۹/۳، ملتقطاً۔

[2] ......انبیاء: ۱-۳۔ [3] ......قمر: ۱۔

اور ارشاد فرمائے کہ

اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًاۙ(۶) وَّ نَرٰىهُ قَرِيْبًا [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہ اسے دور سمجھ رہے ہیں ۔ اور ہم اسے قریب دیکھ رہے ہیں۔

اور ارشاد فرمائے کہ:

وَ مَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم کیا جانو شاید قیامت قریب ہی ہو۔

اس کے بعد تمہاری سب سے اچھی حالت تو یہ ہونی چاہئے کہ تم اس قرآنِ عظیم کے دیئے درس پر عمل کرو، لیکن اس کے برعکس تمہارا حال یہ ہے کہ تم اس قرآن کے معانی میں غور وفکر نہیں کرتے اور روزِ قیامت کے بے شمار اَوصاف اور ناموں کو (عبرت کی نگاہ سے) نہیں دیکھتے اور اس دن کی مصیبتوں سے نجات حاصل کرنے کے لیے کوشش نہیں کرتے ۔ ہم اس غفلت سے اللّٰہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں (اور دعا کرتے ہیں کہ) اللّٰہ تعالیٰ اپنی وسیع رحمت سے اس غفلت کو دور فرمائے۔[3] اور ہر مسلمان کو اس فانی دنیا سے بے رغبت ہو کر نیک اعمال کی کثرت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ترغیب کے لئے یہاں دو حکایات ملاحظہ ہوں:

حضرت عامر بن ربیعہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ ایک عربی ان کے پاس آیا، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس کا نہایت اِکرام کیا اور اس کے متعلق حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کلام کیا۔ وہ شخص جب دوبارہ حضرت عامر بن ربیعہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس آیا تو اس نے کہا کہ میں نے رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ایک وادی طلب کی ہے جس سے بہتر عرب میں کوئی وادی نہیں ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تمہارے لیے اس میں سے کچھ حصہ علیحدہ کر دوں جو تمہارے اور تمہاری اولاد کے کام آئے۔ حضرت عامر بن ربیعہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس سے کہا کہ ''ہمیں تیری جائیداد کی کوئی ضرورت نہیں، کیونکہ آج ایک سورت نازل ہوئی ہے اس نے ہمیں دنیا کی لذتیں بھلا

1 ......معارج ٦، ٧.

2 ......احزاب: ٦٣.
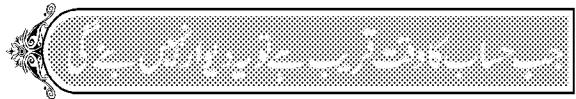
3 ......احياء علوم الدين، كتاب ذكر الموت وما بعده، الشطر الثاني من كتاب ذكر الموت في احوال الميت... الخ، صفة يوم القيامة ودواهيه واساميه، ٥/٢٧٦.

دی ہیں (اوراس میں یہ آیت ہے) ''اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِیْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ''لوگوں کا حساب قریب آ گیا اور وہ غفلت میں منہ پھیرے ہوئے ہیں۔[1]

ایک روایت میں ہے کہ رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ میں سے ایک صحابی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ دیوار بنا رہے تھے، جس دن یہ سورت نازل ہوئی اس دن ان کے پاس سے ایک شخص گزرا تو انہوں نے اس سے پوچھا'' آج قرآن پاک میں کیا نازل ہوا ہے؟ اس نے بتایا کہ یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی ہے ''اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِیْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ''لوگوں کا حساب قریب آ گیا اور وہ غفلت میں منہ پھیرے ہوئے ہیں۔'' ان صحابی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے جب یہ سنا تو اسی وقت دیوار بنانے سے ہاتھ جھاڑ لیے اور کہا: اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! جب حساب کا وقت قریب آ گیا ہے تو پھر یہ دیوار نہیں بنے گی۔[2]

اللّٰہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کی توفیق سے ہمارے دلوں میں بھی دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی فکر پیدا ہو جائے اور ہم بھی اپنی اُخروی زندگی بہتر سے بہتر بنانے کی کوششوں میں مصروف ہو جائیں۔

مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ ﴿۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جب ان کے رب کے پاس سے انہیں کوئی نئی نصیحت آتی ہے تو اسے نہیں سنتے مگر کھیلتے ہوئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جب ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے کوئی نئی نصیحت آتی ہے تو اسے کھیلتے ہوئے ہی سنتے ہیں۔

﴿مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ: جب ان کے پاس کوئی نصیحت آتی ہے۔﴾ یعنی جب اللّٰہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن مجید میں نصیحت آمیز کوئی ایسی آیت نازل ہوتی ہے جو انہیں اعلیٰ طریقے سے اخروی حساب کی یاد دلائے اور اس سے غفلت کا شکار ہونے پر کامل طریقے سے تنبیہ کرے تو یہ اس میں غور و فکر کر کے عبرت و نصیحت حاصل کرنے اور اپنی غفلت دور کرنے کی بجائے

1 ……ابن عساكر، حرف العين، ذكر من اسمه عامر، عامر بن ربيعة بن كعب بن مالك... الخ، ٣٢٧/٢٥.

2 ……قرطبی، الانبياء، تحت الآية: ١، ١٤٥/٦، الجزء الحادی عشر.

اسے کھیلتے اور مذاق مسخری کرتے ہوئے ہی سنتے ہیں اور آنے والے وقت کے لئے کچھ تیاری نہیں کرتے۔ [1]

لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ ؕ وَ اَسَرُّوا النَّجْوَى ۗ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۖ هَلْ هٰذَاۤ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۚ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَ اَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ﴿۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ان کے دل کھیل میں پڑے ہیں اور ظالموں نے آپس میں خفیہ مَشْوَرَت کی کہ یہ کون ہیں ایک تم ہی جیسے آدمی تو ہیں کیا جادو کے پاس جاتے ہو دیکھ بھال کر۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان کے دل کھیل میں پڑے ہوئے ہیں اور ظالموں نے آپس میں خفیہ مشورہ کیا کہ یہ (نبی) تمہارے جیسے ایک آدمی ہی تو ہیں تو کیا تم خود دیکھنے کے باوجود جادو کے پاس جاتے ہو؟

﴿لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ: ان کے دل کھیل میں پڑے ہوئے ہیں۔﴾ دل کھیل میں پڑے ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل ہیں اور بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ جو دل دنیا کے احوال میں مشغول اور آخرت کے احوال سے غافل ہو وہ کھیل میں پڑا ہوا ہے۔ [2]

﴿وَ اَسَرُّوا النَّجْوَى ۗ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا: اور ظالموں نے آپس میں خفیہ مشورہ کیا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ کافروں نے آپس میں خفیہ مشورہ کیا اور اسے چھپانے میں بہت مبالغہ کیا مگر اللہ تعالیٰ نے ان کا راز فاش کر دیا اور بیان فرما دیا کہ وہ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بارے میں یوں کہتے ہیں کہ یہ تمہارے جیسے ایک آدمی ہی تو ہیں۔ [3] یہ کفر کا ایک اصول تھا کہ جب یہ بات لوگوں کے ذہن نشین کر دی جائے گی کہ وہ تم جیسے بشر ہیں تو پھر کوئی ان پر ایمان نہ لائے گا۔ کفار یہ بات کہتے وقت جانتے تھے کہ ان کی بات کسی کے دل میں جمے گی نہیں کیونکہ لوگ رات دن معجزات دیکھتے ہیں، وہ کس طرح باور کر سکیں گے کہ حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہماری طرح بشر ہیں اس لئے انہوں نے معجزات

1 ......روح البيان، الانبياء، تحت الآية: ٢، ٥/٤٥٢، خازن، الانبياء، تحت الآية: ٢، ٣/٢٧١، ملتقطاً.

2 ......خازن، الانبياء، تحت الآية: ٣، ٣/٢٧١، روح البيان، الانبياء، تحت الآية: ٣، ٥/٤٥٢، ملتقطاً.

3 ......خازن، الانبياء، تحت الآية: ٣، ٣/٢٧١.

کو جادو بتا دیا اور کہا کہ کیا تم خود دیکھنے اور جاننے کے باوجود جادو کے پاس جاتے ہو؟

قٰلَ رَبِّیْ یَعْلَمُ الْقَوْلَ فِی السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ٘ وَ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: نبی نے فرمایا میرا رب جانتا ہے آسمانوں اور زمین میں ہر بات کو اور وہی ہے سنتا جانتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: نبی نے فرمایا: میرا رب آسمانوں اور زمین میں ہر بات کو جانتا ہے اور وہی سننے والا جاننے والا ہے۔

﴿قٰلَ: نبی نے فرمایا۔﴾ جب حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف کفار کے اقوال اور احوال کی وحی کی گئی تو اس کے بعد آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''کفار کی خفیہ باتوں کو جاننا تو کچھ بھی نہیں، میرے رب عَزَّوَجَلَّ کی شان تو یہ ہے کہ وہ آسمانوں اور زمین میں ہونے والی ہر بات کو جانتا ہے خواہ وہ پوشیدہ طور پر کہی گئی ہو یا اعلانیہ کہی گئی ہو اور اس سے کوئی چیز چھپ نہیں سکتی خواہ وہ کتنے ہی پردے اور راز میں رکھی گئی ہو اور وہی سننے والا جاننے والا ہے، تو وہی کفار کے اَقوال اور اَفعال کی انہیں سزا دے گا۔ (1)

بَلْ قَالُوْۤا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍۭ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ۚۖ فَلْیَاْتِنَا بِاٰیَةٍ كَمَاۤ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ ﴿۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بلکہ بولے پریشان خوابیں ہیں بلکہ ان کی گڑھت ہے بلکہ یہ شاعر ہیں تو ہمارے پاس کوئی نشانی لائیں جیسے اگلے بھیجے گئے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بلکہ کہا: جھوٹے خواب ہیں بلکہ خود اس (نبی) نے اپنی طرف سے بنالیا ہے بلکہ یہ شاعر ہیں (اگر نبی ہیں) تو ہمارے پاس کوئی نشانی لائیں جیسے پہلے رسولوں کو بھیجا گیا تھا۔

---

1 ......روح البیان، الانبیاء، تحت الآیة: ٤، ٥، ٤٥٣/٥.

﴿بَلْ قَالُوْۤا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ : بلکہ کہا: جھوٹے خواب ہیں ۔﴾ جب کافروں کا راز ظاہر فرما دیا گیا تو اس کے بعد انہیں قرآنِ کریم سے سخت پریشانی اور حیرانی لاحق ہوگئی کہ اس کا کس طرح انکار کریں کیونکہ یہ ایک ایسا روشن اور واضح معجزہ ہے جس نے تمام ملک کے مایہ ناز ماہروں کو عاجز و حیرت زدہ کر دیا ہے اور وہ اس کی دو چار آیتوں کی مثل کلام بنا کر نہیں لا سکے، اس پریشانی میں اُنہوں نے قرآنِ کریم کے بارے میں مختلف قسم کی باتیں کہیں اور کہنے لگے: بلکہ نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جو قرآن لائے ہیں یہ جھوٹے خواب ہیں اور ان کو نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اللہ تعالیٰ کی وحی سمجھ گئے ہیں۔ کفار نے یہ کہہ کر سوچا کہ یہ بات چسپاں نہیں ہو سکے گی تو اب اس کو چھوڑ کر کہنے لگے: بلکہ خود اس نبی نے اپنی طرف سے بنالیا ہے۔ یہ کہہ کر انہیں خیال ہوا کہ لوگ کہیں گے: اگر یہ کلام حضرت محمد مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا بنایا ہوا ہے اور تم انہیں اپنے جیسا بشر بھی کہتے ہو تو تم ایسا کلام کیوں نہیں بنا سکتے؟ یہ خیال کر کے اس بات کو بھی چھوڑا اور کہنے لگے: بلکہ یہ شاعر ہیں اور یہ کلام شعر ہے۔ الغرض کفار اسی طرح کی باتیں بناتے رہے اور کسی ایک بات پر قائم نہ رہ سکے۔ اب کفار نے سمجھا کہ ان باتوں میں سے کوئی بات بھی چلنے والی نہیں ہے، تو کہنے لگے: اگر یہ نبی ہیں تو ہمارے پاس کوئی نشانی لائیں جیسے پہلے رسولوں کو نشانیوں کے ساتھ بھیجا گیا تھا۔ (1)

اہلِ باطل اور جھوٹوں کا ایک بات پر قائم نہ رہنا

اہلِ باطل اور جھوٹوں کا یہی حال ہوتا ہے کہ وہ کسی ایک بات پر قائم نہیں رہتے بلکہ ایک کے بعد دوسری اور دوسری کے بعد تیسری بات کی طرف منتقل ہوتے رہتے ہیں اور اس کی ایک وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ بات کرنے کے بعد خود حیران ہوتے ہیں کہ ہم نے کہہ کیا دیا ہے۔

مَاۤ اٰمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا ۚ اَفَهُمْ يُؤْمِنُوْنَ ۝۶

ترجمۂ کنزالایمان: ان سے پہلے کوئی بستی ایمان نہ لائی جسے ہم نے ہلاک کیا تو کیا یہ ایمان لائیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان سے پہلے جو بستی ایمان نہ لائی ہم نے اسے ہلاک کر دیا تو کیا یہ ایمان لے آئیں گے؟

(1)......البحر المحيط، الانبياء، تحت الآية: ٥، ٦/٢٧٦، قرطبی، الانبياء، تحت الآية: ٥، ٦/١٤٨، الجزء الحادی عشر، ملتقطاً.

﴿مَاۤ اٰمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْیَةٍ: ان سے پہلے جو بستی ایمان نہ لائی۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفار کی باتوں کا رد فرمایا اورانہیں جواب دیا ہے۔اس کے معنی یہ ہیں کہ کفارِ مکہ سے پہلے لوگوں نے بھی اپنے انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام سے نشانیوں کا مطالبہ کیا اور نشانیاں آنے کی صورت میں ایمان لانے کا عہد کیا اور جب ان کے پاس وہ مطلوبہ نشانیاں آئیں تو وہ ان انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام پر ایمان نہ لائے اور ان کی تکذیب کرنے لگے اور اس سبب سے ان کفار کو ہلاک کر دیا گیا تو کیا یہ کفارِ مکہ نشانی دیکھ کر ایمان لے آئیں گے؟ حالانکہ اِن کی سرکشی اُن سے بڑھی ہوئی ہے۔[1]

وَمَاۤ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْۤ اِلَیْهِمْ فَسْـَٔلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۷

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے تم سے پہلے نہ بھیجے مگر مرد جنہیں ہم وحی کرتے تو اے لوگو علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہ ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے تم سے پہلے مرد ہی بھیجے جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے۔تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تم نہیں جانتے۔

﴿وَمَاۤ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْۤ اِلَیْهِمْ: اور ہم نے تم سے پہلے مرد ہی بھیجے جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے۔﴾ یہاں کفارِ مکہ کے سابقہ کلام کا رد کیا جا رہا ہے کہ انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کا بشری صورت میں ظہور فرمانا نبوت کے منافی نہیں کیونکہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سے پہلے بھی ہمیشہ ایسا ہی ہوتا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی قوم کی طرف فرشتے کو رسول بنا کر نہیں بھیجا بلکہ سابقہ قوموں کے پاس بھی اللہ تعالیٰ نے جو نبی اور رسول بھیجے وہ سب انسان اور مرد ہی تھے اور ان کی طرف اللہ تعالیٰ کی جانب سے فرشتوں کے ذریعے احکامات وغیرہ کی وحی کی جاتی تھی اور جب اللہ تعالیٰ کا دستور ہی یہ ہے تو پھر سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے بشری صورت میں ظہور فرمانے پر کیا

[1]......مدارك، الانبياء، تحت الآية: ٦، ص٧٠٩.

اعتراض ہے۔ [1]

اس سے معلوم ہوا کہ تمام انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام مرد تھے، کوئی عورت نبی نہ ہوئی۔

﴿فَسْـَٔلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ: تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تم نہیں جانتے۔﴾ آیت کے اس حصے میں کفارِ مکہ سے فرمایا گیا کہ اگر تمہیں گزشتہ زمانوں میں تشریف لانے والے رسولوں کے احوال معلوم نہیں تو تم اہلِ کتاب کے ان علماء سے پوچھ لو جنہیں ان کے احوال کا علم ہے، وہ تمہیں حقیقتِ حال کی خبر دیں گے۔ [2]

ضروری معلومات نہ ہونے اور نہ سیکھنے کے نقصانات

اس آیت میں نہ جاننے والے کو جاننے والے سے پوچھنے کا حکم دیا گیا کیونکہ ناواقف کے لئے اس کے علاوہ اور کوئی چارہ ہی نہیں کہ وہ واقف سے دریافت کرے اور جہالت کے مرض کا علاج بھی یہی ہے کہ عالم سے سوال کرے اور اس کے حکم پر عمل کرے اور جو اپنے اس مرض کا علاج نہیں کرتا وہ دنیا و آخرت میں بہت نقصان اٹھاتا ہے۔ یہاں اس کے چند نقصانات ملاحظہ ہوں

(1)......ایمان ایک ایسی اہم ترین چیز ہے جس پر بندے کی اُخروی نجات کا دارو مدار ہے اور ایمان صحیح ہونے کے لئے عقائد کا درست ہونا ضروری ہے، لہٰذا صحیح اسلامی عقائد سے متعلق معلومات ہونا لازمی ہے۔ اب جسے اُن عقائد کی معلومات نہیں جن پر بندے کا ایمان درست ہونے کا مدار ہے تو وہ اپنے گمان میں یہ سمجھ رہا ہوگا کہ میرا ایمان صحیح ہے لیکن حقیقت اس کے برعکس بھی ہوسکتی ہے اور اگر حقیقت برعکس ہوئی اور حالتِ کفر میں مرگیا تو آخرت میں ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہنا پڑے گا اور اس کے انتہائی دردناک عذابات سہنے ہوں گے۔

(2)......فرض و واجب اور دیگر عبادات کو شرعی طریقے کے مطابق ادا کرنا ضروری ہے، اس لئے ان کے شرعی طریقے کی معلومات ہونا بھی ضروری ہے۔ اب جسے عبادات کے شرعی طریقے اور اس سے متعلق دیگر ضروری چیزوں کی معلومات نہیں ہوتیں اور نہ وہ کسی عالم سے معلومات حاصل کرتا ہے تو مشقت اٹھانے کے سوا اسے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ جیسے نماز کے درست اور قابلِ قبول ہونے کے لئے ''طہارت'' ایک بنیادی شرط ہے اور جس کی طہارت درست نہ ہو تو وہ اگرچہ
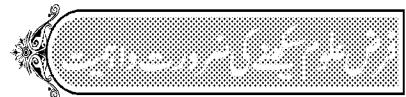
---

1 ......خازن، الانبياء، تحت الآية: ۷، ۳/۲۷۲، روح البيان، الانبياء، تحت الآية: ۷، ۵/۴۵۵، تفسير كبير، الانبياء، تحت الآية: ۷، ۸/۱۲۲، ملتقطاً.

2 ......جلالين مع صاوی، الانبياء، تحت الآية: ۷، ۴/۱۲۹۱.

برسوں تک تہجد کی نماز پڑھتا رہے، پابندی کے ساتھ پانچوں نمازیں باجماعت ادا کرتا رہے اور ساری ساری رات نوافل پڑھنے میں مصروف رہے، اس کی یہ تمام عبادات رائیگاں جائیں گی اور وہ ان کے ثواب سے محروم رہے گا۔

(3)......کاروباری، معاشرتی اور ازدواجی زندگی کے بہت سے معاملات ایسے ہیں جن کے لئے شریعت نے کچھ اصول اور قوانین مقرر کئے ہیں اور انہی اصولوں پر اُن معاملات کے حلال یا حرام ہونے کا مدار ہے اور جسے ان اصول وقوانین کی معلومات نہ ہو اور نہ ہی وہ کسی سے ان کے بارے میں معلومات حاصل کرے تو حلال کی بجائے حرام میں مبتلا ہونے کا چانس زیادہ ہے اور حرام میں مبتلا ہونا خود کو اللّٰہ تعالٰی کے عذاب کا حقدار ٹھہرانا ہے۔

سرِ دست یہ تین بنیادی اور بڑے نقصانات عرض کئے ہیں ورنہ شرعی معلومات نہ لینے کے نقصانات کی ایک طویل فہرست ہے جسے یہاں ذکر کرنا ممکن نہیں۔ دعا ہے کہ اللّٰہ تعالٰی ہر مسلمان کو عقائد، عبادات، معاملات اور زندگی کے ہر شعبے میں شرعی معلومات حاصل کرنے اور اس کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

فرض علوم سیکھنے کی ضرورت و اہمیت

یہاں میری ایک کتاب ’’علم اور علماء کی اہمیت‘‘ سے فرض علوم کی اہمیت وضرورت پر ایک مضمون ملاحظہ ہو، چنانچہ اس میں ہے کہ یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ ہر آدمی پر اپنی ضرورت کے مسائل سیکھنا ضروری ہے نمازی پر نماز کے، روزہ رکھنے والے پر روزے کے، زکوٰۃ دینے والے پر زکوٰۃ کے، حاجی پر حج کے، تجارت کرنے والے پر خرید و فروخت کے، قسطوں پر کاروبار کرنے والے کے لئے اس کاروبار کے، مزدوری پر کام کرنے والے کے لئے اجارے کے، شرکت پر کام کرنے والے کے لئے شرکت کے، مُضاربت کرنے والے پر مضاربت کے (مضاربت یہ ہوتی ہے کہ مال ایک کا ہے اور کام دوسرا کرے گا)، طلاق دینے والے پر طلاق کے، میت کے کفن و دفن کرنے والے پر کفن و دفن کے، مساجد و مدارس، یتیم خانوں اور دیگر ویلفیئرز کے مُتَوَلّیوں پر وقف اور چندہ کے مسائل سیکھنا فرض ہے۔ یونہی پولیس، بجلی سپلائی کرنے والی کمپنیوں اور دیگر محکموں کے ملازمین نیز جج اور کسی بھی ادارے کے افسر و ناظمین پر رشوت کے مسائل سیکھنا فرض ہیں۔ اسی طرح عقائد کے مسائل سیکھنا یونہی حسد، بغض، کینہ، تکبر، ریا وغیرہا جملہ اُمور کے متعلق مسائل سیکھنا ہر اس شخص پر لازم ہے جس کا ان چیزوں سے تعلق ہو پھر ان میں فرائض مُحَرّمات کا علم فرض اور واجبات

ومکروہِ تحریمی کا علم سیکھنا واجب ہے اور سنتوں کا علم سیکھنا سنت ہے۔

اس مفہوم کی ایک حدیث حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم سے روایت ہے، سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: علم کا طلب کرنا ہر مومن پر فرض ہے یہ کہ وہ روزہ، نماز اور حرام اور حدود اور احکام کو جانے۔[1]

اس حدیث کی شرح میں خطیب بغدادی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اس فرمان ''علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے'' کا معنی یہ ہے کہ ہر شخص پر فرض ہے کہ وہ اپنی موجودہ حالت کے مسائل سیکھے جس پر اس کی لاعلمی کو قدرت نہ ہو۔[2]

اسی طرح کا ایک اور قول حضرت حسن بن ربیع رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللّٰہ بن مبارک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے پوچھا کہ **طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ** کی تفسیر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ وہ علم نہیں ہے جس کو تم آج کل حاصل کر رہے ہو بلکہ علم کا طلب کرنا اس صورت میں فرض ہے کہ آدمی کو دین کا کوئی مسئلہ پیش آئے تو وہ اس مسئلے کے بارے میں کسی عالم سے پوچھے یہاں تک کہ وہ عالم اسے بتادے۔[3]

حضرت علی بن حسن بن شقیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہے کہ میں نے حضرت عبداللّٰہ بن مبارک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے پوچھا: علم سیکھنے کے اندر وہ کیا چیز ہے جو لوگوں پر فرض ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ یہ ہے کہ آدمی کسی کام کی طرف قدم نہ اٹھائے جب تک اس کے بارے میں سوال کر کے اس کا حکم سیکھ نہ لے، یہ وہ علم ہے جس کا سیکھنا لوگوں پر واجب ہے۔ اور پھر اپنے اس کلام کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: اگر کسی بندے کے پاس مال نہ ہو تو اس پر واجب نہیں کہ زکوٰۃ کے مسائل سیکھے بلکہ جب اس کے پاس دو سو درہم (ساڑھے باون تولے چاندی یا ساڑھے سات تولے سونا) آجائے تو اس پر یہ سیکھنا واجب ہوگا کہ وہ کتنی زکوٰۃ ادا کرے گا؟ اور کب نکالے گا؟ اور کہاں نکالے گا؟ اور اسی طرح بقیہ تمام چیزوں کے احکام ہیں۔ (یعنی جب کوئی چیز پیش آئے گی تو اس کی ضرورت کے مسائل سیکھنا ضروری ہو جائے گا)[4]

امام ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ''ہر مسلمان پر یہ بات واجب ہے کہ وہ کھانے

---

1 ......الفقيه والمتفقه، وجوب التفقّه في الدّين على كافة المسلمين، ١/١٦٨، الحديث: ١٥٧.

2 ......الفقيه والمتفقه، وجوب التفقّه في الدّين على كافة المسلمين، ١/١٧١.

3 ......الفقيه والمتفقه، وجوب التفقّه في الدّين على كافة المسلمين، ١/١٧١، روايت نمبر: ١٦٢.

4 ......الفقيه والمتفقه، وجوب التفقّه في الدّين على كافة المسلمين، ١/١٧١، روايت نمبر: ١٦٣.

پینے، پہننے میں اور پوشیدہ امور کے متعلق ان چیزوں کا علم حاصل کرے جو اس کے لیے حلال ہیں اور جو اس پر حرام ہیں۔ یونہی خون اور اموال میں جو اس پر حلال ہے یا حرام ہے یہ وہ تمام چیزیں ہیں جن سے بے خبر (غافل) رہنا کسی کو بھی جائز نہیں ہے اور ہر شخص پر فرض ہے کہ وہ ان چیزوں کو سیکھے۔۔۔۔اور امام یعنی حاکمِ وقت عورتوں کے شوہروں کو اور لونڈیوں کے آقاؤں کو مجبور کرے کہ وہ انہیں وہ چیزیں سکھائیں جن کا ہم نے ذکر کیا اور حاکمِ وقت پر فرض ہے کہ وہ لوگوں کی اس بارے میں پکڑ کرے اور جاہلوں کو سکھانے کی جماعتیں ترتیب دے اور ان کے لئے بیت المال کے اندر رزق مقرر کرے اور علماء پر واجب ہے کہ وہ جاہلوں کو وہ چیزیں سکھائیں جن سے وہ حق و باطل میں فرق کرلیں۔ (1)

ان تمام اَقوال سے روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ علمِ دین سیکھنا صرف کسی ایک خاص گروہ کا کام نہیں بلکہ اپنی ضرورت کی بقدر علم سیکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔لیکن نہایت افسوس کی بات ہے کہ آج مسلمانوں کی اکثریت علمِ دین سے دور نظر آتی ہے۔نمازیوں کو دیکھیں تو چالیس چالیس سال نماز پڑھنے کے باوجود حال یہ ہے کہ کسی کو وضو کرنا نہیں آتا تو کسی کو غسل کا طریقہ معلوم نہیں،کوئی نماز کے فرائض کو صحیح طریقے سے ادا نہیں کرتا تو کوئی واجبات سے جاہل ہے، کسی کی قراءَت درست نہیں تو کسی کا سجدہ غلط ہے۔یہی حال دیگر عبادات کا ہے خصوصاً جن لوگوں نے حج کیا ہو ان کو معلوم ہے کہ حج میں کس قدر غلطیاں کی جاتی ہیں! ان میں اکثریت ان لوگوں کی ہوتی ہے جو یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ بس حج کے لئے چلے جاؤ جو کچھ لوگ کر رہے ہوں گے وہی ہم بھی کرلیں گے۔ جب عبادات کا یہ حال ہے تو دیگر فرض علوم کا حال کیا ہوگا؟ یونہی حسد،بغض،کینہ،تکبر،غیبت،چغلی، بہتان اور نجانے کتنے ایسے امور ہیں جن کے مسائل کا جاننا فرض ہے لیکن ایک بڑی تعداد کو ان کی تعریف کا پتہ تک نہیں بلکہ ان کی فرضیت تک کا علم نہیں۔ یہ وہ چیزیں ہیں جن کا گناہ ہونا عموماً لوگوں کو معلوم ہوتا ہے اور وہ چیزیں جن کے بارے میں بالکل بے خبر ہیں جیسے خرید و فروخت، ملازمت، مسجد و مدرسہ اور دیگر بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن کے بارے لوگوں کو یہ تک معلوم نہیں کہ ان کے کچھ مسائل بھی ہیں،بس ہر طرف ایک اندھیر نگری مچی ہوئی ہے، ایسی صورت میں ہر شخص پر ضروری ہے خود بھی علم سیکھے اور جن پر اس کا بس چلتا ہو انہیں بھی علم سیکھنے کی طرف لائے اور جنہیں خود سکھا سکتا ہے انہیں سکھائے۔

اگر تمام والدین اپنی اولاد کو اور تمام اساتذہ اپنے شاگردوں کو اور تمام پیر صاحبان اپنے مریدوں کو اور تمام افسران

1......الفقيه والمتفقه، وجوب التفقّه في الدِّين على كافة المسلمين، ١٧٤/١.

وصاحبِ اِقتدار حضرات اپنے ماتحتوں کوعلمِ دین کی طرف لگا دیں تو کچھ ہی عرصے میں ہر طرف دین اور علم کا دَور دورہ ہو جائے گا اور لوگوں کے معاملات خود بخود شریعت کے مطابق ہوتے جائیں گے۔ فی الوقت جو نازک صورتِ حال ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگالیں کہ ایک مرتبہ سناروں کی ایک بڑی تعداد کو ایک جگہ جمع کیا گیا جب ان سے تفصیل کے ساتھ ان کا طریقۂ کار معلوم کیا گیا تو واضح ہوا کہ اس وقت سونے چاندی کی تجارت کا جو طریقہ رائج ہے وہ تقریباً اسی فیصد خلافِ شریعت ہے اور حقیقت یہ ہے کہ ہماری دیگر تجارتیں اور ملازمتیں بھی کچھ اسی قسم کی صورتِ حال سے دوچار ہیں۔

جب معاملہ اتنا نازک ہے تو ہر شخص اپنی ذمہ داری کو محسوس کر سکتا ہے، اس لئے ہر شخص پر ضروری ہے کہ علمِ دین سیکھے اور حتَّی الامکان دوسروں کو سکھائے یا اس راہ پر لگائے اور یہ محض ایک مشورہ نہیں بلکہ اللہ تعالٰی اور اس کے پیارے محبوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا حکم ہے، چنانچہ حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے ہر ایک حاکم ہے اور تم میں سے ہر ایک سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال کیا جائے گا پس شہر کا حکمران لوگوں پر حاکم ہے اس سے اس کے ماتحت لوگوں کے بارے میں پوچھا جائے گا اور مرد اپنے گھر والوں پر حاکم ہے اور اس سے اس کی بیوی کے بارے میں اور ان (غلام لونڈیوں) کے بارے میں پوچھا جائے گا جن کا وہ مالک ہے۔[1]

مذکورہ بالا حدیث میں اگرچہ ہر بڑے کو اپنے ماتحت کو علم سکھانے کا فرمایا ہے لیکن والدین پر اپنی اولاد کی ذمہ داری چونکہ سب سے زیادہ ہے اس لئے ان کو بطورِ خاص تاکید فرمائی گئی ہے، چنانچہ حضرت عثمان الحاطبی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کو سنا کہ آپ ایک شخص کو فرما رہے تھے: اپنے بیٹے کو ادب سکھاؤ، بے شک تم سے تمہارے لڑکے کے بارے میں پوچھا جائے گا جو تم نے اسے سکھایا اور تمہارے اس بیٹے سے تمہاری فرمانبرداری اور اطاعت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔[2]

اس حدیث پر والدین کو خصوصاً غور کرنا چاہیے کیونکہ قیامت کے دن اولاد کے بارے میں یہی گرفت میں آئیں گے، اگر صرف والدین ہی اپنی اولاد کی دینی تربیت و تعلیم کی طرف بھرپور توجہ دے لیں تو علمِ دین سے دوری کا مسئلہ حل

---

1 ......معجم صغیر، باب الدال، من اسمہ: داود، ص ۱٦۱.

2 ......شعب الایمان، الستون من شعب الایمان... الخ، ٦/٤٠٠، روایت نمبر: ۸٦٦۲.

ہوسکتا ہے۔ مگر افسوس کہ دُنْیَوی علوم کے سکھانے میں تو والدین ہر قسم کی تکلیف گوارا کرلیں گے، اسکول کی بھاری فیس بھی دیں گے، کتابیں بھی خرید کر دیں گے اور نجانے کیا کیا کریں گے لیکن علمِ دین جوان سب کے مقابلے میں ضروری اور مفید ہے اس کے بارے میں کچھ بھی توجہ نہیں دیں گے، بلکہ بعض ایسے بدقسمت والدین کو دیکھا ہے کہ اگر اولاد دین اور علمِ دین کی طرف راغب ہوتی ہے تو انہیں جبراً منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس میں کیا رکھا ہے۔ ہم دنیوی علم کی اہمیت وضرورت کا انکار نہیں کرتے لیکن یہ دینی علم کے بعد ہے اور والدین کا یہ کہنا کہ علمِ دین میں رکھا ہی کیا ہے؟ یہ بالکل غلط جملہ ہے۔ اول تو یہ جملہ ہی کفریہ ہے کہ اس میں علمِ دین کی تحقیر ہے۔ دوم اسی پر غور کرلیں کہ علمِ دین سیکھنا اور سکھانا افضل ترین عبادت، انبیاءِ کرام عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی وراثت، دنیا وآخرت کی خیر خواہی اور قبر وحشر کی کامیابی کا ذریعہ ہے۔ آج نہیں تو کل جب حساب کے لئے بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہونا پڑے گا اس وقت پتہ چلے گا کہ علمِ دین کیا ہے؟ بلکہ صرف اسی بات پر غور کرلیں کہ مرتے وقت آج تک آپ نے کسی شخص کو دیکھا ہے کہ جس کو دنیا کا علم حاصل نہ کرنے پر افسوس ہو رہا ہو۔ ہاں علمِ دین حاصل نہ کرنے، دینی راہ پر نہ چلنے، اللہ تعالیٰ کی رضا کے کام نہ کرنے پر افسوس کرنے والے آپ کو ہزاروں ملیں گے اور یونہی مرنے کے بعد ایسا کوئی شخص نہ ہوگا جسے ڈاکٹری نہ سیکھنے پر، انجینئر نہ بننے پر، سائنسدان نہ بننے پر افسوس ہو رہا ہو البتہ علمِ دین نہ سیکھنے پر افسوس کرنے والے بہت ہوں گے۔ بلکہ خود حدیث پاک میں موجود ہے کہ کل قیامت کے دن جن آدمیوں کو سب سے زیادہ حسرت ہوگی ان میں ایک وہ ہے جس کو دنیا میں علم حاصل کرنے کا موقع ملا اور اس نے علم حاصل نہ کیا۔[1]

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو عقلِ سلیم دے اور انہیں علمِ دین کی ضرورت واہمیت کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

سوال علم کے حصول کا ایک ذریعہ ہے

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سوال کرنا علم حاصل ہونے کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ كَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَجْهَهُ الْكَرِيْم سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''علم خزانے ہیں اور ان خزانوں کی چابی سوال کرنا ہے تو تم سوال کرو، اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے، کیونکہ سوال کرنے کی صورت میں چار لوگوں کو اجر دیا جاتا ہے۔ (1) سوال کرنے والے کو۔ (2) سکھانے والے کو۔ (3) سننے والے کو۔ (4) ان سے محبت رکھنے والے کو۔[2]

1 ......ابن عساكر، حرف الميم، محمد بن احمد بن محمد بن جعفر... الخ، ١٣٧/٥١.

2 ......الفقيه والمتفقه، باب في السؤال والجواب وما يتعلّق بهما... الخ، ٦١/٢، الحديث: ٦٩٣.

حضرت عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اچھا سوال کرنا نصف علم ہے۔''[1]

دعا ہے کہ اللہ تعالٰی ہمیں زندگی کے تمام پہلوؤں میں درپیش معاملات کے بارے میں اہلِ علم سے سوال کرنے اوراس کے ذریعے دین کے شرعی اَحکام کا علم حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

وَ مَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا یَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَ مَا كَانُوْا خٰلِدِیْنَ ﴿۸﴾ ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ فَاَنْجَیْنٰهُمْ وَ مَنْ نَّشَآءُ وَ اَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِیْنَ ﴿۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے انہیں خالی بدن نہ بنایا کہ کھانا نہ کھائیں اور نہ وہ دنیا میں ہمیشہ رہیں۔ پھر ہم نے اپنا وعدہ انہیں سچا کر دکھایا تو انہیں نجات دی اور جن کو چاہی اور حد سے بڑھنے والوں کو ہلاک کر دیا۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور ہم نے انہیں کوئی ایسے بدن نہ بنایا تھا کہ وہ کھانا نہ کھائیں اور نہ وہ دنیا میں ہمیشہ رہنے والے تھے۔ پھر ہم نے اپنا وعدہ انہیں سچا کر دکھایا تو ہم نے انہیں اور جن کو چاہا نجات دی اور حد سے بڑھنے والوں کو ہلاک کر دیا۔

﴿وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا: اور ہم نے انہیں خالی بدن نہ بنایا۔﴾ کفارِ مکہ نے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایک اعتراض یہ کیا تھا کہ:

مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ یَاْكُلُ الطَّعَامَ[2] **ترجمۂ کنزالعرفان:** اس رسول کو کیا ہوا؟ کہ یہ کھانا بھی کھاتا ہے۔

اور یہاں اِس اعتراض کا جواب دیا گیا ہے۔اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالٰی کا طریقہ یہی جاری ہے کہ اس نے گزشتہ زمانوں میں جتنے بھی رسول بھیجے ان کے بدن ایسے نہیں بنائے تھے جو کھانے پینے سے بے نیاز ہوں بلکہ ان کے بدن بھی ایسے ہی بنائے تھے جنہیں کھانے پینے کی حاجت ہو، یونہی وہ دنیا میں ہمیشہ رہنے والے نہ تھے بلکہ عمر پوری

---

1 ......معجم الاوسط، باب الميم، من اسمه: محمد، ٥/١٠٨، الحديث: ٦٧٤٤.

2 ......فرقان:٧.

ہوجانے کے بعد ان کی بھی وفات ہوئی، اور جب اللہ تعالیٰ کا طریقہ ہی یہی ہے تو کفارِ مکہ کا رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے کھانے پینے پر اعتراض کرنا محض بے جا اور فضول ہے۔ (1)

﴿ ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ: پھر ہم نے اپنا وعدہ انہیں سچا کر دکھایا۔ ﴾ ارشاد فرمایا کہ ہم نے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف جو وحی کرنی تھی وہ وحی کی، پھر ہم نے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو نجات دینے اور ان کے دشمنوں کو ہلاک کرنے کا اپنا وعدہ سچا کر دکھایا تو ہم نے انہیں اور ان کی تصدیق کرنے والے مومنوں کو نجات دی اور انبیاء کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تکذیب کر کے حد سے بڑھنے والوں کو ہلاک کر دیا۔ (2)

ع ۱

لَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكُمْ كِتٰبًا فِیْهِ ذِكْرُكُمْؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۠ ﴿۱۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک ہم نے تمہاری طرف ایک کتاب اتاری جس میں تمہاری ناموری ہے تو کیا تمہیں عقل نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ہم نے تمہاری طرف ایک کتاب نازل فرمائی جس میں تمہارا چرچا ہے۔ تو کیا تمہیں عقل نہیں؟

﴿ لَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكُمْ كِتٰبًا: بیشک ہم نے تمہاری طرف ایک کتاب نازل فرمائی۔ ﴾ ارشاد فرمایا کہ اے قریش کے گروہ! ہم نے تمہاری طرف ایک عظیم الشان کتاب نازل فرمائی جس میں تمہارا شرف اور تمہاری عزت ہے کیونکہ وہ تمہاری زبان اور تمہاری لغت کے مطابق ہے تو تم اس کتاب سے کیسے منہ پھیر سکتے ہو حالانکہ غیرت اور عقل کا تقاضا یہ ہے کہ تم اس کتاب کی اور اس نبی کی تعظیم کرو جو اسے لے کر آئے ہیں اور اس پر سب سے پہلے ایمان لانے والے ہو جاؤ، کیا تم جاہل ہو اور تمہیں عقل نہیں کہ ایمان لا کر اس عزت و کرامت اور سعادت کو حاصل کرو۔ (3)

اس آیت میں مذکور لفظ ''فِیْهِ ذِكْرُكُمْ'' کے مفسرین نے اور معنی بھی بیان کئے ہیں، جیسے ایک معنی یہ ہے کہ ''اس میں تمہارے لئے نصیحت ہے اور ایک معنی یہ ہے کہ ''اس میں تمہارے دینی اور دُنْیَوی اُمور اور حاجات کا بیان ہے۔ (4)

1 ……تفسیر کبیر، الانبیاء، تحت الآیة: ۸، ۸/۱۲۲، روح البیان، الانبیاء، تحت الآیة: ۸، ۵/٤٥٦، ملتقطاً.
2 ……روح البیان، الانبیاء، تحت الآیة: ۹، ۵/٤٥٧، مدارك، الانبیاء، تحت الآیة: ۹، ص ۷۱۰-۷۱۱، جلالین، الانبیاء، تحت الآیة: ۹، ص ۲۷۰، ملتقطاً.
3 ……ابو سعود، الانبیاء، تحت الآیة: ۱۰، ۳/۵۰۷، صاوی، الانبیاء، تحت الآیة: ۱۰، ٤/۱۲۹۲، ملتقطاً.
4 ……مدارك، الانبیاء، تحت الآیة: ۱۰، ص ۷۱۱.

اس آیت سے معلوم ہوا کہ قرآنِ کریم پر ایمان لانا اور اس کے احکامات وتعلیمات پر عمل کرنا عزت وشہرت کا باعث ہے اور تاریخ اس بات پر گواہ ہے جب تک مسلمانوں نے قرآنِ مجید کے دامن کو مضبوطی سے تھامے رکھا اور اس کی ہدایات واحکامات پر کامل طریقے سے عمل کیا تب تک وہ شہرت وناموری اور عزت وکرامت کی بلندیوں پر فائز رہے اور ہر میدان میں کفار پر غلبہ ونصرت اور کامیابی حاصل کرتے رہے اور جب سے مسلمان قرآنِ عظیم کی تعلیمات پر عمل سے دور ہونا شروع ہوئے تب سے ان کی عزت، شہرت، ناموری اور دبدبہ ختم ہونا شروع ہو گیا اور رفتہ رفتہ کفار مسلمانوں پر غالب ہونا شروع ہو گئے اور اب مسلمانوں کا حال یہ ہو گیا ہے کہ جہاں بن پڑا وہاں کفار مسلمانوں کی سرزمین پر قابض ہیں اور جہاں نہیں بن پڑا وہاں مسلمانوں کی اِقتصادیات، معاشیات اور درپردہ مسلمانوں کی ذہنیت، سوچ اور کلچر پر قابض ہیں اور مسلم حکمرانوں کو اپنی انگلیوں کے اشاروں پر نچا رہے ہیں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہو کر — اور ہم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

اور

درسِ قرآں گر ہم نے نہ بھلایا ہوتا — یہ زمانہ نہ زمانے نے دکھایا ہوتا

وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّ اَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ﴿۱۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کتنی ہی بستیاں ہم نے تباہ کر دیں کہ وہ ستمگار تھیں اور ان کے بعد اور قوم پیدا کی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کتنی ہی بستیاں ہم نے تباہ کر دیں جو ظلم کرنے والی تھیں اور ان کے بعد ہم نے دوسری قوم پیدا کر دی۔

﴿ وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ: اور کتنی ہی بستیاں ہم نے تباہ کر دیں۔ ﴾ اس سے پہلی آیات میں کفار کی طرف سے حضور سیِّدُ المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت پر کئے گئے اعتراضات اور ان کے جوابات ذکر فرمائے گئے اور یہاں سے اِس امت کے کفار کو کفر نہ چھوڑنے اور ایمان نہ لانے پر اللہ تعالٰی کے عذاب سے ڈرایا جا رہا ہے۔ گویا کہ اللہ تعالٰی

نے ارشاد فرمایا: اے کافرو! تم اپنے مال و دولت کی وسعت سے دھوکہ نہ کھاؤ اور اپنے اموال و اولاد پر غرور نہ کرو کیونکہ ہم نے بہت سی بستیوں کے کفار کو تباہ و برباد کر دیا اور ان کے بعد ہم نے دوسری قوم پیدا کر دی اور جو کچھ ان کافروں کے ساتھ ہوا وہ تمہارے ساتھ بھی ہو سکتا ہے۔(1)

فَلَمَّاۤ اَحَسُّوْا بَاْسَنَاۤ اِذَا هُمْ مِّنْهَا یَرْكُضُوْنَ ﴿۱۲﴾ لَا تَرْكُضُوْا وَ ارْجِعُوْۤا اِلٰى مَاۤ اُتْرِفْتُمْ فِیْهِ وَ مَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْــٴَـلُوْنَ ﴿۱۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو جب انہوں نے ہمارا عذاب پایا جبھی وہ اس سے بھاگنے لگے۔ نہ بھاگو اور لوٹ کے جاؤ ان آسائشوں کی طرف جو تم کو دی گئیں تھیں اور اپنے مکانوں کی طرف شاید تم سے پوچھنا ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو جب انہوں نے ہمارا عذاب پایا تو اچانک وہ اس سے بھاگنے لگے۔ بھاگو نہیں اور ان آسائشوں کی طرف لوٹ آؤ جو تمہیں دی گئی تھیں اور اپنے مکانوں کی طرف (لوٹ آؤ) شاید تم سے سوال کیا جائے۔

﴿ فَلَمَّاۤ اَحَسُّوْا بَاْسَنَا: تو جب انہوں نے ہمارا عذاب پایا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب ان ظالموں نے اللہ تعالیٰ کا عذاب پایا تو اچانک وہ اس سے بھاگنے لگے۔ اس پر فرشتے کے ذریعے ان سے کہا گیا کہ تم بھاگو نہیں اور ان آسائشوں کی طرف لوٹ آؤ جو تمہیں دی گئی تھیں اور اپنے ان مکانوں کی طرف لوٹ آؤ جن پر تم فخر کیا کرتے تھے، شاید لوگوں کی عادت کے مطابق تم سے تمہاری دنیا کے بارے میں سوال کیا جائے۔

بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ ان آیات میں یمن کی سرزمین میں موجود ایک بستی میں رہنے والے لوگوں کا حال بیان ہوا ہے۔ اس بستی کا نام حصور (یا حضور) ہے، وہاں کے رہنے والے عرب تھے، انہوں نے اپنے نبی عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تکذیب کی اور انہیں شہید کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر بُخْتِ نصر کو مُسَلَّط کر دیا۔ اس نے اُن کے بعض لوگوں کو قتل کیا اور بعض کو گرفتار کر لیا، اُس کا یہ عمل جاری رہا تو وہ لوگ بستی چھوڑ کر بھاگے۔ اس پر فرشتوں نے طنز کے طور پر ان سے کہا: تم بھاگو

1 ......صاوی، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۱۱، ۴/۱۲۹۲.

نہیں اوران آسائشوں کی طرف لوٹ آؤ جو تمہیں دی گئی تھیں اوراپنے مکانوں کی طرف لوٹ آؤ، شاید تم سے سوال کیا جائے کہ تم پر کیا گزری اور تمہارے مال و دولت کا کیا ہوا؟ تو تم دریافت کرنے والے کو اپنے علم اور مشاہدے سے جواب دے سکو۔[1]

قَالُوْا یٰوَیْلَنَاۤ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِیْنَ(۱۴) فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِیْدًا خٰمِدِیْنَ(۱۵)

ترجمۂ کنزالایمان: بولے ہائے خرابی ہماری بیشک ہم ظالم تھے۔تو وہ یہی پکارتے رہے یہاں تک کہ ہم نے انہیں کردیا کاٹے ہوئے بجھے ہوئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: انہوں نے کہا: ہائے ہماری بربادی! بیشک ہم ظالم تھے۔تو یہی ان کی چیخ وپکار رہی یہاں تک کہ ہم نے انہیں کٹے ہوئے، بجھے ہوئے کردیا۔
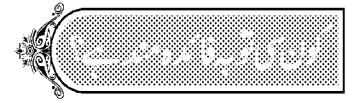
﴿قَالُوْا یٰوَیْلَنَا: انہوں نے کہا: ہائے ہماری بربادی۔﴾ جب وہ بھاگ کر نجات پانے سے مایوس ہوگئے اور انہیں عذاب نازل ہونے کا یقین ہوگیا تو انہوں نے کہا: ہائے ہماری بربادی! بیشک ہم ظالم تھے۔ یہ ان کی طرف سے اپنے گناہ کا اعتراف اور اس پر ندامت کا اظہار تھا لیکن چونکہ عذاب دیکھنے کے بعد انہوں نے گناہ کا اقرار کیا اور اس پر نادِم ہوئے اس لئے یہ اعتراف انہیں کام نہ آیا۔[2]

﴿فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ: تو یہی ان کی چیخ وپکار رہی۔﴾ ارشاد فرمایا کہ ان کی یہی چیخ وپکار رہی کہ ہائے ہماری بربادی! ہم ظالم تھے۔ یہاں تک کہ ہم نے انہیں کھیت کی طرح کٹے ہوئے کردیا کہ تلواروں سے ان کے ٹکڑے ٹکڑے کردیئے گئے اور وہ بجھی ہوئی آگ کی طرح ہوگئے۔[3]

1 ......روح البيان، الانبياء، تحت الآية: ۱۲-۱۳، ۵/۴۵۸، خازن، الانبياء، تحت الآية: ۱۲-۱۳، ۳/۲۷۲، جمل، الانبياء، تحت الآية: ۱۲-۱۳، ۵/۱۲۱-۱۲۲، مدارك، الانبياء، تحت الآية: ۱۲-۱۳، ص۷۱۱، ملتقطاً.

2 ......ابو سعود، الانبياء، تحت الآية: ۱۴، ۳/۵۰۸.

3 ......جلالين، الانبياء، تحت الآية: ۱۵، ص ۲۷۰.

اس سے معلوم ہوا کہ عذاب آجانے پرتوبہ اوراپنے جرم کا اقرار کرنا بے فائدہ ہے۔ جیسے پھل وہی درخت دیتا ہے جو وقت پر بویا جائے اور بے وقت کی بوئی ہوئی کھیتی پھل نہیں دیتی اسی طرح توبہ وہی فائدہ مند ہے جو عذاب آنے سے پہلے کی جائے اور جو توبہ بے وقت کی جائے وہ عذاب دور نہیں کرتی۔

وَ مَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَیْنَهُمَا لٰعِبِیْنَ ﴿۱۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے عبث نہ بنائے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب فضول پیدا نہیں کیا۔

﴿وَ مَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَیْنَهُمَا لٰعِبِیْنَ: اور ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب فضول پیدا نہیں کیا۔﴾ اللہ تعالیٰ نے آسمان، زمین اور جو کچھ ان کے درمیان عجائبات ہیں، ان سب کو فضول پیدا نہیں کیا کہ ان سے کوئی فائدہ نہ ہو بلکہ انہیں پیدا کرنے میں اس کی کثیر حکمتیں ہیں اور ان بے شمار حکمتوں میں سے چند یہ ہیں کہ ان اَشیاء سے اللہ تعالیٰ کے بندے اس کی قدرت و حکمت پر اِستدلال کریں اور انہیں اللہ تعالیٰ کے اوصاف و کمال کی معرفت حاصل ہو، حق و باطل میں فرق ہو جائے، لوگ غور و فکر کریں، غفلت سے بیدار رہوں، نیک اعمال کریں اور آخرت میں اچھی جزا پائیں اور اس طرح کے خیال کو ذہن میں نہ آنے دیں کہ عالَم کا سارا نظام ایک کھیل تماشہ ہے اور ہر شخص دنیا میں جو بھی کرتا پھرے اس سے کوئی پوچھنے والا نہیں اور نہ ہی آخرت میں اس سے سوال و جواب ہوگا جیسا کہ بطورِ خاص دَہریوں کا عقیدہ ہے اور روز بروز ان لوگوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے۔

لَوْ اَرَدْنَاۤ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّاۤ ۗ اِنْ كُنَّا فٰعِلِیْنَ ﴿۱۷﴾ بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَیَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ ؕ وَ لَكُمُ الْوَیْلُ

مِمَّا تَصِفُوْنَ ﴿۱۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اگر ہم کوئی بہلاوا اختیار کرنا چاہتے تو اپنے پاس سے اختیار کرتے اگر ہمیں کرنا ہوتا۔ بلکہ ہم حق کو باطل پر پھینک مارتے ہیں تو وہ اس کا بھیجہ نکال دیتا ہے تو جبھی وہ مٹ کر رہ جاتا ہے اور تمہاری خرابی ہے ان باتوں سے جو بناتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اگر ہم کوئی کھیل ہی اختیار کرنا چاہتے تو اپنے پاس سے ہی اختیار کرلیتے اگر ہمیں کرنا ہوتا۔ بلکہ ہم حق کو باطل پر پھینکتے ہیں تو وہ اس کا دماغ توڑ دیتا ہے تو جبھی وہ مٹ کر رہ جاتا ہے اور تمہارے لئے بربادی ہے ان باتوں سے جو تم کرتے ہو۔

﴿لَوْ اَرَدْنَاۤ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا: اگر ہم کوئی کھیل ہی اختیار کرنا چاہتے۔﴾ یعنی اگر ہم آسمان وزمین اور ان کے درمیان موجود اَشیاء کو کسی حکمت کے بغیر بے مقصد بنا کر کسی ایسی چیز کو اختیار کرنا چاہتے جس سے کھیلا جائے تو ہم ان کی بجائے اپنے پاس سے ہی کسی چیز کو اختیار کرلیتے، لیکن یہ اُلوہیّت کی شان اور حکمت کے منافی ہونے کی وجہ سے ہمارے حق میں محال ہے لہٰذا ہمارا کھیل کے لئے کسی چیز کو اختیار کرنا قطعی طور پر ناممکن ہے۔

بعض مفسرین کے نزدیک اس آیت میں کھیل سے مراد بیوی اور بیٹا ہے اور یہ آیت ان عیسائیوں کے رد میں ہے جو حضرت مریم رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنۡہا کو **مَعَاذَ اللّٰه، اللّٰہ** تعالیٰ کی بیوی اور حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو **اللّٰہ** تعالیٰ کا بیٹا کہتے ہیں، چنانچہ اس قول کے مطابق آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر **اللّٰہ** تعالیٰ بیوی اور بیٹا اختیار کرنا چاہتا تو وہ انسانوں میں سے نہ کرتا بلکہ اپنے پاس موجود حورِ عِین اور فرشتوں میں سے کسی کو بیوی اور بیٹا بنالیتا، یونہی حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور حضرت مریم رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنۡہا کی طرح انہیں لوگوں کے پاس نہ رکھتا بلکہ اپنے پاس رکھتا کیونکہ بیوی اور بیٹے والے بیوی اور بیٹے اپنے پاس رکھتے ہیں، لیکن چونکہ **اللّٰہ** تعالیٰ بیوی اور اولاد سے پاک ہے، نہ یہ اس کی شان کے لائق ہے اور نہ اس کے حق میں یہ کسی طرح ممکن ہے، اس لئے **اللّٰہ** تعالیٰ نے ایسا کیا ہی نہیں۔ (1)

1 ......ابو سعود، الانبیاء، تحت الآیۃ: ١٧، ٣/٥٠٩، تفسیر کبیر، الانبیاء، تحت الآیۃ: ١٧، ٨/١٢٥، خازن، الانبیاء، تحت الآیۃ: ١٧، ٣/٢٧٣، ملتقطاً.

﴿بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ: بلکہ ہم حق کو باطل پر پھینکتے ہیں۔﴾ یعنی ہماری شان یہ نہیں کہ ہم کھیل کے لئے کوئی چیز اختیار کریں بلکہ ہماری شان تو یہ ہے کہ ہم حق کو باطل پر غالب کرتے ہیں تو وہ باطل کو پورا مٹا دیتا ہے اور اسی وقت باطل مکمل طور پر ختم ہو کر رہ جاتا ہے اور اے کافرو! تمہارے لئے اُن باتوں کی وجہ سے بربادی ہے جو تم اللہ تعالیٰ کی شان میں کرتے ہو اور اس کے لئے بیوی اور بچہ ٹھہراتے ہو۔ (1)

وَلَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِؕ وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا یَسْتَحْسِرُوْنَۚ(۱۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اسی کے ہیں جتنے آسمانوں اور زمین میں ہیں اور اس کے پاس والے اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے اور نہ تھکیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو آسمانوں اور زمین میں ہیں سب اسی کی ملک ہیں اور جو اللہ کے پاس ہیں وہ اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے اور نہ تھکتے ہیں۔

﴿وَلَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: اور جو آسمانوں اور زمین میں ہیں سب اسی کی مِلک ہیں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ آسمانوں اور زمین کی تمام مخلوقات کا مالک اللہ تعالیٰ ہے اور سب اس کی ملک ہیں تو کوئی اس کی اولاد کیسے ہوسکتا ہے! ملکیت ہونے اور اولاد ہونے میں مُنافات ہے اور مقرب فرشتے جنہیں اللہ تعالیٰ کے کرم سے اس کی بارگاہ میں قرب و منزلت کا ایک خاص مقام حاصل ہے وہ اس کی عبادت کرنے سے تکبر کرتے ہیں اور نہ ہی عبادت کرنے سے تھکتے ہیں۔ (2)

یُسَبِّحُوْنَ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ لَا یَفْتُرُوْنَ(۲۰)

---
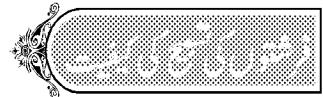
1 ......ابو سعود، الانبياء، تحت الآية: ۱۸، ۳/۵۰۹.

2 ......مدارك، الانبياء، تحت الآية: ۱۹، ص۷۱۲.

ترجمۂ کنزالایمان: رات دن اس کی پاکی بولتے ہیں اور سستی نہیں کرتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: رات اور دن اس کی پاکی بیان کرتے ہیں، وہ سستی نہیں کرتے۔

﴿یُسَبِّحُوْنَ الَّیْلَ وَ النَّهَارَ: رات اور دن اس کی پاکی بیان کرتے ہیں۔﴾ یعنی فرشتے ہر وقت اللّٰہ تعالیٰ کی تسبیح اور پاکی بیان کرتے رہتے ہیں اور اس میں وہ کسی طرح کی سستی نہیں کرتے۔[1]

علامہ اسماعیل حقی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ فرماتے ہیں "فرشتوں کے لئے تسبیح ایسے ہے جیسے ہمارے لئے سانس لینا تو جس طرح ہمارا کھڑا ہونا، بیٹھنا، کلام کرنا اور دیگر کاموں میں مصروف ہونا ہمیں سانس لینے سے مانع نہیں ہوتا اسی طرح فرشتوں کے کام انہیں تسبیح سے مانع نہیں ہوتے۔[2]

اور دلیل کے طور پر آپ رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ نے یہ روایت ذکر فرمائی کہ حضرت عبداللّٰہ بن حارث رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ فرماتے ہیں: میں نے حضرت کعب رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے اس آیت کے بارے میں پوچھا کہ کیا فرشتے پیغام رسانی میں مصروف نہیں ہوتے؟ کیا وہ دیگر کاموں میں مشغول نہیں ہوتے؟ (اور جب وہ ان چیزوں میں مصروف ہوتے ہیں تو پھر ہر وقت وہ تسبیح کس طرح کرتے ہیں) حضرت کعب رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ نے فرمایا "فرشتوں کے لیے تسبیح کو ایسے بنایا گیا ہے جیسے تمہارے لیے سانس بنائی گئی ہے۔ کیا آپ کھاتے، پیتے، آتے جاتے اور بولتے وقت سانس نہیں لے رہے ہوتے؟ بالکل یہی کیفیت ان کی تسبیح کی ہے۔[3]

علامہ احمد صاوی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں "فرشتوں کے بارے میں یہ خبر دینے سے مقصود مسلمانوں کو اللّٰہ تعالیٰ کی اطاعت و عبادت کرنے پر ابھارنا اور کافروں کو اللّٰہ تعالیٰ کی اطاعت و عبادت ترک کرنے پر شرم دلانا ہے کیونکہ عبادت اور تسبیح کرنا قرب اور شرف رکھنے والے لوگوں کا وصف ہے اور اسے چھوڑ دینا (اللّٰہ تعالیٰ کی

---

1 ......خازن، الانبياء، تحت الآية: ۲۰، ۳/۲۷۳.

2 ......روح البيان، الانبياء، تحت الآية: ۲۰، ۵/۴۶۲.

3 ......شعب الايمان، الثالث من شعب الايمان... الخ، فصل فی معرفة الملائكة، ۱/۱۷۸، روایت نمبر: ۱۶۱.

رحمت سے) دور ہونے والے اور ذلیل لوگوں کا شیوہ ہے۔[1]

لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے مقرب بندوں کے طریقے پر چلتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی اطاعت کرنے میں مصروف رہے اور اس سلسلے میں کسی طرح کی شرم و عار محسوس نہ کرے۔

اَمِ اتَّخَذُوْۤا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ یُنْشِرُوْنَ ﴿۲۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا انہوں نے زمین میں سے کچھ ایسے خدا بنالئے ہیں کہ وہ کچھ پیدا کرتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا انہوں نے زمین میں سے کچھ ایسے معبود بنالئے ہیں جو مردوں کو زندہ کرتے ہوں؟

﴿اَمِ اتَّخَذُوْۤا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ: کیا انہوں نے زمین میں سے کچھ ایسے معبود بنالئے ہیں۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کیا کافروں نے زمین کے جواہر اور معدنیات جیسے سونے چاندی اور پتھر وغیرہ سے کچھ ایسے معبود بنالئے ہیں جو مُردوں کو زندہ کرنے کی قدرت رکھتے ہیں؟ ایسا تو نہیں ہے اور نہ ہی یہ ہوسکتا ہے کہ جو خود بے جان ہو وہ کسی کو جان دے سکے، تو پھر ان چیزوں کو معبود ٹھہرانا اور اِلٰہ قرار دینا کتنا کھلا باطل ہے۔ معبود وہی ہے جو ہر شے پر قادر ہو اور جو زندگی موت دینے اور نفع نقصان پہنچانے پر ہی قادر نہیں تو اسے معبود بنانے کو کون سی عقل جائز قرار دے سکتی ہے۔[2]

لَوْ كَانَ فِیْهِمَاۤ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَاۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ﴿۲۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اگر آسمان و زمین میں اللہ کے سوا اور خدا ہوتے تو ضرور وہ تباہ ہو جاتے تو پاکی ہے اللہ عرش کے مالک کو ان باتوں سے جو یہ بناتے ہیں۔

1 ......تفسیر صاوی، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۲۰، ۴/۱۲۹۴.

2 ......مدارک، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۲۱، ص۷۱۲-۷۱۳، تفسیر کبیر، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۲۱، ۸/۱۲۷، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اگر آسمان وزمین میں اللہ کے سوا اور معبود ہوتے تو ضرور آسمان وزمین تباہ ہوجاتے تو لوگوں کی بنائی ہوئی باتوں سے اللہ پاک ہے جو عرش کا مالک ہے۔

﴿ لَوْ كَانَ فِيْهِمَاۤ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا : اگر آسمان وزمین میں اللہ کے سوا اور معبود ہوتے تو ضرور آسمان وزمین تباہ ہوجاتے۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے واحد معبود ہونے کی ایک قطعی دلیل بیان کی گئی ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر آسمانوں یا زمین پر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور خدا ہوتا تو سارے عالَم کا نظام درہم برہم ہوجاتا، کیونکہ اگر خدا سے وہ خدا مراد لئے جائیں جن کی خدائی کا بت پرست اعتقاد رکھتے ہیں تو عالَم کے فساد کا لازم ہونا ظاہر ہے کیونکہ بت پرستوں کے خدا جمادات ہیں اور وہ عالَم کا نظام چلانے پر اَصلاً قدرت نہیں رکھتے، تو جب قدرت ہی کچھ نہیں تو وہ کائنات کو کیسے چلاتے؟ اور اگر خدا سے مُطْلَقاً وہ سارے خدا مراد ہوں جنہیں کوئی بھی مانتا ہے تو بھی جہان کی تباہی یقینی ہے، کیونکہ اگر دو خدا فرض کئے جائیں تو دو حال سے خالی نہیں، (1) وہ دونوں کسی شے پر متفق ہوں گے۔ (2) وہ دونوں کسی شے پر مختلف ہوں گے۔ اگر ایک چیز پر متفق ہوئے تو اس سے لازم آئے گا کہ ایک چیز دونوں کی قدرت میں ہو اور دونوں کی قدرت سے واقع ہو۔ یہ محال ہے، اور اگر مختلف ہوئے تو ایک چیز کے بارے میں دونوں کے ارادوں کی مختلف صورتیں ہوں گی، (۱) دونوں کے ارادے ایک ساتھ واقع ہوں گے۔ اس صورت میں ایک ہی وقت میں وہ چیز موجود اور معدوم دونوں ہوجائے گی۔ (۲) دونوں کے ارادے واقع نہ ہوں۔ اس صورت میں وہ چیز نہ موجود ہوگی نہ معدوم۔ (۳) ایک کا ارادہ واقع ہو اور دوسرے کا واقع نہ ہو۔ یہ تمام صورتیں محال ہیں کیونکہ جس کی بات پوری نہ ہوگی وہ خدا نہیں ہوسکتا حالانکہ جو صورت فرض کی گئی ہے وہ خدا فرض کر کے کی گئی ہے، تو ثابت ہوا کہ بہر صورت ایک سے زیادہ خدا ماننے میں نظامِ کائنات کی تباہی اور فساد لازم ہے۔[1]

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت سے متعلق یہ انتہائی مضبوط دلیل ہے اور اسے بیان کرنے کے مختلف انداز بڑی تفصیل کے ساتھ علمِ کلام کے ماہر علماء کی کتابوں میں مذکور ہیں، عوام کی تفہیم کے لئے اتنا ہی کافی ہے جتنا بیان کیا گیا البتہ جو علماءِ کرام اس کی مزید تفصیلات جاننا چاہیں وہ علمِ کلام کے معتبر اور با اعتماد ماہرین کی لکھی ہوئی کتابوں کی طرف رجوع فرمائیں۔

1 ......تفسیر کبیر، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۲۱، ۸/۱۲۷، ملخصاً۔

﴿**فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ: تو اللہ پاک ہے۔**﴾ یعنی عرش کا مالک اللہ تعالیٰ اپنے بارے میں لوگوں کی بنائی ہوئی ان تمام باتوں سے پاک ہے جو اس کی شان کے لائق نہیں، لہٰذا نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ ہی کوئی اس کا شریک ہے۔

لَا یُسْـَٔلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَ هُمْ یُسْـَٔلُوْنَ ﴿۲۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اس سے نہیں پوچھا جاتا جو وہ کرے اور ان سب سے سوال ہوگا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ سے اس کام کے متعلق سوال نہیں کیا جاتا جو وہ کرتا ہے اور لوگوں سے سوال کیا جائے گا۔

﴿**لَا یُسْـَٔلُ عَمَّا یَفْعَلُ: اللہ سے اس کام کے متعلق سوال نہیں کیا جاتا جو وہ کرتا ہے۔**﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کی عظمت وشان یہ ہے کہ وہ جو کام کرتا ہے اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے پوچھا نہیں جا سکتا کیونکہ وہ حقیقی مالک ہے، جو چاہے کرے، جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے، جسے چاہے سعادت دے اور جسے چاہے بدبخت کرے، وہ سب کا حاکم ہے اور کوئی اس کا حاکم نہیں جو اس سے پوچھ سکے۔[1]

یہاں پوچھنے سے مراد سرزنش اور حساب کا پوچھنا ہے یعنی کسی مخلوق کی جرأت نہیں کہ رب عَزَّوَجَلَّ سے عتاب کی پوچھ گچھ کرے بلکہ رب تعالیٰ ان سے پوچھ گچھ کرے گا۔ البتہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اطمینانِ قلب یا کشفِ حقیقت کے لیے سوال کر سکتے ہیں جیسا کہ قرآنِ مجید، فرقانِ حمید میں ہی حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا اطمینانِ قلب کے لیے مُردوں کو زندہ کرنے کا سوال کرنا منقول ہے یا فرشتوں نے رب تعالیٰ سے حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی پیدائش کی حکمت پوچھی تھی۔ البتہ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ سوال اگرچہ حُسنِ نیت سے ہو لیکن کسی دوسری حکمت کی وجہ سے مُطْلَقاً ہی سوال سے منع کر دیا جاتا ہے جیسا کہ اس کے متعلق بھی روایات موجود ہیں۔

بدترین اعتراض اور اس کا انجام

یاد رہے کہ سب سے بدترین اعتراض یہ ہے کہ کوئی اللہ تعالیٰ کے کسی فعل پر اعتراض کرے، جیسے شیطان نے اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی مخلوق یعنی حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر اعتراض کیا تو اس کی تمام تر عبادت و ریاضت اور مقام

1 ......مدارك، الانبياء، تحت الآية: ۲۳، ص۷۱۳، خازن، الانبياء، تحت الآية: ۲۳، ۳/۲۷٤، ملتقطاً.

ومرتبے کے باوجود بارگاہِ الٰہی سے اسے مَردُود ورسوا کرکے نکال دیا گیا، جب اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی مخلوق پر اعتراض کا یہ انجام ہے تو جو اللہ تعالیٰ کی شان اور اس کے افعال وصفات پر اعتراض کرنے کی جرأت کرے گا اس کا کیا حال ہوگا۔

اسی طرح نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر اعتراض کرنا بھی بہت بدترین ہے کیونکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اپنی خواہش سے کچھ کہتے ہیں نہ کرتے ہیں بلکہ جو کہتے اور کرتے ہیں سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، تو آپ پر اعتراض کرنا اللہ تعالیٰ پر اعتراض کرنا ہے اور اس میں ہلاکت و بربادی ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء اور بزرگ علماء پر اعتراض کرنا خیر و بھلائی سے محروم کر دیتا ہے، ان کی صحبت کی برکت اور علم میں اضافہ ختم ہو کر رہ جاتا ہے۔ یہ تو اعتراض کرنے والوں کا دُنْیَوی انجام ہے اور آخرت میں ان کا حال یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ان سے کلام فرمائے گا نہ ان کی طرف رحمت کی نظر فرمائے گا اور ان کے لئے جہنم کا دردناک عذاب ہوگا۔[1]

﴿وَهُمْ يُسْـَٔلُوْنَ: اور لوگوں سے سوال کیا جائے گا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ لوگوں سے ان کے کاموں کے بارے میں سوال کیا جائے گا اور قیامت کے دن ان سے کہا جائے گا کہ تم نے یہ کام کیوں کیا؟ کیونکہ سب اس کے بندے اور اس کی ملکیت ہیں اور سب پر اس کی اطاعت وفرمانبرداری لازم ہے۔[2]

اس آیت سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی ایک اور دلیل بھی معلوم ہوتی ہے کہ جب سب اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں تو ان میں سے کوئی خدا کیسے ہوسکتا ہے کیونکہ ایک ہی چیز مالک اور مملوک نہیں ہوسکتی۔

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ ۚ هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِیَ وَ ذِكْرُ مَنْ قَبْلِیْ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ۙ الْحَقَّ فَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا اللہ کے سوا اور خدا بنا رکھے ہیں تم فرماؤ اپنی دلیل لاؤ یہ قرآن میرے ساتھ والوں کا ذکر ہے اور مجھ سے اگلوں کا تذکرہ بلکہ ان میں اکثر حق کو نہیں جانتے تو وہ روگرداں ہیں۔

1 ......روح البيان، الانبياء، تحت الآية: ٢٣، ٤٦٥/٥-٤٦٦، ملخصاً.

2 ......خازن، الانبياء، تحت الآية: ٢٣، ٢٧٤/٣.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا انہوں نے اللہ کے سوا اور معبود بنا رکھے ہیں؟ تم فرماؤ: تم اپنی دلیل لاؤ۔ یہ قرآن میرے ساتھ والوں کا ذکر ہے اور مجھ سے پہلوں کا تذکرہ ہے بلکہ اُن کے اکثر لوگ حق کو نہیں جانتے تو وہ منہ پھیرے ہوئے ہیں۔

﴿اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً: کیا انہوں نے اللہ کے سوا اور معبود بنا رکھے ہیں؟﴾ اللہ تعالیٰ نے کفار کو ڈانٹتے ہوئے اِستفہام کے انداز میں فرمایا کہ کیا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا اور معبود بنا رکھے ہیں؟ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، آپ ان مشرکین سے فرما دیں کہ تم اپنے اس باطل دعوے پر اپنی دلیل لاؤ اور حجت قائم کرو خواہ عقلی ہو یا نقلی، مگر تم نہ کوئی عقلی دلیل لا سکتے ہو جیسا کہ مذکورہ بالا دلائل سے ظاہر ہو چکا اور نہ کوئی نقلی دلیل پیش کر سکتے ہو، کیونکہ تمام آسمانی کتابوں میں اللہ تعالیٰ کی توحید کا بیان ہے اور سب میں شرک کو باطل قرار دیا گیا اور اس کا رد کیا گیا ہے۔[1]
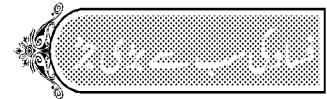
﴿هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِیَ: یہ قرآن میرے ساتھ والوں کا ذکر ہے۔﴾ ساتھ والوں سے مراد حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی امت ہے، قرآنِ کریم میں اس کا ذکر ہے کہ اس کو طاعت پر کیا ثواب ملے گا اور معصیت پر کیا عذاب کیا جائے گا۔ پہلوں سے مراد یہ ہے کہ پہلے انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی امتوں کا اور اس کا تذکرہ ہے کہ دنیا میں ان کے ساتھ کیا کیا گیا اور آخرت میں کیا کیا جائے گا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا فرماتے ہیں کہ ساتھ والوں کے ذکر سے مراد قرآنِ مجید ہے اور پہلوں کے ذکر سے مراد تورات اور انجیل ہے، اور معنی یہ ہے کہ تم قرآن، تورات، انجیل اور تمام (آسمانی) کتابوں کی طرف رجوع کرو، کیا تم ان میں یہ بات پاتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد اختیار کی یا اس کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟[2]

﴿بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ الْحَقَّ: بلکہ اُن کے اکثر لوگ حق کو نہیں جانتے۔﴾ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ کفار کے عوام کا حال یہ کہ وہ حق کو جانتے نہیں اور بے شعوری و جہالت کی وجہ سے حق سے منہ پھیرے ہوئے ہیں اور اس بات پر غور و فکر نہیں کرتے کہ توحید پر ایمان لانا ان کے لئے کتنا ضروری ہے جبکہ ان کے علماء جان بوجھ کر عناد کی وجہ سے حق کے منکر ہیں۔[3]

---

1 ......خازن، الانبیاء، تحت الآیة: ۲۴، ۳/۲۷۴، مدارک، الانبیاء، تحت الآیة: ۲۴، ص۷۱۳، ملتقطاً.

2 ......خازن، الانبیاء، تحت الآیة: ۲۴، ۳/۲۷۵.

3 ......مدارک، الانبیاء، تحت الآیة: ۲۴، ص۷۱۳، روح البیان، الانبیاء، تحت الآیة: ۲۴، ۵/۴۶۶-۴۶۷، ملتقطاً.

اس سے معلوم ہوا کہ حق کے بارے میں معلومات نہ ہونا اور حق و باطل میں تمیز نہ کرنا حق سے منہ پھیرنے کا بہت بڑا اسباب اور فساد کی سب سے بڑی جڑ ہے کیونکہ ان ہی دو چیزوں کا یہ نتیجہ ہے کہ کئی لوگ کفر و شرک جیسے عظیم فساد میں مبتلا ہیں، بعض افراد منافقت کے بدترین مرض کا شکار ہیں، بعض مسلمان ریاکاری، نفسانی خواہشات کی پیروی اور دنیا کی محبت میں گرفتار ہیں، بعض پڑھے لکھے جاہل حضرات اپنے مسلمان ہونے کا دعویٰ کرنے کے باوجود اسلام کے اَحکام اور ان کی حکمتوں سے ناواقف ہونے کی وجہ سے پرنٹ اور الیکٹرونک میڈیا اور بطورِ خاص سوشل میڈیا پر اسلامی احکام اور اسلامی اقدار پر اعتراضات کرنے اور انہیں انسانیت کے برخلاف ثابت کرنے میں مصروف ہیں، نیز دینِ اسلام کی تعلیمات سے جہالت کی وجہ سے لوگوں کی ایک تعداد اپنے باہمی اُمور میں شریعت کی رعایت کرنے سے منہ پھیرے ہوئے ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں عقلِ سلیم عطا فرمائے، حق کا علم، حق و باطل میں تمیز کرنے، حق کو اختیار کرنے اور باطل سے منہ پھیر لینے کی توفیق عطا فرمائے۔ امین۔

وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْۤ اِلَیْهِ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ﴿۲۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے تم سے پہلے کوئی رسول نہ بھیجا مگر یہ کہ ہم اس کی طرف وحی فرماتے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو مجھی کو پوجو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے تم سے پہلے کوئی رسول نہ بھیجا مگر یہ کہ ہم اس کی طرف وحی فرماتے رہے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو میری ہی عبادت کرو۔

﴿وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا: اور ہم نے تم سے پہلے کوئی رسول نہ بھیجا مگر۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، ہم نے آپ سے پہلے جس امت کی طرف کوئی رسول اور نبی بھیجا، ہم اس کی طرف وحی فرماتے

رہے کہ زمین و آسمان میں میرے علاوہ کوئی معبود نہیں جو عبادت کئے جانے کا مستحق ہو، تو اخلاص کے ساتھ میری عبادت کرو اور صرف مجھے ہی معبود مانو۔ (1)

آیت "وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ" سے معلوم ہونے والے مسائل

اس آیت سے تین باتیں معلوم ہوئیں

(1)...... ہر نبی عَلَیْہِ السَّلَام پر وحی آتی تھی۔ نبوت کے لئے وحی لازم و ضروری ہے۔

(2)......تمام اَنبیاء اور رُسُل عَلَیْھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو مبعوث فرمانے کی بنیادی حکمت اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو ثابت کرنا اور اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا ہے۔

(3)......تمام اَنبیاء اور رُسُل عَلَیْھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام عقائد میں متفق ہیں، اعمال میں فرق ہے۔ کسی نبی عَلَیْہِ السَّلَام کے دین میں شرک جائز نہیں ہوا، لہٰذا سجدۂ تعظیمی شرک نہیں کیونکہ بعض انبیاءِ کرام عَلَیْھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے زمانے میں یہ ہوا ہے البتہ ہماری شریعت میں حرام ضرور ہے۔

وَ قَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ﴿٢٦﴾ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَ هُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ﴿٢٧﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بولے رحمٰن نے بیٹا اختیار کیا پاک ہے وہ بلکہ بندے ہیں عزت والے۔ بات میں اس سے سبقت نہیں کرتے اور وہ اسی کے حکم پر کاربند ہوتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کافروں نے کہا: رحمٰن نے اولاد بنالی ہے۔ وہ پاک ہے، (فرشتے) بلکہ عزت والے بندے ہیں۔ وہ کسی بات میں اللہ سے سبقت نہیں کرتے اور وہ اس کے حکم پر عمل کرتے ہیں۔

﴿وَقَالُوْا : اور کافروں نے کہا۔﴾ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ یہ آیت خزاعہ قبیلے کے بارے میں نازِل ہوئی جنہوں

(1)......تفسیر طبری، الانبیاء، تحت الآیة: ٢٥، ٩/١٦.

نے فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہا تھا۔ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کافر فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی اولاد قرار دیتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے پاک ہے کہ اس کے اولاد ہو۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کی اولاد نہیں بلکہ وہ اس کے برگزیدہ اور مکرم بندے ہیں، وہ کسی بات میں اللہ تعالیٰ سے سبقت نہیں کرتے ،صرف وہی بات کرتے ہیں جس کا اللہ تعالیٰ انہیں حکم دیتا ہے اور وہ کسی اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت نہیں کرتے بلکہ اس کے ہر حکم پر عمل کرتے ہیں۔[1]

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ ﴿۲۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جانتا ہے جو ان کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے اور شفاعت نہیں کرتے مگر اس کے لیے جسے وہ پسند فرمائے اور وہ اس کے خوف سے ڈر رہے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ جانتا ہے جو ان کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے اور وہ صرف اسی کی شفاعت کرتے ہیں جسے اللہ پسند فرمائے اور وہ اس کے خوف سے ڈر رہے ہیں۔

﴿يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ: وہ جانتا ہے جو ان کے آگے ہے۔﴾ اس آیت کی تفسیر میں ایک قول یہ ہے کہ جو کچھ فرشتوں نے کیا اور جو کچھ وہ آئندہ کریں گے سب کچھ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ فرشتوں کی تخلیق سے پہلے کیا تھا اور ان کی تخلیق کے بعد کیا ہوگا۔[2]

﴿وَلَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى: اور وہ صرف اسی کی شفاعت کرتے ہیں جسے اللہ پسند فرمائے۔﴾ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ ''لِمَنِ ارْتَضٰى'' سے وہ لوگ مراد ہیں جو توحید کے قائل ہوں۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے ہر وہ شخص مراد ہے جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو (جن کا مسلمان ہونا بہر حال ضروری ہے۔)[3]

1 ......خازن، الانبياء، تحت الآية: ٢٦-٢٧، ٢٧٥/٣.

2 ......بغوی، الانبياء، تحت الآية: ٢٨، ٢٠٤/٣.

3 ......خازن، الانبياء، تحت الآية: ٢٨، ٢٧٥/٣.

فرشتے دنیا میں شفاعت کرتے ہیں اور آخرت میں بھی کریں گے

یاد رہے کہ فرشتے دنیا میں بھی شفاعت کرتے ہیں، کیونکہ وہ زمین پر رہنے والے ایمان والوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگتے ہیں، جیسا کہ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَ مَنْ حَوْلَهٗ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَ یَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَیْءٍ رَّحْمَةً وَّ عِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِیْنَ تَابُوْا وَ اتَّبَعُوْا سَبِیْلَكَ وَ قِهِمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: عرش اٹھانے والے اور اس کے اردگرد موجود (فرشتے) اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بیان کرتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور مسلمانوں کی بخشش مانگتے ہیں ۔اے ہمارے رب! تیری رحمت اور علم ہر شے سے وسیع ہے تو انہیں بخش دے جو توبہ کریں اور تیرے راستے کی پیروی کریں اور انہیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔

اور ارشاد فرماتا ہے

وَ الْمَلٰٓىٕكَةُ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ یَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِی الْاَرْضِ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور فرشتے اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتے ہیں اور زمین والوں کے لیے معافی مانگتے ہیں۔

اور آخرت میں بھی فرشتے مسلمانوں کی شفاعت کریں گے جیسا کہ زیرِ تفسیر آیت سے معلوم ہورہا ہے اور مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ (قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: فرشتوں نے ،نبیوں نے اور ایمان والوں نے شفاعت کرلی اور اب اَرحم الرّاحمین کے علاوہ اور کوئی باقی نہیں رہا، پھر اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی ایک تعداد کو جہنم سے نکال لے گا جنہوں نے کبھی کوئی نیک عمل نہ کیا ہوگا۔ [3]

﴿وَ هُمْ مِّنْ خَشْیَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ: اور وہ اس کے خوف سے ڈر رہے ہیں۔**﴾** یعنی فرشتے اس مقام و مرتبے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے بے خوف نہیں بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے ڈر رہے ہیں۔ [4]

1 ......مومن: ٧.

2 ......شوری: ٥.

3 ......مسلم، کتاب الایمان، باب معرفة طریق الرؤیة، ص١١٢، الحدیث: ٣٠٢(١٨٣).

4 ......خازن، الانبیاء، تحت الآیة: ٢٨، ٣/٢٧٥.

فرشتے اللّٰہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر، اس کی پکڑ اور اس کے قہر سے کس قدر خوف زدہ رہتے ہیں، اس سلسلے میں 4 اَحادیث ملاحظہ ہوں

(1)......حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''میں معراج کی رات فرشتوں کے پاس سے گزرا تو حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام اللّٰہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے اس چادر کی طرح تھے جو اونٹ کی پیٹھ پر ڈالی جاتی ہے۔''[1]

(2)......ایک روایت میں ہے کہ حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں روتے ہوئے حاضر ہوئے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''تم کیوں رو رہے ہو؟ حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام نے عرض کی: جب سے اللّٰہ تعالیٰ نے جہنم کو پیدا فرمایا ہے تب سے میری آنکھ اس خوف کی وجہ سے خشک نہیں ہوئی کہ کہیں مجھ سے اللّٰہ تعالیٰ کی کوئی نافرمانی ہو جائے اور میں جہنم میں ڈال دیا جاؤں۔[2]

(3)......حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام سے دریافت کیا کہ میں نے کبھی حضرت اسرافیل عَلَیْہِ السَّلَام کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا، اس کی کیا وجہ ہے؟ حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام نے عرض کی: جب سے جہنم کو پیدا کیا گیا ہے تب سے حضرت اسرافیل عَلَیْہِ السَّلَام نہیں ہنسے۔[3]

(4)......نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اللّٰہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جن کے پہلو اس کے خوف کی وجہ سے لرزتے رہتے ہیں، ان کی آنکھ سے گرنے والے ہر آنسو سے ایک فرشتہ پیدا ہوتا ہے، جو کھڑے ہو کر اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی پاکی بیان کرنا شروع کر دیتا ہے۔[4]

فرشتے گناہوں سے معصوم ہونے کے باوجود اللّٰہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے اس قدر ڈرتے ہیں تو ہر نیک اور گناہگار مسلمان کو بھی چاہئے کہ وہ اللّٰہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے ڈرے اور اس کی پکڑ، گرفت اور قہر سے خوف کھائے۔ اللّٰہ تعالیٰ سب

---

1 ......معجم الاوسط، باب العين، من اسمه عبد الرحمن، ٣/٣٠٩، الحديث: ٤٦٧٩.

2 ......شعب الايمان، الحادى عشر من شعب الايمان... الخ، ١/٥٢١، الحديث: ٩١٥.

3 ......مسند امام احمد، مسند انس بن مالك رضى الله عنه، ٤/٤٤٧، الحديث: ١٣٣٤٢.

4 ......شعب الايمان، الحادى عشر من شعب الايمان... الخ، ١/٥٢١، الحديث: ٩١٤.

مسلمانوں کو اس کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

وَ مَنْ یَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّیْۤ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِیْهِ جَهَنَّمَ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِی الظّٰلِمِیْنَ ﴿۲۹﴾ ع

ع ۲ ۱۹ ۲

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان میں جو کوئی کہے کہ میں اللہ کے سوا معبود ہوں تو اسے ہم جہنم کی جزا دیں گے ہم ایسی ہی سزا دیتے ہیں ستمگاروں کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ان میں جو کوئی کہے کہ میں اللہ کے سوا معبود ہوں تو اسے ہم جہنم کی سزا دیں گے۔ ہم ظالموں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔

﴿وَ مَنْ یَّقُلْ مِنْهُمْ: اور ان میں جو کوئی کہے۔﴾ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ اس آیت میں دراصل ان مشرکوں کو ڈرایا گیا ہے جو معبود ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں تا کہ وہ اپنے شرک سے باز آجائیں، اور آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ بفرضِ محال فرشتوں میں سے کوئی یہ کہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے سوا معبود ہوں تو اللہ تعالیٰ اسے بھی دوسرے مجرموں کی طرح جہنم کی سزا دے گا اور اس فرشتے کے اوصاف اور پسندیدہ اَفعال جہنم کی سزا سے اسے بچا نہ سکیں گے اور اللہ تعالیٰ ان ظالموں کو ایسی ہی سزا دیتا ہے جو اس کے سوا معبود ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں (اور جب فرشتوں کے بارے اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ ہے تو اے مشرکو! اس بدترین عمل سے باز نہ آنے کی صورت میں تمہارا انجام کتنا دردناک ہوگا؟)

اور بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ بات ''میں اللہ کے سوا معبود ہوں'' کہنے والا ابلیس ہے جو اپنی عبادت کی دعوت دیتا ہے، فرشتوں میں اور کوئی ایسا نہیں جو یہ کلمہ کہے۔[1] یاد رہے کہ ابلیس درحقیقت جِنّات میں سے ہے اور چونکہ وہ فرشتوں کے ساتھ رہتا تھا اس لیے حکمی طور پر ان ہی میں سے شمار ہوتا تھا۔

اَوَ لَمْ یَرَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ؕ

[1] ......روح البيان، الانبياء، تحت الآية: ۲۹، ۵/۴٦۹، خازن، الانبياء، تحت الآية: ۲۹، ۳/۲۷۵، ملتقطاً.

وَ جَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَیْءٍ حَیٍّؕ-اَفَلَا یُؤْمِنُوْنَ(۳۰)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا کافروں نے یہ خیال نہ کیا کہ آسمان اور زمین بند تھے تو ہم نے انہیں کھولا اور ہم نے ہر جاندار چیز پانی سے بنائی تو کیا وہ ایمان نہ لائیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا کافروں نے یہ خیال نہ کیا کہ آسمان اور زمین ملے ہوئے تھے تو ہم نے انہیں کھول دیا اور ہم نے ہر جاندار چیز پانی سے بنائی تو کیا وہ ایمان نہیں لائیں گے؟

﴿اَوَلَمْ یَرَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا: کیا کافروں نے یہ خیال نہ کیا۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی شانِ قدرت اور شانِ تخلیق کا بیان ہے اور اسی میں عقیدۂ شرک کی تردید بھی ہے کہ جب ان چیزوں کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں تو عبادت میں اس کا کوئی شریک کیسے ہوسکتا ہے؟ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ کیا کافروں نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ آسمان اور زمین ملے ہوئے تھے تو ہم نے انہیں کھول دیا اور ہم نے ہر جاندار چیز کو پانی سے پیدا فرمایا تو ان روشن نشانیوں کے باوجود کیا مشرکین ایمان نہیں لائیں گے؟[1]

آسمان اور زمین ملے ہوئے ہونے سے کیا مراد ہے؟

اس آیت میں فرمایا گیا کہ آسمان و زمین ملے ہوئے تھے، اس سے ایک مراد تو یہ ہے کہ ایک دوسرے سے ملا ہوا تھا ان میں فصل و جدائی پیدا کر کے انہیں کھولا گیا۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ آسمان اس طور پر بند تھا کہ اس سے بارش نہیں ہوتی تھی اور زمین اس طور پر بند تھی کہ اس سے نباتات پیدا نہیں ہوتی تھیں، تو آسمان کا کھولنا یہ ہے کہ اس سے بارش ہونے لگی اور زمین کا کھولنا یہ ہے کہ اس سے سبزہ پیدا ہونے لگا۔[2]

اس معنی کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے، چنانچہ حلیۃ الاولیاء میں ہے کہ ایک شخص حضرتِ عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے پاس آیا اور آسمانوں اور زمین کے بارے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ''كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا'' کے متعلق

1 ......تفسیر کبیر، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۳۰، ۸/۱۳۶، روح البیان، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۳۰، ۵/۴۷۰-۴۷۱، ملتقطاً.

2 ......خازن، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۳۰، ۳/۲۷۵.

پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ ”حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے پاس جاؤ اور ان سے پوچھ لو، پھر جو وہ جواب دیں مجھے بھی بتانا۔ وہ شخص حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے پاس گیا اور ان سے یہی سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: ہاں آسمان ملا ہوا تھا اس سے بارش نہیں ہوتی تھی اور زمین بھی ملی ہوئی تھی کوئی چیز نہ اگاتی تھی پھر جب اللہ تعالیٰ نے زمین پر مخلوق کو پیدا کیا تو آسمان کو بارش کے ساتھ اور زمین کو نباتات کے ساتھ پھاڑ دیا۔ وہ شخص حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے پاس واپس آیا اور انہیں حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کا جواب سنایا تو حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا ”بے شک حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کو علم عطا کیا گیا ہے، انہوں نے سچ اور صحیح فرمایا ہے، وہ بالکل اسی طرح تھے۔[1]

﴿وَ جَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ: اور ہم نے ہر جاندار چیز پانی سے بنائی۔﴾ ہر جاندار چیز کو پانی سے بنانے سے کیا مراد ہے اس کے بارے میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں: (1) اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پانی کو جانداروں کی حیات کا سبب بنایا ہے۔ (2) اس کے معنی یہ ہیں کہ ہر جاندار پانی سے پیدا کیا ہوا ہے۔ (3) پانی سے نطفہ مراد ہے۔[2]

﴿اَفَلَا یُؤْمِنُوْنَ: تو کیا وہ ایمان نہیں لائیں گے؟﴾ اس سے مراد یہ ہے کہ کیا وہ ایسا نہیں کریں گے کہ ان دلائل میں غور و فکر کریں اور اِس کے ذریعے اُس خالق کو جان لیں جس کا کوئی شریک نہیں اور شرک کا طریقہ چھوڑ کر اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئیں۔[3]

اس آیتِ مبارکہ کو سامنے رکھتے ہوئے موجودہ دور کے تمام سیکولر اور مُلحد مفکّرین کو چاہئے کہ وہ ان دلائل میں غور و فکر کریں جو خدا کے موجود ہونے پر دلالت کرتے ہیں اور خدا کے موجود نہ ہونے کا نظریہ چھوڑ کر اس خدا پر ایمان لے آئیں جو اس کائنات کو پیدا کرنے والا اور اس کے نظام کو چلانے والا ہے۔

وَ جَعَلْنَا فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِهِمْ وَ جَعَلْنَا فِیْهَا فِجَاجًا

1 ......حلية الاولياء، ذكر الصحابة من المهاجرين، عبد الله بن عباس، ١/٣٩٥، روايت نمبر ١١٢٨.

2 ......خازن، الانبياء، تحت الآية: ٣٠، ٣/٢٧٥-٢٧٦.

3 ......تفسير كبير، الانبياء، تحت الآية: ٣٠، ٨/١٣٨.

سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿٣١﴾ وَ جَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا ۚۖ وَّ هُمْ عَنْ اٰيٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿٣٢﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور زمین میں ہم نے لنگر ڈالے کہ انہیں لے کر نہ کانپے اور ہم نے اس میں کشادہ راہیں رکھیں کہ کہیں وہ راہ پائیں۔ اور ہم نے آسمان کو چھت بنایا نگاہ رکھی گئی اور وہ اس کی نشانیوں سے روگرداں ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور زمین میں ہم نے مضبوط لنگر ڈال دیئے تاکہ لوگوں کو لے کر حرکت نہ کرتی رہے اور ہم نے اس میں کشادہ راستے بنائے تاکہ وہ راستہ پالیں۔ اور ہم نے آسمان کو ایک محفوظ چھت بنایا اور وہ لوگ اس کی نشانیوں سے منہ پھیرے ہوئے ہیں۔

﴿ وَ جَعَلْنَا فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ: اور زمین میں ہم نے مضبوط لنگر ڈال دیئے۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین میں مضبوط پہاڑ قائم کر دیئے تاکہ زمین جم جائے، ٹھہری رہے اور غیر مُتوازن حرکت نہ کرے اور لوگ اس پر آرام وسکون کے ساتھ چل سکیں اور اللہ تعالیٰ نے اس میں کشادہ راستے بنائے تاکہ لوگ اپنے سفروں میں راستہ پالیں اور جن مقامات کا ارادہ کریں وہاں تک پہنچ سکیں۔

﴿ وَ جَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا: اور ہم نے آسمان کو ایک محفوظ چھت بنایا۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے آسمان کو ایک گرنے سے محفوظ چھت بنایا اور کافروں کا حال یہ ہے کہ وہ آسمانی کائنات سورج، چاند، ستارے اور اپنے اپنے اَفلاک میں ان کی حرکتوں کی کیفیت اور اپنے اپنے مَطالع سے ان کے طلوع اور غروب اور ان کے احوال کے عجائبات جو عالَم کو بنانے والے کے وجود، اس کی وحدت اور اس کی قدرت وحکمت کے کمال پر دلالت کرتے ہیں، ان سب سے اِعراض کرتے ہیں اور ان دلائل سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔[1]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ریاضی اور فلکیات کا علم اعلیٰ علوم میں سے ہے جبکہ انہیں اللہ تعالیٰ کی معرفت کا ذریعہ

1 ......خازن، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۳۲، ۳/۲۷۶.

بنایا جائے۔صوفیاءِ کرام رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ فرماتے ہیں کہ ایک گھڑی کی فکر ہزار سال کے اس ذکر سے افضل ہے جو بغیر فکر کے ہو۔

وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ الَّیْلَ وَ النَّهَارَ وَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَؕ كُلٌّ فِیْ فَلَكٍ یَّسْبَحُوْنَ ﴿۳۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہی ہے جس نے بنائے رات اور دن اور سورج اور چاند ہر ایک ایک گھیرے میں پیر رہا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہی ہے جس نے رات اور دن اور سورج اور چاند کو پیدا کیا۔سب ایک گھیرے میں تیر رہے ہیں۔

﴿ وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ الَّیْلَ وَ النَّهَارَ: **اور وہی ہے جس نے رات اور دن کو پیدا کیا۔**﴾ ارشاد فرمایا کہ وہی اکیلا معبود ہے جس نے رات کو تاریک بنایا تاکہ لوگ اس میں آرام کریں اور دن کو روشن بنایا تاکہ اس میں معاش وغیرہ کے کام انجام دیں اور سورج کو پیدا کیا تاکہ وہ دن کا چراغ ہو اور چاند کو پیدا کیا تاکہ وہ رات کا چراغ ہو۔ یہ سب ایک گھیرے میں ایسے تیر رہے ہیں جس طرح تیراک پانی میں تیرتا ہے۔[1]

وَ مَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَؕ اَفَاۡىٕنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ﴿۳۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے تم سے پہلے کسی آدمی کے لیے دنیا میں ہمیشگی نہ بنائی تو کیا اگر تم انتقال فرماؤ تو یہ ہمیشہ رہیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے تم سے پہلے کسی آدمی کے لیے (دنیا میں) ہمیشہ رہنا نہ بنایا تو کیا اگر تم انتقال فرماؤ تو یہ دوسرے لوگ ہمیشہ رہیں گے؟

1 ......مدارك، الانبياء، تحت الآية: ٣٣، ص ٧١٥، خازن، الانبياء، تحت الآية: ٣٣، ٣/٢٧٦، ملتقطاً.

﴿وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ: اور ہم نے تم سے پہلے کسی آدمی کے لیے ہمیشہ رہنا نہ بنایا۔﴾ گزشتہ آیات میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے قادرِ مُطلَق ہونے کی نشانیاں بیان فرمائیں اور اسی کے تحت اپنی نعمتوں کا بھی بیان فرمایا، اب ان آیات میں بتایا جا رہا ہے کہ دنیا فنا ہونے والی ہے اور اس میں ہر چیز کو فنا ہونا ہے لہٰذا اس میں دل نہ لگاؤ اور نہ ہی اس دنیا کے عجائب وغرائب اور اس کی آرائشوں پر جان ودل سے قربان ہو جاؤ بلکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تو یہ چیزیں تمہاری آزمائش کے لیے پیدا کی ہیں لہٰذا اپنی ابدی زندگی پر نظر رکھتے ہوئے اسی کی تیاری کرو۔ **شانِ نزول:** رسول کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دشمن اپنی گمراہی اور دشمنی کی وجہ سے کہتے تھے کہ ہم حوادثِ زمانہ کا انتظار کر رہے ہیں، عنقریب ایسا وقت آنے والا ہے کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی وفات ہو جائے گی۔ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ دشمنانِ رسول کے لئے یہ کوئی خوشی کی بات نہیں کیونکہ ہم نے دنیا میں کسی آدمی کے لئے ہمیشگی نہیں رکھی۔ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کیا اگر آپ انتقال فرما جائیں تو یہ لوگ ہمیشہ رہیں گے اور انہیں موت کے پنجے سے رہائی مل جائے گی؟ جب ایسا نہیں ہے تو پھر وہ کس بات پر خوش ہوتے ہیں؟ اور حقیقت یہ ہے کہ ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے۔[1]

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ؕ وَاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۳۵﴾
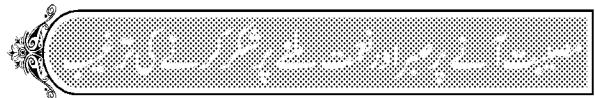
ترجمۂ کنزالایمان: ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور ہم تمہاری آزمائش کرتے ہیں برائی اور بھلائی سے جانچنے کو اور ہماری ہی طرف تمہیں لوٹ کر آنا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے اور ہم برائی اور بھلائی کے ذریعے تمہیں آزماتے ہیں اور ہماری ہی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

﴿وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً: اور ہم برائی اور بھلائی کے ذریعے تمہیں آزماتے ہیں۔﴾ یعنی ہم تمہیں راحت

1 ......خازن، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۳۴-۳۵، ۳/۲۷۶.

وتکلیف، تندرستی و بیماری، دولت مندی و ناداری، نفع اور نقصان کے ذریعے آزماتے ہیں تاکہ ظاہر ہو جائے کہ صبر و شکر میں تمہارا کیا درجہ ہے اور بالآخر تم ہماری ہی طرف لوٹائے جاؤ گے اور ہم تمہیں تمہارے اعمال کی جزا دیں گے۔ [1]

مصیبت پر صبر اور نعمت پر شکر کرنے کی ترغیب

اس سے معلوم ہوا کہ بعض اوقات مصیبت نازل کر کے یا نعمت عطا کر کے بندے کو اس بات میں آزمایا جاتا ہے کہ وہ مصیبت آنے پر کتنا صبر کرتا اور نعمت ملنے پر کتنا شکر کرتا ہے، لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ جب وہ محتاجی یا بیماری وغیرہ کسی مصیبت میں مبتلا ہو تو شکوہ شکایت نہ کرے بلکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہے اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری میں مصروف رہے اور جب اسے مالداری اور صحت وغیرہ کوئی نعمت ملے تو وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔ ترغیب کے لئے یہاں مصیبت پر صبر اور نعمت پر شکر کرنے سے متعلق 4 اَحادیث ملاحظہ ہوں۔

(1)...... حضرت ابو سعید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جو صبر کرنا چاہے گا اللہ تعالیٰ اسے صبر کی توفیق عطا فرما دے گا اور صبر سے بہتر اور وسعت والی عطا کسی پر نہیں کی گئی۔ [2]

(2)...... حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''بے شک زیادہ اجر سخت آزمائش پر ہی ہے اور اللہ تعالیٰ جب کسی قوم سے محبت کرتا ہے تو انہیں آزمائش میں مبتلا کر دیتا ہے، تو جو اس کی قضا پر راضی ہو اس کے لئے رضا ہے اور جو ناراض ہو اس کے لئے ناراضی ہے۔ [3]

(3)...... حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جسے چار چیزیں عطا کی گئیں اسے دنیا و آخرت کی بھلائی عطا کی گئی: (۱) شکر کرنے والا دل۔ (۲) اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والی زبان۔ (۳) مصیبت پر صبر کرنے والا بدن۔ (۴) اس کے مال اور عزت میں خیانت نہ کرنے والی بیوی۔ [4]

(4)...... حضرت حسن بصری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کو نعمت عطا فرماتا ہے تو ان سے شکر کا مطالبہ فرماتا ہے، اگر وہ اس کا شکر کریں تو اللہ تعالیٰ انہیں زیادہ دینے پر قادر ہے اور اگر وہ ناشکری کریں

---

1 ......خازن، الانبياء، تحت الآية: ٣٥، ٣/٢٧٦.

2 ......مسلم، كتاب الزكاة، باب فضل التعفّف والصبر، ص٥٢٤، الحديث: ١٢٤(١٠٥٣).

3 ......ابن ماجه، كتاب الفتن، باب الصبر على البلاء، ٤/٣٧٤، الحديث: ٤٠٣١.

4 ......معجم الكبير، طلق بن حبيب عن ابن عباس، ١١/١٣٤، الحديث: ١١٢٧٥.

تو وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ اپنی نعمت کو ان پر عذاب سے بدل دے۔[1]

وَ اِذَا رَاٰكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ یَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًاؕ اَهٰذَا الَّذِیْ یَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْۚ وَ هُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كٰفِرُوْنَ(۳۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب کافر تمہیں دیکھتے ہیں تو تمہیں نہیں ٹھہراتے مگر ٹھٹھا کیا یہ ہیں وہ جو تمہارے خداؤں کو برا کہتے ہیں اور وہ رحمٰن ہی کی یاد سے منکر ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب کافر آپ کو دیکھتے ہیں تو آپ کو صرف ہنسی مذاق بنالیتے ہیں۔ کیا یہ وہ آدمی ہے جو تمہارے خداؤں کو برا کہتا ہے اور وہ (کافر) رحمٰن ہی کی یاد سے منکر ہیں۔

﴿وَ اِذَا رَاٰكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا: اور جب کافر آپ کو دیکھتے ہیں۔﴾ گزشتہ آیت میں سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے وصال کی باتیں کرنے والوں کو جواب دیا گیا، اب اس آیت میں ان لوگوں کو جواب دیا جارہا ہے جو **مَعَاذَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ**، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ مَسخرہ پن کیا کرتے تھے۔ **شانِ نزول:** یہ آیت ابوجہل کے بارے میں نازل ہوئی۔ ایک مرتبہ حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تشریف لے جارہے تھے تو ابوجہل آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو دیکھ کر ہنسا اور اپنے ساتھ موجود لوگوں سے کہنے لگا کہ: یہ بنی عبدِ مناف کے نبی ہیں، پھر وہ آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے: کیا یہ وہ آدمی ہے جو تمہارے خداؤں کو برا کہتا ہے۔'' اس پر **اللّٰہ** تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، یہ آپ پر اپنے خداؤں کو برا کہنے کا عیب لگاتے ہیں حالانکہ ان کا اپنا حال یہ ہے کہ وہ رحمٰن ہی کی یاد سے منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم رحمٰن کو جانتے ہی نہیں۔ اس جہالت اور گمراہی میں مبتلا ہونے کے باوجود آپ کے ساتھ مذاق کرتے ہیں اور یہ نہیں دیکھتے کہ ہنسی کے قابل تو خود ان کا اپنا حال ہے۔[2]

---

1 ......شعب الایمان، الثالث والثلاثون من شعب الایمان... الخ، ۴/۱۲۷، روایت نمبر: ۴۵۳۶۔

2 ......خازن، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۳۶، ۳/۲۷۷، مدارک، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۳۶، ص۷۱۶، روح البیان، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۳۶، ۵/۴۷۹-۴۸۰، ملتقطاً۔

خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ ؕ سَاُورِیْكُمْ اٰیٰتِیْ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿۳۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: آدمی جلد باز بنایا گیا اب میں تمہیں اپنی نشانیاں دکھاؤں گا مجھ سے جلدی نہ کرو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: آدمی جلد باز بنایا گیا۔اب میں تمہیں اپنی نشانیاں دکھاؤں گا تو مجھ سے جلدی نہ کرو۔

﴿ خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ: آدمی جلد باز بنایا گیا۔﴾ اس کا ایک معنی یہ ہے کہ جلد بازی کی زیادتی اور صبر کی کمی کی وجہ سے گویا انسان بنایا ہی جلد بازی سے گیا ہے یعنی جلد بازی انسان کا خمیر ہے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ جلد بازی کو انسان کی فطرت اور اخلاق میں پیدا کیا گیا ہے۔ یہاں آیت میں انسان سے کون مراد ہے، اس کے بارے میں مفسرین کے تین قول ہیں: **(1)** اس سے انسان کی جنس مراد ہے۔ **(2)** یہاں انسان سے مراد نضر بن حارث ہے۔ **(3)** اس آیت میں انسان سے مراد حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہیں۔[1]

﴿سَاُورِیْكُمْ اٰیٰتِیْ: اب میں تمہیں اپنی نشانیاں دکھاؤں گا۔﴾ شانِ نزول: جب نضر بن حارث نے جلد عذاب نازل کرنے کا مطالبہ کیا تو اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ اب میں تمہیں اپنی نشانیاں دکھاؤں گا۔ان نشانیوں سے عذاب کے وہ وعدے مراد ہیں جو مشرکین کو دیئے گئے تھے، ان وعدوں کا وقت قریب آ گیا ہے، لہٰذا انہیں چاہئے کہ وقت سے پہلے ان کا مطالبہ نہ کریں۔ چنانچہ دنیا میں بدر کے دن وہ منظر ان کی نگاہوں کے سامنے آ گیا اور آخرت میں وہ جہنم کا عذاب دیکھیں گے۔[2]

[illegible]
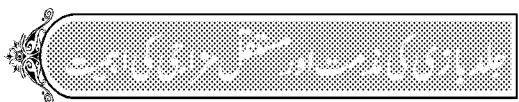
علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے اس مقام پر ”تاویلاتِ نجمیہ“ کے حوالے سے ایک بہت پیارا نکتہ بیان کیا ہے کہ (گویا اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا) اے کافرو! تم اپنی جہالت و گمراہی کی وجہ سے عذاب طلب کرنے میں جلدی مچا رہے ہو، کیونکہ تم نے مذاق اڑا کر اور دشمنی کر کے میرے حبیب اور میرے نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تکلیف دی ہے۔

---

1 ......روح المعانی، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۳۷، ۹/۶۴-۶۵.

2 ......خازن، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۳۷، ۳/۲۷۷، روح البیان، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۳۷، ۵/۴۸۰، ملتقطاً.

(میرے اولیاء کا میری بارگاہ میں یہ مقام ہے کہ) جس نے میرے کسی ولی سے دشمنی کی تو اس نے مجھ سے جنگ کا اعلان کر دیا اور بے شک اس نے عذاب طلب کرنے میں جلدی کر لی کیونکہ میں اپنے اولیاء کی وجہ سے شدید غضب فرماتا ہوں اور جو بد بخت میرے حبیب اور میرے نبی صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سے دشمنی کرے تو اس کا انجام کیا ہوگا۔[1]

اس میں ان لوگوں کے لئے بڑی عبرت ہے جو حضور پُر نور صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے لئے بے اَدبانہ انداز اپنا کر، آپ کی سیرت اور سنتوں کا مذاق اڑا کر، آپ کے اَعمال کو ہدفِ تنقید بنا کر، آپ کے صحابۂ کرام اور آل اولاد پر انگشتِ اِعتراض اٹھا کر الغرض کسی بھی طریقے سے حضور پُر نور صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے لئے اَذِیَّت اور تکلیف کا باعث بنتے ہیں۔ اللّٰہ تعالیٰ انہیں ہدایت عطا فرمائے۔

جلد بازی کی مذمت اور مستقل مزاجی کی اہمیت

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جلد بازی ایسی بری چیز ہے کہ اس کی وجہ سے انسان اپنی ہلاکت و بربادی اور عبرتناک موت تک کا مطالبہ کر بیٹھتا ہے اور یہ جلد بازی کا ہی نتیجہ ہے کہ انسان اچھائی کو برائی اور برائی کو اچھائی سمجھ بیٹھتا ہے اور وہ کوئی عملی قدم اٹھانے سے پہلے اس کے اچھے اور برے پہلوؤں پر غور نہیں کر پاتا اور یوں اکثر وہ اپنا نقصان کر بیٹھتا ہے جبکہ اس کے مقابلے میں مستقل مزاج اور سکون واطمینان سے کام کرنے والا آدمی اپنے مقصد کو پالیتا ہے اور نقصان سے بھی بچ جاتا ہے۔ حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جب تم نے بردباری سے کام لیا تو اپنے مقصد کو پالیا، یا عنقریب پالو گے اور جب تم نے جلد بازی کی تو تم خطا کھا جاؤ گے یا ممکن ہے کہ تم سے خطا سرزد ہو جائے۔[2]

حضرت حسن رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جو جلدی کرتا ہے وہ خطا میں پڑتا ہے۔[3]

لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ جلد بازی سے بچے اور مستقل مزاجی کو اختیار کرنے کی کوشش کرے۔ خیال رہے کہ چند چیزوں میں جلدی اچھی ہے، جیسے گناہوں سے توبہ، نماز کی ادائیگی، جب کُفُو مل جائے تو لڑکی کی شادی اور میت

1 ......روح البیان، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۳۷، ۵/۴۸۱.

2 ...... السنن الصغری، کتاب آداب القاضی، باب التثبت فی الحکم، ۲/۶۱۰، الحدیث: ۴۴۹۹.

3 ......نوادر الاصول، الاصل الحادی والستّون والمائتان، ۲/۱۲۶۸، الحدیث: ۱۵۵۹.

کی تجہیز و تکفین کرنے میں جلدی کرنا۔[1]

وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۸﴾ لَوْ يَعْلَمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا حِيْنَ لَا يَكُفُّوْنَ عَنْ وُّجُوْهِهِمُ النَّارَ وَ لَا عَنْ ظُهُوْرِهِمْ وَ لَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۳۹﴾ بَلْ تَاْتِيْهِمْ بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ رَدَّهَا وَ لَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۴۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کہتے ہیں کب ہوگا یہ وعدہ اگر تم سچے ہو۔ کسی طرح جانتے کافر اس وقت کو جب نہ روک سکیں گے اپنے مونھوں سے آگ اور نہ اپنی پیٹھوں سے اور نہ ان کی مدد ہو۔ بلکہ وہ ان پر اچانک آپڑے گی تو انہیں بے حواس کردے گی پھر نہ وہ اسے پھیر سکیں گے اور نہ انہیں مہلت دی جائے گی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کہتے ہیں: اگر تم سچے ہو تو یہ وعدہ کب ہوگا؟ اگر کافر اس وقت کو جان لیتے جب وہ اپنے چہروں سے اور اپنی پیٹھوں سے آگ کو نہ روک سکیں گے اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔ بلکہ وہ (قیامت) ان پر اچانک آپڑے گی تو انہیں حیران کردے گی پھر نہ وہ اسے رد کرسکیں گے اور نہ انہیں مہلت دی جائے گی۔

﴿وَ يَقُوْلُوْنَ: اور کہتے ہیں۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ مشرکین نے جلدی مچاتے اور مذاق اڑاتے ہوئے کہا: اے مسلمانوں کے گروہ! اگر تم سچے ہو تو عذاب یا قیامت کا یہ وعدہ کب پورا ہوگا؟ ارشاد فرمایا گیا کہ اگر کافر اس وقت کو جان لیتے جب وہ اپنے چہروں سے اور اپنی پیٹھوں سے دوزخ کی آگ کو نہ روک سکیں گے اور نہ ان کی مدد کی جائے گی، تو وہ کفر پر قائم نہ رہتے اور عذاب طلب کرنے میں جلدی نہ کرتے۔[2] نیز کفار کو اپنے عذاب کا حقیقی علم ہو جاتا تو قیامت کا وقت نہ پوچھتے بلکہ اس کیلئے تیاری کرتے۔

1 ...... مستقل مزاجی کی اہمیت اور جلد بازی کے نقصانات سے متعلق مفید معلومات حاصل کرنے کے لئے کتاب ''جلد بازی کے نقصانات'' (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ فرمائیں۔

2 ...... قرطبی، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۳۸-۳۹، ۶/۱۶۱، الجزء الحادی عشر، تفسیر کبیر، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۳۸-۳۹، ۸/۱۴۵-۱۴۶، خازن، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۳۸-۳۹، ۳/۲۷۷، ملتقطاً۔

﴿بَلْ تَاْتِيْهِمْ بَغْتَةً: بلکہ وہ ان پر اچانک آپڑے گی۔﴾ کفار کے طلب کردہ عذاب کی شدت بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ کفار کو اس کے آنے کا وقت معلوم نہیں بلکہ وہ قیامت ان پر اچانک آپڑے گی تو انہیں حیران کردے گی، پھر نہ وہ اسے کسی حیلے سے رد کرسکیں گے اور نہ انہیں توبہ و معذرت کی مہلت دی جائے گی۔ [1]

وَ لَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۴۱﴾

ع ۳ / ۱۲ / ۳

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک تم سے اگلے رسولوں کے ساتھ ٹھٹھا کیا گیا تو مسخرگی کرنے والوں کا ٹھٹھا انہی کو لے بیٹھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک تم سے اگلے رسولوں کا مذاق اڑایا گیا تو جس (عذاب) کا مذاق اڑاتے تھے اسی نے ان کو گھیر لیا۔

﴿وَ لَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ: اور بیشک تم سے اگلے رسولوں کا مذاق اڑایا گیا۔﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو مزید تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جس طرح آپ کی قوم نے آپ کا مذاق اڑایا اسی طرح ان سے پہلے کے کفار بھی اپنے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا مذاق اڑایا کرتے تھے تو مذاق اڑانے والوں کا مذاق انہیں کو لے بیٹھا اور وہ اپنے مذاق اڑانے اور مسخرہ پن کرنے کے وبال و عذاب میں گرفتار ہوئے۔ لہٰذا آپ رنجیدہ نہ ہوں، آپ کے ساتھ اِستہزاء کرنے والوں کا بھی یہی انجام ہونا ہے۔ [2]

قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ بِالَّيْلِ وَ النَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ ؕ بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۴۲﴾

1 ......تفسیر کبیر، الانبياء، تحت الآية: ۴۰، ۸/۱۴۶.

2 ......تفسیر کبیر، الانبياء، تحت الآية: ۴۱، ۸/۱۴۶، الانعام، تحت الآية: ۱۰، ۴/۴۸۷، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ شبانہ روز تمہاری کون نگہبانی کرتا ہے رحمٰن سے بلکہ وہ اپنے رب کی یاد سے منہ پھیرے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: رات اور دن میں رحمٰن کے عذاب سے تمہاری کون حفاظت کرے گا؟ بلکہ وہ اپنے رب کے ذکر سے منہ پھیرے ہوئے ہیں۔

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان مذاق اڑانے والے مغرور کافروں سے فرمائیں کہ اگر اللہ تعالیٰ رات اور دن میں تم پر اپنا عذاب نازل کرے تو اس کے عذاب سے تمہاری کون حفاظت کرے گا؟ کیا اس کے علاوہ کوئی اور ایسا ہے جو تمہیں عذاب سے محفوظ رکھ سکے؟ تو حقیقت میں یہ لوگ سراسر غفلت میں پڑے ہوئے ہیں اور اپنے رب کی یاد سے منہ پھیرے ہوئے ہیں۔

اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَاؕ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ وَ لَا هُمْ مِّنَّا یُصْحَبُوْنَ(۴۳)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا ان کے کچھ خدا ہیں جو ان کو ہم سے بچاتے ہیں وہ اپنی ہی جانوں کو نہیں بچا سکتے اور نہ ہماری طرف سے ان کی یاری ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا ان کے کچھ خدا ہیں جو انہیں ہم سے بچالیں گے؟ وہ اپنی ہی جانوں کی مدد نہیں کر سکتے اور نہ ہی ان کی ہماری طرف سے مدد و حفاظت کی جاتی ہے۔

﴿اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا: کیا ان کے کچھ خدا ہیں جو انہیں ہم سے بچالیں گے؟﴾ ارشاد فرمایا کہ کیا ان کافروں کے خیال میں ہمارے سوا ان کے کچھ خدا ہیں جو انہیں ہم سے بچاتے ہیں اور ہمارے عذاب سے محفوظ رکھتے ہیں؟ ایسا تو نہیں ہے اور اگر وہ اپنے بتوں کے بارے میں یہ اعتقاد رکھتے ہیں تو ان بتوں کا حال یہ ہے کہ وہ اپنی ہی جانوں کی مدد نہیں کر سکتے، اپنے پوجنے والوں کو کیا بچا سکیں گے اور نہ ہی ان کی ہماری طرف سے مدد و حفاظت کی جاتی ہے۔(1)

1......خازن، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۴۳، ۳/۲۷۸، تفسیر کبیر، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۴۳، ۸/۱٤۷، ملتقطاً۔

بَلْ مَتَّعْنَا هٰۤؤُلَآءِ وَ اٰبَآءَهُمْ حَتّٰى طَالَ عَلَیْهِمُ الْعُمُرُؕ اَفَلَا یَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِی الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَاؕ اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۴۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بلکہ ہم نے ان کو اوران کے باپ دادا کو برتاوا دیا یہاں تک کہ زندگی ان پر دراز ہوئی تو کیا نہیں دیکھتے کہ ہم زمین کو اس کے کناروں سے گھٹاتے آرہے ہیں تو کیا یہ غالب ہوں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بلکہ ہم نے انہیں اوران کے باپ دادا کو فائدہ اٹھانے دیا یہاں تک کہ زندگی ان پر دراز ہوگئی تو کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم زمین کو اس کے کناروں سے گھٹاتے آرہے ہیں۔تو کیا یہ غالب ہوں گے؟

﴿بَلْ مَتَّعْنَا هٰۤؤُلَآءِ وَ اٰبَآءَهُمْ : بلکہ ہم نے انہیں اوران کے باپ دادا کو فائدہ اٹھانے دیا۔﴾ ارشاد فرمایا: بلکہ ہم نے ان کفار کو اوران کے باپ دادا کو فائدہ اٹھانے دیا اور دنیا میں انہیں نعمت و مہلت دی یہاں تک کہ زندگی ان پر دراز ہوگئی اور وہ اس سے اور زیادہ مغرور ہوئے اور انہوں نے گمان کیا کہ وہ ہمیشہ ایسے ہی رہیں گے تو کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم کفرستان کی زمین کو اس کے کناروں سے گھٹاتے آرہے ہیں اور روز بروز مسلمانوں کو اس پر تَسَلُّط دے رہے ہیں اور ایک شہر کے بعد دوسرا شہر فتح ہوتا چلا آرہا ہے، حدودِ اسلام بڑھ رہی ہیں اور کفر کی سرزمین گھٹتی چلی آتی ہے اور مکہ مکرمہ کے قریبی علاقوں پر مسلمانوں کا تسلط ہوتا جارہا ہے، کیا مشرکین جو عذاب طلب کرنے میں جلدی کرتے ہیں اس کو نہیں دیکھتے اور عبرت حاصل نہیں کرتے، تو کیا یہ غالب ہوں گے جن کے قبضہ سے زمین دَم بدم نکلتی جارہی ہے یا رسول کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اوران کے اَصحاب جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے فتح پر فتح پارہے ہیں اوران کے مقبوضہ علاقے رفتہ رفتہ بڑھتے چلے جارہے ہیں۔[1]

اس سے معلوم ہوا کہ لمبی عمر، مال کی زیادتی اور زیادہ آرام عموماً غفلت اور اللہ تعالیٰ کے عذاب کا سبب بن جاتے

1 ......خازن، الانبیاء، تحت الآیۃ: ٤٤، ٣/٢٧٨، مدارك، الانبیاء، تحت الآیۃ: ٤٤، ص٧١٧، ملتقطاً۔

ہیں اور یہی چیزیں جب نیکیوں میں صَرف ہوں تو اللہ تعالیٰ کی رحمت بن جاتی ہیں، جیسے شیطان کی لمبی عمر اس کے لئے زیادہ عذاب کا باعث ہے اور حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی دراز عمر شریف عین رحمتِ پروردگار ہے۔

[illegible]

ابتداءِ اسلام میں مسلمان چونکہ قرآنِ مجید کے احکامات اور اس کی تعلیمات پر کامل طریقے سے عمل پیرا تھے اور انہوں نے حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت و پیروی کو مضبوطی سے تھاما ہوا تھا جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر یہ انعام فرمایا کہ کفار کی آبادیوں، بستیوں، شہروں اور ملکوں پر ان کا غلبہ ختم کر کے مسلمانوں کو قبضہ عطا کر دیا اور رفتہ رفتہ روم اور ایران کی طاقتور ترین سلطنتیں مسلمانوں کے تَسَلُّط میں آ گئیں، عراق اور مصر کی سرزمین پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا، افریقی ممالک اور اندلس کے شہر مسلمانوں کے اقتدار میں آ گئے اور دنیا کے ایک تہائی حصے پر دینِ اسلام کا پرچم لہرانے لگا۔

صدیوں تک مسلمانوں کا یہی حال رہا اور اس عرصے میں مسلمان علمی، فنی، حربی اور تعمیری میدان میں ترقی در ترقی کرتے رہے اور یہ دور مسلمانوں کی خوشحالی اور ترقی کا زریں دور رہا۔ پھر جب مسلمان قرآنِ مجید کے احکامات اور اس کی تعلیمات پر عمل سے دور ہونے لگے اور حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت و فرمانبرداری سے روگردانی شروع کر دی، عیش و عشرت کی بزم گرم کرنے اور رَقص و سُرور کی محفل سجانے لگ گئے، ایک دوسرے سے اقتدار چھیننے میں مصروف ہوئے اور اقتدار کے حصول کی خاطر اسلام کے دشمنوں کو اپنا مددگار بنانے اور ان سے مدد حاصل کرنے لگ گئے تو اس کا انجام یہ ہوا کہ ان کی ملی وحدت پارہ پارہ ہونا شروع ہو گئی اور آہستہ آہستہ مسلمانوں کے مفتوحہ علاقے کفار کے قبضے میں آنے لگ گئے، اسلامی سلطنت کی حدود سمٹنے لگ گئیں اور اب دنیا بھر میں مسلمانوں کا جو حال ہے وہ سب کے سامنے ہے۔ اگر آج بھی مسلمان اپنے ماضی سے سبق نہ سیکھیں گے تو کوئی بعید نہیں کہ مسلمانوں کا رہا سہا غلبہ و اقتدار بھی ان سے چھن جائے۔

قُلْ اِنَّمَاۤ اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ ۖ وَلَا يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَآءَ اِذَا مَا يُنْذَرُوْنَ ﴿۴۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ کہ میں تم کو صرف وحی سے ڈراتا ہوں اور بہرے پکارنا نہیں سنتے جب ڈرائے جائیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: میں تم کو صرف وحی کے ذریعے ڈراتا ہوں اور بہرے پکار کو نہیں سنتے جب انہیں ڈرایا جائے۔

﴿**قُلْ: تم فرماؤ۔**﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان کافروں سے فرما دیں کہ میرا کام یہ ہے کہ قرآنِ مجید میں میری طرف جو وحی کی جاتی ہے اِس کے ذریعے میں تمہیں اُس عذاب سے ڈراؤں جس کے آنے کی تم جلدی مچا رہے ہو، عذاب کو لانا میرا کام نہیں۔ آیت کے آخر میں کافروں کے متعلق فرمایا کہ جیسے بہروں کو کسی خطرے میں آواز دی جائے تو انہیں یہ آواز فائدہ نہیں دیتی کیونکہ ان میں کسی کی آواز سے نفع اٹھانے کی صلاحیت نہیں ہے اسی طرح کفار کی حالت ہے کہ انہیں عذاب کی وَعِیدیں فائدہ نہیں دیتیں کیونکہ انہوں نے ہدایت کی بات سننے سے خود کو بہرا کیا ہوا ہے۔

آیت "قُلْ اِنَّمَاۤ اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْیِ" سے معلوم ہونے والے مسائل

اس آیت سے دو مسئلے معلوم ہوئے۔

(1)...... پیغمبر پر احکام سنا دینا لازم ہے، دل میں اتارنا لازم نہیں کہ یہ خدا کا کام ہے۔

(2)...... جو وعظ سے نفع حاصل نہ کرے، وہ بہرا ہے یعنی دل کا بہرا ہے، اگرچہ بظاہر اس میں سننے کی قوت موجود ہو۔
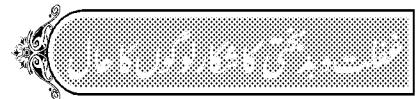
وَلَىِٕنْ مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ لَیَقُوْلُنَّ یٰوَیْلَنَاۤ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِیْنَ ﴿۴۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر انہیں تمہارے رب کے عذاب کی ہوا چھو جائے تو ضرور کہیں گے ہائے خرابی ہماری بیشک ہم ظالم تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر انہیں تمہارے رب کے عذاب کی ہوا چھو جائے تو ضرور کہیں گے: ہائے ہماری خرابی! بیشک ہم ظالم تھے۔

﴿**وَلَىِٕنْ مَّسَّتْهُمْ: اور اگر انہیں چھو جائے۔**﴾ اس سے پہلی آیت میں بیان ہوا کہ عذاب آنے کی خبر سن کر کافروں پر کوئی اثر نہ ہوا اور یہاں فرمایا کہ جب عذاب آ جائے گا تو پھر انہیں پتہ چلے گا کہ انہیں کتنی جلدی اثر ہوتا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا

کہ اگر انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب کا معمولی حصہ پہنچ جائے تو اس وقت یہ ضرور پکاریں گے کہ ہائے ہم برباد ہوگئے، ہم ہلاک ہوگئے، بے شک ہم نبی کی بات پر توجہ نہ دے کر اور ان پر ایمان نہ لاکر اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے تھے۔[1]

غفلت و بدبختی کا شکار لوگوں کا حال

علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ غفلت و بدبختی کا شکار لوگ دنیا میں انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تنبیہ اور اولیاءِ کرام رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِم کے وعظ سے نصیحت حاصل نہیں کرتے یہاں تک کہ موت کے بعد انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب کے آثار میں سے کوئی اثر پہنچے، کیونکہ ابھی لوگ سو رہے ہیں اور جب انہیں موت آئے گی تو یہ بیدار ہو جائیں گے، پھر یہ اپنے گناہوں کا اعتراف کریں گے اور اپنی جانوں پر ظلم کرنے کی وجہ سے ہائے بربادی، ہائے ہلاکت پکاریں گے۔ لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اس کی ناراضی کے اسباب سے بچے اور رحمت و نجات کے دروازے کی طرف آئے، اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور پرہیزگاری کا راستہ اختیار کرے اور نفسانی خواہشات کو پورا کرنے سے بچے۔[2]

وَ نَضَعُ الْمَوَازِیْنَ الْقِسْطَ لِیَوْمِ الْقِیٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَیْــٴًـاؕ-وَ اِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَیْنَا بِهَاؕ-وَ كَفٰى بِنَا حٰسِبِیْنَ(۴۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم عدل کی ترازوئیں رکھیں گے قیامت کے دن تو کسی جان پر کچھ ظلم نہ ہوگا اور اگر کوئی چیز رائی کے دانہ کے برابر ہو تو ہم اسے لے آئیں گے اور ہم کافی ہیں حساب کو۔
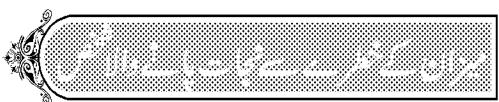
ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم قیامت کے دن عدل کے ترازو رکھیں گے تو کسی جان پر کچھ ظلم نہ ہوگا اور اگر کوئی چیز رائی کے دانہ کے برابر بھی ہوگی تو ہم اسے لے آئیں گے اور ہم حساب کرنے کیلئے کافی ہیں۔

---

1 ......ابو سعود الانبیاء، تحت الآیة: ٤٦، ٣/٤٢٠، مدارك، الانبیاء، تحت الآیة: ٤٦، ص٧١٧-٧١٨، ملتقطاً.

2 ......روح البیان، الانبیاء، تحت الآیة: ٤٦، ٥/٤٨٥.

﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ: اور ہم قیامت کے دن عدل کے ترازو رکھیں گے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ ہم قیامت کے دن عدل کے ترازو رکھیں گے جن کے ذریعے اعمال کا وزن کیا جائے گا تاکہ ان کی جزا دی جائے تو کسی جان پر اس کے حقوق کے معاملے میں کچھ ظلم نہ ہوگا اور اگر اعمال میں سے کوئی چیز رائی کے دانہ کے برابر بھی ہوگی تو ہم اسے لے آئیں گے اور ہم ہر چیز کا حساب کرنے کیلئے کافی ہیں۔[1]

یاد رہے کہ میزان کا معنی اور اعمال کے وزن کی صورتوں نیز میزان سے متعلق مزید کلام سورہ اَعراف کی آیت نمبر 8 کی تفسیر کے تحت گزر چکا ہے۔

[illegible]

قیامت کے ہولناک مراحل میں سے ایک انتہائی ہولناک مرحلہ وہ ہے جب لوگوں کے اعمال کا وزن کیا جائے گا اور یہاں کسی کے ثواب میں کمی کرکے یا کسی کے گناہوں میں اضافہ کرکے اس پر ظلم نہیں کیا جائے گا بلکہ ہر ایک کے ساتھ عدل و انصاف ہوگا اور ہر ایک کو اس کا حق دیا جائے گا لہٰذا اس مرحلے میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے دنیا میں تیاری بہت ضروری ہے۔ ترمذی شریف میں حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اس نے آپ کے سامنے بیٹھ کر عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، میرے کچھ غلام ہیں جو مجھ سے جھوٹ بولتے، میرے ساتھ خیانت کرتے اور میری نافرمانی کرتے ہیں، میں انہیں گالیاں دیتا اور مارتا ہوں، تو ان سے متعلق میرا کیا حال ہوگا؟ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''(جب قیامت کا دن ہوگا تو) ان لوگوں نے جو تمہاری خیانت کی تمہاری نافرمانی کی اور تم سے جھوٹ بولا اور جو تم نے انہیں سزا دی، ان سب کا حساب لگایا جائے گا، پھر اگر تیری سزا ان کے جرموں کے برابر ہوگی تو حساب بے باق ہے، نہ تیرا ان کے ذمہ نہ ان کا تیرے ذمہ کچھ ہوگا، اور اگر تیرا انہیں سزا دینا ان کے قصوروں سے کم ہوگا تو تجھے ان پر بزرگی حاصل ہوگی اور اگر تیرا انہیں سزا دینا ان کے قصور سے زیادہ ہوا تو زیادتی کا تجھ سے بدلہ لیا جائے گا۔ وہ شخص ایک طرف ہوگیا اور چیخیں مار کر رونے لگا، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس سے ارشاد فرمایا ''کیا تم نے اللّٰہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں پڑھا

وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا **ترجمۂ کنزالعرفان:** اور ہم قیامت کے دن عدل کے ترازو

[1] ......روح البیان، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۴۷، ۵/۴۸۵-۴۸۶، جلالین، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۴۷، ص۲۷۳، ملتقطاً۔

تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا — رکھیں گے تو کسی جان پر کچھ ظلم نہ ہوگا۔‘‘

اس شخص نے عرض کی: میں اپنے اور ان غلاموں کے لیے ان کی جدائی سے بہتر کوئی چیز نہیں پاتا، میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ یہ سارے آزاد ہیں۔ (1)

امام محمد غزالی رَحْمَةُاللهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ فرماتے ہیں: میزان کے خطرے سے وہی بچ سکتا ہے جس نے دنیا میں اپنا محاسبہ کیا ہو اور اس میں شرعی میزان کے ساتھ اپنے اعمال، اقوال اور خطرات وخیالات کو تولا ہو، جیسا کہ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ نے فرمایا ’’اپنے نفسوں کا محاسبہ کرو اس سے پہلے کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے اور (قیامت کے دن) وزن کرنے سے پہلے خود وزن کرلو۔‘‘ اپنے نفس کے حساب (یا محاسبہ) سے مراد یہ ہے کہ بندہ مرنے سے پہلے روزانہ سچی توبہ کرے اور اللہ تعالیٰ کے فرائض میں جو کوتاہی کی ہے اس کا تدارُک کرے اور لوگوں کے حقوق ایک ایک کوڑی کے حساب سے واپس کرے اور اپنی زبان، ہاتھ یا دل کی بدگمانی کے ذریعے کسی کی بے عزتی کی ہو تو اس کی معافی مانگے اور ان کے دلوں کو خوش کرے حتّٰی کہ جب اسے موت آئے تو اس کے ذمہ نہ کسی کا کوئی حق ہو اور نہ ہی کوئی فرض، تو یہ شخص کسی حساب کے بغیر جنت میں جائے گا۔ اور اگر وہ لوگوں کے حقوق ادا کرنے سے پہلے مرجائے تو (قیامت کے دن) حق دار اس کا گھیراؤ کریں گے، کوئی اسے ہاتھ سے پکڑے گا، کوئی اس کی پیشانی کے بال پکڑے گا، کسی کا ہاتھ اس کی گردن پر ہوگا، کوئی کہے گا: تم نے مجھ پر ظلم کیا، کوئی کہے گا: تو نے مجھے گالی دی، کوئی کہے گا: تم نے مجھ سے مذاق کیا، کوئی کہے گا: تم نے میری غیبت کرتے ہوئے ایسی بات کہی جو مجھے بری لگتی تھی، کوئی کہے گا: تم میرے پڑوسی تھے لیکن تم نے مجھے ایذا دی، کوئی کہے گا: تم نے مجھ سے معاملہ کرتے ہوئے دھوکہ کیا، کوئی کہے گا: تو نے مجھ سے سودا کیا تو مجھ سے دھوکہ کیا اور مجھ سے اپنے مال کے عیب کو چھپایا، کوئی کہے گا: تو نے اپنے سامان کی قیمت بتاتے ہوئے جھوٹ بولا، کوئی کہے گا: تو نے مجھے محتاج دیکھا اور تو مال دار تھا لیکن تو نے مجھے کھانا نہ کھلایا، کوئی کہے گا: تو نے دیکھا کہ میں مظلوم ہوں اور تو اس ظلم کو دور کرنے پر قادر بھی تھا، لیکن تو نے ظالم سے مُصالحت کی اور میرا خیال نہ کیا۔

تو جب اس وقت تیرا یہ حال ہوگا اور حق داروں نے تیرے بدن میں ناخن گاڑ رکھے ہوں گے اور تیرے گریبان پر مضبوط ہاتھ ڈالا ہوگا اور تو ان کی کثرت کے باعث حیران و پریشان ہوگا حتّٰی کہ تو نے اپنی زندگی میں جس سے ایک درہم

(1) ……ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورة الانبیاء علیهم السلام، ١١١/٥، الحدیث: ٣١٧٦.

کا معاملہ کیا ہوگا یا اس کے ساتھ کسی مجلس میں بیٹھا ہوگا تو غیبت، خیانت یا حقارت کی نظر سے دیکھنے کے اعتبار سے اس کا تجھ پر حق بنتا ہوگا اور تو ان کے معاملے میں کمزور ہوگا اور اپنی گردن اپنے آقا اور مولیٰ کی طرف اس نیت سے اٹھائے گا کہ شاید وہ تجھے ان کے ہاتھ سے چھڑائے کہ اتنے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ندا تیرے کانوں میں پڑے گی:

اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ ؕ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ [1]

ترجمۂ کنزالعرفان: آج ہر جان کو اس کے کمائے ہوئے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔ آج کسی پر زیادتی نہیں ہوگی۔

اس وقت ہیبت کے مارے تیرا دل نکل جائے گا اور تجھے اپنی ہلاکت کا یقین ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی زبانی جو تجھے ڈرایا تھا وہ تجھے یاد آ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۬ؕ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ﴿۴۲﴾ مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ ﴿۴۳﴾ وَاَنْذِرِ النَّاسَ [2]

ترجمۂ کنزالعرفان: اور (اے سننے والے!) ہرگز اللہ کو ان کاموں سے بے خبر نہ سمجھنا جو ظالم کررہے ہیں۔ اللہ انہیں صرف ایک ایسے دن کیلئے ڈھیل دے رہا ہے جس میں آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی۔ لوگ بے تحاشا اپنے سروں کو اٹھائے ہوئے دوڑتے جارہے ہوں گے، ان کی پلک بھی ان کی طرف نہیں لوٹ رہی ہوگی اور ان کے دل خالی ہوں گے۔ اور لوگوں کو ڈراؤ۔

آج جب تو لوگوں کی عزتوں کے پیچھے پڑتا ہے اور ان کے مال کھاتا ہے تو کس قدر خوش ہوتا ہے، لیکن اس دن تجھے کس قدر حسرت ہوگی جب تو عدل کے میدان میں اپنے رب کے سامنے کھڑا ہوگا اور اس وقت تو مُفلس، فقیر، عاجز اور ذلیل ہوگا، نہ کسی کا حق ادا کر سکے گا اور نہ ہی کوئی عذر پیش کر سکے گا۔ پھر تیری وہ نیکیاں جن کے لیے تو نے زندگی بھر مشقت برداشت کی تجھ سے لے کر ان لوگوں کو دے دی جائیں گی جن کے حقوق تیرے ذمہ ہوں گے، اور یہ ان کے حقوق کا عِوَض ہوگا۔ تو دیکھو اس دن تم کس قدر مصیبت میں مبتلا ہوگے کیوں کہ پہلے تو تمہاری نیکیاں ریاکاری اور شیطانی مکر وفریب سے محفوظ نہیں ہوں گی اور اگر طویل مدت کے بعد کوئی ایک نیکی بچ بھی جائے تو اس پر حق دار دوڑیں گے اور اسے

1 ......مومن: ۱۷.

2 ......ابراھیم: ۴۲-۴۴.

لے لیں گے اور شاید تو اپنے نفس کا محاسبہ کرنے ، دن کو روزہ رکھنے اور رات کو قیام کرنے والا ہو، تو تجھے معلوم ہوگا کہ تو دن بھر مسلمانوں کی غیبت کرتا رہا جو تیری تمام نیکیوں کو لے گئی ، باقی برائیاں مثلاً حرام اور مشتبہ چیزیں کھانا اور عبادات میں کوتاہی کرنا اپنی جگہ ہے اور جس دن سینگوں والے جانور سے بے سینگ جانور کا حق لیا جائے گا تو اس دن حقوق سے چھٹکارا پانے کی امید کیسے رکھ سکتا ہے ۔[1]

وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَ ضِیَآءً وَّ ذِكْرًا لِّلْمُتَّقِیْنَ ﴿۴۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے موسیٰ اور ہارون کو فیصلہ دیا اور اجالا اور پرہیزگاروں کو نصیحت ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے موسیٰ اور ہارون کو فیصلہ دیا اور روشنی اور پرہیزگاروں کیلئے نصیحت دی ۔

﴿ وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ: اور بیشک ہم نے موسیٰ اور ہارون کو فیصلہ دیا۔ ﴾ یہاں سے انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے حالات بیان کیے جارہے ہیں کہ انہوں نے کس طرح اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دین کی خدمت کی، اس راہ میں پیش آنے والی تکلیفیں برداشت کیں اور صبر و اِستقامت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا تاکہ بعد میں دین کی خدمت کرنے والوں کے لیے مشعلِ راہ ہوں اور وہ بھی صبر و استقامت، اِیثار و اِخلاص اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے دین کا کام کریں۔ چنانچہ سب سے پہلے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون عَلَیْهِمَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کا واقعہ بیان کیا گیا اور ارشاد فرمایا کہ ہم نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون عَلَیْهِمَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو ایسی کتاب عطا کی جس کا وصف یہ ہے کہ وہ حق و باطل کو الگ الگ کر دینے والی ہے اور وہ ایسی روشنی ہے جس سے نجات کی راہ معلوم ہوتی ہے اور وہ ایسی نصیحت ہے جس سے پرہیز گار تنبیہ و نصیحت اور دینی اُمور کا علم حاصل کرتے ہیں ۔[2]

تورات شریف حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو تو بلا واسطہ دی گئی اور حضرت ہارون عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے واسطہ سے عطا کی گئی ۔

---

1 ......احياء علوم الدين، كتاب ذكر الموت ومابعده، الشطر الثاني، صفة الخصماء ورد الظلم، ٥/ ٢٨١-٢٨٢.

2 ......مدارك، الانبياء، تحت الآية: ٤٨، ص٧١٨.

الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ ﴿۴۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو بے دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور انہیں قیامت کا اندیشہ لگا ہوا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ جو اپنے رب سے بغیر دیکھے ڈرتے ہیں اور وہ قیامت سے ڈرتے ہیں۔

﴿اَلَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ: وہ جو اپنے رب سے بغیر دیکھے ڈرتے ہیں۔﴾ ارشاد فرمایا: پرہیزگار لوگوں کا وصف یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے ہیں حالانکہ انہوں نے اس کے عذاب کا مشاہدہ نہیں کیا اور وہ قیامت کے دن ہونے والے عذاب، حساب، سوال اور اس کی دیگر ہولناکیوں سے ڈرتے ہیں اور اسی خوف کے سبب وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے سے بچتے ہیں۔ [1]

بن دیکھے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کی فضیلت

وہ لوگ جو بن دیکھے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں، ان کی فضیلت سے متعلق قرآنِ مجید میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبِ ﴿۳۳﴾ ادْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ؕ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جو رحمٰن سے بن دیکھے ڈرتا ہے اور رجوع کرنے والے دل کے ساتھ آتا ہے۔ (ان سے فرمایا جائے گا) سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ، یہ ہمیشہ رہنے کا دن ہے۔

اور دوسرے مقام پر ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ [3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک جو لوگ بغیر دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔

---

1 ......روح البيان، الانبياء، تحت الآية: ۴۹، ۵/۴۸۸، مدارك، الانبياء، تحت الآية: ۴۹، ص۷۱۸، تفسير كبير، الانبياء، تحت الآية: ۴۹، ۸/۱۵۱، ملتقطاً.

2 ......ق: ۳۳، ۳۴.

3 ......ملك: ۱۲.

اور حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ’’اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: میری عزت وجلال اور مخلوق پر میری بلندی کی قسم! نہ تو میں اپنے بندے پر دو خوف جمع کروں گا اور نہ اس کے لیے دو امن جمع کروں گا، جو دنیا میں مجھ سے ڈرتا رہا اسے میں قیامت کے دن امن دوں گا اور جو دنیا میں مجھ سے بے خوف رہا اسے میں قیامت کے دن خوف میں مبتلا کردوں گا۔ (1)

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے پرہیزگار بندوں میں شامل فرمائے، دنیا میں ہمیں اپنا خوف نصیب کرے اور آخرت میں خوف سے محفوظ فرمائے، اٰمین۔

وَ هٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ ؕ اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ۠ ﴿۵۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ ہے برکت والا ذکر کہ ہم نے اتارا تو کیا تم اس کے منکر ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یہ برکت والا ذکر ہے جسے ہم نے نازل فرمایا ہے تو کیا تم اس کے منکر ہو؟

﴿وَ هٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ: اور یہ برکت والا ذکر ہے۔﴾ یعنی جس طرح ہم نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر تورات نازل فرمائی اسی طرح ہم نے اپنے حبیب محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر برکت والا ذکر قرآنِ پاک نازل فرمایا ہے، اس کے مَنافع کثیر اور اس میں بہت وسیع علوم ہیں اور ایمان لانے والوں کے لئے اس میں بڑی برکتیں ہیں، اور جب یہ ظاہر ہوگیا کہ جس طرح ہم نے تورات نازل فرمائی اسی طرح قرآن مجید بھی نازل فرمایا تو اے اہلِ مکہ! کیا یہ سب جاننے کے باوجود تم قرآنِ مجید کے ہماری طرف سے نازل ہونے کا انکار کرتے ہو؟ (2)

وَ لَقَدْ اٰتَیْنَاۤ اِبْرٰهِیْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَ كُنَّا بِهٖ عٰلِمِیْنَ ﴿۵۱﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ وَ قَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِیْلُ الَّتِیْۤ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ ﴿۵۲﴾

---

1 ......ابن عساكر، محمد بن علي بن الحسن بن ابي المضاء... الخ، ٥٤/٢٦٧.

2 ......خازن، الانبياء، تحت الآية: ٥٠، ٣/٢٧٩، روح البيان، الانبياء، تحت الآية: ٥٠، ٥/٤٨٩، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے ابراہیم کو پہلے ہی سے اس کی نیک راہ عطا کردی اور ہم اس سے خبردار تھے۔ جب اس نے اپنے باپ اور قوم سے کہا یہ مورتیں کیا ہیں جن کے آگے تم آسن مارے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے ابراہیم کو پہلے ہی اس کی سمجھداری دیدی تھی اور ہم اسے جانتے تھے۔ یاد کرو جب اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے فرمایا: یہ مجسمے کیا ہیں جن کے آگے تم جم کر بیٹھے ہوئے ہو۔

﴿وَ لَقَدْ اٰتَیْنَاۤ اِبْرٰهِیْمَ: اور بیشک ہم نے ابراہیم کو دیدی تھی۔﴾ انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعات میں سے یہاں دوسرا واقعہ بیان کیا جارہا ہے اور یہ حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ بیشک ہم نے حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ان کی ابتدائی عمر میں بالغ ہونے سے پہلے ہی ان کی نیک راہ عطا کردی تھی اور ہم ان کے بارے میں جانتے تھے کہ وہ ہدایت و نبوت کے اہل ہیں۔[1]

﴿اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ وَ قَوْمِهٖ: یاد کرو جب اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے فرمایا۔﴾ یعنی وہ وقت یاد کریں جب حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے (عرفی) باپ اور اپنی قوم سے فرمایا: درندوں پرندوں اور انسانوں کی صورتوں کے بنے ہوئے یہ مجسمے کیا ہیں جن کے آگے تم جم کر بیٹھے ہوئے ہو اور ان کی عبادت میں مشغول ہو؟[2]

قَالُوْا وَجَدْنَاۤ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِیْنَ ﴿۵۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بولے ہم نے اپنے باپ دادا کو ان کی پوجا کرتے پایا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: انہوں نے کہا: ہم نے اپنے باپ دادا کو ان کی پوجا کرتے ہوئے پایا۔

﴿قَالُوْا: انہوں نے کہا۔﴾ جب لوگ مجسموں کی عبادت کرنے پر کوئی دلیل پیش کرنے سے عاجز ہوگئے تو وہ کہنے لگے: ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طرح کرتے پایا ہے لہٰذا ہم بھی اسی طرح کررہے ہیں۔[3]

1 ......تفسیر کبیر، الانبیاء، تحت الآیة: ۵۱، ۱۵۲/۸، خازن، الانبیاء، تحت الآیة: ۵۱، ۲۷۹/۳، ملتقطاً.

2 ......مدارك، الانبياء، تحت الآية: ۵۲، ص۷۱۸-۷۱۹.

3 ......مدارك، الانبياء، تحت الآية: ۵۲-۵۳، ص۷۱۹.

[illegible]

اس سے معلوم ہوا کہ باپ دادا جو کام شریعت کے خلاف کرتے رہے ہوں، اُن کاموں کو کرنا اوران کے کرنے پر اپنے باپ دادا کے عمل کو دلیل بنانا کفار کا طریقہ ہے، ہمارے معاشرے میں بہت سے مسلمان شادی بیاہ اور دیگر موقعوں پر شریعت کے خلاف رسم و رواج کی پیروی کرنے میں بھی ایسی ہی دلیل پیش کرتے ہیں کہ ہمارے بڑے بوڑھے برسوں سے اسی طرح کرتے آئے ہیں اور ہم بھی انہی کے طریقے پر چل رہے ہیں حالانکہ جو کام شریعت کے خلاف ہے اوراس کے جواز کی کوئی صورت نہیں تو اس کا برسوں سے ہوتا آنا اور آباؤ اَجداد کا اپنی جہالت کی وجہ سے اسے کرتے رہنا اسے شریعت کے مطابق نہیں کرسکتا۔ اللہ تعالیٰ ایسے مسلمانوں کو ہدایت عطا فرمائے اورانہیں شریعت کے خلاف کام کرنے سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

قَالَ لَقَدۡ كُنۡتُمۡ اَنۡتُمۡ وَاٰبَآؤُكُمۡ فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۵۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کہا بے شک تم اور تمہارے باپ دادا سب کھلی گمراہی میں ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: فرمایا: بے شک تم اور تمہارے باپ دادا سب کھلی گمراہی میں ہو۔

﴿قَالَ: فرمایا۔﴾ قوم کا جواب سن کر حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان سے فرمایا کہ تم اور تمہارے باپ دادا جنہوں نے یہ باطل طریقہ ایجاد کیا سب کھلی گمراہی میں ہو اور کسی عقل مند پر تمہارے اس طریقے کا گمراہی ہونا مخفی نہیں ہے۔(1)

[illegible]

اس سے معلوم ہوا کہ دینی معاملے میں کسی کی رعایت نہیں بلکہ حق بات بہر حال بیان کرنی چاہیے، ہاں کہاں کس حکمتِ عملی کے مطابق بات کرنی چاہیے، سختی سے یا نرمی سے تو یہ بات مبلغ کو معلوم ہونی چاہیے۔

[illegible]

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خلافِ شرع کام میں کثرتِ رائے کا کوئی اعتبار نہیں۔ ہمیشہ انبیاءِ کرام عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ

---

1 ……ابو سعود، الانبياء، تحت الآية: ٥٤، ٣/٥٢٣.

وَالسَّلام اوران کے ساتھی قلیل ہوتے اور دشمنانِ اسلام اکثریت میں ہوتے تھے لیکن وہ اکثریت جھوٹی تھی اور انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلام سچے تھے۔

قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِیْنَ ﴿۵۵﴾ قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الَّذِیْ فَطَرَهُنَّ ﳲ وَ اَنَا عَلٰى ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ ﴿۵۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بولے کیا تم ہمارے پاس حق لائے ہو یا یونہی کھیلتے ہو۔ کہا بلکہ تمہارا رب وہ ہے جو رب ہے آسمانوں اور زمین کا جس نے انہیں پیدا کیا اور میں اس پر گواہوں میں سے ہوں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بولے: کیا تم ہمارے پاس حق لائے ہو یا یونہی کھیل رہے ہو؟ فرمایا: بلکہ تمہارا رب وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے جس نے انہیں پیدا کیا اور میں اس پر گواہوں میں سے ہوں۔

﴿ قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ: بولے: کیا تم ہمارے پاس حق لائے ہو۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلام کی قوم کو چونکہ اپنے طریقے کا گمراہی ہونا بہت ہی بعید معلوم ہوتا تھا اور وہ اس کا انکار کرنا بہت بڑی بات جانتے تھے، اس لئے انہوں نے حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلام سے یہ کہا کہ کیا آپ یہ بات واقعی طور پر ہمیں بتا رہے ہیں یا یونہی ہنسی مذاق کے طور پر فرما رہے ہیں؟ اس کے جواب میں آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلام نے اللہ تعالٰی کی رَبُوبِیَّت کا بیان کر کے ظاہر فرما دیا کہ آپ کھیل کے طور پر کلام نہیں کر رہے بلکہ حق کا اظہار فرما رہے ہیں چنانچہ آپ نے فرمایا: تمہاری عبادت کے مستحق یہ بناوٹی مجسمے نہیں بلکہ تمہاری عبادت کا مستحق وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے جس نے انہیں کسی سابقہ مثال کے بغیر پیدا کیا، تو پھر تم ان چیزوں کی عبادت کیسے کرتے ہو جو مخلوقات میں داخل ہیں اور میں نے تم سے جو بات کہی کہ تمہارا رب صرف وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے، میں اسے دلیل کے ساتھ ثابت کر سکتا ہوں۔[1]

1 ......مدارک، الانبیاء، تحت الآیة: ۵۵-۵۶، ص۷۱۹، روح البیان، الانبیاء، تحت الآیة: ۵۵-۵۶، ۵/۴۹۲، ملتقطاً.

وَ تَاللّٰهِ لَاَكِیْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِیْنَ ﴿۵۷﴾ فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِیْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَیْهِ یَرْجِعُوْنَ ﴿۵۸﴾ قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَاۤ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۵۹﴾ قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى یَّذْكُرُهُمْ یُقَالُ لَهٗۤ اِبْرٰهِیْمُ ﴿۶۰﴾ؕ قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰۤى اَعْیُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَشْهَدُوْنَ ﴿۶۱﴾ قَالُوْۤا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا یٰۤاِبْرٰهِیْمُ ﴿۶۲﴾ؕ قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ۖۗ كَبِیْرُهُمْ هٰذَا فَسْــٴَـلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا یَنْطِقُوْنَ ﴿۶۳﴾ فَرَجَعُوْۤا اِلٰۤى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْۤا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۶۴﴾ۙ ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ ۚ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰۤؤُلَآءِ یَنْطِقُوْنَ ﴿۶۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور مجھے اللہ کی قسم ہے میں تمہارے بتوں کا برا چاہوں گا بعد اس کے کہ تم پھر جاؤ پیٹھ دے کر۔ تو ان سب کو چورا کردیا مگر ایک کو جوان سب کا بڑا تھا کہ شاید وہ اس سے کچھ پوچھیں۔ بولے کس نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ کام کیا بیشک وہ ظالم ہے۔ ان میں کے کچھ بولے ہم نے ایک جوان کو انہیں برا کہتے سنا جسے ابراہیم کہتے ہیں۔ بولے تو اسے لوگوں کے سامنے لاؤ شاید وہ گواہی دیں۔ بولے کیا تم نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ کام کیا اے ابراہیم۔ فرمایا بلکہ ان کے اس بڑے نے کیا ہوگا تو ان سے پوچھو اگر بولتے ہوں۔ تو اپنے جی کی طرف پلٹے اور بولے بیشک تمہیں ستم گار ہو۔ پھر اپنے سروں کے بل اوندھائے گئے کہ تمہیں خوب معلوم ہے یہ بولتے نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور مجھے اللہ کی قسم ہے! تم پیٹھ پھیر کر جاؤ گے تو اس کے بعد میں تمہارے بتوں کی بری حالت کر دوں گا۔ تو ابراہیم نے ان سب کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا سوائے ان کے بڑے بت کے کہ شاید وہ اس کی طرف رجوع کریں۔

کہنے لگے: کس نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ کام کیا ہے؟ بیشک وہ یقیناً ظالم ہے۔ کچھ کہنے لگے: ہم نے ایک جوان کو انہیں برا کہتے ہوئے سنا ہے جس کو ابراہیم کہا جاتا ہے۔ کہنے لگے: تو اسے لوگوں کے سامنے لے آؤ شاید لوگ گواہی دیں۔ انہوں نے کہا: اے ابراہیم! کیا تم نے ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ کام کیا ہے؟ ابراہیم نے فرمایا: بلکہ ان کے اس بڑے نے کیا ہوگا تو ان سے پوچھ لو اگر یہ بولتے ہوں۔ تو اپنے دلوں کی طرف پلٹے اور کہنے لگے: بیشک تم خود ہی ظالم ہو۔ پھر وہ اپنے سروں کے بل اوندھے کردیئے گئے (اور کہنے لگے کہ) تمہیں خوب معلوم ہے یہ بولتے نہیں ہیں۔

﴾وَتَاللّٰهِ: اور مجھے اللّٰہ کی قسم ہے!﴿ اس آیت اور اس کے بعد والی 7 آیات میں جو واقعہ بیان کیا گیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کا ایک سالانہ میلہ لگتا تھا اور وہ اس دن جنگل میں جاتے اور وہاں شام تک لہو و لعب میں مشغول رہتے تھے، واپسی کے وقت بت خانے میں آتے اور بتوں کی پوجا کرتے تھے، اس کے بعد اپنے مکانوں کو واپس جاتے تھے۔ جب حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان کی ایک جماعت سے بتوں کے بارے میں مناظرہ کیا تو ان لوگوں نے کہا: کل ہماری عید ہے، آپ وہاں چلیں اور دیکھیں کہ ہمارے دین اور طریقے میں کیا بہار ہے اور کیسے لطف آتے ہیں، چنانچہ جب وہ میلے کا دن آیا اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے میلے میں چلنے کو کہا گیا تو آپ عذر بیان کر کے رہ گئے اور میلے میں نہ گئے جبکہ وہ لوگ روانہ ہوگئے۔ جب ان کے باقی ماندہ اور کمزور لوگ جو آہستہ آہستہ جا رہے تھے گزرے تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا ''میں تمہارے بتوں کا برا چاہوں گا۔ آپ کی اس بات کو بعض لوگوں نے سن لیا۔ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بت خانے کی طرف لوٹے تو آپ نے ان سب بتوں کو توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کردیا، البتہ ان کے بڑے بت کو چھوڑ دیا اور کلہاڑا اس کے کندھے پر رکھ دیا کہ شاید وہ اس کی طرف رجوع کریں۔ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اس بڑے بت سے پوچھیں کہ ان چھوٹے بتوں کا کیا حال ہے؟ یہ کیوں ٹوٹے ہیں اور کلہاڑا تیری گردن پر کیسے رکھا ہے؟ اور یوں اُن پر اِس بڑے بت کا عاجز ہونا ظاہر ہو اور انہیں ہوش آئے کہ ایسے عاجز خدا نہیں ہوسکتے۔ یا یہ معنی ہے کہ وہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے دریافت کریں اور آپ کو حجت قائم کرنے کا موقع ملے۔ چنانچہ جب قوم کے لوگ شام کو واپس ہوئے اور بت خانے میں پہنچے اور انہوں نے دیکھا کہ بت ٹوٹے پڑے ہیں تو کہنے لگے: کس نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ کام کیا ہے؟ بیشک وہ یقیناً ظالم ہے۔ کچھ لوگ کہنے لگے: ہم نے ایک جوان کو انہیں برا کہتے ہوئے سنا ہے جس کو ابراہیم کہا جاتا ہے، ہمارا گمان یہ ہے کہ اسی نے ایسا کیا ہوگا۔ جب یہ خبر ظالم و جابر نمرود اور

اس کے وزیروں تک پہنچی تو وہ کہنے لگے: اسے لوگوں کے سامنے لے آ ؤ شاید لوگ گواہی دیں کہ یہ حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہی کا فعل ہے یا ان سے بتوں کے بارے میں ایسا کلام سنا گیا ہے۔ اس سے ان کا مقصود یہ تھا کہ گواہی قائم ہو جائے تو وہ آپ کے درپے ہوں۔ چنانچہ حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بلائے گئے اور ان لوگوں نے کہا: اے ابراہیم! کیا تم نے ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ کام کیا ہے؟ آپ نے اس بات کا تو کچھ جواب نہ دیا اور مناظرانہ شان سے تعریض کے طور پر ایک عجیب و غریب حجت قائم کی اور فرمایا: ان کے اس بڑے نے اس غصے سے ایسا کیا ہوگا کہ اس کے ہوتے تم اس کے چھوٹوں کو پوجتے ہو، اس کے کندھے پر کلہاڑا ہونے سے ایسا ہی قیاس کیا جا سکتا ہے، مجھ سے کیا پوچھتے ہو! تم ان سے پوچھ لو، اگر یہ بولتے ہیں تو خود بتائیں کہ ان کے ساتھ یہ کس نے کیا؟ اس سے مقصود یہ تھا کہ قوم اس بات پر غور کرے کہ جو بول نہیں سکتا، جو کچھ کر نہیں سکتا وہ خدا نہیں ہو سکتا اور اس کی خدائی کا اعتقاد باطل ہے۔ چنانچہ جب آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے یہ فرمایا تو وہ غور کرنے لگے اور سمجھ گئے کہ حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام حق پر ہیں اور اپنے آپ سے کہنے لگے: بیشک تم خود ہی ظالم ہو جو ایسے مجبوروں اور بے اختیاروں کو پوجتے ہو، جو اپنے کاندھے سے کلہاڑا نہ ہٹا سکے وہ اپنے پجاری کو مصیبت سے کیا بچا سکے اور اس کے کیا کام آ سکے گا۔ (مگر اتنا سوچ لینا ایمان کے لئے کافی نہیں جب تک اقرار و اعتراف بھی نہ ہو، اس لئے وہ مشرک ہی رہے۔)[1]

﴿ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ: پھر وہ اپنے سروں کے بل اوندھے کر دیئے گئے۔﴾ یعنی کلمۂ حق کہنے کے بعد پھر ان کی بدبختی ان کے سروں پر سوار ہوئی اور وہ کفر کی طرف پلٹے اور باطل جھگڑا شروع کر دیا اور حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے کہنے لگے: تمہیں خوب معلوم ہے یہ بولتے نہیں ہیں تو ہم ان سے کیسے پوچھیں اور اے ابراہیم! تم ہمیں ان سے پوچھنے کا کیسے حکم دیتے ہو۔[2]

قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَنْفَعُكُمْ شَیْــٴًـا وَّ لَا یَضُرُّكُمْ ﴿۶۶﴾ اُفٍّ لَّكُمْ وَ لِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾

1 ......خازن، الانبياء، تحت الآية: ٥٧-٦٤، ٣/٢٨٠-٢٨١، مدارك، الانبياء، تحت الآية: ٥٧-٦٤، ص٧١٩-٧٢٠، ملتقطاً.

2 ......خازن، الانبياء، تحت الآية: ٦٥، ٣/٢٨١، مدارك، الانبياء، تحت الآية: ٦٥، ص٧٢٠، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: کہا تو کیا اللہ کے سوا ایسے کو پوجتے ہو جو نہ تمہیں نفع دے اور نہ نقصان پہنچائے۔ تف ہے تم پر اور ان بتوں پر جن کو اللہ کے سوا پوجتے ہو تو کیا تمہیں عقل نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ابراہیم نے جواب دیا: تو کیا تم اللہ کے سوا اس کی عبادت کرتے ہو جو نہ تمہیں نفع دیتا ہے اور نہ نقصان پہنچاتا ہے۔ تم پر اور اللہ کے سوا جن کی تم عبادت کرتے ہو ان پر افسوس ہے۔ تو کیا تمہیں عقل نہیں؟

﴿قَالَ: فرمایا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے انہیں جواب دیا: تو کیا تم اللہ تعالیٰ کے سوا اس کی عبادت کرتے ہو جس کا حال یہ ہے کہ اگر تم اسے پوجو تو وہ تمہیں نفع نہیں دیتا اور اگر اسے پوجنا موقوف کردو تو وہ تمہیں نقصان نہیں پہنچاتا۔ تم پر اور اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی تم عبادت کرتے ہو ان پر افسوس ہے، تو کیا تمہیں عقل نہیں کہ اتنی سی بات بھی سمجھ سکو کہ یہ بت کسی طرح پوجنے کے قابل نہیں۔ (1)

قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَ انْصُرُوْۤا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِیْنَ ﴿۶۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بولے ان کو جلا دو اور اپنے خداؤں کی مدد کرو اگر تمہیں کرنا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بولے: ان کو جلا دو اور اپنے خداؤں کی مدد کرو اگر تم کچھ کرنے والے ہو۔

﴿قَالُوْا حَرِّقُوْهُ: کہا: ان کو جلا دو۔﴾ جب حجت تمام ہوگئی اور وہ لوگ جواب سے عاجز آ گئے تو کہنے لگے: اگر تم اپنے خداؤں کی کچھ مدد کرنا چاہ رہے ہو تو ان کا انتقام لے کر ان کی مدد کرو اور حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جلا دو کیونکہ یہ بڑی ہولناک سزا ہے۔ چنانچہ نمرود اور اس کی قوم حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جلا ڈالنے پر متفق ہوگئی اور انہوں نے آپ کو ایک مکان میں قید کر دیا اور کوثٰی بستی میں ایک عمارت بنائی اور ایک مہینہ تک پوری کوشش کر کے ہر قسم کی لکڑیاں جمع کیں اور ایک عظیم آگ جلائی جس کی تپش سے ہوا میں پرواز کرنے والے پرندے جل جاتے تھے اور ایک منجنیق (یعنی

1 ......خازن، الانبیاء، تحت الآیۃ: ٦٦-٦٧، ٣/٢٨١.

پتھر پھینکنے والی مشین) کھڑی کی اور آپ کو باندھ کر اس میں رکھا اور آگ میں پھینک دیا۔اس وقت آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی زبانِ مبارک پر تھا **حَسْبِیَ اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْل** ،یعنی مجھے اللّٰہ کافی ہے اور وہ کیا ہی اچھا کارساز ہے۔جبریلِ امین عَلَیْهِ السَّلَام نے آپ سے عرض کی: کیا کچھ کام ہے؟ آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا''تم سے نہیں۔حضرت جبریل عَلَیْهِ السَّلَام نے عرض کی: تو اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ سے سوال کیجئے۔آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا''سوال کرنے سے اس کا میرے حال کو جاننا میرے لئے کافی ہے۔[1]

حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے یہ سمجھا تھا کہ امتحان کے وقت دعا کرنی بھی مناسب نہیں کہ کہیں یہ بے صبری میں شمار نہ ہو جائے۔یہ انہی کا مرتبہ تھا،ہمیں بہرحال مصیبت و بلا کے وقت دعا کرنے کا حکم ہے۔

قُلْنَا یٰنَارُ كُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰۤى اِبْرٰهِیْمَ ﴿۶۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ہم نے فرمایا اے آگ ہو جا ٹھنڈی اور سلامتی ابراہیم پر۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہم نے فرمایا: اے آگ! ابراہیم پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا۔

﴿قُلْنَا : ہم نے فرمایا۔﴾ جب حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو آگ میں ڈالا گیا تو اللّٰہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آگ! ابراہیم پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا۔چنانچہ آگ کی گرمی زائل ہو گئی اور روشنی باقی رہی اور اس نے ان رسیوں کے سوا اور کچھ نہ جلایا جن سے آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو باندھا گیا تھا۔[2]

حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا فرماتے ہیں کہ اگر اللّٰہ تعالیٰ ''سَلٰمًا'' نہ فرماتا تو آگ کی ٹھنڈک کی وجہ سے حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام انتقال فرما جاتے۔[3]

وَ اَرَادُوْا بِهٖ كَیْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِیْنَ ﴿ۚ۷۰﴾

1......مدارك، الانبياء، تحت الآية: ٦٨، ص ٧٢١.

2......جلالين، الانبياء، تحت الآية: ٦٩، ص ٢٧٤.

3......خازن، الانبياء، تحت الآية: ٦٩، ٣/٢٨٢.

ترجمۂ کنزالایمان: اورانہوں نے اس کا برا چاہا تو ہم نے انہیں سب سے بڑھ کر زیاں کار کردیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اورانہوں نے ابراہیم کے ساتھ برا سلوک کرنا چاہا تو ہم نے انہیں سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والے بنادیا۔

﴿وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا: اورانہوں نے ابراہیم کے ساتھ براسلوک کرنا چاہا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ انہوں نے حضرت ابراہیم عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے ساتھ براسلوک کرنا چاہا تو ہم نے انہیں سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والے بنادیا کہ ان کی مراد پوری نہ ہوئی اور کوشش ناکام رہی اور اللہ تعالیٰ نے اس قوم پر مچھر بھیجے جوان کے گوشت کھا گئے اور خون پی گئے اور ایک مچھر نمرود کے دماغ میں گھس گیا اور اس کی ہلاکت کا سبب ہوا۔[1]

وَنَجَّيْنٰهُ وَلُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے اسے اور لوط کو نجات بخشی اس زمین کی طرف جس میں ہم نے جہان والوں کے لیے برکت رکھی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے اسے اور لوط کو اس سرزمین کی طرف نجات عطا فرمائی جس میں ہم نے جہان والوں کے لیے برکت رکھی تھی۔

﴿وَنَجَّيْنٰهُ وَلُوْطًا: اور ہم نے اسے اور لوط کو نجات عطا فرمائی۔﴾ ارشاد فرمایا کہ ہم نے حضرت ابراہیم عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام اور حضرت لوط عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو نمرود اور اس کی قوم سے نجات عطا فرمائی اور انہیں عراق سے اس سرزمین کی طرف روانہ کیا جس میں ہم نے جہان والوں کے لیے برکت رکھی تھی۔[2]

1 ......خازن، الانبياء، تحت الآية: ۷۰، ۳/ ۲۸۳.

2 ......خازن، الانبياء، تحت الآية: ۷۱، ۳/ ۲۸۳.

حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بھتیجے تھے، آپ کے والد کا نام ہاران ہے اور یہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا بھائی تھا۔ جب یہ دونوں حضرات ملکِ شام پہنچے تو حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام فلسطین کے مقام پر ٹھہرے اور حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے مُؤْتَفِکَہ میں قیام فرمایا اور ان دونوں مقامات میں ایک دن کی مسافت کا فاصلہ ہے۔[1]

اس سرزمین سے شام کی زمین مراد ہے اور اس کی برکت یہ ہے کہ یہاں کثرت سے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہوئے اور تمام جہان میں ان کے دینی برکات پہنچے اور سرسبزی و شادابی کے اعتبار سے بھی یہ خطہ دوسرے خطوں پر فائق ہے، یہاں کثرت سے نہریں ہیں، پانی پاکیزہ اور خوش گوار ہے اور درختوں، پھلوں کی کثرت ہے۔[2]

وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ ؕ وَيَعْقُوْبَ نَافِلَةً ؕ وَكُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِيْنَ ﴿۷۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے اسے اسحٰق عطا فرمایا اور یعقوب پوتا اور ہم نے ان سب کو اپنے قربِ خاص کا سزاوار کیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے ابراہیم کو اسحاق عطا فرمایا اور مزید یعقوب (پوتا) اور ہم نے ان سب کو اپنے خاص قرب والے بنایا۔

﴾**وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ ؕ وَيَعْقُوْبَ نَافِلَةً: اور ہم نے ابراہیم کو اسحاق اور یعقوب مزید عطا فرمایا۔**﴿ یہاں حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر کی گئی مزید نعمتوں کا بیان فرمایا گیا کہ ہم نے انہیں حضرت اسحٰق عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بیٹا اور حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پوتا عطا فرمائے۔ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے بیٹے کے لیے دعا کی تھی مگر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے انہیں بیٹے کے ساتھ ساتھ پوتے کی بھی بشارت دی جو کہ بغیر سوال کے عطا کیا گیا اور ان سب

1 ……جلالين، الانبياء، تحت الآية: ٧١، ص ٢٧٤.

2 ……مدارك، الانبياء، تحت الآية: ٧١، ص ٧٢١، جلالين، الانبياء، تحت الآية: ٧١، ص ٢٧٤، ملتقطاً.

کو اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص قرب والا بنایا۔[1]

اس سے معلوم ہوا کہ نیک اولاد اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خاص رحمت ہے۔ نیک اولاد وہ اعلیٰ پھل ہے جو دنیا اور آخرت دونوں میں کام آتا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ سے جب بھی اولاد کے لئے دعا کریں تو نیک اور صالح اولاد کی ہی دعا کریں۔

وَ جَعَلْنٰهُمْ اَىٕمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْهِمْ فِعْلَ الْخَیْرٰتِ وَ اِقَامَ الصَّلٰوةِ وَ اِیْتَآءَ الزَّكٰوةِۚ وَ كَانُوْا لَنَا عٰبِدِیْنَ ۟ۙ(۷۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے انہیں امام کیا کہ ہمارے حکم سے بلاتے ہیں اور ہم نے انہیں وحی بھیجی اچھے کام کرنے اور نماز برپا رکھنے اور زکوٰۃ دینے کی اور وہ ہماری بندگی کرتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے انہیں امام بنایا کہ ہمارے حکم سے رہنمائی کرتے ہیں اور ہم نے ان کی طرف اچھے کام کرنے اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کی وحی بھیجی اور وہ ہماری عبادت کرنے والے تھے۔

﴿وَ جَعَلْنٰهُمْ اَىٕمَّةً : اور ہم نے انہیں امام بنایا۔﴾ ارشاد فرمایا: ہم نے انہیں امام بنایا کہ بھلائی کے کاموں میں ان کی پیروی کی جاتی ہے اور وہ ہمارے حکم سے لوگوں کو ہمارے دین کی طرف بلاتے ہیں اور ہم نے ان کی طرف اچھے کام کرنے، نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کی وحی بھیجی کیونکہ نماز بدنی عبادات میں سب سے افضل ہے اور زکوٰۃ مالی عبادات میں سب سے افضل ہے اور وہ صرف ہماری عبادت کرنے والے تھے۔[2]

یاد رہے کہ انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو امتیوں پر یہ امتیاز حاصل ہے کہ ان کے مال پر زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی۔

---

1 ......مدارك، الانبياء، تحت الآية: ۷۲، ص ۷۲۱-۷۲۲.

2 ......خازن، الانبياء، تحت الآية: ۷۳، ۳/۲۸۳.

چنانچہ علامہ احمد طحطاوی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں۔ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر زکوٰۃ واجب نہیں کیونکہ ان کا سب کچھ **اللہ** تعالیٰ کی ملک ہے اور جو کچھ ان کے قبضے میں ہے وہ امانت ہے اور یہ اسے خرچ کرنے کے مقامات پر خرچ کرتے ہیں اور غیر محل میں خرچ کرنے سے رکتے ہیں اور اس لئے کہ زکوٰۃ اس کے لئے پاکی ہے جو گناہوں کی گندگی سے پاک ہونا چاہے جبکہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام معصوم ہونے کی وجہ سے گناہوں کی گندگی سے پاک ہیں۔[1]

علامہ ابنِ عابدین شامی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ دُرِّ مختار کی اس عبارت ''اس پر اجماع ہے کہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر زکوٰۃ واجب نہیں'' کے تحت فرماتے ہیں ''کیونکہ زکوٰۃ اس کے لئے پاکی ہے جو گندگی (یعنی مال کے میل) سے پاک ہونا چاہے جبکہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اس سے بری ہیں۔ (یعنی ان کے مال ابتدا سے ہی میل سے پاک ہیں۔)''[2]

لٰہذا جن آیات میں انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو زکوٰۃ دینے کا فرمایا گیا ان سے یا تو تزکیۂ نفس یعنی نفس کو ان چیزوں سے پاک رکھنا مراد ہے جو شانِ نبوت کے خلاف ہیں یا ان سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنی امت کو زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیں۔

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام پر اللہ تعالیٰ کے احسانات

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر طرح طرح کے احسانات فرمائے، **پہلا** تو یہ کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بچپن سے ہی رشد و ہدایت سے نوازا۔ **دوسرا** یہ کہ ظالم و جابر بادشاہ کے مقابلہ میں آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو غلبہ عطا فرمایا۔ **تیسرا** یہ کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے شہر کی طرف ہجرت کروائی، **چوتھا** یہ کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو نیک صالح اولاد عطا کی اور **پانچواں** یہ کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اولاد کو بھی نبوت عطا کی۔

وَ لُوْطًا اٰتَیْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًا وَّ نَجَّیْنٰهُ مِنَ الْقَرْیَةِ الَّتِیْ كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰٓئِثَ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِیْنَ ﴿۷۴﴾ وَ اَدْخَلْنٰهُ فِیْ رَحْمَتِنَا ؕ

[1] ......حاشیہ الطحطاوی علی المراقی، کتاب الزکاۃ، ص۷۱۳.

[2] ......رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الزکاۃ، ۳/۲۰۲.

اِنَّهٗ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ۠ (۷۵)

ع ۵ ۲۵ ۵

ترجمۂ کنزالایمان: اور لوط کو ہم نے حکومت اور علم دیا اور اسے اس بستی سے نجات بخشی جو گندے کام کرتی تھی بیشک وہ برے لوگ بے حکم تھے۔ اور ہم نے اسے اپنی رحمت میں داخل کیا، بیشک وہ ہمارے قربِ خاص کے سزاواروں میں ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور لوط کو ہم نے حکومت اور علم دیا اور اسے اس بستی سے نجات بخشی جو گندے کام کرتی تھی بیشک وہ برے لوگ نافرمان تھے۔ اور ہم نے اسے اپنی رحمت میں داخل فرمایا، بیشک وہ ہمارے خاص مقربین میں سے تھا۔

﴿وَ لُوْطًا اٰتَیْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًا: اور لوط کو ہم نے حکومت اور علم دیا۔﴾ یہاں سے تیسرا واقعہ حضرت لوط عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کا بیان فرمایا گیا اور حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام پر کئے گئے احسانات کا ذکر کرنے کے بعد یہاں حضرت لوط عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام پر کئے جانے والے احسانات کا تذکرہ کیا جا رہا ہے، چنانچہ **پہلا احسان** یہ ہے کہ **اللہ** تعالیٰ نے حضرت لوط عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو حکومت عطا فرمائی۔ بعض مفسرین کے نزدیک یہاں ''حکم'' سے مراد حکمت یا نبوت ہے۔ اگر حکومت والا معنی مراد ہو تو اس کا مطلب لوگوں کے باہمی جھگڑوں میں حق کے مطابق فیصلہ کرنے کی صلاحیت ہے۔ **دوسرا احسان** یہ ہے کہ انہیں ان کی شان کے لائق علم عطا کیا گیا۔ **تیسرا احسان** یہ ہے کہ **اللہ** تعالیٰ نے انہیں اس بستی سے نجات بخشی جہاں کے رہنے والے لواطت وغیرہ گندے کام کیا کرتے تھے کیونکہ وہ برے لوگ اور نافرمان تھے۔[1]

اس سے معلوم ہوا کہ برے پڑوس سے نجات مل جانا **اللہ** تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت اور اس کا انتہائی عظیم احسان ہے۔ **اللہ** تعالیٰ ہمیں نیک ساتھی اور پرہیزگار ہم نشین عطا فرمائے اور برے ساتھیوں سے محفوظ فرمائے، اٰمین۔

﴿وَ اَدْخَلْنٰهُ فِیْ رَحْمَتِنَا: اور ہم نے اسے اپنی رحمت میں داخل فرمایا۔﴾ یہاں حضرت لوط عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام پر کئے گئے چوتھے احسان کا ذکر فرمایا گیا کہ **اللہ** تعالیٰ نے انہیں اپنی خاص رحمت میں داخل فرمایا اور بیشک وہ **اللہ** تعالیٰ کے خاص مقرب بندوں میں سے تھے۔

---

1 ...... تفسیر کبیر، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۷۴، ۸/۱۶۲، بیضاوی، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۷۴، ۴/۱۰۱، جلالین، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۷۴، ص۲۷۵، ملتقطاً۔

وَ نُوْحًا اِذْ نَادٰى مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَنَجَّيْنٰهُ وَ اَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿۷۶﴾ وَ نَصَرْنٰهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۷۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور نوح کو جب اس سے پہلے اس نے ہمیں پکارا تو ہم نے اس کی دعا قبول کی اور اسے اور اس کے گھر والوں کو بڑی سختی سے نجات دی۔ اور ہم نے ان لوگوں پر اس کو مدد دی جنھوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں بیشک وہ برے لوگ تھے تو ہم نے ان سب کو ڈبو دیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور نوح کو (یاد کرو) جب اس سے پہلے اس نے ہمیں پکارا تو ہم نے اس کی دعا قبول کی اور اسے اور اس کے گھر والوں کو بڑے غم سے نجات دی۔ اور ہم نے ان لوگوں کے مقابلے میں اس کی مدد کی جنہوں نے ہماری آیتوں کی تکذیب کی، بیشک وہ برے لوگ تھے تو ہم نے ان سب کو غرق کر دیا۔

﴿وَنُوْحًا اِذْ نَادٰى مِنْ قَبْلُ: اور نوح کو جب پہلے اس نے ہمیں پکارا۔﴾ یہ اس سورت میں بیان کئے گئے واقعات میں سے چوتھا واقعہ ہے، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو یاد کریں جب انہوں نے حضرت ابراہیم اور حضرت لوط عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے پہلے ہمیں پکارا اور ہم سے اپنی قوم پر عذاب نازل کرنے کی دعا کی تو ہم نے اس کی دعا قبول فرمائی اور اسے اور کشتی میں موجود اس کے گھر والوں کو طوفان سے اور سرکش لوگوں کے جھٹلانے سے نجات دی اور ہم نے ان لوگوں کے مقابلے میں اس کی مدد کی جنہوں نے ہماری ان آیتوں کی تکذیب کی جو حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی رسالت پر دلالت کرتی تھیں، بیشک وہ برے لوگ تھے، تو ہم نے ان سب کو غرق کر دیا کیونکہ جو قوم جھٹلانے پر قائم رہے اور شر، فساد میں ہی مشغول رہے تو اسے اللّٰہ تعالیٰ ہلاک کر دیتا ہے۔[1]

1 ......جلالين، الانبياء، تحت الآية: ۷۶-۷۷، ص۲۷۵، روح البيان، الانبياء، تحت الآية: ۷۶-۷۷، ۵/۳۰۵، ملتقطاً.

اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں :

(1)......جب دعا دل کے اخلاص کے ساتھ ہو جیسے انبیاءِ کرام عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام اور اولیاءِ عظام رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْهِم کی دعا،تو وہ قبول ہوتی ہے۔لہٰذا جب بھی دعا مانگیں تو دل کے اخلاص اور پوری توجہ کے ساتھ مانگیں تا کہ اسے قبولیت حاصل ہو۔

(2)......دعا نجات کے اسباب میں سے ایک سبب ہے اور اسے اختیار کرنا نجات حاصل ہونے کا ذریعہ ہے۔

وَدَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِي الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ ﴿۷۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور داود اور سلیمان کو یاد کرو جب کھیتی کا ایک جھگڑا چکاتے تھے جب رات کو اس میں کچھ لوگوں کی بکریاں چھوٹیں اور ہم ان کے حکم کے وقت حاضر تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور داوٗد اور سلیمان کو یاد کرو جب وہ دونوں کھیتی کے بارے میں فیصلہ کررہے تھے جب رات کو اس میں کچھ لوگوں کی بکریاں چھوٹ گئیں اور ہم ان کے فیصلے کا مشاہدہ کررہے تھے۔

﴿وَدَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ: اور داوٗد اور سلیمان کو یاد کرو۔﴾ یہاں سے پانچواں واقعہ بیان کیا جارہا ہے جس میں حضرت داوٗد اور حضرت سلیمان عَلَيْهِمَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کا ذکر ہے، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کے پہلے حصے کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، آپ حضرت داوٗد اور حضرت سلیمان عَلَيْهِمَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کا وہ واقعہ یاد کریں جب وہ دونوں کھیتی کے بارے میں فیصلہ کررہے تھے۔ جب رات کے وقت کچھ لوگوں کی بکریاں کھیتی میں چھوٹ گئیں، ان کے ساتھ کوئی چرانے والا نہ تھا اور وہ کھیتی کھا گئیں تو یہ مقدمہ حضرت داوٗد عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے سامنے پیش ہوا، آپ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے تجویز کی کہ بکریاں کھیتی والے کو دے دی جائیں کیونکہ بکریوں کی قیمت کھیتی کے نقصان کے برابر ہے اور ہم ان کے فیصلے کا مشاہدہ کررہے تھے اور ہم نے وہ معاملہ حضرت سلیمان

عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو سمجھا دیا۔ جب یہ معاملہ حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے سامنے پیش ہوا تو آپ نے فرمایا کہ فریقین کے لئے اس سے زیادہ آسانی کی شکل بھی ہوسکتی ہے۔ اس وقت حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی عمر شریف گیارہ سال کی تھی۔ حضرت داوٗد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے آپ سے فرمایا کہ وہ صورت بیان کریں، چنانچہ حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے یہ تجویز پیش کی کہ بکری والا کاشت کرے اور جب تک کھیتی اس حالت کو پہنچے جس حالت میں بکریوں نے کھائی ہے اس وقت تک کھیتی والا بکریوں کے دودھ وغیرہ سے نفع اٹھائے اور کھیتی اس حالت پر پہنچ جانے کے بعد کھیتی والے کو کھیتی دے دی جائے، بکری والے کو اس کی بکریاں واپس کردی جائیں۔ یہ تجویز حضرت داوٗد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے پسند فرمائی۔

یاد رہے کہ اس معاملہ میں یہ دونوں حکم اجتہادی تھے اور ان کی شریعت کے مطابق تھے۔ ہماری شریعت میں حکم یہ ہے کہ اگر چَرانے والا ساتھ نہ ہو تو جانور جو نقصانات کرے اس کا ضمان لازم نہیں۔ امام مجاہد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا قول ہے کہ حضرت داوٗد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے جو فیصلہ کیا تھا وہ اس مسئلہ کا حکم تھا اور حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے جو تجویز فرمائی یہ صلح کی صورت تھی۔[1]

[illegible]

اس واقعے سے 6 مسئلے معلوم ہوئے:

(1)...... اِجتہاد برحق ہے اور اجتہاد کی اہلیت رکھنے والے کو اجتہاد کرنا چاہیے۔

(2)...... نبی عَلَیْہِ السَّلَام بھی اجتہاد کرسکتے ہیں کیونکہ ان دونوں حضرات کے یہ حکم اجتہاد سے تھے نہ کہ وحی سے۔

(3)...... نبی عَلَیْہِ السَّلَام کے اجتہاد میں خطا بھی ہوسکتی ہے تو غیر نبی میں بدرجہ اَولیٰ غلطی کا اِحتمال ہے۔

(4)...... خطا ہونے پر اجتہاد کرنے والا گنہگار نہیں ہوگا۔

(5)...... ایک اجتہاد دوسرے اجتہاد سے ٹوٹ سکتا ہے البتہ نَص اِجتہاد سے نہیں ٹوٹ سکتی۔

(6)...... نبی عَلَیْہِ السَّلَام خطاءِ اِجتہادی پر قائم نہیں رہتے۔ اللہ تعالیٰ اصلاح فرما دیتا ہے۔

---

[1] ...... مدارك، الانبياء، تحت الآية: ٧٩، ص٧٢٣.

فَفَهَّمْنٰهَا سُلَیْمٰنَ ۚ وَ كُلًّا اٰتَیْنَا حُكْمًا وَّ عِلْمًا٘ وَّ سَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ یُسَبِّحْنَ وَ الطَّیْرَؕ وَ كُنَّا فٰعِلِیْنَ ﴿۷۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ہم نے وہ معاملہ سلیمان کو سمجھا دیا اور دونوں کو حکومت اور علم عطا کیا اور داود کے ساتھ پہاڑ مسخر فرما دیئے کہ تسبیح کرتے اور پرندے اور یہ ہمارے کام تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہم نے وہ معاملہ سلیمان کو سمجھا دیا اور دونوں کو حکومت اور علم عطا کیا اور داؤد کے ساتھ پہاڑوں اور پرندوں کو تابع بنا دیا کہ وہ پہاڑ اور پرندے تسبیح کرتے اور یہ (سب) ہم ہی کرنے والے تھے۔

﴿وَ كُلًّا اٰتَیْنَا حُكْمًا وَّ عِلْمًا: اور دونوں کو حکومت اور علم عطا کیا۔﴾ یہاں حضرت داؤد اور حضرت سلیمان عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام دونوں پر کیا جانے والا انعام ذکر کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو حکومت اور اِجتہاد و اَحکام کے طریقوں وغیرہ کا علم عطا کیا۔ [1]

یہاں ایک مسئلہ ذہن نشین رکھیں کہ جن علماءِ کرام کو اجتہاد کرنے کی اہلیت حاصل ہو انہیں ان اُمور میں اجتہاد کرنے کا حق ہے جس میں وہ کتاب وسنت کا حکم نہ پائیں اور اگر ان سے اجتہاد میں خطا ہو جائے تو بھی ان پر کوئی مُواخذہ نہیں۔ [2] جیسا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں مذکور حدیثِ پاک میں ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جب حکم کرنے والا اجتہاد کے ساتھ حکم کرے اور اس حکم میں درست ہو تو اس کے لئے دو اجر ہیں اور اگر اجتہاد میں خطا واقع ہو جائے تو اس کے لئے ایک اجر ہے۔ [3]

1 ......خازن، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۷۹، ۳/۲۸۴.

2 ......خازن، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۷۹، ۳/۲۸۴.

3 ......بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنّۃ، باب اجر الحاکم اذا اجتہد فاصاب او اخطأ، ۴/۵۲۱، الحدیث: ۷۳۵۲، مسلم، کتاب الاقضیۃ، باب بیان اجر الحاکم اذا اجتہد... الخ، ص۹۴۴، الحدیث: ۱۵(۱۷۱۶).

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُمَا فرماتے ہیں: حضرت سلیمان عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو علم، مال اور بادشاہی میں (سے ایک کا) اختیار دیا گیا، حضرت سلیمان عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے علم کو اختیار فرمایا تو انہیں علم کے ساتھ مال اور بادشاہی بھی عطا کر دی گئی۔[1]

اس سے معلوم ہوا کہ دین کے علم کی برکت سے بندے کو دنیا میں عزت، دولت اور منصب مل جاتا ہے حتّٰی کہ بادشاہی اور حکومت تک مل جاتی ہے لہٰذا اس وجہ سے دین کا علم حاصل نہ کرنا اور اپنی اولاد کو دین کا علم نہ سکھانا کہ یہ علم سیکھ کر ہم یا ہماری اولاد دنیا کی دولت اور دنیا کا چین وسکون حاصل نہیں کر سکیں گے، انتہائی محرومی کی بات ہے۔ علمِ دین کو دنیا کی دولت پر ترجیح دینے کی ترغیب کے لئے یہاں علمِ دین کے مالداری پر چند دینی اور دُنْیَوی فضائل ملاحظہ ہوں:

(1)......علم انبیاءِ کرام عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی میراث ہے اور مال بادشاہوں اور مالداروں کی میراث ہے۔

(2)...... مالدار کا جب انتقال ہوتا ہے تو مال اس سے جدا ہو جاتا ہے جبکہ علم عالم کے ساتھ اس کی قبر میں داخل ہوتا ہے۔

(3)...... مال مومن، کافر، نیک، فاسق سب کو حاصل ہوتا ہے جبکہ نفع بخش علم صرف مومن کو ہی حاصل ہوتا ہے۔

(4)......علم جمع کرنے اور اسے حاصل کرنے سے بندے کو عزت، شرف اور تزکیۂ نفس کی دولت ملتی ہے جبکہ مال کی وجہ سے تزکیۂ نفس اور باطنی کمال حاصل نہیں ہوتا بلکہ مال جمع کرنے سے نفس لالچ، بخل اور حرص جیسی بری خصلتوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

(5)......علم عاجزی اور اِنکساری کی دعوت دیتا ہے جبکہ مال فخر و تکبر اور سرکشی کی دعوت دیتا ہے۔

(6)......علم کی محبت اور اس کی طلب ہر نیکی کی اصل ہے جبکہ مال کی محبت اور اس کی طلب ہر برائی کی جڑ ہے۔

(7)...... مال کا جوہر بدن کے جوہر کی جنس سے ہے اور علم کا جوہر روح کے جوہر کی جنس سے تو علم اور مال میں ایسے فرق ہے جیسے روح اور جسم کے درمیان فرق ہے۔

(8)......عالم اپنے علم اور اپنے حال سے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہے جبکہ مال جمع کرنے والا اپنی گفتگو اور اپنے حال سے لوگوں کو دنیا کی طرف بلاتا ہے۔

(9)...... بادشاہ اور دیگر لوگ عالم کے حاجت مند ہوتے ہیں۔

---

1 ......احياء علوم الدين، كتاب العلم، الباب الاوّل فى فضل العلم والتعليم والتعلّم... الخ، فضيلة العلم، ۱/۲۳.

(10)......علم کا اضافہ مال کے اضافے سے بہت بہتر ہے کیونکہ اگر ایک رات میں ہی سارا مال چلا جائے تو صبح تک بندہ فقیر ومحتاج بن کر رہ جاتا ہے جبکہ علم رکھنے والے کو فقیری کا خوف نہیں ہوتا بلکہ اس کا علم ہمیشہ زیادہ ہی ہوتا رہتا ہے اور یہی حقیقی مالداری ہے۔

(11)......مالدار کی قدر و قیمت اس کے مال کی وجہ سے ہوتی ہے جبکہ عالم کی قدر و قیمت اس کے علم کی وجہ سے ہوتی ہے، چنانچہ جب مالدار کے پاس مال نہیں رہتا تو اس کی قدر و قیمت بھی ختم ہو جاتی ہے جبکہ عالم کی قدر و قیمت کبھی ختم نہیں ہوتی بلکہ اس میں ہمیشہ اضافہ ہی ہوتا رہتا ہے۔

(12)......مال کی زیادتی اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ مالدار شخص لوگوں پر احسان کرے اور جب مالدار لوگوں پر احسان نہیں کرتا تو لوگ اسے برا بھلا کہتے ہیں جس کی وجہ سے اسے قلبی طور پر رنج پہنچتا ہے اور اگر وہ لوگوں پر احسان کرنا شروع کر دیتا ہے تو لازمی طور پر وہ ہر ایک کے ساتھ احسان نہیں کر پاتا بلکہ بعض کے ساتھ کرتا ہے اور بعض کے ساتھ نہیں کرتا اور یوں وہ محروم رہ جانے والے کی طرف سے دشمنی اور ذلالت کا سامنا کرتا ہے جبکہ علم رکھنے والا کسی نقصان کے بغیر ہر ایک پر اپنا علم خرچ کر لیتا ہے۔

(13)......مالدار جب مر جاتے ہیں تو ان کا تذکرہ بھی ختم ہو جاتا ہے جبکہ علماء کا ذکرِ خیر ان کے انتقال کے بعد بھی جاری وساری رہتا ہے۔[1]

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو عقلِ سلیم عطا فرمائے اور علمِ دین کی اہمیت وفضیلت کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

﴿ وَسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ : اور ہم نے داوٗد کے ساتھ پہاڑوں کو تابع بنا دیا۔﴾ یہاں حضرت داوٗد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر کیا جانے والا انعام بیان فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں اور پرندوں کو آپ کا تابع بنا دیا کہ پتھر اور پرندے آپ کے ساتھ آپ کی مُوافقت میں تسبیح کرتے تھے۔[2]

﴿ وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ : اور یہ (سب) ہم ہی کرنے والے تھے۔﴾ یعنی حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو معاملہ سمجھا دینا، حضرت داوٗد اور حضرت سلیمان عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو حکومت دینا اور پہاڑوں، پرندوں کو حضرت داوٗد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام

---

1 ......اتحاف السادة المتقين، كتاب العلم، الباب الاول فی فضيلة العلم، ۱/ ۱۳۰-۱۳۱، ملخصاً.

2 ......خازن، الانبياء، تحت الآية: ۷۹، ۳/ ۲۸۵.

کا تابع بنادینا، یہ سب ہمارے ہی کام تھے اگرچہ تمہارے نزدیک یہ کام بہت عجیب وغریب ہیں۔[1]

وَ عَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْۚ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ ﴿۸۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے اسے تمہارا ایک پہناوا بنانا سکھایا کہ تمہیں تمہاری آنچ سے بچائے تو کیا تم شکر کرو گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے تمہارے فائدے کیلئے اسے ایک خاص لباس کی صنعت سکھادی تاکہ تمہیں تمہاری جنگ کی آنچ سے بچائے تو کیا تم شکرادا کرو گے؟

﴿وَ عَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ: اور ہم نے تمہارے فائدے کیلئے اسے ایک خاص لباس کی صنعت سکھادی۔﴾ ارشاد فرمایا کہ ہم نے تمہارے فائدے کے لئے حضرت داوٗد عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو ایک لباس یعنی زرہ بنانا سکھادیا جسے جنگ کے وقت پہنا جائے، تاکہ وہ جنگ میں دشمن سے مقابلہ کرنے میں تمہارے کام آئے اور جنگ کے دوران تمہارے جسم کو زخمی ہونے سے بچائے، تو اے حضرت داوٗد عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام اور ان کے گھر والو! تم ہماری اس نعمت پر ہمارا شکرادا کرو۔[2]

انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام مختلف پیشوں کو اختیار فرمایا کرتے اور ہاتھ کی کمائی سے تناوُل فرمایا کرتے تھے، چنانچہ حضرت ادریس عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام سلائی کا کام کیا کرتے تھے، حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام بڑھئی کا، حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کپڑے کا، حضرت آدم عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کاشتکاری کا، حضرت موسیٰ اور حضرت شعیب عَلَیْهِمَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام بکریاں چرانے کا، حضرت صالح عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام چادر بنانے کا کام کیا کرتے تھے۔[3] اور ہمارے آقا دوعالَم کے داتا صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے اگرچہ بطورِ خاص کوئی پیشہ اختیار نہیں فرمایا لیکن آپ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے بکریاں چرائیں، تجارت فرمائی اور کچھ دیگر کام بھی فرمائے ہیں لہٰذا کسی جائز کام اور پیشے کو گھٹیا نہیں سمجھنا چاہیے۔

---

1 ......خازن، الانبیاء، تحت الآیة: ۷۹، ۳/۲۸۵، جلالین، الانبیاء، تحت الآیة: ۷۹، ص۲۷۵، ملتقطاً.

2 ......خازن، الانبیاء، تحت الآیة: ۸۰، ۳/۲۸۵، مدارك، الانبیاء، تحت الآیة: ۸۰، ص۷۲۳، ملتقطاً.

3 ......روح البیان، الانبیاء، تحت الآیة: ۸۰، ۵/۵۰۹، ۵۱۰، قرطبی، الانبیاء، تحت الآیة: ۸۰، ٦/۱۸۵، الجزء الحادی عشر، ملتقطاً.

حلال رزق حاصل کرنے کیلئے جائز پیشہ اختیار کرنے کے فضائل

حلال رزق حاصل کرنے کے لئے جو جائز ذریعہ، سبب، پیشہ اور صنعت اختیار کرنا ممکن ہو اسے ضرور اختیار کرنا چاہئے اور اس مقصد کے حصول کے لئے کسی جائز پیشے یا صنعت کو اختیار کرنے میں شرم و عار محسوس نہیں کرنا چاہئے ،ترغیب کے لئے یہاں حلال رزق حاصل کرنے کیلئے جائز پیشہ اختیار کرنے کے چار فضائل ملاحظہ ہوں :

(1)......حضرت مقدام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’کسی نے ہرگز اس سے بہتر کھانا نہیں کھایا جو وہ اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھائے اور بے شک اللّٰہ تعالیٰ کے نبی حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھایا کرتے تھے۔[1]

(2)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’اگر تم میں سے کوئی اپنی پیٹھ پر لکڑیوں کا گٹھا لاد کر لائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی سے سوال کرے، پھر کوئی اسے دے یا کوئی منع کر دے۔[2]

(3)......حضرت عبداللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: کسی نے عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کون سی کمائی زیادہ پاکیزہ ہے؟ ارشاد فرمایا ’’آدمی کا اپنے ہاتھ سے کام کرنا اور اچھی خرید و فروخت (یعنی جس میں خیانت اور دھوکہ وغیرہ نہ ہو)[3]

(4)......حضرت عبداللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’اللّٰہ تعالیٰ پیشہ کرنے والے مومن بندے کو محبوب رکھتا ہے۔[4]

وَ لِسُلَیْمٰنَ الرِّیْحَ عَاصِفَةً تَجْرِیْ بِاَمْرِهٖۤ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِیْ بٰرَكْنَا فِیْهَاؕ وَ كُنَّا بِكُلِّ شَیْءٍ عٰلِمِیْنَ ﴿۸۱﴾

---

1 ......بخاری، کتاب البیوع، باب کسب الرّجل وعمله بیده، ۲/۱۱، الحدیث: ۲۰۷۲.

2 ......بخاری، کتاب البیوع، باب کسب الرّجل وعمله بیده، ۲/۱۱، الحدیث: ۲۰۷۴.

3 ......معجم الاوسط، باب الالف، من اسمه: احمد، ۱/۵۸۱، الحدیث: ۲۱۴۰.

4 ......معجم الاوسط، باب المیم، من اسمه: مقدام، ۶/۳۲۷، الحدیث: ۸۹۳۴.

ترجمۂ کنزالایمان: اور سلیمان کے لیے تیز ہوا مسخر کر دی کہ اس کے حکم سے چلتی اس زمین کی طرف جس میں ہم نے برکت رکھی اور ہم کو ہر چیز معلوم ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تیز ہوا کو سلیمان کے لیے تابع بنا دیا جو اس کے حکم سے اس سرزمین کی طرف چلتی تھی جس میں ہم نے برکت رکھی تھی اور ہم ہر چیز کو جاننے والے ہیں۔

﴿وَ لِسُلَیْمٰنَ الرِّیْحَ عَاصِفَةً: اور تیز ہوا کو سلیمان کے لیے تابع بنا دیا۔﴾ اس سے پہلے وہ انعامات ذکر کئے گئے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت داوٗد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر فرمائے تھے اور اب یہاں سے وہ انعامات بیان کئے جا رہے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر فرمائے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ ہم نے تیز ہوا کو حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا تابع بنا دیا اور یہ ہوا حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے حکم سے شام کی اس سرزمین کی طرف چلتی تھی جس میں ہم نے نہروں، درختوں اور پھلوں کی کثرت سے برکت رکھی تھی اور ہم ہر چیز کو جاننے والے ہیں۔[1]

حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی عاجزی و انکساری

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سلطنت عام تھی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو انسانوں اور جنوں کے ساتھ ساتھ ہوا پر بھی حکومت عطا کی تھی، اتنی عظیم الشّان سلطنت کے مالک ہونے کے باوجود آپ فخر و تکبر سے انتہائی دور اور عاجزی و انکساری کے عظیم پیکر تھے۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے، حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنے ہمراہیوں کے درمیان یوں جا رہے تھے کہ پرندوں نے آپ پر سایہ کر رکھا تھا اور جن و انسان آپ کی دائیں بائیں جانب تھے۔ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بنی اسرائیل کے ایک عبادت گزار کے پاس سے گزرے تو اس نے کہا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! اے حضرت داوٗد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بیٹے! آپ کو اللہ تعالیٰ نے بہت بڑی بادشاہی عطا فرمائی ہے۔ حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے یہ بات سن کر فرمایا ''مومن کے نامۂ اعمال میں ایک تسبیح اُس سے بہتر ہے جو حضرت داوٗد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بیٹے کو دیا گیا ہے کیونکہ جو کچھ اسے دیا گیا وہ چلا جائے گا جبکہ تسبیح باقی رہے گی۔[2]

1 ......تفسیر کبیر، الانبیاء، تحت الآیة: ۸۱، ۸/۱۶۹، مدارك، الانبیاء، تحت الآیة: ۸۱، ص۷۲۳، ملتقطاً.

2 ......احیاء علوم الدین، کتاب ذم الدنیا، ۳/۲۵۰-۲۵۱.

اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ایک دن پرندوں، انسانوں، جنوں اور حیوانات سے فرمایا ’’نکلو! پس آپ دولاکھ انسانوں اور دولاکھ جنوں میں نکلے، آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اٹھایا گیا حتّٰی کہ آپ نے آسمانوں میں فرشتوں کی تسبیح کی آواز سنی، پھر نیچے لایا گیا حتّٰی کہ آپ کے پاؤں مبارک سمندر کو چھونے لگے۔ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ایک آواز سنی کہ اگر تمہارے آقا (حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام) کے دل میں ایک ذرے کے برابر بھی تکبر ہوتا تو انہیں جس قدر بلند کیا گیا ہے اس سے بھی زیادہ نیچے دھنسا دیا جاتا۔[1]

اس آیت سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ یہ کہنا شرک نہیں کہ فلاں کے حکم سے یہ کام ہوتا ہے، جیسے یہاں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا کہ حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے حکم سے ہوا چلتی تھی۔

وَمِنَ الشَّيٰطِيْنِ مَنْ يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَيَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ ۚ وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ ﴿٨٢﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور شیطانوں میں سے وہ جو اس کے لیے غوطہ لگاتے اور اس کے سوا اور کام کرتے اور ہم انہیں روکے ہوئے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کچھ جنات کو (سلیمان کے تابع کردیا) جو اس کے لیے غوطے لگاتے اور اس کے علاوہ دوسرے کام بھی کرتے اور ہم ان جنات کو روکے ہوئے تھے۔

﴿وَمِنَ الشَّيٰطِيْنِ مَنْ يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ: اور کچھ جنات کو جو اس کے لیے غوطے لگاتے۔﴾ یہاں حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر کیا جانے والا دوسرا انعام بیان کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ جِنّات کو حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے تابع کردیا جو ان کے لیے غوطے لگاتے اور دریا کی گہرائی میں داخل ہو کر سمندر کی تہ سے آپ کے لئے جواہرات نکال کر

1 ......احیاء علوم الدین، کتاب ذمّ الکبر والعجب، الشطر الاول، بیان ذمّ الکبر، ۴۱۳/۳۔

لاتے اور وہ اس کے علاوہ دوسرے کام جیسے عجیب وغریب مصنوعات تیار کرنا، عمارتیں، محل، برتن، شیشے کی چیزیں، صابن وغیرہ بنانا بھی کرتے اور ہم ان جنات کو روکے ہوئے تھے تاکہ وہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے حکم سے باہر نہ ہوں اور سرکشی وفساد نہ کریں۔[1]

یاد رہے کہ یہاں آیت میں جنات سے کافر جنات مراد ہیں مسلمان جنات مراد نہیں، اس کی ایک دلیل یہ ہے کہ یہاں ''شَیاطین'' کا لفظ مذکور ہے (اور یہ لفظ کافر جنات کے لئے استعمال ہوتا ہے) دوسری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ''ہم ان جنات کو روکے ہوئے تھے تاکہ وہ حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے حکم کی خلاف ورزی اور فساد نہ کریں۔ یہ بات کفار کی حالت کے مطابق ہے۔[2]

اللہ تعالیٰ کے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شان

علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے اپنی مشہور تفسیر ''روح البیان'' میں اس مقام پر بہت پیارا کلام نقل فرمایا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے لئے پہاڑوں، پرندوں، لوہے اور پتھروں کو مُسَخَّر کیا۔ حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے لئے، ہوا، جن، شَیاطین، حیوانات، پرندے، معدنیات، نباتات اور سورج کو مسخر کیا جبکہ ہمارے نبی اور اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے لئے ہر چیز کو مسخر کر دیا، آپ کے لئے زمین کو لپیٹ دیا گیا حتّٰی کہ آپ نے اس کے مشرق ومغرب کو دیکھ لیا۔ آپ کی خاطر پوری زمین کو مسجد اور پاکی حاصل کرنے کا ذریعہ بنا دیا گیا، زمین کے خزانوں کی چابیاں آپ کو عطا کر دی گئیں، آپ کی انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہوئے، درخت آپ پر سلام بھیجتے، درخت آپ کا اشارہ پاتے ہی اپنی جگہ سے اکھڑ کر آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو جاتے اور آپ کا اشارہ پا کر اپنی جگہ واپس لوٹ جاتے، جانور آپ کے ساتھ کلام کرتے اور آپ کی نبوت کی گواہی دیتے، آپ کی انگلی کے اشارے سے چاند دو ٹکڑے ہو گیا، ڈوبا ہوا سورج آپ کا اشارہ پا کر پلٹ آیا، براق کو آپ کے لئے مسخر کر دیا گیا، ساتوں آسمانوں، جنت اور عرش وکرسی کو آپ نے عبور کیا حتّٰی کہ دو ہاتھ یا اس سے بھی کم فاصلے کے مقام پر فائز ہوئے۔ الغرض کائنات میں جتنی مخلوقات موجود ہیں سب کو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ

---

1 ......خازن، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۸۲، ۳/۲۸۶، روح البیان، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۸۲، ۵/۵۱۱، ملتقطاً۔

2 ......تفسیر کبیر، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۸۲، ۸/۱۷۰، ملخصاً۔

کے لئے مسخر کردیا۔[1]

وَ اَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ﴿۸۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ایوب کو جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے تکلیف پہنچی اور تو سب مہر والوں سے بڑھ کر مہر والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ایوب کو (یاد کرو) جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ بیشک مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔

﴿وَ اَيُّوْبَ : اور ایوب کو (یاد کرو)۔﴾ حضرت ایوب عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام حضرت اسحاق عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی اولاد میں سے ہیں اور آپ کی والدہ حضرت لوط عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے خاندان سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر طرح کی نعمتیں عطا فرمائی تھیں، صورت کا حسن بھی، اولاد کی کثرت اور مال کی وسعت بھی عطا ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو آزمائش میں مبتلا کیا، چنانچہ آپ کی اولاد مکان گرنے سے دب کر مر گئی، تمام جانور جس میں ہزارہا اونٹ اور ہزارہا بکریاں تھیں، سب مر گئے۔ تمام کھیتیاں اور باغات برباد ہو گئے حتّٰی کہ کچھ بھی باقی نہ رہا، اور جب آپ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو ان چیزوں کے ہلاک اور ضائع ہونے کی خبر دی جاتی تھی تو آپ اللہ تعالیٰ کی حمد بجالاتے اور فرماتے تھے ''میرا کیا ہے! جس کا تھا اس نے لیا، جب تک اس نے مجھے دے رکھا تھا میرے پاس تھا، جب اس نے چاہا لے لیا۔ اس کا شکر ادا ہو ہی نہیں ہوسکتا اور میں اس کی مرضی پر راضی ہوں۔ اس کے بعد آپ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام بیمار ہو گئے، تمام جسم شریف میں آبلے پڑ گئے اور بدن مبارک سب کا سب زخموں سے بھر گیا۔ اس حال میں سب لوگوں نے چھوڑ دیا البتہ آپ کی زوجہ محترمہ رحمت بنتِ افرائیم نے نہ چھوڑا اور وہ آپ کی خدمت کرتی رہیں۔ آپ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی یہ حالت سالہا سال رہی، آخر کار کوئی ایسا سبب پیش آیا کہ آپ نے بارگاہِ الٰہی میں دعا کی: اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، بیشک مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔[2]

---

1 ......روح البیان، الانبیاء، تحت الآیة: ۸۲، ۵/۵۱۱-۵۱۲، ملخصاً.

2 ......خازن، الانبیاء، تحت الآیة: ۸۳، ۳/۲۸۶-۲۸۸، ملخصاً.

[illegible]

حضرت ایوب عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بیماری کے بارے میں علامہ عبد المصطفٰی اعظمی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ”عام طور پر لوگوں میں مشہور ہے کہ مَعَاذَ اللہ آپ کو کوڑھ کی بیماری ہوگئی تھی۔ چنانچہ بعض غیر معتبر کتابوں میں آپ کے کوڑھ کے بارے میں بہت سی غیر معتبر داستانیں بھی تحریر ہیں، مگر یاد رکھو کہ یہ سب باتیں سرتاپا بالکل غلط ہیں اور ہرگز ہرگز آپ یا کوئی نبی بھی کبھی کوڑھ اور جذام کی بیماری میں مبتلا نہیں ہوا، اس لئے کہ یہ مسئلہ مُتَّفَق علیہ ہے کہ اَنبیاء عَلَیْهِمُ السَّلَام کا تمام اُن بیماریوں سے محفوظ رہنا ضروری ہے جو عوام کے نزدیک باعثِ نفرت وحقارت ہیں۔ کیونکہ انبیاء عَلَیْهِمُ السَّلَام کا یہ فرضِ منصبی ہے کہ وہ تبلیغ وہدایت کرتے رہیں تو ظاہر ہے کہ جب عوام ان کی بیماریوں سے نفرت کر کے ان سے دور بھاگیں گے تو بھلا تبلیغ کا فریضہ کیونکر ادا ہو سکے گا؟ الغرض حضرت ایوب عَلَیْهِ السَّلَام ہرگز کبھی کوڑھ اور جذام کی بیماری میں مبتلا نہیں ہوئے بلکہ آپ کے بدن پر کچھ آبلے اور پھوڑے پھنسیاں نکل آئی تھیں جن سے آپ برسوں تکلیف اور مشقت جھیلتے رہے اور برابر صابر وشاکر رہے۔[1] یونہی بعض کتابوں میں جو یہ واقعہ مذکور ہے کہ بیماری کے دوران حضرت ایوب عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے جسم مبارک میں کیڑے پیدا ہو گئے تھے جو آپ کا جسم شریف کھاتے تھے، یہ بھی درست نہیں کیونکہ ظاہری جسم میں کیڑوں کا پیدا ہونا بھی عوام کے لئے نفرت وحقارت کا باعث ہے اور لوگ ایسی چیز سے گھن کھاتے ہیں۔ لہٰذا خطباء اور واعظین کو چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی حضرت ایوب عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف ایسی چیزوں کو منسوب نہ کریں جن سے لوگ نفرت کرتے ہوں اور وہ منصبِ نبوت کے تقاضوں کے خلاف ہو۔

[illegible]

یہاں یہ بھی یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ کے مقرب بندوں کو آزمائش وامتحان میں مبتلا فرماتا ہے اور ان کی آزمائش اس بات کی دلیل نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہے بلکہ یہ ان کی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عزت وقرب کی دلیل ہے۔ حضرت سعد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، لوگوں میں سب سے زیادہ آزمائش کس پر ہوتی ہے؟ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ”انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام

---

1 ......عجائب القرآن مع غرائب القرآن، حضرت ایوب علیہ السلام کا امتحان، ص۱۸۱-۱۸۲۔

کی، پھر درجہ بدرجہ مُقَرَّبین کی۔ آدمی کی آزمائش اس کے دین کے مطابق ہوتی ہے، اگر وہ دین میں مضبوط ہو تو سخت آزمائش ہوتی ہے اور اگر وہ دین میں کمزور ہو تو دین کے حساب سے آزمائش کی جاتی ہے۔ بندے کے ساتھ یہ آزمائشیں ہمیشہ رہتی ہیں یہاں تک کہ وہ زمین پر اس طرح چلتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔ [1]

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''بڑا ثواب بڑی مصیبت کے ساتھ ہے، اور جب اللّٰہ تعالیٰ کسی قوم کے ساتھ محبت فرماتا ہے تو انہیں آزماتا ہے، پس جو اس پر راضی ہو اس کے لئے (اللّٰہ تعالیٰ کی) رضا ہے اور جو ناراض ہو اس کے لئے ناراضی ہے۔ [2]

حضرت ایوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی دعا سے معلوم ہونے والے مسائل

حضرت ایوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جیسے دعا کی اس سے تین باتیں معلوم ہوئیں:

(1)......آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی دعا کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں اپنی حاجت پیش کرنا بھی دعا ہے، اور اللّٰہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بھی دعا ہے۔

(2)......دعا کے وقت اللّٰہ تعالیٰ کی حمد کرنا انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سنت ہے۔

(3)......دعا میں اللّٰہ تعالیٰ کی ایسی حمد کرنی چاہیے جو دعا کے موافق ہو، جیسے رحمت طلب کرتے وقت رحمٰن و رحیم کہہ کر پکارے۔

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّ اٰتَیْنٰهُ اَهْلَهٗ وَ مِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَ ذِكْرٰى لِلْعٰبِدِیْنَ ﴿۸۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو ہم نے اس کی دعا سن لی تو ہم نے دور کر دی جو تکلیف اسے تھی اور ہم نے اسے اس کے گھر والے اور ان کے ساتھ اتنے ہی اور عطا کئے اپنے پاس سے رحمت فرما کر اور بندگی والوں کے لیے نصیحت۔

---

1 ......ترمذی، کتاب الزھد، باب ما جاء فی الصبر علی البلاء، ۱۷۹/۴، الحدیث: ۲۴۰۶.

2 ......ترمذی، کتاب الزھد، باب ما جاء فی الصبر علی البلاء، ۱۷۸/۴، الحدیث: ۲۴۰۴.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ہم نے اس کی دعا سن لی تو جو اس پر تکلیف تھی وہ ہم نے دور کردی اور ہم نے اپنی طرف سے رحمت فرما کر اور عبادت گزاروں کو نصیحت کی خاطر ایوب کو اس کے گھر والے اور ان کے ساتھ اتنے ہی اور عطا کر دیئے۔

﴿فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ: تو ہم نے اس کی دعا سن لی۔﴾ اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی دعا قبول فرمالی اور انہیں جو تکلیف تھی وہ اس طرح دور کردی کہ حضرت ایوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے فرمایا ’’آپ زمین میں پاؤں ماریئے۔ انہوں نے پاؤں مارا تو ایک چشمہ ظاہر ہوا، آپ کو حکم دیا گیا کہ اس سے غسل کیجئے۔ آپ نے غسل کیا تو ظاہرِ بدن کی تمام بیماریاں دور ہوگئیں، پھر آپ چالیس قدم چلے، پھر دوبارہ زمین میں پاؤں مارنے کا حکم ہوا، آپ نے پھر پاؤں مارا تو اس سے بھی ایک چشمہ ظاہر ہوا جس کا پانی انتہائی سرد تھا۔ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس پانی کو پیا تو اس سے بدن کے اندر کی تمام بیماریاں دور ہوگئیں اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اعلیٰ درجے کی صحت حاصل ہوئی۔[1]

﴿وَاٰتَیْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ: اور ہم نے اسے اس کے گھر والے اور ان کے ساتھ اتنے ہی اور عطا کر دیئے۔﴾ حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ اور اکثر مفسرین نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی تمام اولاد کو زندہ فرمادیا اور آپ کو اتنی ہی اولاد اور عنایت کی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی دوسری روایت میں ہے کہ ’’اللہ تعالیٰ نے آپ کی زوجہ محترمہ کو دوبارہ جوانی عنایت کی اور ان کے ہاں کثیر اولادیں ہوئیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر یہ عطا اپنی طرف سے ان پر رحمت فرمانے اور عبادت گزاروں کو نصیحت کرنے کیلئے فرمائی تاکہ وہ اس واقعہ سے آزمائشوں اور مصیبتوں پر صبر کرنے اور اس صبر کے عظیم ثواب سے باخبر ہوں اور صبر کر کے اجر وثواب پائیں۔[2]

مصیبت پر صبر کرنے کا ثواب

آیت کی مناسبت سے یہاں مصیبت پر صبر کرنے کے ثواب پر مشتمل 3 اَحادیث ملاحظہ ہوں:

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’مومن مرد اور مومنہ عورت کو اس کی جان، اولاد اور مال کے بارے میں آزمایا جاتا رہے گا یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ سے

1 ......خازن، الانبياء، تحت الآية: ٨٤، ٣/٢٩١.

2 ......خازن، الانبياء، تحت الآية: ٨٤، ٣/٢٩١، مدارك، الانبياء، تحت الآية: ٨٤، ص٧٢٤، ملتقطاً.

اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس پر کوئی گناہ باقی نہ ہوگا۔[1]

(2)......حضرت ابوذر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’دنیا سے بے رغبتی صرف حلال کو حرام کر دینے اور مال کو ضائع کر دینے کا ہی نام نہیں، بلکہ دنیا سے بے رغبتی یہ ہے کہ جو کچھ تمہارے ہاتھ میں ہے وہ اس سے زیادہ قابلِ اعتماد نہ ہو جو اللّٰہ تعالیٰ کے پاس ہے اور جب تجھے کوئی مصیبت پہنچے تو اس کے ثواب (کے حصول) میں زیادہ رغبت رکھے اور یہ تمنا ہو کہ کاش یہ میرے لئے باقی رہتی۔[2]

(3)......سنن ابوداؤد میں ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جب اللّٰہ تعالیٰ کی طرف سے کسی بندے کے لیے کوئی درجہ مقدر ہو چکا ہو جہاں تک یہ اپنے عمل سے نہیں پہنچ سکتا تو اللّٰہ تعالیٰ اسے اس کے جسم یا مال یا اولاد کی آفت میں مبتلا کر دیتا ہے، پھر اسے اس پر صبر بھی دیتا ہے حتّٰی کہ وہ اس درجے تک پہنچ جاتا ہے جو اللّٰہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لیے مقدر ہو چکا۔[3]

اللّٰہ تعالیٰ ہمیں آفات و بلیّات سے محفوظ فرمائے اور ہر آنے والی مصیبت پر صبر کر کے اجر و ثواب کمانے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِدْرِیْسَ وَ ذَا الْكِفْلِؕ-كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۸۵﴾ وَ اَدْخَلْنٰهُمْ فِیْ رَحْمَتِنَاؕ-اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۸۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اسمٰعیل اور ادریس اور ذوالکفل کو وہ سب صبر والے تھے۔ اور انہیں ہم نے اپنی رحمت میں داخل کیا بیشک وہ ہمارے قربِ خاص کے سزاواروں میں ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اسماعیل اور ادریس اور ذوالکفل کو (یاد کرو) وہ سب صبر کرنے والے تھے۔ اور انہیں ہم نے اپنی

---

1 ......ترمذی، کتاب الزهد، باب ما جاء فی الصبر علی البلاء، ۱۷۹/۴، الحدیث: ۲۴۰۷.

2 ......ترمذی، کتاب الزهد، باب ما جاء فی الزهادة فی الدنیا، ۱۵۲/۴، الحدیث: ۲۳۴۷.

3 ......ابو داؤد، کتاب الجنائز، باب الامراض المکفّرة للذنوب، ۲۴۶/۳، الحدیث: ۳۰۹۰.

رحمت میں داخل فرمایا، بیشک وہ ہمارے قربِ خاص کے لائق لوگوں میں سے ہیں۔

﴾وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِدْرِیْسَ وَ ذَا الْكِفْلِ: اور اسماعیل اور ادریس اور ذوالکفل کو (یادکرو)۔﴿ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ حضرت اسماعیل، حضرت ادریس اور حضرت ذوالکفل عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو یاد کریں، وہ سب عبادات کی مشقتوں اور آفات وبَلیّات کو برداشت کرنے پر کامل صبر کرنے والے تھے۔ حضرت اسماعیل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے ذبح کئے جانے کے وقت صبر کیا، غیر آباد بیابان میں ٹھہرنے پر صبر کیا اور اس کے صِلے میں اللہ تعالٰی نے انہیں یہ مقام عطا کیا کہ ان کی نسل سے اپنے حبیب اور آخری نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ظاہر فرمایا۔ حضرت ادریس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے درس دینے پر صبر کیا اور حضرت ذوالکفل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے دن کا روزہ رکھنے، رات کو قیام کرنے اور اپنے دورِ حکومت میں لوگوں کی طرف سے دی گئی تکلیفوں پر صبر کیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص اللہ تعالٰی کی اطاعت کرنے اور اس کی نافرمانی سے بچنے پر صبر کرے، یونہی جو شخص اپنے مال، اہل اور جان میں آنے والی کسی مصیبت پر صبر کرے تو وہ اپنے صبر کی مقدار کے مطابق نعمت، رتبہ اور مقام پاتا ہے اور اسی حساب سے وہ اللہ تعالٰی کی رحمت کا حق دار ہوتا ہے۔[1]

حضرت ذوالکفل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی نبوت میں اختلاف ہے، جمہور علماء کے نزدیک آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بھی نبی تھے۔[2]

وَ ذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَیْهِ فَنَادٰى فِی الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ﱠ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۸۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ذوالنون کو جب چلا غصہ میں بھرا تو گمان کیا کہ ہم اس پر تنگی نہ کریں گے تو اندھیریوں میں پکارا

(1) ...... روح البیان، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۸۵، ۵/۵۱۵۔

(2) ...... تفسیر کبیر، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۸۵، ۸/۱۷۷۔
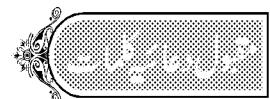
کوئی معبود نہیں سوا تیرے پاکی ہے تجھ کو بیشک مجھ سے بے جا ہوا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ذوالنون کو (یاد کرو) جب وہ غضبناک ہو کر چل پڑے تو اس نے گمان کیا کہ ہم اس پر تنگی نہ کریں گے تو اس نے اندھیروں میں پکارا کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو ہر عیب سے پاک ہے، بیشک مجھ سے بے جا ہوا۔

﴿وَ ذَا النُّوْنِ: اور ذوالنون کو (یاد کرو)۔﴾ یہاں سے حضرت یونس بن مَتّٰی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ بیان کیا جا رہا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت یونس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کے لوگوں نے آپ کی دعوت قبول نہ کی اور نہ ہی نصیحت مانی بلکہ وہ اپنے کفر پر ہی قائم رہے تھے، تو حضرت یونس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام غضبناک ہو کر اپنی قوم کے علاقے سے تشریف لے گئے اور آپ نے یہ گمان کیا کہ یہ ہجرت آپ کے لئے جائز ہے کیونکہ اس کا سبب صرف کفر اور کافروں کے ساتھ بغض اور اللہ تعالیٰ کے لئے غضب کرنا ہے، لیکن آپ نے اس ہجرت میں اللہ تعالیٰ کے حکم کا انتظار نہ کیا تھا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں مچھلی کے پیٹ میں ڈال دیا، وہاں کئی قسم کی تاریکیاں تھیں جیسے دریا کی تاریکی، رات کی تاریکی اور مچھلی کے پیٹ کی تاریکی، ان اندھیروں میں حضرت یونس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے پروردگار عَزَّوَجَلَّ سے اس طرح دعا کی کہ اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، تیرے سوا کوئی معبود نہیں اور تو ہر عیب سے پاک ہے، بیشک مجھ سے بے جا ہوا کہ میں اپنی قوم سے تیرا اِذن اور اجازت پانے سے پہلے ہی جدا ہو گیا۔[1]

حضرت سعد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا "حضرت یونس نے مچھلی کے پیٹ میں جب دعا مانگی تو یہ کلمات کہے "لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۗ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ" جو مسلمان ان کلمات کے ساتھ کسی مقصد کے لئے دعا مانگے تو اللہ تعالیٰ اسے قبول فرماتا ہے۔[2]

حضرت سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ہم نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے قریب بیٹھے ہوئے تھے تو آپ نے ارشاد فرمایا "کیا میں تمہیں ایسی چیز کے بارے میں خبر نہ دوں کہ جب تم میں سے کسی شخص پر

1 ......مدارك، الانبياء، تحت الآية: ۸۷، ص۷۲٤.

2 ......ترمذی، کتاب الدعوات، ۸۱-باب، ۵/۳۰۲، الحديث: ۳۵۱۶.

کوئی مصیبت یا دنیا کی بلاؤں میں سے کوئی بلا نازل ہو اور وہ اس کے ذریعے دعا کرے تو اس کی مصیبت و بلا دور ہو جائے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے عرض کی گئی: کیوں نہیں! ارشاد فرمایا ''(وہ چیز) حضرت یونس کی دعا ''لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ﳓ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ'' ہے۔[1]

حضرت سعد بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جو مسلمان اپنی بیماری کی حالت میں چالیس مرتبہ ''لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ﳓ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ'' کے ساتھ دعا مانگے، پھر وہ اس مرض میں فوت ہو جائے تو اسے شہید کا اجر دیا جائے اور اگر تندرست ہو گیا تو اس کے تمام گناہ بخشے جا چکے ہوں گے۔[2]

﴿فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَیْهِ: تو اس نے گمان کیا کہ ہم اس پر تنگی نہ کریں گے۔﴾ امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''جس شخص نے یہ گمان کیا کہ اللّٰہ تعالیٰ عاجز ہے وہ کافر ہے، اور یہ ایسی بات ہے کہ کسی عام مومن کی طرف بھی اس کی نسبت کرنا جائز نہیں تو انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف یہ بات منسوب کرنا کس طرح جائز ہوگا (کہ وہ اللّٰہ تعالیٰ کو عاجز گمان کرتے ہیں۔ لہٰذا اس آیت کا یہ معنی ہرگز نہیں کہ حضرت یونس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے یہ گمان کیا کہ اللّٰہ تعالیٰ انہیں پکڑنے پر قادر نہیں بلکہ) اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ''حضرت یونس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے گمان کیا کہ اللّٰہ تعالیٰ ان پر تنگی نہیں فرمائے گا۔[3]

امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے علاوہ دیگر معتبر مفسرین نے بھی اس آیت کا یہ معنی بیان کیا ہے، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے بھی اسی معنی کو اختیار کیا ہے اور ہم نے بھی اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اور دیگر معتبر مفسرین کی پیروی کرتے ہوئے اس آیت میں لفظ ''لَنْ نَّقْدِرَ'' کا ترجمہ ''ہم تنگی نہ کریں گے'' کیا ہے۔

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَ نَجَّیْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ؕ وَ كَذٰلِكَ نُـْۨجِی الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۸۸﴾

---

1 ......مستدرك، كتاب الدعاء والتكبير والتهليل...الخ، من دعا بدعوة ذى النون استجاب الله له، ۲/۱۸۳، الحديث: ۱۹۰۷.

2 ......مستدرك، كتاب الدعاء و التكبير و التهليل ... الخ، ايّما مسلم دعا بدعوة يونس عليه السلام ... الخ، ۲/۱۸۳، الحديث: ۱۹۰۸.

3 ......تفسير كبير، الانبياء، تحت الآية: ۸۷، ۸/۱۸۰.

ترجمۂ کنزالایمان: تو ہم نے اس کی پکار سن لی اور اسے غم سے نجات بخشی اور ایسی ہی نجات دیں گے مسلمانوں کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ہم نے اس کی پکار سن لی اور اسے غم سے نجات بخشی اور ہم ایمان والوں کو ایسے ہی نجات دیتے ہیں۔

﴿فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ: تو ہم نے اس کی پکار سن لی۔﴾ ارشاد فرمایا کہ ہم نے حضرت یونس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی پکار سن لی اور اسے تنہائی اور وحشت کے غم سے نجات بخشی اور مچھلی کو حکم دیا تو اس نے حضرت یونس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو دریا کے کنارے پر پہنچادیا اور ہم ایمان والوں کو ایسے ہی مصیبتوں اور تکلیفوں سے نجات دیتے ہیں جب وہ ہم سے فریاد کریں اور دعا کریں۔ (1)

حضرت سعد بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''کیا میں تمہاری اللّٰہ تعالیٰ کے اس اسمِ اعظم کی طرف رہنمائی نہ کروں جس کے ساتھ جب بھی دعا کی جائے تو وہ قبول ہو جائے اور جب سوال کیا جائے تو عطا ہو جائے، وہ حضرت یونس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی دعا ''**لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۗ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ**'' ہے جو انہوں نے اندھیروں میں تین بار کی تھی۔ ایک شخص نے عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، یہ حضرت یونس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ خاص تھی یا تمام مسلمانوں کے لیے ہے؟ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''کیا تم نے اللّٰہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا ''**وَ نَجَّیْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ؕ وَ كَذٰلِكَ نُـْۨجِی الْمُؤْمِنِیْنَ**'' اور اسے غم سے نجات بخشی اور ہم ایمان والوں کو ایسے ہی نجات دیتے ہیں۔ (2) مراد یہ ہے کہ یہ دعا حضرت یونس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے لیے خاص نہیں مسلمانوں کے لیے بھی ہے، جب وہ ان الفاظ کے ساتھ دعا مانگیں گے تو ان کی دعا بھی قبول ہو گی۔

وَ زَكَرِیَّاۤ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْوٰرِثِیْنَ ﴿۸۹﴾ۚۖ

---

1 ......مدارك، الانبياء، تحت الآية: ٨٨، ص٧٢٥، ابو سعود، الانبياء، تحت الآية: ٨٨، ٥٣٣/٣، ملتقطاً.

2 ......مستدرك، كتاب الدعاء و التكبير و التهليل ... الخ، ايّما مسلم دعا بدعوة يونس عليه السلام ... الخ، ٢ / ١٨٣، الحديث: ١٩٠٨.

ترجمۂ کنزالایمان: اور زکریا کو جب اس نے اپنے رب کو پکارا اے میرے رب مجھے اکیلا نہ چھوڑ اور تو سب سے بہتر وارث۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور زکریا کو (یاد کرو) جب اس نے اپنے رب کو پکارا، اے میرے رب! مجھے اکیلا نہ چھوڑ اور تو سب سے بہتر وارث ہے۔

﴿وَ زَكَرِیَّاۤ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ: اور زکریا کو (یاد کرو) جب اس نے اپنے رب کو پکارا۔﴾ یہاں سے حضرت زکریا عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ بیان کیا جارہا ہے۔ حضرت زکریا عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے **اللہ** تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی کہ اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، مجھے بے اولاد نہ چھوڑ بلکہ وارث عطا فرما اور تو سب سے بہتر وارث ہے یعنی **اللہ** تعالیٰ مخلوق کے فنا ہونے کے بعد باقی رہنے والا ہے۔ مُدَّعا یہ ہے کہ اگر تو مجھے وارث نہ دے تو بھی کچھ غم نہیں کیونکہ تو بہتر وارث ہے۔[1]

حضرت زکریا [illegible]

اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔

(1)......دین کی خدمت کے لئے بیٹے کی دعا اور فرزند کی تمنا کرنی سنتِ نبی ہے۔

(2)......جیسی دعا مانگے، اسی قسم کے نام سے **اللہ** تعالیٰ کو یاد کرے۔ چونکہ ان کا فرزند اُن کے کمال کا وارث ہونا تھا، لہٰذا رب عَزَّوَجَلَّ کو وارث کی صفت سے یاد فرمایا۔

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ٘ وَ وَهَبْنَا لَهٗ یَحْیٰى وَ اَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا یُسٰرِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ وَ یَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّ رَهَبًاؕ وَ كَانُوْا لَنَا خٰشِعِیْنَ ﴿۹۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو ہم نے اس کی دعا قبول کی اور اسے یحییٰ عطا فرمایا اور اس کے لئے اس کی بی بی سنواری بیشک وہ بھلے کاموں میں جلدی کرتے تھے اور ہمیں پکارتے تھے امید اور خوف سے اور ہمارے حضور گڑگڑاتے ہیں۔

[1] ......خازن، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۸۹، ۳/۲۹۳، مدارک، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۸۹، ص۷۲۵، ملتقطاً۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ہم نے اس کی دعا قبول کی اور اسے یحییٰ عطا فرمایا اور اس کے لیے اس کی بیوی کو قابل بنا دیا۔ بیشک وہ نیکیوں میں جلدی کرتے تھے اور ہمیں بڑی رغبت سے اور بڑے ڈر سے پکارتے تھے اور ہمارے حضور دل سے جھکنے والے تھے۔

﴿فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ: تو ہم نے اس کی دعا قبول کی۔﴾ ارشاد فرمایا کہ ہم نے حضرت زکریا عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی دعا قبول کی اور انہیں سعادت مند فرزند حضرت یحییٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام عطا فرمایا اور حضرت زکریا عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے لئے آپ کی زوجہ کا بانجھ پن ختم کر کے اسے اولاد پیدا کرنے کے قابل بنا دیا۔[1]

﴿اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ: بیشک وہ نیکیوں میں جلدی کرتے تھے۔﴾ یعنی جن اَنبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا ذکر ہوا ان کی دعائیں اس وجہ سے قبول ہوئیں کہ وہ نیکیوں میں جلدی کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کو بڑی رغبت سے اور بڑے ڈر سے پکارتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے حضور دل سے جھکنے والے تھے۔[2]

دعا کی قبولیت چاہنے والے کے لئے تین کام

اس سے بخوبی معلوم ہوا کہ جو شخص ایسا ہونا چاہے کہ اس کی ہر دعا مقبول ہو، اسے چاہئے کہ وہ یہ تین کام کرے (1) نیک کام کرنے میں دیر نہ لگائے۔ (2) امید اور خوف کے درمیان رہتے ہوئے ہر وقت اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگے۔ (3) اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی اور اِنکساری کا اظہار کرے۔

وَالَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس عورت کو جس نے اپنی پارسائی نگاہ رکھی تو ہم نے اس میں اپنی روح پھونکی اور اسے اور اس

(1)......مدارك، الانبياء، تحت الآية: ۹۰، ص ۷۲۵.

(2)......مدارك، الانبياء، تحت الآية: ۹۰، ص ۷۲۵.

کے بیٹے کو سارے جہاں کے لیے نشانی بنایا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اوراس عورت کو (یاد کرو) جس نے اپنی پارسائی کی حفاظت کی تو ہم نے اس میں اپنی خاص روح پھونکی اور اسے اور اس کے بیٹے کو سارے جہان والوں کیلئے نشانی بنادیا۔

﴿ **وَ الَّتِیْۤ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا: اوراس عورت کو (یاد کرو) جس نے اپنی پارسائی کی حفاظت کی۔** ﴾ یہاں سے حضرت مریم رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْہا کا واقعہ بیان کیا جارہا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اس مریم کو یاد کریں جس نے پورے طور پر اپنی پارسائی کی حفاظت کی کہ کسی طرح کوئی بشر اس کی پارسائی کو چھو نہ سکا تو ہم نے اس میں اپنی خاص روح پھونکی اور اس کے پیٹ میں حضرت عیسٰی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو پیدا کیا اور اسے اور اس کے بیٹے حضرت عیسٰی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو سارے جہان والوں کیلئے اپنی قدرت کے کمال کی نشانی بنادیا کہ حضرت عیسٰی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو حضرت مریم رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْہا کے پیٹ سے بغیر باپ کے پیدا کیا۔[1]

پاکدامنی عورت کے لئے بہترین وصف ہے

اس سے معلوم ہوا کہ عورت کے لئے بہترین وصف یہ ہے کہ وہ پاک دامن رہے اور اپنی پارسائی کی حفاظت کرے۔ پاک دامن رہنے والی عورت کے بارے میں حضرت انس رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''عورت جب اپنی پانچ نمازیں پڑھے، اپنے ماہ رمضان کا روزہ رکھے، اپنی پارسائی کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے تو جنت کے جس دروازہ سے چاہے داخل ہو جائے۔[2]

اور حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جو عورت اپنے رب سے ڈرے، اپنی پارسائی کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے تو اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جائیں گے اور اس سے کہا جائے گا کہ تم جس دروازے سے چاہو جنت میں داخل ہو جاؤ۔[3]

---

1 ......خازن، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۹۱، ۳/۲۹۳۔

2 ......حلیۃ الاولیاء، ذکر طوائف من النساک والعباد، الربیع بن الصبیح، ۶/۳۳۶، الحدیث: ۸۸۳۰۔

3 ......معجم الاوسط، باب العین، من اسمہ: عبد الرحمن، ۳/۳۱۹، الحدیث: ۴۷۱۵۔

اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۖ وَّ اَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ ﴿٩٢﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک تمہارا یہ دین ایک ہی دین ہے اور میں تمہارا رب ہوں تو میری عبادت کرو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک یہ (اسلام) تمہارا دین ہے، ایک ہی دین ہے اور میں تمہارا رب ہوں تو تم میری عبادت کرو۔

﴿اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ: بیشک یہ (اسلام) تمہارا دین ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! بیشک یہ اسلام تمہارا دین ہے اور یہی تمام انبیاءِ کرام عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کا دین ہے، اس کے سوا جتنے اَدیان ہیں وہ سب باطل ہیں اور سب کو اسی دین اسلام پر قائم رہنا لازم ہے اور میں تمہارا رب ہوں، نہ میرے سوا کوئی دوسرا ربّ ہے نہ میرے دین کے سوا اور کوئی دین ہے تو تم صرف میری عبادت کرو۔(1)

وَتَقَطَّعُوْۤا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ ؕ كُلٌّ اِلَيْنَا رٰجِعُوْنَ ﴿٩٣﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اَوروں نے اپنے کام آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کر لئے سب کو ہماری طرف پھرنا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور لوگوں نے اپنے دین کو آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کردیا۔ سب ہماری طرف لوٹنے والے ہیں۔

﴿وَتَقَطَّعُوْۤا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ: اور لوگوں نے اپنے دین کو آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کردیا۔﴾ گزشتہ آیت میں بتایا گیا کہ دین ایک ہی ہے اور سب انبیاء عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے اسی کی تبلیغ کی اور یہاں بتایا جارہا ہے کہ لوگوں نے دین میں بھی اختلاف کیا اور اسے ٹکڑے ٹکڑے کردیا اور اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کو اپنا دین بنالیا، خود بھی بکھر گئے اور ان کے اعمال بھی جداگانہ ہوگئے۔

فروعی اختلاف اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے

خیال رہے کہ انبیاءِ کرام عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے دینی اعمال مختلف رہے مگر ان کا یہ اختلاف اللہ تعالیٰ کے حکم

1 ......مدارك، الانبياء، تحت الآية: ٩٢، ص٧٢٦، خازن، الانبياء، تحت الآية: ٩٢، ٣/٢٩٤، ملتقطاً.

سے تھا جس میں ہزار ہا حکمتیں تھیں، اس لئے یہ اختلاف پکڑ کا باعث نہیں بلکہ لوگوں کا خود ساختہ اختلاف اللہ تعالیٰ کے عذاب کا سبب ہے، لہٰذا آیت بالکل واضح ہے۔

﴿ كُلٌّ اِلَیْنَا رٰجِعُوْنَ: سب ہماری طرف لوٹنے والے ہیں۔﴾ یہاں دین کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے والوں کو خبردار کیا جارہا ہے کہ دنیا میں تو جو تمہارے جی میں آتا ہے کرلو لیکن یاد رکھو کہ قیامت کا دن آنے والا ہے اور اس دن تم سب کو ہماری طرف لوٹنا ہے اس وقت تمہیں ہر چیز کی حقیقت معلوم ہوجائے گی۔

فَمَنْ یَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْیِهٖۚ-وَ اِنَّا لَهٗ كٰتِبُوْنَ ﴿۹۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو جو کچھ بھلے کام کرے اور ہو ایمان والا تو اس کی کوشش کی بے قدری نہیں اور ہم اسے لکھ رہے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو جو نیک اعمال کرے اور وہ ایمان والا ہو تو اس کی کوشش کی بے قدری نہیں ہوگی اور ہم اسے لکھنے والے ہیں۔

﴿ فَمَنْ یَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ: تو جو نیک اعمال کرے۔﴾ اس آیت میں بندوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے پر مضبوطی سے عمل پیرا ہونے کی ترغیب دی گئی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ جو نیک اعمال کرے اور وہ ایمان والا ہو تو اسے اس کے عمل کا ثواب نہ دے کر محروم نہ کیا جائے گا اور ہم اس کے عمل اَعمال ناموں میں لکھ رہے ہیں جن میں کچھ کمی نہ ہوگی اور اللہ تعالیٰ نیک اعمال کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں فرمائے گا۔[1]

آیت "فَمَنْ یَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ" سے معلوم ہونے والے مسائل

اس آیت سے چند مسئلے معلوم ہوئے

(1)......اعمال قبول ہونے کا دارومدار ایمان پر ہے، اگر ایمان ہے تو سب کچھ ہے اور اگر ایمان نہیں تو پھر کچھ بھی نہیں۔

(2)......کوئی شخص چاہے کسی بھی قبیلے اور قوم سے تعلق رکھتا ہو، اس کی رنگت گوری ہو یا کالی ہو، وہ دولت مند ہو یا مُفلس وغریب ہو، وہ مرد ہو یا عورت، اگر وہ ایمان والا ہے تو اس کے کئے ہوئے نیک اعمال کا ثواب اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا۔

1 ......تفسیر کبیر، الانبیاء، تحت الآیۃ: ٩٤، ٨/١٨٤، روح البیان، الانبیاء، تحت الآیۃ: ٩٤، ٥/٥٢٢، ملتقطاً۔

(3)......مومن بندے کے نیک عمل مقبول ہیں، البتہ اس میں ایمان کے ساتھ ساتھ دو اور چیزوں کا ہونا بھی ضروری ہے (۱) نیک نیت۔ (۲) عمل کو حکم کے مطابق ادا کرنا، جیسا کہ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ مَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَ سَعٰى لَهَا سَعْیَهَا وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓىٕكَ كَانَ سَعْیُهُمْ مَّشْكُوْرًا (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو آخرت چاہتا ہے اور اس کیلئے ایسی کوشش کرتا ہے جیسی کرنی چاہیے اور وہ ایمان والا بھی ہو تو یہی وہ لوگ ہیں جن کی کوشش کی قدر کی جائے گی۔

(4)...... بندے کے اعمال لکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے دو فرشتوں کراماً کاتبین کو مقرر فرمایا ہے اور ان کا لکھنا چونکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے اس لئے یہ لکھنا اللہ تعالیٰ کا لکھنا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے بعض کام اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہو سکتے ہیں۔

وَ حَرٰمٌ عَلٰى قَرْیَةٍ اَهْلَكْنٰهَاۤ اَنَّهُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ ﴿۹۵﴾ حَتّٰۤى اِذَا فُتِحَتْ یَاْجُوْجُ وَ مَاْجُوْجُ وَ هُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ یَّنْسِلُوْنَ ﴿۹۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور حرام ہے اس بستی پر جسے ہم نے ہلاک کر دیا کہ پھر لوٹ کر آئیں۔ یہاں تک کہ جب کھولے جائیں گے یاجوج و ماجوج اور وہ ہر بلندی سے ڈھلکتے ہوں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جس بستی کو ہم نے ہلاک کر دیا اس پر حرام ہے کہ لوٹ کر نہ آئیں۔ یہاں تک کہ جب یاجوج اور ماجوج کو کھول دیا جائے گا اور وہ ہر بلندی سے تیزی سے اترتے ہوئے آئیں گے۔

﴿وَ حَرٰمٌ عَلٰى قَرْیَةٍ اَهْلَكْنٰهَاۤ اَنَّهُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ: اور جس بستی کو ہم نے ہلاک کر دیا اس پر حرام ہے کہ لوٹ کر نہ آئیں۔﴾ مفسرین نے اس آیت کے مختلف معنی بیان کئے ہے (1) جس بستی کے لوگوں کو ہم نے ہلاک کر دیا ان کا اپنے اَعمال کی تَلافی اور اپنے اَحوال کے تدارُک کے لئے دنیا کی طرف واپس آنا ناممکن ہے۔ (2) جس بستی والوں کو ہم نے ہلاک کرنے

1 ......بنی اسرائیل: ۱۹.

کا فیصلہ کر دیا ان کا شرک اور کفر سے واپس آنا محال ہے۔(3) جس بستی کے لوگوں کو ہم نے ہلاک کر دیا ان کا قیامت کے دن زندہ ہونے کی طرف نہ لوٹنا ناممکن ہے یعنی وہ قطعاً قیامت کے دن لوٹ کر آئیں گے۔[1]

﴿ حَتّٰۤى اِذَا فُتِحَتْ یَاْجُوْجُ وَ مَاْجُوْجُ : یہاں تک کہ جب یاجوج اور ماجوج کو کھول دیا جائے گا۔﴾ یاجوج ماجوج دو قبیلوں کے نام ہیں، جب قیامت آنے کا وقت قریب ہوگا تو یاجوج اور ماجوج کو روک کر رکھنے والی دیوار کو کھول دیا جائے گا اور وہ زمین کی ہر بلندی سے تیزی کے ساتھ لوگوں کی طرف اترتے ہوئے آئیں گے۔[2]

نوٹ: یاجوج اور ماجوج سے متعلق تفصیلی کلام سورۂ کہف کی آیت نمبر 94 تا 99 کی تفسیر میں ملاحظہ فرمائیں۔

وَ اقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِیَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْاؕ یٰوَیْلَنَا قَدْ كُنَّا فِیْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ كُنَّا ظٰلِمِیْنَ ﴿۹۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور قریب آیا سچا وعدہ تو جبھی آنکھیں پھٹ کر رہ جائیں گی کافروں کی کہ ہائے ہماری خرابی بیشک ہم اس سے غفلت میں تھے بلکہ ہم ظالم تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور سچا وعدہ قریب آگیا تو جبھی اس وقت کافروں کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی کہ ہائے ہماری خرابی! بیشک ہم اس سے غفلت میں تھے بلکہ ہم ظالم تھے۔

﴿ وَ اقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ : اور سچا وعدہ قریب آگیا۔﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب قیامت قائم ہوگی تو اس وقت اس دن کی ہَولناکی اور دہشت سے کافروں کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی اور وہ کہیں گے کہ ہائے ہماری خرابی! بیشک ہم دنیا کے اندر اس سے غفلت میں تھے بلکہ ہم اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے تھے کہ رسولوں کی بات نہ مانتے تھے اور انہیں جھٹلاتے تھے۔[3]

1 ......تفسیر کبیر، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۹۵، ۸/۱۸۵، مدارک، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۹۵، ص۷۲۶، ملتقطاً.

2 ......جلالین، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۹۶، ص۲۷۷، مدارک، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۹۶، ص۷۲۶، ملتقطاً.

3 ......خازن، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۹۷، ۳/۲۹۵، جلالین، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۹۷، ص۲۷۷، ملتقطاً.

اس آیت میں کفار کا جو حال بیان کیا گیا اس میں ہر عقلمند انسان کے لئے بڑی عبرت اور نصیحت ہے کہ دنیا میں اللہ تعالٰی نے قرآنِ مجید اور اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ذریعے تمام لوگوں کو اپنی رحمت و انعام اور اس کے حق داروں کے بارے میں بشارت اور خبر دے دی، اسی طرح اللہ تعالٰی نے اپنی پکڑ، گرفت، عذاب، موت کی سختیوں اور قیامت و جہنم کی ہَولناکیوں کے بارے میں بھی بتا دیا اور ان لوگوں کی بھی خبر دے دی جو ان میں مبتلا ہوں گے، اس کے باوجود جو انسان غفلت سے کام لے اور دنیا میں اللہ تعالٰی اور اس کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت نہ کرے تو قیامت کے دن وہ لاکھ حیلے بہانے کر لے اور کتنے ہی عذر پیش کر دے، اس کا کوئی حیلہ اور عذر قبول نہ ہوگا۔

حضرت عکرمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’میں تمہارے پاس تمہارے مال طلب کرنے اور تم میں عزت و مرتبہ چاہنے نہیں آیا بلکہ اللہ تعالٰی نے مجھے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے اور مجھ پر ایک عظیم کتاب نازل فرمائی ہے اور مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں تمہارے لئے (اللہ تعالٰی کے ثواب کی) خوشخبری دینے والا اور (اللہ تعالٰی کے عذاب سے) ڈرانے والا بنوں، تو میں نے تم تک اپنے رب کا پیغام پہنچا دیا اور تمہیں نصیحت کر دی، اب اگر تم اُسے قبول کرو جسے میں تمہارے پاس لایا ہوں تو وہ تمہارے لئے دنیا و آخرت میں ایک حصہ ہے اور اگر تم اسے رد کر دو تو میں اللہ تعالٰی کے حکم کی وجہ سے صبر کروں گا یہاں تک کہ وہ میرے اور تمہارے درمیان کوئی فیصلہ فرما دے۔[1]

ایک بزرگ نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ جنازے کے پیچھے میت پر بڑی شفقت کر رہے ہیں، تو انہوں نے فرمایا ’’اگر تم اپنی جانوں پر رحم کھاؤ (یعنی میت سے زیادہ اپنے او پر رحم کھاؤ) تو یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے کیونکہ جس کا جنازہ تم لے کر جا رہے ہو وہ فوت ہو گیا اور تین ہَولناکیوں، مَلَکُ الموت کو دیکھنے، موت کی سختی اور مرنے کے خوف سے نجات پا گیا (جبکہ تمہیں ابھی ان تینوں ہولناکیوں کا سامنا کرنا ہے۔)[2]

اِنَّكُمْ وَ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ؕ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ﴿۹۸﴾

1 ......خلق افعال العباد، باب ما جاء فی قول اللّٰہ: بلّغ ما انزل الیك من ربّك، ص ۸۱.

2 ......روح البیان، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۹۷، ۵/۵۲۳.

لَوْ كَانَ هٰۤؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَاؕ وَ كُلٌّ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ۟(۹۹)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک تم اور جو کچھ اللہ کے سوا تم پوجتے ہو سب جہنم کے ایندھن ہو تمہیں اس میں جانا۔ اگر یہ خدا ہوتے جہنم میں نہ جاتے اور ان سب کو ہمیشہ اس میں رہنا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک تم اور جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو سب جہنم کے ایندھن ہیں۔ تم اس میں جانے والے ہو۔ اگر یہ معبود ہوتے تو جہنم میں داخل نہ ہوتے اور ان سب کو ہمیشہ اس میں رہنا ہے۔

﴿اِنَّكُمْ وَ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ: بیشک تم اور جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے مشرکو! بیشک تم اور اللہ تعالیٰ کے سوا جن بتوں کی تم عبادت کرتے ہو، سب جہنم کے ایندھن ہیں اور تم اس میں ہمیشہ کے لئے جانے والے ہو۔[1]

یاد رہے کہ مشرکین کے بت عذاب پانے کے لئے جہنم میں نہ جائیں گے بلکہ ان مشرکوں کو عذاب دینے کے لئے جائیں گے کیونکہ ان کی پوجا کرنے میں قصور تو مشرکوں کا ہے نہ کہ ان بتوں کا۔

لَهُمْ فِیْهَا زَفِیْرٌ وَّ هُمْ فِیْهَا لَا یَسْمَعُوْنَ ۟(۱۰۰)

ترجمۂ کنزالایمان: وہ اس میں رینکیں گے اور وہ اس میں کچھ نہ سنیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جہنم میں ان کی گدھے جیسی آوازیں ہوں گی اور وہ اس میں کچھ نہ سنیں گے۔

﴿لَهُمْ فِیْهَا زَفِیْرٌ: جہنم میں ان کی گدھے جیسی آوازیں ہوں گی۔﴾ ارشاد فرمایا کہ وہ مشرک جہنم میں گدھے جیسی آوازیں نکالیں گے اور عذاب کی شدت سے چیخیں گے اور دھاڑیں گے اور وہ جہنم کے جوش کی شدت کی وجہ سے اس میں کچھ نہ

[1]……روح البیان، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۹۸، ۵/۵۲۳-۵۲۴.

سنیں گے۔ (1)

حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ''جب جہنم میں وہ لوگ رہ جائیں گے جنہیں اس میں ہمیشہ رہنا ہے تو وہ آگ کے تابوتوں میں بند کردیئے جائیں گے، وہ تابوت دوسرے تابوتوں میں، پھر وہ تابوت اور تابوتوں میں بند کردیئے جائیں گے اور ان تابوتوں پر آگ کی میخیں لگادی جائیں گی تو وہ کچھ نہ سنیں گے اور نہ کوئی ان میں کسی کو دیکھے گا۔ (2)

اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰۤىۙ اُولٰٓىٕكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَۙ(۱۰۱)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک وہ جن کے لیے ہمارا وعدہ بھلائی کا ہو چکا وہ جہنم سے دُور رکھے گئے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک جن کے لیے ہمارا بھلائی کا وعدہ پہلے سے ہو چکا ہے وہ جہنم سے دور رکھے جائیں گے۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰى : بیشک جن کے لیے ہمارا بھلائی کا وعدہ پہلے سے ہو چکا ہے۔﴾ شانِ نزول: رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ایک دن کعبہ معظّمہ میں داخل ہوئے، اس وقت قریش کے سردار حطیم میں موجود تھے اور کعبہ شریف کے گرد تین سو ساٹھ بت تھے۔ نضر بن حارث سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے سامنے آیا اور آپ سے کلام کرنے لگا۔ حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اسے جواب دے کر خاموش کردیا اور یہ آیت تلاوت فرمائی

اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ (3) **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** بیشک تم اور جن کی تم اللّٰہ کے سوا عبادت کرتے ہو سب جہنم کے ایندھن ہیں۔

یہ فرما کر حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تشریف لے آئے۔ پھر عبداللہ بن زبعری سَہمی آیا اور اسے ولید بن مغیرہ نے اس گفتگو کی خبر دی تو وہ کہنے لگا: خدا کی قسم! اگر میں ہوتا تو ان سے بحث مباحثہ کرتا۔ اس پر لوگوں نے رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بلوالیا۔ ابنِ زبعری یہ کہنے لگا: آپ نے یہ فرمایا ہے کہ تم اور جو کچھ اللّٰہ تعالٰی کے سوا تم پوجتے

1 ......مدارك، الانبياء، تحت الآية: ١٠٠، ص٧٢٧، جلالين، الانبياء، تحت الآية: ١٠٠، ص٢٧٧، ملتقطاً.
2 ......خازن، الانبياء، تحت الآية: ١٠٠، ٢٩٦/٣.
3 ......انبياء: ٩٨.

ہوسب جہنم کے ایندھن ہیں؟ حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ہاں۔ وہ کہنے لگا: یہودی تو حضرت عزیر عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو پوجتے ہیں اور عیسائی حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو پوجتے ہیں اور بنی ملیح فرشتوں کو پوجتے ہیں (مطلب یہ کہ پھر تو یہ بھی جہنم میں جائیں گے) اس پر اللّٰہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور بیان فرمادیا کہ حضرت عزیر، حضرت عیسیٰ عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور فرشتے وہ ہیں جن کے لئے بھلائی کا وعدہ ہو چکا اور وہ جہنم سے دور رکھے گئے ہیں، اور حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ درحقیقت یہودی اور عیسائی وغیرہ شیطان کی عبادت کرتے ہیں۔ ان جوابوں کے بعد اسے دم مارنے کی مجال نہ رہی اور وہ بھی خاموش رہ گیا۔ درحقیقت ابنِ زبعری کا اعتراض انتہائی عناد کی وجہ سے تھا کیونکہ جس آیت پر اس نے اعتراض کیا اس میں **مَا تَعْبُدُوْنَ** کا لفظ ہے اور **مَا** عربی زبان میں ان کے لئے بولا جاتا ہے جو ذَوِی **الْعُقُول** نہ ہوں، یہ جاننے کے باوجود اس نے اندھا بن کر اعتراض کیا۔ یہ اعتراض تو اہلِ زبان کی نگاہوں میں کھلا ہوا باطل تھا مگر مزید بیان کے لئے اس آیت میں وضاحت فرمادی گئی کہ حضرت عزیر، حضرت عیسیٰ عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور فرشتے جہنم سے دور رکھے گئے ہیں۔

بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ اس آیت میں وہ تمام مومنین داخل ہیں جن کے لئے اللّٰہ تعالیٰ کی طرف سے بھلائی اور سعادت کا وعدہ پہلے سے ہو چکا ہے، یہ سب جہنم سے دور رکھے جائیں گے۔[1]

صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کی عظمت و شان

تفسیر مدارک میں ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہ تَعَالٰی وَجْہَهُ الْکَرِیْم نے یہ آیت ''**اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَہُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰۤی**'' پڑھ کر فرمایا ''میں انہیں میں سے ہوں اور حضرت ابوبکر، عمر، عثمان، طلحہ، زبیر، سعد اور عبدالرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ بھی انہیں میں سے ہیں۔[2]

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَةُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''عَزِیْز جَبَّار وَاحِد قَھَّار جَلَّ وَعَلَا نے صحابۂ کرام کو دو قسم کیا، ایک وہ کہ قبلِ فتحِ مکہ جنہوں نے راہِ خدا میں خرچ و قتال کیا، دوسرے وہ جنہوں نے بعدِ فتح، پھر فرمادیا کہ دونوں فریق سے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا اور ساتھ ہی فرمادیا کہ اللّٰہ کو تمہارے کاموں کی خوب خبر ہے کہ

---

1 ......خازن، الانبياء، تحت الآية: ۱۰۱، ۳/۲۹۶، مدارك، الانبياء، تحت الآية: ۱۰۱، ص۷۲۷، ملتقطاً.

2 ......مدارك، الانبياء، تحت الآية: ۱۰۱، ص۷۲۷.

تم کیا کیا کرنے والے ہو، بایں ہمہ اس نے تم سب سے حُسنیٰ کا وعدہ فرمایا۔ یہاں قرآنِ عظیم نے ان دریدہ دہنوں، بیباکوں، بےادب، ناپاکوں کے منہ میں پتھر دے دیا جو صحابۂ کرام کے افعال سے اُن پر طعن چاہتے ہیں، وہ بشرطِ صحت اللہ عَزَّوَجَلَّ کو معلوم تھے، پھر بھی اُن سب سے حُسنیٰ کا وعدہ فرمایا، تو اب جو مُعترض ہے اللہ واحد قہار پر معترض ہے، جنت ومدارجِ عالیہ اس معترض کے ہاتھ میں نہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاتھ ہیں، معترض اپنا سر کھاتا رہے گا اور اللہ نے جو حُسنیٰ کا وعدہ اُن سے فرمایا ہے ضرور پورا فرمائے گا اور معترض جہنم میں سزا پائے گا، وہ آیۂ کریمہ یہ ہے:

لَا یَسْتَوِیْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قٰتَلَؕ-اُولٰٓىٕكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَ قٰتَلُوْاؕ-وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰىؕ-وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ [1]

اے محبوب کے صحابیو! تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح سے پہلے خرچ وقتال کیا، وہ رُتبے میں بعد والوں سے بڑے ہیں، اور دونوں فریق سے اللہ نے حُسنیٰ کا وعدہ کرلیا، اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ تم کرنے والے ہو۔

اب جن کے لیے اللہ کا وعدہ حُسنیٰ کا ہو لیا اُن کا حال بھی قرآن عظیم سے سنئے:

اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰۤىۙ-اُولٰٓىٕكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ(۱۰۱) لَا یَسْمَعُوْنَ حَسِیْسَهَاۚ-وَ هُمْ فِیْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَۚ(۱۰۲) لَا یَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَ تَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰٓىٕكَةُؕ-هٰذَا یَوْمُكُمُ الَّذِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ [2]

بے شک جن کے لیے ہمارا وعدہ حُسنیٰ کا ہو چکا وہ جہنم سے دور رکھے گئے ہیں، اس کی بھنک تک نہ سنیں گے اور ہمیشہ اپنی من مانتی مرادوں میں رہیں گے۔ وہ بڑی گھبراہٹ قیامت کی ہلچل انہیں غم نہ دے گی اور فرشتے ان کا استقبال کریں گے یہ کہتے ہوئے کہ یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا۔

یہ ہے جمیع صحابۂ کرام سیّدُ الانام عَلَیْہِ وَعَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے لیے قرآن کریم کی شہادت۔ امیر المومنین، مولی المسلمین، علی مرتضیٰ مشکل کشا کَرَّمَ اللہ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم قسمِ اول میں ہیں جن کو فرمایا'' **اُولٰٓىٕكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً**'' اُن کے مرتبے قسمِ دوم والوں سے بڑے ہیں۔ اور امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ قسمِ دوم میں ہیں، اور حُسنیٰ کا وعدہ اور یہ تمام بشارتیں سب کو شامل۔ [3]

---

1 ......حدید: ١٠.

2 ......انبیاء: ١٠١-١٠٣.

3 ......فتاوی رضویہ، ۲۹/۲۷۹-۲۸۰۔

﴿ اُولٰٓىٕكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ : وہ جہنم سے دور رکھے جائیں گے۔﴾ علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اس سے مراد یہ ہے کہ انہیں جہنم کے عذاب اور اس کی اَذِیّت و تکلیف سے دور رکھا جائے گا کیونکہ جب مومنین جہنم کے اوپر سے گزریں گے تو جہنم کی آگ ٹھنڈی ہونے لگے گی اور وہ کہے گی اے مومن! جلدی سے گزر جا کیونکہ تیرے نور نے میرے شعلے کو بجھا دیا ہے۔ لہٰذا ایمان والوں کا جہنم کے اوپر سے گزرنا اس آیت کے مُنافی نہیں ہے۔ (1)

لَا یَسْمَعُوْنَ حَسِیْسَهَاۚ وَ هُمْ فِیْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَۚ (۱۰۲) لَا یَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَ تَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰٓىٕكَةُؕ هٰذَا یَوْمُكُمُ الَّذِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ (۱۰۳)

ترجمۂ کنزالایمان: وہ اس کی بھنک نہ سنیں گے اور وہ اپنی من مانتی خواہشوں میں ہمیشہ رہیں گے۔ انہیں غم میں نہ ڈالے گی وہ سب سے بڑی گھبراہٹ اور فرشتے ان کی پیشوائی کو آئیں گے کہ یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ اس کی ہلکی سی آواز بھی نہ سنیں گے اور وہ اپنی دل پسند نعمتوں میں ہمیشہ رہیں گے۔ انہیں سب سے بڑی گھبراہٹ غمگین نہ کرے گی اور فرشتے ان کا استقبال کریں گے کہ یہ تمہارا وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔

﴿ لَا یَسْمَعُوْنَ حَسِیْسَهَا: وہ اس کی ہلکی سی آواز بھی نہ سنیں گے۔﴾ بعض مفسرین کے نزدیک اس سے مراد یہ ہے کہ جب وہ جنت کی مَنازل میں آرام فرما ہوں گے تو وہ جہنم کی ہلکی سی آواز بھی نہ سنیں گے اور اس کے جوش کی آواز بھی ان تک نہ پہنچے گی، اور وہ جنت میں اپنی دل پسند نعمتوں اور کرامتوں میں ہمیشہ رہیں گے۔ (2)

﴿ لَا یَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ: انہیں سب سے بڑی گھبراہٹ غمگین نہ کرے گی۔﴾ حضرت عبد اللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں "سب سے بڑی گھبراہٹ سے مراد دوسری بار صُور میں پھونکا جانا ہے۔ بعض مفسرین کے نزدیک

---

1 ...... صاوی، الانبیاء، تحت الآیة: ۱۰۱، ۱۳۲۰/۴.

2 ...... جمل، الانبیاء، تحت الآیة: ۱۰۲، ۱۶۴/۵، قرطبی، الانبیاء، تحت الآیة: ۱۰۲، ۲۰۴/۶، ملتقطاً.

اس سے وہ وقت مراد ہے جب موت کو ذبح کر کے یہ ندا دی جائے گی کہ اے جہنم والو! تمہیں اب موت کے بغیر جہنم میں ہمیشہ رہنا ہے۔

مزید فرمایا کہ قبروں سے نکلتے وقت مبارک باد دیتے اور یہ کہتے ہوئے فرشتے ان کا استقبال کریں گے کہ یہ تمہیں ثواب ملنے کا وہ دن ہے جس کا دنیا میں تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔[1]

سب سے بڑی گھبراہٹ سے امن میں رہنے والے

اَحادیث میں چند ایسے لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے جو قیامت کے دن سب سے بڑی گھبراہٹ سے امن میں رہیں گے، ترغیب کے لئے یہاں ان پانچ خوش نصیب افراد کا ذکر کیا جاتا ہے جن کا ذکر اَحادیث میں ہے،

(1)......شہید۔ چنانچہ حضرت مقدام بن معدی کرب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شہید کے لئے چھ خصلتیں ہیں، خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی اس کی بخشش ہو جاتی ہے۔ جنت میں اپنا ٹھکانہ دیکھ لیتا ہے۔ قبر کے عذاب سے محفوظ رہتا ہے۔ سب سے بڑی گھبراہٹ سے امن میں رہے گا۔ اس کے سر پر عزت و وقار کا تاج رکھا جائے گا جس کا ایک یاقوت دنیا و مافیہا سے بہتر ہوگا۔ بڑی آنکھوں والی 72 حوریں اس کے نکاح میں دی جائیں گی اور اس کے ستر رشتہ داروں کے حق میں اس کی شفاعت قبول کی جائے گی۔[2]

(2)......رضائے الٰہی کے لئے ایک دوسرے سے محبت کرنے والے۔ چنانچہ حضرت معاذ بن جبل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا'' کچھ لوگ ایسے ہیں جو نہ انبیاء ہیں نہ شہداء، ان کے لئے قیامت کے دن نور کے منبر رکھے جائیں گے، ان کے چہرے بھی نورانی ہوں گے اور وہ قیامت کے دن سب سے بڑی گھبراہٹ سے محفوظ ہوں گے۔ ایک شخص نے عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، وہ کون لوگ ہیں؟ ارشاد فرمایا'' وہ مختلف قبیلوں سے تعلق رکھنے والے ایسے لوگ ہوں گے جو ایک دوسرے سے اللّٰہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر محبت رکھتے ہوں گے۔[3]

(3، 4، 5)......جس امام سے مقتدی خوش ہوں، روزانہ اذان دینے والا، اللّٰہ تعالیٰ اور اپنے آقا کا حق ادا کرنے والا غلام۔

---

1 ......مدارك، الانبياء، تحت الآية: ١٠٣، ص٧٢٧، خازن، الانبياء، تحت الآية: ١٠٣، ٣/٢٩٦، ملتقطاً.

2 ......ترمذی، كتاب فضائل الجهاد، باب في ثواب الشهيد، ٣/٢٥٠، الحديث: ١٦٦٩.

3 ......معجم الكبير، من اسمه: معاذ، معاذ بن جبل الانصاری...الخ، رجال غير مسمّين عن معاذ، ٢٠/١٦٨، الحديث: ٣٥٨.

چنانچہ حضرت عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا'' تین افراد ایسے ہیں جنہیں قیامت کے دن سب سے بڑی گھبراہٹ پریشان نہیں کرے گی، انہیں حساب کی سختی نہ پہنچے گی اور وہ مخلوق کا حساب ختم ہونے تک کستوری کے ٹیلوں پر ہوں گے۔ (۱) وہ شخص جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے قرآن پڑھا اور اس کے ساتھ کسی قوم کی امامت کی اور وہ اس سے راضی ہوں۔ (۲) وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے ہوئے لوگوں کو پانچوں نمازوں کی طرف اذان دے کر بلائے۔ (۳) وہ غلام جو اللہ تعالیٰ کا حق اور اپنے آقاؤں کا حق اچھے طریقے سے ادا کرتا ہے۔[1]

يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ؕ كَمَا بَدَاْنَاۤ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ؕ وَعْدًا عَلَيْنَا ؕ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿۱۰۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جس دن ہم آسمان کو لپیٹیں گے جیسے سِجِل فرشتہ نامہ اعمال کو لپیٹتا ہے ہم نے جیسے پہلے اسے بنایا تھا ویسے ہی پھر کردیں گے یہ وعدہ ہے ہمارے ذمہ ہم کو اس کا ضرور کرنا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یاد کرو جس دن ہم آسمان کو لپیٹیں گے جیسے سجل فرشتہ نامۂ اعمال کو لپیٹتا ہے۔ ہم اسے دوبارہ اسی طرح لوٹا دیں گے جس طرح ہم نے پہلے اسے بنایا تھا۔ یہ ہمارے اوپر ایک وعدہ ہے، بیشک ہم ضرور یہ کرنے والے ہیں۔

﴿**يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ: یاد کرو جس دن ہم آسمان کو لپیٹیں گے۔**﴾ اس آیت کا **ایک معنی** یہ ہے کہ جن لوگوں سے بھلائی کا وعدہ ہو چکا انہیں اس دن سب سے بڑی گھبراہٹ غمگین نہ کرے گی جس دن ہم آسمان کو اس طرح لپیٹیں گے جیسے سجل فرشتہ بندے کی موت کے وقت اس کے نامۂ اعمال کو لپیٹتا ہے۔ **دوسرا معنی** یہ ہے کہ جن لوگوں سے بھلائی کا وعدہ ہو چکا فرشتے اس دن ان کا استقبال کریں گے جس دن ہم آسمان کو اس طرح لپیٹیں گے جیسے سجل فرشتہ بندے کی موت کے وقت اس کے نامۂ اعمال کو لپیٹتا ہے۔ **تیسرا معنی** یہ ہے کہ یاد کرو جس دن ہم آسمان کو اس طرح لپیٹیں گے جیسے سجل فرشتہ بندے

[1] ......معجم الصغیر، باب الواو، من اسمہ: الولید، ص۱۲۴، الجزء الثانی.

کی موت کے وقت اس کے نامۂ اعمال کو لپیٹتا ہے۔[1]

سجل سے کیا مراد ہے اس کے بارے میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں، ان میں سے ایک قول یہ ہے کہ سجل تیسرے آسمان پر موجود اس فرشتے کا نام ہے جس تک بندوں کی موت کے بعد ان کے اعمال نامے پہنچائے جاتے ہیں اور وہ فرشتہ ان اعمال ناموں کو لپیٹ دیتا ہے، چنانچہ ابو حیان محمد اندلسی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''حضرت عبد اللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اور مفسرین کی ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ سجل ایک فرشتہ ہے، جب اس تک بندوں کے نامۂ اعمال پہنچائے جاتے ہیں تو وہ انہیں لپیٹ دیتا ہے۔[2]

﴿ كَمَا بَدَاْنَاۤ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِیْدُهٗ: ہم اسے دوبارہ اسی طرح لوٹا دیں گے جس طرح ہم نے پہلے اسے بنایا تھا۔﴾ یعنی ہم نے جیسے پہلے انسان کو عدم سے بنایا تھا ویسے ہی پھر معدوم کرنے کے بعد دوبارہ پیدا کر دیں گے، یا اس کے یہ معنی ہیں کہ جیسا اسے ماں کے پیٹ سے برہنہ اور غیر ختنہ شدہ پیدا کیا تھا ایسا ہی مرنے کے بعد اُٹھائیں گے۔[3]

اس آیت کی دوسری تفسیر سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن لوگوں کا حشر ایسے ہوگا کہ ان کے بدن ننگے ہوں گے اور ان کا ختنہ بھی نہیں ہوا ہوگا۔ صحیح مسلم میں حضرت عبد اللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اے لوگو! تم اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ننگے پاؤں، ننگے بدن اور بے ختنہ کئے جمع کئے جاؤ گے۔[4]

البتہ یہاں یہ یاد رہے کہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ اور اولیاءِ کرام رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ قیامت کے دن اس حال سے محفوظ ہوں گے اور ان کا حشر لباس میں کیا جائے گا۔ جیسا کہ مفتی احمد یار خاں نعیمی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اس حدیث کے تحت ارشاد فرماتے ہیں: اس فرمانِ عالی میں اِنَّكُمْ فرما کر بتایا گیا کہ تم عوام لوگ

1 ......تفسیر کبیر، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۱۰۴، ۸/۱۹۱، جلالین، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۱۰۴، ص۲۷۷، ملتقطاً.

2 ......البحر المحیط، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۱۰۴، ۶/۳۱۷.

3 ......جلالین، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۱۰۴، ص۲۷۷، خازن، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۱۰۴، ۳/۲۹۶، ملتقطاً.

4 ......مسلم، کتاب الجنّة وصفة نعیمها واهلها، باب فناء الدنیا وبیان الحشر یوم القیامة، ص۱۵۳۰، الحدیث: ۵۸(۲۸۶۰).

اس حالت میں اُٹھو گے: ننگے بدن، ننگے پاؤں، بے ختنہ، مگر تمام انبیاءِ کرام اپنے کفنوں میں اٹھیں گے حتّٰی کہ بعض اولیاء اللہ بھی کفن پہنے اٹھیں گے تاکہ ان کا ستر کسی اور پر ظاہر نہ ہو۔ جامع صغیر کی روایت میں ہے کہ حضور نے فرمایا کہ میں قبر انور سے اُٹھوں گا اور فوراً مجھے جنتی جوڑا پہنا دیا جاوے گا۔ لہٰذا یہاں اس فرمان عالی سے حضور انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بلکہ تمام انبیاء، بعض اولیاء مُسْتَثْنٰی ہیں۔ (1)

اور فقیہ اعظم مفتی ابوالخیر نورُ اللہ نعیمی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ یہ حدیث پاک ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: یہ خطاب امت کو ہے جس کا ظاہر یہ ہے کہ حضرات انبیاءِ کرام سب مُسْتَثْنٰی ہیں، اور وہ سب بِفَضْلِہٖ تعالیٰ لباس میں ہونگے، ہاں تشریفی خِلعتیں بھی علیٰ حسبِ المدارج ان حضرات کیلئے وارد ہیں (عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام) بہرحال اس حدیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ امتی ننگے ہوں گے۔ (2)

دوسرے مقام پر ارشاد فرماتے ہیں: آیاتِ مُتکاثرہ اور اَحادیثِ مُتواترہ سے واضح ہوتا ہے کہ حضرات صحابۂ کرام اور اولیاءِ عظام رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ کا حشر بھی لباس میں ہوگا کہ یہ سب حضرات مُنعَم عَلَیھِم ہیں اور ان کے لئے حضرات انبیاء کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی مَعِیَّت و رفاقتِ خاصہ بحکمِ قرآن کریم صراحۃً ثابت ہے۔ پ 5 ع 6 میں ہے ''**وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓىٕكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِیْنَۚ وَ حَسُنَ اُولٰٓىٕكَ رَفِیْقًا**'' اس انعام و معیت و رفاقت سے ہی واضح ہو رہا ہے کہ وہ بھی انبیاءِ کرام کی معیت میں لباس میں ہوں گے بالخصوص جبکہ یہ حضرات ہیں ہی صدیقین یا شہدا سے یا صالحین۔ (3)

﴿**وَعْدًا عَلَیْنَا: یہ ہمارے اوپر ایک وعدہ ہے۔**﴾ یعنی تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کرنے کی طرح دوبارہ پیدا کرنا ہمارے اوپر ایک وعدہ ہے اور اسے ہم ضرور پورا کریں گے۔ (4)

وَ لَقَدْ كَتَبْنَا فِی الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ یَرِثُهَا

1. ......مراۃ المناجیح، حشر کا بیان، پہلی فصل، ۷/۲۹۰، تحت الحدیث: ۵۲۹۳۔
2. ......فتاوی نوریہ، کتاب العقائد، ۵/۱۲۵۔
3. ......فتاوی نوریہ، کتاب العقائد، ۵/۱۲۹۔
4. ......روح البیان، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۱۰٤، ۵/۵۲٦.

عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ﴿۱۰۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے زبور میں نصیحت کے بعد لکھ دیا کہ اس زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے نصیحت کے بعد زبور میں لکھ دیا کہ اس زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے۔

﴿وَ لَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ: اور بیشک ہم نے نصیحت کے بعد زبور میں لکھ دیا۔﴾ ایک قول یہ ہے کہ اس آیت میں زبور سے وہ تمام کتابیں مراد ہیں جو انبیاءِ کرام عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام پر نازل ہوئیں اور ذکر سے مراد لوحِ محفوظ ہے، اور آیت کا معنی یہ ہے کہ لوحِ محفوظ میں لکھنے کے بعد ہم نے تمام آسمانی کتابوں میں لکھ دیا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ زبور سے وہ آسمانی کتاب مراد ہے جو حضرت داؤد عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام پر نازل ہوئی اور ذکر سے مراد تورات ہے، اور آیت کا معنی یہ ہے کہ تورات میں لکھنے کے بعد زبور میں لکھ دیا۔[1]

﴿اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ: کہ اس زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے۔﴾ اس زمین سے مراد جنت کی زمین ہے جس کے وارث اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ہوں گے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فرماتے ہیں کہ اس سے کفار کی زمینیں مراد ہیں جنہیں مسلمان فتح کریں گے اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے شام کی زمین مراد ہے جس کے وارث اللہ تعالیٰ کے وہ نیک بندے ہوں گے جو اس وقت شام میں رہنے والوں کے بعد آئیں گے۔[2]

اِنَّ فِيْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک یہ قرآن کافی ہے عبادت والوں کو۔

1 ...... خازن، الانبياء، تحت الآية: ١٠٥، ٣/٢٩٧، مدارك، الانبياء، تحت الآية: ١٠٥، ص٧٢٨، ملتقطاً.

2 ...... خازن، الانبياء، تحت الآية: ١٠٥، ٣/٢٩٧.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اس قرآن میں عبادت کرنے والوں کیلئے کافی سامان ہے۔

﴿ اِنَّ فِیْ هٰذَا لَبَلٰغًا: بیشک اس قرآن میں کافی سامان ہے۔﴾ یعنی قرآن کریم مومن عبادت گزاروں کو ہدایت ورہبری کے لئے کافی ہے بشرطیکہ اسے صاحبِ قرآن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تعلیم وتفہیم کے ماتحت سمجھا جائے، محض عقل سے سمجھنا کافی نہیں اور جو اس کی پیروی کرے اور اس کے مطابق عمل کرے وہ مراد کو پہنچے اور جنت پائے گا۔ عبادت کرنے والوں سے مراد مومنین ہیں جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی عبادت نہیں کرتے اور ایک قول یہ ہے کہ اُمتِ محمدیہ مراد ہے جو پانچوں نمازیں پڑھتے ہیں رمضان کے روزے رکھتے ہیں اور حج کرتے ہیں۔ [1]

وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۰۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے تمہیں تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر ہی بھیجا۔

﴿ وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ: اور ہم نے تمہیں تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر ہی بھیجا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم نے آپ کو تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر ہی بھیجا ہے۔

[illegible]

تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نبیوں، رسولوں اور فرشتوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے لئے رحمت ہیں، دین و دنیا میں رحمت ہیں، جِنّات اور انسانوں کے لئے رحمت ہیں، مومن و کافر کے لئے رحمت ہیں، حیوانات، نباتات اور جمادات کے لئے رحمت ہیں الغرض عالَم میں جتنی چیزیں داخل ہیں، سیّدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ان سب کے لئے رحمت ہیں۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا رحمت ہونا عام ہے، ایمان والے کے لئے بھی اور اس کے لئے بھی جو ایمان نہ لایا۔ مومن کے لئے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ دنیا و آخرت دونوں میں رحمت ہیں اور جو ایمان نہ لایا اس کے لئے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

1 ......خازن، الانبیاء، تحت الآیۃ: ١٠٦، ٣/٢٩٧.

وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ دنیا میں رحمت ہیں کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بدولت اس کے دُنْیَوی عذاب کومُؤَخَّر کر دیا گیا اور اس سے زمین میں دھنسانے کا عذاب، شکلیں بگاڑ دینے کا عذاب اور جڑ سے اکھاڑ دینے کا عذاب اٹھا دیا گیا۔[1]

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’عالَم ماسوائے اللہ کو کہتے ہیں جس میں انبیاء و ملائکہ سب داخل ہیں۔ تو لاجَرم (یعنی لازمی طور پر) حضور پُرنور، سیّد المرسَلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ان سب پر رحمت و نعمتِ ربُّ الارباب ہوئے، اور وہ سب حضور کی سرکارِ عالی مدار سے بہرہ مند و فیضیاب۔ اسی لئے اولیائے کاملین وعلمائے عاملین تصریحیں فرماتے ہیں کہ ’’ازل سے ابد تک، ارض و سماء میں، اُولیٰ و آخرت میں، دین و دنیا میں، روح و جسم میں، چھوٹی یا بڑی، بہت یا تھوڑی، جو نعمت و دولت کسی کو ملی یا اب ملتی ہے یا آئندہ ملے گی سب حضور کی بارگاہِ جہاں پناہ سے بٹی اور بٹتی ہے اور ہمیشہ بٹے گی۔[2]

اور فرماتے ہیں ’’حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رحمۃٌ لِّلْعٰلَمین بنا کر بھیجے گئے اور مومنین پر بالخصوص کمال مہربان ہیں، رؤف رحیم ہیں، ان کا مشقت میں پڑنا ان پر گراں ہے، ان کی بھلائیوں پر حریص ہیں، جیسے کہ قرآن عظیم ناطق:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ[3]

(**ترجمۂ کنزُالعِرفان:** بیشک تمہارے پاس تم میں سے وہ عظیم رسول تشریف لے آئے جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا بہت بھاری گزرتا ہے، وہ تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے، مسلمانوں پر بہت مہربان، رحمت فرمانے والے ہیں۔)

تمام عاصیوں کی شفاعت کے لئے تو وہ مقرر فرمائے گئے:

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ[4]

(**ترجمۂ کنزُالعِرفان:** اور اے حبیب! اپنے خاص غلاموں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو۔)[5]

---

1 ......خازن، الانبياء، تحت الآية: ١٠٧، ٣/٢٩٧.

2 ......فتاوی رضویہ، رسالہ: تجلی الیقین، ۳۰/۱۴۱۔

3 ......توبہ: ١٢٨.

4 ......سورۂ محمد: ١٩.

5 ......فتاوی رضویہ، ۲۴/۶۷۴-۶۷۵۔

یہ آیتِ مبارکہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عظمت وشان پر بہت بڑی دلیل ہے، یہاں اس سے ثابت ہونے والی دو عظمتیں ملاحظہ ہوں:

(1)......اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مخلوق میں سب سے افضل ہیں۔ چنانچہ امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’جب حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تمام عالمین کے لئے رحمت ہیں تو واجب ہوا کہ وہ (اللہ تعالیٰ کے سوا) تمام سے افضل ہوں۔[1]

تفسیر روح البیان میں اَکابِر بزرگانِ دین کے حوالے سے مذکور ہے کہ سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تمام جہانوں کے لئے خواہ وہ عالَمِ ارواح ہوں یا عالَمِ اجسام، ذوی العقول ہوں یا غیر ذوی العقول سب کے لئے مُطْلَق، تام، کامل، عام، شامل اور جامع رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے اور جو تمام عالَموں کے لئے رحمت ہو تو لازم ہے کہ وہ تمام جہان سے افضل ہو۔[2]

(2)......اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ دونوں جہاں کی سعادتیں حاصل ہونے کا ذریعہ ہیں کیونکہ جو شخص دنیا میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لائے گا اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت و پیروی کرے گا اسے دونوں جہاں میں آپ کی رحمت سے حصہ ملے گا اور وہ دنیا و آخرت میں کامیابی حاصل کرے گا اور جو آپ پر ایمان نہ لایا تو وہ دنیا میں آپ کی رحمت کے صدقے عذاب سے بچ جائے گا لیکن آخرت میں آپ کی رحمت سے کوئی حصہ نہ پا سکے گا۔ امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’لوگ کفر، جاہلیت اور گمراہی میں مبتلا تھے، اہلِ کتاب بھی اپنے دین کے معاملے میں حیرت زدہ تھے کیونکہ طویل عرصے سے ان میں کوئی نبی عَلَیْہِ السَّلَام تشریف نہ لائے تھے اور ان کی کتابوں میں بھی (تحریف اور تبدیلیوں کی وجہ سے) اختلاف رونما ہو چکا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس وقت اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو مبعوث فرمایا جب حق کے طلبگار کو کامیابی اور ثواب حاصل کرنے کی طرف کوئی راہ نظر نہ آ رہی تھی، چنانچہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے لوگوں کو حق کی طرف بلایا اور ان کے سامنے درست راستہ بیان کیا

1......تفسیر کبیر، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۲۵۳، ۲/۵۲۱.

2......روح البیان، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۱۰۷، ۵/۵۲۸.

اوران کے لئے حلال وحرام کے اَحکام مقرر فرمائے، پھر اس رحمت سے (حقیقی) فائدہ اسی نے اٹھایا جو حق طلب کرنے کا ارادہ رکھتا تھا (اور وہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لاکر دنیا وآخرت میں کامیابی سے سرفراز ہوا اور جو ایمان نہ لایا) وہ دنیا میں آپ کے صدقے بہت ساری مصیبتوں سے بچ گیا۔[1]

تم ہو جواد و کریم تم ہو رؤف و رحیم   بھیک ہو داتا عطا تم پہ کروڑوں درود

حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رحمت میں فرق

ویسے تو اللہ تعالیٰ کے تمام رسول اور اَنبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام رحمت ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ عین رحمت اور سراپا رحمت ہیں، اسی مناسبت سے یہاں حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رحمت میں فرق ملاحظہ ہو، چنانچہ تفسیر روح البیان میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بارے میں ارشاد فرمایا:

وَرَحْمَةً مِّنَّا[2]   **ترجمۂ کنزالعرفان:** اور اپنی طرف سے ایک رحمت (بنادیں)

اور اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے حق میں ارشاد فرمایا

وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ   **ترجمۂ کنزالعرفان:** اور ہم نے تمہیں تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر ہی بھیجا۔''

ان دونوں کی رحمت میں بڑا عظیم فرق ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے رحمت ہونے کو حرف ''مِنْ'' کی قید کے ساتھ ذکر فرمایا اور یہ حرف کسی چیز کا بعض حصہ بیان کرنے کے لئے آتا ہے اور اسی وجہ سے حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ان لوگوں کے لئے رحمت ہیں جو آپ پر ایمان لائے اور اس کتاب وشریعت کی پیروی کی جو آپ لے کر آئے اور ان کی رحمت کا یہ سلسلہ سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے مبعوث ہونے تک چلا، پھر آپ کا دین منسوخ ہونے کی وجہ سے اپنی امت پر آپ کا رحمت ہونا منقطع ہو گیا جبکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی

1 ......تفسیر کبیر، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۱۰۷، ۸/۱۹۳، ملخصاً۔

2 ......مریم: ۲۱۔

اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بارے میں مُطْلَق طور پر تمام جہانوں کے لئے رحمت ہونا بیان فرمایا، اسی وجہ سے عالَمین پر آپ کی رحمت کبھی منقطع نہ ہوگی، دنیا میں کبھی آپ کا دین منسوخ نہ ہوگا اور آخرت میں ساری مخلوق یہاں تک کہ (حضرت عیسٰی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور) حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بھی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شفاعت کے محتاج ہوں گے۔ (1)

قُلْ اِنَّمَا یُوْحٰۤى اِلَیَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ(۱۰۸)

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ مجھے تو یہی وحی ہوتی ہے کہ تمہارا خدا نہیں مگر ایک اللہ تو کیا تم مسلمان ہوتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: مجھے تو یہی وحی ہوتی ہے کہ تمہارا معبود صرف ایک معبود ہے تو کیا تم مسلمان ہوتے ہو؟

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالٰی کے واحد معبود ہونے پر کئی دلائل پیش کئے گئے اور فرمایا گیا کہ اللہ تعالٰی نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر ہی بھیجا ہے، اب یہاں یہ فرمایا جارہا ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کافروں سے فرمادیں کہ معبود کے معاملے میں میری طرف یہی وحی کی جاتی ہے اللہ تعالٰی کے سوا تمہارا اور کوئی معبود نہیں لہٰذا تم اللہ تعالٰی کی وحدانیت پر ایمان لاکر مسلمان ہوجاؤ۔ (2)

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ اٰذَنْتُكُمْ عَلٰى سَوَآءٍؕ وَ اِنْ اَدْرِیْۤ اَقَرِیْبٌ اَمْ بَعِیْدٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ(۱۰۹)

ترجمۂ کنزالایمان: پھر اگر وہ منہ پھیریں تو فرمادو میں نے تمہیں لڑائی کا اعلان کردیا برابری پر اور میں کیا جانوں کہ

---

1 ...... روح البیان، الانبیاء، تحت الآیۃ: ١٠٧، ٥/٥٢٨.

2 ...... تفسیر کبیر، الانبیاء، تحت الآیۃ: ١٠٨، ٨/١٩٤، خازن، الانبیاء، تحت الآیۃ: ١٠٨، ٣/٢٩٧، ملتقطاً.

پاس ہے یا دور ہے وہ جو تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر اگر وہ منہ پھیریں تو تم فرمادو: میں نے تمہیں برابری کی بنیاد پر خبردار کردیا ہے اور میں نہیں جانتا کہ تمہیں جو وعدہ دیا جاتا ہے وہ قریب ہے یا دور ہے؟

﴿فَاِنْ تَوَلَّوْا: پھر اگر وہ منہ پھیریں۔﴾ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ پھر اگر وہ کفار اسلام قبول کرنے سے منہ پھیریں تو آپ ان سے فرمادیں کہ میں نے تم سے لڑائی کا اعلان کردیا ہے اور اس سے متعلق جاننے میں ہم اور تم برابر ہیں لیکن میں نہیں جانتا ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم سے جنگ کرنے کی اجازت کب ملے گی۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، پھر اگر وہ کفار منہ پھیریں اور اسلام نہ لائیں تو آپ ان سے فرمادیں: اللہ تعالیٰ کی وحدانیت سے متعلق جس چیز کا مجھے حکم دیا گیا میں نے تمہیں برابری کی بنیاد پر اس کے بارے میں خبردار کردیا ہے اور رسالت کی تبلیغ کرنے اور نصیحت کرنے میں تمہارے درمیان کوئی فرق نہیں کیا ہے اور میں اللہ تعالیٰ کے بتائے بغیر نہیں جانتا کہ تمہیں عذاب یا قیامت کا جو وعدہ دیا جاتا ہے وہ قریب ہے یا دور ہے۔[1]

﴿وَاِنْ اَدْرِیْ: اور میں نہیں جانتا۔﴾ آیت کے اس حصے کے بارے میں صدرُ الافاضل مفتی نعیم الدین مراد آبادی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے خزائن العرفان میں جو کلام فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہاں دِرایت کی نفی فرمائی گئی ہے۔ درایت ’’اندازے اور قیاس سے جاننے‘‘ کو کہتے ہیں جیسا کہ امام راغب اصفہانی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے مفرداتِ امام راغب میں اور علامہ شامی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے ردُّالمحتار میں ذکر کیا ہے، اور قرآن کریم کے اِطلاقات اس پر دلالت کرتے ہیں جیسا کہ فرمایا:

مَا كُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْكِتٰبُ وَ لَا الْاِیْمَانُ[2] (**ترجمۂ کنزُالعِرفان:** اس سے پہلے نہ تم کتاب کو جانتے تھے نہ شریعت کے احکام کی تفصیل کو۔)

---

1 ……تفسیر کبیر، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۱۰۹، ۸/۱۹۵، روح البیان، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۱۰۹، ۵/۵۳۰، جلالین، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۱۰۹، ص۲۷۸، ملتقطاً۔

2 ……شوری: ۵۲۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ کے لئے درایت کا لفظ استعمال نہیں کیا جاتا، لہٰذا یہاں اللہ تعالیٰ کے بتائے بغیر محض اپنی عقل اور قیاس سے جاننے کی نفی ہے نہ کہ مُطْلَق علم کی اور مطلق علم کی نفی کیسے ہوسکتی ہے جب کہ اسی رکوع کے شروع میں آچکا ہے ''وَ اقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ'' یعنی اور سچا وعدہ قریب آ گیا۔ تو یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ وعدے کا قریب اور دور ہونا کسی طرح معلوم نہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہاں اپنی عقل اور قیاس سے جاننے کی نفی ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ کے بتانے سے جاننے کی نفی ہے۔[1]

اِنَّهٗ یَعْلَمُ الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ وَ یَعْلَمُ مَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ وَ اِنْ اَدْرِیْ لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَ مَتَاعٌ اِلٰى حِیْنٍ ﴿۱۱۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اللہ جانتا ہے آواز کی بات اور جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو۔ اور میں کیا جانوں شاید وہ تمہاری جانچ ہو اور ایک وقت تک برتوانا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللہ بلند آواز سے کہی گئی بات کو جانتا ہے اور وہ جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو۔ اور میں نہیں جانتا کہ شاید وہ تمہاری آزمائش ہو اور ایک وقت تک کیلئے فائدہ دینا ہے۔

﴿اِنَّهٗ یَعْلَمُ الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ: بیشک اللہ بلند آواز سے کہی گئی بات کو جانتا ہے۔﴾ یعنی اے کافرو! تم جو بلند آواز سے قرآنِ مجید کی آیات کو جھٹلاتے اور اسلام پر اعتراضات کرتے ہو بے شک اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے اور رسول کریم صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور مسلمانوں سے جو حسد و عداوت تم چھپاتے ہو اسے بھی اللہ تعالیٰ جانتا ہے تو وہ تمہیں اس پر جہنم کی دردناک سزا دے گا۔[2]

---

1 ...... خزائن العرفان، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۱۰۹، ص ۶۱۷۔

2 ...... روح البیان، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۱۱۰، ۵/۵۳۰۔

﴿وَ اِنْ اَدْرِیْ لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ لَّكُمْ: اور میں نہیں جانتا کہ شاید وہ تمہاری آزمائش ہو۔﴾ یعنی میں نہیں جانتا کہ شاید دنیا میں عذاب کومُؤَخَّر کرنا تمہاری آزمائش ہو جس سے تمہارا حال ظاہر ہوجائے اور اللہ تعالٰی کی مَشِیَّت کے مطابق موت کے وقت تک کیلئے تمہیں فائدہ دینا ہوتا کہ یہ تم پر حجت ہوجائے۔ (1)

قٰلَ رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ ؕ وَ رَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ﴿۱۱۲﴾

ع ۱۹ النصف

ترجمۂ کنزالایمان: نبی نے عرض کی کہ اے میرے رب حق فیصلہ فرمادے اور ہمارے رب رحمٰن ہی کی مدددرکار ہے ان باتوں پر جوتم بتاتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: نبی نے عرض کی: اے میرے رب! حق کے ساتھ فیصلہ فرمادے اور ہمارا رب رحمٰن ہی ہے جس سے ان باتوں کے خلاف مدد طلب کی جاتی ہے جوتم کرتے ہو۔

﴿قٰلَ رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ: نبی نے عرض کی: اے میرے رب! حق کے ساتھ فیصلہ فرمادے۔﴾ یہاں حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی دعا کا ذکر ہے کہ آپ نے اللہ تعالٰی سے یہ دعا فرمائی: اے میرے رب! میرے اور ان کے درمیان جو مجھے جھٹلاتے ہیں اس طرح حق کے ساتھ فیصلہ فرمادے کہ میری مدد کر اور ان پر عذاب نازِل فرما۔ چنانچہ حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی یہ دعا قبول ہوئی اور جنگِ بدر، جنگِ اَحزاب اور جنگِ حُنَین وغیرہ میں کفار مبتلائے عذاب ہوئے۔ آیت کے آخر میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے فرمایا گیا کہ آپ کافروں کو وعید بیان کرتے ہوئے فرمادیں کہ ’’ہمارا رب رحمٰن ہی ہے جس سے شرک و کفر اور بے ایمانی کی ان باتوں کے خلاف مدد طلب کی جاتی ہے جو تم کرتے ہو۔ (2)

---

1 ......روح البیان، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۱۱۱، ۵/ ۵۳۰.

2 ......خازن، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۱۱۲، ۳/ ۲۹۸.

سُوْرَةُ الْحَجِّ

سورۂ حج کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ حج کے مکی یا مدنی ہونے میں اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ ’’ **هٰذٰنِ خَصْمٰنِ** ‘‘ سے لے کر ’’ **وَهُدُوْۤا اِلٰى صِرَاطِ الْحَمِیْدِ** ‘‘ تک **6** آیتیں مدنی ہیں اور باقی آیتیں مکی ہیں۔ حضرت **عبد اللّٰہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اور امام مجاہد رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا ایک قول یہ ہے کہ سورۂ حج مکی ہے البتہ ’’ **هٰذٰنِ خَصْمٰنِ** ‘‘ سے لے کر تین آیتیں مدنی ہیں۔ جمہور کے نزدیک سورۂ حج کی بعض آیتیں مکی ہیں اور بعض مدنی ہیں اور یہ متعین نہیں ہے کہ کون سی آیتیں مکی ہیں اور کون سی آیتیں مدنی ہیں۔[1]

آیات، کلمات اور حروف کی تعداد

اس سورت میں **10** رکوع، **78** آیتیں، **1291** کلمات اور **5075** حروف ہیں۔[2]

’’حج‘‘ نام رکھنے کی وجہ

اس سورۂ مبارکہ میں حج کے اعلانِ عام اور حج کے اَحکام کا ذکر ہے، اسی مناسبت کی وجہ سے اس سورت کو ’’سورۃ الحج‘‘ کے نام سے مَوسوم کیا گیا ہے۔

سورۂ حج کے بارے میں حدیث

حضرت عقبہ بن عامر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، میں نے عرض کی: یا رسولَ **اللّٰہ**! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کیا سورۂ حج کو اس طرح بزرگی دی گئی ہے کہ اس میں دو سجدے ہیں۔ ارشاد فرمایا ’’ہاں! اور جو شخص یہ دو سجدے نہ کرے وہ ان دونوں کو نہ پڑھے۔[3] مفتی احمد یار خاں نعیمی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’یہ حدیث حضرت امام شافعی (رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ) کی دلیل ہے کہ سورۂ حج میں دو سجدے ہیں۔ امامِ اعظم (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ) کے نزدیک (مجموعی اعتبار

---

1 ......خازن، تفسير سورة الحج، ۲۹۸/۳، قرطبی، تفسير سورة الحج، ۳/٦، الجزء الثانی عشر، ملتقطاً.

2 ......خازن، تفسير سورة الحج، ۲۹۸/۳.

3 ......ترمذی، كتاب السفر، باب ما جاء فی السجدة فی الحج، ۹٥/۲، الحديث: ٥۷۸.

سے تو دو سجدے ہیں کہ ایک سجدۂ تلاوت اور دوسرا سجدۂ نماز لیکن خاص سجدۂ تلاوت کے اعتبار سے) سورۂ حج میں صرف ایک سجدہ ہے یعنی پہلا، دوسری آیت میں سجدۂ نماز مراد ہے نہ کہ سجدۂ تلاوت، کیونکہ وہاں ارشاد ہوا ''**اِرْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا**'' یعنی سجدہ کا رکوع کے ساتھ ذکر ہوا اور جہاں رکوع سجدہ مل کر آویں وہاں سجدۂ نماز مراد ہوتا ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے ''**وَاسْجُدِیْ وَارْكَعِیْ**'' نیز طحاوی نے حضرت ابنِ عباس (رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا) سے روایت کی کہ سورۂ حج میں پہلا سجدہ عزیمت ہے اور دوسرا سجدہ تعلیم نیز یہ حدیث علاوہ ضعیف ہونے کے امام شافعی رَحْمَةُ اللهِ عَلَیْهِ کے بھی خلاف ہے کیونکہ وہ قرآنی سجدے واجب نہیں مانتے سنت مانتے ہیں اور اس حدیث سے وجوب ثابت ہوتا ہے کہ فرمایا جو یہ سجدے نہ کرے وہ یہ سورت ہی نہ پڑھے۔ بہر حال اس حدیث سے اِستدلال قوی نہیں۔ [1]

سورۂ حج کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں حج کی فرضیت، حج کے مَناسِک، جہاد کی مشروعِیَّت دینِ اسلام کے بنیادی عقائد کو دلائل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور اس سورت میں مزید یہ چیزیں بیان کی گئی ہیں:

(1)......اس سورت کی ابتداء میں لوگوں کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حکم دیا گیا اور قیامت کے ہَولناک مَناظر بیان کئے گئے۔

(2)......مخلوق کی موت کے بعد اسے دوبارہ زندہ کرنے پر اللہ تعالیٰ کی قدرت کی دلیل بیان کی گئی کہ جو رب تعالیٰ مردہ نطفے سے زندہ انسان اور بنجر زمین کو پانی برسا کر سرسبز کرنے پر قادر ہے تو وہ مخلوق کو دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔

(3)......دینِ اسلام کے بارے میں شک اور تَرَدُّد میں رہنے والوں کا حال بیان کیا گیا۔

(4)...... پانچ قسم کے کفار کو ہونے والا عذاب اور مسلمانوں کو ملنے والی جزاء بیان کی گئی۔

(5)......حج کے اعلانِ عام کا ذکر کیا گیا اور حج اور حرم سے متعلق چند اَحکام بیان کئے گئے۔

(6)......کفار کے ساتھ جنگ کرنے کی اجازت دی گئی۔

(7)......کفارِ مکہ کو پچھلی امتوں کے اَحوال سے ڈرایا گیا کہ جب انہوں نے ایمان کی دعوت قبول نہ کی وہ عذاب میں گرفتار ہو گئے۔

(8)...... نبی کریم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اور مسلمانوں کو اس بات پر تسلی دی گئی کہ وہ شیطان کی گمراہ کن باتوں سے

---

1 ......مراۃ المناجیح، قرآنی سجدوں کا باب، دوسری فصل، ۲/۱۴۲۔

نہ گھبرائیں کیونکہ وہ ہر نبی اور رسول کی دینی سرگرمیوں میں رخنہ اندازی کرتا رہا ہے اور اللّٰہ تعالیٰ شیطان کی ہر سازش ناکام بنا دیتا ہے۔

(9)......مکہ مکرمہ سے ہجرت کے دوران شہید کر دیئے جانے والوں اور انتقال کر جانے والوں کی جزاء بیان کی گئی۔

(10)......قرآن پاک کی عظمت وشان بیان کی گئی اور یہ بتایا گیا کہ کفار ومشرکین قرآن مجید کو پسند نہیں کرتے اور وہ انبیاء و مُرسَلین عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے بغض رکھتے ہیں۔

(11)......یہ بتایا گیا کہ اللّٰہ تعالیٰ نے چند فرشتوں کو دیگر فرشتوں پر اور چند انسانوں کو دیگر انسانوں پر فضیلت دی ہے۔

سورۂ انبیاء کے ساتھ مناسبت

سورۂ حج کی اپنے سے ماقبل سورت ''الانبیاء'' سے مناسبت یہ ہے کہ سورۃ الانبیاء میں بھی قیامت کی ہولناکیوں کا بیان تھا اور اس سورت کا آغاز بھی قیامت کی ہولناکیوں کے بیان سے ہو رہا ہے، نیز سورۃ الانبیاء میں اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے واحد و یکتا ہونے کا بیان تھا اور اس سورت میں بھی اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی وحدانیت کا بیان ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللّٰہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللّٰہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ ﴿۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے لوگو اپنے رب سے ڈرو بیشک قیامت کا زلزلہ بڑی سخت چیز ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، بیشک قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے۔

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ: اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو۔﴾ اس سورۂ مبارکہ کی پہلی آیت میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنے اور تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا گیا کیونکہ تقویٰ اور خوفِ خدا ہی ایسی چیزیں ہے جس کی وجہ سے انسان اپنے اَعمال واَخلاق کی اصلاح کرتا ہے اور معاشرہ میں ایک اچھا انسان بن کر رہتا ہے۔ اور چونکہ تقویٰ اور خوفِ خداوندی پر سب سے زیادہ ابھارنے والی چیز قیامت ہے لہٰذا اس کا تذکرہ بھی اسی آیت میں کر دیا کہ قیامت کی ہَولناکیاں، اس کا حساب وکتاب اور اس کے اَحوال پیشِ نظر ہوں گے تو کوئی بھی انسان کسی دوسرے کی حق تلفی، ظلم وستم، اور کسی قسم کی بھی زیادتی نہیں کرے گا۔ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے لوگو! اپنے رب کے عذاب سے ڈرو اور اس کی اطاعت میں مشغول ہو جاؤ، بیشک قیامت کا زلزلہ جو قیامت کی علامات میں سے ہے اور قیامت کے قریب سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کے نزدیک واقع ہوگا بہت بڑی چیز ہے۔[1]

يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ وَ تَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَ تَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَ مَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَ لٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ﴿۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جس دن تم اسے دیکھو گے ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے کو بھول جائے گی اور ہر گابھنی اپنا گابھ ڈال دے گی اور تو لوگوں کو دیکھے گا جیسے نشہ میں ہیں اور وہ نشہ میں نہ ہوں گے مگر ہے یہ کہ اللہ کی مار کڑی ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جس دن تم اسے دیکھو گے (تو یہ حالت ہوگی کہ) ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی اور ہر حمل والی اپنا حمل ڈال دے گی اور تو لوگوں کو دیکھے گا جیسے نشے میں ہیں حالانکہ وہ نشہ میں نہیں ہوں گے لیکن ہے یہ کہ اللہ کا عذاب بڑا شدید ہے۔

1 ......خازن، الحج، تحت الآیة: ۱، ۳/۲۹۸، مدارك، الحج، تحت الآیة: ۱، ص ۷۳۰، ملتقطاً۔

﴿یَوْمَ تَرَوْنَهَا: جس دن تم اسے دیکھو گے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ جس دن تم قیامت کے اس زلزلے کو دیکھو گے تو یہ حالت ہوگی کہ اس کی ہیبت سے ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی اور اس دن کی ہولنا کی سے ہر حمل والی کا حمل ساقط ہو جائے گا اور تو لوگوں کو دیکھے گا جیسے نشے میں ہیں حالانکہ وہ نشہ میں نہیں ہوں گے بلکہ اللّٰہ تعالیٰ کے عذاب کے خوف سے لوگوں کے ہوش جاتے رہیں گے اور اللّٰہ تعالیٰ کا عذاب بڑا شدید ہے۔(1)

قیامت کے ڈر سے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کا حال

بعض مفسرین فرماتے ہیں ’’یہ دونوں آیات غزوہ بنی مصطلق میں رات کے وقت نازل ہوئیں اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے سامنے ان کی تلاوت فرمائی تو وہ ساری رات بہت روئے اور جب صبح ہوئی تو انہوں نے اپنے جانوروں سے زینیں نہ اتاریں اور جس جگہ ٹھہرے وہاں خیمے نصب نہ کئے اور نہ ہی ہانڈیاں پکائیں اور وہ غمزدہ، پُرنم اور فکر مند تھے۔(2)

یہ ان ہستیوں کا حال ہے جن سے اللّٰہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا ہے اور ان میں سے بعض کو دنیا میں ہی زبانِ رسالت سے جنت کی بشارت مل چکی ہے تو ہمیں قیامت کی شدت، ہیبت، ہولنا کی اور سختی سے تو کہیں زیادہ ڈرنا چاہئے کیونکہ ہمارے ساتھ نہ تو کوئی ایسا وعدہ فرمایا گیا ہے جیسا صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے ساتھ فرمایا گیا اور نہ ہی دنیا میں ہمیں جنت کی قطعی بشارت مل چکی ہے لیکن افسوس! فی زمانہ قیامت سے لوگوں کی غفلت انتہائی عروج پر نظر آرہی ہے اور نجانے کس امید پر وہ قیامت کے بارے میں بے فکر ہیں۔ امام محمد غزالی رَحْمَةُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے ہیں ’’اے مسکین! جس دن کی یہ عظمت ہے وہ اس قدر بڑا ہے، حاکم زبردست اور زمانہ قریب ہے تو تو اس دن کے لیے تیاری کرلے جس دن تو دیکھے گا کہ آسمان پھٹ گئے، اس کے خوف سے ستارے جھڑ گئے، روشن ستاروں کی چمک ماند پڑ گئی، سورج کی روشنی لپیٹ دی گئی، پہاڑ چلنے لگے، پانی لانے والی اونٹنیاں کھلی پھرنے لگیں، جنگلی جانور جمع ہوگئے، سمندر ابلنے لگے، روحیں بدنوں سے جا ملیں، جہنم کی آگ بھڑکائی گئی، جنت قریب لائی گئی، پہاڑ اڑائے گئے اور زمین پھیلائی گئی اور جس دن تم دیکھو گے کہ زمین میں زلزلہ برپا ہوگا، زمین اپنے بوجھ باہر نکال دے گی اور لوگ گروہوں میں بٹ جائیں گے تا کہ اپنے

1 ......خازن، الحج، تحت الآية: ۲، ۳/۲۹۸.
2 ......روح البيان، الحج، تحت الآية: ۲، ۳/۶.

اَعمال (کا بدلہ) دیکھیں اور جس دن زمین اور پہاڑ اٹھا کر پٹخ دیئے جائیں گے، اس دن عظیم واقعہ رونما ہوگا اور آسمان پھٹ جائیں گے حتّٰی کہ اِن کی بنیادیں کمزور پڑ جائیں گی، فرشتے ان کے کناروں پر ہوں گے اور اس دن تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ کے عرش کو آٹھ فرشتوں نے اٹھایا ہوگا، اس دن تم سب کو پیش ہونا ہوگا اور تم سے کوئی بھی بات پوشیدہ نہ ہوگی، جس دن پہاڑ چلیں گے اور تم زمین کو کھلی ہوئی دیکھو گے، جس دن زمین کانپے گی اور پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر اڑنے والی گرد بن جائیں گے، جس دن انسان بکھرے ہوئے پتنگوں کی طرح ہو جائیں گے اور پہاڑ دُھنی ہوئی روئی کے گالوں کی طرح ہو جائیں گے، اس دن ہر دودھ پلانے والی دودھ پیتے بچے سے غافل ہو جائے گی اور ہر حمل والی کا حمل گر جائے گا اور تم لوگوں کو نشے کی حالت میں دیکھو گے حالانکہ وہ نشے کی حالت میں نہیں ہوں گے، لیکن اللہ تعالٰی کا عذاب سخت ہوگا۔ جس دن یہ زمین و آسمان دوسری زمین میں بدل جائیں گے اور اللہ تعالٰی واحد و قہار کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ جس دن پہاڑ اڑا کر بکھیر دیئے جائیں گے اور صاف زمین باقی رہ جائے گی، اس میں کوئی ٹیڑھا راستہ (موڑ وغیرہ) اور ٹیلے نہیں ہوں گے، جس دن تم پہاڑوں کو جمے ہوئے دیکھو گے حالانکہ وہ بادلوں کی طرح چل رہے ہوں گے، جس دن آسمان پھٹ کر گلابی لال چمڑے کی طرح ہو جائیں گے اور اس دن کسی انسان اور جن سے اس کے گناہ کے بارے میں پوچھا نہیں جائے گا۔ اس دن گناہ گار کو بولنے سے روک دیا جائے گا اور نہ ہی اس کے جرموں کے بارے میں پوچھا جائے گا، بلکہ پیشانی کے بالوں اور پاؤں سے گرفت ہوگی، جس دن ہر شخص اپنے اچھے عمل کو سامنے پائے گا اور برے عمل کو بھی اور وہ چاہے گا کہ اس برے عمل اور اس (شخص) کے درمیان بہت زیادہ فاصلہ ہو۔ جس دن ہر نفس اس چیز کو جان لے گا جو وہ لایا ہوگا اور جو آگے بھیجا یا پیچھے چھوڑا وہ سب حاضر ہوگا۔ جس دن زبانیں گُنگ ہوں گی اور باقی اَعضاء بولیں گے، یہ وہ عظیم دن ہے جس کے ذکر نے نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بوڑھا کر دیا۔ جب حضرت صدیق اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ پر بڑھاپے کے آثار ظاہر ہو گئے ہیں، تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''مجھے سورۂ ہود اور اس جیسی دوسری سورتوں نے بوڑھا کر دیا ہے۔'' اور وہ دوسری سورتیں سورۂ واقعہ، سورۂ مرسلات، سورۂ عَمَّ یَتَسَآءَلُوْنَ اور اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ (وغیرہ) ہیں۔ تو اے قرآن پڑھنے والے عاجز انسان! تیرا قرآن مجید پڑھنے سے صرف اتنا حصہ ہے کہ تو اس کے ساتھ زبان کو حرکت دے دے، اگر تو قرآن مجید میں جو کچھ پڑھتا ہے اس میں غور و فکر کرتا تو اس لائق تھا کہ ان باتوں سے تیرا کلیجہ پھٹ جاتا جن باتوں نے سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ

تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کو بوڑھا کر دیا تھا، اگر تم صرف زبان کی حرکت پر قناعت کرو گے تو قرآنِ مجید کے ثمرے سے محروم رہو گے۔ [1] اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو صحیح طریقے سے قرآنِ مجید کی تلاوت کرنے اور اس میں مذکور ڈرانے والی باتوں پر غور وفکر کرنے اور عبرت ونصیحت حاصل کرنی کی توفیق عطا فرمائے، امین۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یُّجَادِلُ فِی اللّٰهِ بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّ یَتَّبِعُ كُلَّ شَیْطٰنٍ مَّرِیْدٍ ۙ﴿۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کچھ لوگ وہ ہیں کہ اللہ کے معاملہ میں جھگڑتے ہیں بے جانے بوجھے اور ہر سرکش شیطان کے پیچھے ہو لیتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کچھ لوگ وہ ہیں جو اللہ کے بارے میں بغیر علم کے جھگڑتے ہیں اور ہر سرکش شیطان کے پیچھے چل پڑتے ہیں۔

﴿وَمِنَ النَّاسِ: اور کچھ لوگ۔﴾ اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے قیامت کی ہولناکیاں اور اس کی شدت بیان فرمائی اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور تقویٰ وپرہیز گاری اختیار کرنے کا حکم دیا اور اس آیت میں ان لوگوں کا ذکر فرما رہا ہے جو قیامت کا انکار کرتے ہیں۔ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ یہ آیت نضر بن حارث کے بارے میں نازل ہوئی جو بڑا ہی جھگڑالو تھا اور فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں اور قرآنِ مجید کو گزشتہ لوگوں کے قصے بتاتا تھا اور موت کے بعد اٹھائے جانے کا منکر تھا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ کچھ لوگ وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی شان کے بارے میں علم کے بغیر جھگڑتے ہیں اور اس کی شان میں باطل باتیں کہتے ہیں اور وہ اپنے جھگڑنے اور عمومی اَحوال میں ہر سرکش شیطان کے پیچھے چل پڑتے ہیں۔ [2]
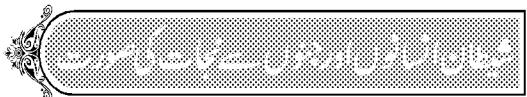
اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں علم کے بغیر بحث کرنا حرام ہے۔ صرف علماءِ دین تحقیق کے لئے اس کی ذات وصفات میں بحث کر سکتے ہیں بشرطیکہ جھگڑا مقصود نہ ہو بلکہ صرف اعتراضات کا اٹھانا اور حق کی تحقیق

1 ......احیاء علوم الدین، کتاب ذکر الموت ومابعده، الشطر الثانی، صفة یوم القیامة ودواهیه واسامیه، ۵/۲۷۴-۲۷۵.

2 ......تفسیر کبیر، الحج، تحت الآیة: ۳، ۸/۲۰۲، خازن، الحج، تحت الآیة: ۳، ۳/۲۹۹، روح البیان، الحج، تحت الآیة: ۳، ۶/۴، ملتقطاً.

کا قصد ہو، لہٰذا علمِ کلام برا نہیں، اچھا علم ہے۔

﴿وَ یَتَّبِـعُ كُلَّ شَیْطٰنٍ مَّرِیْدٍ: اور ہر سرکش شیطان کے پیچھے چل پڑتے ہیں۔﴾ اس آیت میں سرکش شیطان کے بارے میں دو قول ہیں، **(1)** اس سے انسانی شَیاطین مراد ہیں اور یہ کافروں کے وہ سردار ہیں جو دوسروں کو کفر کی طرف بلاتے ہیں۔ **(2)** اس سے ابلیس اور اس کے لشکر مراد ہیں۔ (1)

شیطان انسانوں اور جنوں سے نجات کی صورت

یاد رہے کہ شیطان خواہ انسانوں میں سے ہوں یا جنوں میں سے ان کی کوئی بھی بات نہ مانی جائے کیونکہ اگر ان کی ایک بات مان لی تو یہ ملعون اسی پر اِکتفانہ کریں گے بلکہ اور باتیں منوانے کی تاک میں بھی رہیں گے اور جتنا ان کی بات مانتے چلے جائیں گے اس کا سلسلہ اتنا ہی بڑھتا جائے گا۔ اسی طرح ان کے ساتھ جھگڑے اور بحث میں مصروف نہ ہوا جائے کیونکہ اس کے ذریعے بھی وہ اپنے ناپاک عزائم میں کامیاب ہو جاتے ہیں لہٰذا ان سے نجات کی صورت یہ ہے کہ ان کی کوئی بات سنی ہی نہ جائے کیونکہ اگر ان کی بات سنیں گے تو ممکن ہے کہ کوئی بات دل پر اثر کر جائے اور سننے والا کفر و گمراہی کی دلدل میں پھنس کر رہ جائے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے کلام کا خلاصہ ہے کہ شیطان دو قسم کے ہیں **(1)** شَیَاطِیْنُ الْجِنّ۔ ان سے ابلیس لعین اور اس کی ملعون اولاد مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو ان کے شر اور تمام شیاطین کے شر سے پناہ دے۔ **(2)** شَیَاطِیْنُ الْاِنْس۔ اس سے کفار اور بدعتی لوگوں کے داعی اور مُنادی مراد ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر لعنت فرمائے اور ان کو ہمیشہ بے سہارا رکھے اور ان پر ہمیں دائمی نصرت عطا فرمائے۔ اے اللہ! سیِّدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے طفیل ہماری یہ دعا قبول فرما۔

ہمارا رب عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے

وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا شَیٰطِیْنَ الْاِنْسِ وَ الْجِنِّ یُوْحِیْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا (2)

یوں ہی ہم نے ہر نبی کا دشمن کیا شیطان آدمیوں اور شیطان جنوں کو کہ آپس میں ایک دوسرے کے دل میں بناوٹ کی بات ڈالتے ہیں دھوکا دینے کیلئے۔

---

1 ...... خازن، الحج، تحت الآیۃ: ۳، ۳/۲۹۹.

2 ...... انعام: ۱۱۲.

حدیث میں ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت ابوذر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے فرمایا ’’شیطان آدمیوں اور شیطان جنوں کے شر سے اللہ کی پناہ مانگ۔ حضرت ابوذر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: کیا آدمیوں میں بھی شیطان ہیں؟ ارشاد فرمایا: ہاں۔ [1]

ائمۂ دین فرمایا کرتے کہ شیطان آدمی شیطان جن سے سخت تر ہوتا ہے۔ [2]

میں کہتا ہوں: اس آیت کریمہ میں ’’شَیٰطِیْنَ الْاِنْسِ‘‘ کو مقدم کرنا بھی اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ شیطان آدمی شیطان جن سے سخت تر ہوتا ہے۔ اس حدیث کریم نے کہ ’’جب شیطان وسوسہ ڈالے اتنا کہہ کر الگ ہو جاؤ کہ تو جھوٹا ہے‘‘ دونوں قسم کے شیطانوں کا علاج فرما دیا، شیطان آدمی ہو خواہ جن اُس کا قابو اسی وقت چلتا ہے جب اس کی سنیں گے اور جب تنکا توڑ کر اس کے ہاتھ پر رکھ دیں گے کہ ’’تو جھوٹا ہے‘‘ تو وہ خبیث اپنا سا منہ لے کر رہ جاتا ہے۔ [3]

كُتِبَ عَلَیْهِ اَنَّهٗ مَنْ تَوَلَّاهُ فَاَنَّهٗ یُضِلُّهٗ وَ یَهْدِیْهِ اِلٰى عَذَابِ السَّعِیْرِ ﴿۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جس پر لکھ دیا گیا ہے کہ جو اس کی دوستی کرے گا تو یہ ضرور اسے گمراہ کردے گا اور اسے عذابِ دوزخ کی راہ بتائے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جس پر یہ لکھ دیا گیا ہے کہ جو اس سے دوستی کرے گا تو وہ ضرور اسے گمراہ کردے گا اور اسے جہنم کے عذاب کی راہ بتائے گا۔

﴿ كُتِبَ عَلَیْهِ: جس پر یہ لکھ دیا گیا ہے۔﴾ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ لوحِ محفوظ میں جِنّات اور انسانوں کے ہر سرکش شیطان کے متعلق لکھ دیا گیا ہے کہ جو اس کی اطاعت اور اس سے دوستی کرے گا تو شیطان ضرور اسے گمراہ کردے گا اور اسے جہنم کے عذاب کا راستہ بتائے گا۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ لوحِ محفوظ میں اس شخص کے بارے میں لکھ دیا گیا ہے جو شیطان کی

---

1 ......مسند امام احمد، مسند الانصار، حدیث ابی ذر الغفاری رضی اللّٰہ تعالی عنه، ۸/۱۳۲، الحدیث: ۲۱۶۰۸.

2 ......تفسیر طبری، الناس، تحت الآیة: ٤، ۱۲/۷۵۳.

3 ......فتاوی رضویہ، ۱/۷۸۰-۷۸۱۔

پیروی اوراس سے دوستی کرے گا تو شیطان ضرور اسے جنت سے گمراہ کردے گا اور اسے جہنم کے عذاب کی راہ بتائے گا۔ [1]

بدمذہبوں سے دوستی اور تعلقات رکھنے کی ممانعت

اس آیت سے معلوم ہوا کہ بدمذہبوں سے دوستی اور تعلق نہیں رکھنا چاہئے اور نہ ہی ان کے ساتھ رشتہ داری قائم کرنی چاہئے کیونکہ یہ خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور اپنی چکنی چپڑی باتوں، ظاہری عبادت وریاضت اور دکھلاوے کی پرہیزگاری کے ذریعے دوسروں کو بھی گمراہ کردیتے ہیں۔ صحیح مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’عنقریب میری امت کے آخر میں کچھ ایسے لوگ ظاہر ہوں گے جو تم سے ایسی باتیں کریں گے جنہیں نہ تم نے سنا ہوگا اور نہ تمہارے باپ دادا نے، تو تم ان سے دور رہنا اور انہیں (خود سے) دور رکھنا۔ [2]

اسی کتاب کی دوسری روایت میں ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’آخری زمانے میں دَجّال اور کذّاب ظاہر ہوں گے، وہ تمہارے پاس ایسی باتیں لے کر آئیں گے جنہیں تم اور تمہارے باپ دادا نے نہ سنا ہوگا تو تم ان سے دور رہنا اور انہیں دور رکھنا، کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں اور تمہیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔ [3]

بدمذہبوں سے دور رہنے اور انہیں خود سے دور رکھنے کے ساتھ ساتھ متعدد اَحادیث میں ان سے زندگی اور موت کے تمام تعلقات ختم کرنے کا حکم دیا گیا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ ان کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ، ان کے ساتھ پانی نہ پیو، ان کے پاس نہ بیٹھو، ان سے رشتہ نہ کرو، وہ بیمار پڑیں تو پوچھنے نہ جاؤ، مرجائیں تو ان کی میت کے پاس نہ جاؤ، ان کی نمازِ جنازہ نہ پڑھو اور نہ ہی ان کے ساتھ نماز پڑھو۔ [4] اللّٰہ تعالٰی تمام مسلمانوں کو اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ

1 ……روح البیان، الحج، تحت الآیۃ: ٤، ٦/٤-٥، تفسیر کبیر، الحج، تحت الآیۃ: ٤، ٨/٢٠٢، ملتقطاً.

2 ……مسلم، باب النھی عن الروایۃ عن الضعفاء... الخ، ص٩، الحدیث: ٦(٦).

3 ……مسلم، باب النھی عن الروایۃ عن الضعفاء... الخ، ص٩، الحدیث: ٧(٧).

4 ……کنز العمال، کتاب الفضائل، الباب الثالث فی ذکر الصحابۃ وفضلھم...الخ، الفصل الاول، ٦/٢٤٦، الجزء الحادی عشر، الحدیث: ٣٢٥٢٥، ٣٢٥٢٦، تاریخ بغداد، حرف الواو من آباء الحسینین، ٤٢٤٠ - الحسین بن الولید ... الخ، ٨/١٣٩، ملتقطاً.

ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّ غَیْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَیِّنَ لَكُمْ ؕ وَ نُقِرُّ فِی الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْۤا اَشُدَّكُمْ ۚ وَ مِنْكُمْ مَّنْ یُّتَوَفّٰى وَ مِنْكُمْ مَّنْ یُّرَدُّ اِلٰۤى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَیْلَا یَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَیْــٴًـاؕ وَ تَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَ رَبَتْ وَ اَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۭ بَهِیْجٍ ۝۵

ترجمۂ کنزالایمان: اے لوگو اگر تمہیں قیامت کے دن جینے میں کچھ شک ہو تو یہ غور کرو کہ ہم نے تمہیں پیدا کیا مٹی سے پھر پانی کی بوند سے پھر خون کی پھٹک سے پھر گوشت کی بوٹی سے نقشہ بنی اور بے بنی تا کہ ہم تمہارے لئے اپنی نشانیاں ظاہر فرمائیں اور ہم ٹھہرائے رکھتے ہیں ماؤں کے پیٹ میں جسے چاہیں ایک مقرر میعاد تک پھر تمہیں نکالتے ہیں بچہ پھر اس لئے کہ تم اپنی جوانی کو پہنچو اور تم میں کوئی پہلے ہی مر جاتا ہے اور کوئی سب میں نکمّی عمر تک ڈالا جاتا ہے کہ جاننے کے بعد کچھ نہ جانے اور تو زمین کو دیکھے مرجھائی ہوئی پھر جب ہم نے اس پر پانی اتارا تر و تازہ ہوئی اور ابھر آئی اور ہر رونق دار جوڑا اُگا لائی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے لوگو! اگر تمہیں قیامت کے دن اُٹھنے کے بارے میں کچھ شک ہو تو (اس بات پر غور کرلو کہ) ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر پانی کی ایک بوند سے پھر جمے ہوئے خون سے پھر گوشت کی بوٹی سے جس کی شکل بن چکی ہوتی ہے اور ادھوری بھی ہوتی ہے تاکہ ہم تمہارے لیے اپنی قدرت کو ظاہر فرمائیں اور ہم ماؤں کے پیٹ میں جسے چاہتے ہیں اسے ایک مقرر مدت تک ٹھہرائے رکھتے ہیں پھر تمہیں بچے کی صورت میں نکالتے ہیں پھر (عمر دیتے ہیں) تاکہ تم اپنی

جوانی کو پہنچو اور تم میں کوئی پہلے ہی مرجاتا ہے اور کوئی سب سے نکمی عمر کی طرف لوٹایا جاتا ہے تا کہ (بالآخر) جاننے کے بعد کچھ نہ جانے اور تو زمین کو مرجھایا ہوا دیکھتا ہے پھر جب ہم اس پر پانی اتارتے ہیں تو وہ (تروتازہ ہوکر) لہلہاتی ہے اور بڑھتی ہے اور وہ ہر قسم کا خوبصورت سبزہ اگاتی ہے۔

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ: اے لوگو!۔﴾ اس سے پہلی آیت میں شیطان کی پیروی کرنے پر ڈانٹا گیا اور اس آیت میں ان لوگوں پر حجت قائم فرمائی جارہی ہے جو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کے منکر ہیں، چنانچہ اس کی پہلی دلیل یہ ارشاد فرمائی کہ اے لوگو! اگر تمہیں قیامت کے دن اٹھنے کے بارے میں کچھ شک ہو تو اس بات پر غور کرلو کہ ہم نے تمہاری نسل کی اصل یعنی تمہارے جَدِّ اعلیٰ، حضرت آدم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو مٹی سے پیدا کیا، پھر ان کی تمام اولاد کو منی کے قطرے سے، پھر جمے ہوئے خون سے کہ نطفہ گاڑھا خون ہوجاتا ہے، پھر گوشت کی بوٹی سے جس کی شکل بن چکی ہوتی ہے اور ادھوری بھی ہوتی ہے سے پیدا کیا۔ انسان کی پیدائش کا حال اس لئے بیان فرمایا گیا تا کہ ہم تمہارے لیے اپنی قدرت کو ظاہر فرمائیں اور تم اللہ تعالیٰ کی قدرت وحکمت کے کمال کو جان لو اور اپنی پیدائش کے ابتدائی حالات پر نظر کرکے سمجھ لو کہ جو قادرِ برحق بے جان مٹی میں اتنے اِنقلاب کرکے جاندار آدمی بنادیتا ہے وہ مرے ہوئے انسان کو زندہ کردے تو یہ اس کی قدرت سے کیا بعید ہے۔ (1)

اللہ تعالیٰ انسان کی پیدائش کس طرح فرماتا ہے اور اس کو ایک حال سے دوسرے حال کی طرف کس طرح منتقل کرتا ہے، اس کا کچھ بیان تو اس آیت میں ہوا اور اس کی مزید تفصیل صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث میں ہے، چنانچہ سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''تم لوگوں کی پیدائش کا مادہ ماں کے پیٹ میں چالیس دن تک نطفہ کی صورت میں رہتا ہے، پھر اتنی ہی مدت جما ہوا خون ہوجاتا ہے، پھر اتنی ہی مدت گوشت کی بوٹی کی طرح رہتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجتا ہے جو اس کا رزق، اس کی عمر، اس کے عمل، اس کا بدبخت یا سعادت مند ہونا لکھتا ہے، پھر اس میں روح پھونک دیتا ہے۔ (2)

1 ......خازن، الحج، تحت الآیۃ: ٥، ٢٩٩/٣-٣٠٠.

2 ......بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب خلق آدم صلوات اللّٰہ علیه و ذرّیته، ٤١٣/٢، الحدیث: ٣٣٣٢، مسلم، کتاب القدر، باب کیفیّة الخلق الادمیّ فی بطن امّه... الخ، ص١٤٢١، الحدیث: ١(٢٦٤٣).

﴿وَ نُقِرُّ فِي الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ : اور ہم ماؤں کے پیٹ میں جسے چاہتے ہیں ٹھہرائے رکھتے ہیں۔﴾ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے پر ایک دلیل قائم کرنے کے بعد پیدائش کے بعد کا حال بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ہم ماؤں کے پیٹ میں جسے چاہتے ہیں اسے ولادت کی مقررہ مدت تک ٹھہرائے رکھتے ہیں، پھر تمہیں بچے کی صورت میں نکالتے ہیں، پھر تمہیں عمر دیتے ہیں تاکہ تم اپنی جوانی کو پہنچو اور تمہاری عقل و قوت کامل ہو اور تم میں کوئی پہلے ہی مرجاتا ہے اور کوئی سب سے نکمی عمر کی طرف لوٹایا جاتا ہے اور اس کو اتنا بڑھاپا آجاتا ہے کہ عقل و حواس بجا نہیں رہتے اور بالآخر ایسا ہو جاتا ہے کہ اس کی نظر کمزور، عقل ناقص اور فہم و سمجھ کم ہو جاتی ہے اور جو باتیں اسے معلوم ہوتی ہیں وہ بھول جاتا ہے۔[1]

انتہائی عمر میں عقل و حواس قائم رہنے والے لوگ

یاد رہے کہ اس آیت میں بڑھاپے کے وقت انسان کی جو حالت بیان کی گئی اس سے انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام محفوظ تھے کیونکہ اگر انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بھی بڑھاپے میں اس حال کو پہنچ جایا کرتے تو ان پر تبلیغ فرض نہ رہتی اور نبوت سَلب کر لی جاتی کہ اس صورت میں تبلیغ میں غلطی کا احتمال تھا لیکن چونکہ وہ حضرات آخری دم تک صاحبِ وحی نبی رہے اس لئے وہ اس حال سے محفوظ تھے۔ نیز اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے خاص اولیاءِ کرام کو بھی اس حال سے جدا رکھتا ہے اور ان کے علاوہ بھی کچھ لوگ ایسے ہیں جنہیں انتہائی ضعیفی کے عالم میں اس حال سے بچالیا جاتا ہے، چنانچہ حضرت عکرمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''جو شخص تلاوتِ قرآن کا عادی ہوگا وہ اس حالت کو نہ پہنچے گا (کہ اس کی عقل اور حواس قائم نہ رہیں)۔[2]

اور علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''علماءِ کرام پر بھی یہ حالت طاری نہیں ہوتی بلکہ جیسے جیسے ان کی عمر میں اضافہ ہوتا جاتا ہے ان کی عقل بھی بڑھتی جاتی ہے۔[3]

نوٹ: انتہائی ضعیفی اور نکمے پن کی عمر سے متعلق کچھ کلام سورۂ نحل کی آیت نمبر 70 کی تفسیر میں گزر چکا ہے، اسے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

﴿وَ تَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً : اور تو زمین کو مرجھایا ہوا دیکھتا ہے۔﴾ یہاں سے مرنے کے بعد اٹھنے پر دوسری دلیل قائم کی

1 ......خازن، الحج، تحت الآیة: ۵، ۳/ ۳۰۰، روح البیان، الحج، تحت الآیة: ۵، ۶/ ۶-۷، ملتقطاً.

2 ......جلالین، الحج، تحت الآیة: ۵، ص۲۷۸.

3 ......صاوی، الحج، تحت الآیة: ۵، ۴/ ۱۳۲۷.

جارہی ہے، چنانچہ ارشادفرمایا کہ اے انسان! تو زمین کومرجھایا ہوااور خشک دیکھتا ہے، پھر جب ہم اس پر پانی اتارتے ہیں تو وہ تر وتازہ ہوکر لہلہاتی ہے اور بڑھتی ہے اور وہ ہر قسم کا خوبصورت سبزہ اگاتی ہے تو جو قادر و برحق رب تعالیٰ مرجھائی ہوئی زمین کو سرسبز وشاداب کرسکتا ہے تو وہ ان بندوں کو بھی زندہ کرسکتا ہے جن کے اجزا موت کے بعد بکھر چکے ہوں۔[1]

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَ اَنَّهٗ یُحْیِ الْمَوْتٰى وَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌۙ(۶)

ترجمۂ کنزالایمان: یہ اس لئے ہے کہ اللّٰہ ہی حق ہے اور یہ کہ وہ مردے جِلائے گا اور یہ کہ وہ سب کچھ کرسکتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ اس لیے ہے کہ اللّٰہ ہی حق ہے اور یہ کہ وہ مردوں کو زندہ کرے گا اور یہ کہ وہ ہر شے پر قادر ہے۔

﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ : یہ اس لیے ہے کہ اللّٰہ ہی حق ہے۔﴾ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے پر دو دلیلیں بیان فرمانے کے بعد اس آیت میں ان کا نتیجہ مُرتَّب فرمایا جارہا ہے کہ آدمی کی پیدائش کے ابتدائی حالات اور مرجھائی ہوئی خشک زمین کو سرسبز وشاداب کردینے کے بارے ذکر کیا گیا تا کہ تم جان لو کہ اللّٰہ تعالیٰ موجود ہے اور یہ چیزیں اس کی حکمت کی دلیلیں ہیں اور یہ بھی جان لو کہ جس طرح اس نے مردہ زمین کو زندہ کیا اسی طرح وہ مردوں کو زندہ کرے گا اور یہ کہ اللّٰہ تعالیٰ ہر ممکن چیز پر قادر ہے۔[2]

وَّ اَنَّ السَّاعَةَ اٰتِیَةٌ لَّا رَیْبَ فِیْهَاۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ یَبْعَثُ مَنْ فِی الْقُبُوْرِ(۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس لئے کہ قیامت آنے والی اس میں کچھ شک نہیں اور یہ کہ اللّٰہ اُٹھائے گا انہیں جو قبروں میں ہیں۔

---

1 ......خازن، الحج، تحت الآية: ٥، ٣/٣٠٠، روح البيان، الحج، تحت الآية: ٥، ٦/٨، ملتقطاً.

2 ......خازن، الحج، تحت الآية: ٦، ٣/٣٠٠، مدارك، الحج، تحت الآية: ٦، ص ٧٣٢، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یہ کہ قیامت آنے والی ہے اس میں کچھ شک نہیں اور یہ کہ اللہ انہیں اٹھائے گا جو قبروں میں ہیں۔

﴿وَاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ: اور یہ کہ قیامت آنے والی ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ یہ دلائل اس لئے ذکر کئے گئے تا کہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ قیامت آنے والی ہے اور اس کے آنے میں کچھ شک نہیں اور یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ ان مردوں کو اٹھائے گا جو قبروں میں ہیں اور مرنے کے بعد اٹھایا جانا حق ہے۔[1]

خیال رہے کہ قبر سے مراد عالَمِ برزخ ہے جو موت اور حشر کے بیچ میں ہے، نہ کہ محض وہ غار جو مُردوں کا مَدفن ہو، لہٰذا جلنے والے، ڈوبنے والے وغیرہ سب ہی قیامت کے دن اٹھائے جائیں گے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ﴿٨﴾ ثَانِيَ عِطْفِهٖ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ لَهٗ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّنُذِيْقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿٩﴾ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدٰكَ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿١٠﴾

ع ١٠ ٨

ترجمۂ کنزالایمان: اور کوئی آدمی وہ ہے کہ اللہ کے بارے میں یوں جھگڑتا ہے کہ نہ تو علم نہ کوئی دلیل اور نہ کوئی روشن نوشتہ۔ حق سے اپنی گردن موڑے ہوئے تا کہ اللہ کی راہ سے بہکا دے اس کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور قیامت کے دن ہم اسے آگ کا عذاب چکھائیں گے۔ یہ اس کا بدلہ ہے جو تیرے ہاتھوں نے آگے بھیجا اور اللہ بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کوئی آدمی وہ ہے جو اللہ کے بارے میں بغیر علم اور بغیر ہدایت اور بغیر کسی روشن کتاب کے جھگڑتا ہے۔ اس حال میں کہ وہ حق سے اپنی گردن موڑے ہوئے ہے تا کہ اللہ کی راہ سے بھٹکا دے، اس کے لیے دنیا میں رسوائی

[1] ......خازن، الحج، تحت الآیۃ: ٧، ٣/٣٠٠.

ہےاور قیامت کے دن ہم اسے آگ کا عذاب چکھائیں گے۔ یہ اس کا بدلہ ہے جو تیرے ہاتھوں نے آگے بھیجا اور اللہ بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یُّجَادِلُ فِی اللّٰهِ بِغَیْرِ عِلْمٍ: اور کوئی آدمی وہ ہے جو اللہ کے بارے میں بغیر علم کے جھگڑتا ہے۔﴾

شانِ نزول: یہ آیت ابوجہل وغیرہ کفار کی ایک جماعت کے بارے میں نازل ہوئی جو اللہ تعالٰی کی صفات میں جھگڑا کرتے تھے اور اس کی طرف ایسے اوصاف منسوب کرتے تھے جو اس کی شان کے لائق نہیں۔ چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ کافروں میں کوئی آدمی وہ ہے جو اللہ تعالٰی کی شان وصفت کے بارے میں یوں جھگڑتا ہے کہ اس کے پاس نہ تو علم ہے، نہ کوئی دلیل ہے اور نہ کوئی روشن تحریر ہے، اس کے باوجود اس کا انداز یہ ہے کہ وہ اپنی بات پر اِصرار کئے ہوئے اور تکبر کی بنا پر حق سے اپنی گردن موڑے ہوئے ہے تاکہ وہ لوگوں کو اللہ تعالٰی کی راہ سے بھٹکا دے اور اس کے دین سے مُنحرف کر دے، اس کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور قیامت کے دن اللہ تعالٰی اسے آگ کا عذاب چکھائے گا اور اس سے کہا جائے گا کہ یہ اس کفر وتکذیب کا بدلہ ہے جو تو نے دنیا میں کیا اور اللہ تعالٰی کی شان یہ ہے کہ وہ بندوں پر ظلم نہیں کرتا اور کسی کو جرم کے بغیر پکڑتا ہے اور نہ ہی کسی کے جرم کے بدلے گرفت فرماتا ہے۔[1]

آیت " وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یُّجَادِلُ" سے معلوم ہونے والے احکام

اس آیت سے دو اَحکام معلوم ہوئے

(1)......آدمی کو کوئی بات علم اور سند و دلیل کے بغیر نہیں کہنی چاہئے اور خاص طور پر اللہ تعالٰی کی شان میں ہرگز ایسی کوئی بات نہ کرے جو اس کی عظمت و شان کے لائق نہ ہو اور علم، سند اور دلیل کے بغیر ہو۔

(2)......علم والے کے خلاف جو بات بے علمی سے کہی جائے گی وہ باطل ہوگی۔

ہمارے آج کے زمانے کا حال بھی کچھ ایسا ہی ہے کہ ہر آدمی اپنی عقل سے جو چاہتا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بارے میں کہتا ہے اور پھر اس پر اِصرار کرتا ہے بلکہ دوسروں کو مجبور کرتا ہے کہ اُس کی بات مانیں اگرچہ اس کی بات عقل و نقل سے دور، قرآن وحدیث کے خلاف اور جہالت وحماقت سے بھرپور ہو۔

---

1 ......خازن، الحج، تحت الآية: ۸-۱۰، ۳/۳۰۰، مدارك، الحج، تحت الآية: ۸-۱۰، ص۷۳۲، ملتقطاً.

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍۚ-فَاِنْ اَصَابَهٗ خَیْرُ اﰳطْمَاَنَّ بِهٖۚ-وَ اِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ﰳانْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ﱚ خَسِرَ الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةَؕ-ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ(۱۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور کچھ آدمی اللہ کی بندگی ایک کنارہ پر کرتے ہیں پھر اگر انہیں کوئی بھلائی بن گئی جب تو چین سے ہیں اور جب کوئی جانچ آکر پڑی منہ کے بل پلٹ گئے دنیا اور آخرت دونوں کا گھاٹا یہی ہے صریح نقصان۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کوئی آدمی وہ ہے جو اللہ کی عبادت ایک کنارے پر ہو کر کرتا ہے پھر اگر اسے کوئی بھلائی پہنچے تو مطمئن ہو جاتا ہے اور اگر اسے کوئی آزمائش آجائے تو منہ کے بل پلٹ جاتا ہے۔ ایسا آدمی دنیا اور آخرت دونوں میں نقصان اٹھاتا ہے۔ یہی کھلا نقصان ہے۔

﴾وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ: اور کوئی آدمی وہ ہے جو اللہ کی عبادت ایک کنارے پر ہو کر کرتا ہے۔﴿

شانِ نزول: یہ آیت دیہات میں رہنے والے عربوں کی ایک جماعت کے بارے میں نازل ہوئی جو اَطراف سے آکر مدینہ میں داخل ہوتے اور اسلام لاتے تھے، ان کی حالت یہ تھی کہ اگر وہ خوب تندرست رہے اور ان کی دولت بڑھی اور ان کے ہاں بیٹا ہوا تب تو کہتے تھے کہ اسلام اچھا دین ہے، اس میں آکر ہمیں فائدہ ہوا اور اگر کوئی بات اپنی امید کے خلاف پیش آئی، مثلاً بیمار ہو گئے، یا ان کے ہاں لڑکی پیدا ہو گئی، یا مال کی کمی ہوئی تو کہتے تھے: جب سے ہم اس دین میں داخل ہوئے ہیں ہمیں نقصان ہی ہوا اور اس کے بعد دین سے پھر جاتے تھے۔ ان کے بارے میں بتایا گیا کہ انہیں ابھی دین میں ثابت قدمی حاصل ہی نہیں ہوئی اور یہ دین کے معاملے میں اس طرح شک وتَرَدُّد میں رہتے ہیں جس طرح پہاڑ کے کنارے کھڑا ہوا شخص حرکت کی حالت میں ہوتا ہے اور ان کا حال یہ ہے کہ اگر انہیں کوئی بھلائی پہنچے تو مطمئن ہو جاتے ہیں اور اگر انہیں کوئی آزمائش آجائے اور کسی قسم کی سختی پیش آئے تو مُرتَد ہو کر منہ کے بل پلٹ جاتے اور کفر کی طرف لوٹ

جاتے ہیں۔ ایسے لوگ دنیا اور آخرت دونوں میں نقصان اٹھاتے ہیں۔ دنیا کا نقصان تو یہ ہے کہ جو ان کی امیدیں تھیں وہ پوری نہ ہوئیں اور مرتد ہو جانے کی وجہ سے ان کا خون مباح ہوا اور آخرت کا نقصان ہمیشہ کا عذاب ہے اور یہی کھلا نقصان ہے۔ (1)

دینِ اسلام کو حق ہونے کی وجہ سے ہی دل سے قبول کیا جائے

اس سے معلوم ہوا کہ انسان دینِ اسلام کو حق سمجھ کر قبول کرے اور پھر اس پر ڈٹ جائے چاہے نفع ہو یا نقصان، ہر حال میں خوش رہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کرتا رہے کہ اس نے اسے اسلام جیسی عظیم لازوال دولت سے نوازا۔ اسی طرح نماز و عبادات وغیرہ کو دُنْیَوی نفع و نقصان کے ساتھ نہ تولا جائے بلکہ عبادت کی حیثیت ہی سے کیا جائے۔

يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهٗ وَمَا لَا يَنْفَعُهٗ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ﴿١٢﴾ ۚ يَدْعُوْا لَمَنْ ضَرُّهٗٓ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ ۭ لَبِئْسَ الْمَوْلٰى وَلَبِئْسَ الْعَشِيْرُ ﴿١٣﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے سوا ایسے کو پوجتے ہیں جو ان کا بُرا بھلا کچھ نہ کرے یہی ہے دور کی گمراہی۔ ایسے کو پوجتے ہیں جس کے نفع سے نقصان کی توقع زیادہ ہے بیشک کیا ہی بُرا مولیٰ اور بیشک کیا ہی بُرا رفیق۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ اللہ کے سوا اس (بت) کی عبادت کرتا ہے جو نہ اسے نقصان پہنچائے اور نہ اسے نفع دے۔ یہی دور کی گمراہی ہے۔ وہ اسے پوجتے ہیں جس کا نقصان اس کے نفع سے زیادہ ہے بیشک وہ کیا ہی برا مولیٰ ہے اور بیشک کیا ہی برا ساتھی ہے۔

﴿يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهٗ: وہ اللہ کے سوا اس (بت) کی عبادت کرتا ہے جو نہ اسے نقصان پہنچائے۔﴾

---

(1) ......خازن، الحج، تحت الآية: ١١، ٣/٣٠٠-٣٠١، مدارك، الحج، تحت الآية: ١١، ص٧٣٣، ملتقطاً.

ارشادفرمایا کہ وہ لوگ مُرتد ہونے کے بعد بت پرستی کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کی بجائے اس کی عبادت کرتے ہیں جو نہ انہیں نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ نفع دے سکتا ہے کیونکہ وہ بے جان ہے، ایسے خداؤں کی پوجا انتہا درجے کی گمراہی ہے۔[1]

﴿ یَدْعُوْا لَمَنْ ضَرُّهٗۤ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ: **وہ اس کو پوجتے ہیں جس کا نقصان اس کے نفع سے زیادہ ہے۔** ﴾ اس آیت میں نقصان سے مراد واقعی نقصان ہے، یعنی دنیا میں قتل اور آخرت میں دوزخ کا عذاب۔ اور نفع سے مراد ان کا خیالی نفع یعنی بتوں کی شفاعت وغیرہ ہے یعنی یہ کفار بتوں سے جس نفع کی امید رکھتے ہیں وہ تو بہت دور ہے کہ ناممکن ہے جبکہ ان کا حقیقی نقصان عنقریب ضرور دیکھ لیں گے۔

اِنَّ اللّٰهَ یُدْخِلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُؕ اِنَّ اللّٰهَ یَفْعَلُ مَا یُرِیْدُ ﴿۱۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اللہ داخل کرے گا انہیں جو ایمان لائے اور بھلے کام کئے باغوں میں جن کے نیچے نہریں رواں بیشک اللہ کرتا ہے جو چاہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللہ ایمان والوں اور نیک اعمال کرنے والوں کو ان باغوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہیں۔ بیشک اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

﴿ اِنَّ اللّٰهَ یُدْخِلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: **بیشک اللہ ایمان والوں کو داخل فرمائے گا۔** ﴾ اس سے پہلی آیات میں ایمان اور اسلام کے متعلق شکوک وشُبہات رکھنے والوں کا اور مُرتد ہونے کے بعد جن کی وہ پوجا کرتے تھے ان کا حال بیان کیا گیا اور اب یہاں سے ایمان پر ثابت قدم رہنے والوں کا حال اور ان کے حقیقی معبود کی شان بیان کی جارہی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ ایمان والوں اور نیک اعمال کرنے والوں کو ان باغوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور اسی میں سے یہ بھی ہے کہ وہ فرمانبرداروں پر انعام اور نافرمانوں پر عذاب فرماتا ہے۔[2]

1 ......مدارك، الحج، تحت الآية: ۱۲، ص۷۳۳، روح البيان، الحج، تحت الآية: ۱۲، ۱۲/۶، ملتقطاً.

2 ......تفسير كبير، الحج، تحت الآية: ۱۴، ۸/۲۱۰، ابو سعود، الحج، تحت الآية: ۱۴، ۱۱/۴، ملتقطاً.

ایمان جنت میں داخلے کا سبب ہے اور نیک اعمال وہاں کی نعمتوں اور درجات میں اضافے کا باعث ہیں۔
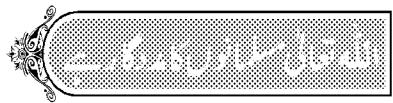
مَنْ كَانَ يَظُنُّ اَنْ لَّنْ يَّنْصُرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ اِلَى السَّمَآءِ ثُمَّ لْيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهٗ مَا يَغِيْظُ ﴿۱۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جو یہ خیال کرتا ہو کہ **اللہ** اپنے نبی کی مدد نہ فرمائے گا دنیا اور آخرت میں تو اسے چاہیے کہ اوپر کو ایک رسّی تانے پھر اپنے آپ کو پھانسی دے لے پھر دیکھے کہ اس کا یہ داؤں کچھ لے گیا اس بات کو جس کی اسے جلن ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: جو یہ خیال کرتا ہے کہ **اللہ** دنیا اور آخرت میں اپنے نبی کی مدد نہیں فرمائے گا تو اسے چاہیے کہ اوپر کی طرف ایک رسی دراز کرلے پھر اپنے آپ کو پھانسی دیدے پھر دیکھے کہ کیا اس کے داؤ پیچ نے وہ چیز مٹادی جس پر اسے غصہ آتا ہے۔

﴿مَنْ كَانَ يَظُنُّ: جو یہ خیال کرتا ہے۔﴾ اس آیت میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور آپ کے دین کی مخالفت کرنے اور ان سے دشمنی رکھنے والوں کی ناکامی اور محرومی کو بیان کیا گیا ہے، چنانچہ اس آیت کی **ایک تفسیر** یہ ہے کہ جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ **اللہ** تعالیٰ دنیا میں اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دین کو غلبہ عطا فرما کر اور آخرت میں ان کے درجے بلند فرما کر ان کی مدد نہیں فرمائے گا، لیکن اس کا خیال غلط ثابت ہوتا ہے اور وہ یوں غصے میں آجاتا ہے تو اسے چاہیے کہ غصہ دلانے والی چیز کو ختم کرنے کیلئے ہر طرح کی کوشش کرلے حتّٰی کہ گھر میں چھت سے رسی باندھ کر اپنے آپ کو پھانسی دے لے، پھر اس بات پر غور کرے کہ کیا اس کی کوئی تدبیر **اللہ** تعالیٰ کی وہ مدد روک سکتی ہے جس پر اسے غصہ آتا ہے۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ **اللہ** تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور ان کے دین کا مددگار ہے اور ان کے حاسدین اور دشمنوں میں سے جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ **اللہ** تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور ان کے دین کی مدد نہیں فرمائے گا، پھر اپنا مطلب پورا نہ ہونے کی وجہ سے وہ جل بُھن گیا تو اسے چاہئے کہ کسی طرح آسمان تک پہنچ کر اس مدد کو موقوف کروادے جو اس کے غیظ وغضب کا باعث ہے اور ظاہر ہے کہ ایسا کوئی

کر ہی نہیں سکتا تو اس کا غضب میں آنا اور غصہ کرنا بیکار ہے۔[1]

[illegible]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ **اللہ** تعالیٰ عاجز ہرگز نہیں بلکہ وہ اپنے بندوں پر غالب ہے اور اپنے محبوب بندوں کی مدد فرماتا ہے۔ یاد رہے کہ کفار دینِ اسلام کو صفحۂ ہستی سے مٹانے اور اس کے نور کو بجھانے کا ارادہ رکھتے تھے لیکن **اللہ** تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور ان کے سچے غلاموں کی مدد فرمائی، کفار کو نیست و نابود کیا اور ان کے لشکروں کو شکست و ہزیمت سے دوچار کر دیا، اسی طرح آج بھی کفار دینِ اسلام کو ختم کرنے کے ناپاک عزائم اور ارادے رکھتے ہیں اور اس کے لئے ہر طرح کے ذرائع بھی استعمال کر رہے ہیں لیکن ان کی یہ تمام تر کوششیں اسلام کو مٹا نہیں سکتیں کیونکہ **اللہ** تعالیٰ دینِ اسلام اور اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے غلاموں کا مددگار ہے البتہ مسلمانوں کو چاہئے کہ جب وہ کفار کی طرف سے کسی مشکل میں گرفتار ہو جائیں اور **اللہ** تعالیٰ کی طرف سے فوری طور پر انہیں مدد نہ پہنچے تو وہ **اللہ** تعالیٰ کی رضا پر راضی رہیں اور دشمنوں کی طرف سے پہنچنے والی اَذِیَّتوں پر صبر کریں کیونکہ حق غالب رہے گا کبھی مغلوب نہ ہو گا اور **اللہ** تعالیٰ نے چاہا تو عنقریب مسلمانوں سے یہ مشکلات دور ہو جائیں گی اور کفار و مشرکین کی راحتیں ختم ہو کر رہ جائیں گی۔

وَ كَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍۙ-وَّ اَنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یُّرِیْدُ(۱۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بات یہی ہے کہ ہم نے یہ قرآن اُتارا روشن آیتیں اور یہ کہ **اللہ** راہ دیتا ہے جسے چاہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اسی طرح ہم نے اس قرآن کو روشن آیتوں کی صورت میں نازل فرمایا اور یہ کہ **اللہ** جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔

﴿وَ كَذٰلِكَ: اور اسی طرح۔﴾ یعنی **اللہ** تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں ایسے دلائل نازل فرمائے جن میں کچھ اِبہام نہیں اور جو شخص ان میں غور کرے اس شخص پر حق واضح ہو جائے، نیز اس پر عقیدۂ توحید، قیامت اور سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

[1] ......تفسیر کبیر، الحج، تحت الآیۃ: ۱۵، ۸/۲۱۰-۲۱۱، ابو سعود، الحج، تحت الآیۃ: ۱۵، ۱۱/٤، البحر المحیط، الحج، تحت الآیۃ: ۱۵، ۳۳۲/٦، ملتقطاً.

وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رسالت واضح ہو جائے ،اور دلائل خواہ کتنے ہی واضح اور روشن کیوں نہ ہوں ، ہدایت اسے ہی ملتی ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ قرآنِ عظیم ہدایت ملنے، ہدایت پر ثابت قدمی عطا ہونے اور ہدایت میں اضافے کا ایک عظیم ترین ذریعہ ہے اور قرآنِ مجید سیکھنے میں مشغول ہونا اور اس کے دیئے ہوئے احکامات پر عمل کرنا ہدایت کی علامات میں سے ایک علامت ہے، لہٰذا جسے اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید پر ایمان لانے کی توفیق دی ہے اسے چاہئے کہ وہ قرآنِ کریم صحیح طریقے سے پڑھنا سیکھے، اسے سمجھنے کی کوشش کرے، اس میں دیئے گئے تمام اَحکامات پر عمل کرے اور جن کاموں سے منع کیا گیا ان سے باز رہے تاکہ اسے ہدایت پر ثابت قدمی نصیب ہو اور اس کی ہدایت میں مزید اضافہ بھی ہو۔

صحیح مسلم شریف میں حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا'' اللہ تعالیٰ اس قرآن کے ذریعے کچھ قوموں کو سر بلند کرے گا اور کچھ کو گرا دے گا۔[1]

علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں'' وہ لوگ جو قرآن کریم پر ایمان لائے اور انہوں نے اس کے تقاضوں کے مطابق عمل کیا انہیں اللہ تعالیٰ سر بلند کرے گا اور جنہوں نے قرآنِ عظیم پر ایمان لانے سے اِعراض کیا اور اس کے احکامات پر عمل نہ کیا انہیں اللہ تعالیٰ گرا دے گا۔[2]

قرآن مجید کے سلسلے میں صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کا حال یہ تھا کہ وہ قرآنِ کریم کی دس آیتیں سیکھتے اور اس وقت تک دوسری آیات سیکھنے کی طرف متوجہ نہ ہوتے جب تک ان دس آیتوں کے تمام تقاضوں پر عمل نہ کر لیتے، یونہی وہ انتہائی تنگدستی کے باوجود قرآنِ عظیم سننے سنانے اور اس کی آیات میں غور و فکر کرنے میں مصروف رہا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں'' میں غریب مہاجرین کی ایک جماعت میں جا بیٹھا جو نیم برہنہ ہونے کے باعث ایک دوسرے سے بمشکل اپنا ستر چھپاتے تھے۔ ہم میں ایک قاری صاحب قرآنِ مجید پڑھ رہے تھے کہ حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تشریف لے آئے، جب رسول کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہمارے پاس کھڑے

1 ......مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب فضل من یقوم بالقرآن ویعلمه...الخ، ص٤٠٧، الحدیث: ٢٦٩(٨١٧).
2 ......روح البیان، الحج، تحت الآیۃ: ١٦، ٦/١٤.

ہوئے تو قاری صاحب خاموش ہو گئے۔ آپ نے سلام کیا اور ارشاد فرمایا ''تم کیا کر رہے ہو؟ ہم نے عرض کی: یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، یہ ہمیں قرآن سنا رہے ہیں اور ہم غور سے اللہ تعالیٰ کی کتاب کو سن رہے ہیں۔ حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے میری امت میں ایسے لوگ بھی شامل فرمائے جن کے ساتھ ٹھہرے رہنے کا مجھے بھی حکم دیا گیا ہے۔ [1] اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو قرآن مجید کے احکامات پر عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ الَّذِیْنَ هَادُوْا وَ الصّٰبِـٕیْنَ وَ النَّصٰرٰى وَ الْمَجُوْسَ وَ الَّذِیْنَ اَشْرَكُوْۤا ۖۗ اِنَّ اللّٰهَ یَفْصِلُ بَیْنَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ ﴿۱۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک مسلمان اور یہودی اور ستارہ پرست اور نصرانی اور آتش پرست اور مشرک بیشک اللہ ان سب میں قیامت کے دن فیصلہ کرے گا بیشک ہر چیز اللہ کے سامنے ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک مسلمان اور یہودی اور ستاروں کی پوجا کرنے والے اور عیسائی اور آگ کی پوجا کرنے والے اور مشرک بیشک اللہ ان سب میں قیامت کے دن فیصلہ کردے گا بیشک اللہ ہر چیز پر گواہ ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: بیشک مسلمان۔﴾ ارشاد فرمایا کہ بیشک وہ لوگ جو مسلمان ہیں اور جو یہودی ہیں اور جو ستاروں کی پوجا کرنے والے ہیں اور جو عیسائی ہیں اور جو آگ کی پوجا کرنے والے ہیں اور جو مشرک ہیں، بیشک اللہ تعالیٰ ان سب میں قیامت کے دن فیصلہ کردے گا اور ان میں جو جنت کا مستحق ہوگا اسے جنت میں اور جو جہنم کا حق دار ہوگا اسے جہنم میں داخل کردے گا۔ بیشک ہر چیز اللہ تعالیٰ کے سامنے ہے لہٰذا اس فیصلے میں کسی کے ساتھ کوئی ظلم نہ ہوگا۔ [2]

1 ......ابو داؤد، کتاب العلم، باب فی القصص، ٤٥٢/٣، الحدیث: ٣٦٦٦.

2 ......روح البیان، الحج، تحت الآیۃ: ١٧، ١٥/٦، خازن، الحج، تحت الآیۃ: ١٧، ٣٠٢/٣، ملتقطاً.

اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں

(1)......آج اگرچہ ہر شخص اپنے آپ کو حق اور ہدایت کا پیروکار کہتا ہے مگر اس کا عملی فیصلہ قیامت کے دن ہو گا جب اہلِ حق کو عزت واحترام کے ساتھ جنت میں بھیجا جائے گا اور اہلِ باطل کو ذلت وخواری کے ساتھ اوندھے منہ دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ لیکن یہاں یاد رہے کہ دینِ اسلام ہی حق ہے اور اسے ماننے والا حق پر ہے اور تمام انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا دین، اسلام ہی تھا لیکن اب دینِ اسلام سے وہ دین مراد ہے جو حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ لے کر آئے ہیں، لہٰذا اب آپ کے دین کے علاوہ اور کوئی دین اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ میں معتبر نہیں، چنانچہ اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللّٰہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے۔

اور ارشاد فرماتا ہے

وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو کوئی اسلام کے علاوہ کوئی اور دین چاہے گا تو وہ اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گا۔

(2)......اس آیت میں ہر ایک کے لئے بہت وعید ہے، لہٰذا ہر عقل مند انسان کو چاہئے کہ وہ فیصلے اور قضا کے دن کو یاد رکھے اور وہ اعمال کرنے کی بھرپور کوشش کرے جن سے اللّٰہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے تاکہ قیامت کے دن اللّٰہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے اور اپنے فضل ورحمت سے اس کے حق میں اچھا فیصلہ فرمائے اور اسے جہنم کے دردناک عذاب سے بچا کر جنت کی ہمیشہ رہنے والی عالی شان نعمتیں عطا فرمائے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَكَثِیْرٌ

1......ال عمران:١٩.

2......ال عمران:٨٥.

مِّنَ النَّاسِ ؕ وَ كَثِیْرٌ حَقَّ عَلَیْهِ الْعَذَابُ ؕ وَ مَنْ یُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ ۩ ﴿۱۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تم نے نہ دیکھا کہ اللہ کے لئے سجدہ کرتے ہیں وہ جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور سورج اور چاند اور تارے اور پہاڑ اور درخت اور چوپائے اور بہت آدمی اور بہت وہ ہیں جن پر عذاب مقرر ہو چکا اور جسے اللہ ذلیل کرے اسے کوئی عزت دینے والا نہیں بیشک اللہ جو چاہے کرے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اور سورج اور چاند اور ستارے اور تمام پہاڑ اور درخت اور چوپائے اور بہت سے آدمی یہ سب اللہ کو سجدہ کرتے ہیں اور بہت سے لوگ وہ (بھی) ہیں جن پر عذاب مقرر ہو چکا ہے اور جسے اللہ ذلیل کرے تو اسے کوئی عزت دینے والا نہیں، بیشک اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

﴿اَلَمْ تَرَ: کیا تم نے نہیں دیکھا۔﴾ ارشاد فرمایا ''اے حبیبِ اکرم! صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اور سورج، چاند، ستارے، تمام پہاڑ، درخت اور چوپائے یہ سب جیسا اللہ تعالیٰ چاہتا ہے ویسا اسے سجدہ کرتے ہیں اور بہت سے آدمی یعنی مسلمان طاعت وعبادت کا سجدہ بھی کرتے ہیں اور بہت سے وہ لوگ ہیں جن پر ان کے کفر کی وجہ سے عذاب مقرر ہو چکا ہے لیکن ان کے بھی سائے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوتے ہیں۔ اور جسے اللہ تعالیٰ اس کی شقاوت کے سبب ذلیل کرے تو اسے کوئی عزت دینے والا نہیں، بیشک اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔[1]

نوٹ: یہ آیت سجدہ ہے، اسے پڑھنے اور سننے والے پر سجدۂ تلاوت کرنا واجب ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ کسی قوم یا کسی فرد کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ عزت وناموری کو اپنی میراث سمجھ لے اور اسی فریب

1 ......مدارك، الحج، تحت الآية: ١٨، ص٧٣٤، خازن، الحج، تحت الآية: ١٨، ٣/ ٣٠٢-٣٠٣، ملتقطاً.

میں مبتلا رہے کہ چاہے ہم جو کچھ کرتے رہیں کتنے ہی اَعمالِ سیاہ سے اپنا اعمال نامہ بھر دیں اور کردار اور سیرت کتنی ہی داغدار نہ کرلیں ساری زندگی عزت کے ساتھ ہی رہیں گے، ایسا نہیں ہے بلکہ جو اپنے آپ کو اس نعمت عظمیٰ کا اہل ثابت کر دیتا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے عزت دیتا ہے اور جو مسلسل نافرنیوں میں مبتلا رہتا ہے وہ ذلت کے عمیق گڑھے میں گرا دیا جاتا ہے۔

هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِیْ رَبِّهِمْ٘ فَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِیَابٌ مِّنْ نَّارٍؕ یُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِیْمُۚ(۱۹) یُصْهَرُ بِهٖ مَا فِیْ بُطُوْنِهِمْ وَ الْجُلُوْدُؕ(۲۰)

ترجمۂ کنزالایمان: یہ دو فریق ہیں کہ اپنے رب میں جھگڑے تو جو کافر ہوئے ان کے لئے آگ کے کپڑے بیونتے گئے ہیں اوران کے سروں پر کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا۔ جس سے گل جائے گا جو کچھ ان کے پیٹوں میں ہے اوران کی کھالیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ دو فریق ہیں جو اپنے رب کے بارے میں جھگڑتے ہیں تو کافروں کے لیے آگ کے کپڑے کاٹے گئے ہیں اوران کے سروں پر کھولتا پانی ڈالا جائے گا۔ جس سے جو کچھ ان کے پیٹوں میں ہے وہ سب اوران کی کھالیں جل جائیں گی۔

﴿**هٰذٰنِ خَصْمٰنِ: یہ دو فریق ہیں۔**﴾ اس آیت اوراس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ مومنین اور پانچوں قسم کے کفار جن کا اوپر ذکر کیا گیا، یہ دو فریق ہیں جو اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے دین اوراس کی ذات وصفات کے بارے میں جھگڑتے ہیں تو وہ لوگ جو کافر ہیں انہیں ہر طرف سے آگ گھیر لے گی اوران کے سروں پر کھولتا پانی ڈالا جائے گا جس سے جو کچھ ان کے پیٹوں میں چربی وغیرہ ہے وہ سب اوران کی کھالیں جل جائیں گی۔ (1)

جہنمیوں پر ڈالے جانے والے پانی کی کیفیت

جہنم میں کفار پرڈالے جانے والے پانی کی کچھ کیفیت ان آیات میں بیان ہوئی اور حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ

(1)......جلالین، الحج، تحت الآیة: ١٩-٢٠، ص ٢٨١.

تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’انتہائی گرم پانی ان جہنمیوں کے سر پر ڈالا جائے گا تو وہ سرایت کرتے کرتے ان کے پیٹ تک پہنچ جائے گا اور جو کچھ پیٹ میں ہوگا اسے کاٹ کر قدموں سے نکل جائے گا اور یہ صَہر (یعنی گل جانا) ہے، پھر انہیں ویسا ہی کر دیا جائے گا (اور بار بار ان کے ساتھ ایسا ہی کیا جائے گا۔)[1]

اور حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا ’’کافروں پر ڈالا جانے والا پانی ایسا تیز گرم ہوگا کہ اگر اس کا ایک قطرہ دنیا کے پہاڑوں پر ڈال دیا جائے تو ان کو گلا ڈالے۔[2]

اللہ تعالیٰ ہمارا ایمان سلامت رکھے اور ہمیں جہنم کے اس عذاب سے پناہ عطا فرمائے، اٰمین۔

وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ ﴿٢١﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان کے لیے لوہے کے گرز ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ان کے لیے لوہے کے گرز ہیں۔

﴿وَلَهُمْ : اور ان کے لیے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ جہنم میں کافروں کو عذاب دینے کے لئے لوہے کے گرز ہیں جن سے انہیں مارا جائے گا۔[3]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جہنم میں جن گرزوں سے مارا جائے گا وہ لوہے کے ہیں، ان کے بارے میں حضرت ابوسعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’اگر وہ لوہے کا گرز زمین پر رکھا جائے پھر جنّ و اِنس سب جمع ہو جائیں تو اسے زمین سے نہ اٹھا سکیں گے۔[4]

اور دوسری روایت میں ہے کہ اگر وہ گرز پہاڑ پر مارا جائے تو وہ ریزہ ریزہ ہو جائے۔ (گرز لگنے کے بعد) پھر

1 ......سنن ترمذی، کتاب صفة جهنّم، باب ما جاء فی صفة شراب اهل النار، ٢٦٢/٤، الحديث: ٢٥٩١.

2 ......مدارك، الحج، تحت الآية: ١٩، ص٧٣٥.

3 ......روح البيان، الحج، تحت الآية: ٢١، ١٨/٦.

4 ......مسند امام احمد، مسند ابی سعيد الخدری رضی الله عنه، ٥٨/٤، الحديث: ١١٢٣٣.

بندے کو پہلی حالت میں لوٹا دیا جائے گا۔[1]

حضرت حسن بصری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرمایا کرتے تھے: جہنم کا ذکر کثرت سے کیا کرو کیونکہ اس کی گرمی بہت شدید ہے، اس کی گہرائی بہت زیادہ ہے اور اس کے گرز لوہے کے ہیں۔ (یعنی اس یاد سے خوفِ خدا پیدا ہوگا۔)[2]

اللہ تعالیٰ ہمیں جہنم کے اس خوفناک عذاب سے پناہ عطا فرمائے، اٰمین۔

كُلَّمَآ اَرَادُوْۤا اَنْ یَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِیْدُوْا فِیْهَا ۗ وَ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِیْقِ ﴿۲۲﴾

ع ۲ / ۱۲ / ۹

ترجمۂ کنزالایمان: جب گھٹن کے سبب اس میں سے نکلنا چاہیں گے پھر اس میں لوٹا دیئے جائیں گے اور حکم ہوگا کہ چکھو آگ کا عذاب۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جب گھٹن کے سبب اس میں سے نکلنا چاہیں گے تو پھر اسی میں لوٹا دیے جائیں گے اور انہیں کہا جائے گا کہ آگ کا عذاب چکھو۔

﴿ كُلَّمَآ اَرَادُوْۤا اَنْ یَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ: جب گھٹن کے سبب اس میں سے نکلنا چاہیں گے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ جب وہ کفار گھٹن کے سبب جہنم میں سے نکلنا چاہیں گے تو گرزوں سے مار کر پھر اسی میں لوٹا دیے جائیں گے اور انہیں کہا جائے گا کہ آگ کا عذاب چکھو جس کا جلانا انتہائی شدید ہے۔[3]

جہنم اللہ تعالیٰ کے جلال کا مظہر ہے اور اللہ تعالیٰ نے جہنم کو اس لئے پیدا فرمایا ہے تا کہ مخلوق کو اللہ تعالیٰ کے

1 ......مسند امام احمد، مسند ابی سعید الخدری رضی اللّٰہ عنہ، ۱٦٦/٤، الحدیث: ۱۱۷۸٦.

2 ......مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب ذکر النار، ما ذکر فیما اعدّ لاھل النار وشدّتہ، ۹۷/۸، الحدیث: ٤۰.

3 ......جلالین، الحج، تحت الآیۃ: ۲۲، ص۲۸۰.

جلال اور اس کی کبریائی کا اندازہ ہو جائے اور لوگ اس سے ڈرتے رہیں اور اس کے خوف کی وجہ سے گناہوں سے باز رہیں۔[1] افسوس! آج لوگوں کے دل کی سختی کا یہ حال ہے کہ قرآنِ مجید میں جہنم کے انتہائی دردناک عذابات کے بارے میں پڑھنے کے باوجود ان سے ڈرتے نہیں اور بڑی دیدہ دلیری کے ساتھ گناہوں میں مصروف ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت اور عقلِ سلیم عطا فرمائے، اٰمین۔

اِنَّ اللّٰهَ یُدْخِلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ یُحَلَّوْنَ فِیْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّ لُؤْلُؤًاؕ-وَ لِبَاسُهُمْ فِیْهَا حَرِیْرٌ(۲۳) وَ هُدُوْۤا اِلَى الطَّیِّبِ مِنَ الْقَوْلِۚۖ-وَ هُدُوْۤا اِلٰى صِرَاطِ الْحَمِیْدِ(۲۴)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اللہ داخل کرے گا انہیں جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے بہشتوں میں جن کے نیچے نہریں بہیں اس میں پہنائے جائیں گے سونے کے کنگن اور موتی اور وہاں ان کی پوشاک ریشم ہے۔ اور انہیں پاکیزہ بات کی ہدایت کی گئی اور سب خوبیوں سراہے کی راہ بتائی گئی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللہ ایمان والوں کو اور نیک اعمال کرنے والوں کو ان باغوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ انہیں ان باغوں میں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے اور جنتوں میں ان کا لباس ریشم ہوگا۔ اور انہیں پاکیزہ بات کی ہدایت دی گئی اور انہیں تمام تعریفوں کے لائق (اللہ) کا راستہ دکھایا گیا۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ یُدْخِلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: بیشک اللہ ایمان والوں کو داخل فرمائے گا۔﴾ اس سے پہلی آیات میں کفار کا عبرتناک انجام بیان کیا گیا اور اب یہاں سے قیامت کے دن ایمان والوں اور نیک اعمال کرنے والوں پر ہونے والے انعامات بیان کئے جا رہے ہیں، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو اور نیک اعمال کرنے والوں کو ان باغوں میں

1 ......روح البیان، الحج، تحت الآیة: ٢٢، ٦/١٩.

داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ انہیں ان باغوں میں سونے کے کنگن اور ایسے موتی پہنائے جائیں گے جن کی چمک مشرق سے مغرب تک روشن کرڈالے گی اور جنتوں میں ان کا لباس ریشم ہوگا جسے پہننا دنیا میں مَردوں پر حرام ہے۔ (1)

آیت میں بیان کی گئی جنتی نعمتوں سے متعلق 3 احادیث

اس آیت میں جنت کی جن نعمتوں کے بارے میں بیان ہوا ان سے متعلق 3 اَحادیث ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت حکیم بن معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جنت میں پانی کا دریا، شہد کا دریا، دودھ کا دریا اور شراب کا دریا ہے، پھر ان سے نہریں نکلتی ہیں۔ (2)

(2)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''مومن کے اَعضا میں وہاں تک زیور پہنایا جائے گا جہاں تک اس کے وضو کا پانی پہنچے گا۔ (3)

(3)......حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جنتیوں کے سر پر تاج ہوں گے اور ان تاجوں کا ادنیٰ موتی مشرق سے مغرب تک کو روشن کردے گا۔ (4)

[illegible]

اَحادیث میں ریشم پہننے والے مرد کے لئے سخت وعیدیں بیان ہوئی ہیں، ان میں سے چند درج ذیل ہیں،

(1)......حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنے دائیں ہاتھ میں ریشم اور بائیں ہاتھ میں سونا لے کر ارشاد فرمایا ''بے شک یہ دونوں میری امت کے مَردوں پر حرام ہیں۔ (5)

(2)......حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جس نے دنیا میں ریشم پہنا وہ آخرت میں ریشم نہیں پہنے گا۔ (6)

---

1 ......خازن، الحج، تحت الآیة: ٢٣، ٣/٣٠٤، ملتقطاً.

2 ......ترمذی، کتاب صفة الجنّة، باب ما جاء فی صفة انهار الجنّة، ٤/٢٥٧، الحدیث: ٢٥٨٠.

3 ......مسلم، کتاب الطهارة، باب تبلغ الحلیة حیث یبلغ الوضوء، ص١٥١، الحدیث: ٤٠(٢٥٠).

4 ......ترمذی، کتاب صفة الجنّة، باب ما جاء لادنی اهل الجنّة من الکرامة، ٤/٢٥٣، الحدیث: ٢٥٧١.

5 ......ابو داؤد، کتاب اللباس، باب فی الحریر للنساء، ٤/٧١، الحدیث: ٤٠٥٧.

6 ......بخاری، کتاب اللباس، باب لبس الحریر وافتراشه للرّجال... الخ، ٤/٥٩، الحدیث: ٥٨٣٢.

(3)......حضرت **عبد اللّٰہ** بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡھُمَا سے روایت ہے، **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''ریشم وہ پہنے گا جس کے لیے آخرت میں کچھ حصہ نہیں۔[1]

(4)......حضرت **عبد اللّٰہ** بن زبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡھُمَا فرماتے ہیں کہ ''جو دنیا میں ریشم پہنے گا وہ جنت میں نہ جائے گا۔[2]

(5)......حضرت جویریہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡھَا سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جس نے ریشم کا لباس پہنا **اللّٰہ** تعالیٰ اسے قیامت کے دن آگ کا کپڑا پہنائے گا۔[3]

﴿وَهُدُوۡۤا اِلَى الطَّیِّبِ مِنَ الۡقَوۡلِ: اور انہیں پاکیزہ بات کی ہدایت دی گئی۔﴾ اس آیت میں پاکیزہ بات سے کلمۂ توحید مراد ہے اور بعض مفسرین کے نزدیک اس سے قرآنِ مجید مراد ہے اور صراطِ حمید سے مراد **اللّٰہ** تعالیٰ کا دین اسلام ہے۔[4]

اِنَّ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا وَ یَصُدُّوۡنَ عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ وَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ الَّذِیۡ جَعَلۡنٰهُ لِلنَّاسِ سَوَآءَ اۨلۡعَاكِفُ فِیۡهِ وَ الۡبَادِ ؕ وَ مَنۡ یُّرِدۡ فِیۡهِ بِاِلۡحَادٍۭ بِظُلۡمٍ نُّذِقۡهُ مِنۡ عَذَابٍ اَلِیۡمٍ ﴿۲۵﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک وہ جنھوں نے کفر کیا اور روکتے ہیں **اللّٰہ** کی راہ اور اس ادب والی مسجد سے جسے ہم نے سب لوگوں کے لیے مقرر کیا کہ اس میں ایک سا حق ہے وہاں کے رہنے والے اور پردیسی کا اور جو اس میں کسی زیادتی کا ناحق ارادہ کرے ہم اسے دردناک عذاب چکھائیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک جنہوں نے کفر کیا اور وہ **اللّٰہ** کے راستے اور مسجد ِحرام سے روکتے ہیں جسے ہم نے لوگوں کے لیے بنایا ہے، جس میں وہاں کے رہنے والوں اور دور سے آنے والوں کا حق برابر ہے اور جو اس میں ناحق کسی زیادتی کا

ع٣-١٠

1 ......مسلم، كتاب اللباس والزينة، باب تحريم استعمال اناء الذهب والفضّة... الخ، ص١١٤٥، الحديث: ٧(٢٠٦٨).
2 ......سنن الكبرى للنسائي، كتاب الزينة، لبس الحرير، ٥/٤٦٥، الحديث: ٩٥٨٥.
3 ......مسندامام احمد، حديث جويرية بنت الحارث بن ابى ضرار زوج النبي صلى الله عليه وسلم، ١٠/٢٣١، الحديث: ٢٦٨١٩.
4 ......خازن، الحج، تحت الآية: ٢٤، ٣/٣٠٤.

ارادہ کرے گا تو ہم اسے دردناک عذاب چکھائیں گے۔

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا : بیشک جنہوں نے کفر کیا۔﴾ شانِ نزول: یہ آیت سفیان بن حرب وغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے روکا تھا، اس پر ارشاد فرمایا کہ ''بیشک انہیں دردناک عذاب دیا جائے گا جنہوں نے کفر کیا اور وہ اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کی اطاعت سے اور اس مسجدِ حرام میں داخل ہونے سے روکتے ہیں جسے ہم نے لوگوں کے لیے عبادت گاہ بنایا ہے اور اس میں وہاں کے رہنے والوں اور دور سے آنے والوں کا حق برابر ہے۔[1]

﴿ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ : اور مسجدِ حرام۔﴾ مفسرین فرماتے ہیں کہ اگر یہاں آیت میں مسجدِ حرام سے خاص کعبہ معظّمہ مراد ہو جیسا کہ امام شافعی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا فرمان ہے تو اس صورت میں آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ مسجدِ حرام تمام لوگوں کا قبلہ ہے اور اس کی طرف منہ کرنے میں وہاں کے رہنے والے اور پردیسی سب برابر ہیں، سب کے لئے اس کی تعظیم و حرمت اور اس میں حج کے ارکان کی ادائیگی یکساں ہے اور طواف و نماز کی فضیلت میں شہری اور پردیسی کے درمیان کوئی فرق نہیں۔ اور اگر اس آیت میں مسجدِ حرام سے مکہ مکرمہ یعنی پورا حرم مراد ہو جیسا کہ امامِ اعظم ابوحنیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا فرمان ہے تو اس صورت میں آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ حرم شریف شہری اور پردیسی سب کے لئے برابر ہے، اس میں رہنے اور ٹھہرنے کا سب کو حق حاصل ہے جبکہ کوئی کسی کو اس کے گھر سے نکالے نہیں۔ اسی لئے امامِ اعظم ابوحنیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ مکہ مکرمہ کی زمینوں کو بیچنے اور ان کا کرایہ حاصل کرنے کو منع فرماتے ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''مکہ مکرمہ حرم ہے، اس کی زمینیں فروخت نہ کی جائیں۔[2]

﴿ وَمَنْ یُّرِدْ فِیْهِ بِاِلْحَادٍۭ بِظُلْمٍ : اور جو اس میں ناحق کسی زیادتی کا ارادہ کرے گا۔﴾ مسجدِ حرام میں ناحق زیادتی سے کیا مراد ہے اس کے بارے میں مفسرین کے چند اَقوال ہیں۔ (1) اس سے شرک و بت پرستی مراد ہے۔ (2) اس سے ہر ممنوع قول اور فعل مراد ہے حتّٰی کہ خادم کو گالی دینا بھی اس میں داخل ہے۔ (3) اس سے حرم میں اِحرام کے بغیر داخل ہونا یا حرم کے مَمنوعات کا اِرتکاب کرنا جیسے شکار مارنا اور درخت کاٹنا وغیرہ مراد ہے۔ (4) حضرت عبد اللّٰہ بن عباس

1 ......تفسيرات احمديه، الحج، تحت الآية: ٢٥، ص٥٢٨.

2 ......تفسيرات احمديه، الحج، تحت الآية: ٢٥، ص٥٢٨، خازن، الحج، تحت الآية: ٢٥، ٣/٤-٣٠٥، ملتقطاً.

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: اس سے مراد یہ ہے کہ جو تجھے قتل نہ کرے تو اسے قتل کرے یا جو تجھ پر ظلم نہ کرے تو اس پر ظلم کرے۔ (1)

شانِ نزول: حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے عبداللہ بن اُنیس (بن خطل) کو دو آدمیوں کے ساتھ بھیجا تھا جن میں ایک مہاجر تھا دوسرا انصاری، ان لوگوں نے اپنے اپنے نسب کی فخریہ باتیں بیان کیں تو عبداللہ بن اُنیس کو غصہ آیا اور اس نے انصاری کو قتل کر دیا اور خود مُرتَد ہو کر مکہ مکرمہ کی طرف بھاگ گیا۔ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔ (2)

وَ اِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِیْمَ مَكَانَ الْبَیْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِیْ شَیْــٴًـا وَّ طَهِّرْ بَیْتِیَ لِلطَّآىٕفِیْنَ وَ الْقَآىٕمِیْنَ وَ الرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿۲۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب کہ ہم نے ابراہیم کو اس گھر کا ٹھکانا ٹھیک بتادیا اور حکم دیا کہ میرا کوئی شریک نہ کر اور میرا گھر ستھرا رکھ طواف والوں اور اعتکاف والوں اور رکوع سجدے والوں کے لئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یاد کرو جب ہم نے ابراہیم کو اس گھر کا صحیح مقام بتادیا اور حکم دیا کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور قیام کرنے والوں اور رکوع سجدہ کرنے والوں کیلئے خوب صاف ستھرا رکھو۔

﴿وَ اِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِیْمَ مَكَانَ الْبَیْتِ: اور یاد کرو جب ہم نے ابراہیم کو اس گھر کا صحیح مقام بتادیا۔﴾ کعبہ معظّمہ کی عمارت پہلے حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بنائی تھی اور جب حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم پر طوفان آیا تو اس وقت وہ آسمان پر اٹھالی گئی۔ پھر جب حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو کعبہ شریف کی عمارت دوبارہ تعمیر کرنے کا حکم دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کا مقام بتانے کے لئے ایک ہوا مقرر کی جس نے اس کی جگہ کو صاف کر دیا جہاں پہلے کعبہ معظّمہ کی عمارت

1 ......خازن، الحج، تحت الآية: ٢٥، ٣٠٥/٣.

2 ......درمنثور، الحج، تحت الآية: ٢٥، ٢٧/٦.

موجود تھی اور ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بادل بھیجا جو خاص زمین کے اس حصے کے اوپر تھا جہاں پہلے کعبہ معظّمہ کی عمارت تھی، اس طرح حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو کعبہ شریف کی جگہ بتائی گئی اور آپ نے اس کی پرانی بنیاد پر کعبہ شریف کی عمارت تعمیر کی۔ [1]

﴿ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِیْ شَیْــٴًـا: اور حکم دیا کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ ﴾ کعبہ شریف کی تعمیر کے وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف وحی فرمائی کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں، قیام کرنے والوں اور نماز پڑھنے والوں کیلئے شرک سے، بتوں سے اور ہر قسم کی نجاستوں سے خوب صاف ستھرا رکھو۔ [2]

انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام شرک سے پاک ہیں

یاد رہے کہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ایک آن کے لئے بھی شرک نہیں کرتے، وہ شرک سے پاک ہیں اور گناہوں سے بھی معصوم ہیں اور اس آیت میں جو حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے فرمایا گیا کہ ’’میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو‘‘ اس سے یہ مراد نہیں کہ آپ مَعَاذَ اللہ شرک میں مبتلا تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے منع فرمایا بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا یا اس سے مراد یہ ہے کہ خانہ کعبہ کی تعمیر میں اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے ساتھ کوئی دوسری غرض نہ ملانا۔ [3]

مسجد تعمیر کرنے اور اسے صاف ستھرا رکھنے کے فضائل

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مسجد تعمیر کرنا، اسے صاف ستھرا رکھنا اور اس کی زینت کرنا حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سنت اور اعلیٰ درجے کی عبادت ہے۔ اسی مناسبت سے یہاں مسجد تعمیر کرنے اور اسے صاف ستھرا رکھنے کے تین فضائل ملاحظہ ہوں۔

(1)......حضرت ابو قرصافہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’مسجدیں تعمیر کرو اور ان سے کوڑا کرکٹ نکالو، پس جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے مسجد بنائی اللہ

---

1 ......مدارك، الحج، تحت الآية: ۲۶، ص۷۳۶، خازن، الحج، تحت الآية: ۲۶، ۳/۳۰۵، ملتقطاً.

2 ......خازن، الحج، تحت الآية: ۲۶، ۳/۳۰۵.

3 ......تفسير كبير، الحج، تحت الآية: ۲۶، ۸/۲۱۹.

تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنائے گا اور اس سے کوڑا کرکٹ نکالنا حورِعین کے مہر ہیں۔[1]

(2)......حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جس نے مسجد سے اَذِیَّت دینے والی چیز (جیسے مٹی، کنکر) نکالی تو اللّٰہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنائے گا۔[2]

(3)......حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: ایک عورت مسجد سے تنکے اٹھایا کرتی تھی، اس کا انتقال ہوگیا اور حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اسے دفن کرنے کی اطلاع نہ دی گئی تو آپ نے ارشاد فرمایا ''جب تم میں کسی کا انتقال ہوجائے تو مجھے اطلاع دے دیا کرو، پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس عورت پر نماز پڑھی اور فرمایا ''میں نے اسے جنت میں دیکھا ہے کیونکہ وہ مسجد سے تنکے اٹھایا کرتی تھی[3]۔[4]

مسجد کا متولی کیسا ہو؟

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسجد کا متولی نیک آدمی ہونا چاہیے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''متولی بننے کے لائق وہ ہے جو دیانت دار، کام کرنے والا اور ہوشیار ہو۔ اس پر وقف کی حفاظت اور خیر خواہی کے معاملے میں کافی اطمینان ہو۔ فاسق نہ ہو کہ اس سے نفسانی خواہش یا بے پرواہی یا حفاظت نہ کرنے یا لَہو ولَعب میں مشغول ہونے کی وجہ سے وقف کو نقصان پہنچانے یا پہنچنے کا اندیشہ ہو۔ بدعقل، عاجز یا کاہل نہ ہو کہ اپنی حماقت، نادانی، کام نہ کرسکنے یا محنت سے بچنے کے باعث وقف کو خراب کردے۔ فاسق اگرچہ کیسا ہی ہوشیار، کام کرنے والا اور مالدار ہو ہرگز متولی بننے کے لائق نہیں کہ جب وہ شریعت کی نافرمانی کی پرواہ نہیں رکھتا تو کسی دینی کام میں اس پر کیا اطمینان ہوسکتا ہے اور اسی وجہ سے یہ حکم ہے کہ وقف کرنے والا اگر خود فسق کرے تو واجب ہے کہ وقف اس کے قبضے سے نکال لیا جائے اور کسی امانت دار اور دیانت دار کو سپرد کیا جائے۔[5]

1......معجم الکبیر، مسند جندرۃ بن خیشنۃ، ۳/۱۹، الحدیث: ۲۵۲۱.

2......ابن ماجہ، کتاب المساجد والجماعات، باب تطہیر المساجد وتطییبہا، ۱/۴۱۹، الحدیث: ۷۵۷.

3......معجم الکبیر، عکرمۃ عن ابن عباس، ۱۱/۱۹۰، الحدیث: ۱۱۶۰۷.

4......مسجد کی صفائی ستھرائی سے متعلق مفید معلومات حاصل کرنے کے لئے امیرِ اہلسنّت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کے رسالے ''مسجدیں صاف رکھئے'' (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ مفید ہے۔

5......فتاویٰ رضویہ، ۱۶/۵۵۷، ملخصاً۔

وَ اَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّ عَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍۙ(۲۷) لِّیَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَ یَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِیْۤ اَیَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِیْمَةِ الْاَنْعَامِۚ فَكُلُوْا مِنْهَا وَ اَطْعِمُوا الْبَآىٕسَ الْفَقِیْرَ٘(۲۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور لوگوں میں حج کی عام ندا کردے وہ تیرے پاس حاضر ہوں گے پیادہ اور ہر دُبلی اونٹنی پر کہ ہر دُور کی راہ سے آتی ہیں۔تاکہ وہ اپنا فائدہ پائیں اور اللہ کا نام لیں جانے ہوئے دنوں میں اس پر کہ انہیں روزی دی بے زبان چوپائے تو ان میں سے خود کھاؤ اور مصیبت زدہ محتاج کو کھلاؤ۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور لوگوں میں حج کا عام اعلان کردو، وہ تمہارے پاس پیدل اور ہر دبلی اونٹنی پر (سوار ہوکر) آئیں گے جو دور کی راہ سے آتی ہیں۔تاکہ وہ اپنے فوائد پر حاضر ہوجائیں اور معلوم دنوں میں اللہ کے نام کو یاد کریں اس بات پر کہ اللہ نے انہیں بے زبان مویشیوں سے رزق دیا تو تم ان سے کھاؤ اور مصیبت زدہ محتاج کو کھلاؤ۔

﴿ **وَ اَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ: اور لوگوں میں حج کا عام اعلان کردو۔** ﴾ کعبہ شریف کی تعمیر کے بعد حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو حکم دیا گیا کہ اب لوگوں کو میرے گھر آنے کی دعوت دو، چنانچہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ابوقبیس پہاڑ پر چڑھ کر جہان کے لوگوں کو ندا کردی کہ بیتُ اللہ کا حج کرو۔جن کی قسمت میں حج کرنا لکھا تھا انہوں نے اپنے باپوں کی پشتوں اور ماؤں کے پیٹوں سے جواب دیا ''لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ'' یعنی میں حاضر ہوں، اے اللہ! میں حاضر ہوں۔حضرت حسن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا قول ہے کہ اس آیت ''اَذِّنْ'' میں رسول کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو خطاب ہے، چنانچہ حجۃ الوداع میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اعلان کردیا اور ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تم پر حج فرض کیا تو حج کرو۔[1]

1 ......مدارك، الحج، تحت الآية: ۲۷، ص۷۳۶، خازن، الحج، تحت الآية: ۲۷، ۳/۳۰۵، ملتقطاً.

﴿یَاْتُوْكَ رِجَالًا: وہ تمہارے پاس پیدل آئیں گے۔﴾ یعنی جب آپ لوگوں میں حج کا اعلان کریں گے تو لوگ آپ کے پاس پیدل اور ہر دبلی اونٹنی پر سوار ہو کر آئیں گے جو دور کی راہ سے آتی ہیں اور کثیر سفر کرنے کی وجہ سے دبلی ہو جاتی ہے۔[1]

اس آیت میں حج کے لئے پیدل آنے والوں کا پہلے ذکر کیا گیا، اس سے معلوم ہوا کہ پیدل حج کرنا بہت فضیلت کا باعث ہے۔ اسی مناسبت سے یہاں مکہ مکرمہ سے پیدل حج کرنے کے دو فضائل ملاحظہ ہوں:

(1)...... حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جس نے مکہ سے پیدل حج شروع کیا حتّٰی کہ (حج مکمل کر کے) مکہ لوٹ آیا تو اللّٰہ تعالیٰ اس کے ہر قدم کے بدلے سات سو نیکیاں حرم کی نیکیوں میں لکھے گا۔ عرض کی گئی: حرم کی نیکیاں کیا ہیں؟ ارشاد فرمایا ’’ہر نیکی کے بدلے ایک لاکھ نیکیاں۔[2]

(2)...... حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’سوار ہو کر حج کرنے والے کے لئے ہر اس قدم کے بدلے میں ستر نیکیاں ہیں جو اس کی سواری چلے اور پیدل حج کرنے والے کے لئے ہر قدم کے بدلے حرم کی نیکیوں میں سے سات سو نیکیاں ہیں۔ کسی نے عرض کی: یا رسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، حرم کی نیکیاں کیا ہیں؟ ارشاد فرمایا ’’ایک نیکی ایک لاکھ نیکیوں کے برابر ہے۔[3]

﴿لِیَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ: تاکہ وہ اپنے فوائد پر حاضر ہو جائیں۔﴾ اس سے پہلی آیات میں حج کرنے کا حکم دیا گیا اور اب اس حکم کی حکمت بیان کی جا رہی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ لوگوں کو حج کے لئے بلائیں تاکہ وہ حج کر کے اپنے دینی اور دُنْیوی دونوں طرح کے وہ فوائد حاصل کریں جو اس عبادت کے ساتھ خاص ہیں، دوسری عبادت میں نہیں پائے جاتے۔[4]

حج کرنے والے کو دینی فائدہ تو یہ حاصل ہوتا ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دیتا ہے اور وہ گناہوں سے ایسے

---

1 ......خازن، الحج، تحت الآية: ۲۷، ۳/۰۵-۳۰۶.

2 ......مستدرك، اول كتاب المناسك، فضيلة الحجّ ماشياً، ۲/۱۱۴، الحديث: ۱۷۳۵.

3 ......مسند البزار، مسند ابن عباس رضي الله عنهما، ۱۲/۳۱۳، الحديث: ۵۱۱۹.

4 ......تفسير كبير، الحج، تحت الآية: ۲۸، ۸/۲۲۰، مدارك، الحج، تحت الآية: ۲۸، ص۷۳۷.

پاک ہوکرلوٹتا ہے جیسے اُس دن گناہوں سے پاک تھا جب وہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جس نے اللّٰہ تعالیٰ کی رضا کے لئے حج کیا اور (حج کے دوران) کوئی فحش کلام کیا نہ فسق کیا تو وہ گناہوں سے ایسے پاک ہوکر لوٹے گا جیسے اُس دن تھا جب وہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ (1)

اور حضرت عبد اللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''حج وعمرہ محتاجی اور گناہوں کو ایسے دور کرتے ہیں جیسے بھٹی لوہے، چاندی اور سونے کے میل کو دور کر دیتی ہے اور حجِ مَبرُور کا ثواب جنت ہی ہے۔ (2)

اور دُنْیَوی فائدہ یہ ہے کہ حج کے دنوں میں لوگ تجارت کر کے مالی نفع بھی حاصل کرتے ہیں۔

﴿وَ یَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِیْۤ اَیَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ: اور معلوم دنوں میں اللّٰہ کے نام کو یاد کریں۔﴾ اللّٰہ تعالیٰ کا نام یاد کرنے سے مراد یہ ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ نے حج کرنے والوں کو جو بے زبان مویشیوں اونٹ، گائے، بکری اور بھیڑ کے ذریعے رزق دیا انہیں ذبح کرتے وقت وہ ان پر اللّٰہ تعالیٰ کا نام لیں۔ یا اس سے مراد یہ ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ نے حج کرنے والوں کو جو بے زبان مویشیوں اونٹ، گائے، بکری اور بھیڑ سے رزق دیا اس نعمت پر وہ اللّٰہ تعالیٰ کی حمد اور شکر کریں اور اس کی پاکی بیان کریں۔ معلوم دنوں سے کیا مراد ہے اس کے بارے میں دو قول ہیں۔ (1) ان سے ذی الحجہ کے دس دن مراد ہیں۔ یہ حضرت علی المرتضٰی، حضرت عبد اللّٰہ بن عباس، حضرت حسن اور حضرت قتادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کا قول ہے اور یہی امام اعظم ابو حنیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا مذہب ہے۔ (2) معلوم دنوں سے قربانی کے دن مراد ہیں۔ یہ حضرت عبد اللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کا قول ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمَا بھی اسی کے قائل ہیں۔ (3)
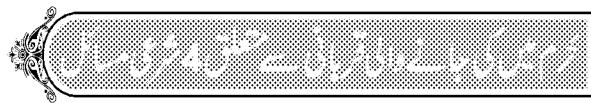
﴿فَكُلُوْا مِنْهَا: تو تم ان سے کھاؤ۔﴾ دورِ جاہلیّت میں کفار حج کے موقع پر جو جانور ذبح کرتے تھے ان کا گوشت خود نہیں کھاتے تھے، اس آیت میں ان کا رد کیا گیا اور مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ تم حج کے دنوں میں جو جانور ذبح کرو اس کا

1 ......بخاری، کتاب الحج، باب فضل الحجّ المبرور، ۱/۵۱۲، الحدیث: ۱۵۲۱.

2 ......سنن ترمذی، کتاب الحج، باب ما جاء فی ثواب الحجّ والعمرة، ۲/۲۱۸، الحدیث: ۸۱۰.

3 ......البحر المحیط، الحج، تحت الآیة: ۲۸، ۶/۲۳۸، تفسیرات احمدیه، الحج، تحت الآیة: ۲۸، ص ۵۳۱، مدارك، الحج، تحت الآیة: ۲۸، ص ۷۳۷، ملتقطاً.

گوشت خود بھی کھاؤ اور محتاج فقیروں کو بھی کھلاؤ۔ [1]

حرم میں کی جانے والی قربانی سے متعلق 4 شرعی مسائل

یہاں آیت کی مناسبت سے حرم میں کی جانے والی قربانی سے متعلق 4 شرعی مسائل ملاحظہ ہوں

(1)......ہَدی اُس جانور کو کہتے ہیں جو قربانی کے لیے حرم کو لے جایا جائے۔ یہ تین قسم کے جانور ہیں: **(۱)** بکری۔ اس میں بھیڑ اور دنبہ بھی داخل ہے۔ **(۲)** گائے۔ بھینس بھی اسی میں شمار ہے۔ **(۳)** اونٹ۔

(2)......قربانی کے جانور میں جو شرطیں ہیں وہ ہدی کے جانور میں بھی ہیں مثلاً اونٹ پانچ سال کا، گائے دو سال کی، بکری ایک سال کی مگر بھیڑ اور دُنبہ چھ مہینے کا اگر سال بھر والی بکری کی مثل ہو تو اس کی قربانی ہو سکتی ہے اور اونٹ گائے میں یہاں بھی سات آدمیوں کی شرکت ہو سکتی ہے۔

(3)......ہَدی یعنی قربانی کے لیے حرم میں لے جایا جانے والا جانور اگر حجِ قِران یا تَمَتُّع کی قربانی کا ہو تو قربانی کرنے کے بعد اس کے گوشت میں سے کچھ کھا لینا بہتر ہے، اسی طرح اگر قربانی نفلی ہو اور جانور حرم میں پہنچ گیا ہو تو اس کا گوشت بھی کھا سکتا ہے البتہ اگر جانور حرم میں نہ پہنچا تو اس کا گوشت خود نہیں کھا سکتا بلکہ اب وہ فُقرا کا حق ہے۔ اگر وہ جانور حج قران، تمتع اور نفلی قربانی کے علاوہ کسی اور جیسے کَفّارے کی قربانی کے لئے ہو تو اس کا گوشت خود نہیں کھا سکتا اور جس قربانی کا گوشت قربانی کرنے والا خود کھا سکتا ہے وہ مالداروں کو بھی کھلا سکتا ہے اور جس کا گوشت خود نہیں کھا سکتا وہ نہ مالداروں کو کھلا سکتا اور نہ ہی اس کی کھال وغیرہ سے نفع لے سکتا ہے۔

(4)......ہَدی کا گوشت حرم کے مسکینوں کو دینا بہتر ہے، اس کی نکیل اور جھول کو خیرات کر دیں اور قصاب کو اس کے گوشت میں سے کچھ نہ دیں۔ ہاں اگر اُسے صدقہ کے طور پر کچھ گوشت دیں تو اس میں حرج نہیں۔ [2]

نوٹ: ہدی سے متعلق مزید شرعی مسائل کی معلومات حاصل کرنے کے لئے بہار شریعت جلد 1 حصہ 6 سے ''ہدی کا بیان'' مطالعہ فرمائیں۔

ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿۲۹﴾

1......تفسيرات احمديه، الحج، تحت الآية: ۲۸، ص ۵۳۲، مدارك، الحج، تحت الآية: ۲۸، ص ۷۳۷، ملتقطاً.

2...... بہار شریعت، حصہ ششم، ہدی کا بیان، ۱/ ۱۲۱۳-۱۲۱۴، ملخصاً۔

ترجمۂ کنزالایمان: پھر اپنا میل کچیل اُتاریں اور اپنی منتیں پوری کریں اور اس آزاد گھر کا طواف کریں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر انہیں چاہیے کہ اپنا میل کچیل اتاریں اور اپنی منتیں پوری کریں اور اس آزاد گھر کا طواف کریں۔

﴿ثُمَّ لْیَقْضُوْا تَفَثَهُمْ: پھر انہیں چاہیے کہ اپنا میل کچیل اتاریں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ پھر انہیں چاہیے کہ اپنا میل کچیل اتاریں، مونچھیں کتروائیں، ناخن تراشیں، بغلوں اور زیرِ ناف کے بال دور کریں اور جو منتیں انہوں نے مانی ہوں وہ پوری کریں اور اس آزاد گھر کا طواف کریں۔ اس سے طوافِ زیارت مراد ہے۔ [1]

خانۂ کعبہ کی شان

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے خانہ کعبہ کو بڑی عظمت وشان عطا فرمائی ہے کہ کوئی ظالم وجابر شخص اس گھر پر قبضہ نہیں کرسکتا، کوئی اس کا مالک ہونے کا دعویٰ نہیں کرسکتا، یہ لوگوں کے قبضے اور ملکیت سے آزاد ہے اور جس نے بھی اس پر قبضہ کرنے کی کوشش کی اللہ تعالیٰ نے اسے تباہ و برباد کردیا جیسا کہ ابرہہ اور اس کے لشکر نے جب خانہ کعبہ پر قبضہ کرنے کی نیت سے مکہ مکرمہ پر حملہ کیا تو اس کا جو حشر ہوا اس سے شاید ہی کوئی مسلمان ناواقف ہو۔

ذٰلِكَ ۗ وَمَنْ یُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَیْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ وَاُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا یُتْلٰى عَلَیْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ۙ﴿۳۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بات یہ ہے اور جو اللہ کی حرمتوں کی تعظیم کرے تو وہ اس کے لئے اس کے رب کے یہاں بھلا ہے اور تمہارے لیے حلال کیے گئے بے زبان چوپائے سوا اُن کے جن کی ممانعت تم پر پڑھی جاتی ہے تو دور ہو بتوں کی گندگی سے اور بچو جھوٹی بات سے۔

[1] ......مدارك، الحج، تحت الآية: ۲۹، ص۷۳۷.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: حکمِ الٰہی یہ ہے اور جو اللہ کی حرمت والی چیزوں کی تعظیم کرے تو وہ اس کیلئے اس کے رب کے نزدیک بہتر ہے اور تمہارے لیے تمام جانور حلال کئے گئے سوائے ان کے جن کا (حرام ہونا) تمہارے سامنے بیان کیا جاتا ہے۔ پس تم بتوں کی گندگی سے دور رہو اور جھوٹی بات سے اجتناب کرو۔

﴿ وَمَنْ یُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ: اور جو اللہ کی حرمت والی چیزوں کی تعظیم کرے۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی حرمت والی چیزوں کی تعظیم کرنے پر ابھارتے ہوئے فرمایا گیا کہ جو شخص ان چیزوں کی تعظیم کرے جنہیں اللہ تعالیٰ نے عزت و حرمت عطا کی ہے تو یہ تعظیم اُس کے لئے بہتر ہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ اُسے آخرت میں ثواب عطا فرمائے گا۔[1]

اللہ تعالیٰ کی حرمت والی چیزوں کے بارے میں مفسرین کا ایک قول یہ ہے کہ ان سے مراد اللہ تعالیٰ کے اَحکام ہیں خواہ وہ حج کے مَناسِک ہوں یا ان کے علاوہ اور احکام ہوں اور ان کی تعظیم سے مراد یہ ہے کہ جو کام کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا وہ کئے جائیں اور جن کاموں سے منع کیا انہیں نہ کیا جائے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہاں حرمت والی چیزوں سے حج کے مناسک مراد ہیں اور ان کی تعظیم یہ ہے کہ حج کے مناسک پورے کئے جائیں اور انہیں ان کے تمام حقوق کے ساتھ ادا کیا جائے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ ان سے وہ مقامات مراد ہیں جہاں حج کے مناسک ادا کئے جاتے ہیں جیسے بیتِ حرام، مَشْعَرِ حرام، بلدِ حرام اور مسجدِ حرام وغیرہ اور ان کی تعظیم کا مطلب یہ ہے کہ ان کے حقوق اور ان کی عزت و حرمت کی حفاظت کی جائے۔[2]

کعبہ کی بے حرمتی کرنے والے کا انجام

حضرت عیاش بن ابو ربیعہ مخزومی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''میری امت کے لوگ (تب تک) ہمیشہ بھلائی پر ہوں گے جب تک وہ مکہ کی تعظیم کا حق ادا کرتے رہیں گے اور جب وہ اس حق کو ضائع کر دیں گے تو ہلاک ہو جائیں گے۔[3]

مفتی احمد یار خان نعیمی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اس حدیث پاک کی شرح میں فرماتے ہیں ''تجربہ سے بھی ثابت ہے کہ جس بادشاہ نے کعبہ معظّمہ یا حرم شریف کی بے حرمتی کی، ہلاک و برباد ہو گیا، یزید پلید کے زمانہ میں جب حرم شریف

1 ......البحر المحیط، الحج، تحت الآیة: ٣٠، ٣٣٩/٦، روح البیان، الحج، تحت الآیة: ٣٠، ٢٩/٦، ملتقطاً.

2 ......مدارك، الحج، تحت الآیة: ٣٠، ص٧٣٨، خازن، الحج، تحت الآیة: ٣٠، ٣٠٧/٣، ملتقطاً.

3 ......سنن ابن ماجه، کتاب المناسك، باب فضل مکّة، ٥١٩/٣، الحدیث: ٣١١٠.

کی بے حرمتی ہوئی (تو) یزید ہلاک ہوا (اور) اس کی سلطنت ختم ہوگئی۔ (1)

اللہ تعالیٰ کی حرمت والی چیزوں کی تعظیم کی جائے

اس سے معلوم ہوا کہ جن چیزوں اور جن مقامات کو اللہ تعالیٰ نے عزت وحرمت عطا کی ہے ان کی تعظیم کرنے والا بھلائی پاتا ہے اور ان کی بے حرمتی کرنے والا نقصان اٹھاتا اور تباہ و برباد ہوجاتا ہے لہٰذا ہر شخص کو چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حرمت والی چیزوں کی تعظیم کرے اور ان کی بے حرمتی کرنے سے بچے نیز جن ہستیوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی بارگاہ میں قرب وشرف عطا فرما کر عزت وعظمت سے نوازا ہے جیسے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ اور اولیاءِ عظام رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ وغیرہ، ان کی اور ان سے نسبت رکھنے والی چیزوں کی بھی تعظیم کرے اور کسی طرح ان کی بے ادبی نہ کرے۔

﴿وَ اُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ: اور تمہارے لیے تمام جانور حلال کئے گئے۔﴾ آیت کے اس حصے کا معنی یہ ہے کہ قرآن پاک میں جن جانوروں کا حرام ہونا تمہارے سامنے بیان کیا جاتا ہے ان کے علاوہ تمام جانور تمہارے لئے حلال ہیں، تم انہیں شرعی طریقے سے ذبح کرکے کھا سکتے ہو لہٰذا تم اللہ تعالیٰ کی حدوں کی حفاظت کرو اور اس نے جو چیز حلال فرمائی اسے حرام قرار نہ دو جیسا کہ بعض لوگ بَحیرہ اور سائبہ وغیرہ کو حرام قرار دیتے ہیں، اسی طرح جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے اسے حلال قرار نہ دو جیسا کہ بعض لوگ دھاری دار چیز کی چوٹ کے بغیر مارے ہوئے اور مردہ جانور کا گوشت کھانے کو حلال کہتے ہیں۔ (2)

نوٹ: حرام جانوروں سے متعلق تفصیلی بیان سورۂ مائدہ کی آیت نمبر 3 کی تفسیر میں گزر چکا ہے، وہاں سے اس کا مطالعہ فرمائیں۔

اولیاء کرام رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ کی طرف منسوب جانوروں کا شرعی حکم

یاد رہے کہ جن جانوروں کو ذبح کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی طرف منسوب کیا جائے اور انہیں ذبح شرعی طریقے کے مطابق کیا جائے تو وہ بھی حلال ہیں اور قرآن وحدیث میں کہیں بھی ایسے جانوروں کا حرام ہونا بیان

1 ......مراۃ المناجیح، باب حرم مکہ حرسہا اللہ تعالیٰ، تیسری فصل، ۲۴۲/۴-۲۴۳، تحت الحدیث: ۲۶۰۵۔

2 ......مدارك، الحج، تحت الآية: ۳۰، ص۷۳۸.

نہیں کیا گیا لہٰذا کسی شرعی دلیل کے بغیر انہیں حرام کہنا اور اس پر شرک کے فتوے لگانا ہرگز درست نہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَ لَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ﴿۸۷﴾ وَ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَیِّبًا ۪ وَّ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْۤ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! ان پاکیزہ چیزوں کو حرام نہ قرار دو جنہیں اللہ نے تمہارے لئے حلال فرمایا ہے اور حد سے نہ بڑھو۔ بیشک اللہ حد سے بڑھنے والوں کو ناپسند فرماتا ہے۔ اور جو کچھ تمہیں اللہ نے حلال پاکیزہ رزق دیا ہے اس میں سے کھاؤ اور اس اللہ سے ڈرو جس پر تم ایمان رکھنے والے ہو۔

اور حضرت سلمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا "حلال وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حلال فرمایا اور حرام وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حرام فرمایا اور جس سے خاموشی اختیار فرمائی تو وہ معاف شدہ چیزوں میں سے ہے۔[2]

﴿فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ: پس تم بتوں کی گندگی سے دور رہو۔﴾ ارشاد فرمایا کہ پس تم بتوں کی گندگی سے دور رہو جن کی پوجا کرنا بدترین گندگی سے آلودہ ہونا ہے اور جھوٹی بات سے اجتناب کرو۔ یہاں جھوٹی بات سے کیا مراد ہے، اس کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد اپنی طرف سے چیزوں کو حلال اور حرام کہنا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد جھوٹی گواہی دینا ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد جھوٹ اور بہتان ہے۔ چوتھا قول یہ ہے کہ اس سے مراد دورِ جاہلیّت میں تَلْبِیَہ میں ایسے الفاظ ذکر کرنا جن میں اللہ تعالیٰ کے لئے شریک کا ذکر ہو۔[3]

جھوٹی گواہی دینے اور جھوٹ بولنے کی مذمت پر 4 احادیث

آیت کی مناسبت سے یہاں جھوٹی گواہی دینے اور جھوٹ بولنے کی مذمت پر مشتمل 4 اَحادیث ملاحظہ ہوں:

(1)......حضرت خریم بن فاتک اسدی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ صبح کی

1 ......مائدہ: ۸۷، ۸۸.

2 ......ترمذی، کتاب اللباس، باب ما جاء فی لبس الفراء، ۳/۲۸۰، الحدیث: ۱۷۳۲.

3 ......تفسیر کبیر، الحج، تحت الآیة: ۳۰، ۸/۲۲۳.

نماز پڑھ کر کھڑے ہوئے اور تین مرتبہ یہ ارشاد فرمایا ’’جھوٹی گواہی ہی شرک کے ساتھ برابر کردی گئی۔ پھر اس آیت کی تلاوت فرمائی:

فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ﴿۳۰﴾ حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَیْرَ مُشْرِكِیْنَ بِهٖ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پس تم بتوں کی گندگی سے دور رہو اور جھوٹی بات سے اجتناب کرو۔ ایک اللہ کیلئے ہر باطل سے جدا ہو کر (اور) اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتے ہوئے۔[1]

(2)......حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جھوٹے گواہ کے قدم ہٹنے بھی نہ پائیں گے کہ اللہ تعالیٰ اُس کے لیے جہنم واجب کردے گا۔[2]

(3)......حضرت معاویہ بن حیدہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’اس کے لئے ہلاکت ہے جو لوگوں کو ہنسانے کے لئے جھوٹی بات کرتا ہے، اس کے لیے ہلاکت ہے، اس کے لیے ہلاکت ہے۔[3]

(4)......حضرت ابو بکر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ’’اے لوگو! جھوٹ سے بچو، کیونکہ جھوٹ ایمان کے مخالف ہے۔[4]

حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَیْرَ مُشْرِكِیْنَ بِهٖؕ وَمَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّیْرُ اَوْ تَهْوِیْ بِهِ الرِّیْحُ فِیْ مَكَانٍ سَحِیْقٍ ﴿۳۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ایک اللہ کے ہو کر کہ اس کا ساجھی کسی کو نہ کرو اور جو اللہ کا شریک کرے وہ گویا گرا آسمان سے کہ پرندے اُسے اُچک لے جاتے ہیں یا ہوا اُسے کسی دور جگہ پھینکتی ہے۔

---

1 ......ابو داؤد، کتاب الاقضیة، باب فی شهادة الزور، ٤٢٧/٣، الحدیث: ٣٥٩٩.

2 ......ابن ماجه، کتاب الاحکام، باب شهادة الزور، ١٢٣/٣، الحدیث: ٢٣٧٢.

3 ......ترمذی، کتاب الزهد، باب ما جاء من تکلّم بالکلمة لیضحك الناس، ١٤١/٤، الحدیث: ٢٣٢٢.

4 ......مسند امام احمد، مسند ابی بکر الصدیق رضی الله تعالی عنه، ٢٢/١، الحدیث: ١٦.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ایک اللہ کیلئے ہر باطل سے جدا ہو کر (اور) اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتے ہوئے (بتوں سے دور رہو) اور جو اللہ کے ساتھ شرک کرے وہ گویا آسمان سے گر پڑا تو اسے پرندے اچک لے جاتے ہیں یا ہوا اسے کسی دور کی جگہ پھینک دیتی ہے۔

﴿حُنَفَآءَ لِلّٰهِ: ایک اللہ کیلئے ہر باطل سے جدا ہو کر۔﴾ یعنی اے لوگو! تم ایک اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے ہر باطل سے جدا ہو کر اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتے ہوئے بتوں کی گندگی سے دور رہو۔

﴿وَمَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ: اور جو اللہ کے ساتھ شرک کرے وہ گویا آسمان سے گر پڑا۔﴾ اس آیت میں ایک انتہائی نفیس تشبیہ سے شرک کا برا انجام سمجھایا گیا ہے، اس تشبیہ کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص انتہائی بلندی سے زمین پر گر پڑے تو اس کا حال یہ ہوتا ہے کہ پرندے اس کی بوٹی بوٹی نوچ کر لے جاتے ہیں یا پھر ہوا اس کے اَعضا کو دور کسی وادی میں پھینک دیتی ہے اور یہ ہلاکت کی ایک بدترین صورت ہے۔ اسی طرح جو شخص ایمان ترک کر کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتا ہے تو وہ ایمان کی بلندی سے کفر کی وادی میں گر پڑتا ہے، پھر بوٹی بوٹی لے جانے والے پرندے کی طرح نفسانی خواہشات اس کی فکروں کو مُنتشر کر دیتی ہیں یا ہوا کی طرح آنے والے شیطانی وسوسے اسے گمراہی کی وادی میں پھینک دیتے ہیں اور یوں شرک کرنے والا اپنے آپ کو بدترین ہلاکت میں ڈال دیتا ہے۔[1]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ایمان ایسی عظیم چیز ہے جسے اختیار کرنے والا عزت و عظمت کی بلندیوں کو چھو لیتا ہے اور ایمان کو ترک کرنے والا اور دینِ اسلام کو چھوڑ کر کسی دوسرے دین کو اختیار کر لینے والا خود کو بدترین ہلاکت میں ڈال دیتا ہے کیونکہ اگر یہ مُرتَد ہونے والا صحیح توبہ کئے بغیر اسی کفر کی حالت میں مر گیا تو اسے ہمیشہ کے لئے جہنم میں ڈال دیا جائے گا، چنانچہ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَنْ یَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَیَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓىٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ	ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم میں جو کوئی اپنے دین سے مرتد ہو جائے پھر کافر ہی مر جائے تو ان لوگوں کے تمام اعمال دنیا و آخرت

1 ......ابو سعود، الحج، تحت الآیۃ: ٣١، ٤/١٨، ملخصاً۔

وَ اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ (1) میں برباد ہوگئے اور وہ دوزخ والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

افسوس! فی زمانہ مسلمانوں میں ایمان کی قدر اور اہمیت کم ہوتی چلی جارہی ہے اور بعض مسلمان دنیا کا نفع، دنیا کی سہولت و آسائش اور دنیا کا مال و دولت حاصل کرنے کی خاطر اپنا ایمان ضائع کر دینے کی پرواہ بھی نہیں کرتے اور چند ٹکوں کے لئے ایمان جیسی قیمتی ترین دولت لٹا دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو عقلِ سلیم عطا فرمائے اور انہیں اپنے ایمان کی قدر اور اس کی اہمیت کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

ذٰلِكَۗ وَ مَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآىٕرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ (۳۲)

ترجمۂ کنزالایمان: بات یہ ہے اور جو اللہ کے نشانوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بات یونہی ہے اور جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔

﴿وَ مَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآىٕرَ اللّٰهِ: اور جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرے۔﴾ یہاں اللہ تعالیٰ کی نشانیوں سے کیا مراد ہے، اس کے بارے میں مفسرین کے تین قول ہیں، **(1)** اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں تمام عبادات داخل ہیں۔ **(2)** ان سے حج کے مَناسِک مراد ہیں۔ **(3)** ان سے بُدْنہ یعنی وہ اونٹ اور گائے مراد ہیں جنہیں قربانی کے لئے حرم میں بھیجا جائے اور ان کی تعظیم یہ ہے کہ فربہ، خوبصورت اور قیمتی لئے جائیں۔ (2)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حج کے موقع پر جو جانور قربان کیا جائے وہ عمدہ، موٹا، خوبصورت اور قیمتی ہو۔ امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں "ایک قول یہ ہے کہ اس آیت میں تعظیم سے مراد عمدہ اور موٹے جانور کی قربانی دینا ہے۔ (لہٰذا قربانی کا جانور خریدنے والے کو چاہئے کہ) اس کی خریداری میں قیمت کم کرنے کے درپے نہ ہو۔ بزرگانِ دین تین چیزوں میں قیمت زیادہ دیتے تھے اور اس میں کمی کروانے کو پسند نہیں کرتے تھے **(1)** حج کے موقع پر خریدا جانے والا قربانی

---

❶......بقرہ: ۲۱۷.

❷......تفسیر کبیر، الحج، تحت الآیۃ: ۳۲، ۸/۲۲۳، جلالین، الحج، تحت الآیۃ: ۳۲، ص۲۸۲، ملتقطاً.

کا جانور۔(2)عید کی قربانی کا جانور۔(3)غلام۔ کیونکہ قربانی میں زیادہ قیمت والا جانوران کے مالکوں کے نزدیک زیادہ نفیس ہوتا ہے۔حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُمَا سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ (حج کے موقع پر) ایک غیر عربی اونٹ قربانی کے لئے لے گئے ، کسی نے آپ سے وہ اونٹ تین سو دیناروں کے بدلے میں طلب کیا، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ نے حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے دریافت کیا کہ اسے بیچ کر ہلکا جانور خریدلوں تو نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے آپ کو روک دیا اور ارشاد فرمایا کہ اسی کی قربانی کرو۔

یہ اس لئے فرمایا کہ تھوڑی اور عمدہ چیز زیادہ اور ہلکی چیز سے بہتر ہوتی ہے اور تین سو دیناروں میں تیس اونٹ آسکتے تھے اور ان میں گوشت بھی زیادہ ہوتا لیکن مقصود گوشت نہیں تھا بلکہ مقصد تو نفس کو بخل سے پاک کرنا اور اللّٰہ تعالیٰ کی تعظیم کے جمال سے مُزَیَّن کرنا ہے کیونکہ اللّٰہ تعالیٰ کو ہرگز ان کے گوشت اور خون نہیں پہنچیں گے بلکہ اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تو تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے، اور یہ مقصد اسی صورت حاصل ہونا ممکن ہے جب قیمت (اور دیگر چیزوں) میں عمدگی کا لحاظ رکھا جائے ، تعداد کم ہو یا زیادہ۔[1]

نوٹ: یاد رہے کہ جانور خریدتے وقت قیمت کم نہ کروائی جائے تو بہتر ہے لیکن اس میں یہ ضرور دیکھ لیا جائے کہ وہ جانور اتنی قیمت کا بنتا بھی ہو، ایسا نہ ہو کہ جانور دبلا پتلا ہے اور اس کی قیمت اتنی بتائی جارہی ہے کہ عام طور پر ایسا جانور اس قیمت پر نہیں ملتا۔لہٰذا ایسی صورت میں قیمت کم کروانا درست ہے۔

﴿فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ: تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔﴾ یعنی اللّٰہ تعالیٰ کی نشانیوں کی تعظیم کرنا دلوں کے پرہیزگار ہونے کی علامت ہے۔[2]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ دل پرہیزگاری کا مرکز ہے اور جب دل میں تقویٰ و پرہیزگاری جم جائے گی تو اس کا اثر دیگر اَعضا میں خود ہی ظاہر ہو جائے گا۔حضرت نعمان بن بشیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’حلال بھی ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر ہے اور ان کے درمیان کچھ شُبہے والی چیزیں ہیں جنہیں

---

1 ......احياء علوم الدين، كتاب اسرار الحج، الباب الثالث في الآداب الدقيقة والاعمال الباطنة، ١/٣٥٣.

2 ......روح البيان، الحج، تحت الآية: ٣٢، ٦/٣٢.

بہت سے لوگ نہیں جانتے تو جو شبہات سے بچے گا وہ اپنا دین اور اپنی آبرو بچالے گا اور جو شبہات میں پڑے گا وہ حرام میں مبتلا ہو جائے گا، جیسے جو چرواہا شاہی چراگاہ کے آس پاس چرائے تو قریب ہے کہ اس چراگاہ میں جانور چرلیں۔ آگاہ رہو کہ ہر بادشاہ کی چراگاہ ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ چراگاہ اس کی حرام کردہ چیزیں ہیں۔ آگاہ رہو کہ جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے، جب وہ ٹھیک ہو جائے تو سارا جسم ٹھیک ہو جاتا ہے اور جب وہ بگڑ جائے تو پورا جسم بگڑ جاتا ہے، خبردار وہ دل ہے۔[1]

امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: دل بادشاہ کی طرح ہے اور اس کا جو لشکر آنکھ سے دکھائی دیتا ہے وہ ہاتھ، پاؤں، آنکھ، زبان اور باقی تمام ظاہری و باطنی اَعضا ہیں، یہ تمام دل کے خادم اور اس کے قابو میں ہیں، وہی ان سب میں تَصَرُّف کرتا ہے اور انہیں ادھر ادھر پھیرتا ہے، وہ تمام اس کی اطاعت پر مجبور ہیں اور نہ اس سے اختلاف کرنے کی طاقت رکھتے ہیں نہ اس سے سرکشی اختیار کر سکتے ہیں، جب وہ آنکھ کو کھلنے کا حکم دیتا ہے تو وہ کھل جاتی ہے، جب وہ پاؤں کو حرکت کرنے کا حکم دیتا ہے تو وہ حرکت کرتا ہے اور جب وہ زبان کو بولنے کا حکم دیتا ہے تو وہ بولتی ہے اور اسی طرح دیگر اَعضا کا معاملہ ہے۔[2]

لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اپنے دل کی اصلاح کی طرف بھرپور توجہ دے کیونکہ اس کی اصلاح کے بغیر دیگر اعضاء کی اصلاح مشکل ترین ہے۔

لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَاۤ اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿۳۳﴾ ع

ع ۸ / ۱۱

ترجمۂ کنزالایمان: تمہارے لیے چوپایوں میں فائدے ہیں ایک مقرر میعاد تک پھر اُن کا پہنچنا ہے اس آزاد گھر تک۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تمہارے لیے ان جانوروں میں ایک مقررہ مدت تک بہت سے فائدے ہیں ان کے ذبح کرنے کی جگہ آزاد گھر کے پاس ہے۔

1 ……بخاري، كتاب الايمان، باب فضل من استبرأ لدينه، ۱/۳۳، الحديث: ۵۲.

2 ……احياء علوم الدين، كتاب شرح عجائب القلب، بيان جنود القلب، ۳/۶.

﴿ لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ: تمہارے لیےان جانوروں میں بہت سے فائدے ہیں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ تمہارے لئے ان جانوروں میں ان کے ذبح کے وقت تک بہت سے فائدے ہیں جیسے ضرورت کے وقت ان پر سوار ہو سکتے ہو اور حاجت کے وقت ان کا دودھ پی سکتے ہو، پھر انہیں حرم شریف تک پہنچنا ہے جہاں وہ ذبح کئے جائیں گے۔[1]

خیال رہے کہ یہاں ہدی یعنی اس جانور کا ذکر ہے جو صرف حرم شریف میں ہی ذبح ہو سکتا ہے جبکہ وہ قربانی جو مالداروں پر عید الاضحیٰ کے موقع پر واجب ہوتی ہے وہ ہر جگہ کی جائے گی۔

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ؕ فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗۤ اَسْلِمُوْا ؕ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ ﴿۳۴﴾ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَاۤ اَصَابَهُمْ وَالْمُقِيْمِي الصَّلٰوةِ ۙ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۳۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہر امت کے لیے ہم نے ایک قربانی مقرر فرمائی کہ اللہ کا نام لیں اس کے دیئے ہوئے بے زبان چوپایوں پر تو تمہارا معبود ایک معبود ہے تو اسی کے حضور گردن رکھو اور اے محبوب خوشی سنا دو ان تواضع والوں کو۔ کہ جب اللہ کا ذکر ہوتا ہے ان کے دل ڈرنے لگتے ہیں اور جو افتاد پڑے اس کے سہنے والے اور نماز برپا رکھنے والے اور ہمارے دیئے سے خرچ کرتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہر امت کے لیے ہم نے ایک قربانی مقرر فرمائی تا کہ وہ اس بات پر اللہ کا نام یاد کریں کہ اس نے انہیں بے زبان چوپایوں سے رزق دیا تو تمہارا معبود ایک معبود ہے تو اسی کے حضور گردن رکھو اور عاجزی کرنے والوں کیلئے خوشخبری سنا دو۔ وہ لوگ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر ہوتا ہے تو ان کے دل ڈرنے لگتے ہیں اور انہیں جو مصیبت

1 ......مدارك، الحج، تحت الآية: ۳۳، ص۷۳۹.

پہنچےاس پر صبر کرنے والے ہیں اور نماز قائم رکھنے والے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے خرچ کرتے ہیں ۔

﴿ وَ لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا :اور ہر امت کے لیے ہم نے ایک قربانی مقرر فرمائی ۔﴾ یعنی گزشتہ ایماندار اُمتوں میں سے ہر امت کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک قربانی مقرر فرمائی تاکہ وہ جانوروں کو ذبح کرتے وقت ان پر اللہ تعالیٰ کا نام لیں ، تو اے لوگو! تمہارا معبود ایک معبود ہے اس لئے ذبح کے وقت صرف اسی کا نام لو اور اسی کے حضور گردن جھکاؤ اور اخلاص کے ساتھ اس کی اطاعت کرو اور اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، آپ عاجزی کرنے والوں کو خوشخبری سنا دیں ۔(1)

جانور ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کرنا شرط ہے

اس آیت میں اس بات پر دلیل ہے کہ جانور ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کرنا شرط ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہر ایک امت کے لئے مقرر فرما دیا تھا کہ وہ اس کے لئے تقرُّب کے طور پر قربانی کریں اور تمام قربانیوں پر صرف اسی کا نام لیا جائے ۔(2)

﴿ الَّذِیْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ :وہ لوگ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر ہوتا ہے تو ان کے دل ڈرنے لگتے ہیں ۔﴾ یعنی عاجزی کرنے والے وہ لوگ ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہے تو اس کی ہیبت و جلال سے ان کے دل ڈرنے لگتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے عذاب کا خوف ان کے اَعضا سے ظاہر ہونے لگتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں جو مصیبت و مشقت پہنچے اس پر صبر کرتے ہیں اور نماز کو اس کے اوقات میں قائم رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے رزق میں سے صدقہ و خیرات کرتے ہیں ۔(3)

وَ الْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآىٕرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِیْهَا خَیْرٌ ۖۗ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَیْهَا صَوَآفَّ ۚ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَ اَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَ الْمُعْتَرَّ ؕ كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۳۶﴾

1 ......خازن، الحج، تحت الآية: ٣٤، ٣/٩، ٣٠٩، مدارك، الحج، تحت الآية: ٣٤، ص٧٣٩، ملتقطاً.

2 ......مدارك، الحج، تحت الآية: ٣٤، ص٧٣٩.

3 ......مدارك، الحج، تحت الآية: ٣٥، ص٧٤٠، تفسير كبير، الحج، تحت الآية: ٣٥، ٨/٢٢٥، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور قربانی کے ڈیل دار جانور اونٹ اور گائے ہم نے تمہارے لیے **اللہ** کی نشانیوں سے کیے تمہارے لیے ان میں بھلائی ہے تو اُن پر **اللہ** کا نام لو ایک پاؤں بندھے تین پاؤں سے کھڑے پھر جب ان کی کروٹیں گر جائیں تو اُن میں سے خود کھاؤ اور صبر سے بیٹھنے والے اور بھیک مانگنے والے کو کھلاؤ ہم نے یونہی اُن کو تمہارے بس میں دے دیا کہ تم احسان مانو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور قربانی کے بڑی جسامت والے جانوروں کو ہم نے تمہارے لیے **اللہ** کی نشانیوں میں سے بنایا۔ تمہارے لیے ان میں بھلائی ہے تو ان پر **اللہ** کا نام لو اس حال میں کہ ان کا ایک پاؤں بندھا ہوا ہو (اور) تین پاؤں پر کھڑے ہوں پھر جب ان کے پہلو گر جائیں تو ان (کے گوشت) سے خود کھاؤ اور قناعت کرنے والے اور بھیک مانگنے والے کو بھی کھلاؤ۔ اس طرح ہم نے ان جانوروں کو تمہارے قابو میں دے دیا تاکہ تم شکر ادا کرو۔

﴿وَ الْبُدْنَ: اور قربانی کے بڑی جسامت والے جانور۔﴾ اَحناف کے نزدیک بُدنہ کا اِطلاق اونٹ اور گائے دونوں پر ہوتا ہے جبکہ امام شافعی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے نزدیک بدنہ کا اطلاق صرف اونٹ پر ہوتا ہے۔[1]

﴿جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآىٕرِ اللّٰهِ: ان جانوروں کو ہم نے تمہارے لیے اللہ کی نشانیوں میں سے بنایا۔﴾ یعنی **اللہ** تعالیٰ نے قربانی کے بڑی جسامت والے جانوروں کو مسلمانوں کے لئے اپنے دین کی نشانیوں میں سے بنایا ہے۔[2]

آیت کے اس حصے سے معلوم ہوا کہ جس جانور کو عظمت والے مقام سے نسبت ہو جائے، وہ **شَعائرُ اللہ** بن جاتا ہے۔

﴿لَكُمْ فِیْهَا خَیْرٌ: تمہارے لیے ان میں بھلائی ہے۔﴾ یعنی قربانی کے ان بڑی جسامت والے جانوروں میں تمہارے لیے بھلائی ہے کہ تمہیں ان سے دنیا میں کثیر نفع اور آخرت میں اجر و ثواب ملے گا۔[3]

قربانی کا اُخروی فائدہ

قربانی کا دنیوی فائدہ تو وہ ہے جو اوپر بیان ہوا کہ ضرورت کے وقت قربانی کے جانور پر سواری کی جاسکتی ہے

1 ……تفسیرات احمدیہ، الحج، تحت الآیۃ: ۳۶، ص۵۳۷.
2 ……روح البیان، الحج، تحت الآیۃ: ۳۶، ۳۵/۶.
3 ……روح البیان، الحج، تحت الآیۃ: ۳۶، ۳۵/۶.

اور حاجت کے وقت ان کے دودھ سے نفع اٹھایا جا سکتا ہے اور اخروی فائدہ ثواب ہے۔

آیت ”لَكُمْ فِیْهَا خَیْرٌ“ پر عمل سے متعلق بزرگانِ دین کے دو واقعات

یہاں اس آیتِ مبارکہ پر عمل کے سلسلے میں بزرگانِ دین کے دو واقعات ملاحظہ ہوں

(1)...... حضرت مالک بن انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضرت سعید بن مسیّب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حج کیا اور ان کے ساتھ حضرت ابنِ حرملہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حج کیا۔ اس موقع پر حضرت سعید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے مینڈھا خریدا اور اس کی قربانی دی جبکہ حضرت ابنِ حرملہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے چھ دینار میں ایک اونٹ خریدا اور اسے نَحر کیا۔ حضرت سعید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ان سے پوچھا: کیا آپ کو ہمارا طریقہ کافی نہ تھا؟ حضرت ابنِ حرملہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا: میں نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد سنا ہے ”**وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآىٕرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِیْهَا خَیْرٌ**“ اس لئے میں نے پسند کیا کہ میں اس خیر کو حاصل کروں جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے میری رہنمائی کی ہے۔ حضرت سعید بن مسیّب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ان کی اس بات سے بہت خوش ہوئے اور آپ ان کی طرف سے یہ بات بیان کیا کرتے تھے۔[1]

(2)...... حضرت سفیان بن عُیینہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضرت صفوان بن سلیم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حج کیا، ان کے پاس سات دینار تھے جس سے انہوں نے ایک اونٹ خرید لیا۔ ان سے کہا گیا کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس صرف سات دینار تھے جن کا آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اونٹ خرید لیا ہے! انہوں نے فرمایا: میں نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد سنا ہے جس میں وہ (تم سے) فرماتا ہے ”**لَكُمْ فِیْهَا خَیْرٌ**“ تمہارے لیے ان میں بھلائی ہے۔ (اور میں نے اس بھلائی کو حاصل کرنے کے لئے ایسا کیا ہے۔)[2]
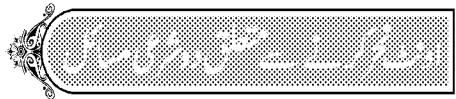
لہٰذا جس مسلمان پر حج کی قربانی لازم ہو یا وہ حج کے موقع پر نفلی قربانی کرنا چاہتا ہو اور اونٹ یا گائے کی قربانی کرنا اس کے لئے ممکن ہو تو وہ اونٹ یا گائے کی قربانی کرے تاکہ اسے یہ فضیلت حاصل ہو۔

﴿**فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَیْهَا: تو ان پر اللہ کا نام لو۔**﴾ یہاں اونٹ نَحر کرنے کا طریقہ بیان فرمایا گیا کہ جب اونٹ کو نحر کرنے لگو تو ان کا ایک پاؤں باندھ دو اور تین کھڑے رکھو، پھر اللہ تعالیٰ کا نام لے کر انہیں نحر کرو اور اس کے بعد جب وہ

1 ...... تفسیر ابن ابی حاتم، الحج، تحت الآیة: ٣٦، ٨/٢٤٩٤.

2 ...... حلیة الاولیاء، ذکر طبقة من تابعی المدینة... الخ، صفوان بن سلیم، ١٨٧/٣.

زمین پر گر جائیں اوران کی حرکت ساکن ہو جائے تو اس وقت تمہارے لئے ان کا گوشت کھانا حلال ہے۔[1]

یہاں آیت کی مناسبت سے اونٹ نحر کرنے سے متعلق دو شرعی مسائل ملاحظہ ہوں،

(1)......اونٹ کو نحر کرنا اور گائے بکری وغیرہ کو ذبح کرنا سنت ہے اور اگر اس کا عکس کیا یعنی اونٹ کو ذبح کیا اور گائے وغیرہ کو نحر کیا تو جانور اس صورت میں بھی حلال ہو جائے گا مگر ایسا کرنا مکروہ ہے کہ سنت کے خلاف ہے۔

(2)......عوام میں یہ مشہور ہے کہ اونٹ کو تین جگہ (سے) ذبح کیا جاتا ہے، (یہ) غلط ہے اور یوں کرنا مکروہ ہے کہ بلا فائدہ ایذا دینا ہے۔[2]

جانور ذبح کرنے سے متعلق شرعی مسائل کی تفصیل جاننے کے لئے بہار شریعت، جلد 3 حصہ 15 سے ''ذبح کا بیان'' مطالعہ فرمائیں۔

﴿ فَكُلُوْا مِنْهَا وَ اَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَ الْمُعْتَرَّ : تو ان میں سے خود کھاؤ اور قناعت کرنے والے اور بھیک مانگنے والے کو کھلاؤ۔﴾ اس آیت میں قربانی کے گوشت سے متعلق فرمایا گیا کہ اس میں سے خود کھاؤ اور قناعت کرنے والے اور بھیک مانگنے والے کو بھی کھلاؤ۔ قناعت کرنے والے سے وہ شخص مراد ہے جو کسی سے سوال نہ کرتا ہو اور بن مانگے اسے جو مل جائے اس پر اور اپنے پاس موجود مال پر راضی ہو۔

﴿ كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ : اس طرح ہم نے ان جانوروں کو تمہارے قابو میں دے دیا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ ہم نے ان جانوروں کو انتہائی طاقتور ہونے کے باوجود ذبح کرنے اور سواری کرنے کے لئے تمہارے قابو میں دے دیا تاکہ تم اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کے اس انعام کا شکر ادا کرو۔[3]

لَنْ یَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَ لَا دِمَآؤُهَا وَ لٰكِنْ یَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ؕ

1......مدارك، الحج، تحت الآية: ٣٦، ص٧٤٠، روح البيان، الحج، تحت الآية: ٣٦، ٣٥/٦، ملتقطاً.

2...... بہار شریعت، حصہ پانزدہم، ذبح کا بیان، ٣١٢/٣۔

3......جلالين، الحج، تحت الآية: ٣٦، ص٢٨٢، روح البيان، الحج، تحت الآية: ٣٦، ٣٦/٦، ملتقطاً.

كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ ؕ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کو ہرگز نہ ان کے گوشت پہنچتے ہیں نہ ان کے خون ہاں تمہاری پرہیزگاری اس تک باریاب ہوتی ہے یونہی ان کو تمہارے بس میں کردیا کہ تم اللہ کی بڑائی بولو اس پر کہ تم کو ہدایت فرمائی اور اے محبوب خوش خبری سناؤ نیکی والوں کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے ہاں ہرگز نہ ان کے گوشت پہنچتے ہیں اور نہ ان کے خون، البتہ تمہاری طرف سے پرہیزگاری اس کی بارگاہ تک پہنچتی ہے۔ اسی طرح ہم نے یہ جانور تمہارے قابو میں دیدیئے تاکہ تم اس بات پر اللہ کی بڑائی بیان کرو کہ اس نے تمہیں ہدایت دی اور نیکی کرنے والوں کو خوشخبری دیدو۔

﴿لَنْ یَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا: اللہ کے ہاں ہرگز نہ ان کے گوشت پہنچتے ہیں اور نہ ان کے خون۔﴾ شانِ نزول: دورِ جاہلیّت کے کفار اپنی قربانیوں کے خون سے کعبہ معظّمہ کی دیواروں کو آلودہ کرتے تھے اور اسے قرب کا سبب جانتے تھے، جب مسلمانوں نے حج کیا اور یہی کام کرنے کا ارادہ کیا تو اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور ارشاد فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہرگز نہ ان کی قربانیوں کے گوشت پہنچتے ہیں اور نہ ان کے خون، البتہ تمہاری طرف سے پرہیزگاری اس کی بارگاہ تک پہنچتی ہے اور قربانی کرنے والے صرف نیت کے اِخلاص اور تقویٰ کی شرائط کی رعایت کر کے اللہ تعالیٰ کو راضی کرسکتے ہیں۔ [1]

اچھی نیت اور اخلاص کے بغیر نیک عمل قبول نہیں

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو نیک عمل اچھی نیت اور اخلاص کے بغیر کیا جائے وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول نہیں۔ نیت واِخلاص کی اہمیت بیان کرتے ہوئے امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’اہلِ دل لوگوں پر ایمانی

1 ......مدارك، الحج، تحت الآية: ٣٧، ص ٧٤٠.

بصیرت اور انوارِ قرآن کی وجہ سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ اَبدی سعادت تک رسائی کے لئے علم اور عبادت ضروری ہے، چنانچہ علم والوں کے علاوہ تمام لوگ ہلاک ہونے والے ہیں اور عمل کرنے والوں کے علاوہ تمام علماء ہلاک ہونے والے ہیں اور مخلص لوگوں کے علاوہ تمام عمل کرنے والے بھی ہلاک ہونے والے ہیں جبکہ مخلص لوگوں کو بھی بڑا خطرہ ہے (کیونکہ انہیں اپنے خاتمے اور اپنے بارے میں اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر کا علم نہیں) اور نیت کے بغیر عمل محض مشقت اور اخلاص کے بغیر نیت ریاکاری ہے اور یہ منافقت کے لئے کافی اور گناہ کے برابر ہے جبکہ صداقت کے بغیر اخلاص گرد وغبار کے ذرّات ہیں کیونکہ ہر وہ عمل جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے ارادے سے کیا جائے اور اس میں نیت خالص نہ ہو تو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ قَدِمْنَاۤ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا[1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور انہوں نے جو کوئی عمل کیا ہوگا ہم اس کی طرف قصد کرکے باریک غبار کے بکھرے ہوئے ذروں کی طرح (بے وقعت) بنادیں گے جو روشندان کی دھوپ میں نظر آتے ہیں۔

تو جو شخص نیت کی حقیقت سے واقف نہ ہو اس کی نیت کیسے صحیح ہوگی؟ یا جس کی نیت درست ہو وہ اخلاص کی حقیقت سے آگاہ ہوئے بغیر مخلص کیسے ہوگا؟ یا وہ شخص جو صداقت کے مفہوم سے آگاہی نہ رکھتا ہو وہ اپنے نفس سے صداقت کا مطالبہ کیسے کرے گا؟ لہٰذا جو شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا ارادہ رکھتا ہو اس کی سب سے پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ نیت کا علم حاصل کرے تاکہ اسے نیت کی معرفت حاصل ہو، پھر صداقت اور اخلاص کی حقیقت سے آگاہ ہو کر عمل کے ذریعے نیت کو صحیح کرے کیونکہ بندے کی نجات اور چھٹکارے کا وسیلہ یہی دو باتیں (صداقت اور اخلاص) ہیں۔[2]

نیت، اخلاص اور صداقت کے بارے میں تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے لئے امام محمد غزالی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ کی تصنیف ''احیاء العلوم''[3] کی چوتھی جلد سے ان ابواب کا مطالعہ کریں تاکہ ان کی معرفت حاصل ہو۔

﴿ **كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ : اسی طرح ہم نے یہ جانور تمہارے قابو میں دیدیئے۔** ﴾ ارشاد فرمایا کہ اسی طرح ہم نے

1 ......فرقان:۲۳.

2 ......احیاء علوم الدین، کتاب النیة والاخلاص والصدق، ۸٦/۵.

3 ......دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ سے احیاء العلوم (مترجم) کی جلد 04 اور جلد 05 ہدیۃً حاصل کرکے مطالعہ فرمائیں۔

یہ جانور تمہارے قابو میں دیدیئے تاکہ اس سے تمہیں اللہ تعالیٰ کی عظمت معلوم ہو کہ اس نے ان جانوروں کو تمہارے قابو میں دیدیا جنہیں لوگوں کے قابو میں دینے پر اس کے علاوہ اور کوئی قادر نہیں اور اس بات پر تم اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرو کہ اس نے تمہیں ان جانوروں کو مُسَخَّر کرنے اور ان کے ذریعے تقرب حاصل کرنے کے طریقے کی ہدایت دی اور اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان لوگوں کو اعمال مقبول ہونے کی خوشخبری اور جنت کی بشارت دے دیں جو نیک کام کرنے میں مخلص ہیں۔ [1]

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اور ایک نوجوان

یہاں حج سے متعلق ایک حکایت ملاحظہ ہو، چنانچہ حضرت مالک بن دینار رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: میں مکہ مکرمہ کی طرف نکلا تو راستے میں ایک نوجوان کو دیکھا، جس کا معمول یہ تھا کہ رات کے وقت اپنے چہرے کو آسمان کی طرف اٹھا کر کہتا: اے وہ ذات! جو نیکیوں سے راضی ہوتی ہے اور بندوں کے گناہ اسے کوئی نقصان نہیں دیتے، مجھے ان اعمال کی توفیق دے جن سے تو راضی ہو جائے اور میرے ان اعمال کو بخش دے جن سے تیرا کوئی نقصان نہیں ہوتا۔ پھر جب لوگوں نے اِحرام باندھا اور تَلْبِیَہ پڑھا تو میں نے اس نوجوان سے کہا: تم تلبیہ کیوں نہیں پڑھتے؟ اس نے عرض کی: یا شیخ! پچھلے گناہوں اور لکھ دیئے گئے جرموں کے مقابلے میں تلبیہ کافی نہیں، میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ میں لبیک کہوں اور مجھ سے یہ کہہ دیا جائے کہ تیری حاضری قبول نہیں، تیرے لئے کوئی سعادت نہیں، میں نہ تیرا کلام سنوں گا اور نہ تیری طرف نظرِ رحمت فرماؤں گا۔ پھر وہ نوجوان چلا گیا اور اس کے بعد میں نے اسے منیٰ میں ہی دیکھا اور اس وقت وہ کہہ رہا تھا: اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، مجھے بخش دے، بے شک لوگوں نے قربانیاں کرلیں اور تیری بارگاہ میں نذرانہ پیش کر دیا اور میرے پاس میری جان کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں جسے میں تیری بارگاہ میں نذر کروں تو تو میری طرف سے میری جان قبول فرمالے۔ پھر اس نوجوان نے ایک چیخ ماری اور اس کی روح قَفَسِ عُنْصُری سے پرواز کرگئی۔ [2]

اِنَّ اللّٰهَ یُدٰفِعُ عَنِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْاؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ۠ ﴿۳۸﴾

1 ......روح البيان، الحج، تحت الآية: ۳۷، ۶/۳۶.

2 ......روح البيان، الحج، تحت الآية: ۳۷، ۶/۳۶-۳۷.

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اللّٰہ بلائیں ٹالتا ہے مسلمانوں کی بیشک اللّٰہ دوست نہیں رکھتا ہر بڑے دغا باز ناشکرے کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللّٰہ مسلمانوں سے بلائیں دور کرتا ہے۔ بیشک اللّٰہ ہر بڑے بد دیانت، ناشکرے کو پسند نہیں فرماتا۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ یُدٰفِعُ عَنِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: بیشک اللّٰہ مسلمانوں سے بلائیں دور کرتا ہے۔﴾ مشرکوں نے حُدَیْبِیہ کے سال سیّدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور ان کے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کو حج کرنے سے روک دیا تھا اور جو صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ مکہ مکرمہ میں موجود تھے انہیں وہ طرح طرح کی اَذِیّتیں اور تکلیفیں دیا کرتے تھے، چنانچہ حج کے لَوازمات اور مَناسِک بیان فرمانے کے بعد ان آیات میں اللّٰہ تعالٰی نے مسلمانوں کو یہ بشارت دی کہ بیشک اللّٰہ تعالٰی مسلمانوں پر آنے والی بلائیں ان سے دور کردے گا اور مشرکوں کے خلاف ان کی مدد فرمائے گا۔[1]

علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ اس آیت کے نزول کا سبب اگرچہ خاص ہے لیکن اعتبار الفاظ کے عموم کا ہے، اس لئے مسلمان اگرچہ بلاؤں اور مصیبتوں وغیرہ سے آزمائے جائیں بالآخر عزت، نصرت اور بڑی کامیابی مسلمانوں کے لئے ہے اور یہ مصیبتیں ان کے گناہوں کا کفارہ اور درجات کی بلندی کا ذریعہ ہیں۔[2] خیال رہے کہ نیک اعمال کی برکت سے یا محبوب بندوں کے طفیل اور بارہا محض اپنے کرم سے اللّٰہ تعالٰی دنیا میں بھی مسلمانوں سے بلائیں ٹالتا ہے اور آخرت میں بھی ٹالے گا، جیسا کہ قرآنی آیات اور صحیح اَحادیث سے ثابت ہے۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ: بیشک اللّٰہ ہر بڑے بددیانت، ناشکرے کو پسند نہیں فرماتا۔﴾ یعنی اللّٰہ تعالٰی ان کفار کو پسند نہیں فرماتا جو اللّٰہ تعالٰی اور اس کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ کفر کرکے ان کی خیانت اور خدا کی نعمتوں کی ناشکری کرتے ہیں اور اللّٰہ تعالٰی انہیں اس عمل پر سزا دے گا۔[3]

1 ......البحر المحيط، الحج، تحت الآية: ٣٨، ٦/٣٤٦.

2 ......صاوی، الحج، تحت الآية: ٣٨، ٤/١٣٤٠-١٣٤١.

3 ......جلالين، الحج، تحت الآية: ٣٨، ص٢٨٢، خازن، الحج، تحت الآية: ٣٨، ٣/٣١٠، ملتقطاً.

اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرُ ﴿۳۹﴾ۙ

ترجمۂ کنزالایمان: پروانگی عطا ہوئی انہیں جن سے کافر لڑتے ہیں اس بنا پر کہ ان پر ظلم ہوا اور بیشک اللہ اُن کی مدد کرنے پر ضرور قادر ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جن سے لڑائی کی جاتی ہے انہیں اجازت دیدی گئی ہے کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا ہے اور بیشک اللہ ان کی مدد کرنے پر ضرور قادر ہے۔

﴿ **اُذِنَ:** اجازت دیدی گئی ہے۔﴾ **شانِ نزول:** کفارِ مکہ صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کو ہاتھ اور زبان سے شدید ایذائیں دیتے اور تکلیفیں پہنچاتے رہتے تھے اور صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے پاس اس حال میں پہنچتے تھے کہ کسی کا سر پھٹا ہے، کسی کا ہاتھ ٹوٹا ہے اور کسی کا پاؤں بندھا ہوا ہے۔ روزانہ اس قسم کی شکایتیں بارگاہِ اقدس میں پہنچتی تھیں اور صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ حضور انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دربار میں کفار کے ظلم وستم کی فریادیں کیا کرتے اور آپ یہ فرمادیا کرتے کہ ''صبر کرو، مجھے ابھی جہاد کا حکم نہیں دیا گیا ہے۔ جب حضور اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی، تب یہ آیت نازل ہوئی اور یہ وہ پہلی آیت ہے جس میں کفار کے ساتھ جنگ کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ مشرکین کی طرف سے جن مسلمانوں سے لڑائی کی جاتی ہے انہیں مشرکین کے ساتھ جہاد کرنے کی اجازت دیدی گئی ہے کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا ہے اور بیشک اللہ تعالیٰ اِن مسلمانوں کی مدد کرنے پر ضرور قادر ہے۔[1]

الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّاۤ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ وَ لَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَ بِیَعٌ وَّ صَلَوٰتٌ

(1) روح البیان، الحج، تحت الآیۃ: ۳۹، ۶/۳۸.

وَّ مَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ؕ وَ لَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ ﴿۴۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو اپنے گھروں سے ناحق نکالے گئے صرف اتنی بات پر کہ انہوں نے کہا ہمارا رب اللّٰہ ہے اور اللّٰہ اگر آدمیوں میں ایک کو دوسرے سے دفع نہ فرماتا تو ضرور ڈھادی جاتیں خانقاہیں اور گرجا اور کلیسا اور مسجدیں جن میں اللّٰہ کا بکثرت نام لیا جاتا ہے اور بیشک اللّٰہ ضرور مدد فرمائے گا اس کی جو اس کے دین کی مدد کرے گا بیشک ضرور اللّٰہ قدرت والا غالب ہے۔
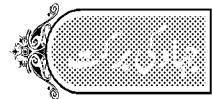
ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ جنہیں ان کے گھروں سے ناحق نکال دیا گیا صرف اتنی بات پر کہ انہوں نے کہا: ہمارا رب اللّٰہ ہے اور اگر اللّٰہ آدمیوں میں ایک کو دوسرے سے دفع نہ فرماتا تو ضرور عبادت گاہوں اور گرجوں اور کلیساؤں اور مسجدوں کو گرادیا جاتا جن میں اللّٰہ کا کثرت سے ذکر کیا جاتا ہے اور بیشک اللّٰہ اس کی ضرور مدد فرمائے گا جو اس کے دین کی مدد کرے گا، بیشک اللّٰہ ضرور قوت والا، غلبے والا ہے۔

﴿اَلَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ: وہ جنہیں ان کے گھروں سے ناحق نکال دیا گیا۔﴾ یعنی ان لوگوں کو جہاد کی اجازت دے دی گئی جنہیں ان کے گھروں سے صرف اتنی بات پر ناحق نکال دیا گیا اور بے وطن کیا گیا کہ انہوں نے کہا ''ہمارا رب صرف اللّٰہ ہے'' حالانکہ یہ کلام حق ہے اور حق پر گھروں سے نکالنا اور بے وطن کرنا قطعی طور پر ناحق ہے۔ (1)

﴿وَ لَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ: اور اگر اللّٰہ آدمیوں میں ایک کو دوسرے سے دفع نہ فرماتا۔﴾ آیت کے اس حصے کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر اللّٰہ تعالیٰ جہاد کی اجازت دے کر اور حدود قائم فرما کر آدمیوں میں ایک کو دوسرے سے دفع نہ فرماتا تو نتیجہ یہ ہوتا کہ مشرکین غالب آجاتے اور کوئی دین وملت والا ان کی سرکشی سے نہ بچ پاتا اور حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے زمانے میں یہودیوں کے کلیساؤں، حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے زمانے میں راہبوں کی

1 ......جلالين، الحج، تحت الآية: ٤٠، ص٢٨٣، روح البيان، الحج، تحت الآية: ٤٠، ٦/٣٩، ملتقطاً.

عبادت گاہوں ، عیسائیوں کے گرجوں اور حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے زمانے میں مسلمانوں کی ان مسجدوں کو گرا دیا جاتا جن میں اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کیا جاتا ہے۔ (1)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اگر گزشتہ زمانہ میں جہاد نہ ہوئے ہوتے تو نہ یہودیوں کے عبادت خانے محفوظ رہتے اور نہ عیسائیوں کے گرجے۔ ہر زمانے میں جہاد کی ایک برکت یہ ہوئی کہ لوگوں کی عبادت گاہیں محفوظ ہو گئیں، لیکن یہاں یہ یاد رہے کہ اب ہمارے زمانے میں گرجوں وغیرہ غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کا اس اعتبار سے کوئی احترام نہیں کہ وہ کوئی مقدس جگہیں ہیں، صرف یہ ہے کہ اسلامی ملک میں غیر مسلموں کو اپنی عبادت گاہیں بنانے کی اجازت ہے اور ہم انہیں اس معاملے میں چھیڑیں گے نہیں اور نہ ہی مسلمانوں کو حق ہوگا کہ بلاوجہ دوسروں کے عبادت خانے گرائیں۔ ہمیں ہماری شریعت کا حکم یہ ہے کہ ہم کافروں کو اور ان کے دین کو ان کے حال پر چھوڑ دیں اور اسلام کا پیغام ان کی عبادت گاہیں گرا کر نہیں بلکہ دعوت و تبلیغ کے ذریعے دیں۔

﴿وَ لَیَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ یَّنْصُرُهٗ : اور بیشک اللہ تعالیٰ اس کی ضرور مدد فرمائے گا جو اس کے دین کی مدد کرے گا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی ضرور مدد فرمائے گا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنا یہ وعدہ پورا فرمایا اور مہاجرین و انصار رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کو عرب کے سرکش کافر سرداروں پر غلبہ عطا فرمایا، پھر ایران کے کسریٰ اور روم کے قیصر پر غلبہ عنایت کیا اور ان کی سرزمین اور شہروں کا مسلمانوں کو وارث بنا دیا۔ (2)

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِؕ وَ لِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿۴۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ لوگ کہ اگر ہم انہیں زمین میں قابو دیں تو نماز برپا رکھیں اور زکوٰۃ دیں اور بھلائی کا حکم کریں اور

1 ......مدارك، الحج، تحت الآية: ٤٠، ص٧٤١، خازن، الحج، تحت الآية: ٤٠، ٣/٣١٠-٣١١، ملتقطاً.

2 ......روح البيان، الحج، تحت الآية: ٤٠، ٦/٤٠.

برائی سے روکیں اور اللہ ہی کے لئے سب کاموں کا انجام۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ لوگ کہ اگر ہم انہیں زمین میں اقتدار دیں تو نماز قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیں اور بھلائی کا حکم کریں اور برائی سے روکیں اور اللہ ہی کے قبضے میں سب کاموں کا انجام ہے۔

﴿اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ: وہ لوگ کہ اگر ہم انہیں زمین میں اقتدار دیں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ وہ لوگ جنہیں ان کے گھروں سے ناحق نکالا گیا، اگر ہم انہیں زمین میں اقتدار دیں اور ان کے دشمنوں کے مقابلے میں ان کی مدد فرمائیں تو ان کی سیرت ایسی پاکیزہ ہوگی کہ وہ میری تعظیم کے لئے نماز قائم رکھیں گے، زکوٰۃ دیں گے، بھلائی کا حکم کریں گے اور برائی سے روکیں گے۔[1]

امام عبداللہ بن احمد نسفی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’اس آیت میں خبر دی گئی ہے کہ آئندہ مہاجرین کو زمین میں تَصَرُّف عطا فرمانے کے بعد (بھی) ان کی سیرتیں بڑی پاکیزہ رہیں گی اور وہ دین کے کاموں میں اخلاص کے ساتھ مشغول رہیں گے۔ اس میں خلفاءِ راشدین کے عدل وانصاف اور ان کے تقویٰ وپرہیزگاری کی دلیل ہے جنہیں اللہ تعالٰی نے اِقتدار اور حکومت عطا فرمائی اور عادلانہ سیرت عطا کی۔[2]

خلفائے راشدین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کی پاکیزہ سیرت کی جھلک

حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ظاہری حیاتِ مبارکہ میں چار صحابۂ کرام، حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی المرتضیٰ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کو تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں دیگر صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے مقابلے میں خاص قرب اور مقام حاصل تھا اور یہ چار صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ سیرت وعمل اور پاکیزہ کردار کے لحاظ سے بقیہ صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ پر فوقیت رکھتے تھے اور ان کی عبادت وریاضت، تقویٰ وپرہیزگاری اور عدل وانصاف بے مثل حیثیت رکھتے تھے، پھر جب سیّدُ المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ظاہری وصال ہوا تو بِالتَّرتیب ان چار صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے مسلمانوں کی امامت وخلافت

1 ......روح البيان، الحج، تحت الآية: ٤١، ٦/٤١.
2 ......مدارك، الحج، تحت الآية: ٤١، ص٧٤٢.

کی ذمہ داری کو سنبھالا، ان کی خلافت کو خلافتِ راشدہ کہا جاتا ہے۔ ان کے دورِ خلافت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو زمین پر غلبہ و اِقتدار عطا فرمایا اور مسلمانوں نے **اللہ** تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کی مدد و نصرت سے روم اور ایران جیسی اپنے وقت کی سپر پاورز کو قدموں تلے روند کر رکھ دیا، عراق اور مصر پر قبضہ کر لیا اور افریقی ممالک میں بھی دینِ اسلام کے جھنڈے گاڑ دیئے۔ اتنا عظیم اِقتدار اور اتنی بڑی سلطنت رکھنے کے باوجود ان صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کی سیرت پہلے کی طرح پاکیزہ رہی بلکہ اس کی پاکیزگی اور طہارت میں مزید اضافہ ہوتا چلا گیا۔ خلافت ملنے کے بعد بھی انہوں نے اللہ تعالیٰ کے فرائض کو پابندی سے ادا کیا، نماز اور زکوٰۃ کی ادائیگی کے باقاعدہ نظام بنائے، لوگوں کو نیک کام کرنے کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کے اہم ترین فریضے کو بڑی خوبی سے ادا کیا، الغرض ان کی پاکیزہ سیرت کا حال یہ ہے کہ ان کے تقویٰ و پرہیز گاری، دنیا سے بے رغبتی، اللہ تعالیٰ کے خوف سے گریہ وزاری، عاجزی و اِنکساری، حلم و بُردباری، شفقت و رحم دلی، جرأت و بہادری، امت کی خیر خواہی، غیرتِ ایمانی اور عدل و انصاف کے اتنے واقعات ہیں جنہیں جمع کیا جائے تو ہزاروں صفحات بھر جائیں۔ اللہ تعالیٰ ان عظیم ہستیوں کے صدقے آج کے مسلم حکمرانوں کو بھی عقلِ سلیم عطا فرمائے اور انہیں اسلام کے زریں اصولوں کے مطابق حکومت کا نظام چلانے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کی دینِ اسلام پر استقامت

اس آیت میں دی گئی خبر سے معلوم ہوا کہ جب ہجرت کرنے والے صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کو زمین میں اقتدار ملے گا تو اس کے بعد بھی وہ اسی دین پر قائم ہوں گے جسے انہوں نے حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لا کر اختیار کیا تھا، لہٰذا قرآن مجید کی اس سچی خبر کے مطابق حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے وصالِ ظاہری کے بعد جب حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ مسلمانوں کے خلیفہ بنے تو اس وقت صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ **مَعَاذَ اللّٰہ** مُرتد نہیں ہوئے تھے بلکہ وہ دینِ اسلام پر ہی مضبوطی سے قائم تھے اور انہوں نے اسلام کے اصول و قوانین پر ہی عمل کیا اور ہر جگہ انہی اصولوں کو نافذ کیا، اس سے ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہئے جو یہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی بیعت کر کے **مَعَاذَ اللّٰہ** سب صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ مُرتد ہو گئے تھے۔ **اللہ** تعالیٰ انہیں عقلِ سلیم عطا فرمائے۔

وَ اِنْ یُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّ عَادٌ وَّ ثَمُوْدُ ﴿۴۲﴾ وَ قَوْمُ اِبْرٰهِیْمَ وَ قَوْمُ لُوْطٍ ﴿۴۳﴾ وَّ اَصْحٰبُ مَدْیَنَ ۚ وَ كُذِّبَ مُوْسٰى فَاَمْلَیْتُ لِلْكٰفِرِیْنَ ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۚ فَكَیْفَ كَانَ نَكِیْرِ ﴿۴۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر یہ تمہاری تکذیب کرتے ہیں تو بیشک ان سے پہلے جھٹلا چکی ہے نوح کی قوم اور عاد اور ثمود۔ اور ابراہیم کی قوم اور لوط کی قوم۔ اور مدین والے اور موسیٰ کی تکذیب ہوئی تو میں نے کافروں کو ڈھیل دی پھر انہیں پکڑا تو کیسا ہوا میرا عذاب۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور اگر یہ تمہاری تکذیب کرتے ہیں تو بیشک ان سے پہلے نوح کی قوم اور عاد اور ثمود تکذیب کر چکے ہیں۔ اور ابراہیم کی قوم اور لوط کی قوم۔ اور مدین والے اور موسیٰ کی تکذیب کی گئی تو میں نے کافروں کو ڈھیل دی پھر انہیں پکڑا تو میرا عذاب کیسا ہوا؟

﴿وَ اِنْ یُّكَذِّبُوْكَ: اور اگر یہ تمہاری تکذیب کرتے ہیں۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات میں پچھلی کافر قوموں کا اپنے اپنے رسولوں کے ساتھ طرزِ عمل بیان کر کے حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے مقدس دل کو تسلی دی گئی ہے، چنانچہ ان آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اگر یہ کفار آپ کو جھٹلاتے ہیں تو آپ تسلی رکھیں اور ان کی طرف سے آنے والی اَذِیَّتوں پر صبر کریں، کفار کا یہ پرانا طریقہ ہے اور پچھلے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ بھی ان کا یہی دستور رہا ہے، چنانچہ کفارِ مکہ سے پہلے حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم، حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم یعنی عاد، حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم یعنی ثمود، حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم، حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم اور حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کے لوگ اپنے اپنے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تکذیب کر چکے ہیں اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بھی جھٹلایا گیا ہے، تو

میں نے ان کافروں کو ڈھیل دی اوران کے عذاب میں تاخیر کی اور انہیں مہلت دی، پھر میں نے انہیں پکڑا اور مختلف عذابوں سے ان کے کفر وسرکشی کی سزادی توان پر میرا عذاب کیسا ہولناک اور دردناک ہوا! اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کی تکذیب کرنے والوں کو چاہیے کہ اپنے انجام کے بارے میں سوچیں اور پچھلوں کے انجام سے عبرت حاصل کریں، اگر یہ اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے توان کا انجام بھی بہت خوفناک ہوگا۔ (1)

﴿وَ كُذِّبَ مُوْسٰى: اور موسیٰ کی تکذیب کی گئی۔﴾ یہاں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے بارے میں یہ نہیں فرمایا گیا کہ آپ کی قوم نے آپ کی تکذیب کی، اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی قوم بنی اسرائیل نے آپ کی تکذیب نہ کی تھی بلکہ فرعون کی قوم قبطیوں نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی تکذیب کی تھی۔ (2)

فَكَاَیِّنْ مِّنْ قَرْیَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَ هِیَ ظَالِمَةٌ فَهِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَ بِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّ قَصْرٍ مَّشِیْدٍ ﴿۴۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کتنی ہی بستیاں ہم نے کھپادیں کہ وہ ستم گار تھیں تو اب وہ اپنی چھتوں پر ڈھئی پڑی ہیں اور کتنے کنویں بیکار پڑے اور کتنے محل گچ کئے ہوئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کتنی ہی بستیوں کو ہم نے ہلاک کردیا اور وہ ظالم تھیں تو اب وہ اپنی چھتوں کے بل پر گری پڑی ہیں اور کتنے کنویں بیکار پڑے ہوئے اور کتنے بلندو بالا مضبوط محل (ہم نے برباد کردیئے)۔

﴿فَكَاَیِّنْ مِّنْ قَرْیَةٍ اَهْلَكْنٰهَا: اور کتنی ہی بستیوں کو ہم نے ہلاک کردیا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اور کتنی ہی بستیوں کو ہم نے برباد کردیا اوران میں رہنے والے لوگوں کو ہلاک کردیا کیونکہ ان بستیوں میں رہنے والے کافر تھے، تواب وہ بستیاں اپنی چھتوں کے بل پر گری پڑی ہیں اور کتنے کنویں بیکار پڑے ہیں کہ ان سے کوئی پانی بھرنے والا نہیں اور کتنے بلندو بالا محل

1 ......مدارك، الحج، تحت الآية: ۴۲-۴۴، ص۷۴۲، روح البيان، الحج، تحت الآية: ۴۲-۴۴، ۶/۴۲، ملتقطاً.
2 ......مدارك، الحج، تحت الآية: ۴۴، ص۷۴۲.

خالی اور ویران پڑے ہیں کیونکہ ان میں رہنے والے مر چکے ہیں۔[1]

اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ یَّعْقِلُوْنَ بِهَاۤ اَوْ اٰذَانٌ یَّسْمَعُوْنَ بِهَاۚ-فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَ لٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِیْ فِی الصُّدُوْرِ(۴۶)

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا زمین میں نہ چلے کہ ان کے دل ہوں جن سے سمجھیں یا کان ہوں جن سے سُنیں تو یہ کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔

ترجمۂ کنزالعِرفان: تو کیا یہ لوگ زمین میں نہ چلے کہ ان کے دل ہوں جن سے یہ سمجھیں یا کان ہوں جن سے سنیں پس بیشک آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔

﴿ اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ : تو کیا یہ لوگ زمین میں نہ چلے۔﴾ اس آیت میں کفارِ مکہ کو زمین میں سفر کرنے پر ابھارا گیا تاکہ وہ کفر کی وجہ سے ہلاک ہونے والوں کے مقامات دیکھیں اور ان کے آثار کا مشاہدہ کر کے عبرت حاصل کریں، چنانچہ فرمایا گیا کہ کیا کفارِ مکہ نے زمین میں سفر نہیں کیا تاکہ وہ سابقہ قوموں کے حالات کا مشاہدہ کریں اور ان کے پاس ایسے دل ہوں جن سے یہ سمجھ سکیں کہ انبیاءِ کرام عَلَیۡهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلانے کی وجہ سے اُن قوموں کا کیا انجام ہوا اور اس سے عبرت حاصل کریں یا ان کے پاس ایسے کان ہوں جن سے پچھلی امتوں کے حالات، ان کا ہلاک ہونا اور ان کی بستیوں کی ویرانی کے بارے میں سنیں تاکہ اس سے عبرت حاصل ہو۔ پس بیشک کفار کی ظاہری حِس باطل نہیں ہوئی اور وہ ان آنکھوں سے دیکھنے کی چیزیں دیکھتے ہیں بلکہ وہ ان دلوں کے اندھے ہیں جو سینوں میں ہیں اور دلوں ہی کا اندھا ہونا غضب ہے اور اسی وجہ سے آدمی دین کی راہ پانے سے محروم رہتا ہے۔[2]

1 ......مدارك، الحج، تحت الآية: ٤٥، ص٧٤٢، جلالين، الحج، تحت الآية: ٤٥، ص٢٨٣، ملتقطاً.

2 ......مدارك، الحج، تحت الآية: ٤٦، ص٧٤٢-٧٤٣، خازن، الحج، تحت الآية: ٤٦، ٣/٣١١-٣١٢، تفسير كبير، الحج، تحت الآية: ٤٦، ٨/٢٣٣-٢٣٤، ملتقطاً.

عبرت و نصیحت حاصل کرنے کے لئے غور و فکر ضروری ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ان مقامات کو دیکھنا جہاں اللّٰہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا ہے اور ان قوموں کے بارے میں سننا جن پر اللّٰہ تعالیٰ نے عذاب نازل فرمایا ہے، عبرت اور نصیحت حاصل کرنے کے لئے بہت فائدہ مند ہے اور اس دیکھنے اور سننے سے فائدہ اسی صورت میں اٹھایا جا سکتا ہے جب دل سے غور و فکر کرتے ہوئے ان چیزوں کو دیکھا اور ان کے بارے میں سنا جائے اور جو شخص عذاب والی جگہوں کا مشاہدہ تو کرے اور عذاب یافتہ قوموں کے بارے میں سنے، پھر ان کے حالات و انجام میں غور و فکر نہ کرے تو وہ عبرت و نصیحت حاصل نہیں کر پاتا، لہٰذا جب بھی کسی ایسی جگہ سے گزر ہو جہاں اللّٰہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا تھا یا عذاب میں مبتلا ہونے والی قوم کے واقعات سنیں تو اس وقت دل سے ان پر غور و فکر ضرور کریں تاکہ دل میں اللّٰہ تعالیٰ کے عذاب کا خوف اور ڈر پیدا ہو اور اللّٰہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچنے اور اس کی اطاعت گزاری کرنے میں مدد ملے۔ اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَ هُوَ شَهِیْدٌ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اس میں نصیحت ہے اس کے لیے جو دِل رکھتا ہو یا کان لگائے اور وہ حاضر ہو۔

اور ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’نصیحت کے ساتھ اپنے دل کو زندہ رکھو، غور و فکر کے ساتھ دل کو منور کرو، زُہد اور دنیا سے بے رغبتی کے ساتھ نفس کو مارو، یقین کے ساتھ اس کو مضبوط کرو، موت کی یاد سے دل کو ذلیل کرو، فنا ہونے کے یقین سے اس کو صبر کرنے والا بناؤ، زمانے کی مصیبتیں دکھا کر اس کو خوفزدہ کرو، دن اور رات کے ایک دوسرے کے پیچھے آنے سے اس کو بیدار رکھو، گزشتہ لوگوں کے واقعات سے اسے عبرت دلاؤ، پہلے لوگوں کے قصے سنا کر اسے ڈراؤ، ان کے شہروں اور ان کے حالات میں اس کو غور و فکر کرنے کا عادی بناؤ اور دیکھو کہ بدکاروں اور گناہ گاروں کے ساتھ کیسا معاملہ ہوا اور وہ کس طرح الٹ پلٹ کر دیئے گئے۔ (2)

دل کے اندھے پن کا نقصان

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس کا دل بصیرت کی نظر سے اندھا ہو وہ تمام ظاہری اَسباب ہونے کے

---

1 ...... ق:۳۷.

2 ...... ابن كثير، الحج، تحت الآية: ٤٦، ٥/٣٨٤-٣٨٥.

باوجود دین کا راستہ پانے اور حق وہدایت کی راہ چلنے سے محروم رہتا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن جراد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: اندھا وہ نہیں جو ظاہری آنکھوں سے محروم ہے بلکہ اندھا وہ ہے جو بصیرت سے محروم ہے۔[1]

اور حضرت سہل رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: جس شخص کا دل بصیرت سے روشن ہو وہ نفسانی خواہشات اور شہوتوں پر غالب رہتا ہے اور جب وہ دل کی بصیرت سے اندھا ہو جائے تو اس پر شہوت غالب آ جاتی ہے اور غفلت طاری ہو جاتی ہے، اس وقت اس کا بدن گناہوں میں گم ہو جاتا ہے اور وہ کسی حال میں بھی حق کے سامنے گردن نہیں جھکاتا۔[2] اللہ تعالیٰ ہمیں دل کی بصیرت عطا فرمائے اور دل کی بصیرت سے اندھا ہونے سے محفوظ فرمائے، اٰمین۔

وَ یَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَ لَنْ یُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ ؕ وَ اِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ﴿۴۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ تم سے عذاب مانگنے میں جلدی کرتے ہیں اور اللہ ہرگز اپنا وعدہ جھوٹا نہ کرے گا اور بیشک تمہارے رب کے یہاں ایک دن ایسا ہے جیسے تم لوگوں کی گنتی میں ہزار برس۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یہ تم سے عذاب مانگنے میں جلدی کرتے ہیں اور اللہ ہرگز اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرے گا اور بیشک تمہارے رب کے ہاں ایک دن ایسا ہے جو تم لوگوں کی گنتی کے ہزار سال کے برابر ہے۔

﴿وَ یَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ: اور یہ تم سے عذاب مانگنے میں جلدی کرتے ہیں۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کفارِ مکہ جیسے نضر بن حارث وغیرہ مذاق اڑانے کے طور پر آپ سے جلدی عذاب نازل کرنے کا تقاضا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہرگز اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرے گا اور وعدے کے مطابق ضرور عذاب نازل فرمائے گا چنانچہ یہ

1 ......نوادر الاصول، الاصل التاسع والثلاثون، ١/١٥٧، الحديث: ٢٤٠.
2 ......روح البيان، الحج، تحت الآية: ٤٦، ٦/٤٥.

وعدہ بدر میں پورا ہوا اور مذاق اڑانے والے کفار ذلت کی موت مارے گئے۔ [1]

﴿وَ اِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ: بیشک تمہارے رب کے ہاں ایک دن ایسا ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ کے ہاں آخرت میں عذاب کا ایک دن ایسا ہے جو تم لوگوں کی گنتی کے ہزار سال کے برابر ہے، تو یہ کفار کیا سمجھ کر جلدی عذاب نازل کرنے کا تقاضا کرتے ہیں۔ [2]

یاد رہے کہ اس آیت اور سورۂ سجدہ کی آیت نمبر 5 میں یہ بیان ہوا کہ قیامت کا دن لوگوں کی گنتی کے ایک ہزار سال کے برابر ہوگا اور سورۂ معارج کی آیت نمبر 4 میں یہ بیان ہوا ہے کہ قیامت کے دن کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔ ان میں مطابقت یہ ہے کہ قیامت کے دن کفار کو جن سختیوں اور ہولناکیوں کا سامنا ہوگا ان کی وجہ سے بعض کفار کو وہ دن ایک ہزار سال کے برابر لگے گا اور بعض کفار کو پچاس ہزار سال کے برابر لگے گا۔

وَ كَاَیِّنْ مِّنْ قَرْیَةٍ اَمْلَیْتُ لَهَا وَ هِیَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ اَخَذْتُهَا ۚ وَ اِلَیَّ الْمَصِیْرُ ﴿٤٨﴾ ع

ع ٦ | ١٣

ترجمۂ کنزالایمان: اور کتنی بستیاں کہ ہم نے ان کو ڈھیل دی اس حال پر کہ وہ ستمگار تھیں پھر میں نے انہیں پکڑا اور میری ہی طرف پلٹ کر آنا ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور کتنی ہی بستیاں ہیں جن کے ظالم ہونے کے باوجود میں نے انہیں ڈھیل دی پھر میں نے انہیں پکڑ لیا اور میری ہی طرف پلٹ کر آنا ہے۔

﴿وَ كَاَیِّنْ مِّنْ قَرْیَةٍ اَمْلَیْتُ لَهَا: اور کتنی ہی بستیاں ہیں جنہیں میں نے ڈھیل دی۔﴾ ارشاد فرمایا کہ کثیر بستیاں ایسی ہیں جن میں رہنے والے لوگوں کو ظالم ہونے کے باوجود میں نے ڈھیل دی اور ان سے عذاب کو مُؤَخَّر کیا، پھر میں نے مہلت ختم ہونے کے بعد انہیں پکڑ لیا اور دنیا میں ان پر عذاب نازل کیا، اور آخرت میں سب کو میری ہی طرف پلٹ کر آنا ہے تو میں ان کے اَعمال کے مطابق ان کے ساتھ سلوک کروں گا۔ [3]

1 ......روح البیان، الحج، تحت الآیة: ٤٧، ٦/٤٦.
2 ......مدارك، الحج، تحت الآیة: ٤٧، ص٧٤٣.
3 ......روح البیان، الحج، تحت الآیة: ٤٨، ٦/٤٧.

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ ظالم شخص کو ڈھیل دیتا رہتا ہے اور فوری طور پر اس کی گرفت نہیں فرماتا حتّٰی کہ وہ یہ گمان کرنے لگ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی گرفت نہیں فرمائے گا، پھر اللہ تعالیٰ اس کی وہاں سے پکڑ فرماتا ہے جہاں سے اسے وہم و گمان تک نہیں ہوتا اور اس وقت اپنے آپ کو ملامت کرنے کے سوا کچھ ہاتھ نہیں رہتا تو ظالم کی نجات اسی میں ہے کہ وہ اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہونے سے پہلے پہلے ظلم سے باز آجائے اور اس کی بارگاہ میں سچی توبہ کرکے جن پر ظلم کیا اور ان کے حقوق کو ضائع کیا ان سے معافی مانگ لے اور ان کے حقوق انہیں ادا کر دے۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّمَاۤ اَنَا لَكُمْ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌۚ(۴۹)

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرمادو کہ اے لوگو! میں تو یہی تمہارے لیے صریح ڈر سنانے والا ہوں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرمادو! اے لوگو! میں تو صرف تمہارے لیے کھلم کھلا ڈر سنانے والا ہوں۔

﴿قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ: تم فرمادو! اے لوگو!۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے فرمایا کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان کافروں کو اللہ تعالیٰ کی گرفت اور اس کے عذاب سے مسلسل ڈراتے رہیں اور ان کی طرف سے مذاق اڑانے کے طور پر جلدی عذاب نازل کرنے کے مطالبات کی وجہ سے انہیں ڈرانا مَوقوف نہ فرمائیں اور ان سے فرمادیں کہ مجھے واضح طور پر اللہ تعالیٰ کے عذاب کا ڈر سنانے کے لئے بھیجا گیا ہے اور تمہارا مذاق اڑانا مجھے اس سے نہیں روک سکتا۔[1]

اس میں ان تمام مسلمانوں کے لئے بھی بڑی نصیحت ہے جو اسلام کے احکامات لوگوں تک پہنچانے کی

[1]......تفسیر کبیر، الحج، تحت الآیۃ: ۴۹، ۸/۲۳۴.

کوششوں میں مصروف ہیں اور نیکی کی دعوت دینے اور برائی سے منع کرنے کے اہم ترین فریضے کو انجام دے رہے ہیں، انہیں چاہئے کہ ان کاموں کے دوران دل مضبوط رکھیں اور لوگوں کی طرف سے ہونے والی طعن و تشنیع اور طنز و مذاق کو خاطر میں نہ لائیں اور اس وجہ سے یہ کام چھوڑ نہ دیں بلکہ اپنے پیشِ نظر صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کو رکھتے ہوئے ان کاموں کو جاری رکھیں، اور ایسے لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہدایت کی دعا کرتے رہیں، اللہ تعالیٰ نے چاہا تو انہیں ہدایت مل جائے گی۔

فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِیْمٌ ﴿۵۰﴾ وَ الَّذِیْنَ سَعَوْا فِیْۤ اٰیٰتِنَا مُعٰجِزِیْنَ اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ ﴿۵۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے ان کے لیے بخشش ہے اور عزت کی روزی۔ اور وہ جو کوشش کرتے ہیں ہماری آیتوں میں ہار جیت کے ارادہ سے وہ جہنمی ہیں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: تو جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے ان کے لیے بخشش اور عزت کی روزی ہے۔ اور وہ لوگ جو ہماری آیتوں میں ہار جیت کے ارادے سے کوشش کرتے ہیں وہ جہنمی ہیں۔

﴿فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: تو جو لوگ ایمان لائے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے ان کے لیے گناہوں سے بخشش اور جنت میں عزت کی روزی ہے جو کبھی ختم نہ ہوگی اور وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا رد کرنے اور انہیں جھٹلانے کی کوشش کرتے ہیں کہ کبھی ان آیات کو جادو کہتے ہیں، کبھی شعر اور کبھی پچھلوں کے قصے، اور وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ اسلام کے ساتھ ان کا یہ مکر چل جائے گا، وہ جہنمی ہیں۔ (1)

اس سے اشارۃً معلوم ہوا کہ جو ضدی عالم جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کی کوشش کرے اور سند کے طور پر قرآن مجید کی آیات پیش کرے، وہ جہنمی ہے۔ اسی طرح مناظرہ محض اپنی جیت کے لئے کرنا جس میں حق کو ثابت کرنا اور دین کی

(1)......تفسیر کبیر، الحج، تحت الآیۃ: ۵۰-۵۱، ۸/۲۳۵، مدارك، الحج، تحت الآیۃ: ۵۰-۵۱، ص۷۴۳، ملتقطاً.

خدمت مقصود نہ ہو، کافروں کا کام ہے جبکہ اظہارِ حق کے لئے مناظرہ کرنا انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سنت ہے۔

وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّ لَا نَبِیٍّ اِلَّاۤ اِذَا تَمَنّٰۤى اَلْقَى الشَّیْطٰنُ فِیْۤ اُمْنِیَّتِهٖ ۚ فَیَنْسَخُ اللّٰهُ مَا یُلْقِی الشَّیْطٰنُ ثُمَّ یُحْكِمُ اللّٰهُ اٰیٰتِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ۙ﴿۵۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول یا نبی بھیجے سب پر یہ واقعہ گزرا ہے کہ جب انہوں نے پڑھا تو شیطان نے ان کے پڑھنے میں لوگوں پر کچھ اپنی طرف سے ملا دیا تو مٹا دیتا ہے اللّٰہ اس شیطان کے ڈالے ہوئے کو پھر اللّٰہ اپنی آیتیں پکی کر دیتا ہے اور اللّٰہ علم و حکمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول اور نبی بھیجے (ہر ایک کو کبھی نہ کبھی یہ واقعہ پیش آیا کہ) جب اس نے (اللّٰہ کا کلام) پڑھا تو شیطان نے ان کے پڑھنے میں لوگوں پر کچھ اپنی طرف سے ملا دیا تو اللّٰہ شیطان کے ڈالے ہوئے کو مٹا دیتا ہے پھر اللّٰہ اپنی آیتوں کو پکا کر دیتا ہے اور اللّٰہ علم والا، حکمت والا ہے۔

﴿اِذَا تَمَنّٰۤى: جب اس نے پڑھا۔﴾ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ جب ''سورۂ نجم'' نازل ہوئی تو سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے مسجدِ حرام میں آیتوں کے درمیان وقفہ فرماتے ہوئے بہت آہستہ آہستہ اس کی تلاوت فرمائی تاکہ سننے والے غور بھی کر سکیں اور یاد کرنے والوں کو یاد کرنے میں مدد بھی ملے، جب آپ نے آیت ''وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى'' پڑھ کر پہلے کی طرح وقفہ فرمایا تو شیطان نے مشرکین کے کان میں اس سے ملا کر دو کلمے ایسے کہہ دیئے جن سے بتوں کی تعریف نکلتی تھی۔ حضرت جبریل امین عَلَیْهِ السَّلَام نے حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ حال عرض کیا تو اس سے حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کو رنج ہوا، اس پر اللّٰہ تعالٰی نے آپ کی تسلی کے لئے یہ آیت نازل فرمائی۔ (1)

1 ......روح البیان، الحج، تحت الآیۃ: ۵۲، ۶/۴۹۔

لِّيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّ الْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَفِيْ شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ ۙ﴿۵۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تا کہ شیطان کے ڈالے ہوئے کو فتنہ کر دے ان کے لیے جن کے دلوں میں بیماری ہے اور جن کے دل سخت ہیں اور بیشک ستم گار دُھر کے جھگڑالو ہیں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: تا کہ شیطان کے ڈالے ہوئے کو ان لوگوں کیلئے فتنہ کر دے جن کے دلوں میں بیماری ہے اور جن کے دل سخت ہیں اور بیشک ظالم لوگ دور کے جھگڑے میں پڑے ہوئے ہیں۔

﴿لِيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ فِتْنَةً: تا کہ شیطان کے ڈالے ہوئے کو فتنہ کر دے۔﴾ یعنی شیطان کو لوگوں پر اپنی طرف سے کچھ ملا دینے پر قدرت دینا اس لئے ہے تا کہ اللہ تعالیٰ شیطان کے ڈالے ہوئے کلام کو ان لوگوں کیلئے فتنہ کر دے اور ابتلا و آزمائش بنا دے جن کے دلوں میں شک اور نفاق کی بیماری ہے اور جن کے دل حق قبول کرنے سے سخت ہیں اور یہ مشرکین ہیں اور بیشک مشرکین و منافقین دونوں حق کے معاملے میں دور کے جھگڑے میں پڑے ہوئے ہیں۔ [1]

چنانچہ جب یہ واقعہ رونما ہوا تو مشرکین منافقین شبہ میں پڑ گئے مگر مخلص مومنوں کو کوئی تَرَدُّد نہ ہوا۔

وَّ لِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ فَتُخْبِتَ لَهٗ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس لیے کہ جان لیں وہ جن کو علم ملا ہے کہ وہ تمہارے رب کے پاس سے حق ہے تو اس پر ایمان لائیں تو جھک جائیں اس کے لیے ان کے دل اور بیشک اللہ ایمان والوں کو سیدھی راہ چلانے والا ہے۔

1 ......روح البيان، الحج، تحت الآية: ٥٣، ٦/٥٠.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تا کہ جنہیں علم دیا گیا ہے وہ جان لیں کہ یہ (قرآن) تمہارے رب کے پاس سے حق ہے تو اس پر ایمان لائیں تو اس کیلئے ان کے دل جھک جائیں اور بیشک اللہ ایمان والوں کو سیدھی راہ کی طرف ہدایت دینے والا ہے۔

﴿وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ: اور تا کہ جنہیں علم دیا گیا ہے وہ جان لیں۔﴾ ارشاد فرمایا: شیطان کو قدرت دینا اس لئے ہے تا کہ جنہیں اللہ تعالیٰ کے دین کا اور اس کی آیات کا علم دیا گیا ہے وہ جان لیں کہ اس قرآن شریف کا تمہارے رب کے پاس سے نازل ہونا حق ہے اور شیطان اس میں کسی طرح کا کوئی تَصَرُّف نہیں کر سکتا، تو وہ اس پر ایمان لانے میں ثابت قدم رہیں اور اس کیلئے ان کے دل جھک جائیں اور بیشک اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو دینی اُمور میں سیدھی راہ کی طرف ہدایت دینے والا ہے۔[1] مراد یہ ہے کہ شیطان کی یہ حرکت مومنوں کے ایمان کی قوت کا ذریعہ بن جاتی ہے کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ شیطان نے پچھلے پیغمبروں کے ساتھ بھی یہی برتاوا کیا تھا اور رب عَزَّوَجَلَّ نے اس کے داؤ کو بیکار کر دیا تھا۔ یہ حقانیتِ قرآن کی دلیل ہے۔

وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً اَوْ يَاْتِيَهُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَقِيْمٍ ﴿۵۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کافر اس سے ہمیشہ شک میں رہیں گے یہاں تک کہ ان پر قیامت آجائے اچانک یا ان پر ایسے دن کا عذاب آئے جس کا پھل ان کے لیے کچھ اچھا نہ ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کافر اس سے ہمیشہ شک میں رہیں گے یہاں تک کہ ان پر اچانک قیامت آجائے یا ان پر ایسے دن کا عذاب آئے جس میں ان کیلئے کوئی خیر نہ ہو۔

﴿وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ: اور کافر اس سے ہمیشہ شک میں رہیں گے۔﴾ یعنی کافر قرآن سے یا

1 ......روح البيان، الحج، تحت الآية: ٥٤، ٦/٥٠.

دینِ اسلام کے بارے میں ہمیشہ شک میں رہیں گے یہاں تک کے ان پر قیامت آجائے یا انہیں موت آجائے کیونکہ موت بھی قیامتِ صغریٰ ہے یا ان پر ایسے دن کا عذاب آئے جس میں ان کیلئے کوئی خیر نہ ہو۔اس دن سے بدر کا دن مراد ہے جس میں کافروں کے لئے کچھ کشادگی اور راحت نہ تھی اور بعض مفسرین کے نزدیک اس سے قیامت کا دن مراد ہے اور ” اَلسَّاعَةُ “ سے قیامت آنے سے پہلے کی چیزیں مراد ہیں۔[1]

آیت ” وَلَا یَزَالُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا “ سے معلوم ہونے والے مسائل

اس آیت سے دو مسئلے معلوم ہوئے

(1)......اَزلی کافر کے لئے کوئی دلیل مفید نہیں، وہ ہمیشہ شک میں گرفتار رہے گا۔

(2)......موت کے وقت، یا قیامت میں یا اللہ تعالیٰ کا عذاب دیکھ کر کفار ایمان قبول کر لیتے ہیں مگر وہ ایمان اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک معتبر نہیں۔

اَلْمُلْكُ یَوْمَىٕذٍ لِّلّٰهِؕ-یَحْكُمُ بَیْنَهُمْؕ-فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ(۵۶) وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا فَاُولٰٓىٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ۠(۵۷)

ع ۹ | ۱۴

ترجمۂ کنزالایمان: بادشاہی اس دن اللہ ہی کی ہے وہ ان میں فیصلہ کر دے گا تو جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے وہ چین کے باغوں میں ہیں۔اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتیں جھٹلائیں ان کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس دن بادشاہی اللہ ہی کے لئے ہے۔وہ ان میں فیصلہ کر دے گا تو ایمان والے اور اچھے کام کرنے والے نعمتوں کے باغات میں ہوں گے۔اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا ان کے لیے رسوا کر دینے والا عذاب ہے۔

---

1 ......مدارك، الحج، تحت الآية: ٥٥، ص ٧٤٥.

﴿ اَلْمُلْكُ يَوْمَىٕذٍ لِّلّٰهِ : اس دن بادشاہی اللہ ہی کیلئے ہے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کے دن بادشاہی اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے جس کا اصلاً کوئی شریک نہیں اور وہ بادشاہی اس طرح ہے کہ اس دن کوئی شخص سلطنت کا دعویٰ بھی نہ کرے گا اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی بادشاہ کا قانون نہ ہوگا ورنہ حقیقی بادشاہت تو آج بھی اس کی ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس دن مسلمانوں اور کافروں کے درمیان فیصلہ کردے گا اور وہ فیصلہ یہ ہے کہ ایمان لانے والے اور اچھے کام کرنے والے مسلمان اللہ تعالیٰ کے فضل سے نعمتوں کے باغات میں ہوں گے اور جنہوں نے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلایا ان کے لیے ان کے کفر کی وجہ سے رسوا کردینے والا عذاب ہے۔ (1)

وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْۤا اَوْ مَاتُوْا لَیَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًاؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ﴿۵۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جنہوں نے اللہ کی راہ میں اپنے گھر بار چھوڑے پھر مارے گئے یا مرگئے تو اللہ ضرور انہیں اچھی روزی دے گا اور بیشک اللہ کی روزی سب سے بہتر ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور وہ جنہوں نے اللہ کی راہ میں اپنے گھر بار چھوڑے پھر قتل کردیئے گئے یا خود مرگئے تو اللہ ضرور انہیں اچھی روزی دے گا اور بیشک اللہ سب سے اچھا رزق دینے والا ہے۔

﴿ وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ : اور وہ جنہوں نے اللہ کی راہ میں اپنے گھر بار چھوڑے۔﴾ **شانِ نزول:** بعض صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ نے نبی کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، ہمارے جو اَصحاب شہید ہوگئے ہم جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کے بڑے درجے ہیں اور ہم جہادوں میں حضور اقدس صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ رہیں گے، لیکن اگر ہم آپ کے ساتھ رہے اور ہمیں شہادت کے بغیر موت آئی تو آخرت میں ہمارے لئے کیا ہے؟ اس پر یہ آیت اور اس کے بعد والی آیت نازل ہوئی اور اس آیت

1 ......روح البيان، الحج، تحت الآية: ٥٦-٥٧، ٦/٥١، جلالين، الحج، تحت الآية: ٥٦-٥٧، ص٢٨٤، ملتقطاً.

میں فرمایا گیا کہ وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے گھر بار چھوڑے اور اس کی رضا کے لئے عزیز واَقارب کو چھوڑ کر وطن سے نکلے اور مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی، پھر جنگ میں یا تو شہید کر دیئے گئے یا انہیں طبعی طور پر موت آ گئی تو اللہ تعالیٰ ضرور انہیں جنت کی اچھی روزی دے گا جو کبھی ختم نہ ہوگی اور بیشک اللہ تعالیٰ سب سے اچھا رزق دینے والا ہے کیونکہ وہ بے حساب رزق دیتا ہے اور جو رزق وہ دیتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی قادر نہیں۔[1]

لَیُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا یَّرْضَوْنَهٗ ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَعَلِیْمٌ حَلِیْمٌ ﴿۵۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ضرور انہیں ایسی جگہ لے جائے گا جسے وہ پسند کریں گے اور بیشک اللہ علم اور حلم والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ ضرور انہیں ایسی جگہ داخل فرمائے گا جسے وہ پسند کریں گے اور بیشک اللہ علم والا، حلم والا ہے۔

﴿لَیُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا یَّرْضَوْنَهٗ: وہ ضرور انہیں ایسی جگہ داخل فرمائے گا جسے وہ پسند کریں گے۔﴾ اس سے پہلی آیت میں جن ہستیوں کے لئے جنت کی روزی کا بیان ہوا یہاں ان کی رہائش کے بارے میں بیان کیا جا رہا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ضرور انہیں ایسی جگہ داخل فرمائے گا جسے وہ پسند کریں گے، وہاں ان کی ہر مراد پوری ہوگی اور انہیں کوئی ناگوار بات پیش نہ آئے گی اور بیشک اللہ تعالیٰ ہر ایک کے احوال کو جاننے والا اور قدرت کے باوجود دشمنوں کو جلد سزا نہ دے کر حلم فرمانے والا ہے۔[2]

راہِ خدا میں شہید ہونے والا اللہ کی راہ میں طبعی موت مرنے والے سے افضل ہے

ان آیات سے معلوم ہوا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے کی نیت سے مجاہدین کے ساتھ نکلے، پھر اسے طبعی طور پر موت آ جائے تو اسے اور شہید دونوں کو جنت میں اچھا رزق دیا جائے گا، البتہ یہاں یہ بات یاد رہے کہ شہید کا مرتبہ طبعی موت مرنے والے سے بڑا ہے۔ چنانچہ علامہ ابوحیان محمد بن یوسف اندلسی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں:

---

1 ......مدارك، الحج، تحت الآية:٥٨، ص٧٤٥، خازن، الحج، تحت الآية: ٥٨، ٣/٣١٥، جلالين، الحج، تحت الآية: ٥٨، ص٢٨٤، روح البيان، الحج، تحت الآية: ٥٨، ٦/٥٢، ملتقطاً.

2 ......خازن، الحج، تحت الآية: ٥٩، ٣/٣١٥، روح البيان، الحج، تحت الآية: ٥٩، ٦/٥٢، ملتقطاً.

’’راہِ خدا میں شہید ہونے والا اور اس راہ میں طبعی موت مرنے والا رزق ملنے کا وعدہ کئے جانے میں برابر ہیں لیکن وعدے میں برابری اس بات پر دلالت نہیں کرتی کہ جو رزق انہیں عطا کیا جائے گا اس کی مقدار بھی برابر ہو گی، دیگر دلائل اور ظاہرِ شریعت سے یہ ثابت ہے کہ شہید (طبعی موت مرنے والے سے) افضل ہے۔ [1]

علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ لکھتے ہیں: اس آیت میں شہید ہونے والے اور طبعی موت مرنے والے، دونوں کے لئے ایک جیسا وعدہ کیا گیا ہے کیونکہ دونوں اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں قرب حاصل کرنے اور دین کی مدد کرنے نکلے ہیں اور بعض مفسرین فرماتے ہیں ’’راہِ خدا میں شہید ہونے والے اور طبعی موت مر جانے والے دونوں حضرات کو اچھی روزی ملے گی لیکن اس آیت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ راہِ خدا میں شہید ہونے والے اور طبعی موت مرنے والے کا اجر ہر اعتبار سے برابر ہے بلکہ ان دونوں کے حال میں فرق ہونے کی بنا پر انہیں ملنے والی اچھی روزی میں بھی فرق ہوگا کیونکہ راہِ خدا میں شہید ہونے والے کو طبعی موت مرنے والے پر فضیلت حاصل ہے کہ اسے اللہ تعالٰی کی راہ میں زخم پہنچے اور اس کا خون بہا (جبکہ طبعی موت مرنے والے کو یہ تکلیفیں برداشت نہیں کرنی پڑیں۔) نیز شہید کے طبعی موت مرنے والے سے افضل ہونے پر کثیر دلائل موجود ہیں جن میں سے پانچ درج ذیل ہیں۔

(1)......نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں عرض کی گئی: کون سا جہاد (یعنی مجاہد) افضل ہے؟ ارشاد فرمایا: ’’جس کا خون بہایا جائے اور اس کا گھوڑا زخمی کر دیا جائے۔ [2]

(2)......راہِ خدا میں شہید ہونے والا قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ اس کے خون سے مشک کی خوشبو آ رہی ہو گی۔ [3] جبکہ راہِ خدا میں طبعی موت مرنے والے کو یہ فضیلت حاصل نہ ہو گی۔

(3)......شہید ہونے والا شہادت کی فضیلت دیکھ لینے کی وجہ سے یہ تمنا کرے گا کہ اسے دنیا میں لوٹا دیا جائے تا کہ اسے دوبارہ اللہ تعالٰی کی راہ میں شہید کیا جائے۔ [4] لیکن طبعی موت مرنے والا ایسی تمنا نہ کرے گا۔

(4)......راہِ خدا میں شہید ہونے سے (مخصوص گناہوں کے علاوہ) تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ [5] اور طبعی موت

---

1 ......البحر المحیط، الحج، تحت الآیۃ: ٥٨، ٦/٣٥٤، ملخصًا.

2 ......ابن ماجہ، کتاب الجہاد، باب القتال فی سبیل اللّٰہ، ٣/٣٥٨، الحدیث: ٢٧٩٤.

3 ......بخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب من یجرح فی سبیل اللّٰہ عزّ وجلّ، ٢/٢٥٤، الحدیث: ٢٨٠٣.

4 ......بخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب الحور العین وصفتھنّ... الخ، ٢/٢٥٢، الحدیث: ٢٧٩٥.

5 ......ترمذی، کتاب فضائل الجہاد، باب ما جاء فی ثواب الشہید، ٣/٢٤٠، الحدیث: ١٦٤٨.

مرنے والے کے لئے ایسی کوئی فضیلت وارد نہیں ہوئی۔

(5)......راہِ خدا میں شہید ہونے والے کو غسل نہیں دیا جاتا جبکہ راہِ خدا میں طبعی موت مرنے والے کو غسل دیا جاتا ہے۔[1]

ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهٖ ثُمَّ بُغِیَ عَلَیْهِ لَیَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ﴿۶۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بات یہ ہے اور جو بدلہ لے جیسی تکلیف پہنچائی گئی تھی پھر اس پر زیادتی کی جائے تو بیشک **اللّٰہ** اس کی مدد فرمائے گا بیشک **اللّٰہ** معاف کرنے والا بخشنے والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بات یونہی ہے اور جو کسی کو ویسی ہی سزا دے جیسی اسے تکلیف پہنچائی گئی تھی پھر (بھی) اس پر زیادتی کی جائے تو بیشک **اللّٰہ** اس کی مدد فرمائے گا، بیشک **اللّٰہ** معاف کرنے والا، بخشنے والا ہے۔

﴿وَمَنْ عَاقَبَ: اور جو سزا دے۔﴾ اس سے پہلی آیت میں ان لوگوں کا اجر و ثواب بیان کیا گیا جنہوں نے ہجرت کی اور **اللّٰہ** تعالیٰ کی راہ میں شہید ہو گئے یا انہیں طبعی طور پر موت آ گئی اور اس آیت میں **اللّٰہ** تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ جو مسلمانوں پر زیادتی کرے گا اس کے خلاف **اللّٰہ** تعالیٰ مسلمانوں کی مدد فرماتا رہے گا، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ جو مسلمان کسی ظالم کو ویسی ہی سزا دے جیسی اسے تکلیف پہنچائی گئی تھی اور بدلہ لینے میں حد سے نہ بڑھے، پھر بھی اس مسلمان پر زیادتی کی جائے تو بیشک **اللّٰہ** تعالیٰ ظالم کے خلاف اس کی مدد فرمائے گا،، بیشک **اللّٰہ** تعالیٰ مسلمانوں کو معاف کرنے والا اور ان کی بخشش فرمانے والا ہے۔ **شانِ نزول:** یہ آیت ان مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی جو محرم کے مہینے کی آخری تاریخوں میں مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے اور مسلمانوں نے مبارک مہینے کی حرمت کے خیال سے لڑنا نہ چاہا، مگر مشرک نہ مانے اور انہوں نے لڑائی شروع کر دی، مسلمان ان کے مقابلے میں ثابت قدم رہے اور **اللّٰہ** تعالیٰ نے مشرکوں کے خلاف مسلمانوں کی مدد فرمائی۔[2]

1......روح البیان، الحج، تحت الآیۃ: ٥٩، ٦/٥٢-٥٣، ملخصاً۔

2......البحر المحیط، الحج، تحت الآیۃ: ٦٠، ٦/٣٥٤، روح البیان، الحج، تحت الآیۃ: ٦٠، ٦/٥٣، خازن، الحج، تحت الآیۃ: ٦٠، ٣/٣١٥، ملتقطاً۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو شخص جتنا ظلم کرے اسے اتنی ہی سزا دینا عدل و انصاف ہے، لیکن ممکنہ صورت میں بدلہ لینے کی بجائے ظالم کو معاف کر دینا بہر حال بہتر اور افضل ہے کیونکہ معاف کرنے کا اجر و ثواب بہت زیادہ ہے، چنانچہ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَیْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَیْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَیْكُمْ ۪ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو جو تم پر زیادتی کرے اس پر اتنی ہی زیادتی کرو جتنی اس نے تم پر زیادتی کی ہو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ ڈرنے والوں کے ساتھ ہے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

وَ جَزٰٓؤُا سَیِّئَةٍ سَیِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَ اَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ ۝ وَ لَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓىٕكَ مَا عَلَیْهِمْ مِّنْ سَبِیْلٍ ؕ۝ اِنَّمَا السَّبِیْلُ عَلَى الَّذِیْنَ یَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَ یَبْغُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ ؕ اُولٰٓىٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝ وَ لَمَنْ صَبَرَ وَ غَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور برائی کا بدلہ اس کے برابر برائی ہے تو جس نے معاف کیا اور کام سنوارا تو اس کا اجر اللہ (کے ذمہ کرم) پر ہے، بیشک وہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔ اور بے شک جس نے اپنے اوپر ہونے والے ظلم کا بدلہ لیا ان کی پکڑ کی کوئی راہ نہیں۔ گرفت صرف ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں ناحق سرکشی پھیلاتے ہیں، ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ اور بیشک جس نے صبر کیا اور معاف کر دیا تو یہ ضرور ہمت والے کاموں میں سے ہے۔

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جب لوگ حساب کے لئے ٹھہرے ہوں گے تو اس وقت ایک مُنادی یہ اعلان کرے گا: جس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمۂ کرم پر ہے وہ اٹھے اور جنت میں داخل ہو جائے۔ پھر دوسری بار اعلان کرے گا کہ جس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمۂ کرم پر

1 ......بقرہ: ۱۹۴.

2 ......شوری: ۴۰-۴۳.

ہے وہ اٹھے اور جنت میں داخل ہوجائے۔ پوچھا جائے گا کہ وہ کون ہے جس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمۂ کرم پر ہے۔ مُنادی کہے گا: ان کا جو لوگوں (کی خطاؤں) کو معاف کرنے والے ہیں۔ پھر تیسری بار مُنادی اعلان کرے گا: جس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمۂ کرم پر ہے وہ اٹھے اور جنت میں داخل ہوجائے۔ تو ہزاروں آدمی کھڑے ہوں گے اور بلا حساب جنت میں داخل ہوجائیں گے۔[1]

بدلہ لینے سے متعلق تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی سیرت

سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ لوگوں کی خطاؤں سے درگزر فرماتے اور ان کی طرف سے ہونے والی زیادتیوں کا بدلہ لینے کی بجائے معاف کردیا کرتے تھے، چنانچہ حضرت ابو عبد اللہ جدلی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اخلاقِ مبارکہ کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا ''حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ طبعی طور پر فحش باتیں کرنے والے نہ تھے اور نہ ہی تکلّف کے ساتھ فحش کہنے والے تھے اور آپ بازاروں میں شور کرنے والے بھی نہ تھے۔ آپ برائی کا بدلہ برائی سے نہ دیا کرتے بلکہ معاف کردیتے اور درگزر فرمایا کرتے تھے۔[2]

حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے کسی معاملے میں اپنی ذات کا کبھی انتقام نہیں لیا خواہ آپ کو کیسی ہی تکلیف دی گئی ہو، ہاں جب اللہ تعالیٰ کی حرمتوں کو پامال کیا جاتا تو اللہ تعالیٰ کے لئے (ان کا) انتقام لیا کرتے تھے۔[3]

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ یُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّهَارِ وَ یُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّیْلِ وَ اَنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ ﴿۶۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ رات کو ڈالتا ہے دن کے حصہ میں اور دن کو لاتا ہے رات کے حصہ میں

1 ......معجم الاوسط، باب الالف، من اسمه: احمد، ۵۴۲/۱، الحديث: ۱۹۹۸.

2 ......ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ما جاء فی خلق النبی صلی الله عليه وسلم، ۴۰۹/۳، الحديث: ۲۰۲۳.

3 ......بخاری، کتاب المحاربين من اهل الكفر والردة، باب کم التعزير والادب، ۳۵۲/۴، الحديث: ۶۸۵۳.

اور اس لیے کہ اللّٰہ سُنتا دیکھتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ اس لیے ہے اللّٰہ رات کو دن کے حصے میں داخل کردیتا ہے اور دن کو رات کے حصہ میں داخل کرتا ہے اور یہ اس لیے ہے کہ اللّٰہ سننے والا، دیکھنے والا ہے۔

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ یُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّهَارِ: یہ اس لیے ہے اللّٰہ رات کو دن کے حصے میں داخل کردیتا ہے۔﴾ یعنی مظلوم کی مدد فرمانا اس لئے ہے کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ جو چاہے اس پر قادر ہے اور اس کی قدرت کی نشانیاں اس سے ظاہر ہیں کہ وہ کبھی دن کو بڑھاتا، رات کو کم کردیتا ہے اور کبھی رات کو بڑھاتا، دن کو کم کردیتا ہے، اس کے سوا کوئی اس پر قدرت نہیں رکھتا تو جو ایسا قدرت والا ہے وہ جس کی چاہے مدد فرمائے اور جسے چاہے غالب کرے۔ نیز مظلوم کی مدد فرمانا اس لئے ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ سب کی باتیں سننے والا اور سب کے اعمال دیکھنے والا ہے، اس سے نہ کسی کی کوئی بات پوشیدہ ہے اور نہ کسی کا کوئی عمل چھپا ہوا ہے۔ [1]

کفار کے غلبے سے دل تنگ نہیں ہونا چاہئے

اس آیت میں اشارۃً فرمایا گیا کہ جیسے کبھی دن بڑے کبھی راتیں ایسے ہی کبھی کفار کا غلبہ ہوتا ہے اور کبھی مومنوں کا تسلط۔ لہٰذا کافروں کا غلبہ دیکھ کر مسلمانوں کو دل تنگ نہیں ہونا چاہیے بلکہ اپنے اَقوال، اَعمال اور اَفعال کی اصلاح کرنے میں مشغول ہونا چاہئے تاکہ اللّٰہ تعالیٰ اپنی رحمت کے صدقے مسلمانوں کو کفار پر غلبہ اور فتح و نصرت عطا فرمائے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَ اَنَّ مَا یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ وَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِیُّ الْكَبِیْرُ ﴿۶۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہ اس لیے کہ اللّٰہ ہی حق ہے اور اس کے سوا جسے پوجتے ہیں وہی باطل ہے اور اس لیے کہ اللّٰہ ہی بلندی بڑائی والا ہے۔

1 ......مدارك، الحج، تحت الآية: ٦١، ص٧٤٦، طبری، الحج، تحت الآية: ٦١، ٩/١٨٣، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ اس لیے ہے کہ اللّٰہ ہی حق ہے اوراس کے سوا جس کی لوگ عبادت کرتے ہیں وہی باطل ہے اوراس لیے کہ اللّٰہ ہی بلندی والا، بڑائی والا ہے۔

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ : یہ اس لیے ہے کہ اللّٰہ ہی حق ہے۔﴾ یعنی یہ مدد فرمانا اس لیے بھی ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ ہی حق والا ہے تو اس کا دین حق ہے اوراس کی عبادت کرنا بھی حق ہے اور مسلمانوں سے چونکہ اللّٰہ تعالیٰ نے مدد کرنے کا سچا وعدہ فرمایا ہے لہٰذا یہ اللّٰہ تعالیٰ کی مدد کے مستحق ہیں اور مشرکین جن بتوں کی عبادت کرتے ہیں وہی باطل ہیں اور وہ عبادت کئے جانے کا کوئی حق نہیں رکھتے اور یہ مدد فرمانا اس لیے بھی ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ ہی اپنی قدرت سے ہر چیز پر غالب ہے، اس کی کوئی شبیہ نہیں اور نہ ہی کوئی اس کی مِثل ہے اور وہ کافروں کی منسوب کردہ ان تمام باتوں سے پاک ہے جو اس کی شان کے لائق نہیں اور وہی عظمت وجلال اور بڑائی والا ہے۔[1]

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً٘ فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ﴿۶۳﴾ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۶۴﴾

ع ٨ | ١٥

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللّٰہ نے آسمان سے پانی اُتارا تو صبح کو زمین ہریالی ہوگئی بیشک اللّٰہ پاک خبردار ہے۔ اسی کا مال ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور بیشک اللّٰہ ہی بے نیاز سب خوبیوں سراہا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللّٰہ نے آسمان سے پانی اتارا تو زمین سرسبز ہوجاتی ہے بیشک اللّٰہ بڑا مہربان، خبردار ہے۔ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اسی کا ہے اور بیشک اللّٰہ ہی بے نیاز، تمام تعریفوں کا مستحق ہے۔

1 ......تفسير قرطبی، الحج، تحت الآية: ٦٢، ٦/٦٩-٧٠، الجزء الثانی عشر.

﴿اَلَمْ تَرَ: کیا تو نے نہ دیکھا۔﴾ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دلالت کرنے والی ایک نشانی دن اور رات کو کم زیادہ کرنا ذکر کی گئی اور اب یہاں سے اللہ تعالیٰ کی قدرت کے مزید دلائل ذکر کئے جارہے ہیں، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ کیا تو نے نہ دیکھا کہ خشک زمین پر جب اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش کا پانی نازل فرماتا ہے تو وہ نباتات سے سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی ایک نشانی ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ پانی کے ذریعے زمین سے نباتات نکال کر اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے اور بارش میں تاخیر ہونے کی وجہ سے جو کچھ ان کے دلوں میں آتا ہے اس سے خبردار ہے۔ [1]

﴿لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ: جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اسی کا ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کا حقیقی مالک وہی ہے اور اس ملکیت میں اُس کا کوئی شریک نہیں اور بیشک اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز سے بے نیاز اور اپنے اَفعال و صِفات میں تمام تعریفوں کا مستحق ہے۔ [2]

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ وَ الْفُلْكَ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ؕ وَ یُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَی الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ﴿٦٥﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ نے تمہارے بس میں کردیا جو کچھ زمین میں ہے اور کشتی کہ دریا میں اس کے حکم سے چلتی ہے اور وہ روکے ہوئے ہے آسمان کو کہ زمین پر نہ گر پڑے مگر اس کے حکم سے بیشک اللہ آدمیوں پر بڑی مہر والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ نے تمہارے قابو میں کردیا جو کچھ زمین میں ہے اور کشتی کو جو دریا میں اس کے حکم سے چلتی ہے اور وہ آسمان کو روکے ہوئے ہے کہ کہیں زمین پر نہ گر پڑے مگر اس کے حکم سے۔ بیشک اللہ لوگوں

1 ......تفسیر کبیر، الحج، تحت الآیة: ٦٣، ٨/٢٤٦، جلالین، الحج، تحت الآیة: ٦٣، ص٢٨٥، ملتقطاً.

2 ......جلالین، الحج، تحت الآیة: ٦٤، ص٢٨٥، روح البیان، الحج، تحت الآیة: ٦٤، ٦/٥٦، ملتقطاً.

پر بڑی مہربانی فرمانے والا، رحم فرمانے والا ہے۔

﴿ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ: کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ نے تمہارے قابو میں کر دیا جو کچھ زمین میں ہے۔﴾ یہاں سے اللہ تعالیٰ اپنے ان احسانات کا ذکر فرما رہا ہے جو اس نے اپنے بندوں پر فرمائے ہیں، چنانچہ آیت کے اس حصے میں ارشاد فرمایا کہ جو کچھ زمین میں ہے اسے اللہ تعالیٰ نے تمہارے قابو میں کر دیا، جیسے پتھر جیسی سخت ترین، لوہے جیسی انتہائی وزنی اور آگ جیسی انتہائی گرم چیز کو تمہارے اختیار میں دے دیا اور جانوروں کو بھی تمہارے لئے مُسَخَّر کر دیا تا کہ تم ان کا گوشت کھا سکو، ان پر سامان وغیرہ لاد سکو، ان پر سواری کر سکو اور ان سے دیگر کام لے سکو۔[1]

ان سب چیزوں کا عملی مشاہدہ ہم اپنی روزمَرہ زندگی میں کرتے رہتے ہیں کہ چھوٹے چھوٹے بچے اونٹ جیسے قوی ہیکل اور گائے جیسے طاقتور جانور کو اس طرح لے کر جا رہے ہوتے ہیں جیسے وہ بچوں کا کوئی کھلونا ہو۔

﴿ وَالْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ: اور کشتی کو جو دریا میں اس کے حکم سے چلتی ہے۔﴾ آیت کے اس حصے میں دوسرے احسان کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ وہ کشتی جو دریا میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے چلتی ہے اسے اللہ تعالیٰ نے تمہارے قابو میں دے دیا اور تمہاری خاطر کشتی چلانے کے لئے ہوا اور پانی کو مُسَخَّر کر دیا۔[2]

﴿ وَيُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ: اور وہ آسمان کو روکے ہوئے ہے کہ کہیں زمین پر نہ گر پڑے۔﴾ یہاں تیسرے احسان کا ذکر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے آسمان کو روکے ہوئے ہے تا کہ وہ زمین پر گر نہ پڑے اور اس نے لوگوں کو جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں وہ ختم نہ ہو جائیں البتہ جب قیامت قائم ہوگی تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے آسمان گر جائے گا۔ آیت کے آخر میں ارشاد فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ لوگوں پر بڑی مہربانی فرمانے والا، رحم فرمانے والا ہے کہ اس نے ان کے لئے دین و دنیا کی مَنفعتوں کے دروازے کھولے اور طرح طرح کے نقصانوں سے انہیں محفوظ کیا۔[3]

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَحْيَاكُمْ ۫ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ۭ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ ﴿٦٦﴾

---

1 ……تفسیر کبیر، الحج، تحت الآية: ٦٥، ٨/٢٤٧.

2 ……تفسیر کبیر، الحج، تحت الآية: ٦٥، ٨/٢٤٧.

3 ……تفسیر کبیر، الحج، تحت الآية: ٦٥، ٨/٢٤٨، بیضاوی، الحج، تحت الآية: ٦٥، ٤/١٣٩، خازن، الحج، تحت الآية: ٦٥، ٣/٣١٦، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہی ہے جس نے تمہیں زندہ کیا پھر تمہیں مارے گا پھر تمہیں جلائے گا بیشک آدمی بڑا ناشکرا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہی ہے جس نے تمہیں زندگی بخشی پھر وہ تمہیں موت دے گا پھر تمہیں زندہ کرے گا بیشک آدمی بڑا ناشکرا ہے۔

﴿وَهُوَ الَّذِیْۤ اَحْیَاكُمْ: اور وہی ہے جس نے تمہیں زندگی بخشی۔﴾ ارشاد فرمایا کہ تمہارا معبود وہی ہے جس نے تمہاری ماؤں کے رحموں میں بے جان نطفے سے پیدا فرما کر تمہیں زندگی بخشی، پھر تمہاری عمریں پوری ہونے پر وہ تمہیں موت دے گا، پھر قیامت کے دن ثواب اور عذاب کے لئے تمہیں دوبارہ زندہ کرے گا، بیشک آدمی بڑا ناشکرا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اتنی نعمتوں کے باوجود اس کی عبادت سے منہ پھیرتا ہے اور بے جان مخلوق کی پوجا کرتا ہے۔ [1]

[illegible]

یہاں آیت میں بڑے ناشکرے انسان سے کافر مراد ہے، البتہ عمومی طور پر دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو یہ عزت، عظمت اور شان عطا فرمائی ہے کہ پہلے اسے جمادات کے عالَم سے نباتات کے عالَم کی طرف منتقل کیا، پھر اسے جانداروں کے عالَم کی طرف منتقل کیا، پھر اسے بولنے اور کلام کرنے کی صلاحیت سے نوازا اور اسے ظاہری و معنوی نعمتیں عطا کیں اور تمام موجود چیزوں کو اس کا خادم بنایا، اس لئے ہر بندے پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو اس کی پسند اور رضا کے کاموں میں استعمال کرکے اُس کے لطف و کرم اور بے پناہ انعامات کا شکر ادا کرے۔

لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوْهُ فَلَا یُنَازِعُنَّكَ فِی الْاَمْرِ وَ ادْعُ اِلٰى رَبِّكَ ؕ اِنَّكَ لَعَلٰى هُدًى مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۶۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ہر امت کے لیے ہم نے عبادت کے قاعدے بنا دیے کہ وہ ان پر چلے تو ہرگز وہ تم سے اس معاملہ

1 ......خازن، الحج، تحت الآية:٦٦، ٣/٣١٦، مدارك، الحج، تحت الآية: ٦٦، ص٧٤٧، جلالين، الحج، تحت الآية: ٦٦، ص٢٨٥، ملتقطاً.

میں جھگڑا نہ کریں اور اپنے رب کی طرف بلاؤ بیشک تم سیدھی راہ پر ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہر امت کے لیےہم نے ایک شریعت بنادی جس پر انہیں عمل کرنا ہےتو ہرگز وہ تم سے اس معاملہ میں جھگڑا نہ کریں اورتم اپنے رب کی طرف بلاؤ بیشک تم سیدھی راہ پر ہو۔

﴿لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ: ہر امت کے لیےہم نے ایک شریعت بنادی۔﴾ یعنی سابقہ دین وملت والوں میں سے ہر امت کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک مخصوص شریعت بنائی تا کہ وہ عبادات اور دیگر معاملات میں اپنے اپنے شرعی قوانین پر عمل کریں، تو اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کے زمانے میں موجود دیگر ملتوں والے ہرگز آپ سے دین کے معاملے میں یہ گمان کر کے جھگڑا نہ کریں کہ اِن لوگوں کی بھی شریعت وہی ہے جو اِن کے آبا وَ اَجداد کی تھی، وہ شریعتیں منسوخ ہونے سے پہلے سابقہ لوگوں کی شریعتیں تھیں جبکہ اِس امت کی جدا گانہ اور مستقل شریعت ہے اور اب قیامت تک ہر ایک کو اسی شریعت پر عمل کرنا ہے۔ اور اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ تمام لوگوں کو اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف بلائیں اور انہیں اُس پر ایمان لانے، اس کا دین قبول کرنے اور اس کی عبادت میں مشغول ہونے کی دعوت دیں، بیشک آپ سیدھی راہ پر ہیں۔ (1)

وَ اِنْ جٰدَلُوْكَ فَقُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۶۸﴾ اَللّٰهُ یَحْكُمُ بَیْنَكُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فِیْمَا كُنْتُمْ فِیْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۶۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر وہ تم سے جھگڑیں تو فرما دو کہ اللہ خوب جانتا ہے تمہارے کوتک۔ اللہ تم میں فیصلہ کردے گا قیامت کے دن جس بات میں اختلاف کررہے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر وہ تم سے جھگڑیں تو فرمادو کہ اللہ خوب جانتا ہے جو تم کررہے ہو۔ اللہ تمہارے درمیان قیامت کے دن اس بات میں فیصلہ کردے گا جس میں تم اختلاف کررہے ہو۔

1 ......روح البیان، الحج، تحت الآیۃ: ۶۷، ۶/ ۵۸.

﴿ وَ اِنْ جٰدَلُوْكَ : اور اگر وہ تم سے جھگڑیں۔ ﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اگر حق ظاہر ہونے اور حجت لازم ہونے کے بعد بھی وہ آپ سے جھگڑا کریں تو آپ ان سے وعید کے طور پر فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ ان باطل کاموں کو خوب جانتا ہے جو تم کر رہے ہو اور وہ تمہیں یہ کام کرنے کی سزا دے گا۔ اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان قیامت کے دن اس بات میں فیصلہ کر دے گا جس میں تم اختلاف کر رہے ہو، تو اس وقت تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ حق کیا تھا اور باطل کیا ہے۔ [1]

ہر باتونی اور جھگڑالو سے مناظرہ نہیں کرنا چاہیے

اس سے معلوم ہوا کہ ہر باتونی اور جھگڑالو سے مناظرہ نہیں کرنا چاہیے اور یہ بات اس واقعے سے مزید مضبوط ہو جاتی ہے کہ جب شیطان نے حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو سجدہ نہ کرنے پر دلائل پیش کئے تو اللہ تعالیٰ نے اس کے دلائل کا جواب نہ دیا بلکہ اس سے فرمایا:

فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِیْمٌ [2] — ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو جنت سے نکل جا کیونکہ تو مردود ہے۔

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد قرطبی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں اس آیت میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے بندوں کو بڑا عمدہ ادب سکھایا ہے کہ جو شخص محض تَعَصُّب اور جھگڑا کرنے کے شوق میں تم سے مناظرہ کرنا چاہے تو اسے کوئی جواب نہ دو اور نہ اس کے ساتھ مناظرہ کرو بلکہ اس کی تمام باتوں کے جواب میں صرف وہ بات کہہ دو جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو سکھائی ہے۔ [3]

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ فِیْ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرٌ ۝۷۰

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تو نے نہ جانا کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے بیشک یہ سب ایک کتاب میں

1 ...... روح البيان، الحج، تحت الآية: ٦٨-٦٩، ٦/٥٨، تفسير كبير، الحج، تحت الآية: ٦٨-٦٩، ٨/٢٤٩، ملتقطاً.

2 ...... حجر: ٣٤.

3 ...... قرطبى، الحج، تحت الآية: ٦٩، ٦/٧٢، الجزء الثانى عشر.

ہے بیشک یہ اللہ پرآسان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تجھے معلوم نہیں کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے بیشک یہ سب ایک کتاب میں ہے بیشک یہ اللہ پر بہت آسان ہے۔

﴿اَلَمْ تَعْلَمْ : کیا تجھے معلوم نہیں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے بندے! کیا تجھے معلوم نہیں کہ آسمانوں اور زمین میں کوئی چیز اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں، وہ ہر چیز کو جانتا ہے اور ان چیزوں میں کفار کی باتیں اور ان کے اعمال بھی داخل ہیں، بیشک آسمانوں اور زمین کی ہر چیز ایک کتاب لوحِ محفوظ میں لکھی ہوئی ہے اور بیشک ان سب چیزوں کا علم اور تمام موجودات کو لوحِ محفوظ میں ثبت فرمانا اللہ تعالیٰ پر بہت آسان ہے۔[1]

وَ یَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّ مَا لَیْسَ لَهُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَ مَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ نَّصِیْرٍ ﴿۷۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ کے سوا ایسوں کو پوجتے ہیں جن کی کوئی سند اس نے نہ اتاری اور ایسوں کو جن کا خود انہیں کچھ علم نہیں اور ستم گاروں کا کوئی مددگار نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (مشرک) اللہ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہیں جن کی کوئی دلیل اللہ نے نہیں اتاری اور جن کا خود انہیں بھی کچھ علم نہیں اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

﴿وَ یَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ: اور اللہ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہیں۔﴾ اس آیت میں کفار کی جہالت بیان فرمائی جا رہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کی بجائے بتوں کی پوجا کرتے ہیں اور ان کے پاس اپنے اس فعل کی نہ کوئی عقلی دلیل ہے نہ نقلی بلکہ محض جہالت اور نادانی کی وجہ سے گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں اور جو کسی طرح بھی پوجے جانے کے

1 ......تفسیر کبیر، الحج، تحت الآیۃ: ۷۰، ۸/۲۵۰، روح البیان، الحج، تحت الآیۃ: ۷۰، ۶/۵۸، ملتقطاً.

مستحق نہیں اسے پوجتے ہیں، یہ شدید ظلم ہے اور جو شرک کر کے اپنی جان پر ظلم کرتا ہے اس کا کوئی مددگار نہیں جو اسے اللہ تعالیٰ کے اُس عذاب سے بچاسکے جس کا یہ شرک کرنے کی وجہ سے مستحق ہوا۔ (1)

وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ ؕ يَكَادُوْنَ يَسْطُوْنَ بِالَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ؕ قُلْ اَفَاُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ اَلنَّارُ ؕ وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۷۲﴾

ع ٩ / ٨ / ١٦

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب ان پر ہماری روشن آیتیں پڑھی جائیں تو تم ان کے چہروں پر بگڑنے کے آثار دیکھو گے جنہوں نے کفر کیا قریب ہے کہ لپٹ پڑیں ان کو جو ہماری آیتیں ان پر پڑھتے ہیں تم فرمادو کیا میں تمہیں بتادوں جو تمہارے اس حال سے بھی بدتر ہے وہ آگ ہے اللہ نے اس کا وعدہ دیا ہے کافروں کو اور کیا ہی بری پلٹنے کی جگہ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب ان پر ہماری روشن آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے تو تم کافروں کے چہروں میں ناپسندیدگی کے آثار دیکھو گے۔ قریب ہے کہ انہیں لپٹ جائیں جو اُن کے سامنے ہماری آیتیں پڑھتے ہیں۔ تم فرمادو: کیا میں تمہیں وہ چیز بتادوں جو تمہیں اِس سے زیادہ ناپسند ہے؟ وہ آگ ہے۔ اللہ نے کافروں سے اس کا وعدہ کیا ہے اور وہ کیا ہی بری پلٹنے کی جگہ ہے۔

﴿وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ: اور جب ان پر ہماری روشن آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ جہالت کے ساتھ ساتھ کافروں کا حال یہ ہے کہ جب ان کے سامنے ہماری روشن آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے اور قرآنِ کریم انہیں سنایا جاتا ہے جس میں اَحکام کا بیان اور حلال وحرام کی تفصیل ہے تو تمہیں کافروں کے چہروں میں ناپسندیدگی کے آثار واضح طور پر نظر آئیں گے اور غیظ وغضب سے ان کا حال یہ ہوتا ہے کہ جو ان کے سامنے ہماری آیتیں پڑھتے ہیں، انہیں لپٹ جانے پر تیار ہو جاتے ہیں۔ اے حبیب! صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، آپ ان کافروں سے فرمادیں: کیا میں

(1) ......مدارك، الحج، تحت الآية: ٧١، ص٧٤٨، روح البيان، الحج، تحت الآية: ٧١، ٦/٥٩، ملتقطاً.

تمہیں وہ چیز بتادوں جو تمہیں اُس غیظ اور ناگواری سے بھی زیادہ ناپسند ہے جو قرآنِ پاک سن کر تم میں پیدا ہوتی ہے۔؟ وہ جہنم کی آگ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کافروں سے اس کا وعدہ کیا ہے اور وہ کیا ہی بری پلٹنے کی جگہ ہے۔[1]

دل کا آئینہ اور مومن کی علامت

اس آیت سے معلوم ہوا کہ چہرہ دل کا آئینہ ہے کیونکہ دل کے آثار چہرے پر نمودار ہوتے ہیں۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ **اللہ** تعالیٰ کی حمد اور حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نعت شریف سن کر چہرے پر خوشی کے آثار نمودار ہونا مومن ہونے کی علامت ہے اور حمد و نعت سن کر منہ بگاڑنا کفار کا طریقہ ہے۔

جنت اور جہنم کی طرف لے جانے والے اعمال

یاد رہے کہ توحید و رسالت کا اقرار کرنا افضل ترین نعمت اور اعلیٰ ترین عمل ہے کیونکہ اس کی وجہ سے بندے کو ابدی سعادت حاصل ہوگی اور بندہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کی رحمت سے جنت کی عمدہ ترین نعمتوں سے لطف اندوز ہوگا جبکہ توحید و رسالت کا انکار کرنا اور کفر و شرک کا اِرتکاب کرنا ایسے بدترین اعمال ہیں کہ ان کی وجہ سے بندہ ہمیشہ کے لئے بدبخت بن جاتا ہے اور اسے جہنم کے انتہائی دردناک عذابات میں مبتلا ہونا پڑے گا، لہٰذا ہر عقلمند انسان کو چاہئے کہ وہ ان تمام اَقوال، اَفعال اور اَعمال سے بچے جو کفر و شرک اور توحید و رسالت کے انکار کی طرف لے جاتے ہیں اور اسے چاہئے کہ توحید و رسالت کا اقرار کرنے والوں کی صحبت اختیار کرے، اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں سے محبت کرے، اسلام کے دیئے ہوئے احکامات پر عمل کرے اور منع کردہ کاموں سے بچے، نیز گمراہوں اور بدمذہبوں کی صحبت سے دور بھاگے اور انہیں خود سے دور رکھے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ان سے بغض رکھے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ﴿۷۳﴾

---

1 ......تفسیر کبیر، الحج، تحت الآیۃ: ٧٢، ٨/٢٥٠-٢٥١، روح البیان، الحج، تحت الآیۃ: ٧٢، ٦/٥٩-٦٠، ملتقطاً۔

مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ ﴿۷۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے لوگو! ایک کہاوت فرمائی جاتی ہے اسے کان لگا کر سنو وہ جنہیں اللّٰہ کے سوا تم پوجتے ہو ایک مکھی نہ بنا سکیں گے اگرچہ سب اس پر اکٹھے ہو جائیں اور اگر مکھی ان سے کچھ چھین کر لے جائے تو اس سے چھڑا نہ سکیں کتنا کمزور چاہنے والا اور وہ جس کو چاہا۔ اللّٰہ کی قدر نہ جانی جیسی چاہیے تھی بیشک اللّٰہ قوت والا غالب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے لوگو! ایک مثال بیان کی گئی ہے تو اسے کان لگا کر سنو، بیشک اللّٰہ کے سوا جن کی تم عبادت کرتے ہو وہ ہرگز ایک مکھی (بھی) پیدا نہیں کر سکیں گے اگرچہ سب اس کیلئے جمع ہو جائیں اور اگر مکھی ان سے کچھ چھین کر لے جائے تو اس سے چھڑا نہ سکیں گے۔ کتنا کمزور ہے چاہنے والا اور وہ جسے چاہا گیا۔ انہوں نے اللّٰہ کی قدر نہ کی جیسا اس کی قدر کا حق ہے، بیشک اللّٰہ قوت والا، غلبے والا ہے۔

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ: اے لوگو! ایک مثال بیان کی گئی ہے۔﴾ گزشتہ آیات میں بیان کیا گیا کہ بتوں کی عبادت کرنے پر مشرکین کے پاس کوئی عقلی و نقلی دلیل نہیں ہے بلکہ یہ محض جہالت اور بیوقوفی کی وجہ سے ایسا کر رہے ہیں اور اس آیت میں ایک مثال کے ذریعے بتوں کی عبادت کا باطل ہونا بیان کیا جا رہا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! ایک مثال بیان کی گئی ہے، تو اسے کان لگا کر سنو اور اس میں خوب غور کرو، وہ مثال یہ ہے کہ اللّٰہ تعالٰی کی عبادت کرنے کی بجائے جن بتوں کی تم عبادت کرتے ہو، ان کے عاجز اور بے قدرت ہونے کا یہ حال ہے کہ وہ ہرگز ایک انتہائی چھوٹی سی چیز مکھی بھی پیدا نہیں کر سکیں گے اگرچہ سب مکھی پیدا کرنے کے لئے جمع ہو جائیں تو عقلمند انسان کو یہ زیبا کب دیتا ہے کہ وہ ایسے عاجز اور بے قدرت کو معبود ٹھہرائے، ایسے کو پوجنا اور معبود قرار دینا کتنی انتہا درجے کی جہالت ہے! اور اگر مکھی ان سے وہ شہد و زعفران وغیرہ چھین کر لے جائے جو مشرکین بتوں کے منہ اور سروں پر ملتے ہیں اور ان پر مکھیاں بیٹھتی ہیں تو وہ بت مکھی سے شہد و زعفران چھڑا نہ سکیں گے تو ایسے بے بس کو خدا بنانا اور معبود ٹھہرانا کتنا عجیب اور عقل سے دور ہے۔[1]

﴿ضَعُفَ الطَّالِبُ وَ الْمَطْلُوْبُ: کتنا کمزور ہے چاہنے والا اور وہ جس کو چاہا گیا۔﴾ آیت کے اس حصے میں چاہنے والے

---

1 ......خازن، الحج، تحت الآیة: ۷۳، ۳/۳۱۷، جلالین، الحج، تحت الآیة: ۷۳، ص۲۸۶، ملتقطاً.

سے بت پرست اور چاہے ہوئے سے بت مراد ہے، یا چاہنے والے سے مکھی مراد ہے جو بت پر سے شہد و زعفران کی طالب ہے اور مطلوب سے بت مراد ہے، اور بعض مفسرین نے کہا ہے کہ طالب سے بت مراد ہے اور مطلوب سے مکھی۔ (1)

اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے اس کی اجازت سے عاجز و بے بس نہیں

یاد رہے کہ اس آیت کا تعلق اللہ تعالیٰ کے انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اولیاء رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِم سے نہیں ہے، یہ عاجز اور بے بس نہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی اجازت اور قدرت سے مخلوق کو نفع پہنچانے اور ان سے نقصان دور کرنے کا اختیار رکھتے ہیں حتّٰی کہ ان میں سے بعض کو مردوں کو زندہ کرنے کی قدرت بھی عطا ہوتی ہے، جیسا کہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا یہ فرمان خود قرآنِ پاک میں موجود ہے کہ

اَنِّیْۤ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّیْنِ كَهَیْـٴَـةِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَكُوْنُ طَیْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِۚ وَ اُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَ الْاَبْرَصَ وَ اُحْیِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ (2)

ترجمۂ کنزالعرفان: میں تمہارے لئے مٹی سے پرندے جیسی ایک شکل بناتا ہوں پھر اس میں پھونک ماروں گا تو وہ اللہ کے حکم سے فوراً پرندہ بن جائے گی اور میں پیدائشی اندھوں کو اور کوڑھ کے مریضوں کو شفا دیتا ہوں اور میں اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کرتا ہوں۔

یہ آیت بتوں کے بارے میں ہے اور اس میں ان کا عاجز اور بے بس ہونا بیان کیا گیا ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کے اَنبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اَولیاء رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِم پر چسپاں کرنا خارجیوں اور ان کی پیروی کرنے والوں کا کام ہے۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا خارجیوں کو اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے بدتر قرار دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ جو آیات کفار کے بارے میں نازل ہوئی ہیں یہ ان آیات کو مومنین پر چسپاں کر دیتے ہیں۔ (3)

﴿مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ: انہوں نے اللہ کی قدر نہ کی جیسا اس کی قدر کا حق ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ جنہوں نے عاجز و بے بس اور مکھی سے بھی کمزور بتوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرایا انہوں نے اللہ تعالیٰ کی ویسی قدر نہ کی جیسا اس کی قدر کا حق ہے اور اس کی عظمت نہ پہچانی، حقیقی معبود وہی ہے جو کامل قدرت رکھے اور بیشک اللہ تعالیٰ قوت والا اور غلبے والا ہے۔ (4)

1. ......خازن، الحج، تحت الآیة: ۷۳، ۳/۳۱۷.
2. ......ال عمران: ۴۹.
3. ......بخاری، کتاب استتابة المرتدین والمعاندین وقتالهم، باب قتل الخوارج والملحدین بعد اقامة الحجّة علیهم، ۴/۳۸۰.
4. ......مدارك، الحج، تحت الآیة: ۷۴، ص۷۴۹.

اَللّٰهُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓىٕكَةِ رُسُلًا وَّ مِنَ النَّاسِؕ-اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌۚ(۷۵) یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْؕ-وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ(۷۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ چن لیتا ہے فرشتوں میں سے رسول اور آدمیوں میں سے بیشک اللہ سنتا دیکھتا ہے۔ جانتا ہے جو ان کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے اور سب کاموں کی رجوع اللہ کی طرف ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ فرشتوں میں سے اور آدمیوں میں سے رسول چن لیتا ہے، بیشک اللہ سننے والا، جاننے والا ہے۔ وہ جانتا ہے جو ان کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے اور سب کام اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔

﴿اَللّٰهُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓىٕكَةِ رُسُلًا وَّ مِنَ النَّاسِ: اللہ فرشتوں میں سے اور آدمیوں میں سے رسول چن لیتا ہے۔﴾ گزشتہ آیات میں توحید کا بیان تھا اور اس آیت میں رسالت کا بیان کیا جا رہا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ فرشتوں اور انسانوں میں سے جسے چاہتا ہے اسے رسالت کا منصب عطا فرما دیتا ہے۔ فرشتوں میں مثلاً حضرت جبرئیل، میکائیل، اسرافیل، عزرائیل عَلَیْهِمُ السَّلَام اور انسانوں میں حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام اور سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ۔ **شانِ نزول:** یہ آیت ان کفار کے رد میں نازل ہوئی جنہوں نے بشر کے رسول ہونے کا انکار کیا اور کہا تھا کہ بشر کیسے رسول ہو سکتا ہے؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ مالک ہے جسے چاہے اپنا رسول بنائے، وہ انسانوں میں سے بھی رسول بناتا ہے اور ملائکہ میں سے بھی جنہیں چاہے۔[1]

حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر رسالت کا سلسلہ ختم ہو گیا

یہاں ایک اہم بات یاد رہے کہ انسانوں کی ہدایت کیلئے ان میں سے ہی بعض کو منصبِ رسالت کے لئے چن لینا اللہ تعالیٰ کی قدیم عادت ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تشریف آوری کے بعد بھی لوگوں کو رسالت کے عظیم منصب کے لئے چنتا رہے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نبوت و رسالت کیلئے جنہیں چننا تھا چن لیا اور جنہیں چن لیا وہ دائمی نبی اور رسول ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر

[1] ……خازن، الحج، تحت الآية: ٧٥، ٣/٣١٧-٣١٨، مدارك، الحج، تحت الآية: ٧٥، ص٧٤٩، ملتقطاً.

نبوت و رسالت کا منصب ختم فرما دیا ہے لہٰذا ان کی تشریف آوری کے بعد نبوت و رسالت کا سلسلہ اختتام پزیر ہو گیا اور اب قیامت تک کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے آخری نبی ہونے کے بارے میں اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَؕ-وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: محمد تمہارے مَردوں میں کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن اللّٰہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے آخر میں تشریف لانے والے ہیں اور اللّٰہ سب کچھ جاننے والا ہے۔

اور صحیح بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''بنی اسرائیل میں انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام حکومت کیا کرتے تھے، جب ایک نبی کا وصال ہوتا تو دوسرا نبی ان کا خلیفہ ہوتا، (لیکن یاد رکھو!) میرے بعد ہرگز کوئی نبی نہیں ہے، ہاں عنقریب خلفاء ہوں گے اور کثرت سے ہوں گے۔[2]

اور سنن ترمذی میں حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''بے شک رسالت و نبوت ختم ہو گئی، تو میرے بعد نہ کوئی رسول ہے اور نہ ہی نبی۔[3]

﴿**یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ:** وہ جانتا ہے جو ان کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے۔﴾ یعنی اللّٰہ تعالیٰ دنیا کے اُمور کو بھی جانتا ہے اور آخرت کے اُمور کو بھی، یا اس سے مراد یہ ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ لوگوں کے گزرے ہوئے اعمال کو بھی جانتا ہے اور آئندہ کے احوال کا بھی علم رکھتا ہے۔[4]

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَ اسْجُدُوْا وَ اعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَ افْعَلُوا الْخَیْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۩ﮧ (٧٧)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو! رکوع اور سجدہ کرو اور اپنے رب کی بندگی کرو اور بھلے کام کرو اس امید پر کہ تمہیں چھٹکارا ہو۔

السجدة عند الامام الشافعی علیه رحمة الله الکافی

1 ......احزاب: ٤٠.
2 ......بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب ما ذکر عن بنی اسرائیل، ٢/٤٦١، الحدیث: ٣٤٥٥.
3 ......ترمذی، کتاب الرؤیا عن رسول الله صلی الله علیه وسلم، باب ذهبت النبوّة... الخ، ٤/١٢١، الحدیث: ٢٢٧٩.
4 ......مدارك، الحج، تحت الآیة: ٧٦، ص٧٤٩.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! رکوع اور سجدہ کرو اور اپنے رب کی عبادت کرو اور اچھے کام کرو اس امید پر کہ تم فلاح پاجاؤ۔

﴿ **یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَ اسْجُدُوْا: اے ایمان والو! رکوع اور سجدہ کرو۔** ﴾ اس آیت میں **اللہ تعالیٰ** نے مسلمانوں کو 3 اَحکام دیئے ہیں،

(1)......**نماز پڑھو۔** کیونکہ نماز کے سب سے افضل ارکان رکوع اور سجدہ ہیں اور یہ دونوں نماز کے ساتھ خاص ہیں تو ان کا ذکر گویا کہ نماز کا ذکر ہے۔

(2)......**اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔** اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ تم اپنے رب کی عبادت کرو اور اس کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرو۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ **اللہ تعالیٰ** نے جو کام کرنے کا حکم دیا ہے اور جن کاموں سے منع کیا ہے، ان سب (پر عمل کرنے کی صورت) میں اپنے رب کی عبادت کرو۔ تیسرا مطلب یہ ہے کہ رکوع، سجدہ اور دیگر نیک اعمال کو اپنے رب کی عبادت کے طور پر کرو کیونکہ عبادت کی نیت کے بغیر فقط ان افعال کو کرنا کافی نہیں۔

(3)......**نیک کام کرو۔** حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا فرماتے ہیں ان سے مراد صلہ رحمی کرنا اور دیگر اچھے اَخلاق ہیں۔

آیت کے آخر میں فرمایا کہ تم یہ سب کام اس امید پر کرو کہ تم جنت میں داخل ہو کر فلاح و کامیابی پاجاؤ اور تمہیں جہنم سے چھٹکارا نصیب ہو جائے۔ (1)

نیک اعمال کس امید پر کرنے چاہئیں؟

اس آیت سے معلوم ہوا کہ بندہ عبادات اور نیک اعمال ضرور کرے کہ یہ **اللہ تعالیٰ** کا حکم ہے لیکن ان عبادات و نیک اعمال کی وجہ سے یہ ذہن نہ بنائے کہ اب اس کی بخشش و مغفرت یقینی ہے بلکہ اس امید پر اخلاص کے ساتھ اور **اللہ تعالیٰ** کی رضا کے لئے نیک کام کرے کہ ان کی برکت سے **اللہ تعالیٰ** اس پر اپنا فضل و رحمت فرمائے گا اور اپنی رحمت سے جہنم کے عذاب سے چھٹکارا اور جنت میں داخلہ نصیب فرمائے گا۔

سورۂ حج کی آیت نمبر 77 سے متعلق ایک اہم شرعی مسئلہ

یاد رہے کہ اَحناف کے نزدیک سورۂ حج کی اس آیت کو پڑھنے یا سننے سے سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوتا کیونکہ

---

1 ......تفسیر کبیر، الحج، تحت الآیة: ۷۷، ۸/۲۵۴، مدارك، الحج، تحت الآیة: ۷۷، ص۷۴۹-۷۵۰، ملتقطاً.

اس میں سجدے سے مراد نماز کا سجدہ ہے، البتہ اگر کسی حنفی نے شافعی مذہب سے تعلق رکھنے والے امام کی اقتدا کی اور اُس نے اِس موقع پر سجدہ کیا تو اُس کی پیروی میں مقتدی پر بھی واجب ہے۔[1]

وَ جَاهِدُوْا فِی اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖؕ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَ مَا جَعَلَ عَلَیْكُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍؕ مِلَّةَ اَبِیْكُمْ اِبْرٰهِیْمَؕ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِیْنَ ﳔ مِنْ قَبْلُ وَ فِیْ هٰذَا لِیَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِیْدًا عَلَیْكُمْ وَ تَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ۚۖ فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِؕ هُوَ مَوْلٰىكُمْۚ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَ نِعْمَ النَّصِیْرُ۠(۷۸)

ع ۱۰ / ۱۷

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللّٰہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا حق ہے جہاد کرنے کا اس نے تمہیں پسند کیا اور تم پر دین میں کچھ تنگی نہ رکھی تمہارے باپ ابراہیم کا دین اللّٰہ نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے اگلی کتابوں میں اور اس قرآن میں تاکہ رسول تمہارا نگہبان و گواہ ہو اور تم اور لوگوں پر گواہی دو تو نماز برپا رکھو اور زکوٰۃ دو اور اللّٰہ کی رسّی مضبوط تھام لو وہ تمہارا مولیٰ ہے تو کیا ہی اچھا مولیٰ اور کیا ہی اچھا مددگار۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللّٰہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا جہاد کرنے کا حق ہے۔ اس نے تمہیں منتخب فرمایا اور تم پر دین میں کچھ تنگی نہ رکھی جیسے تمہارے باپ ابراہیم کے دین (میں کوئی تنگی نہ تھی)۔ اس نے پہلی کتابوں میں اور اس قرآن میں تمہارا نام مسلمان رکھا ہے تاکہ رسول تم پر نگہبان و گواہ ہو اور تم دوسرے لوگوں پر گواہ ہو جاؤ تو نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور اللّٰہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو، وہ تمہارا دوست ہے تو کیا ہی اچھا دوست اور کیا ہی اچھا مددگار ہے۔

[1] ...... بہارِ شریعت، حصہ چہارم، سجدۂ تلاوت کا بیان، ۱/۷۲۹۔

﴿ وَجَاهِدُوْا فِی اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ: اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا جہاد کرنے کا حق ہے۔﴾ اس آیت میں چند باتیں ارشاد فرمائی گئیں۔

(1)......ارشاد فرمایا کہ اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں اس کے دین کے دشمنوں کے ساتھ ایسے جہاد کرو جیسے جہاد کرنے کا حق ہے کہ اس میں تمہاری نیت سچی اور خالص ہو اور تمہارا یہ عمل دینِ اسلام کی سربلندی کے لئے ہو۔

(2)......اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنے دین اور عبادت کیلئے منتخب فرمایا تو اس سے بڑا رتبہ اور اس سے بڑی سعادت اور کیا ہے۔

(3)......اللہ تعالیٰ نے تم پر دین میں کچھ تنگی نہ رکھی بلکہ ضرورت کے موقعوں پر تمہارے لئے سہولت کر دی جیسے کہ سفر میں نماز قَصر کرنے اور روزہ نہ رکھنے کی اجازت دے دی اور پانی نہ پانے یا پانی کے نقصان پہنچانے کی حالت میں غسل اور وضو کی جگہ تیمّم کی اجازت دی، تو تم دین کی پیروی کرو۔

(4)......تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کا دین ایسے آسان ہے جیسے حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کا دین آسان تھا اور حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کا دین حضور اقدس صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے دین میں داخل ہے۔

(5)......اللہ تعالیٰ نے پہلی کتابوں میں اور اس قرآن میں دینِ اسلام کو ماننے والوں کا نام مسلمان رکھا ہے تاکہ قیامت کے دن رسول تم پر نگہبان و گواہ ہو کہ انہوں نے تمہارے پاس خدا کا پیام پہنچا دیا اور تم دوسرے لوگوں پر گواہ ہو جاؤ کہ انہیں ان رسولوں نے اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچا دیئے۔

(6)......اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہ عزت و کرامت عطا فرمائی ہے تو تم پابندی کے ساتھ نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ تعالیٰ کے دین کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور اس کے دین پر قائم رہو، وہ تمہارا مالک و ناصر ہے اور تمہارے تمام اُمور کا انتظام فرمانے والا ہے، تو وہ کتنا اچھا مولیٰ ہے اور کیا ہی اچھا مددگار ہے۔[1]

نفس و شیطان کے خلاف جہاد کی ترغیب

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے دین کے دشمنوں کے ساتھ ساتھ نفس، خواہشات اور شیطان کے خلاف جہاد کرنا بھی داخل ہے اور شیطان کی انسان دشمنی اور اس کے مقصد سے خبردار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ؕ ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک شیطان تمہارا دشمن ہے تو تم

[1]......خازن، الحج، تحت الآية: ۷۸، ۳/۳۱۹، مدارك، الحج، تحت الآية: ۷۸، ص ۷۵۰، ملتقطاً.

اِنَّمَا یَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِیَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ (1)

بھی اسے دشمن سمجھو، وہ تو اپنے گروہ کو اسی لیے بلاتا ہے تاکہ وہ بھی دوزخیوں میں سے ہو جائیں۔

اور نفسانی خواہشات کی پیروی سے رکنے والے کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰىۙ(۴۰) فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰى (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرا اور نفس کو خواہش سے روکا۔ تو بیشک جنت ہی ٹھکانا ہے۔

حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، کچھ لوگ جہاد سے واپسی پر حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’تم آ گئے، خوش آمدید! اور تم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف آئے ہو۔ انہوں نے عرض کی: بڑا جہاد کیا ہے؟ ارشاد فرمایا ’’بندے کا اپنی خواہشوں سے جہاد کرنا۔ (3)

حضرت فضالہ بن عبید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’مجاہد وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں اپنے نفس سے لڑتا ہے۔ (4)

حضرت یحییٰ بن معاذ رازی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: انسان کے دشمن تین ہیں: **(1)** اس کی دنیا۔ **(2)** شیطان۔ **(3)** نفس۔ لہٰذا دنیا سے بے رغبتی اختیار کر کے اس سے بچو، شیطان کی مخالفت کر کے اس سے محفوظ رہو اور خواہشات کو چھوڑ دینے کے ذریعے نفس سے حفاظت میں رہو۔ (5)

اللہ اللہ کے نبی سے فریاد ہے نفس کی بدی سے
دن بھر کھیلوں میں خاک اڑائی لاج آئی نہ ذرّوں کی ہنسی سے
شب بھر سونے ہی سے غرض تھی تاروں نے ہزار دانت پیسے
ایمان پہ موت بہتر او نفس تیری ناپاک زندگی سے

---

(1) ......فاطر:٦.

(2) ......نازعات:٤٠، ٤١.

(3) ......الزهد الكبير للبيهقي، فصل في ترك الدنيا ومخالفة النفس، ص١٦٥، الحديث: ٣٧٣.

(4) ......مسند امام احمد، مسند فضالة بن عبيد الانصاري رضي الله عنه، ٢٤٩/٩، الحديث: ٢٤٠١٣.

(5) ......احياء علوم الدين، كتاب رياضة النفس وتهذيب الاخلاق، بيان شواهد النقل من ارباب البصائر... الخ، ٨١/٣.

پارہ نمبر...... 18

سُوْرَۃُ الْمُؤْمِنُوْن

سورۂ مؤمنون کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ مؤمنون مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔[1]

آیات، کلمات اور حروف کی تعداد

اس میں **6** رکوع، **118** آیتیں، **1840** کلمے اور **4802** حروف ہیں۔[2]

"مؤمنون" نام رکھنے کی وجہ

اس سورت کی ابتداء میں مومنوں کی کامیابی، ان کے اوصاف اور آخرت میں ان کی جزاء بیان کی گئی ہے، اس مناسبت سے اس سورت کا نام ''سورۂ مؤمنون'' رکھا گیا ہے۔

سورۂ مؤمنون کی فضیلت

حضرت یزید بن بابنوس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ ہم نے حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے عرض کی: اے اُمُّ المؤمنین! رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا، حضورِ پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اَخلاق کیسے تھے؟ ارشاد فرمایا: حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا خُلق قرآن تھا، پھر فرمایا: ''تم سورۂ مؤمنون پڑھتے ہو تو پڑھو۔ چنانچہ انہوں نے **"قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ"** سے لے کر دس آیتیں پڑھیں تو حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے فرمایا: ''رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اَخلاق ایسے ہی تھے۔[3]

سورۂ مؤمنون کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں خالق کے وجود، اس کی وحدانیت، نبوت و رسالت کے ثبوت اور

---

1 ......خازن، تفسیر سورة المؤمنين، ۳/۳۱۹.

2 ......خازن، تفسير سورة المؤمنين، ۳/۳۱۹.

3 ......مستدرك، كتاب التفسير، تفسير سورة المؤمنون، خلق الله جنّة عدن... الخ، ۳/۱۵۳، الحديث: ۳۳۳۵.

موت کے بعد زندہ کئے جانے پرمختلف دلائل کے ساتھ کلام کیا گیا ہے، اوراس سورت میں یہ مضامین بیان کئے گئے ہیں :

(1)......اس سورت کی ابتدا میں 7 اَوصاف کے حامل مومنوں کو آخرت میں کامیاب ہونے کی بشارت سنائی گئی اور آخرت میں انہیں ملنے والی عظیم جزا فردوس کی میراث بیان کی گئی۔

(2)......اللہ تعالیٰ کے وجود، اس کی وحدانیت اور قدرت پر انسان کی مختلف مراحل میں تخلیق، آسمانوں کو کسی سابقہ مثال کے بغیر پیدا کرنے، باغات اور نباتات کی نشوونما کے لئے آسمان کی طرف سے پانی نازل کرنے، انسان کے لئے مختلف مَنافع والے جانور پیدا کرنے اور سامان کی نقل وحمل اور سواری کے لئے کشتیوں کو انسان کے تابع کرنے کے ساتھ اِستدلال کیا گیا ہے۔

(3)......مشرکین کی طرف سے پہنچنے والی اَذِیَّتوں پر اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دینے کیلئے اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح، حضرت ہود، حضرت موسیٰ، حضرت ہارون، حضرت عیسیٰ عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کی والدہ حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے واقعات بیان فرمائے۔

(4)......دینِ اسلام قبول کرنے سے تکبر کرنے پر نیز اللہ تعالیٰ کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف جنون اور جادوگر ہونے وغیرہ کی نسبت کرنے پر، اور سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رسالت پر ایمان نہ لانے کی وجہ سے کفارِ مکہ کو سرزنش کی گئی اور عذاب کی وعید سنائی گئی اور انہیں قیامت کے دن پہنچنے والے عذاب اور سختی کی خبر دی گئی اوران کے سامنے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے پر مختلف دلائل پیش کئے گئے۔

(5)......انہی آیات کے ضمن میں انسان پر کی گئی نعمتوں کے ذریعے اسے نصیحت کی گئی اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا انکار کرنے، اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرنے اور اللہ تعالیٰ کے شریک ٹھہرانے کا شدید رد کیا گیا۔

(6)......حساب کے وقت کی شدّتیں اور ہَولناکیاں بیان کی گئیں۔
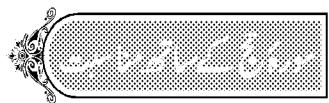
(7)......قیامت کے دن لوگوں کو سعادت منداور بد بخت دوگروہوں میں تقسیم کر دیئے جانے کا ذکر کیا گیا۔

(8)......اس دن نسب کے فائدہ مند نہ ہونے کو بیان کیا گیا اور کفار کی دنیا کی طرف لوٹ جانے اور نیک اعمال بجا لانے کی تمنا بیان کی گئی۔

(9)......مسلمانوں پر ہنسنے اوران کا مذاق اڑانے پر کفار کو سرزنش کی گئی اوران سے دنیا میں ٹھہرنے کی مدت کے بارے

میں سوال کیا گیا۔

(10)......بتوں کی پوجا کرنے والوں کے خسارے اور نیک اعمال کرنے والے اہلِ ایمان کی نجات اور ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ومغفرت کا ذکر کیا گیا۔

سورۂ حج کے ساتھ مناسبت

سورۂ مؤمنون کی اپنے سے ماقبل سورت ’’حج‘‘ کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سورۂ حج کے آخر میں مسلمانوں کو اُخروی کامیابی حاصل ہونے کی امید پر اچھے اعمال کرنے کا حکم دیا گیا اور سورۂ مؤمنون کی ابتداء میں وہ اچھے کام بتا دیئے گئے جن سے مسلمان اخروی کامیابی حاصل کرسکتے ہیں۔ (1)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

قَدۡ اَفۡلَحَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ۙ﴿۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک مراد کو پہنچے ایمان والے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ایمان والے کامیاب ہوگئے۔

﴿قَدۡ اَفۡلَحَ: بیشک کامیاب ہوگئے۔﴾ اس آیت میں ایمان والوں کو بشارت دی گئی ہے کہ بے شک وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنے مقصد میں کامیاب ہوگئے اور ہمیشہ کے لئے جنت میں داخل ہوکر ہر ناپسندیدہ چیز سے نجات پاجائیں گے۔ (2)

1 ......تناسق الدرر، سورة المؤمنون، ص۱۰۳.

2 ......تفسیر کبیر، المؤمنون، تحت الآیة: ۱، ۲۵۸/۸، روح البیان، المؤمنون، تحت الآیة: ۱، ۶۶/۶، ملتقطاً.

حقیقی کامیابی حاصل کرنے کے لئے ایمان پر خاتمہ ضروری ہے

یاد رہے کہ ہر ایک نے موت کا کڑوا ترین ذائقہ چکھ کر اس دنیا سے کوچ کرنا ہے اور قیامت کے دن سب کو اپنے اعمال کا بدلہ پانا ہے اور جسے اس دن جہنم کے دردناک عذابات سے بچا لیا گیا اور بے مثل نعمتوں کی جگہ جنت میں داخل کر دیا گیا وہی حقیقی طور پر کامیاب ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

كُلُّ نَفْسٍ ذَآىٕقَةُ الْمَوْتِؕ وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِؕ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے اور قیامت کے دن تمہیں تمہارے اجر پورے پورے دیئے جائیں گے تو جسے آگ سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا تو وہ کامیاب ہو گیا۔

اور جہنم سے بچنے اور جنت میں داخلے کے لئے ایمان پر خاتمہ ضروری ہے، جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جس شخص کو جہنم سے بچنا اور جنت میں داخل ہونا پسند ہو تو اسے موت ضرور اس حال میں آئے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اور جس معاملے کو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہو وہی معاملہ دوسروں کے ساتھ کرے۔ [2]

اور چونکہ موت کا وقت کسی کو معلوم نہیں اس لئے ایمان پر ثابت قدم رہنا اور اس کی حفاظت کی بھرپور کوشش کرنا ضروری ہے تاکہ موت کے وقت ایمان سلامت رہے اور قیامت کے دن جنت میں داخلہ نصیب ہو۔

سورۂ مومنون کی ابتدائی دس آیات کی فضیلت

سورۂ مومنون کی ابتدائی دس آیات کے بارے میں حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ’’جب نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر وحی نازل ہوتی تو آپ کے چہرۂ اقدس کے پاس مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح آواز سنائی دیتی۔ ایک دن وحی نازل ہوئی تو ہم کچھ دیر ٹھہرے رہے، جب یہ کیفیت ختم ہوئی تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے قبلہ رو ہو کر ہاتھ اٹھائے اور یہ دعا مانگی ’’اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، ہمیں زیادہ عطا کرنا اور کمی نہ فرمانا، ہمیں عزت دینا اور ذلیل

1 ......ال عمران: ۱۸۵.

2 ......مسند امام احمد، مسند عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالی عنہما، ۶۲۵/۲، الحدیث: ۶۸۲۱.

نہ کرنا، ہمیں عطا فرمانا اور محروم نہ رکھنا۔ ہمیں چن لے اور ہم پر کسی دوسرے کو نہ چن۔ اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، ہمیں راضی فرما اور ہم سے راضی ہو جا۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا ''مجھ پر دس آیات نازل ہوئی ہیں، جس نے ان میں مذکور باتوں کو اپنایا وہ جنت میں داخل ہوگا، پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ''قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ'' سے لے کر دسویں آیت کے آخر تک پڑھا۔ (1)

اَلَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ﴿۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جو اپنی نماز میں گڑگڑاتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جو اپنی نماز میں خشوع وخضوع کرنے والے ہیں۔

﴿**خٰشِعُوْنَ: خشوع وخضوع کرنے والے۔**﴾ یہاں سے ایمان والوں کے چند اَوصاف ذکر فرمائے گئے ہیں، چنانچہ ان کا پہلا وصف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ایمان والے خشوع وخضوع کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں، اس وقت ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کا خوف ہوتا ہے اور ان کے اَعضا ساکن ہوتے ہیں۔ (2)

نماز میں خشوع ظاہری بھی ہوتا ہے اور باطنی بھی، ظاہری خشوع یہ ہے کہ نماز کے آداب کی مکمل رعایت کی جائے مثلاً نظر جائے نماز سے باہر نہ جائے اور آنکھ کے کنارے سے کسی طرف نہ دیکھے، آسمان کی طرف نظر نہ اٹھائے، کوئی عَبث و بیکار کام نہ کرے، کوئی کپڑا شانوں پر اس طرح نہ لٹکائے کہ اس کے دونوں کنارے لٹکتے ہوں اور آپس میں ملے ہوئے نہ ہوں، انگلیاں نہ چٹخائے اور اس قسم کی حرکات سے باز رہے۔ باطنی خشوع یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت پیشِ نظر ہو، دنیا سے توجہ ہٹی ہوئی ہو اور نماز میں دل لگا ہو۔ (3)

---

1 ......ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورة المؤمنين، ۵/۱۱۷، الحديث: ۳۱۸۴.

2 ......مدارك، المؤمنون، تحت الآية: ۲، ص۷۵۱.

3 ......صاوی، المؤمنون، تحت الآية: ۲، ۴/۱۳۵۶، خازن، المؤمنون، تحت الآية: ۲، ۳/۳۲۰، مدارك، المؤمنون، تحت الآية: ۲، ص۷۵۱.

یہاں نماز کے دوران آسمان کی طرف نظریں اٹھانے ، اِدھر اُدھر دیکھنے اور یہاں وہاں توجہ کرنے سے متعلق 3 اَحادیث ملاحظہ ہوں ،

(1)......حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’ان لوگوں کا کیا حال ہے جو اپنی نماز میں نظریں آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں! پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس میں بہت سختی کی اور ارشاد فرمایا ’’یہ لوگ اس سے باز آجائیں ورنہ ان کی نظریں چھین لی جائیں گی۔ [1]

(2)......حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مجھ سے ارشاد فرمایا: ’’اے بیٹے! نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنے سے بچو کیونکہ نماز میں اِدھر اُدھر توجہ ہلاکت ہے۔ [2]

(3)......حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: میں نے حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے نماز میں اِدھر اُدھر توجہ کرنے کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا ’’یہ شیطانی لغزش ہے، اس کے ذریعے شیطان بندے کو نماز سے پھسلانا چاہتا ہے۔ [3]

لہٰذا ہر مسلمان مرد وعورت کو چاہئے کہ وہ پوری توجہ اور خشوع وخضوع کے ساتھ نماز ادا کرے اور اللّٰہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرے جیسے عبادت کرنے کا حق ہے۔

خشوع کے ساتھ نماز ادا کرنے کی فضیلت اور ترغیب

حضرت عثمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جس مسلمان شخص پر فرض نماز کا وقت آجائے اور وہ اس نماز کا وضو اچھی طرح کرے پھر نماز میں اچھی طرح خشوع اور رکوع کرے تو وہ نماز اس کے سابقہ گناہوں کا کفارہ ہوجاتی ہے جب تک کہ وہ کوئی کبیرہ گناہ نہ کرے اور یہ سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا۔ [4]

اگر صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ اور دیگر بزرگانِ دین رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ کی سیرت کا مطالعہ کیا جائے تو

---

1 ......بخاری، کتاب الاذان، باب رفع البصر الی السماء فی الصلاۃ، ۲۶۵/۱، الحدیث: ۷۵۰.

2 ......ترمذی، کتاب السفر، باب ما ذکر فی الالتفات فی الصلاۃ، ۱۰۲/۲، الحدیث: ۵۸۹.

3 ......ترمذی، کتاب السفر، باب ما ذکر فی الالتفات فی الصلاۃ، ۱۰۲/۲، الحدیث: ۵۹۰.

4 ......مسلم، کتاب الطہارۃ، باب فضل الوضوء والصلاۃ عقبہ، ص۱۴۲، الحدیث: ۷(۲۲۸).

بکثرت ایسے واقعات مل جائیں گے کہ جو اس آیت میں مذکور وصف کے اعلیٰ نمونے ہوں گے، جیسا کہ حضرت عبداللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں ''جب صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نماز پڑھتے تو وہ اپنی نماز کی طرف متوجہ رہتے، اپنی نظریں سجدہ کرنے کی جگہ پر رکھتے تھے اور انہیں یہ یقین ہوتا تھا کہ اللّٰہ تعالیٰ انہیں دیکھ رہا ہے اور وہ دائیں بائیں توجہ نہیں کرتے تھے۔[1]

حضرت جابر بن عبداللّٰہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''غزوہ ذات الرقاع میں ایک صحابی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ایک مشرک کی بیوی کو گرفتار کیا۔ اس نے انتقام لینے کے لئے قسم کھالی کہ جب تک حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ میں سے کسی صحابی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے خون سے زمین کو رنگین نہ کرلوں گا، چین نہ لوں گا، چنانچہ جب آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ غزوہ سے واپس ہوئے تو اس نے تَعاقُب کیا۔ جب تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ایک جگہ قیام کیا تو دریافت فرمایا کہ کون میرا پہرہ دینے کی ذمہ داری اپنے سر لے گا۔ مہاجرین وانصار دونوں میں سے ایک ایک بہادر اس شرف کو حاصل کرنے کے لئے اٹھے، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حکم دیا کہ گھاٹی کے دہانے پر جا کر پہرہ دو۔ دونوں صحابی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا وہاں پہنچے تو مہاجر صحابی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سو گئے اور انصاری صحابی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے نماز پڑھنا شروع کردی۔ مشرک آیا اور فوراً تاڑ گیا کہ یہ محافظ اور نگہبان ہیں، چنانچہ اس نے تین تیر مارے اور تینوں کے تینوں ان انصاری صحابی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے جسم میں پیوست ہوگئے لیکن وہ اسی طرح رکوع اور سجدہ کرتے رہے۔[2]

وَ الَّذِیْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَۙ(۳)
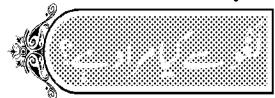
ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جو کسی بیہودہ بات کی طرف اِلتفات نہیں کرتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ جو فضول بات سے منہ پھیرنے والے ہیں۔

1 ......در منثور، المؤمنون، تحت الآیة: ۲، ۸۴/۶.

2 ......ابو داؤد، کتاب الطهارة، باب الوضوء من الدم، ۹۹/۱، الحدیث: ۱۹۸.
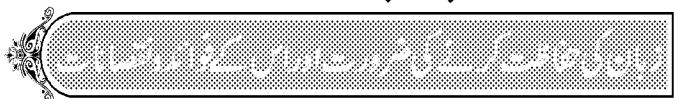
﴿عَنِ اللَّغْوِ: فضول بات سے۔﴾ فلاح پانے والے مومنوں کا دوسرا وصف بیان کیا گیا کہ وہ ہر لَہْو و باطل سے بچے رہتے ہیں۔ (1)

لغو سے کیا مراد ہے؟

علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’لغو سے مراد ہر وہ قول، فعل اور ناپسندیدہ یا مباح کام ہے جس کا مسلمان کو دینی یا دُنْیَوی کوئی فائدہ نہ ہو جیسے مذاق مَسخری، بیہودہ گفتگو، کھیل کود، فضول کاموں میں وقت ضائع کرنا، شہوات پوری کرنے میں ہی لگے رہنا وغیرہ وہ تمام کام جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ مسلمان کو اپنی آخرت کی بہتری کے لئے نیک اعمال کرنے میں مصروف رہنا چاہئے یا وہ اپنی زندگی بسر کرنے کے لئے بقدرِ ضرورت (حلال) مال کمانے کی کوشش میں لگا رہے۔ (2)

اَحادیث میں بھی لایعنی اور بیکار کاموں سے بچنے کی ترغیب دی گئی ہے، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’آدمی کے اسلام کی اچھائی میں سے یہ ہے کہ وہ لایعنی چیز چھوڑ دے۔ (3) یعنی جو چیز کارآمد نہ ہو اس میں نہ پڑے، زبان، دل اور دیگر اَعضاء کو بے کار باتوں کی طرف متوجہ نہ کرے۔ (4)

اور حضرت عقبہ بن عامر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ’’میں حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی، نجات کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: ’’اپنی زبان پر قابو رکھو اور تمہارا گھر تمہارے لیے گنجائش رکھے (یعنی بے کار ادھر ادھر نہ جاؤ) اور اپنی خطا پر آنسو بہاؤ۔ (5)

زبان کی حفاظت کرنے کی ضرورت اور اس کے آداب

یاد رہے کہ زبان کی حفاظت و نگہداشت اور فضولیات و لَغْویات سے اسے باز رکھنا بہت ضروری ہے کیونکہ زیادہ

---

1 ……خازن، المؤمنون، تحت الآیۃ: ۳، ۳/۳۲۰.

2 ……صاوی، المؤمنون، تحت الآیۃ: ۳، ۴/۱۳۵۶-۱۳۵۷.

3 ……ترمذی، کتاب الزھد، ۱۱-باب، ۴/۱۴۲، الحدیث: ۲۳۲۴.

4 ……بہارِ شریعت، حصہ شانزدہم، زبان کو روکنا اور گالی گلوچ، غیبت اور چغلی سے پرہیز کرنا، ۳/۵۲۰۔

5 ……ترمذی، کتاب الزھد، باب ما جاء فی حفظ اللسان، ۴/۱۸۲، الحدیث: ۲۴۱۴.

سرکشی اور سب سے زیادہ فساد و نقصان اسی زبان سے رونما ہوتا ہے اور جو شخص زبان کو کھلی چھٹی دے دیتا اور اس کی لگام ڈھیلی چھوڑ دیتا ہے تو شیطان اسے ہلاکت میں ڈال دیتا ہے۔ زبان کی حفاظت کرنے کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس سے نیک اعمال کی حفاظت ہوتی ہے کیونکہ جو شخص زبان کی حفاظت نہیں کرتا بلکہ ہر وقت گفتگو میں مصروف رہتا ہے تو ایسا شخص لوگوں کی غیبت میں مبتلا ہونے سے بچ نہیں پاتا، یونہی اس سے کفریہ الفاظ نکل جانے کا بہت اندیشہ رہتا ہے اور یہ دونوں ایسے عمل ہیں جس سے بندے کے نیک اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ منقول ہے کہ حضرت امام حسن بصری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے کسی شخص نے کہا: فلاں شخص نے آپ کی غیبت کی ہے۔ یہ سن کر آپ نے غیبت کرنے والے آدمی کو کھجوروں کا تھال بھر کر روانہ کیا اور ساتھ میں یہ کہلا بھیجا: سنا ہے کہ تم نے مجھے اپنی نیکیاں ہدیہ کی ہیں، تو میں نے ان کا معاوضہ دینا بہتر جانا (اس لئے کھجوروں کا یہ تھال حاضر ہے۔)[1]

اور دوسرا فائدہ یہ ہے کہ زبان کی حفاظت کرنے سے انسان دنیا کی آفات سے محفوظ رہتا ہے، چنانچہ حضرت سفیان ثوری رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِ فرماتے ہیں: زبان سے ایسی بات نہ نکالو جسے سن کر لوگ تمہارے دانت توڑ دیں۔ اور ایک بزرگ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِ فرماتے ہیں: اپنی زبان کو بے لگام نہ چھوڑو تا کہ یہ تمہیں کسی فساد میں مبتلا نہ کر دے۔[2]

نیز زبان کی حفاظت نہ کرنے کا ایک نقصان یہ ہے کہ بندہ ناجائز و حرام، لغو اور بیکار باتوں میں مصروف ہو کر گناہوں میں مبتلا ہوتا اور اپنی زندگی کی قیمتی ترین چیز ''وقت'' کو ضائع کر دیتا ہے۔ حضرت حسان بن سنان رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِ کے بارے میں مروی ہے کہ آپ ایک بالا خانے کے پاس سے گزرے تو اس کے مالک سے دریافت فرمایا ''یہ بالا خانہ بنائے تمہیں کتنا عرصہ گزرا ہے؟ یہ سوال کرنے کے بعد آپ کو دل میں سخت ندامت ہوئی اور نفس کو مُخاطَب کرتے ہوئے یوں فرمایا ''اے مغرور نفس! تو فضول اور لایعنی سوالات میں قیمتی ترین وقت کو ضائع کرتا ہے؟ پھر اس فضول سوال کے کَفّارے میں آپ نے ایک سال روزے رکھے۔[3]

اور دوسرا نقصان یہ ہے کہ ناجائز و حرام گفتگو کی وجہ سے انسان قیامت کے دن جہنم کے دردناک عذاب میں مبتلا ہو سکتا ہے جسے برداشت کرنے کی طاقت کسی میں نہیں۔ لہٰذا عافیت اسی میں ہے کہ بندہ اپنی زبان کی حفاظت کرے اور

---

1 ......منهاج العابدين، العقبة الثالثة، العائق الرابع، الفصل الثالث: اللسان، ص٧٦.

2 ......منهاج العابدين، العقبة الثالثة، العائق الرابع، الفصل الثالث: اللسان، ص٧٦.

3 ......منهاج العابدين، العقبة الثالثة، العائق الرابع، الفصل الثالث: اللسان، ص٧٥.

اِسے ان باتوں کے لئے استعمال کرے جو اُسے دنیا اور آخرت میں نفع دیں۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو زبان کی حفاظت ونگہداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔ [1]

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ﴿۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ کہ زکوٰۃ دینے کا کام کرتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ جو زکوٰۃ دینے کا کام کرنے والے ہیں۔

﴿هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ: وہ زکوٰۃ دینے کا کام کرنے والے ہیں۔﴾ اس آیت میں کامیابی پانے والے اہلِ ایمان کا تیسرا وصف بیان کیا گیا کہ وہ پابندی کے ساتھ اور ہمیشہ اپنے مالوں پر فرض ہونے والی زکوٰۃ دیتے ہیں۔ بعض مفسرین نے اس آیت میں مذکور لفظ ''زکاۃ'' کا ایک معنی ''تَزکیۂ نفس'' بھی کیا ہے یعنی ایمان والے اپنے نفس کو دنیا کی محبت وغیرہ مذموم صفات سے پاک کرنے کا کام کرتے ہیں۔ [2]

[illegible]

کثیر اَحادیث میں زکوٰۃ ادا کرنے کے فضائل اور نہ دینے کی وعیدیں بیان کی گئی ہیں، ان میں سے 4 اَحادیث درج ذیل ہیں:

(1)...... حضرت جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کردی، تو بیشک اس کے مال کا شر اُس سے چلا گیا۔'' [3]

(2)...... حضرت ابو امامہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا:

1...... زبان کی حفاظت اور اس سے متعلق دیگر چیزوں کی معلومات حاصل کرنے کے لئے کتاب ''جنت کی دو چابیاں'' (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ فرمائیں۔

2...... مدارك، المؤمنون، تحت الآية: ٤، ص ٧٥١، البحر المحيط، المؤمنون، تحت الآية: ٤، ٦ / ٣٦٦، روح البيان، المؤمنون، تحت الآية: ٤، ٦/٦٨، ملتقطاً.

3...... معجم الاوسط، باب الالف، من اسمه: احمد، ١/٤٣١، الحديث: ١٥٧٩.

”زکوٰۃ دے کر اپنے مالوں کو مضبوط قلعوں میں کرلو اور اپنے بیماروں کا علاج صدقہ سے کرو۔“[1]

(3)......حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ”اپنے مال کی زکاۃ نکال، کہ وہ پاک کرنے والی ہے تجھے پاک کردے گی۔“[2]

(4)......صحیح بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ”جس کو اللّٰہ تعالیٰ مال دے اور وہ اُس کی زکاۃ ادا نہ کرے تو قیامت کے دن وہ مال گنجے سانپ کی صورت میں کردیا جائے گا، جس کے سر پر دو نشان ہوں گے۔ وہ سانپ اُس کے گلے میں طوق بنا کر ڈال دیا جائے گا، پھر اس کی باچھیں پکڑے گا اور کہے گا میں تیرا مال ہوں اور میں تیرا خزانہ ہوں۔“[3]

نفس کو مذموم صفات سے پاک کرنا کامیابی حاصل ہونے کا ذریعہ ہے

اس آیت کی دوسری تفسیر سے معلوم ہوا کہ نفس کو مذموم صفات جیسے تکبر وریا کاری، بغض وحسد اور دنیا کی محبت وغیرہ سے پاک کرنا اُخروی کامیابی حاصل ہونے کا ذریعہ ہے۔ اسی سے متعلق اللّٰہ تعالیٰ ایک اور مقام پر ارشاد فرماتا ہے:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى[4]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک جس نے خود کو پاک کرلیا وہ کامیاب ہوگیا۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۪ۙ(۹) وَ قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا[5]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک جس نے نفس کو پاک کرلیا وہ کامیاب ہوگیا۔ اور بیشک جس نے نفس کو گناہوں میں چھپادیا وہ ناکام ہوگیا۔

---

1 ......شعب الایمان، باب الثانی و العشرین من شعب الایمان ... الخ، فصل فیمن اتاه اللّٰه مالاً من غیر مسألة، ۳ / ۲۸۲، الحدیث: ۳۵۵۷.

2 ......مسند امام احمد، مسند انس بن مالك رضی اللّٰه عنه، ۴/۲۷۳، الحدیث: ۱۲۳۹۷.

3 ......بخاری، کتاب الزکاة، باب اثم مانع الزکاة، ۱/۴۷۴، الحدیث: ۱۴۰۳.

4 ......اعلیٰ: ۱۴.

5 ......شمس: ۹، ۱۰.

حضرت زید بن ارقم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: رسول کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اس طرح دعا مانگا کرتے تھے: ''اَللّٰھُمَّ آتِ نَفْسِیْ تَقْوَاھَا وَزَکِّھَا اَنْتَ خَیْرُ مَنْ زَکَّاھَا اَنْتَ وَلِیُّھَا وَمَوْلَاھَا'' اے اللہ! میرے نفس کو تقویٰ عطا فرما اور اسے پاکیزہ کر، تو سب سے بہتر پاک کرنے والا ہے، تو ہی اس کا ولی اور مولیٰ ہے۔ (1)

نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی یہ دعا امت کی تعلیم کے لئے ہے، اس لئے ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اپنے نفس کو مذموم صفات سے پاک کرنے کی کوشش کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی پاکی کے لئے اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں دعا بھی کرے اور اس دعا کے لئے وہ الفاظ سب سے بہترین ہیں جو اوپر حدیث پاک میں مذکور ہوئے۔

وَالَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ﴿۵﴾ اِلَّا عَلٰۤى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ ﴿۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ مگر اپنی بیبیوں یا شرعی باندیوں پر جو ان کے ہاتھ کی مِلک ہیں کہ ان پر کوئی ملامت نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ مگر اپنی بیویوں یا شرعی باندیوں پر جو ان کے ہاتھ کی مِلک ہیں پس بیشک ان پر کوئی ملامت نہیں۔

﴿هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ: وہ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔﴾ اس آیت سے کامیابی حاصل کرنے والے اہلِ ایمان کا چوتھا وصف بیان کیا گیا ہے، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ ایمان والے زنا اور زنا کے اَسباب ولوازمات وغیرہ حرام کاموں سے اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں البتہ اگر وہ اپنی بیویوں اور شرعی باندیوں کے ساتھ جائز طریقے سے صحبت کریں تو اس میں ان پر کوئی ملامت نہیں۔ (2)

1 ......مسلم، كتاب الذكر و الدعاء و التوبة و الاستغفار، باب التعوّذ من شرّ ما عمل... الخ، ص١٤٥٧، الحديث: ٧٣ (٢٧٢٢).

2 ......خازن، المؤمنون، تحت الآية: ٥-٦، ٣/٣٢٠-٣٢١، ملخصًا.

حدیث پاک میں زبان اور شرمگاہ کو حرام اور ممنوع کاموں سے بچانے پر جنت کا وعدہ کیا گیا ہے، چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت سہل بن سعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جو شخص میرے لیے اس چیز کا ضامن ہو جائے جو اس کے جبڑوں کے درمیان میں ہے یعنی زبان کا اور اس کا جو اس کے دونوں پاؤں کے درمیان میں ہے یعنی شرمگاہ کا، میں اس کے لیے جنت کا ضامن ہوں۔''(1)

یاد رہے کہ شرمگاہ کی شہوت کو پورا کرنا انسانی فطرت کا تقاضا اور بے شمار فوائد حاصل ہونے کا ذریعہ ہے، اگر اس تقاضے کو شریعت کے بتائے ہوئے جائز طریقے سے پورا کیا جائے تو یہ دنیا میں بہت بڑی نعمت اور آخرت میں ثواب حاصل ہونے کا ایک ذریعہ ہے اور اگر اسے ناجائز وحرام ذرائع سے پورا کیا جائے تو یہ دنیا میں بہت بڑی آفت اور قیامت کے دن جہنم کے دردناک عذاب میں مبتلا ہونے کا سبب ہے، لہٰذا جو شخص اپنی خواہش کی تکمیل چاہتا ہے تو اسے چاہئے کہ اگر کسی عورت سے شرعی نکاح کر سکتا ہے تو نکاح کر لے تاکہ اسے اپنے لئے جائز ذریعہ مل جائے اور اگر وہ شرعی نکاح کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تو پھر روزے رکھ کر اپنے نفس کو مغلوب کرنے کی کوشش کرے اور اس کے ساتھ ساتھ ان تمام اَسباب اور مُحرِّکات سے بچنے کی بھی بھرپور کوشش کرے جن کی وجہ سے نفس کی اس خواہش میں اضافہ ہوتا ہے، نیز ناجائز وحرام ذریعے سے اِس خواہش کو پورا کرنے پر قرآنِ مجید اور اَحادیثِ مبارکہ میں جن سزاؤں اور عذابات کا ذکر کیا گیا ہے ان کا بغور مطالعہ کرے اور اللّٰہ تعالٰی کی بارگاہ میں اپنے نفس کی حفاظت کے لئے خوب دعائیں کرے۔

فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْعٰدُوْنَۚ(۷)

ترجمۂ کنزالایمان: تو جو ان دو کے سوا کچھ اور چاہے وہی حد سے بڑھنے والے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو جو اِن کے سوا کچھ اور چاہے تو وہی حد سے بڑھنے والے ہیں۔

(1)......بخاری، کتاب الرقاق، باب حفظ اللسان، ٤/٢٤٠، الحدیث: ٦٤٧٤.

﴿فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ: تو جو ان دو کے سوا کچھ اور چاہے۔﴾ یعنی جو بیویوں اور شرعی باندیوں کے علاوہ کسی اور ذریعے سے شہوت پوری کرنا چاہے تو وہی حد سے بڑھنے والے ہیں کہ حلال سے حرام کی طرف تجاوُز کرتے ہیں۔[1]

اس سے معلوم ہوا کہ شریعت میں صرف بیویوں اور شرعی باندیوں سے جائز طریقے کے ساتھ شہوت پوری کرنے کی اجازت ہے، اس کے علاوہ شہوت پوری کرنے کی دیگر صورتیں جیسے مرد کا مرد سے، عورت کا عورت سے، شوہر کا بیوی یا شرعی باندی کے پچھلے مقام سے، اپنے ہاتھ سے شہوت پوری کرنا حرام ہے یونہی کسی عورت سے متعہ کرنا بھی حرام ہے۔

علامہ علی بن محمد خازن رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''اس آیت سے ثابت ہوا کہ اپنے ہاتھ سے قضائے شہوت کرنا حرام ہے۔ حضرت سعید بن جبیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے ایک اُمت کو عذاب کیا جو اپنی شرمگاہوں سے کھیل کرتے تھے۔[2]

اور امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''اس آیت سے ثابت ہوا کہ متعہ حرام ہے کیونکہ جس عورت سے متعہ کیا جاتا ہے وہ مرد کی بیوی نہیں کیونکہ اگر ان دونوں میں سے کوئی مر جائے تو دوسرا اس کا وارث نہیں بنتا، اگر وہ عورت بیوی ہوتی تو مرد کے انتقال کے بعد اس کی وارث بھی بنتی کیونکہ بیوی کی وراثت قرآن سے ثابت ہے۔ لہٰذا جب واضح ہو گیا کہ متعہ کروانے والی عورت مرد کی بیوی نہیں تو ضروری ہے کہ وہ مرد کے لئے حلال نہ ہو۔[3]

وَالَّذِیْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۙ۸

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی رعایت کرتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے وعدے کی رعایت کرنے والے ہیں۔

---

1 ......روح البیان، المؤمنون، تحت الآیۃ: ۷، ۶/۶۸، ملخصاً.

2 ......خازن، المؤمنون، تحت الآیۃ: ۷، ۳/۳۲۱.

3 ......تفسیر کبیر، المؤمنون، تحت الآیۃ: ۷، ۸/۲۶۲.

﴿لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ : اپنی امانتوں اور اپنے وعدے کی رعایت کرنے والے۔﴾ اس آیت میں فلاح حاصل کرنے والے اہلِ ایمان کے مزید دو وصف بیان کئے گئے کہ اگر ان کے پاس کوئی چیز امانت رکھوائی جائے تو وہ اس میں خیانت نہیں کرتے اور جس سے وعدہ کرتے ہیں اسے پورا کرتے ہیں۔

یاد رہے کہ امانتیں خواہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ہوں یا مخلوق کی ہوں اور اسی طرح عہد خدا عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ ہوں یا مخلوق کے ساتھ، سب کی وفا لازم ہے۔[1]

چھ چیزوں کی ضمانت پر جنت کی ضمانت

حضرت عبادہ بن صامت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''میرے لیے چھ چیزوں کے ضامن ہو جاؤ، میں تمہارے لیے جنت کا ضامن ہوں۔ **(1)** بات بولو تو سچ بولو۔ **(2)** وعدہ کرو تو پورا کرو۔ **(3)** تمہارے پاس امانت رکھی جائے تو ادا کرو اور **(4)** اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو اور **(5)** اپنی نگاہوں کو پست کرو اور **(6)** اپنے ہاتھوں کو روکو۔[2]

وَالَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی صَلَوٰتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ ﴿۹﴾

وقف لازم

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جو اپنی نمازوں کی نگہبانی کرتے ہیں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور وہ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔

﴿هُمْ عَلٰی صَلَوٰتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ : جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔﴾ یعنی کامیابی حاصل کرنے والے وہ مومن ہیں جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں اور انہیں اُن کے وقتوں میں، ان کے شرائط و آداب کے ساتھ پابندی سے ادا کرتے ہیں اور فرائض و واجبات اور سُنن و نوافل سب کی نگہبانی رکھتے ہیں۔[3]

---

1 ......روح البیان، المؤمنون، تحت الآیۃ: ۸، ۶/۶۹، خازن، المؤمنون، تحت الآیۃ: ۸، ۳/۳۲۱، ملتقطاً۔

2 ......مستدرک، کتاب الحدود، ستّ یدخل بها الرجل الجنّة، ۵/۵۱۳، الحدیث: ۸۱۳۰۔

3 ......خازن، المؤمنون، تحت الآیۃ: ۹، ۳/۳۲۱، مدارک، المؤمنون، تحت الآیۃ: ۹، ص۷۵۲، ملتقطاً۔

ایمان والوں کا پہلا وصف خشوع وخضوع کے ساتھ نماز ادا کرنا بیان کیا گیا اور آخری وصف نمازوں کی حفاظت کرنا ذکر کیا گیا، اس سے معلوم ہوا کہ نماز بڑی عظیم الشان عبادت ہے اور دین میں اس کی بہت زیادہ اہمیت ہے، لٰہذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ پانچوں نمازیں پابندی کے ساتھ اور ان کے تمام حقوق کی رعایت کرتے ہوئے ادا کرے۔ حضرت عبادہ بن صامت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''پانچ نمازیں اللّٰہ تعالیٰ نے بندوں پر فرض کیں، جس نے اچھی طرح وضو کیا اور وقت میں سب نمازیں پڑھیں اور رکوع وخشوع کو پورا کیا تو اس کے لیے اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے ذمۂ کرم پر عہد کرلیا ہے کہ اسے بخش دے، اور جس نے نہ کیا اس کے لیے عہد نہیں، چاہے بخش دے، چاہے عذاب کرے۔ (1)

اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ﴿۱۰﴾ الَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ؕ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہی لوگ وارث ہیں۔ کہ فردوس کی میراث پائیں گے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہی لوگ وارث ہیں۔ یہ فردوس کی میراث پائیں گے، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔
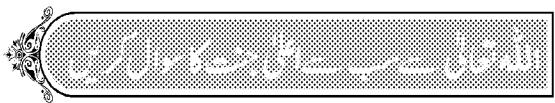
﴿اُولٰٓىٕكَ: یہی لوگ۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جن ایمان والوں میں ماقبل آیات میں مذکور اَوصاف پائے جاتے ہیں یہی لوگ کافروں کے جنتی مقامات کے وارث ہوں گے۔ یہ فردوس کی میراث پائیں گے اور وہ جنت الفردوس میں ہمیشہ رہیں گے، نہ انہیں اس میں سے نکالا جائے گا اور نہ ہی وہاں انہیں موت آئے گی۔ (2)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''ہر شخص کے دو مقام ہوتے ہیں، ایک جنت میں اور ایک جہنم میں، جب کوئی شخص مر کر (ہمیشہ کے لئے) جہنم میں داخل ہو

---

1 ......ابو داؤد، کتاب الصلاۃ، باب المحافظة علی وقت الصلوات، ۱/۱۸۶، الحدیث: ۴۲۵.

2 ......خازن، المؤمنون، تحت الآیة: ۱۰-۱۱، ۳/۳۲۱.

جائے تو اہلِ جنت اس کے جنتی مقام کے وارث ہوں گے۔ یہی اس آیت ”اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ“ کا مقصد ہے۔[1]

اللہ تعالیٰ سے جنت الفردوس کا سوال کریں

یاد رہے کہ فردوس سب سے اعلیٰ جنت ہے اور اسی کا سوال کرنے کی حدیث پاک میں ترغیب دی گئی ہے، چنانچہ حضرت معاذ بن جبل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ”جنت میں سو درجے ہیں، دو درجوں کے درمیان اتنی مسافت ہے جتنی آسمان اور زمین کے درمیان ہے۔ فردوس سب سے اعلیٰ اور درمیانی جنت ہے اور اس سے اوپر رحمٰن عَزَّوَجَلَّ کا عرش ہے اور اس سے جنت کی نہریں نکلتی ہیں۔ جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو جنت الفردوس کا سوال کرو۔[2] لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ جب اللہ تعالیٰ سے جنت کی دعا مانگے تو جنت الفردوس کی ہی دعا مانگے، اگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے یہ دعا قبول فرمالی تو آخرت میں ملنے والی یہ سب سے عظیم نعمت ہوگی۔

دعا: اے اللہ! ہمیں فردوس کی میراث پانے والوں اور اس کی عظیم الشان نعمتوں سے لطف اندوز ہونے والوں میں سے بنادے اور جہنم کی طرف لے جانے والے تمام اَسباب سے ہماری حفاظت فرما، اٰمین۔

وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِیْنٍ ﴿۱۲﴾ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِیْ قَرَارٍ مَّكِیْنٍ ﴿۱۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے آدمی کو چُنی ہوئی مٹی سے بنایا۔ پھر اسے پانی کی بوند کیا ایک مضبوط ٹھہراؤ میں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے انسان کو چنی ہوئی مٹی سے بنایا۔ پھر اس کو ایک مضبوط ٹھہراؤ میں پانی کی بوند بنایا۔

﴿اَلْاِنْسَانَ: انسان۔﴾ اس آیت سے رکوع کے آخر تک اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت پر چار دلائل ذکر فرمائے ہیں۔ سب

[1] ......ابن ماجه، كتاب الزهد، باب صفة الجنّة، ٤/٥٤٢، الحديث: ٤٣٤١.

[2] ......ترمذى، كتاب صفة الجنّة، باب ما جاء فى صفة درجات الجنّة، ٤/٢٣٨، الحديث: ٢٥٣٨.

سے پہلے انسان کی پیدائش کے مختلف مَراحل سے اپنی قدرت پر اِستدلال فرمایا، اس کے بعد آسمانوں کی تخلیق سے، پھر پانی نازل کرنے سے اور سب سے آخر میں حیوانات کے مختلف مَنافع سے اپنی قدرت پر استدلال فرمایا۔ (1)

مفسرین فرماتے ہیں کہ اس آیت میں انسان سے مراد حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہیں، انہیں اللّٰہ تعالٰی نے مختلف جگہوں سے چنی ہوئی مٹی سے بنایا۔ (2)

﴿ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً: پھر اس کو پانی کی بوند بنایا۔﴾ یعنی پھر حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی نسل کو ایک مضبوط ٹھہراؤ یعنی ماں کے رحم میں پانی کی بوند بنایا۔ (3)

ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ۗ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ؕ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ ؕ﴿۱۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر ہم نے اس پانی کی بوند کو خون کی پھٹک کیا پھر خون کی پھٹک کو گوشت کی بوٹی پھر گوشت کی بوٹی کو ہڈیاں پھر ان ہڈیوں پر گوشت پہنایا پھر اسے اور صورت میں اُٹھان دی تو بڑی برکت والا ہے اللّٰہ سب سے بہتر بنانے والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر ہم نے اس پانی کی بوند کو جما ہوا خون بنادیا پھر جمے ہوئے خون کو گوشت کی بوٹی بنادیا پھر گوشت کی بوٹی کو ہڈیاں بنادیا پھر ہم نے ان ہڈیوں کو گوشت پہنایا، پھر اسے ایک دوسری صورت بنادیا تو بڑی برکت والا ہے وہ اللّٰہ جو سب سے بہتر بنانے والا ہے۔

﴿ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً: پھر ہم نے اس پانی کی بوند کو جما ہوا خون بنادیا۔﴾ اس آیت میں اللّٰہ تعالٰی نے ماں کے رحم

1 ...... صاوی، المؤمنون، تحت الآیۃ: ۱۲، ۴/۱۳۵۸۔
2 ...... خازن، المؤمنون، تحت الآیۃ: ۱۲، ۳/۳۲۱۔
3 ...... مدارک، المؤمنون، تحت الآیۃ: ۱۳، ص۷۵۳۔

میں نطفہ قرار پکڑنے کے بعد والے مَراحل بیان فرمائے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ پھر ہم نے اس پانی کی بوند کو جما ہوا خون بنادیا پھر جمے ہوئے خون کو گوشت کی بوٹی بنادیا پھر گوشت کی بوٹی کو ہڈیاں بنادیا پھر ہم نے ان ہڈیوں کو گوشت پہنایا، پھر اس میں روح ڈال کر اس بے جان کو جان دار کیا، بولنے، سننے اور دیکھنے کی صلاحیت عطا کی اور اسے ایک دوسری صورت بنادیا جو مکمل انسان ہوتا ہے تو بڑی برکت والا ہے وہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ جو سب سے بہتر بنانے والا ہے۔[1]

حضرت **عبداللّٰہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے (اس کا ابتدائی حصہ سن کر) کہا ''**فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ**'' حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اے عمر! رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، اسی طرح نازل ہوا ہے۔[2]

انسان کے ظاہر و باطن، اس کے ہر ہر عُضْو اور ہر ہر جز میں **اللّٰہ** تعالیٰ کی قدرت و حکمت کی اتنی نشانیاں موجود ہیں جنہیں شمار نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی ان کی شرح بیان کی جاسکتی ہے۔ اگر کوئی شخص انصاف کے ساتھ اپنی تخلیق کے مراحل اور اپنے جسم کی بناوٹ میں غور و فکر کرے تو اس کے پاس یہ بات ماننے کے سوا اور کوئی چارہ نہ ہوگا کہ ایسی حیرت انگیز تخلیق پر **اللّٰہ** تعالیٰ کے سوا اور کوئی قادر نہیں اور وہی اکیلا اس لائق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے۔

ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَیِّتُوْنَ ﴿۱۵﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ﴿۱۶﴾ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآىٕقَ ۖۗ وَ مَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِیْنَ ﴿۱۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر اس کے بعد تم ضرور مرنے والے ہو۔ پھر تم سب قیامت کے دن اُٹھائے جاؤ گے۔ اور بیشک ہم نے تمہارے اوپر سات راہیں بنائیں اور ہم خَلق سے بے خبر نہیں۔

---

1 ......خازن، المؤمنون، تحت الآية: ۱۴، ۳/۳۲۱-۳۲۲، مدارك، المؤمنون، تحت الآية: ۱۴، ص۷۵۳، ملتقطاً.

2 ......تفسير كبير، المؤمنون، تحت الآية: ۱۴، ۸/۲۶۶.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر اس کے بعد تم ضرور مرنے والے ہو۔ پھر تم سب قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے۔ اور بیشک ہم نے تمہارے اوپر سات راستے بنائے اور ہم مخلوق سے بے خبر نہیں۔

﴿بَعْدَ ذٰلِكَ: اس کے بعد۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ تخلیق مکمل ہونے کے بعد جب تمہاری عمریں پوری ہو جائیں گی تو تمہیں ضرور موت آئے گی، پھر تم سب قیامت کے دن حساب و جزا کے لئے اٹھائے جاؤ گے۔[1]

﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا: اور بیشک ہم نے بنائے۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالٰی نے آسمانوں کی تخلیق سے اپنی قدرت پر استدلال فرمایا، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ بیشک ہم نے تمہارے اوپر سات راستے بنائے۔ ان سے مراد سات آسمان ہیں جو فرشتوں کے چڑھنے اُترنے کے راستے ہیں۔ اور فرمایا کہ ہم مخلوق سے بے خبر نہیں، سب کے اَعمال، اَقوال اور چھپی حالتوں کو جانتے ہیں اور کوئی چیز ہم سے چھپی نہیں۔[2]

وَ اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِی الْاَرْضِ ﳓ وَ اِنَّا عَلٰى ذَهَابٍۭ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ ﰑ

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے آسمان سے پانی اُتارا ایک اندازہ پر پھر اسے زمین میں ٹھہرایا اور بیشک ہم اس کے لے جانے پر قادر ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے آسمان سے ایک اندازے کے ساتھ پانی اتارا پھر اسے زمین میں ٹھہرایا اور بیشک ہم اسے لے جانے پر قادر ہیں۔

﴿وَ اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً: اور ہم نے آسمان سے پانی اتارا۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالٰی نے پانی نازل کرنے سے

1 ......خازن، المؤمنون، تحت الآية: ١٥-١٦، ٣/٣٢٢.

2 ......خازن، المؤمنون، تحت الآية: ١٧، ٣/٣٢٢.

اپنی قدرت پر اِستدلال فرمایا، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اور ہم نے آسمان سے ایک اندازے کے ساتھ یعنی جتنی ہمارے علم وحکمت میں مخلوق کی حاجتوں کے لئے چاہیے اتنی بارش برسائی، پھر اسے زمین میں ٹھہرایا اور بیشک ہم اسے لے جانے پر قادر ہیں یعنی جیسے اپنی قدرت سے پانی نازل فرمایا ایسے ہی اس پر بھی قادر ہیں کہ اس کو ختم کردیں تو بندوں کو چاہیے کہ اس نعمت کی شکر گزاری سے حفاظت کریں۔[1]

فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّ اَعْنَابٍۘ لَكُمْ فِیْهَا فَوَاكِهُ كَثِیْرَةٌ وَّ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَ شَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَیْنَآءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَ صِبْغٍ لِّلْاٰكِلِیْنَ ﴿۲۰﴾

وقف لازم

ترجمۂ کنزالایمان: تو اس سے ہم نے تمہارے لئے باغ پیدا کئے کھجوروں اور انگوروں کے تمہارے لیے ان میں بہت سے میوے ہیں اور ان میں سے کھاتے ہو۔ اور وہ پیڑ پیدا کیا کہ طور سینا سے نکلتا ہے لے کر اُگتا ہے تیل اور کھانے والوں کے لیے سالن۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اس پانی سے ہم نے تمہارے لئے کھجوروں اور انگوروں کے باغات پیدا کئے۔ تمہارے لیے ان باغوں میں بہت سے پھل میوے ہیں اور ان میں سے تم کھاتے ہو۔ اور (ہم نے) درخت (پیدا کیا) جو طور سینا پہاڑ سے نکلتا ہے، تیل اور کھانے والوں کے لیے سالن لے کر اُگتا ہے۔

﴿فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ: تو ہم نے تمہارے لئے پیدا کئے۔﴾ یعنی جو پانی آسمان سے نازل فرمایا اس سے ہم نے تمہارے لئے کھجوروں اور انگوروں کے باغات پیدا کئے۔ تمہارے لیے ان باغوں میں کھجوروں اور انگوروں کے علاوہ مزید بہت سے پھل میوے ہیں اور سردی گرمی وغیرہ موسموں میں ان میں سے تم کھاتے ہو اور عیش کرتے ہو۔[2]

1 ......خازن، المؤمنون، تحت الآیة: ۱۸، ۳/۳۲۲، مدارك، المؤمنون، تحت الآیة: ۱۸، ص۷۵٤، ملتقطاً.

2 ......خازن، المؤمنون، تحت الآیة: ۱۹، ۳/۳۲۳، مدارك، المؤمنون، تحت الآیة: ۱۹، ص۷۵٤، ملتقطاً.

﴿وَشَجَرَةً: اور درخت۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے زیتون کا درخت پیدا کیا جو طورِ سینا نامی پہاڑ سے نکلتا ہے، تیل اور کھانے والوں کے لیے سالن لے کر اگتا ہے۔ یہ اس میں عجیب صفت ہے کہ وہ تیل بھی ہے کہ تیل کے مَنافع اور فوائد اس سے حاصل کئے جاتے ہیں، جلایا بھی جاتا ہے، دوا کے طریقے پر بھی کام میں لایا جاتا ہے اور سالن کا بھی کام دیتا ہے کہ تنہا اس سے روٹی کھائی جاسکتی ہے۔(1)

وَ اِنَّ لَكُمْ فِی الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ؕ نُسْقِیْكُمْ مِّمَّا فِیْ بُطُوْنِهَا وَ لَكُمْ فِیْهَا مَنَافِعُ كَثِیْرَةٌ وَّ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَ عَلَیْهَا وَ عَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ﴿۲۲﴾

ع ۱ / ۲۲ / ۱

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک تمہارے لیے چوپاؤں میں سمجھنے کا مقام ہے ہم تمہیں پلاتے ہیں اس میں سے جو اُن کے پیٹ میں ہے اور تمہارے لیے ان میں بہت فائدے ہیں اور ان سے تمہاری خوراک ہے۔ اور ان پر اور کشتی پر سوار کیے جاتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک تمہارے لیے چوپایوں میں سمجھنے کا مقام ہے، ہم تمہیں اس میں سے پلاتے ہیں جو اُن کے پیٹ میں ہے اور تمہارے لیے ان میں بہت فائدے ہیں اور انہی سے تم کھاتے ہے۔ اور ان پر اور کشتیوں پر تمہیں سوار کیا جاتا ہے۔

﴿فِی الْاَنْعَامِ: چوپایوں میں۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حیوانات کے مَنافع سے اپنی قدرتِ کاملہ پر اِستدلال فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ بیشک تمہارے لیے چوپایوں میں سمجھنے کا مقام ہے جس کے ذریعے تم عبرت حاصل کر سکتے ہو، ہم تمہیں ان کے پیٹ میں موجود دودھ پلاتے ہیں اور وہ خوشگوار، طبیعت کے موافق لطیف غذا ہے اور تمہارے لیے ان میں اور بھی بہت سے فائدے ہیں کہ اُن کے بال، کھال اور اُون وغیرہ سے کام لیتے ہو اور انہی میں سے تم بعض چوپایوں کو ذبح کر کے ان کا گوشت بھی کھا لیتے ہو۔(2)

1 ......ابو سعود، المؤمنون، تحت الآیة: ۲۰، ۴/۴۱-۴۲، ملخصاً.

2 ......خازن، المؤمنون، تحت الآیة: ۲۱، ۳/۳۲۳، مدارك، المؤمنون، تحت الآیة: ۲۱، ص۷۵۴، ملتقطاً.

نوٹ: اس آیت کی مزید تفصیل جاننے کے لئے سورۂ نحل آیت نمبر 66 کے تحت تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔

﴿وَ عَلَيْهَا: اوران پر۔﴾ یعنی خشکی میں ان جانوروں پر اور دریاؤں میں کشتیوں پر تمہیں سوار کیا جاتا ہے۔[1]

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۲۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا تو اس نے کہا اے میری قوم اللہ کو پوجو اس کے سوا تمہارا کوئی خدا نہیں تو کیا تمہیں ڈر نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا تو اس نے فرمایا: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں تو کیا تم ڈرتے نہیں۔

﴿وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ: اور بیشک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا۔﴾ اللہ تعالیٰ نے ان آیات سے حضرت آدم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تخلیق کے علاوہ پانچ واقعات بیان فرمائے ہیں۔ **پہلا:** حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ۔ **دوسرا:** حضرت ہود عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا۔ **تیسرا:** قُرونِ آخرین کا قصہ۔ **چوتھا:** حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون عَلَیْهِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ اور **پانچواں:** حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کی والدہ حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهَا کا واقعہ۔ ان تمام واقعات کو بیان کرنے سے مقصود یہ ہے کہ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی امت سابقہ امتوں کے حالات سے آگاہ ہو تا کہ ان کے اچھے اَوصاف اپنانے کی کوشش کریں اور مذموم اوصاف سے بچیں۔[2]

اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک ہم نے حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا تو انہوں نے قوم سے فرمایا: اے میری قوم! تم (ایمان قبول کر کے) اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، کیا

[1] ......مدارك، المؤمنون، تحت الآية: ۲۲ص ۷۵٤.

[2] ......صاوی، المؤمنون، تحت الآية: ۲۳، ٤/۱۳٦۱.

تم اس کے عذاب سے ڈرتے نہیں جو اس کے سوا اوروں کو پوجتے ہو۔[1]

نوٹ: حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعے کی تفصیلات سورۂ اَعراف آیت نمبر 59 تا 64 اور سورۂ ہود آیت نمبر 25 تا 49 میں گزر چکی ہیں۔

فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَاۤ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْۙ یُرِیْدُ اَنْ یَّتَفَضَّلَ عَلَیْكُمْؕ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓىٕكَةًۚۖ مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِیْۤ اٰبَآىٕنَا الْاَوَّلِیْنَۚ(۲۴) اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰى حِیْنٍ(۲۵) قَالَ رَبِّ انْصُرْنِیْ بِمَا كَذَّبُوْنِ(۲۶)

ترجمۂ کنزالایمان: تو اس کی قوم کے جن سرداروں نے کفر کیا بولے یہ تو نہیں مگر تم جیسا آدمی چاہتا ہے کہ تمہارا بڑا بنے اور اللہ چاہتا تو فرشتے اُتارتا ہم نے تو یہ اپنے اگلے باپ داداؤں میں نہ سنا۔ وہ تو نہیں مگر ایک دیوانہ مرد تو کچھ زمانہ تک اس کا انتظار کئے رہو۔ نوح نے عرض کی اے میرے رب میری مدد فرما اس پر کہ انہوں نے مجھے جھٹلایا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اس کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا: یہ تو تمہارے جیسا ہی ایک آدمی ہے جو چاہتا ہے کہ تم پر بڑا بن جائے اور اگر اللہ چاہتا تو وہ فرشتے اتارتا۔ ہم نے تو یہ اپنے پہلے باپ داداؤں میں نہیں سنی۔ یہ تو صرف ایک ایسا مرد ہے جس پر جنون (طاری) ہے تو ایک مدت تک انتظار کرلو۔ نوح نے عرض کی: اے میرے رب! میری مدد فرما کیونکہ انہوں نے مجھے جھٹلایا ہے۔

﴿فَقَالَ: تو کہا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کے کافر سرداروں نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ یہ تو تمہارے جیسا ہی ایک آدمی ہے کہ کھاتا اور پیتا ہے، یہ چاہتا ہے کہ تم پر

1 ......خازن، المؤمنون، تحت الآية: ۲۳، ۳/۳۲۳، ملخصاً.

بڑا بن جائے اور تمہیں اپنا تابع بنالے اور اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ چاہتا کہ رسول بھیجے اور مخلوق پرستی کی ممانعت فرمائے تو وہ فرشتے اتار دیتا لیکن اس نے ایسا تو نہیں کیا، نیز ہم نے تو اپنے پہلے باپ داداؤں میں یہ بات نہیں سنی کہ بشر بھی رسول ہوتا ہے۔ یہ ان کی حماقت کی انتہاء تھی کہ بشر کا رسول ہونا تو تسلیم نہ کیا، پتھروں کو خدا مان لیا اور انہوں نے حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَام کے بارے میں یہ بھی کہا ''یہ تو صرف ایک ایسا مرد ہے جس پر جنون طاری ہے تو ایک مدت تک انتظار کرلو یہاں تک کہ اس کا جنون دور ہو جائے، ایسا ہوا تو خیر ورنہ اس کو قتل کر ڈالنا۔[1]

﴿قَالَ: عرض کی۔﴾ جب حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ان لوگوں کے ایمان لانے اور اُن کے ہدایت پانے کی امید نہ رہی تو حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے عرض کی: اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، میری مدد فرما اور اس قوم کو ہلاک کر دے کیونکہ انہوں نے مجھے جھٹلایا ہے۔[2]

فَاَوْحَیْنَاۤ اِلَیْهِ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْیُنِنَا وَ وَحْیِنَا فَاِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَ فَارَ التَّنُّوْرُۙ فَاسْلُكْ فِیْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ وَ اَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَیْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْۚ وَ لَا تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْاۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۲۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو ہم نے اسے وحی بھیجی کہ ہماری نگاہ کے سامنے اور ہمارے حکم سے کشتی بنا پھر جب ہمارا حکم آئے اور تنور اُبلے تو اس میں بٹھالے ہر جوڑے میں سے دو اور اپنے گھر والے مگر ان میں سے وہ جن پر بات پہلے پڑ چکی اور ان ظالموں کے معاملہ میں مجھ سے بات نہ کرنا یہ ضرور ڈبوئے جائیں گے۔

1 ......مدارك، المؤمنون، تحت الآية: ٢٤-٢٥، ص٧٥٥، ملخصاً.

2 ......مدارك، المؤمنون، تحت الآية: ٢٦، ص٧٥٥.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ہم نے اس کی طرف وحی بھیجی کہ ہماری نگاہ کے سامنے اور ہمارے حکم سے کشتی بنا پھر جب ہمارا حکم آئے اور تنور ابل پڑے تو کشتی میں ہر جوڑے میں سے دو اور اپنے گھر والوں کو داخل کرلو سوائے اِن میں سے اُن لوگوں کے جن پر بات پہلے طے ہوچکی ہے اور ان ظالموں کے معاملہ میں مجھ سے بات نہ کرنا، یہ ضرور غرق کئے جانے والے ہیں۔

﴿فَاَوْحَیْنَاۤ اِلَیْهِ: تو ہم نے اس کی طرف وحی بھیجی۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے دعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے اسے قبول فرماتے ہوئے ان کی طرف وحی بھیجی کہ تم ہماری حمایت وحفاظت میں اور ہمارے حکم سے کشتی بناؤ پھر جب ان کی ہلاکت کا ہمارا حکم آئے اور عذاب کے آثار نمودار ہوں اور تنور ابلنے لگ جائے اور اس میں سے پانی برآمد ہو تو یہ عذاب کے شروع ہونے کی علامت ہے، تو اس وقت کشتی میں ہر طرح کے جانوروں کے جوڑے میں سے نر اور مادہ اور اپنے گھر والوں یعنی اپنی مومنہ بیوی اور ایماندار اولاد یا تمام مومنین کو داخل کرلو، البتہ ان میں سے ان لوگوں کو سوار نہ کرنا جن پر بات پہلے طے ہوچکی ہے اور کلامِ اَزلی میں ان پر عذاب اور ہلاکت مُعَیَّن ہوچکی ہے۔ اس سے مراد حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا کنعان نامی ایک بیٹا اور ایک بیوی ہیں کہ یہ دونوں کافر تھے، چنانچہ حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے تین فرزندوں سام، حام، یافث اور اُن کی بیویوں کو اور دوسرے مؤمنین کو سوار کیا، کل لوگ جو کشتی میں تھے اُن کی تعداد ایک قول کے مطابق 80 تھی نصف مرد اور نصف عورتیں۔ حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے مزید ارشاد فرمایا کہ ان ظالموں کے معاملہ میں مجھ سے بات نہ کرنا اور اُن کے لئے نجات طلب کرنا نہ دعا فرمانا، یہ ضرور غرق کئے جانے والے ہیں۔[1]

نوٹ: اس واقعے کی مزید تفصیل سورۂ ہود کی آیت نمبر 37 تا 40 میں ملاحظہ فرمائیں۔

فَاِذَا اسْتَوَیْتَ اَنْتَ وَ مَنْ مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ نَجّٰىنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۲۸﴾

1 ......خازن، المؤمنون، تحت الآية: ٢٧، ٣ / ٣٢٤، مدارك، المؤمنون، تحت الآية: ٢٧، ص٧٥٥ - ٧٥٦، جلالين مع صاوى، هود، تحت الآية: ٤٠، ٣/٩١٣، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب ٹھیک بیٹھے کشتی پر تُو اور تیرے ساتھ والے تو کہہ سب خوبیاں اللہ کو جس نے ہمیں ان ظالموں سے نجات دی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر جب تم اور تمہارے ساتھ والے کشتی پر ٹھیک بیٹھ جاؤ تو تم کہنا تمام تعریفیں اس اللہ کیلئے جس نے ہمیں ان ظالموں سے نجات دی۔

﴿ **فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ: تو تم کہنا تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں۔** ﴾ کافروں سے نجات حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان پر ایمان لانے والے تمام لوگوں کو نصیب ہوئی لیکن اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرنے کا حکم صرف حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو دیا گیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ان کے نبی اور امام تھے تو اِن کا حمد وثنا کرنا اُن ایمان والوں کا حمد وثنا کرنا ہے نیز اس میں اللہ تعالیٰ کی کبریائی اور رَبوبِیَّت اور نبوت کی عظمت وفضیلت کی طرف اشارہ کرنا بھی مقصود ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونا وہ عظیم رتبہ ہے جو فرشتے اور نبی کے علاوہ کسی اور کو حاصل نہیں ہوتا۔[1] نیز بحیثیتِ نبی حمد کا حکم حضرت نوح عَلَیْهِ السَّلَام کو ہوا تو امت نے اس کی پیروی کرنی تھی۔

وَ قُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ ﴿۲۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور عرض کر کہ اے میرے رب مجھے برکت والی جگہ اتار اور تو سب سے بہتر اُتارنے والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور عرض کرنا: اے میرے رب! مجھے برکت والی جگہ اتار دے اور تو سب سے بہتر اتارنے والا ہے۔

﴿ **وَ قُلْ: اور عرض کرنا۔** ﴾ یعنی کشتی سے اُترتے وقت یا اس میں سوار ہوتے وقت عرض کرنا کہ: اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، مجھے برکت والی جگہ اتار دے اور تو سب سے بہتر اتارنے والا ہے۔ کشتی میں سوار ہوتے وقت کی برکت عذاب سے نجات ہے اور کشتی سے اترتے وقت کی برکت نسل کی کثرت اور پے درپے بھلائیوں کا ملنا ہے۔[2]

1 ......تفسیر کبیر، المؤمنون، تحت الآیۃ: ۲۸، ۸/۲۷۳.

2 ......مدارك، المؤمنون، تحت الآیۃ: ۲۹، ص۷۵۶.

اس آیت میں اشارہ ہے کہ ہر مسلمان کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے ایسی برکت والی جگہ کی دعا مانگنی چاہئے جس میں اس کے لئے دین اور دنیا دونوں کی برکتیں ہوں۔[1]

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ وَّ اِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِیْنَ ﴿۳۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اس میں ضرور نشانیاں ہیں اور بیشک ضرور ہم جانچنے والے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اس میں ضرور نشانیاں ہیں اور بیشک ہم ضرور آزمانے والے تھے۔

﴿ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ: بیشک اس میں۔﴾ یعنی حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعے میں اور اس میں جو دشمنانِ حق کے ساتھ کیا گیا ضرور نشانیاں، عبرتیں، نصیحتیں اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کے دلائل ہیں اور بیشک ہم حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اس قوم میں بھیج کر اور ان کو وعظ و نصیحت پر مامور فرما کر انہیں ضرور آزمانے والے تھے تاکہ ظاہر ہو جائے کہ عذاب نازل ہونے سے پہلے کون نصیحت قبول کرتا اور تصدیق و اطاعت کرتا ہے اور کون نافرمان تکذیب و مخالفت پر ڈٹا رہتا ہے۔[2]

ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِیْنَ ﴿۳۱﴾ۚ فَاَرْسَلْنَا فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۳۲﴾ع

ترجمۂ کنزالایمان: پھر ان کے بعد ہم نے اور سنگت پیدا کی۔ تو ان میں ایک رسول انہیں میں سے بھیجا کہ اللہ کی بندگی کرو اس کے سوا تمہارا کوئی خدا نہیں تو کیا تمہیں ڈر نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر ان کے بعد ہم نے ایک دوسری قوم پیدا کی۔ تو ہم نے ان میں ایک رسول انہیں میں سے بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں تو کیا تم ڈرتے نہیں؟

---

1 ......روح البیان، المؤمنون، تحت الآیۃ: ۳۰، ۶/۸۱.

2 ......خازن، المؤمنون، تحت الآیۃ: ۳۰، ۳/۳۲۴، مدارك، المؤمنون، تحت الآیۃ: ۳۰، ص۷۵۶، ملتقطاً.

﴿ثُمَّ: پھر۔﴾ یعنی حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم پر عذاب نازل کرنے اور اس کی ہلاکت کے بعد ہم نے پھر ایک دوسری قوم پیدا کی اور وہ حضرت ہود عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم عاد ہے۔ [1]

نوٹ: حضرت ہود عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور قومِ عاد کا واقعہ سورۂ اَعراف آیت نمبر 65 تا 72 اور سورۂ ہود آیت نمبر 50 تا 60 میں گزر چکا ہے۔

﴿فَاَرْسَلْنَا فِیْهِمْ رَسُوْلًا: تو ہم نے ان میں ایک رسول بھیجا۔﴾ یعنی ہم نے قومِ عاد میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا، جن کا نام حضرت ہود عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہے اور اُن کی معرفت اُس قوم کو حکم دیا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں تو کیا تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے عذاب سے ڈرتے نہیں؟ تاکہ شرک چھوڑ کر ایمان قبول کرلو۔ [2]

وَ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَ اَتْرَفْنٰهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۙ مَا هٰذَاۤ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ یَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَ یَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ۪ۙ﴿۳۳﴾ وَ لَىٕنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ۙ﴿۳۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بولے اس قوم کے سردار جنہوں نے کفر کیا اور آخرت کی حاضری کو جھٹلایا اور ہم نے انہیں دنیا کی زندگی میں چین دیا کہ یہ تو نہیں مگر تم جیسا آدمی جو تم کھاتے ہو اسی میں سے کھاتا ہے اور جو تم پیتے ہو اسی میں سے پیتا ہے۔ اور اگر تم کسی اپنے جیسے آدمی کی اطاعت کرو جب تو تم ضرور گھاٹے میں ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس کی قوم کے وہ سردار بولے جنہوں نے کفر کیا اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا اور ہم نے انہیں

---

1 ……روح البیان، المؤمنون، تحت الآیۃ: ۳۱، ۶/۸۱.

2 ……روح البیان، المؤمنون، تحت الآیۃ: ۳۲، ۶/۸۱، ملخصاً.

دنیا کی زندگی میں خوشحالی عطا فرمائی (بولے:) یہ تو تمہارے جیسا ہی ایک آدمی ہے، جو تم کھاتے ہو اسی میں سے یہ کھاتا ہے اور جو تم پیتے ہو اسی میں سے یہ پیتا ہے۔ اور اگر تم کسی اپنے جیسے آدمی کی اطاعت کرو گے جب تو تم ضرور خسارہ پانے والے ہو گے۔

﴿وَقَالَ: اور بولے۔﴾ یہاں سے حضرت ہود عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی قوم کے کافر سرداروں کے شبہات بیان کئے گئے ہیں، اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ہود عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی دعوت سن کر ان کی قوم کے وہ سردار جنہوں نے کفر کیا اور آخرت کی ملاقات اور وہاں کے ثواب وعذاب وغیرہ کو جھٹلایا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں عیش کی وسعت اور دنیا کی نعمت عطا فرمائی تھی، یہ اپنے نبی عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے بارے میں اپنی قوم کے لوگوں سے کہنے لگے ''یہ تو تمہارے جیسے ہی ایک آدمی ہیں، جو تم کھاتے ہو اسی میں سے یہ کھاتا ہے اور جو تم پیتے ہو اسی میں سے یہ پیتا ہے۔ یعنی اگر یہ نبی ہوتے تو فرشتوں کی طرح کھانے پینے سے پاک ہوتے۔ ان باطن کے اندھوں نے کمالاتِ نبوت کو نہ دیکھا اور کھانے پینے کے اوصاف دیکھ کر نبی کو اپنی طرح بشر کہنے لگے اور یہی چیز اُن کی گمراہی کی بنیاد ہوئی، چنانچہ اسی سے انہوں نے یہ نتیجہ نکالا کہ آپس میں کہنے لگے'' اور اگر تم کسی اپنے جیسے آدمی کی بات مان کر اس کی اطاعت کرو گے جب تو تم ضرور خسارہ پانے والے ہو گے۔ (1)

آیت "وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ" سے معلوم ہونے والی باتیں

اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں

(1)...... ہمیشہ مالدار، سردار، دنیاوی عزت والے زیادہ تر لوگ انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے مخالف ہوئے۔ غُرباء ومَساکین زیادہ مومن ہوئے، اب بھی یہی دیکھا جا رہا ہے کہ عموماً غریب لوگ ہی دینی کام زیادہ کرتے ہیں۔

(2)...... نبی کو اپنے جیسا بشر کہنا اور ان کے ظاہری کھانے پینے کو دیکھنا، باطنی اَسرار کو نہ دیکھنا، ہمیشہ سے کفار کا کام رہا ہے۔ پہلی بار شیطان نے نبی کو بشر کہا، پھر ہمیشہ کفار نے ایسا کہا۔

﴿اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ: جب تو تم ضرور خسارہ پانے والے ہو گے۔﴾ یعنی خدا کی قسم! اگر تم نے اس کے احکامات کی

(1)...... مدارك، المؤمنون، تحت الآية: ٣٣-٣٤، ص٧٥٧، روح البيان، المؤمنون، تحت الآية: ٣٣-٣٤، ٦/ ٨٢، ملتقطاً.

پیروی کی تو اس صورت میں اپنے آپ کو ذلت میں ڈال کر تم ضرور خسارہ پانے والے ہو گے۔[1]

اللہ تعالیٰ کے نبی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی پیروی سے دونوں جہاں میں سعادتیں نصیب ہوتی ہیں لیکن ان بیوقوفوں نے نبی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اطاعت میں اپنی ناکامی جبکہ پتھروں کی عبادت میں کامیابی سمجھی، اس سے معلوم ہوا کہ کافر بہت بڑا بے عقل ہوتا ہے۔

اَیَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ اِذَا مِتُّمْ وَ كُنْتُمْ تُرَابًا وَّ عِظَامًا اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ ﴿۳۵﴾ هَیْهَاتَ هَیْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تمہیں یہ وعدہ دیتا ہے کہ تم جب مرجاؤ گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جاؤ گے اس کے بعد پھر نکالے جاؤ گے۔ کتنی دُور ہے کتنی دُور ہے جو تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تمہیں یہ وعدہ دیتا ہے کہ تم جب مرجاؤ گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جاؤ گے اس کے بعد پھر تم نکالے جاؤ گے۔ جو وعدہ تم سے کیا جارہا ہے وہ بہت دور ہے وہ بہت دور ہے۔

﴿اَیَعِدُكُمْ: کیا تمہیں یہ وعدہ دیتا ہے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کے کافر سرداروں نے حشر کے صحیح ہونے پر اعتراض کرتے ہوئے کہا ''کیا تمہیں یہ کہا جاتا ہے کہ جب تم مرجاؤ گے اور تمہارا گوشت پوست سب مٹی ہو جائے گا اور ہڈیاں باقی رہ جائیں گی، اس کے بعد پھر تم قبروں سے زندہ نکالے جاؤ گے۔ انہوں نے صرف اتنی بات کہنے کو کافی نہ سمجھا بلکہ مرنے کے بعد زندہ کئے جانے کو بہت بعید جانا اور کہا ''قبروں سے نکالے جانے کا جو وعدہ تم سے کیا جارہا ہے وہ بہت دور ہے، وہ بہت دور ہے۔[2]

1 ......روح البیان، المؤمنون، تحت الآیة: ۳۴، ۸۲/۶.

2 ......تفسیر کبیر، المؤمنون، تحت الآیة: ۳۵-۳۶، ۲۷۶/۸، روح البیان، المؤمنون، تحت الآیة: ۳۵-۳۶، ۸۲/۶، ملتقطاً.

اِنْ هِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا نَمُوْتُ وَ نَحْیَا وَ مَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِیْنَ ﴿۳۷﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلُ ﰳافْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا وَّ مَا نَحْنُ لَهٗ بِمُؤْمِنِیْنَ ﴿۳۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ تو نہیں مگر ہماری دنیا کی زندگی کہ ہم مرتے جیتے ہیں اور ہمیں اٹھنا نہیں۔ وہ تو نہیں مگر ایک مرد جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا اور ہم اسے ماننے کے نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: زندگی تو صرف ہماری دنیا کی زندگی ہے، ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہم اٹھائے جانے والے نہیں ہیں۔ یہ تو صرف ایک ایسا مرد ہے جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے اور ہم اس کا یقین کرنے والے نہیں ہیں۔

﴿اِنْ هِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا: زندگی تو صرف ہماری دنیا کی زندگی ہے۔﴾ اُن سرداروں نے مرنے کے بعد زندہ ہونے کو بہت بعید جانا اور سمجھا کہ ایسا کبھی ہونے والا ہی نہیں اور اسی باطل خیال کی بنا پر کہنے لگے کہ زندگی تو صرف ہماری دنیا کی زندگی ہے۔ اس سے ان کا مطلب یہ تھا کہ اس دُنْیَوی زندگی کے سوا اور کوئی زندگی نہیں صرف اتنا ہی ہے، ہم مرتے جیتے ہیں کہ ہم میں کوئی مرتا ہے کوئی پیدا ہوتا ہے اور ہم مرنے کے بعد اٹھائے جانے والے نہیں ہیں۔(1)

﴿اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌ: یہ تو صرف ایک مرد ہے۔﴾ کافر سرداروں نے اپنے رسول حضرت ہود عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بارے میں یہ کہا کہ وہ تو صرف ایک ایسا مرد ہے جس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ پر جھوٹ باندھا ہے کہ اپنے آپ کو اس کا نبی بتایا اور مرنے کے بعد زندہ کئے جانے کی خبر دی اور ہم اس کی بات کا یقین کرنے والے نہیں ہیں۔(2)

قَالَ رَبِّ انْصُرْنِیْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴿۳۹﴾ قَالَ عَمَّا قَلِیْلٍ لَّیُصْبِحُنَّ نٰدِمِیْنَ ﴿۴۰﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّیْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَآءً ۚ فَبُعْدًا

---

1 ......خازن، المؤمنون، تحت الآیة: ۳۷، ۳/۳۲۵، مدارك، المؤمنون، تحت الآیة: ۳۷، ص۷۵۷، ملتقطاً.

2 ......مدارك، المؤمنون، تحت الآیة: ۳۸، ص۷۵۷.

لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: عرض کی کہ اے میرے رب میری مدد فرما اس پر کہ انہوں نے مجھے جھٹلایا۔ اللہ نے فرمایا کچھ دیر جاتی ہے کہ یہ صبح کریں گے پچھتاتے ہوئے۔ تو انہیں آلیا سچی چنگھاڑ نے تو ہم نے انہیں گھاس کوڑا کر دیا تو دُور ہوں ظالم لوگ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: عرض کی: اے میرے رب! میری مدد فرما کیونکہ انہوں نے مجھے جھٹلایا ہے۔ اللہ نے فرمایا: تھوڑی دیر میں یہ پچھتانے والے ہو جائیں گے۔ تو سچی چنگھاڑ نے انہیں پکڑ لیا تو ہم نے انہیں سوکھی گھاس کوڑا بنادیا تو ظالم لوگوں کیلئے دوری ہو۔

﴿قَالَ: عرض کی۔﴾ جب حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اُن کے ایمان لانے کی امید نہ رہی اور انہوں نے دیکھا کہ قوم انتہائی سرکشی پر ہے تو اُن کے خلاف دعا کی اور بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، میری مدد فرما اور انہیں ہلاک کر دے کیونکہ انہوں نے مجھے جھٹلایا ہے اور وہ اسی پر قائم ہیں۔(1)

﴿قَالَ: اللہ نے فرمایا۔﴾ اللہ تعالیٰ نے حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی دعا قبول فرمائی اور ان سے ارشاد فرمایا کہ یہ لوگ تھوڑی دیر میں جب اللہ تعالیٰ کا عذاب دیکھیں گے تو یہ اپنے کفر اور تکذیب پر پچھتانے والے ہو جائیں گے۔(2)

﴿فَاَخَذَتْهُمُ الصَّیْحَةُ بِالْحَقِّ: تو سچی چیخ نے انہیں پکڑ لیا۔﴾ آیت کا خلاصۂ کلام یہ ہے کہ حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کے لوگ عذاب اور ہلاکت میں گرفتار کئے گئے اور وہ ہلاک ہو کر گھاس کوڑے کی طرح ہو گئے تو انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تکذیب کرنے والے ظالم لوگوں کے لئے خدا کی رحمت سے دوری ہے۔(3)

ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قُرُوْنًا اٰخَرِیْنَ ﴿۴۲﴾ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا

1 ......ابو سعود، المؤمنون، تحت الآية: ٣٩، ٤/٤٨.

2 ......مدارك، المؤمنون، تحت الآية: ٤٠، ص٧٥٧.

3 ......خازن، المؤمنون، تحت الآية: ٤١، ٣/٣٢٥، روح البيان، المؤمنون، تحت الآية: ٤١، ٦/٨٣، ملتقطاً.

وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ﴿۴۳﴾ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: پھر ان کے بعد ہم نے اور سنگتیں پیدا کیں۔ کوئی اُمت اپنی میعاد سے نہ پہلے جائے نہ پیچھے رہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر ان کے بعد ہم نے دوسری بہت سی قومیں پیدا کیں۔ کوئی امت اپنی مدت سے نہ پہلے جاتی ہے اور نہ وہ پیچھے رہتے ہیں۔

﴿ثُمَّ اَنْشَاْنَا: پھر ہم نے پیدا کیں۔﴾ یعنی قومِ عاد کی ہلاکت کے بعد ہم نے دوسری بہت سی قومیں جیسے حضرت صالح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم، حضرت لوط عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم اور حضرت شعیب عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم وغیرہ پیدا کیں تاکہ لوگوں پر ہماری قدرت ظاہر ہو اور ہر امت جان لے کہ ہم ان سے بے نیاز ہیں، اگر وہ انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی دعوت قبول کرتے اور رسولوں عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اطاعت کرتے ہیں تو اس کا انہیں ہی فائدہ ہوگا۔[1]

﴿مِنْ اُمَّةٍ: کوئی امت۔﴾ ارشاد فرمایا کہ کوئی امت اپنی مدت سے نہ پہلے جاتی ہے اور نہ وہ لوگ اس مدت سے پیچھے رہتے ہیں، جس امت کے لئے ہلاک ہونے کا جو وقت مقرر ہے وہ ٹھیک اسی وقت ہلاک ہوگی اس میں کچھ بھی تقدیم و تاخیر نہیں ہوسکتی۔[2]

ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا ؕ كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَّ جَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ ۚ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۴۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر ہم نے اپنے رسول بھیجے ایک پیچھے دوسرا جب کسی اُمت کے پاس اس کا رسول آیا انہوں نے اسے جھٹلایا تو ہم نے اگلوں سے پچھلے ملا دیئے اور انہیں کہانیاں کرڈالا تو دُور ہوں وہ لوگ کہ ایمان نہیں لاتے۔

1 ......روح البیان، المؤمنون، تحت الآیة: ۴۲، ۶/۸۴.

2 ......مدارك، المؤمنون، تحت الآیة: ۴۳، ص۷۵۸.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر ہم نے لگاتار اپنے رسول بھیجے۔ جب کبھی کسی امت کے پاس اس کا رسول آیا تو انہوں نے اسے جھٹلایا تو ہم نے ایک کو دوسرے سے ملا دیا اور انہیں داستانیں بنا ڈالا تو ایمان نہ لانے والے دور ہوں۔

﴿ **ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا: پھر ہم نے لگاتار اپنے رسول بھیجے۔** ﴾ یعنی جس طرح ہم نے ایک کے بعد دوسری قوم کو پیدا کیا اسی حساب سے ہم نے ان میں لگاتار اپنے رسول بھیجے اور جب کبھی کسی امت کے پاس اس کا رسول آیا تو انہوں نے پہلوں کی طرح اسے جھٹلایا اور اس کی ہدایت کو نہ مانا اور اس پر ایمان نہ لائے تو ہم نے انہیں ہلاک کر کے ایک کو دوسرے سے ملا دیا اور بعد والوں کو پہلوں کی طرح ہلاک کر دیا اور انہیں داستانیں بنا ڈالا کہ بعد والے افسانے کی طرح ان کا حال بیان کیا کریں اور ان کے عذاب اور ہلاکت کا بیان عبرت کا سبب ہو تو ایمان نہ لانے والے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہوں۔ (1)

جنت کی نعمتیں پانے کا ذریعہ اور جہنم کے عذاب سے نجات کا سبب

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جس طرح جنت کی نعمتیں ملنے اور جہنم کے عذاب سے نجات کا ذریعہ ایمان لانا ہے اسی طرح دنیا میں ہلاکت اور آخرت میں جہنم کے دردناک عذاب میں مبتلا ہونے کا سبب ایمان نہ لانا ہے، لہٰذا ہر عقل مند انسان پر لازم ہے کہ وہ کفر کر کے اپنی جان کے ساتھ دشمنی نہ کرے بلکہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، سیّدالمرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رسالت اور تمام ضروریاتِ دین پر ایمان لا کر عقلمندی کا ثبوت دے اور اپنی جان کو ہلاکت سے بچائے۔

ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى وَ اَخَاهُ هٰرُوْنَ ﳔ بِاٰیٰتِنَا وَ سُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ﴿۴۵﴾ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ مَلَاۡىٕهٖ فَاسْتَكْبَرُوْا وَ كَانُوْا قَوْمًا عَالِیْنَ ﴿۴۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی ہارون کو اپنی آیتوں اور روشن سند کے ساتھ بھیجا۔ فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف تو انہوں نے غرور کیا اور وہ لوگ غلبہ پائے ہوئے تھے۔

1 ......تفسیر کبیر، المؤمنون، تحت الآیۃ: ٤٤، ٢٧٨/٨، روح البیان، المؤمنون، تحت الآیۃ: ٤٤، ٨٤/٦-٨٥، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی ہارون کو اپنی آیتوں اور روشن دلیل کے ساتھ بھیجا۔ فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف تو انہوں نے تکبر کیا اور وہ غلبہ پائے ہوئے لوگ تھے۔

﴿ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى: پھر ہم نے موسیٰ کو بھیجا۔﴾ یہاں سے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ بیان کیا جارہا ہے، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اس سے پہلی آیت میں جن رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا ذکر ہوا ان کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کے بھائی حضرت ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اپنی آیتوں اور روشن دلیل جیسے عصا اور روشن ہاتھ وغیرہ معجزات کے ساتھ فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف بھیجا تو فرعون اور اس کے درباریوں نے غرور کیا اور اپنے تکبر کے باعث ایمان نہ لائے اور وہ بنی اسرائیل پر اپنے ظلم وستم سے غلبہ پائے ہوئے لوگ تھے۔[1]

نوٹ: یاد رہے کہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَام کے واقعات متعدد سورتوں میں گزر چکے ہیں۔

فَقَالُوْۤا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَیْنِ مِثْلِنَا وَ قَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ ﴿۴۷﴾ فَكَذَّبُوْهُمَا فَكَانُوْا مِنَ الْمُهْلَكِیْنَ ﴿۴۸﴾ وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ لَعَلَّهُمْ یَهْتَدُوْنَ ﴿۴۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو بولے کیا ہم ایمان لے آئیں اپنے جیسے دو آدمیوں پر اور ان کی قوم ہماری بندگی کررہی ہے۔ تو انہوں نے ان دونوں کو جھٹلایا تو ہلاک کیے ہوؤں میں ہوگئے۔ اور بیشک ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا فرمائی کہ ان کو ہدایت ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کہنے لگے: کیا ہم اپنے جیسے دو آدمیوں پر ایمان لے آئیں حالانکہ ان کی قوم ہماری اطاعت

1 ......تفسیر طبری، المؤمنون، تحت الآیة: ۴۵-۴۶، ۹/۲۱۶، ملخصاً.

گزار ہے۔تو انہوں نے ان دونوں کو جھٹلایا تو ہلاک کئے جانے والوں میں سے ہوگئے۔اور بیشک ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا فرمائی تا کہ (بنی اسرائیل) ہدایت پا جائیں۔

﴿فَقَالُوْا: تو کہنے لگے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اُنہیں ایمان کی دعوت دی تو کہنے لگے ''کیا ہم اپنے جیسے دو آدمیوں یعنی حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ایمان لے آئیں حالانکہ ان کی قوم بنی اسرائیل ہمارے زیرِ فرمان ہے،تو یہ کیسے گوارا ہو کہ اسی قوم کے دو آدمیوں پر ایمان لا کر اُن کے اطاعت گزار بن جائیں۔ یہ لوگ اپنی تکذیب پر قائم رہے یہاں تک کہ دریا میں غرق ہو کر ہلاک کئے جانے والوں میں سے ہوگئے۔[1]

﴿وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ: اور بیشک ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا فرمائی۔﴾ ارشاد فرمایا کہ ہم نے فرعون اور اس کی قوم کی ہلاکت کے بعد حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو کتاب یعنی توریت شریف عطا فرمائی تا کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم بنی اسرائیل اس کے احکامات پر عمل کر کے سیدھے راستے کی ہدایت پا جائیں۔[2]

وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْیَمَ وَاُمَّهٗۤ اٰیَةً وَّاٰوَیْنٰهُمَاۤ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِیْنٍ ﴿۵۰﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے مریم اور اس کے بیٹے کو نشانی کیا اور انہیں ٹھکانا دیا ایک بلند زمین جہاں بسنے کا مقام اور نگاہ کے سامنے بہتا پانی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے مریم اور اس کے بیٹے کو نشانی بنادیا اور انہیں ایک بلند، رہائش کے قابل اور آنکھوں کے سامنے بہتے پانی والی سرزمین میں ٹھکانا دیا۔

1 ......خازن، المؤمنون، تحت الآية: ۴۷-۴۸، ۳/۳۲۶، ابو سعود، المؤمنون، تحت الآية: ۴۷-۴۸، ۴/۴۹-۵۰، ملتقطاً.

2 ......روح البيان، المؤمنون، تحت الآية: ۴۹، ۶/۸۶.

﴿وَجَعَلْنَا: اور ہم نے بنادیا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ ہم نے حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا اور ان کے بیٹے حضرت عیسٰی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اپنی قدرت کی نشانی بنادیا۔ حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کا نشانی ہونا اس طور پر ہے کہ انہیں کسی مرد نے نہ چھوا لیکن اس کے باوجود اللہ تعالٰی نے ان کے پیٹ میں حمل پیدا فرمادیا اور حضرت عیسٰی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا نشانی ہونا اس طور پر ہے کہ اللہ تعالٰی نے انہیں بغیر باپ کے پیدا فرمایا، جھولے میں انہیں کلام کرنے کی طاقت دی اور ان کے دستِ اقدس سے پیدائشی اندھوں اور کوڑھ کے مریضوں کو شفا دی اور مُردوں کو زندہ فرمایا۔ مزید ارشاد فرمایا کہ ہم نے انہیں ایک بلند، ہموار، کشادہ اور پھلوں والی جگہ دی جو اِن چیزوں کی وجہ سے رہائش کے قابل تھی نیز وہاں آنکھوں کے سامنے پانی بہہ رہا تھا جو خوبصورتی کی علامت بھی ہے اور قابلِ رہائش ہونے کی بھی۔ ایک قول کے مطابق اس سرزمین سے مراد بَیْتُ الْمَقْدَس ہے اور بعض مفسرین کے نزدیک اس سے دمشق یا فلسطین کی سرزمین مراد ہے۔ اس بارے میں اور بھی کئی قول ہیں۔ [1]

يَاۤ اَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ؕ﴿۵۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے پیغمبرو پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور اچھا کام کرو میں تمہارے کاموں کو جانتا ہوں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے رسولو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور اچھا کام کرو، بیشک میں تمہارے کاموں کو جانتا ہوں۔

﴿يَاۤ اَيُّهَا الرُّسُلُ: اے رسولو!﴾ یہ حکم تمام رسولوں کو تھا جیسا کہ نیچے حدیث نمبر چار سے واضح ہے۔ البتہ بطورِ ندا مخاطَب کئے جانے کے اعتبار سے بعض مفسرین کے نزدیک اس آیت میں رسولوں سے مراد تمام رسول ہیں اور ہر ایک رسول کو اُن کے زمانے میں یہ ندا فرمائی گئی۔ ایک قول یہ ہے کہ رسولوں سے مراد خاص سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہیں اور

1 ......تفسير كبير، المؤمنون، تحت الآية: ۵۰، ۸/۲۷۹-۲۸۰، خازن، المؤمنون، تحت الآية: ۵۰، ۳/۳۲۶، مدارك، المؤمنون، تحت الآية: ۵۰، ص۷۵۸-۷۵۹، ملتقطاً.

ایک قول یہ ہے کہ ان سے مراد حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہیں ۔ ان کے علاوہ اور بھی کئی قول ہیں ۔ پاکیزہ چیزوں سے مراد حلال چیزیں اور اچھے کام سے مراد شریعت کے اَحکام پر اِستقامت کے ساتھ عمل کرنا ہے ۔[1]

پاکیزہ و حلال چیزیں کھانے کی ترغیب اور ناپاک و حرام چیزیں کھانے کی مذمت

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو پاکیزہ اور حلال چیزیں کھانے کا حکم دیا اور قرآنِ مجید میں دوسرے مقام پر یہی حکم اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو بھی دیا ہے، اس مناسبت سے یہاں پاکیزہ و حلال چیزیں کھانے کی ترغیب اور ناپاک و حرام اَشیاء کھانے کی مذمت پر مشتمل 4 اَحادیث ملاحظہ ہوں ۔

(1)......حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جو شخص پاکیزہ (یعنی حلال) چیز کھائے اور سنت کے مطابق عمل کرے اور لوگ اس کے شر سے محفوظ رہیں تو وہ جنت میں داخل ہوگا ۔[2]

(2)......حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’ہر وہ جسم جو حرام سے پلا بڑھا تو آگ اس سے بہت قریب ہوگی ۔[3]

(3)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’تم میں سے کوئی شخص اپنے منہ میں مٹی ڈال لے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ اپنے منہ میں ایسی چیز ڈالے جسے اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے ۔[4]

(4)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سیِّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاک چیز کے سوا اور کسی چیز کو قبول نہیں فرماتا اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو وہی حکم دیا ہے جو رسولوں کو حکم دیا تھا اور فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَ اعْمَلُوْا — **ترجمۂ کنزالعرفان:** اے رسولو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور اچھا

---

1 ......مدارك، المؤمنون، تحت الآية: ٥١، ص٧٥٩، خازن، المؤمنون، تحت الآية: ٥١، ٣/٣٢٦، ملتقطاً.

2 ......ترمذی، كتاب صفة القيامة والرقائق والورع، ٦٠-باب، ٤/٢٣٣، الحديث: ٢٥٢٨.

3 ......شعب الايمان، التاسع والثلاثون من شعب الايمان...الخ، فصل فی طيب المطعم والملبس، ٥/٥٦، الحديث: ٥٧٥٩.

4 ......شعب الايمان، التاسع والثلاثون من شعب الايمان...الخ، فصل فی طيب المطعم والملبس، ٥/٥٧، الحديث: ٥٧٦٣.

صَالِحًاؕ اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ کام کرو، بیشک میں تمہارے کاموں کو جانتا ہوں۔

اور فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** اے ایمان والو! ہماری دی ہوئی ستھری چیزیں کھاؤ۔

پھر نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ایک ایسے شخص کا ذکر فرمایا جو لمبا سفر کرتا ہے، اس کے بال غبار آلود ہیں، وہ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہتا ہے ’’یارب! یارب! اور اس کا کھانا پینا حرام ہو، اس کا لباس حرام ہو، اس کی غذا حرام ہو تو اس کی دعا کہاں قبول ہوگی۔ (1)

اللہ تعالٰی تمام مسلمانوں کو حلال رزق کھانے اور حرام رزق سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

حلال رزق پانے اور نیک کام کرنے کی دعا

حضرت حنظلہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جبریل امین عَلَیْہِ السَّلَام نے مجھ سے عرض کی کہ آپ یہ دو دعائیں مانگا کریں: ’’اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ طَیِّبًا وَّ اسْتَعْمِلْنِیْ صَالِحًا‘‘ یعنی اے اللہ!، مجھے پاکیزہ رزق عطا فرما اور مجھے نیک کام کرنے کی توفیق عطا فرما۔ (2)

[illegible]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر بھی عبادات فرض تھیں، لہٰذا کوئی شخص خواہ وہ کسی درجہ کا ہو عبادت سے مستغنی نہیں ہوسکتا۔ اس سے ان لوگوں کو عبرت و نصیحت حاصل کرنے کی بہت ضرورت ہے جو فقیروں کا لبادہ اوڑھ کر اور اللہ تعالٰی کے کامل اولیاء جیسی شکل و صورت بنا کر یہ دعوے کرتے ہیں کہ ہم اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں قرب کے اس مقام پر پہنچ چکے ہیں کہ اب ہم پر کوئی عبادت فرض نہیں رہی۔ اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں جو مقام انبیاءِ کرام اور رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو حاصل ہے وہ کسی ولی اور صحابی کو حاصل نہیں ہوسکتا اور نہ ہی کوئی کامل ولی ان کے مقام تک پہنچنے کا دعویٰ کرسکتا ہے تو جب انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر عبادات فرض رہیں اور انہیں کوئی

1 ……مسلم، کتاب الزکاۃ، باب قبول الصدقة من الکسب الطیّب وتربیتھا، ص٥٠٦، الحدیث: ٦٥(١٠١٥).

2 ……نوادر الاصول، الاصل الثانی والستون المائة، ١/٦٣٩، الحدیث: ٨٩٦.

عبادت معاف نہ ہوئی تو یہ بناوٹی صوفی کس منہ سے دعویٰ کررہا ہے کہ اب اس پر کوئی عبادت فرض نہیں رہی۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو عقلِ سلیم اور ہدایت عطا فرمائے، امین۔

وَ اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ اَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ﴿۵۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک یہ تمہارا دین ایک ہی دین ہے اور میں تمہارا رب ہوں تو مجھ سے ڈرو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک یہ تمہارا دین ایک ہی دین ہے اور میں تمہارا رب ہوں تو مجھ سے ڈرو۔

﴿وَ اِنَّ هٰذِهٖۤ: اور بیشک یہ۔﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے لوگو! تم جس دین پر ہو یعنی دینِ اسلام، یہ ایک ہی دین ہے، اسی دین پر تمام انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان پر ایمان لانے والے تھے۔[1] مراد یہ ہے کہ اصولی عقائد میں کسی کا اختلاف نہیں، اس اعتبار سے سب متفق ہیں، البتہ ان کی شریعتوں میں فروعی احکام اور عبادت کے طریقوں میں جو اختلاف ہے اسے دین میں اختلاف نہیں کہا جاتا۔

فَتَقَطَّعُوْۤا اَمْرَهُمْ بَیْنَهُمْ زُبُرًاؕ كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَیْهِمْ فَرِحُوْنَ ﴿۵۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو ان کی امتوں نے اپنا کام آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کرلیا ہر گروہ جو اس کے پاس ہے اس پر خوش ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ان کی امتوں نے اپنے دین کو آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کرلیا، ہر گروہ اس پر خوش ہے جو اس کے پاس ہے۔

﴿فَتَقَطَّعُوْۤا: تو ان کی امتوں نے ٹکڑے ٹکڑے کرلیا۔﴾ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کا دین ایک ہی ہے البتہ ان انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی امتوں نے اپنے دین کو آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کرلیا اور یہودی، عیسائی، مجوسی وغیرہ فرقے فرقے ہوگئے۔ معنی یہ ہے کہ ہر قوم نے ایک کتاب کو مضبوطی سے تھام لیا، صرف اسی پر ایمان لائے اور دیگر کتابوں کا انکار کردیا۔ ہر گروہ

[1] ……تفسیر سمرقندی، المؤمنون، تحت الآیة: ۵۲، ۲/۴۱۵.

اس پر خوش ہے جو اس کے پاس ہے اور اپنے ہی آپ کو حق پر جانتا ہے اور دوسروں کو باطل پر سمجھتا ہے۔ اس طرح اُن کے درمیان دینی اختلافات ہیں۔[1]

اسی طرح امتیں یوں بھی ٹکڑوں میں بٹیں کہ فرقوں میں بٹ گئیں اور اپنے دین کی اپنی اپنی تشریحات بنالیں جیسے یہودیوں اور عیسائیوں میں ہوا کہ بیسیوں فرقوں میں بٹ گئے۔ دین کی یہ تفریق بھی حرام ہے۔ اس حوالے سے یہاں دو اَحادیث ذکر کی جاتی ہیں۔

(1)......حضرت معاویہ بن سفیان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ’’تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور فرمایا ’’خبردار ہو جاؤ! تم سے پہلے اہلِ کتاب بہتر فرقوں میں بٹ گئے تھے اور عنقریب یہ امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی، بہتر فرقے تو جہنم میں جائیں گے اور ایک ہی فرقہ جنت میں جائے گا اور وہ سب سے بڑی جماعت ہے۔‘‘ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ عنقریب میری امت میں ایسے لوگ نکلیں گے کہ گمراہی ان میں یوں سرایت کر جائے گی جیسے باؤلے کتے کے کاٹے ہوئے آدمی کے جسم میں زہر سرایت کر جاتا ہے۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ جیسے کتے کے کاٹے ہوئے کے جسم میں زہر داخل ہو جاتا ہے کہ کوئی رگ اور کوئی جوڑ اس سے نہیں بچتا۔[2]

(2)......حضرت عرباض بن ساریہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ایک دن صبح کی نماز کے بعد نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ہمیں انتہائی بلیغ وعظ فرمایا جس سے ہر آنکھ سے آنسو رواں ہو گئے اور سب کے دل لرز گئے۔ ایک صحابی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: یہ تو اس شخص کی نصیحت کی طرح ہے جو رخصت ہو رہا ہو۔ یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ہمیں کس بات کا حکم دیتے ہیں؟ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’میں تمہیں اللّٰہ تعالٰی سے ڈرتے رہنے کی وصیت کرتا ہوں اور اگر کوئی حبشی غلام تمہارا امیر مقرر کر دیا جائے تو اس کا بھی حکم سننا اور اس کی اطاعت کرنا۔ بے شک تم میں سے جو شخص زندہ رہے گا وہ بہت اختلاف دیکھے گا۔ تم (شریعت کے خلاف) نئی باتوں سے بچتے رہنا کیونکہ یہ گمراہی ہے۔ تم میں جو شخص یہ زمانہ پائے اسے میرا اور میرے ہدایت یافتہ اور ہدایت دینے والے خُلفاء کا طریقہ اختیار کرنا چاہئے اور تم سنت کو مضبوطی سے پکڑ لو۔[3]

---

1 ......تفسیر سمرقندی، المؤمنون، تحت الآیة: ٥٣، ٢/٤١٥، خازن، المؤمنون، تحت الآیة: ٥٣، ٣/٣٢٧، ملتقطاً.

2 ......ابو داؤد، کتاب السنّة، باب شرح السنّة، ٤/٢٦٣، الحدیث: ٤٥٩٧.

3 ......ترمذی، کتاب العلم، باب ما جاء فی الاخذ بالسنّة واجتناب البدع، ٤/٣٠٨، الحدیث: ٢٦٨٥.

فَذَرْهُمْ فِیْ غَمْرَتِهِمْ حَتّٰى حِیْنٍ ﴿۵۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو تم ان کو چھوڑ دو ان کے نشہ میں ایک وقت تک۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو تم انہیں ایک مدت تک ان کی گمراہی میں چھوڑ دو۔

﴿فَذَرْهُمْ: تو تم ان کو چھوڑ دو۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالٰی نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان کفارِ مکہ کو ان کے کفر و گمراہی اور ان کی جہالت و غفلت میں ان کی موت کے وقت تک چھوڑ دیں اور ان پر جلد عذاب نازل کرنے کا مطالبہ نہ فرمائیں۔[1]

اَیَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّ بَنِیْنَ ﴿۵۵﴾ نُسَارِعُ لَهُمْ فِی الْخَیْرٰتِؕ بَلْ لَّا یَشْعُرُوْنَ ﴿۵۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا یہ خیال کررہے ہیں کہ وہ جو ہم ان کی مدد کررہے ہیں مال اور بیٹوں سے۔ یہ جلد جلد ان کو بھلائیاں دیتے ہیں بلکہ انہیں خبر نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا یہ خیال کررہے ہیں کہ وہ جو ہم مال اور بیٹوں کے ساتھ ان کی مدد کررہے ہیں۔ تو یہ ہم ان کیلئے بھلائیوں میں جلدی کررہے ہیں؟ بلکہ انہیں خبر نہیں۔

﴿اَیَحْسَبُوْنَ: کیا یہ خیال کررہے ہیں۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں کفارِ مکہ کے بارے میں فرمایا گیا کہ کیا وہ یہ خیال کررہے ہیں کہ ہم جو مال اور بیٹوں کے ساتھ ان کی مدد کررہے ہیں تو یہ ہم ان کیلئے بھلائیوں میں جلدی کررہے ہیں اور ہماری یہ نعمتیں ان کے اعمال کی جزاء ہیں یا ہمارے راضی ہونے کی دلیل ہیں؟ ایسا ہرگز نہیں، بلکہ

[1] ......خازن، المؤمنون، تحت الآية: ٥٤، ٣/٣٢٧، روح البيان، المؤمنون، تحت الآية: ٥٤، ٦/٨٩، ملتقطاً.

اصل حقیقت یہ ہے کہ انہیں خبر ہی نہیں کہ ہم انہیں مہلت دے رہے ہیں۔[1]

کفار پر اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے کی علامت

اس سے معلوم ہوا کہ کفار کے پاس مال اور اولاد کی کثرت اللہ تعالیٰ کے ان سے راضی ہونے کی دلیل نہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں ڈھیل ہے۔ دوسری آیت میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے

وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْؕ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ اَنْ یُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِی الدُّنْیَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ان کے مال اور اولاد تمہیں تعجب میں نہ ڈالیں۔ اللہ یہی چاہتا ہے کہ انہیں اس کے ذریعے دنیا میں سزا دے اور کفر کی حالت میں ان کی روح نکل جائے۔

فی زمانہ کفار کی دُنْیَوی علوم و فنون میں ترقی اور مال و دولت کی بہتات دیکھ کر بعض حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے جبھی تو وہ اس قدر ترقی یافتہ ہیں، اگر اللہ تعالیٰ ان سے راضی نہ ہوتا تو وہ اس قدر آسائشوں میں تھوڑی ہوتے۔ اگر انہوں نے قرآن پاک کو سمجھ کر پڑھا ہوتا تو شاید ایسی باتیں ان کی زبان پر کبھی نہ آتیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں عقلِ سلیم اور فہم عطا فرمائے، اٰمین۔

اِنَّ الَّذِیْنَ هُمْ مِّنْ خَشْیَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَۙ(۵۷) وَالَّذِیْنَ هُمْ بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ یُؤْمِنُوْنَۙ(۵۸) وَالَّذِیْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا یُشْرِكُوْنَۙ(۵۹)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک وہ جو اپنے رب کے ڈر سے سہمے ہوئے ہیں۔ اور وہ جو اپنے رب کی آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔ اور وہ جو اپنے رب کا کوئی شریک نہیں کرتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہ جو اپنے رب کے ڈر سے خوفزدہ ہیں۔ اور وہ جو اپنے رب کی آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔

1 ......خازن، المؤمنون، تحت الآية: ٥٥-٥٦، ٣/٣٢٧، روح البيان، المؤمنون، تحت الآية: ٥٥-٥٦، ٦/٨٩، ملتقطاً.

2 ......التوبه: ٨٥.

اور وہ جو اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ: بیشک وہ جو۔﴾ گزشتہ آیات میں کفار کی مذمت بیان فرمانے کے بعد اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات میں ایمان والوں کے اَوصاف بیان فرمائے جارہے ہیں۔ چنانچہ ان کا **ایک وصف** یہ ہے کہ وہ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے عذاب سے خوفزدہ ہیں۔ حضرت حسن بصری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا کہ مومن نیکی کرنے کے باوجود **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ سے ڈرتا ہے جبکہ منافق گناہ کرنے کے باوجود بے خوف رہتا ہے۔ **دوسرا وصف** یہ ہے کہ وہ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی آیتوں پر ایمان لاتے ہیں اور اس کی تمام کتابوں کو مانتے ہیں۔ **تیسرا وصف** یہ ہے کہ وہ عرب کے مشرکوں کی طرح اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ کسی اور کو شریک نہیں کرتے۔ [1]

وَالَّذِیْنَ یُؤْتُوْنَ مَاۤ اٰتَوْا وَّ قُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ﴿٦٠﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جو دیتے ہیں جو کچھ دیں اور ان کے دل ڈر رہے ہیں یوں کہ ان کو اپنے رب کی طرف پھرنا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ جنہوں نے جو کچھ دیا وہ اس حال میں دیتے ہیں کہ ان کے دل اس بات سے ڈر رہے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

﴿وَالَّذِیْنَ یُؤْتُوْنَ: اور وہ جو دیتے ہیں۔﴾ اس آیت میں ایمان والوں کا چوتھا وصف بیان فرمایا کہ وہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں جو کچھ زکوٰۃ و صدقات دیتے ہیں یا جو نیک اعمال بجالاتے ہیں، اس وقت ان کا حال یہ ہوتا ہے کہ ان کے دل اس بات سے ڈر رہے ہوتے ہیں کہ کہیں ان کے اعمال رد ہی نہ کر دیئے جائیں، کیونکہ انہیں یقین ہے کہ وہ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ [2]

ترمذی کی حدیث میں ہے کہ اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا نے دو عالَم کے سردار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے دریافت کیا کہ کیا اس آیت میں ان لوگوں کا بیان ہے جو شرابیں پیتے ہیں اور چوری کرتے

1 ......خازن، المؤمنون، تحت الآية: ٥٧-٥٩، ٣/٣٢٧، مدارك، المؤمنون، تحت الآية: ٥٧-٥٩، ص ٧٦٠، ملتقطاً.

2 ......خازن، المؤمنون، تحت الآية: ٦٠، ٣/٣٢٧.

ہیں؟ ارشاد فرمایا: اے صدیق کی بیٹی! ایسا نہیں، اس آیت میں اُن لوگوں کا بیان ہے جو روزے رکھتے ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں، صدقے دیتے ہیں اور ڈرتے رہتے ہیں کہ کہیں یہ اعمال نامقبول نہ ہو جائیں۔[1]

نیکی کرنا اور ڈرنا ایمان کے کمال کی علامت ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ نیکی کرنا اور ڈرنا، کمالِ ایمان کی علامت ہے۔

پہلے زمانے کے اور موجودہ زمانے کے لوگوں کا حال

امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''پہلے زمانے کے لوگ دن رات عبادت کرتے اور جو بھی عمل کرتے دل میں خوفِ خدا رہتا تھا کہ انہوں نے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف لوٹ کر جانا ہے، وہ رات دن عبادت میں گزارنے کے باوجود اپنے نفسوں کے بارے میں خوف زدہ رہتے تھے، وہ بہت زیادہ تقویٰ اختیار کرتے اور خواہشات اور شبہات سے بچتے تھے، اس کے باوجود وہ تنہائی میں اپنے نفسوں کے لئے روتے تھے۔

لیکن اب حالت یہ ہے کہ تم لوگوں کو مطمئن، خوش اور بے خوف دیکھو گے حالانکہ وہ گناہوں پر اوندھے گرتے ہیں، دنیا میں پوری توجہ رکھے ہوئے ہیں اور اللّٰہ تعالیٰ سے منہ پھیر رکھا ہے، ان کا خیال ہے کہ وہ اللّٰہ تعالیٰ کے فضل وکرم پر کامل یقین رکھتے ہیں، اس کے عفو و درگزر اور مغفرت کی امید رکھتے ہیں گویا ان کا گمان یہ ہے کہ انہوں نے جس طرح اللّٰہ تعالیٰ کے فضل و کرم کی معرفت حاصل کی ہے اس طرح انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ اور پہلے بزرگوں کو بھی حاصل نہ تھی۔ اگر یہ بات محض تمنا اور آسانی سے حاصل ہو جاتی ہے تو ان بزرگوں کے رونے، خوف کھانے اور غمگین ہونے کا کیا مطلب تھا۔ حضرت معقل بن یسار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا جس میں قرآن پاک ان کے دلوں میں ایسے پرانا ہو جائے گا جیسے بدن پر کپڑے پرانے ہو جاتے ہیں، ان کے تمام کام لالچ کی وجہ سے ہوں گے جس میں خوف نہیں ہوگا، اگر ان میں سے کوئی اچھا عمل کرے گا تو کہے گا یہ مقبول ہوگا اور اگر برائی کرے گا تو کہے گا میری بخشش ہو جائے گی۔[2]

یہ امام غزالی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے آج سے تقریباً 900 سال پہلے کے حالات لکھے ہیں اور فی زمانہ تو حالات

---

1 ......ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورة المؤمنین، ۵/۱۱۸، الحدیث: ۳۱۸۶.

2 ......احیاء علوم الدین، کتاب ذمّ الغرور، بیان ذمّ الغرور وحقیقتہ وامثلتہ، ۳/۴۷۴.

اس سے کہیں زیادہ نازک ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت عطا فرمائے اور نیک اعمال کے سلسلے میں اپنے بزرگوں کی راہ چلنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

اُولٰٓىِٕكَ يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ ﴿٦١﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہ لوگ بھلائیوں میں جلدی کرتے ہیں اور یہی سب سے پہلے انہیں پہنچے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ لوگ بھلائیوں میں جلدی کرتے ہیں اور یہی بھلائیوں کی طرف سبقت لے جانے والے ہیں۔

﴾ اُولٰٓىِٕكَ: یہ لوگ۔﴿ یعنی جن لوگوں کے اَوصاف سابقہ آیات میں بیان ہوئے وہ بہت رغبت اور اہتمام کے ساتھ نیک اعمال کرتے ہیں اور ان میں اس لئے جلدی کرتے ہیں کہ کہیں ان کا وقت ختم نہ ہو جائے اور اس نیک عمل کی ادائیگی میں کوئی کوتاہی واقع نہ ہو جائے اور وہ نیک اعمال کرنے میں دوسروں پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ مفسرین نے آیت کے اس حصے "وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ" کے یہ معنی بھی بیان کئے ہیں کہ وہ اپنی نیکیوں کے اجر میں سبقت کرنے والے ہیں یعنی انہیں ان کے نیک اعمال کا اجر آخرت سے پہلے دنیا میں بھی مل جاتا ہے یا وہ نیکیوں کی وجہ سے جنتوں کی طرف سبقت کرنے والے ہیں۔[1]

وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَلَدَيْنَا كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿٦٢﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم کسی جان پر بوجھ نہیں رکھتے مگر اس کی طاقت بھر اور ہمارے پاس ایک کتاب ہے کہ حق بولتی ہے اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔

---

1 ......روح البيان، المؤمنون، تحت الآية: ٦١، ٩١/٦، تفسير كبير، المؤمنون، تحت الآية: ٦١، ٢٨٤/٨، مدارك، المؤمنون، تحت الآية: ٦١، ص ٧٦٠، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم کسی جان پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں رکھتے اور ہمارے پاس ایک کتاب ہے جو حق بیان کرتی ہے اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔

﴿وَ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا: اور ہم کسی جان پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں رکھتے۔﴾ یعنی سابقہ آیت میں نیک لوگوں کے جو اَوصاف بیان ہوئے یہ ان کی طاقت اور وسعت سے باہر نہیں، یونہی ہر وہ چیز جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر لازم فرمائی ہے وہ ان کی طاقت سے زیادہ نہیں ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل اور احسان ہے کہ وہ اپنے بندوں پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا، ورنہ اس کی شان تو یہ ہے کہ وہ جو چاہے کرے، اس بارے میں کسی کو سوال کرنے کی مجال نہیں۔ (1)

مزید ارشاد فرمایا کہ ہمارے پاس ایک کتاب ہے جو حق ہی بیان کرتی ہے، اس میں ہر شخص کا عمل لکھا ہوا ہے، اور وہ لوحِ محفوظ ہے اور عمل کرنے والوں پر کوئی ظلم نہ ہوگا، نہ کسی کی نیکی گھٹائی جائے گی اور نہ بدی بڑھائی جائے گی۔ (2)

بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِیْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا وَ لَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ ﴿۶۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بلکہ ان کے دل اس سے غفلت میں ہیں اور ان کے کام ان کاموں سے جدا ہیں جنہیں وہ کر رہے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بلکہ کافروں کے دل اس قرآن سے غفلت میں ہیں اور کافروں کے کام ان اعمال کے علاوہ ہیں جنہیں یہ کر رہے ہیں۔

﴿بَلْ قُلُوْبُهُمْ: بلکہ ان کے دل۔﴾ اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ کافروں کے دل اس قرآن شریف سے غفلت میں ہیں

---

1 ......مدارك، المؤمنون، تحت الآية: ٦٢، ص ٧٦٠، صاوى، المؤمنون، تحت الآية: ٦٢، ٤/١٣٦٩-١٣٧٠، ملتقطاً.

2 ......خازن، المؤمنون، تحت الآية: ٦٢، ٣/٣٢٧-٣٢٨.

اور اِن کافروں کے خبیث کام جنہیں یہ کررہے ہیں ان کاموں کے خلاف ہیں جو مذکورہ بالا آیات میں ایمانداروں کے ذکر کئے گئے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ کافروں کے دل اس قرآن سے غفلت میں ہیں اور وہ اس عظیم غفلت کے علاوہ اور بھی بہت سے خبیث کام کررہے ہیں۔ (1)

حَتّٰۤى اِذَاۤ اَخَذْنَا مُتْرَفِیْهِمْ بِالْعَذَابِ اِذَا هُمْ یَجْـَٔرُوْنَ ﴿۶۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہاں تک کہ جب ہم نے ان کے امیروں کو عذاب میں پکڑا تو جبھی وہ فریاد کرنے لگے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہاں تک کہ جب ہم نے ان کے خوشحال لوگوں کو عذاب میں پکڑا تو جبھی وہ فریاد کرنے لگے۔

﴿حَتّٰى: یہاں تک کہ۔﴾ اس آیت میں کفار کے اعمال کا انجام بیان کیا گیا کہ کفار اپنے اعمال پر ہی قائم رہے یہاں تک کہ جب ہم نے ان کے خوشحال لوگوں کو عذاب میں پکڑا اور وہ بدر کے دن تلواروں سے قتل کئے گئے تو جبھی وہ فریاد کرنے لگے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس عذاب سے مراد فاقوں اور بھوک کی وہ مصیبت ہے جو تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی دعا سے ان پر مُسلّط کی گئی تھی اور اس قحط کی وجہ سے ان کی حالت یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ وہ کتے اور مردار تک کھا گئے تھے۔ (2)

لَا تَجْـَٔرُوا الْیَوْمَ- اِنَّكُمْ مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۶۵﴾ قَدْ كَانَتْ اٰیٰتِیْ تُتْلٰى عَلَیْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ ﴿۶۶﴾ مُسْتَكْبِرِیْنَ ۚۖ بِهٖ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ ﴿۶۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: آج فریاد نہ کرو ہماری طرف سے تمہاری مدد نہ ہوگی۔ بیشک میری آیتیں تم پر پڑھی جاتی تھیں تو تم

1 ......جمل مع جلالین، المؤمنون، تحت الآیة: ۶۳، ۵/ ۲۴۶-۲۴۷، روح البیان، المؤمنون، تحت الآیة: ۶۳، ۶/ ۹۲، ملتقطاً.

2 ......روح البیان، المؤمنون، تحت الآیة: ۶۴، ۶/ ۹۲، خازن، المؤمنون، تحت الآیة: ۶۴، ۳/ ۳۲۸، ملتقطاً.

اپنی ایڑیوں کے بل اُلٹے پلٹتے تھے۔خدمتِ حرم پر بڑائی مارتے ہو رات کو وہاں بیہودہ کہانیاں بکتے حق کو چھوڑے ہوئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: آج فریاد نہ کرو، بیشک ہماری طرف سے تمہاری مدد نہیں کی جائے گی۔ بیشک میری آیات کی تمہارے سامنے تلاوت کی جاتی تھی تو تم اپنی ایڑیوں کے بل الٹے پلٹتے تھے۔خانہ کعبہ کی خدمت پر ڈینگیں مارتے تھے، رات کو الٹی سیدھی باتیں ہانکتے ہوئے، حق کو چھوڑے ہوئے۔

﴿ لَا تَجْــٴَرُوا الْیَوْمَ: آج فریاد نہ کرو۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ کفار کی فریاد کے جواب میں ان سے کہا گیا کہ آج فریاد نہ کرو، اس سے تمہیں کوئی فائدہ نہ ہوگا کیونکہ بیشک ہماری طرف سے تمہاری مدد نہیں کی جائے گی۔(اس کی وجہ یہ ہے کہ) بے شک قرآن مجید کی آیات تمہارے سامنے تلاوت کی جاتی تھیں، لیکن تم اپنی ایڑیوں کے بل پلٹ جاتے تھے اور ان آیات پر ایمان نہ لاتے تھے اور تمہارا حال یہ تھا کہ تم خانہ کعبہ کی خدمت پر یہ کہتے ہوئے ڈینگیں مارتے تھے کہ ہم حرم والے ہیں اور بَیْتُ اللہ کے ہمسائے ہیں، ہم پر کوئی غالب نہ ہوگا، ہمیں کسی کا خوف نہیں اور کعبہ معظّمہ کے گرد جمع ہو کر الٹی سیدھی باتیں ہانکتے ہوئے رات کو وہاں بیہودہ باتیں کرتے تھے اور اُن باتوں میں اکثر قرآن پاک پر طعن کرنا، اسے جادو اور شعر کہنا، اور سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شان میں بے جا باتیں کہنا ہوتا تھا اور تم نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اور مومنوں کو نیز قرآن کریم کو چھوڑے ہوئے تھے۔[1]

اَفَلَمْ یَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ اَمْ جَآءَهُمْ مَّا لَمْ یَاْتِ اٰبَآءَهُمُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۶۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا انہوں نے بات کو سوچا نہیں یا ان کے پاس وہ آیا جو ان کے باپ دادا کے پاس نہ آیا تھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا اُنہوں نے قرآن میں غور وفکر نہیں کیا؟ یا کیا اُن کے پاس وہ آیا جو اُن کے باپ دادا کے پاس نہ آیا تھا؟

﴿ اَفَلَمْ یَدَّبَّرُوا: کیا اُنہوں نے غور وفکر نہیں کیا؟﴾ اس آیت سے اللہ تعالیٰ نے حق کی پیروی سے اِعراض کرنے کی وجہ

1 ......خازن، المؤمنون، تحت الآية: ٦٥-٦٧، ٣/٣٢٨، مدارك، المؤمنون، تحت الآية: ٦٥-٦٧، ص ٧٦٠، ملتقطاً.

سے کفارِ مکہ کو ڈانٹتے ہوئے فرمایا کہ کیا انہوں نے قرآن پاک میں غور نہیں کیا اور اس کے اعجاز پر نظر نہیں ڈالی جس سے اُنہیں معلوم ہو جاتا کہ یہ کلام حق ہے، اس کی تصدیق لازم ہے اور جو کچھ اس میں ارشاد فرمایا گیا وہ سب حق اور اسے تسلیم کرنا واجب ہے اور رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی صداقت وحقانیّت پر اس میں واضح دلالتیں موجود ہیں اور کیا اُن کے پاس وہ چیز آئی ہے جو اُن کے باپ دادا کے پاس نہ آئی تھی۔ یعنی رسول کا تشریف لانا ایسی نرالی بات نہیں ہے جو کبھی پہلے زمانے میں ہوئی ہی نہ ہو اور وہ یہ کہہ سکیں کہ ہمیں خبر ہی نہ تھی کہ خدا عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے رسول آیا بھی کرتے ہیں، کبھی پہلے کوئی رسول آیا ہوتا اور ہم نے اس کا تذکرہ سنا ہوتا تو ہم کیوں اس رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو نہ مانتے۔ تمہارے پاس یہ عذر کرنے کا موقع بھی نہیں ہے کیونکہ پہلی امتوں میں رسول آچکے ہیں اور خدا عَزَّوَجَلَّ کی کتابیں نازل ہو چکی ہیں۔ (1)

اَمْ لَمْ یَعْرِفُوْا رَسُوْلَهُمْ فَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۶۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یا انہوں نے اپنے رسول کو نہ پہچانا تو وہ اسے بیگانہ سمجھ رہے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یا کیا اُنہوں نے اپنے رسول کو پہچانا نہیں ہے؟ تو وہ اس نبی کا انکار کررہے ہیں۔

﴿اَمْ لَمْ یَعْرِفُوْا: یا کیا اُنہوں نے پہچانا نہیں ہے؟﴾ کفارِ مکہ سے مزید فرمایا کہ کیا انہوں نے اپنے رسول کو پہچانا نہیں اور حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عمر شریف کے جملہ اَحوال کو نہ دیکھا اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے عالی نسب، صدق وامانت، وُفورِ عقل، حُسنِ اَخلاق، کمالِ حلم، وفا وکرم اور مُرَوَّت وغیرہ پاکیزہ اخلاق، اچھی صِفات اور بغیر کسی سے سیکھے آپ کے علم میں کامل اور تمام جہان سے زیادہ علم رکھنے اور فائق ہونے کو نہ جانا، کیا ایسا ہے؟ حقیقت میں یہ بات تو نہیں بلکہ وہ سرورِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اَوصاف وکمالات کو خوب جانتے ہیں اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی برگزیدہ صفات شہرۂ آفاق ہیں، پھر بھی وہ بلا وجہ ہٹ دھرمی

---

1 ......تفسیر کبیر، المؤمنون، تحت الآیۃ: ۶۸، ۸/۲۸۶، خازن، المؤمنون، تحت الآیۃ: ۶۸، ۳/۳۲۸، ابو سعود، المؤمنون، تحت الآیۃ: ۶۸، ۴/۵۷، ملتقطاً۔

کی وجہ سے اس پیارے نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا انکار کررہے ہیں۔ [1]

حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عظمت پہچاننے کا ایک طریقہ

قاضی عیاض رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے کلام کی روشنی میں یہاں ایک مختصر مضمون دیا جارہا ہے کہ سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عظمت پہچاننے اور آپ کے محبت کیلئے قابل ترین ہستی ہونے کی ایک بہت بڑی دلیل یہ ہے کہ انسان کے کچھ کمالات فِطری ہوتے ہیں جیسے حسن، قوت، عقل، فہم کی درستی، زبان کی فصاحت، حَواس اور اَعضاء کی قوت، مُعتدل حرکات، نسب کی شرافت، قومی عزت، وطنی کرامت۔ نیز کچھ چیزیں زندگی کی ضرورت ہوتی ہیں جو اگرچہ دنیوی ہوتی ہیں لیکن جب ان سے تقویٰ مقصود ہوتو وہ آخرت کی خوبیوں اور خصلتوں کے ساتھ لاحق ہوجاتی ہیں جیسے غذا، نیند، لباس، مکان، نکاح، مال اور عہدہ ومنصب وغیرہ اور کچھ اَوصاف وہ ہوتے ہیں جو مُطلَقاً آخرت کے شمار ہوتے ہیں جیسے تمام بلند اَخلاق، شرعی آداب، علم، بُردباری، صبر، شکر، انصاف، زُہد، تواضع، عَفْو، عِفَّت، سخاوت، شجاعت، حیاء، مُرَوَّت، خاموشی، سکون، وقار، مہربانی، آداب ومعاشرت کا حسن وغیرہ۔ اور یہی وہ خصائل ہیں جن کے مجموعہ کو حسنِ خُلق سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ان میں سے بعض خصلتیں تو کسی کی فطری عادت ہوتی ہیں اور کسی کی فطری تو نہیں ہوتی لیکن وہ انہیں محنت وریاضت سے حاصل کرلیتا ہے۔ ان خوبیوں کا حال یہ ہے کہ کسی شخص میں ان میں سے ایک یا دو بھی پائی جائیں تو وہ بڑا مشرف ومعزز مانا جاتا ہے، مثلاً نسب یا جمال یا، قوت یا علم یا شجاعت یا سخاوت وغیرہ میں سے ایک بھی وصف پایا جائے تو وہ پسندیدہ، محبوب اور عظیم بن جاتا ہے حتّٰی کہ اس بندے کی قدر اتنی بڑھ جاتی ہے کہ اس کے نام کو مثال کے طور پر پیش کیا جاتا ہے اور اس وصف کی وجہ سے دلوں میں اس کے اثر اور عظمت کا سکہ جم جاتا ہے اور یہ بات گزشتہ زمانے سے چلی آرہی ہے، تو پھر اس ذاتِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عظمت اور محبوبیت کے بارے میں تمہارا کیا گمان ہے جس میں یہ تمام کے تمام مَحاسن وخَصائل پیدائشی اور فطری طور پر کامل ترین طرز پر جمع ہیں جن سے بہتر جامِعِیَّت کا تَصَوُّر بھی نہیں کیا جاسکتا۔

اَمْ یَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌؕ بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ وَ اَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ

[1]......خازن، المؤمنون، تحت الآية: ۶۹، ۳/۳۲۸، مدارك، المؤمنون، تحت الآية: ۶۹، ص۷۶۱، روح البيان، المؤمنون، تحت الآية: ۶۹، ۶/۹۴، ملتقطاً.

كٰرِهُوْنَ ﴿۷۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یا کہتے ہیں اسے سودا ہے بلکہ وہ تو ان کے پاس حق لائے اور ان میں اکثر کو حق بُرا لگتا ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: یا وہ کہتے ہیں کہ اس نبی پر جنون طاری ہے بلکہ وہ نبی تو ان کے پاس حق کے ساتھ تشریف لائے ہیں اور ان کافروں میں اکثر حق کو ناپسند کرنے والے ہیں۔

﴿اَمْ یَقُوْلُوْنَ: یا وہ کہتے ہیں۔﴾ مزید فرمایا کہ کیا وہ کہتے ہیں کہ اس نبی پر جنون طاری ہے، یہ بھی سراسر غلط اور باطل ہے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جیسا دانا اور کامل عقل والا شخص اُن کے دیکھنے میں نہیں آیا لہٰذا اس ہستی کو جنون نہیں بلکہ یہ مقدس نبی ہیں جو ان کے پاس حق یعنی قرآنِ کریم کے ساتھ تشریف لائے ہیں جو اللّٰہ تعالیٰ کی وحدانیّت اور دینی اَحکام کے بیان پر مشتمل ہے لیکن اس کے باوجود کافروں کا انہیں برا کہنا اس لئے ہے کہ ان کافروں میں اکثر حق کو ناپسند کرنے والے ہیں کیونکہ قرآن میں اُن کی نفسانی خواہشات کی مخالفت ہے، اس لئے وہ رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور ان کے صفات وکمالات کو جاننے کے باوجود حق کی مخالفت کرتے ہیں۔ اکثر کی قید سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ حال ان میں بیشتر لوگوں کا ہے چنانچہ ان میں بعض ایسے بھی تھے جو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو حق پر جانتے تھے اور حق اُنہیں برا بھی نہیں لگتا تھا لیکن وہ اپنی قوم سے موافقت کی وجہ سے یا اُن کے طعن وتشنیع کے خوف سے ایمان نہ لائے جیسے کہ ابوطالب۔ [1]

وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِیْهِنَّ ؕ بَلْ اَتَیْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ؕ﴿۷۱﴾

---

(1)......مدارك، المؤمنون، تحت الآية: ٧٠، ص ٧٦١، جلالين، المؤمنون، تحت الآية: ٧٠، ص ٢٩١، بيضاوى، المؤمنون، تحت الآية: ٧٠، ٤/١٦٢، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر حق ان کی خواہشوں کی پیروی کرتا تو ضرور آسمان اور زمین اور جو کوئی ان میں ہیں سب تباہ ہو جاتے بلکہ ہم تو ان کے پاس وہ چیز لائے جس میں ان کی ناموری تھی تو وہ اپنی عزت سے ہی منہ پھیرے ہوئے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر حق ان کی خواہشوں کی پیروی کرتا تو ضرور آسمان اور زمین اور جو کوئی ان میں ہیں سب تباہ ہو جاتے بلکہ ہم تو ان کے پاس ان کی نصیحت لائے ہیں تو وہ اپنی نصیحت ہی سے منہ پھیرے ہوئے ہیں۔

﴾وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ: اور اگر سچا قرآن ان کی خواہشوں کی پیروی کرتا۔﴿ یعنی اگر قرآن شریف ان کی خواہشات اور نظریات کے مطابق نازل ہوتا اس طرح کہ اس میں وہ مَضامین مذکور ہوتے جن کی کفار خواہش کرتے ہیں تو تمام عالَم کا نظام درہم برہم ہو جاتا کیونکہ قرآن سچی کتاب ہے اور اس میں اگر یہ مَضامین مذکور ہوتے تو حقیقت میں بھی ایسا ہی ہوتا اور جب ایک سے زیادہ خدا ہوں تو ہر خدا کا حکم دوسرے کے مخالف ہوتا یونہی سب کے ارادے کا ایک ہی وقت میں پورا ہونا محال ہے اور یوں کائنات کا نظام تباہ ہو کر رہ جاتا لیکن ہم تو ان کے پاس قرآن لائے ہیں اور ہم یہ قرآن حقیقت میں ان کی تباہی کا ذریعہ بنا کر نہیں لائے بلکہ ہم تو اسے ان کے پاس قرآن کی صورت میں نصیحت لائے ہیں، مگر وہ تو اپنی نصیحت ہی سے منہ پھیرے ہوئے ہیں۔ (1)

ایک دوسری تفسیر کے اعتبار سے اس کا معنی یہ ہے کہ ہم یہ قرآن حقیقت میں ان کی تباہی کا ذریعہ بنا کر نہیں لائے بلکہ ہم تو اسے ان کے پاس قرآن کی صورت میں ان کی عزت وشہرت کا ذریعہ لائے ہیں کہ یہ اس پر عمل کر کے عزت و شہرت دونوں کما سکتے ہیں لیکن وہ تو اپنی عزت وشہرت ہی سے منہ پھیرے ہوئے ہیں۔

اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيْرٌ ﳓ وَّ هُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۷۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تم ان سے کچھ اجرت مانگتے ہو تو تمہارے رب کا اجر سب سے بھلا اور وہ سب سے بہتر روزی دینے والا۔

(1)......خازن، المؤمنون، تحت الآية: ۷۱، ۳/۳۲۹، جلالين، المؤمنون، تحت الآية: ۷۱، ص ۲۹۱، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تم ان سے کچھ اجرت مانگتے ہو؟ تو تمہارے رب کا اجر سب سے بہتر ہے اور وہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔

﴿اَمْ تَسْــٴَـلُهُمْ خَرْجًا: کیا تم ان سے کچھ اجرت مانگتے ہو؟﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کیا آپ انہیں ہدایت کرنے اور راہِ حق بتانے پر کچھ اجرت مانگتے ہو؟ ایسا بھی تو نہیں تو یہ بات آپ کے کمالِ اخلاص کی دلیل ہے جو انہیں سمجھنی چاہیے۔ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کا اجر تو آپ کے رب کے پاس ہے جو سب سے بہترین اجر ہے اور وہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے اور اس کا آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر فضل عظیم ہے اور جو نعمتیں اُس نے آپ کو عطا فرمائیں وہ بہت کثیر اور اعلیٰ ہیں تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ان کی کیا پرواہ؟ پھر جب وہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اوصاف و کمالات سے واقف بھی ہیں، قرآن پاک کا اعجاز بھی اُن کی نگاہوں کے سامنے ہے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اُن سے ہدایت و اِرشاد کا کوئی اجر و عِوض بھی طلب نہیں فرماتے تو اب انہیں ایمان لانے میں کیا عذر رہا۔

وَ اِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۷۳﴾ وَ اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْنَ ﴿۷۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک تم انہیں سیدھی راہ کی طرف بلاتے ہو۔ اور بیشک جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے ضرور سیدھی راہ سے کترائے ہوئے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک تم انہیں سیدھی راہ کی طرف بلاتے ہو۔ اور بیشک جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے وہ ضرور سیدھی راہ سے کترائے ہوئے ہیں۔

﴿وَ اِنَّكَ: اور بیشک تم۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، بے شک آپ انہیں سیدھی راہ یعنی

دینِ اسلام کی طرف بلاتے ہیں تو اُن پر لازم ہے کہ آپ کی دعوت قبول کریں اور اسلام میں داخل ہوں ۔[1]

﴿وَ اِنَّ الَّذِیْنَ: اور بیشک جو۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، بیشک جولوگ قیامت کے دن دوبارہ زندہ کئے جانے اور اعمال کی جزاء ملنے پر ایمان نہیں لاتے وہ ضرور دینِ حق سے منہ موڑے ہوئے ہیں ۔[2]

اس سے معلوم ہوا کہ آخرت پر ایمان لانا اور قیامت کے دن کی ہولناکیوں کا خوف راہِ حق تلاش کرنے اور اس پر چلنے کا بہت مضبوط ذریعہ ہے۔[3]

وَ لَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَ كَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ لَّلَجُّوْا فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ ﴿۷۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر ہم ان پر رحم کریں اور جو مصیبت ان پر پڑی ہے ٹال دیں تو ضرور بھٹ پنا کریں گے اپنی سرکشی میں بہکتے ہوئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر ہم ان پر رحم فرماتے اور جو مصیبت ان پر پڑی تھی وہ ٹال دیتے تو یہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے ہوئے ضرور ڈھیٹ پن کرتے۔

﴿وَ لَوْ رَحِمْنٰهُمْ: اور اگر ہم ان پر رحم فرماتے۔﴾ **شانِ نزول:** جب قریش سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی دعا سے سات برس کے قحط میں مبتلا ہوئے اور ان کی حالت بہت اَبتر ہوگئی تو ابوسفیان اُن کی طرف سے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: کیا آپ اپنے خیال میں سب جہانوں کے لئے رحمت بنا کر نہیں بھیجے گئے۔ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا بے شک۔ ابوسفیان نے کہا: قریش اپنے خلاف آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی دعا سے اس حالت کو پہنچ گئے ہیں کہ قحط کی مصیبت میں مبتلا ہوئے، فاقوں سے تنگ

---

1 ......مدارك، المؤمنون، تحت الآية: ۷۳، ص۷۶۲.

2 ......جلالين، المؤمنون، تحت الآية: ۷۴، ص۲۹۱.

3 ......روح البيان، المؤمنون، تحت الآية: ۷۴، ۶/۹۶، ملخصاً.

آ گئے ،لوگ بھوک کی بے تابی سے ہڈیاں چبا گئے اور مردار تک کھا گئے ۔ میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں اور قرابت کی ، آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ ہم سے اس قحط کو دور فرما دے ۔ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے دعا کی اور انہوں نے اس بلا سے رہائی پائی اس واقعہ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ۔ (1)

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر ہم ان پر رحم فرمائیں اور سات سالہ قحط سالی کی جو مصیبت ان اہلِ مکہ پر پڑی ہے وہ ٹال بھی دیں تو پھر وہ اپنے کفر وعناد اور سرکشی کی طرف لوٹ جائیں گے اور ان کی یہ خوشامد و چاپلوسی جاتی رہے گی اور رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور مومنین کی عداوت اور تکبر جو اُن کا پہلا طریقہ تھا، یہ وہی اختیار کریں گے ۔ (2)

وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿٧٦﴾ حَتّٰۤى اِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِيْدٍ اِذَا هُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ﴿٧٧﴾

ع ٢٧ ٤

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے انہیں عذاب میں پکڑا تو نہ وہ اپنے رب کے حضور میں جھکے اور نہ گڑگڑاتے ہیں ۔ یہاں تک کہ جب ہم نے ان پر کھولا کسی سخت عذاب کا دروازہ تو وہ اب اس میں ناامید پڑے ہیں ۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور بیشک ہم نے انہیں عذاب میں گرفتار کردیا تو وہ نہ تب اپنے رب کے حضور جھکے اور نہ ہی (اب) عاجزی کررہے ہیں ۔ یہاں تک کہ جب ہم اُن پر کسی سخت عذاب والا دروازہ کھولتے ہیں تو اس وقت وہ اس میں ناامید پڑے ہوتے ہیں ۔

﴿وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ :اور بیشک ہم نے انہیں عذاب میں گرفتار کردیا ۔﴾ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ بے شک ہم نے انہیں بھوک کے عذاب میں گرفتار کردیا تو وہ پھر بھی نہ اس وقت اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے حضور جھکے ہیں اور نہ ہی وہ آئندہ

1 ......خازن، المؤمنون، تحت الآية: ٧٥، ٣/٣٢٩، ملخصاً.

2 ......ابو سعود، المؤمنون، تحت الآية: ٧٥، ٤/٦٠، ملخصاً.

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں عاجزی کریں گے۔[1]

اس سے معلوم ہوا کہ مصیبت کے موقع پر بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہ کرنا بڑی بدبختی کی دلیل ہے۔

﴿حَتّٰى: یہاں تک۔﴾ آیت کا معنی یہ ہے کہ جب ہم اُن پر موت کے وقت یا قیامت کے دن کسی سخت عذاب والا دروازہ کھولیں گے تو اس وقت وہ اس عذاب میں ہر بھلائی سے نا امید پڑے ہوں گے۔[2]

وَهُوَ الَّذِیْۤ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـٕدَةَؕ-قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ(۷۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہی ہے جس نے بنائے تمہارے لیے کان اور آنکھیں اور دل تم بہت ہی کم حق مانتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہی ہے جس نے تمہارے لیے کان اور آنکھیں اور دل بنائے، تم بہت ہی کم شکرادا کرتے ہو۔

﴿وَهُوَ: اور وہی ہے۔﴾ اس آیت سے اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق سے خطاب فرمایا اور اس سے مقصود اہلِ ایمان کو نعمتیں یاد دلانا جبکہ کفار کو اس بات پر سختی سے تنبیہ کرنا ہے کہ انہوں نے ان نعمتوں کو ان کے مَصرَف میں استعمال نہیں کیا کیونکہ کان اس لئے بنائے گئے ہیں کہ ان سے وہ بات سنی جائے جس سے ہدایت ملے اور آنکھیں اس لئے پیدا کی گئی ہیں کہ ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی صفات کے کمال پر دلالت کرنے والی نشانیوں کا مشاہدہ کیا جائے اور دلوں کی تخلیق کا مقصد یہ ہے کہ ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی صَنعتوں میں غور وفکر کیا جائے تو جس نے ان نعمتوں کو ان کے مصرف میں استعمال نہ کیا تو وہ ایسا شخص ہے جس نے ان نعمتوں سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا۔[3]

اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ وہی ہے جس نے تمہارے لیے کان، آنکھیں اور دل بنائے تاکہ تم ان کے ذریعے سنو، دیکھو اور سمجھو اور دینی، دُنْیَوی مَنافع حاصل کرو۔ اے لوگو! تم بہت ہی کم شکرادا کرتے ہو کیونکہ تم نے ان نعمتوں

1 ......جلالین مع صاوی، المؤمنون، تحت الآیة: ٧٦، ١٣٧٣/٤.

2 ......خازن، المؤمنون، تحت الآیة: ٧٧، ٣٢٩/٣.

3 ......صاوی، المؤمنون، تحت الآیة: ٧٨، ١٣٧٣/٤-١٣٧٤.

کی قدر نہ جانی اور ان سے فائدہ نہ اُٹھایا اور کانوں، آنکھوں اور دلوں سے اللہ تعالیٰ کی آیات سننے، دیکھنے، سمجھنے اور اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنے اور حقیقی طور پر نعمتیں عطا فرمانے والے کا حق پہچان کر شکر گزار بننے کا نفع نہ اٹھایا۔[1]

وَ هُوَ الَّذِیْ ذَرَاَكُمْ فِی الْاَرْضِ وَ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَ هُوَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ وَ لَهُ اخْتِلَافُ الَّیْلِ وَ النَّهَارِؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۸۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں پھیلایا اور اسی کی طرف اُٹھنا ہے۔ اور وہی جِلائے اور مارے اور اسی کے لیے ہیں رات اور دن کی تبدیلیں تو کیا تمہیں سمجھ نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں پھیلایا اور اسی کی طرف تمہیں اٹھایا جائے گا۔ اور وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے، رات اور دن کا تبدیل ہونا اسی کے اختیار میں ہے۔ تو کیا تم سمجھتے نہیں؟

﴿وَ هُوَ: اور وہی ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ وہی رب عَزَّوَجَلَّ ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور نسل بڑھا کر تمہیں زمین میں پھیلایا اور تم اپنے پھیلاؤ کے باوجود قیامت کے دن اسی کی طرف جمع کیے جاؤ گے نہ کہ کسی اور کی طرف، تو تم کیوں اس پر ایمان نہیں لاتے اور اس کا شکر ادا نہیں کرتے۔[2]

﴿وَ هُوَ الَّذِیْ یُحْیٖ: اور وہی زندگی دیتا ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے، رات اور دن کا تبدیل ہونا اسی کے اختیار میں ہے، ان میں سے ہر ایک کا دوسرے کے بعد آنا اور تاریکی و روشنی اور زیادتی و کمی میں ہر ایک کا دوسرے سے مختلف ہونا یہ سب اس کی قدرت کے نشان ہیں، تو کیا تم سمجھتے نہیں کہ ان سے عبرت حاصل کرو اور ان میں خدا عَزَّوَجَلَّ کی قدرت کا مشاہدہ کر کے مرنے کے بعد زندہ کئے جانے کو تسلیم کرو اور اس پر ایمان لاؤ۔[3]

---

1 ......خازن، المؤمنون، تحت الآیة: ۷۸، ۳/۳۲۹، مدارك، المؤمنون، تحت الآیة: ۷۸، ص۷۶۲-۷۶۳، ملتقطاً.

2 ......ابو سعود، المؤمنون، تحت الآیة: ۷۹، ۴/۶۱.

3 ......مدارك، المؤمنون، تحت الآیة: ۸۰، ص۷۶۳.

بَلْ قَالُوْا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ ﴿۸۱﴾ قَالُوْۤا ءَاِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿۸۲﴾ لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَ اٰبَآؤُنَا هٰذَا مِنْ قَبْلُ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۸۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بلکہ انہوں نے وہی کہی جو اگلے کہتے تھے۔ بولے کیا جب ہم مر جائیں اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں کیا پھر نکالے جائیں گے۔ بیشک یہ وعدہ ہم کو اور ہم سے پہلے ہمارے باپ دادا کو دیا گیا یہ تو نہیں مگر وہی اگلی داستانیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بلکہ انہوں نے وہی بات کہی جو پہلے والے کہتے تھے۔ انہوں نے کہا تھا: کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا پھر ہم اٹھائے جائیں گے؟ بیشک ہمیں اور ہم سے پہلے ہمارے باپ دادا کو یہ وعدہ دیا گیا، یہ تو صرف پہلے لوگوں کی جھوٹی داستانیں ہیں۔

﴿بَلْ: بلکہ۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ کفارِ مکہ سمجھے نہیں بلکہ انہوں نے وہی بات کہہ دی جو ان سے پہلے والے کفار کہتے تھے کہ جب ہم مر جائیں گے اور اس کے بعد مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا ہم پھر زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے؟ بیشک ہمیں اور ہم سے پہلے ہمارے باپ دادا کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جانے کا وعدہ دیا گیا اور ہمارے باپ دادا نے تو اس کی کوئی حقیقت نہ دیکھی تو ہمیں کہاں سے نظر آئے گی، یہ تو صرف پہلے لوگوں کی جھوٹی داستانیں ہیں جن کی کچھ بھی حقیقت نہیں۔ (1)

قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَ مَنْ فِیْهَاۤ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۴﴾ سَیَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۸۵﴾

(1)......جلالين، المؤمنون، تحت الآية: ۸۱-۸۳، ص۲۹۲، روح البيان، المؤمنون، تحت الآية: ۸۱-۸۳، ۶/۱۰۰، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ کس کا مال ہے زمین اور جو کچھ اس میں ہے اگر تم جانتے ہو۔اب کہیں گے کہ اللہ کا تم فرماؤ پھر کیوں نہیں سوچتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: زمین اور جو کچھ اس میں ہے وہ سب کس کا ہے؟ اگر تم جانتے ہو۔اب کہیں گے کہ اللہ کا۔تم فرماؤ: تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے ؟

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ کفار کی اُس بات کا رد فرمانے اور اُن پر حجت قائم فرمانے کے لئے اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا ''اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان سے فرما دیں کہ زمین اور جو کچھ اس میں ہے وہ سب کس کا ہے؟ اگر تم جانتے ہو تو مجھے بتاؤ کہ ان کا خالق اور مالک کون ہے؟[1]

﴿سَیَقُوْلُوْنَ: اب کہیں گے۔﴾ اللہ تعالٰی نے کفار کی طرف سے اس سوال کا دیا جانے والا جواب پہلے ہی اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ارشاد فرما دیا کہ اس سوال کے جواب میں عنقریب کافر کہیں گے: ان کا خالق و مالک اللہ عَزَّوَجَلَّ ہے۔ کیونکہ اس کے علاوہ اور کوئی جواب ہی نہیں اور مشرکین اللہ تعالٰی کے خالق ہونے کا اقرار بھی کرتے ہیں، جب وہ یہ جواب دیں تو اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان سے فرمائیں کہ پھر تم کیوں غور نہیں کرتے تاکہ یہ بات جان جاؤ کہ جس نے زمین کو اور اس کی کائنات کو ابتداءً پیدا کیا وہ ضرور مُردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہے۔[2]

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ﴿۸۶﴾ سَیَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۸۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ کون ہے مالک ساتوں آسمانوں کا اور مالک بڑے عرش کا۔اب کہیں گے یہ اللہ ہی کی شان ہے تم فرماؤ پھر کیوں نہیں ڈرتے۔

1 ......مدارك، المؤمنون، تحت الآية: ٨٤، ص٧٦٣، خازن، المؤمنون، تحت الآية: ٨٤، ٣/٣٣٠، ملتقطاً.

2 ......خازن، المؤمنون، تحت الآية: ٨٥، ٣/٣٣٠، ابو سعود، المؤمنون، تحت الآية: ٨٥، ٤/٦١، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: ساتوں آسمانوں کا مالک اورعرشِ عظیم کا مالک کون ہے؟ اب کہیں گے: یہ سب اللّٰہ ہی کا ہے۔تم فرماؤ: پھرتم کیوں نہیں ڈرتے ؟

﴿سَیَقُوْلُوْنَ:اب کہیں گے۔﴾ اس سے پہلی آیت میں کفار سے دوسرا سوال کیا گیا کہ ساتوں آسمانوں کا اورعرشِ عظیم کا مالک کون ہے؟ اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کفار کی طرف سے دیا جانے والا جواب پہلے ہی ارشاد فرما دیا کہ وہ آپ کی اس بات کے جواب میں کہیں گے کہ یہ سب اللّٰہ تعالیٰ ہی کا ہے۔تو آپ ان سے فرمائیں کہ پھر تم غیرُ اللّٰہ کی عبادت کرنے اور اللّٰہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانے سے اوراس کے مُردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہونے کا انکار کرنے سے کیوں نہیں ڈرتے اوراس کے عذاب سے خوف کیوں نہیں کھاتے۔[1]

قُلْ مَنْۢ بِیَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ وَّ هُوَ یُجِیْرُ وَ لَا یُجَارُ عَلَیْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۸﴾ سَیَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ﴿۸۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ کس کے ہاتھ ہے ہر چیز کا قابو اور وہ پناہ دیتا ہے اوراس کے خلاف کوئی پناہ نہیں دے سکتا اگر تمہیں علم ہو۔اب کہیں گے یہ اللّٰہ ہی کی شان ہے تم فرماؤ پھر کس جادو کے فریب میں پڑے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: ہر چیز کی ملکیت کس کے ہاتھ میں ہے؟ اور وہ پناہ دیتا ہے اوراس کے خلاف پناہ نہیں دی جاسکتی ،اگر تمہیں علم ہے۔اب کہیں گے: یہ (ملکیت) اللّٰہ ہی کیلئے ہے۔تم فرماؤ: تو کس جادو کے فریب میں پڑے ہو؟

﴿قُلْ:تم فرماؤ۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان کفار سے فرمائیں ”اگر تمہیں علم ہے تو مجھے اس بات کا جواب دو کہ ہر چیز کی ملکیت کس کے ہاتھ میں ہے اور ہر چیز پر حقیقی قدرت واختیار کس کا ہے؟ اللّٰہ تعالیٰ کی شان تو یہ ہے کہ وہ پناہ دیتا ہے اوراس کے خلاف پناہ نہیں دی جاسکتی۔کفار آپ کے سوال کے جواب میں کہیں گے کہ یہ ملکیت اللّٰہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے۔آپ ان سے فرمائیں کہ تو پھر تم کس جادو کے فریب میں پڑے ہو؟ یعنی کس شیطانی دھوکے میں

[1]......مدارك، المؤمنون، تحت الآية: ۸۶-۸۷، ص۷۶۳، خازن، المؤمنون، تحت الآية: ۸۶-۸۷، ۳/ ۳۳۰، ملتقطاً.

ہو کہ توحید اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کو چھوڑ کر حق کو باطل سمجھ رہے ہو؟ جب تم اقرار کرتے ہو کہ حقیقی قدرت اسی کی ہے اور اس کے خلاف کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا تو دوسرے کی عبادت قطعاً باطل ہے۔ (1)

بَلْ اَتَیْنٰهُمْ بِالْحَقِّ وَ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۹۰﴾ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّ مَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۭ بِمَا خَلَقَ وَ لَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ﴿۹۱﴾ۙ

ترجمۂ کنزالایمان: بلکہ ہم ان کے پاس حق لائے اور وہ بیشک جھوٹے ہیں۔ اللّٰہ نے کوئی بچہ اختیار نہ کیا اور نہ اس کے ساتھ کوئی دوسرا خدا یوں ہوتا تو ہر خدا اپنی مخلوق لے جاتا اور ضرور ایک دوسرے پر اپنی تَعَلّی چاہتا پاکی ہے اللّٰہ کو ان باتوں سے جو یہ بناتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بلکہ ہم ان کے پاس حق لائے اور وہ بیشک جھوٹے ہیں۔ اللّٰہ نے کوئی بچہ اختیار نہ کیا اور نہ اس کے ساتھ کوئی دوسرا معبود ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو ہر معبود اپنی مخلوق لے جاتا اور ضرور ان میں سے ایک دوسرے پر بڑائی و غلبہ چاہتا۔ اللّٰہ ان باتوں سے پاک ہے جو یہ بیان کرتے ہیں۔

﴿بَلْ: بلکہ۔﴾ یعنی مشرکین جیسا گمان کرتے ہیں ویسا قطعاً نہیں بلکہ ہم ان کے پاس حق لائے کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی نہ اولاد ہوسکتی ہے نہ اس کا شریک، یہ دونوں باتیں محال ہیں اور وہ بیشک جھوٹے ہیں جو اس کیلئے شریک اور اولاد ٹھہراتے ہیں۔ (2)

﴿مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ: اللّٰہ نے کوئی بچہ اختیار نہ کیا۔﴾ اس آیت میں اللّٰہ تعالیٰ نے کفار کے جھوٹا ہونے کو مزید تاکید سے بیان فرمایا کہ اللّٰہ تعالیٰ نے کوئی بچہ اختیار نہیں کیا، وہ اس سے بری ہے کیونکہ اللّٰہ تعالیٰ نوع اور جنس سے پاک ہے

(1) ابو سعود، المؤمنون، تحت الآیة: ۸۸، ۶۲/۴، ملخصاً۔

(2) تفسیر طبری، المؤمنون، تحت الآیة: ۹۰، ۹/ ۲۳۹ - ۲۴۰، مدارك، المؤمنون، تحت الآیة: ۹۰، ص۷۶۳، خازن، المؤمنون، تحت الآیة: ۹۰، ۳/ ۳۳۰، ملتقطاً۔

اور اولاد وہی ہوسکتی ہے جو ہم جنس ہو اور نہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی دوسرا خدا ہے جو اُلوہیّت میں اس کا شریک ہو۔ اگر بِالفرض کوئی دوسرا خدا ہوتا تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ ہر معبود اپنی مخلوق لے جاتا اور اسے دوسرے کے تحت ِتَصَرُّف نہ چھوڑتا اور ضرور ان میں سے ایک دوسرے پر بڑائی وغلبہ چاہتا اور دوسرے پر اپنی برتری اور اپنا غلبہ پسند کرتا کیونکہ ایک دوسرے کے مقابل حکومتیں اسی چیز کا تقاضا کرتی ہیں اور ایسی صورت میں کائنات کے نظام کی تباہی یقینی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ دو خدا ہونا باطل ہے، خدا ایک ہی ہے اور ہر چیز اسی کے تحت ِتصرف ہے۔ آیت کے آخر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان شرکیہ باتوں سے پاک ہے جو یہ کفار بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے لئے شریک اور اولاد ہے۔[1]

عٰلِمِ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ فَتَعٰلٰى عَمَّا یُشْرِكُوْنَ۠ ﴿۹۲﴾

ع ۵ ۱۵ ۵

ترجمۂ کنزالایمان: جاننے والا ہر نہاں وعیاں کا تو اسے بلندی ہے ان کے شرک سے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (وہ اللہ) ہر پوشیدہ اور ظاہر بات کا جاننے والا ہے تو وہ اس (شرک) سے بلند ہے جو یہ مشرک کرتے ہیں۔

﴿عٰلِمِ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ: ہر پوشیدہ اور ظاہر بات کا جاننے والا ہے۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ ہر پوشیدہ اور ظاہر بات کو جاننے والا ہے یعنی جو مخلوق سے پوشیدہ ہے یا مخلوق پر ظاہر ہے تو ایسا علم والا خدا ان بتوں کا شریک کیسے ہوسکتا ہے جو چھپی ہوئی کوئی بات تک نہیں جانتے اور نہ ہی ظاہری باتوں کی انہیں خبر ہے یعنی مکمل بے خبر ہیں، لہٰذا اللہ تعالیٰ اس شرک سے بلند و بالا ہے جو یہ مشرک کرتے ہیں۔

قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِیَنِّیْ مَا یُوْعَدُوْنَ ﴿۹۳﴾ رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِیْ فِی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۹۴﴾

[1] ……مدارک، المؤمنون، تحت الآية: ۹۱، ص۷٦٤، خازن، المؤمنون، تحت الآية: ۹۱، ۳/ ۳۳۰، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: تم عرض کرو کہ اے میرے رب اگر تو مجھے دکھائے جو انہیں وعدہ دیا جاتا ہے۔ تو اے میرے رب مجھے ان ظالموں کے ساتھ نہ کرنا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم عرض کرو: اے میرے رب! اگر تو مجھے وہ دکھادے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے۔ تو اے میرے رب! مجھے ان ظالموں میں (شامل) نہ کرنا۔

﴿قُلْ رَّبِّ: تم عرض کرو: اے میرے رب!﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، تم یوں دعا کرو کہ اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، اگر تو مجھے وہ عذاب دکھادے جس کا (دنیا میں) ان کافروں سے وعدہ کیا جاتا ہے تو اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، مجھے ان ظالموں میں شامل نہ کرنا اور ان کا ساتھی نہ بنانا۔ (1)

یادرہے کہ یہ بات یقینی طور پر معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو کفار کا ساتھی نہ بنائے گا، اس کے باوجود رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا اس طرح دعا فرمانا، عاجزی اور بندگی کے اظہار کے طور پر ہے۔ اسی طرح انبیاءِ معصومین عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام استغفار کیا کرتے ہیں حالانکہ انہیں اپنی مغفرت اور اکرامِ خداوندی کا علم یقینی ہوتا ہے، یہ سب تواضع اور اظہارِ بندگی کے طور پر ہے۔

وَ اِنَّا عَلٰۤى اَنْ نُّرِيَكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقٰدِرُوْنَ ﴿۹۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم قادر ہیں کہ تمہیں دکھادیں جو انہیں وعدہ دے رہے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم اس پر قادر ہیں کہ تمہیں وہ دکھادیں جس کا ہم انہیں وعدہ دے رہے ہیں۔

﴿وَ اِنَّا: اور بیشک ہم۔﴾ اس آیت میں ان کفار کو جواب دیا گیا ہے جو اُس عذاب کا انکار کرتے اور اس کی ہنسی اڑاتے تھے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا تھا، انہیں بتایا گیا کہ اگر تم غور کرو تو سمجھ لوگے کہ اللہ تعالیٰ اس وعدے کو پورا کرنے پر قادر ہے،

1 ......ابو سعود، المؤمنون، تحت الآیة: ۹۳-۹۴، ۴/۶۲.

تو پھر انکار کی وجہ اور مذاق اڑانے کا سبب کیا ہے؟ اور کفار کے عذاب میں جو تاخیر ہو رہی ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی ایک حکمت یہ ہے کہ ان میں سے جو ایمان لانے والے ہیں وہ ایمان لے آئیں اور جن کی نسلیں ایمان لانے والی ہیں ان سے وہ نسلیں پیدا ہو لیں۔ (1)

اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ السَّیِّئَةَؕ-نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَصِفُوْنَ(۹۶)

ترجمۂ کنزالایمان: سب سے اچھی بھلائی سے بُرائی کو دفع کرو ہم خوب جانتے ہیں جو باتیں یہ بناتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: سب سے اچھی بھلائی سے برائی کو دفع کرو۔ ہم خوب جانتے ہیں جو باتیں یہ کر رہے ہیں۔

﴿اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ السَّیِّئَةَ: بُرائی کو اس خصلت وعادت سے دفع کرو جو سب سے اچھی ہو۔﴾ مفسرین نے اس خوبصورت جملے کے کثیر معنی بیان فرمائے ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں۔ **(1)** توحید جو کہ سب سے اعلیٰ بھلائی ہے اس سے شرک کی برائی کو دفع فرمائیں۔ **(2)** طاعت وتقویٰ کو رواج دے کر مَعصیت اور گناہ کی برائی دفع کیجئے۔ **(3)** اپنے مَکارمِ اَخلاق سے خطا کاروں پر اس طرح عفو ورحمت فرمائیں جس سے دین میں کوئی سستی نہ ہو۔ (2)

رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی سیرت سے برائی کو بھلائی کے ساتھ دور کرنے کی مثالیں

سُبْحَانَ اللہ! اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اور آپ کے ذریعے آپ کی امت کی کتنی پیاری تربیت فرمائی ہے، اسی طرح ایک اور آیت میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّیِّئَةُؕ-اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اچھائی اور برائی برابر نہیں ہوسکتی۔ برائی کو بھلائی کے ساتھ دور کر دو تو تمہارے اور جس شخص کے درمیان دشمنی ہوگی تو اس وقت وہ ایسا ہو جائے گا کہ جیسے وہ گہرا دوست ہے۔

1 ......مدارك، المؤمنون، تحت الآية: ۹۵، ص۷٦٥، ابو سعود، المؤمنون، تحت الآية: ۹۵، ٤/٦٣، ملتقطاً.

2 ......ابو سعود، المؤمنون، تحت الآية: ۹٦، ٤/٦٣، ملخصاً.

3 ......حم السجده: ٣٤.

حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی سیرتِ مبارکہ میں برائی کو بھلائی کے ساتھ ٹالنے کی بے شمار مثالیں موجود ہیں، جیسے سو اونٹوں کے لالچ میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو شہید کرنے کے لئے آنے والے سراقہ بن مالک کو امان لکھ دی۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو شہید کرنے کے ارادے سے زہر میں بجھی تلوار لے کر آنے والے عمیر بن وہب کے ساتھ ایسا سلوک فرمایا کہ وہ وہیں کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوگئے۔ فتحِ مکہ کے بعد ان کی سفارش پر صفوان بن امیہ کو بھی معاف کردیا، منافقوں کے سردار عبد اللّٰہ بن اُبی سلول کی نمازِ جنازہ پڑھا دی۔ مدینہ منورہ پر کئی حملے کرنے والے ابو سفیان کو معاف کر دیا۔ اپنے چچا حضرت حمزہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو شہید کرنے والے شخص وحشی کو معاف کر دیا۔ حضرت حمزہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا کلیجہ چبانے والی ہند بنتِ عتبہ کو معاف کر دیا۔ اگر تمام مسلمان اس آیت مبارکہ میں دیئے گئے حکم پر عمل پیرا ہو جائیں تو کوئی بعید نہیں کہ ہمارے معاشرے میں امن و سکون کا دَور دورہ ہو جائے۔

﴿نَحْنُ اَعْلَمُ: ہم خوب جانتے ہیں۔﴾ اس آیت میں حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دیتے ہوئے اللّٰہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم خوب جانتے ہیں جو باتیں یہ کفار اللّٰہ تعالٰی اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شان میں کر رہے ہیں، آپ ان کا معاملہ ہم پہ چھوڑ دیں، ہم انہیں اس کی سزا دیں گے۔[1]

وَ قُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّیٰطِیْنِ ﴿۹۷﴾ وَ اَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنِ ﴿۹۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم عرض کرو کہ اے میرے رب تیری پناہ شیاطین کے وسوسوں سے۔ اور اے میرے رب تیری پناہ کہ وہ میرے پاس آئیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم عرض کرو: اے میرے رب! میں شیطانوں کے وسوسوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اور اے

[1] ……ابو سعود، المؤمنون، تحت الآیۃ: ۹۶، ۶۳/۴، بیضاوی، المؤمنون، تحت الآیۃ: ۹۶، ۱۶۷/۴، مدارک، المؤمنون، تحت الآیۃ: ۹۶، ص۷۶۴، ملتقطاً۔

میرے رب! میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ وہ شیطان میرے پاس آئیں۔

﴿ وَقُلْ: اور تم عرض کرو۔ ﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں **اللہ** تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو مزید دو دعائیں تعلیم فرمائی ہیں، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ یوں دعا کریں کہ اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، میں شیطانوں کے وسوسوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں جن سے وہ لوگوں کو فریب دے کر مَعاصی اور گناہوں میں مبتلا کرتے ہیں اور اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ وہ شیطان میرے پاس آئیں۔[1]

شیطان سے حفاظت انتہائی اہم چیز ہے

علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اگرچہ معصوم ہیں لیکن چونکہ شیطان سے حفاظت انتہائی اہم چیز ہے اس لئے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو یہ دعا مانگنے کا حکم دیا گیا اور اس سے مقصود سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امت کو تعلیم دینا ہے کہ وہ شیطان اور اس کے وسوسوں سے پناہ مانگتے رہا کریں۔[2]

﴿ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ: اور اے میرے رب! میں تیری پناہ مانگتا ہوں۔ ﴾ اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ **اللہ** تعالیٰ کے فضل و کرم سے شیطان کے وسوسوں سے بھی محفوظ ہیں اور حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ تک شیطان کی رسائی نہیں کیونکہ **اللہ** تعالیٰ نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو یہ دعا سکھائی اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے یہ دعا مانگی جو کہ قبول ہوئی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ بڑے سے بڑا آدمی بھی اپنے آپ کو شیطان سے محفوظ نہ سمجھے۔ جب نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے شیطان سے پناہ مانگی تو ہم کیا چیز ہیں۔

حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ﴿۹۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہاں تک کہ جب ان میں کسی کو موت آئے تو کہتا ہے کہ اے میرے رب مجھے واپس پھیر دیجئے۔

1 ......مدارک، المؤمنون، تحت الآیة: ۹۷-۹۸، ص۷٦٤-۷٦٥، ملخصاً.

2 ......صاوی، المؤمنون، تحت الآیة: ۹۷، ۱۳۷۷/٤.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہاں تک کہ جب ان میں کسی کو موت آتی ہے تو کہتا ہے کہ اے میرے رب! مجھے واپس لوٹا دے۔

﴿حَتّٰى: یہاں تک کہ۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو خبر دی کہ جو کفار مرنے کے بعد اٹھنے کا انکار کر رہے ہیں یہ اپنی موت کے وقت دنیا کی طرف لوٹائے جانے کا سوال کریں گے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ کافر اپنی موت کے وقت تک تو اپنے کفر و سرکشی، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تکذیب کرنے اور مرنے کے بعد زندہ کئے جانے کا انکار کرنے پر ڈٹا رہتا ہے اور جب اس کی موت کا وقت آتا ہے اور جہنم میں اس کا جو مقام ہے وہ اسے دکھایا جاتا ہے اور جنت کا وہ مقام بھی دکھایا جاتا ہے جو ایمان لانے کی صورت میں اسے ملتا، تو کہتا ہے کہ اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، مجھے دنیا کی طرف واپس لوٹا دے۔[1]

لَعَلِّیْۤ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ؕ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا ؕ وَ مِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: شاید اب میں کچھ بھلائی کماؤں اس میں جو چھوڑ آیا ہوں ہشت یہ تو ایک بات ہے جو وہ اپنے منہ سے کہتا ہے اور ان کے آگے ایک آڑ ہے اس دن تک جس میں اٹھائے جائیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جس دنیا کو میں نے چھوڑ دیا ہے شاید اب میں اس میں کچھ نیک عمل کرلوں۔ ہرگز نہیں! یہ تو ایک بات ہے جو وہ کہہ رہا ہے اور ان کے آگے ایک رکاوٹ ہے اس دن تک جس دن وہ اٹھائے جائیں گے۔

﴿لَعَلِّیْۤ اَعْمَلُ صَالِحًا: شاید اب میں کچھ نیک عمل کرلوں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ کافر اپنی موت کے وقت عرض کرے گا کہ اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، مجھے دنیا کی طرف واپس لوٹا دے، شاید اب میں اس دنیا میں کچھ نیک عمل کرلوں جسے میں نے چھوڑ دیا ہے اور نیک اعمال بجالا کر اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں کا تدارک کروں۔ اس پر اس سے فرمایا جائے گا ''ہرگز

---

[1]......خازن، المؤمنون، تحت الآية: ٩٩، ٣/٣٣١، مدارك، المؤمنون، تحت الآية: ٩٩، ص٧٦٥، جلالين، المؤمنون، تحت الآية: ٩٩، ص٢٩٢.

نہیں! یہ تو ایک بات ہے جو وہ حسرت و ندامت سے کہہ رہا ہے، یہ ہونے والی نہیں اور اس کا کچھ فائدہ نہیں۔ مزید ارشاد فرمایا کہ ان کے آگے ایک رکاوٹ ہے جو انہیں دنیا کی طرف واپس ہونے سے مانع ہے اور وہ موت ہے کہ قانونِ الٰہی یہی ہے کہ جو مرگیا وہ دوبارہ دنیا میں نہیں لوٹایا جائے گا۔ یہاں یہ بات ذہن میں رہے کہ انبیاء و اَولیاء کا قدرتِ الٰہی اور اِذنِ الٰہی سے مُردوں کو زندہ کرنا اس آیت کے مُنافی نہیں کہ آیت میں عمومی قانون بیان کیا گیا ہے جبکہ انبیاء و اَولیاء کا زندہ کرنا قدرتِ الٰہی کا اِظہار ہے۔

[illegible]

یاد رہے کہ جس طرح کافر اپنی موت کے وقت ایمان لانے اور نیک اعمال کرنے کے لئے دوبارہ دنیا میں لوٹا دیئے جانے کا سوال کریں گے اسی طرح وہ مسلمان بھی دنیا میں لوٹائے جانے کا سوال کریں جنہوں نے نیک اعمال کرنے میں کمی یا کوتاہی کی ہوگی، چنانچہ اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَ لَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَ مَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۹﴾ وَ اَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَیَقُوْلَ رَبِّ لَوْ لَاۤ اَخَّرْتَنِیْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِیْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَ اَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۰﴾ وَ لَنْ یُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ؕ وَ اللّٰهُ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کردے اور جو ایسا کرے گا تو وہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔ اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے اس وقت سے پہلے پہلے کچھ ہماری راہ میں خرچ کرلو کہ تم میں کسی کو موت آئے تو کہنے لگے، اے میرے رب! تو نے مجھے تھوڑی مدت تک کیوں مہلت نہ دی کہ میں صدقہ دیتا اور صالحین میں سے ہو جاتا۔ اور ہرگز اللہ کسی جان کو مہلت نہ دے گا جب اس کا وعدہ آجائے اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔

ترمذی شریف میں ہے، حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا: جس کے پاس اتنا مال ہو کہ وہ بَیْتُ اللہ شریف کا حج کرنے پہنچ سکتا ہو یا اس پر زکوٰۃ فرض ہو، اس کے باوجود وہ حج نہ کرے یا زکوٰۃ نہ دے تو وہ

(1) ……منافقون: ۹۔۱۱۔

مرتے وقت دنیا میں واپسی کا سوال کرے گا۔ ایک شخص نے کہا: اے عبداللہ بن عباس! رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا، آپ اللہ تعالیٰ سے ڈریں، دنیا میں واپسی کا سوال تو صرف کفار کریں گے (اور آپ مسلمانوں کے بارے میں ایسا کہہ رہے ہیں) حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا: میں اس کے بارے میں تمہارے سامنے قرآن مجید کی آیات پڑھتا ہوں، چنانچہ آپ نے سورۂ منافقون کی ان تین آیات کی تلاوت فرمائی۔[1]

لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی ادائیگی اور اس کے اَحکام کی بجا آوری میں ہرگز ہرگز غفلت سے کام نہ لے اور دنیا کی زندگی میں زیادہ سے زیادہ نیک اعمال کرلے تاکہ موت کے وقت ایسے حال کا سامنا کرنے سے محفوظ رہے۔

فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَاۤ اَنْسَابَ بَیْنَهُمْ یَوْمَىٕذٍ وَّ لَا یَتَسَآءَلُوْنَ ﴿۱۰۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو جب صور پھونکا جائے گا تو نہ ان میں رشتے رہیں گے اور نہ ایک دوسرے کی بات پوچھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو جب صُور میں پھونک ماری جائے گی تو نہ ان کے درمیان رشتے رہیں گے اور نہ ایک دوسرے کی بات پوچھیں گے۔

﴿فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ: تو جب صُور میں پھونک ماری جائے گی۔﴾ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ اس سے مراد پہلی مرتبہ صور میں پھونک مارنا ہے جسے پہلا نفخہ کہتے ہیں اور حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد دوسری مرتبہ صور میں پھونک مارنا ہے جسے دوسرا نفخہ کہتے ہیں۔[2] اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب صور میں پھونک ماری جائے گی تو لوگوں کے درمیان کوئی رشتے نہ رہیں گے جن پر وہ دنیا میں فخر کیا کرتے تھے اور ان میں آپس کے نسبی تعلقات منقطع ہو جائیں گے اور رشتے داری کی محبتیں باقی نہ رہیں گی اور یہ حال ہوگا کہ آدمی اپنے بھائیوں، ماں باپ، بیوی اور بیٹوں سے بھاگے گا اور اس وقت نہ ایک دوسرے کی بات پوچھیں گے

1 ......ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورة المنافقین، ٥/٢٠٨، الحدیث: ٣٣٢٧.

2 ......خازن، المؤمنون، تحت الآیة: ١٠١، ٣/٣٣٢.

جیسا کہ دنیا میں پوچھتے تھے کیونکہ ہر ایک اپنے ہی حال میں مبتلا ہوگا، پھر دوسری بار صور پھونکا جائے گا اور حساب کے بعد لوگ ایک دوسرے کا حال دریافت کریں گے۔[1]

[illegible]

یاد رہے کہ اس حکم میں حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا نسب داخل نہیں، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا نسب قیامت کے دن مومن سادات کو کام آئے گا۔ یہاں اس سے متعلق 4 اَحادیث ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت عبد اللہ بن زبیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’قیامت کے دن میرے نسبی اور سسرالی رشتے کے علاوہ ہر نسبی اور سسرالی رشتہ منقطع ہو جائے گا۔[2]

(2)......حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے لوگوں کو جمع کیا اور منبر پر تشریف لے گئے اور ارشاد فرمایا ’’ان لوگوں کا کیا حال ہے جو یہ گمان کرتے ہیں کہ میری قرابت نفع نہ دے گی۔ ہر تعلق اور رشتہ قیامت میں منقطع ہو جائے گا مگر میرا رشتہ اور تعلق (منقطع نہ ہوگا) کیونکہ دنیا وآخرت میں جڑا ہوا ہے۔[3]

(3)......امیر المومنین مولیٰ علی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم کی بہن حضرت اُمِّ ہانی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی بالیاں کسی وجہ سے ایک بار ظاہر ہوگئیں (حالانکہ انہیں چھپانے کا حکم ہے) اس پر ان سے کہا گیا: محمد مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تمہیں نہ بچائیں گے۔ وہ حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئیں اور حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے یہ واقعہ عرض کیا، حضور انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’ان لوگوں کا کیا حال ہے جو یہ گمان کرتے ہیں کہ میری شفاعت میرے اہلِ بیت کو نہ پہنچے گی؟ بے شک میری شفاعت ضرور ’’حا‘‘ اور ’’حَکَمْ‘‘ (نامی یمن کے دو قبیلوں) کو بھی شامل ہے۔[4]

(4)......حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’میرے

---

1 ......روح البیان، المؤمنون، تحت الآیۃ: ١٠١، ٦/١٠٦-١٠٧.

2 ......معجم الاوسط، باب العین، من اسمہ: علی، ٣/١٤٥، الحدیث: ٤١٣٢.

3 ......مجمع الزوائد، کتاب علامات النبوّۃ، باب فی کرامۃ اصلہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم، ٨/٣٩٨، الحدیث: ١٣٨٢٧.

4 ......معجم الکبیر، عبد الرحمن بن ابی رافع عن امّ ھانیء، ٢٤/٤٣٤، الحدیث: ١٠٦٠.

رب نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ میرے اہلِ بیت میں سے جو شخص اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور میری رسالت پر ایمان لائے گا، اسے عذاب نہ فرمائے گا۔[1]

فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَ مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو جن کی تولیں بھاری ہوئیں وہی مراد کو پہنچے۔ اور جن کی تولیں ہلکی پڑیں وہی ہیں جنہوں نے اپنی جانیں گھاٹے میں ڈالیں ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو جن کے پلڑے بھاری ہوں گے تو وہی کامیاب ہونے والے ہوں گے۔ اور جن کے پلڑے ہلکے ہوں گے تو یہ وہی ہوں گے جنہوں نے اپنی جانوں کو نقصان میں ڈالا، (وہ) ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔

﴿فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ: تو جن کے پلڑے بھاری ہوں گے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا معنی یہ ہے کہ جس کے عقائد درست اور اعمال نیک ہوں گے تو اس کے اعمال کا اللہ تعالیٰ کے نزدیک وزن ہوگا اور یہی لوگ اپنا مقصد ومطلوب کو پا کر کامیاب ہوں گے اور جن کے عقائد غلط اور اعمال نیک نہ ہوں گے، ان کے اعمال کا اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی وزن نہ ہوگا اور ان سے مراد کفار ہیں، انہوں نے اپنی جانوں کو نقصان میں ڈالا اور وہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔[2]

نوٹ: اعمال کے وزن سے متعلق مزید تفصیل کے لئے سورۂ اَعراف آیت نمبر 8 اور 9 کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔

تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَ هُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ ﴿۱۰۴﴾ اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى

[1] مستدرك، كتاب معرفة الصحابة رضى الله تعالى عنهم، وعدنى ربّى فى اهل بيتى ان لا يعذّبهم، ١٣٢/٤، الحديث: ٤٧٧٢.

[2] ابو سعود، المؤمنون، تحت الآية: ١٠٢-١٠٣، ٦٤/٤-٦٥.

عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿۱۰۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ان کے منہ پر آگ لپٹ مارے گی اور وہ اس میں منہ چڑائے ہوں گے۔ کیا تم پر میری آیتیں نہ پڑھی جاتی تھیں تو تم انہیں جھٹلاتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان کے چہروں کو آگ جلادے گی اور وہ اس میں منہ چڑائے ہوں گے۔ کیا تم پر میری آیتیں نہ پڑھی جاتی تھیں؟ تو تم انہیں جھٹلاتے تھے۔

﴿وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ: اور وہ اس میں منہ چڑائے ہوں گے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اپنی جانوں کو نقصان میں ڈالنے والے بدبختوں کا حال یہ ہوگا کہ جہنم کی آگ ان کے چہروں کو جلادے گی اور جہنم میں ان کے دونوں ہونٹ سکڑ کر دانتوں سے دور ہو جائیں گے اور ان سے فرمایا جائے گا ''کیا دنیا میں تمہارے سامنے میرے قرآن کی آیتیں نہ پڑھی جاتی تھیں؟ ضرور پڑھی جاتی تھیں، لیکن تم انہیں سن کر میرے عذاب سے ڈرنے کی بجائے انہیں جھٹلاتے تھے اور یہ گمان کرتے تھے کہ یہ اللّٰہ تعالیٰ کا کلام نہیں ہے۔ (1)

حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ''وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ'' کے بارے میں ارشاد فرمایا'' آگ انہیں بھون ڈالے گی اور اوپر کا ہونٹ سکڑ کر آدھے سر تک پہنچ جائے گا اور نیچے کا ہونٹ لٹک کر ناف کو چھونے لگے گا۔ (2) اللّٰہ تعالیٰ ہمیں جہنم کے اس دردناک عذاب سے پناہ عطا فرمائے۔

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جہنم میں بدنصیب ہی جائے گا۔ عرض کی گئی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، بدنصیب کون ہے؟ ارشاد فرمایا: ''جو اللّٰہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے کام نہ کرے اور اس کی نافرمانی نہ چھوڑے۔ (3)

1 ......مدارک، المؤمنون، تحت الآیۃ: ١٠٤-١٠٥، ص٧٦٦، جلالین، المؤمنون، تحت الآیۃ: ١٠٤-١٠٥، ص٢٩٣، ملتقطاً.

2 ......ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ المؤمنین، ١١٩/٥، الحدیث: ٣١٨٧.

3 ......ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب ما یرجی من رحمۃ اللّٰہ عزّوجل یوم القیامۃ، ٥١٦/٤، الحدیث: ٤٢٩٨.

لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ بھی ان آیات سے عبرت و نصیحت حاصل کرے، ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کرے اور کسی بھی حال میں اس کی نافرمانی نہ کرے۔

قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَیْنَا شِقْوَتُنَا وَ كُنَّا قَوْمًا ضَآلِّیْنَ ﴿۱۰۶﴾ رَبَّنَاۤ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۰۷﴾ قَالَ اخْسَــٴُـوْا فِیْهَا وَ لَا تُكَلِّمُوْنِ ﴿۱۰۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کہیں گے اے رب ہمارے ہم پر ہماری بدبختی غالب آئی اور ہم گمراہ لوگ تھے۔ اے ہمارے رب ہم کو دوزخ سے نکال دے پھر اگر ہم ویسے ہی کریں تو ہم ظالم ہیں۔ رب فرمائے گا دُتکارے پڑے رہو اس میں اور مجھ سے بات نہ کرو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! ہم پر ہماری بدبختی غالب آئی اور ہم گمراہ لوگ تھے۔ اے ہمارے رب! ہمیں دوزخ سے نکال دے پھر اگر ہم ویسے ہی کریں تو بیشک ہم ظالم ہوں گے۔ اللہ فرمائے گا: دھتکارے ہوئے جہنم میں پڑے رہو اور مجھ سے بات نہ کرو۔

﴿ قَالُوْا: وہ کہیں گے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ ڈانٹ سن کر کفار کہیں گے: ہم اپنے اختیار سے لذتوں اور نفسانی خواہشات کی تکمیل میں مصروف ہوئے اور یہ چیز ہم پر ایسی غالب آئی کہ ہم اس برے انجام تک پہنچ گئے اور انہی لذتوں کی وجہ سے ہم لوگ حق سے گمراہ ہو گئے تھے اور ہم نے تیرے نبی کو جھٹلا دیا اور تیری نافرمانیاں کیں۔ اے ہمارے رب! ہمیں دوزخ سے نکال دے، اس کے بعد اگر ہم نے دوبارہ ویسے ہی کام کئے تو بیشک ہم اپنی جانوں پر ظلم کرنے میں حد سے بڑھنے والے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: دھتکارے ہوئے جہنم میں پڑے رہو کیونکہ یہ سوال کرنے کی جگہ نہیں اور مجھ سے جہنم سے نکال کر دنیا میں لوٹا دینے کی بات نہ کرو کیونکہ اب ایسا کبھی بھی نہیں ہوگا۔ (1)

1 ......روح البیان، المؤمنون، تحت الآیۃ: ١٠٦-١٠٨، ٦/١٠٩۔

ان آیات میں جہنمیوں کی فریاد کا ذکر ہوا، اس مناسبت سے یہاں دو اَحادیث ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت ابو درداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ دوزخی لوگ جہنم کے داروغہ حضرت مالک عَلَیْہِ السَّلَام کو پکار کر کہیں گے اے مالک! تیرا رب (ہمیں موت دے کر) ہمارا کام پورا کردے۔ حضرت مالک عَلَیْہِ السَّلَام ان سے کہیں گے کہ تم جہنم ہی میں پڑے رہو گے۔ پھر وہ اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ میں فریاد کریں گے پکاریں گے اور کہیں گے ''اے ہمارے رب! عَزَّوَجَلَّ، ہم پر ہماری بدبختی غالب آئی اور ہم گمراہ لوگ تھے، اے ہمارے رب! ہمیں دوزخ سے نکال دے پھر اگر ہم ویسے ہی کریں تو بیشک ہم ظالم ہوں گے۔ اُنہیں جواب دیا جائے گا کہ دھتکارے ہوئے جہنم میں پڑے رہو اور مجھ سے بات نہ کرو۔ اب اُن کی امیدیں منقطع ہو جائیں گی اور اس وقت ندامت اور خرابی کی پکار میں مشغول ہوں گے۔[1]

(2)......حضرت عبداللّٰہ بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ دوزخی لوگ جہنم کے داروغہ حضرت مالک عَلَیْہِ السَّلَام کو پکاریں گے تو وہ چالیس برس تک انہیں جواب نہ دیں گے، اس کے بعد وہ کہیں گے کہ تم جہنم ہی میں پڑے رہو گے پھر وہ کہیں گے ''اے ہمارے رب! ہمیں دوزخ سے نکال دے پھر اگر ہم ویسے ہی کریں تو بیشک ہم ظالم ہوں گے۔ اور انہیں دنیا سے دگنی عمر تک جواب نہ دیا جائے گا۔[2]

اور دنیا کی عمر کتنی ہے اس بارے میں کئی قول ہیں ''بعض نے کہا کہ دنیا کی عمر سات ہزار برس ہے، بعض نے کہا بارہ ہزار برس اور بعض نے کہا کہ تین لاکھ ساٹھ برس ہے۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَم[3] اور آخری بیان کردہ عمر بھی قطعی نہیں ہے۔

اِنَّهٗ كَانَ فَرِیْقٌ مِّنْ عِبَادِیْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَ ارْحَمْنَا

---

1 ......ترمذی، کتاب صفة جهنّم، باب ما جاء فی صفة طعام اهل النار، ۲۶۳/۴، الحدیث: ۲۵۹۵.

2 ......مصنف ابن ابی شیبه، کتاب ذکر النار، ما ذکر فیما اعدّ لاهل النار و شدّته، ۹۲/۸، الحدیث: ۶.

3 ......التذکره للقرطبی، باب منه و ما جاء فی خروج الموحدین من النار... الخ، ص۴۱۸، صاوی، المؤمنون، تحت الآیة: ۱۰۸، ۱۳۷۸/۴.

وَ اَنْتَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ ﴿۱۰۹﴾ۚۖ فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِیًّا حَتّٰۤى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِیْ وَ كُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ اِنِّیْ جَزَیْتُهُمُ الْیَوْمَ بِمَا صَبَرُوْۤا ۙ اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآىٕزُوْنَ ﴿۱۱۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک میرے بندوں کا ایک گروہ کہتا تھا اے ہمارے رب ہم ایمان لائے تو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر اور تو سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے۔ تو تم نے انہیں ٹھٹھا بنالیا یہاں تک کہ انہیں بنانے کے شغل میں میری یاد بھول گئے اور تم ان سے ہنسا کرتے۔ بیشک آج میں نے ان کے صبر کا انہیں یہ بدلہ دیا کہ وہی کامیاب ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک میرے بندوں کا ایک گروہ کہتا تھا: اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے تو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما اور تو سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے۔ تو تم نے انہیں مذاق بنالیا یہاں تک کہ ان لوگوں کا مذاق اڑانے نے تمہیں میری یاد بھلادی اور تم ان سے ہنسا کرتے تھے۔ بیشک آج میں نے ان کے صبر کا انہیں یہ بدلہ دیا کہ وہی کامیاب ہیں۔

﴿اِنَّهٗ كَانَ فَرِیْقٌ مِّنْ عِبَادِیْ یَقُوْلُوْنَ: بیشک میرے بندوں کا ایک گروہ کہتا تھا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے کافرو! تمہارا حال یہ تھا کہ جب دنیا میں میرے مومن بندوں کا ایک گروہ کہتا تھا: اے ہمارے رب! ہم تجھ پر ایمان لائے اور ہم نے تیری اور جو کچھ تیری طرف سے آیا اس کی تصدیق کی، تو ہمارے گناہوں کو معاف فرما کر ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما اور ہمیں جہنم سے نجات دے کر اور جنت میں داخل فرما کر ہم پر اپنا احسان فرما اور تو سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے کیونکہ تیری رحمت ہی تمام رحمتوں کا مَنبع ہے۔'' تو اے کافرو، تم نے انہیں مذاق بنالیا یہاں تک کہ ان لوگوں کا مذاق اڑانے نے تمہیں میری یاد بھلادی اور تمہیں میرے عذاب کا خوف نہ رہا اور تم ان سے ہنسا کرتے اور ان کا بہت مذاق اڑایا کرتے تھے۔ بیشک آج میں نے انہیں تمہاری اَذِیَّتوں اور مذاق اڑانے پر صبر کرنے

کا یہ بدلہ دیا کہ وہی ہمیشہ کے لئے جنت کی نعمتیں پا کر کامیاب ہیں۔ [1]

شانِ نزول: بعض مفسرین کے نزدیک یہ آیتیں ان کفارِ قریش کے بارے میں نازل ہوئیں جو حضرت بلال، حضرت عمار، حضرت صہیب، حضرت خبّاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ اور ان جیسے دیگر فقراء صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔ [2]

قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِی الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِیْنَ ﴿۱۱۲﴾ قَالُوْا لَبِثْنَا یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ فَسْــٴَـلِ الْعَآدِّیْنَ ﴿۱۱۳﴾ قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِیْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۱۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: فرمایا تم زمین میں کتنا ٹھہرے برسوں کی گنتی سے۔ بولے ہم ایک دن رہے یا دن کا حصہ تو گننے والوں سے دریافت فرما۔ فرمایا تم نہ ٹھہرے مگر تھوڑا اگر تمہیں علم ہوتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ فرمائے گا: تم زمین میں سالوں کی گنتی کے اعتبار سے کتنا عرصہ ٹھہرے ہو؟ وہ کہیں گے: ہم ایک دن رہے یا ایک دن کا بھی کچھ حصہ ٹھہرے ہیں تو گننے والوں سے دریافت فرما۔ فرمائے گا: تم بہت تھوڑا ہی ٹھہرے ہو، اگر تم جانتے۔

﴿قٰلَ: فرمایا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کفار سے فرمائے گا کہ تم دنیا میں اور قبر میں سالوں کی گنتی کے اعتبار سے کتنا عرصہ ٹھہرے ہو؟ کفار اس سوال کے جواب میں کہیں گے: ہم ایک دن رہے یا ایک دن کا بھی کچھ حصہ ٹھہرے ہیں۔ کفار یہ جواب اس وجہ سے دیں گے کہ اس دن کی دہشت اور عذاب

1 ......روح البیان، المؤمنون، تحت الآیة: ۱۰۹-۱۱۱، ۱۰۹/٦، جلالین، المؤمنون، تحت الآیة: ۱۰۹-۱۱۱، ص۲۹۳، ملتقطاً.

2 ......خازن، المؤمنون، تحت الآیة: ۱۰۹، ۳۳۳/۳.

کی ہَیبت سے انہیں اپنے دنیا میں رہنے کی مدت یاد نہ رہے گی اور انہیں شک ہو جائے گا ،اسی لئے کہیں گے: اے اللّٰہ! عَزَّوَجَلَّ ،تو اُن فرشتوں سے دریافت فرما جنہیں تو نے بندوں کی عمریں اور ان کے اعمال لکھنے پر مامور کیا ہے۔ اللّٰہ تعالیٰ کفار کو جواب دے گا کہ اگر تمہیں دنیا میں رہنے کی مدت معلوم ہوتی تو تم جان لیتے کہ آخرت کے مقابلے میں دنیا میں بہت ہی تھوڑا عرصہ ٹھہرے ہو۔[1]

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تمہیں بیکار بنایا اور تمہیں ہماری طرف پھرنا نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تمہیں بیکار بنایا اور تم ہماری طرف لوٹائے نہیں جاؤ گے؟

﴿ اَفَحَسِبْتُمْ: تو کیا تم یہ سمجھتے ہو۔﴾ اس آیت میں اللّٰہ تعالیٰ نے کفار کو مزید سرزنش فرمائی کہ اے بدبختو! کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تمہیں بیکار بنایا اور تم ہماری طرف لوٹائے نہیں جاؤ گے ،ایسا نہیں بلکہ ہم نے تمہیں عبادت کے لئے پیدا کیا تاکہ تم پر عبادت لازم کریں اور آخرت میں تم ہماری طرف لوٹ کر آ ؤ تو تمہیں تمہارے اعمال کی جزا دیں۔[2]

[illegible]

یاد رہے کہ ہماری زندگی کا اصلی مقصد اللّٰہ تعالیٰ کی عبادت کرنا ہے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ[3] **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** اور میں نے جن اور آدمی اسی لئے بنائے کہ میری عبادت کریں۔

اور یہ بھی یاد رہے کہ ہمیں بالکل آزاد نہیں چھوڑا جائے گا کہ نہ ہم پر اَمر و نَہی وغیرہ کے اَحکام ہوں، نہ ہمیں مرنے کے بعد اُٹھایا جائے نہ ہم سے اعمال کا حساب لیا جائے اور نہ ہمیں آخرت میں اعمال کی جزا دی جائے، ایسا نہیں ہے،

---

1 ......خازن، المؤمنون، تحت الآية: ۱۱۲-۱۱۴، ۳/۳۳۳.

2 ......مدارك، المؤمنون، تحت الآية: ۱۱۵، ص۷۶۷، ملخصاً.

3 ......الذاريات:۵۶.

اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے:

اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَكَ سُدًى (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا آدمی اس گھمنڈ میں ہے کہ اسے آزاد چھوڑ دیا جائے گا۔

جب ہماری پیدائش کا اصل مقصد اللہ تعالٰی کی عبادت ہے اور ہم شریعت کے احکام سے آزاد بھی نہیں ہیں اور ہمیں قیامت کے دن اپنے ہر عمل کا حساب بھی بہر صورت دینا ہے تو اللہ تعالٰی کی عبادت سے غافل ہو کر دنیا کے کام دھندوں میں ہی مصروف رہنا کہاں کی دانشمندی ہے۔

فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِیْمِ ﴿۱۱۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو بہت بلندی والا ہے اللہ سچا بادشاہ کوئی معبود نہیں سوا اس کے عزت والے عرش کا مالک۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو وہ اللہ بہت بلندی والا ہے جو سچا بادشاہ ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ عزت والے عرش کا مالک ہے۔

﴿ فَتَعٰلَى اللّٰهُ: تو اللہ بہت بلندی والا ہے۔﴾ یعنی اللہ تعالٰی اپنی ذات، صفات اور اَفعال میں مخلوق کی مُماثلت سے پاک ہے، وہی سچا بادشاہ ہے اور ہر چیز اسی کی ملکیت اور اسی کی بادشاہی میں داخل ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں کیونکہ تمام چیزیں اسی کی ملکیت ہیں اور جو ملکیت ہو وہ معبود نہیں ہو سکتی اور وہ اس عرش کا مالک ہے جو عزت والا ہے کیونکہ اللہ تعالٰی کے کرم و رحمت کا فیضان یہیں سے تقسیم ہوتا ہے اور ہر مخلوق میں اس کی رحمت و کرم کے آثار یہیں سے بٹتے ہیں۔ (2)

وَمَنْ یَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۱۷﴾

1 ......القیامه: ٣٦.

2 ......روح البیان، المؤمنون، تحت الآیة: ١١٦، ٦/١١٢.

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے خدا کو پوجے جس کی اس کے پاس کوئی سند نہیں تو اس کا حساب اس کے رب کے یہاں ہے بیشک کافروں کو چھٹکارا نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کی عبادت کرے جس کی اس کے پاس کوئی دلیل نہیں تو اس کا حساب اس کے رب کے پاس ہی ہے، بیشک کافر فلاح نہیں پائیں گے۔

﴿وَمَنْ یَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ :اور جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کی عبادت کرے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کی عبادت کرے جس کی عبادت کرنے پر اس کے پاس کوئی دلیل نہیں تو اس کا حساب اس کے رب عَزَّوَجَلَّ کے پاس ہی ہے اور وہی اسے اس عمل کی سزا دے گا، بیشک کافر حساب کی سختی اور عذاب سے چھٹکارا نہیں پائیں گے اور انہیں کوئی سعادت نصیب نہ ہوگی۔[1]

وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ ﴿۱۱۸﴾

ع ٦ | ٢٦ | ٦

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم عرض کرو اے میرے رب بخش دے اور رحم فرما اور تو سب سے برتر رحم کرنے والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم عرض کرو، اے میرے رب! بخش دے اور رحم فرما اور تو سب سے بہتر رحم فرمانے والا ہے۔

﴿وَقُلْ :اور تم عرض کرو۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو استغفار کرنے کا حکم دیا تاکہ امت اس میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی پیروی کرے اور بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ اس آیت میں سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے واسطے سے آپ کی امت کو استغفار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔[2]

حضرت شداد بن اوس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد

1 ......روح البیان، المؤمنون، تحت الآیۃ: ١١٧، ٦/١١٢-١١٣، جلالین، المؤمنون، تحت الآیۃ: ١١٧، ص٢٩٣، ملتقطاً.

2 ......قرطبی، المؤمنون، تحت الآیۃ: ١١٨، ٦/١١٧، الجزء الثانی عشر.

فرمایا: ’’استغفار کا سردار یہ ہے کہ تم کہو ’’اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ، لَا اِلٰـہَ اِلَّا اَنْتَ، خَلَقْتَنِیْ وَ اَنَا عَبْدُکَ، وَ اَنَا عَلٰی عَھْدِکَ وَوَعْدِکَ مَا اسْتَطَعْتُ، اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ، اَبُوْءُ لَکَ بِنِعْمَتِکَ عَلَیَّ وَ اَبُوْءُ بِذَنْبِیْ،فَاغْفِرْلِیْ، فَاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ‘‘ یعنی الٰہی تو میرا رب ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو نے مجھے پیدا کیا، میں تیرا بندہ ہوں اور اپنی طاقت کے مطابق تیرے عہد و پیمان پر قائم ہوں، میں اپنے کیے کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں، تیری نعمت کا جو مجھ پر ہے اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اقراری ہوں، مجھے بخش دے تیرے سوا گناہ کوئی نہیں بخش سکتا۔ حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ جو یقینِ قلبی کے ساتھ دن میں یہ کہہ لے پھر اسی دن شام سے پہلے مر جائے تو وہ جنتی ہوگا اور جو یقینِ دل کے ساتھ رات میں یہ کہہ لے پھر صبح سے پہلے مر جائے تو وہ جنتی ہوگا۔[1]

[1]......بخاری، کتاب الدعوات، باب افضل الاستغفار، ۱۸۹/٤، الحدیث: ٦٣٠٦۔

سورۂ نور مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے۔[1]

اس میں **9** رکوع اور **64** آیتیں ہیں۔[2]

اس سورت کی آیت نمبر 35 اور 40 میں بکثرت لفظ ''نور'' ذکر کیا گیا ہے، اس مناسبت سے اسے ''سورۂ نور'' کہتے ہیں۔

(1)......حضرت مجاہد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''تم اپنے مَردوں کو سورۂ مائدہ سکھاؤ اور اپنی عورتوں کو سورۂ نور کی تعلیم دو۔''[3]
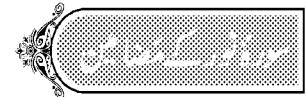
(2)......حضرت ابو وائل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں نے اور میرے ایک ساتھی نے حج کیا اور حضرت **عبد اللہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا بھی حج کر رہے تھے، ایک جگہ حضرت **عبد اللہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سورۂ نور پڑھنے لگے اور اس کی تفسیر بیان کرنا شروع ہوئے تو میرے ساتھی نے کہا ''اے **اللہ**! عَزَّوَجَلَّ، تو ہر نقص و عیب سے پاک ہے، یہ شخص کتنا بہترین کلام کر رہا ہے اگر اس کلام کو ترک کی لوگ سن لیں تو وہ ایمان لے آئیں۔''[4]

---

1 ......خازن، تفسیر سورة النور، ٣/٣٣٣.

2 ......خازن، تفسیر سورة النور، ٣/٣٣٣.

3 ......شعب الایمان، التاسع عشر من شعب الایمان... الخ، فصل فی فضائل السور والآیات، ٢/٤٦٩، الحدیث: ٢٤٢٨.

4 ......مستدرک، کتاب معرفة الصحابة رضی اللّٰہ تعالی عنہم، ذکر مجلس ابن عباس، ٤/٦٩٣، الحدیث: ٦٣٤٦.

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں پردہ، شرم وحیاء اور عِفَّت و عِصمَت کے احکام بیان کئے گئے ہیں، نیز اس سورت میں یہ مضامین بیان کئے گئے ہیں:

(1)......اس سورت کی ابتداء میں زنا کرنے والے مردوں اور عورتوں کی شرعی سزا بیان کی گئی، نیز مشرکہ عورت اور زانیہ عورت سے نکاح حرام قرار دے دیا گیا البتہ بعد میں زانیہ عورت سے نکاح کی حرمت منسوخ کر دی گئی اور مشرکہ عورت سے نکاح کی حرمت باقی رکھی گئی۔

(2)...... پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگانے اور اسے چار گواہوں سے ثابت نہ کر سکنے والے کی شرعی سزا بیان کی گئی۔

(3)......لِعان کے اَحکام بیان کئے گئے۔

(4)......اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا پر منافقین کی طرف سے لگائی جانے والی جھوٹی تہمت کا واقعہ بیان کیا گیا اور جو مرد و عورت اس تہمت لگانے میں شریک تھا اسے 80 کوڑے مارنے کا حکم دیا گیا اور اس معاملے میں چند مسلمانوں پر بھی عتاب کیا گیا۔

(5)......حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی شان بیان کی گئی۔

(6)......اجتماعی زندگی گزارنے کے اصول بیان کئے گئے کہ گھروں میں داخل ہوتے وقت اجازت لی جائے، نگاہوں کو جھکا کر رکھا جائے، شرمگاہوں کی حفاظت کی جائے، غیر مَحرم کے سامنے عورتیں اپنی زینت کی جگہیں ظاہر نہ کریں، جو لوگ شادی شدہ نہیں اور شادی کرنے کی اِستطاعت رکھتے ہوں تو ان کی شادی کر دی جائے اور جو شادی کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے وہ اپنی عفت وعصمت کی حفاظت کریں۔

(7)......کفار کے اعمال کی مثال بیان کی گئی۔

(8)......اللّٰہ تعالٰی کے وجود اور وحدانیت پر دن اور رات کے پلٹنے سے، بارش نازل کرنے، زمین وآسمان کے پیدا کرنے، پوری کائنات کے اللّٰہ تعالٰی کی بارگاہ میں جھکنے، پرندوں کی پرواز اور عجیب وغریب قسم کے جانور اور کیڑے مکوڑے پیدا کرنے سے اِستدلال کیا گیا۔

(9)......منافقوں اور سچے مؤمنوں کے اَوصاف بیان کئے گئے کہ منافق اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے حکم سے اِعراض کرتے ہیں جبکہ ایمان والے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے احکامات کی اطاعت کرتے ہیں۔

(10)......نیک اعمال کرنے والے مسلمانوں سے اللہ تعالیٰ نے زمین کی خلافت عطا کرنے کا وعدہ فرمایا۔

(11)......تین اوقات میں غلاموں اور بچوں کے گھروں میں داخل ہونے کے اَحکام بیان کئے گئے۔

(12)......معذور مسلمانوں سے جہاد کے حکم میں تخفیف کی گئی۔

(13)......قریبی رشتہ داروں اور دوستوں کے گھروں سے اجازت کے بغیر کھانے کا حکم بیان کیا گیا۔

(14)......بارگاہِ رسالت کے آداب بیان کئے گئے۔

سورۂ نور کی اپنے سے ماقبل سورت ''مؤمنون'' کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سورۂ مؤمنون میں ایمان والوں کا ایک وصف یہ بیان کیا گیا کہ وہ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں اور سورۂ نور میں ان لوگوں کے احکام بیان کئے گئے جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت نہیں کرتے۔[1] نیز سورہ مومنون میں صالحین کے اوصاف بیان کئے گئے ہیں جبکہ سورۂ نور میں فاسقین کے اعمال بیان کئے گئے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَ فَرَضْنٰهَا وَ اَنْزَلْنَا فِیْهَاۤ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمْ

1 ......تناسق الدرر، سورة النور، ص۱۰٤.

تَذَكَّرُوْنَ ①

ترجمۂ کنزالایمان: یہ ایک سورت ہے کہ ہم نے اُتاری اور ہم نے اس کے احکام فرض کیے اور ہم نے اس میں روشن آیتیں نازل فرمائیں کہ تم دھیان کرو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ ایک سورت ہے جو ہم نے نازل فرمائی اور ہم نے اس کے احکام فرض کئے اور ہم نے اس میں روشن آیتیں نازل فرمائیں تا کہ تم نصیحت حاصل کرو۔

﴿سُوْرَةٌ: یہ ایک سورت ہے۔﴾ سورۂ نور کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ نے حدود اور مختلف اَحکام بیان فرمائے جبکہ اس سورت کے آخر میں توحید کے دلائل ذکر فرمائے اور اس آیت میں بیان فرمایا کہ یہ ایک سورت ہے جو ہم نے نازل فرمائی اور ہم نے اس میں موجود اَحکام مسلمانوں پر فرض کیے اور ان پر عمل کرنا بندوں پر لازم کیا اور ہم نے اس میں ضروری احکام اور اپنی وحدانیّت کے دلائل پر مشتمل روشن آیتیں نازل فرمائیں تا کہ تم نصیحت حاصل کرو۔ (1)

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۪ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآىٕفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ②

ترجمۂ کنزالایمان: جو عورت بدکار ہو اور جو مرد تو ان میں ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ اور تمہیں ان پر ترس نہ آئے اللہ کے دین میں اگر تم ایمان لاتے ہو اللہ اور پچھلے دن پر اور چاہیے کہ ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کا ایک گروہ حاضر ہو۔

(1)......خازن، النور، تحت الآية: ١، ٣/٣٣٤، صاوی، النور، تحت الآية: ١، ٤/١٣٨٢، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جوزنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والا مرد ہو تو ان میں ہر ایک کو سو سو کوڑے لگاؤ اور اگر تم اللّٰہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو تو تمہیں اللّٰہ کے دین میں ان پر کوئی ترس نہ آئے اور چاہیے کہ ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کا ایک گروہ موجود ہو۔

﴿ اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ : جوزنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والا مرد ہو۔﴾ اس آیت سے اللّٰہ تعالٰی نے حدود اور احکام کا بیان شروع فرمایا، سب سے پہلے زنا کی حد بیان فرمائی اور حُکّام سے خطاب فرمایا کہ جس مرد یا عورت سے زنا سرزد ہو تو اس کی حد یہ ہے کہ اسے سو کوڑے لگاؤ۔[1]

مُحصَن زانی کی سزا

یاد رہے کہ حد ایک قسم کی سزا ہے جس کی مقدار شریعت کی جانب سے مقرر ہے کہ اُس میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی اور اس سے مقصود لوگوں کو اس کام سے باز رکھنا ہے جس کی یہ سزا ہے۔[2] اور اس آیت میں بیان کی گئی زنا کی حد آزاد، غیر مُحصَن کی ہے کیونکہ آزاد، مُحصَن کا حکم یہ ہے کہ اسے رَجم کیا جائے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ حضرت ماعز رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے حکم سے رجم کیا گیا۔[3]

مُحصَن وہ آزاد مسلمان ہے جو مُکلّف ہو اور نکاحِ صحیح کے ساتھ خواہ ایک ہی مرتبہ اپنی بیوی سے صحبت کر چکا ہو۔ ایسے شخص سے زنا ثابت ہو تو اسے رجم کیا جائے گا اور اگر ان میں سے ایک بات بھی نہ ہو مثلاً آزاد نہ ہو یا مسلمان نہ ہو یا عاقل بالغ نہ ہو یا اس نے کبھی اپنی بیوی کے ساتھ صحبت نہ کی ہو یا جس کے ساتھ صحبت کی ہو اس کے ساتھ نکاح فاسد ہوا ہو تو یہ سب غیر مُحصَن میں داخل ہیں اور زنا کرنے کی صورت میں ان سب کا حکم یہ ہے کہ انہیں سو کوڑے مارے جائیں۔

زنا کی حد سے متعلق شرعی مسائل

یہاں آیت میں ذکر کی گئی حد سے متعلق 3 اہم شرعی مسائل ملاحظہ ہوں۔

(1)......زنا کا ثبوت یا تو چار مَردوں کی گواہیوں سے ہوتا ہے یا زنا کرنے والے کے چار مرتبہ اقرار کر لینے سے۔ پھر

---

1 ......مدارك، النور، تحت الآية: ٢، ص٧٦٨.

2 ......درمختار مع ردالمحتار، كتاب الحدود، ٥/٦.

3 ......بخارى، كتاب المحاربين من اهل الكفر والردة، باب هل يقول الامام للمقرّ: لعلّك لمست او غمزت، ٤ / ٣٤٢، الحديث: ٦٨٢٤.

بھی حاکم یا قاضی بار بار سوال کرے گا اور دریافت کرے گا کہ زنا سے کیا مراد ہے؟ کہاں کیا؟ کس سے کیا؟ کب کیا؟ اگر ان سب کو بیان کر دیا تو زنا ثابت ہوگا ورنہ نہیں اور گواہوں کو صَراحتاً اپنا معائنہ بیان کرنا ہوگا، اس کے بغیر ثبوت نہ ہوگا۔

(2)......مرد کو کوڑے لگانے کے وقت کھڑا کیا جائے اور تہبند کے سوا اس کے تمام کپڑے اتار دیئے جائیں اور مُتَوَسَّط درجے کے کوڑے سے اس کے سر، چہرے اور شرم گاہ کے علاوہ تمام بدن پر کوڑے لگائے جائیں اور کوڑے اس طرح لگائے جائیں کہ اَلَم یعنی درد گوشت تک نہ پہنچے۔ **عورت کو کوڑے لگانے کے وقت** نہ اسے کھڑا کیا جائے، نہ اس کے کپڑے اتارے جائیں البتہ اگر پوستین یا روئی دار کپڑے پہنے ہوئے ہو تو وہ اتار دیئے جائیں۔ یہ حکم آزاد مرد اور عورت کا ہے جبکہ باندی غلام کی حد اس سے نصف یعنی پچاس کوڑے ہیں جیسا کہ سورۂ نساء میں مذکور ہو چکا۔

(3)......لِواطَت زنا میں داخل نہیں لہٰذا اس فعل سے حد واجب نہیں ہوتی لیکن تعزیر واجب ہوتی ہے اور اس تعزیر میں صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کے چند قول مروی ہیں۔ (1) آگ میں جلا دینا۔ (2) غرق کر دینا۔ (3) بلندی سے گرانا اور اوپر سے پتھر برسانا۔ فاعل ومفعول یعنی لواطت کا فعل کرنے اور کروانے والے دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔[1]

نوٹ: زنا کی حد سے متعلق مزید تفصیل جاننے کے لئے بہارِ شریعت جلد **2** حصہ **9** سے **''حدود کا بیان''** مطالعہ فرمائیں۔

﴿وَلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ: تمہیں ان پر کوئی ترس نہ آئے۔﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ایمان والوں پر لازم ہے کہ وہ **اللہ** تعالیٰ کے دین کے معاملے میں انتہائی سخت ہوں اور اس کی نافذ کردہ حدود کو قائم کرنے میں کسی طرح کی نرمی سے کام نہ لیں کہ کہیں اس کی وجہ سے حد نافذ کرنا ہی چھوڑ دیں یا اس میں تخفیف کرنا شروع کر دیں۔[2]

حدود نافذ کرنے کے معاملے میں مسلم حکمرانوں کے لئے شرعی حکم

اس آیت میں اور اس کے علاوہ کثیر اَحادیث میں مسلم حکمرانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ **اللہ** تعالیٰ اور اس کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے جرائم کی جو سزائیں مقرر کی ہیں وہ انہیں سختی سے نافذ کریں، چنانچہ حضرت عبادہ بن صامت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، **رسولُ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''**اللہ** تعالیٰ کی حدود کو قریب

1......تفسيرات احمديه، النور، تحت الآية: ٢، ص٥٤٢-٥٤٣.

2......مدارك، النور، تحت الآية: ٢، ص٧٦٩.

وبعید سب میں قائم کرو اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حکم بجالانے میں ملامت کرنے والے کی ملامت تمہیں نہ روکے۔[1]

اُمُّ المومنین حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''(اے حاکمو!) عزت داروں کی لغزشیں معاف کردو، مگر حدود (کہ ان کو معاف نہیں کرسکتے۔)[2]

اُمُّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے کہ ایک مخزومیہ عورت نے چوری کی تھی، جس کی وجہ سے قریش کو فکر پیدا ہوگئی (کہ اس کو کس طرح سزا سے بچایا جائے۔) آپس میں لوگوں نے کہا، کہ اس کے بارے میں کون شخص رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے سفارش کرے گا؟ پھر لوگوں نے کہا، حضرت اسامہ بن زید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے سوا جو کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے محبوب ہیں، کوئی شخص سفارش کرنے کی جرأت نہیں کرسکتا، غرض حضرت اسامہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے سفارش کی، اس پر حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ تو حد کے بارے میں سفارش کرتا ہے! پھر حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ خطبہ کے لیے کھڑے ہوئے اور اس خطبہ میں یہ فرمایا: کہ ''اگلے لوگوں کو اس بات نے ہلاک کیا کہ اگر اُن میں کوئی شریف چوری کرتا تو اُسے چھوڑ دیتے اور جب کمزور چوری کرتا تو اُس پر حد قائم کرتے، خدا کی قسم! اگر فاطمہ بنتِ محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ چوری کرتی تو میں اُس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔[3]

اس آیت اور روایات سے اِقتدار کی مَسنَدوں پر فائز ان مسلمانوں کو نصیحت حاصل کرنی چاہئے کہ جو اللہ تعالٰی کی حدوں کو قائم کرنے کی بجائے الٹا ان میں تبدیلیاں کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔ اللہ تعالٰی انہیں عقلِ سلیم عطا فرمائے۔
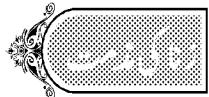
﴿وَلْیَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآىٕفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ: اور چاہیے کہ ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کا ایک گروہ موجود ہو۔﴾ یعنی جب زنا کرنے والوں پر حد قائم کی جارہی ہو تو اس وقت مسلمانوں کا ایک گروہ وہاں موجود ہو تا کہ زنا کی سزا دیکھ کر انہیں عبرت حاصل ہو اور وہ اس برے فعل سے باز رہیں۔

---

1 ......ابن ماجه، كتاب الحدود، باب اقامة الحدود، ۲۱۷/۳، الحديث: ۲۵٤۰.

2 ......ابو داؤد، كتاب الحدود، باب فى الحدّ يشفع فيه، ۱۷۸/٤، الحديث: ٤۳۷۵.

3 ......بخارى، كتاب احاديث الانبياء، ۵٦-باب، ٤٦۸/۲، الحديث: ۳٤۷۵.

زنا حرام اور کبیرہ گناہ ہے۔قرآنِ مجید میں اس کی بہت شدید مذمت کی گئی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةًؕ وَسَآءَ سَبِیْلًا(1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بدکاری کے پاس نہ جاؤ بیشک وہ بے حیائی ہے اور بہت ہی بُرا راستہ ہے۔

اور ارشاد فرمایا:

وَ الَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَ لَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ لَا یَزْنُوْنَۚ وَ مَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ یَلْقَ اَثَامًاۙ(۶۸) یُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَ یَخْلُدْ فِیْهٖ مُهَانًا(2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کی عبادت نہیں کرتے اور اس جان کو ناحق قتل نہیں کرتے جسے اللہ نے حرام فرمایا ہے اور بدکاری نہیں کرتے اور جو یہ کام کرے گا وہ سزا پائے گا۔اس کے لئے قیامت کے دن عذاب بڑھا دیا جائے گا اور ہمیشہ اس میں ذلت سے رہے گا۔

نیز کثیر اَحادیث میں بھی زنا کی بڑی سخت مذمت و برائی بیان کی گئی ہے، یہاں ان میں سے 6 اَحادیث ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جب بندہ زنا کرتا ہے تو اُس سے ایمان نکل کر سر پر سائبان کی طرح ہو جاتا ہے اور جب اس فعل سے جدا ہوتا ہے تو اُس کی طرف ایمان لوٹ آتا ہے۔(3)

(2)......حضرت عمرو بن عاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جس قوم میں زنا ظاہر ہوگا، وہ قحط میں گرفتار ہوگی اور جس قوم میں رشوت کا ظہور ہوگا، وہ رعب میں گرفتار ہوگی۔(4)

(3)......حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے

1......بنی اسرائیل:٣٢.
2......فرقان:٦٨،٦٩.
3......ترمذی، کتاب الایمان، باب ما جاء لا یزنی الزانی وهو مؤمن، ٤/٢٨٣، الحدیث: ٢٦٣٤.
4......مشکوة المصابیح، کتاب الحدود، الفصل الثالث، ٢/٦٥٦، الحدیث: ٣٥٨٢.

ارشاد فرمایا ’’جس بستی میں زنا اور سود ظاہر ہو جائے تو انہوں نے اپنے لیے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو حلال کر لیا۔ (1)

(4)......حضرت عثمان بن ابو العاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’ آدھی رات کے وقت آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، پھر ایک اعلان کرنے والا اعلان کرتا ہے کہ ’’ ہے کوئی دعا کرنے والا کہ اس کی دعا قبول کی جائے، ہے کوئی مانگنے والا کہ اسے عطا کیا جائے، ہے کوئی مصیبت زدہ کہ اس کی مصیبت دور کی جائے۔ اس وقت پیسے لے کر زنا کروانے والی عورت اور ظالمانہ ٹیکس لینے والے شخص کے علاوہ ہر دعا کرنے والے مسلمان کی دعا قبول کر لی جائے گی۔ (2)

(5)......حضرت مقداد بن اسود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنے صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ سے ارشاد فرمایا ’’ زنا کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ انہوں نے عرض کی: زنا حرام ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اُسے حرام کیا ہے اور وہ قیامت تک حرام رہے گا۔ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’ دس عورتوں کے ساتھ زنا کرنا اپنے پڑوسی کی عورت کے ساتھ زنا کرنے (کے گناہ) سے ہلکا ہے۔ (3)

(6)......حضرت عبد اللہ بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’ جو شخص اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرے گا تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظرِ رحمت نہ فرمائے گا اور نہ ہی اسے پاک کرے گا اور اس سے فرمائے گا کہ جہنمیوں کے ساتھ تم بھی جہنم میں داخل ہو جاؤ۔ (4)

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو زنا جیسے بدترین گندے اور انتہائی مذموم فعل سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

اَلزَّانِیْ لَا یَنْكِحُ اِلَّا زَانِیَةً اَوْ مُشْرِكَةً٘ وَّ الزَّانِیَةُ لَا یَنْكِحُهَاۤ اِلَّا

1......مستدرك، كتاب البيوع، اذا ظهر الزنا والربا فى قرية فقد احلّوا بانفسهم عذاب الله، ٢/٣٣٩، الحديث: ٢٣٠٨.

2......معجم الاوسط، باب الالف، من اسمه ابراهيم، ٢/١٣٣، الحديث: ٢٧٦٩.

3......مسند امام احمد، مسند الانصار رضى الله عنهم، بقية حديث المقداد بن الاسود رضى الله تعالى عنه، ٩/٢٢٦، الحديث: ٢٣٩١٥.

4......مسند الفردوس، باب الزاى، ٢/٣٠١، الحديث: ٣٣٧١.

زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ ۚ وَ حُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بدکار مرد نکاح نہ کرے مگر بدکار عورت یا شرک والی سے اور بدکار عورت سے نکاح نہ کرے مگر بدکار مرد یا مشرک اور یہ کام ایمان والوں پر حرام ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: زنا کرنے والا مرد بدکار عورت یا مشرکہ سے ہی نکاح کرے گا اور بدکار عورت سے زانی یا مشرک ہی نکاح کرے گا اور یہ ایمان والوں پر حرام ہے۔

﴿اَلزَّانِیْ لَا یَنْكِحُ اِلَّا زَانِیَةً اَوْ مُشْرِكَةً: زنا کرنے والا مرد بدکار عورت یا مشرکہ سے ہی نکاح کرے گا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ زنا کرنے والا مرد بدکار عورت یا مشرکہ سے ہی نکاح کرنا پسند کرے گا اور بدکار عورت سے زانی یا مشرک ہی نکاح کرنا پسند کرے گا کیونکہ خبیث کا میلان خبیث ہی کی طرف ہوتا ہے، نیکوں کو خبیثوں کی طرف رغبت نہیں ہوتی۔ اس آیت کا ایک معنی یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ فاسق و فاجر شخص نیک اور پارسا عورت سے نکاح کرنے کی رغبت نہیں رکھتا بلکہ وہ اپنے جیسی فاسقہ فاجرہ عورت سے نکاح کرنا پسند کرتا ہے اسی طرح فاسقہ فاجرہ عورت نیک اور پارسا مرد سے نکاح کرنے کی رغبت نہیں رکھتی بلکہ وہ اپنے جیسے فاسق و فاجر مرد سے ہی نکاح کرنا پسند کرتی ہے۔ **شانِ نزول:** اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ مہاجرین میں سے بعض بالکل نادار تھے، نہ اُن کے پاس کچھ مال تھا نہ ان کا کوئی عزیز قریب تھا اور بدکار مشرکہ عورتیں دولت منداور مالدار تھیں، یہ دیکھ کر کسی مہاجر کو خیال آیا کہ اگر اُن سے نکاح کرلیا جائے تو ان کی دولت کام میں آئے گی۔ سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے اُنہوں نے اس کی اجازت چاہی تو اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور انہیں اس سے روک دیا گیا۔ (1)

﴿وَ حُرِّمَ: اور حرام ہے۔﴾ یعنی بدکاروں سے نکاح کرنا ایمان والوں پر حرام ہے۔ یاد رہے کہ ابتدائے اسلام میں زانیہ عورت سے نکاح کرنا حرام تھا بعد میں اس آیت ”وَ اَنْكِحُوا الْاَیَامٰى مِنْكُمْ“ (ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم میں سے جو

1 ......خازن، النور، تحت الآیۃ: ۳، ۳/۳۳۵.

بغیر نکاح کے ہوں ان کے نکاح کردو۔)[1] سے یہ حکم مَنسوخ ہوگیا۔[2]

[illegible]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ بدعقیدہ اور بری عادات وکردار والے لوگوں کا ساتھی بننے اور انہیں اپنا ساتھی بنانے سے بچنا چاہئے اور درست عقائد رکھنے والے نیک و پارسا لوگوں کا ساتھی بننا اور انہیں اپنا ساتھی بنانا چاہئے کیونکہ ایک طبیعت دوسری طبیعت سے اثر لیتی ہے اور ایک دوسرے سے تعلقات اپنا اثر دکھاتے ہیں اور بری عادات بہت جلد بندے میں سَرایت کر جاتی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''بنی اسرائیل میں پہلی خرابی جو آئی وہ یہ تھی کہ ان میں سے ایک آدمی جب دوسرے آدمی سے ملتا تو اس سے کہتا: اے شخص! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جو برا کام تم کرتے ہو اسے چھوڑ دو کیونکہ یہ تیرے لئے جائز نہیں ہے۔ پھر جب دوسرے دن اس سے ملتا تو اسے منع نہ کرتا کیونکہ وہ کھانے پینے اور بیٹھنے میں اس کا شریک ہوجاتا تھا۔ جب انہوں نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اچھے دلوں کو برے دلوں سے ملا دیا (اور نیک لوگ بروں کی صحبت میں بیٹھنے کی نحوست سے انہی جیسے ہوگئے۔)[3]

اور جتنے قریبی ساتھی شوہر اور بیوی ہوتے ہیں اتنے کوئی اور نہیں ہوتے اور ان میں سے کوئی ایک بدعقیدہ یا بدکردار ہو تو اس کے اثرات اتنے خطرناک ہوتے ہیں کہ بندہ اپنے دین وایمان سے ہی ہاتھ دھو بیٹھتا ہے، جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''غیر مذہب والیوں کی صحبت آگ ہے، ذی علم، عاقل، بالغ مَردوں کے مذہب اس میں بگڑ گئے ہیں، عمران بن حطان رقاشی کا قصہ مشہور ہے، یہ تابعین کے زمانہ میں ایک بڑا محدث تھا، خارجی مذہب کی عورت کی صحبت میں مَعَاذَ اللہ خود خارجی ہوگیا اور یہ دعویٰ کیا تھا کہ اسے سنی کرنا چاہتا ہے۔[4]

لہٰذا جسے اپنے دین وایمان کی ذرا سی بھی فکر ہے اسے چاہئے کہ وہ بدمذہب مرد یا عورت سے ہرگز ہرگز شادی نہ کرے، یونہی برے کردار والے مرد یا عورت سے شادی کرنے سے بھی بچے بلکہ درست عقائد، اچھے کردار اور نیک و

1 ......النور: ٣٢.

2 ......مدارك، النور، تحت الآية: ٣، ص٧٦٩.

3 ......ابو داؤد، اوّل كتاب الملاحم، باب الامر والنهى، ٤/١٦٢، الحديث: ٤٣٣٦.

4 ......فتاویٰ رضویہ، ٢٣/٦٩٢۔

پارسا مرد یا عورت سے شادی کی جائے تاکہ دنیا بھی سنور جائے اور آخرت بھی برباد نہ ہو۔

وَ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِیْنَ جَلْدَةً وَّ لَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًاۚ-وَ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَۙ(۴) اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَ اَصْلَحُوْاۚ-فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ(۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو پارسا عورتوں کو عیب لگائیں پھر چار گواہ معائنہ کے نہ لائیں تو انہیں اسّی کوڑے لگاؤ اور ان کی کوئی گواہی کبھی نہ مانو اور وہی فاسق ہیں۔ مگر جو اس کے بعد توبہ کرلیں اور سنور جائیں تو بیشک اللّٰہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو پاکدامن عورتوں پر تہمت لگائیں پھر چار گواہ نہ لائیں توانہیں اَسّی کوڑے لگاؤ اور ان کی گواہی کبھی نہ مانو اور وہی فاسق ہیں۔ مگر جو اس کے بعد توبہ کرلیں اور اپنی اصلاح کرلیں تو بیشک اللّٰہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿وَ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ: اور جو پاکدامن عورتوں پر تہمت لگائیں۔﴾ اس آیت مبارکہ میں پاکدامن اجنبی عورتوں پر زنا کی تہمت لگانے والوں کی سزا کا بیان ہے۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جو لوگ پاکدامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں پھر چار گواہ ایسے نہ لائیں جنہوں نے ان کے زنا کا معائنہ کیا ہو تو ان میں سے ہر ایک کو اسی کوڑے لگاؤ اور کسی چیز میں ان کی گواہی کبھی قبول نہ کرو اور کبیرہ گناہ کے مُرتکِب ہونے کی وجہ سے وہی فاسق ہیں۔[1]

پاکدامن مرد یا عورت پر زنا کی تہمت لگانے کی سزا سے متعلق چند شرعی مسائل

یہاں آیت میں بیان کی گئی سزا سے متعلق چند شرعی مسائل ملاحظہ ہوں،

(1)......جو شخص کسی پارسا مرد یا عورت کو زنا کی تہمت لگائے اور اس پر چار معائنہ کے گواہ پیش نہ کرسکے تو اس پر **80** کوڑوں

---

1 ......جلالین، النور، تحت الآیۃ: ٤، ص٢٩٤.

کی حد واجب ہوجاتی ہے۔ آیت میں **مُحْصَنَاتْ** کالفظ (یعنی صرف عورتوں پرتہمت لگانے کا بیان) مخصوص واقعہ کے سبب سے وارد ہوا یا اس لئے کہ عورتوں کوتہمت لگانا بکثرت واقع ہوتا ہے۔

(2)......ایسے لوگ جو زنا کی تہمت میں سزایاب ہوں اور ان پر حد جاری ہوچکی ہو وہ **مَرْدُوْدُالشَّهَادَة** ہوجاتے ہیں، یعنی ان کی گواہی کبھی مقبول نہیں ہوتی۔ پارسا سے مراد وہ ہیں جو مسلمان، مُکَلَّف، آزاد اور زنا سے پاک ہوں۔

(3)......زنا کی گواہی کا نصاب چار گواہ ہیں۔

(4)......حدِقَذَف یعنی زنا کی تہمت لگانے کی سزا مطالبہ پر مشروط ہے، جس پر تہمت لگائی گئی ہے اگر وہ مطالبہ نہ کرے تو قاضی پر حد قائم کرنا لازم نہیں۔

(5)......جس پر تہمت لگائی گئی ہے اگر وہ زندہ ہو تو مطالبہ کا حق اسی کو ہے اور اگر مر گیا ہو تو اس کے بیٹے پوتے کو بھی ہے۔

(6)......غلام اپنے مولیٰ کے خلاف اور بیٹا باپ کے خلاف قذف یعنی اپنی ماں پر زنا کی تہمت لگانے کا دعویٰ نہیں کرسکتا۔

(7)......قذف کے الفاظ یہ ہیں کہ وہ صراحۃً کسی کو اے زانی کہے یا یہ کہے کہ تو اپنے باپ سے نہیں ہے یا اس کے باپ کا نام لے کر کہے کہ تو فلاں کا بیٹا نہیں ہے یا اس کو زانیہ کا بیٹا کہہ کر پکارے جبکہ اس کی ماں پارسا ہو تو ایسا شخص قاذِف یعنی زنا کی تہمت لگانے والا ہوجائے گا اور اس پر تہمت کی حد لازم آئے گی۔

(8)......اگر غیر **مُحْصَن** کو زنا کی تہمت لگائی مثلاً کسی غلام کو یا کافر کو یا ایسے شخص کو جس کا کبھی زنا کرنا ثابت ہو تو اس پر حدِ قذف قائم نہ ہوگی بلکہ اس پر تعزیر واجب ہوگی اور یہ تعزیر 3 سے 39 کوڑے تک جتنے شرعی حاکم تجویز کرے اتنے کوڑے لگانا ہے، اسی طرح اگر کسی شخص نے زنا کے سوا اور کسی گناہ کی تہمت لگائی اور پارسا مسلمان کو اے فاسق، اے کافر، اے خبیث، اے چور، اے بدکار، اے مُخَنَّث، اے بددیانت، اے لوطی، اے زندیق، اے دَیُّوث، اے شرابی، اے سودخوار، اے بدکار عورت کے بچے، اے حرام زادے، اس قسم کے الفاظ کہے تو بھی اس پر تعزیر واجب ہوگی۔

نوٹ: حدِقذف سے متعلق مسائل کی تفصیلی معلومات کے لئے بہارِ شریعت جلد 2 حصہ 9 سے **"قذف کا بیان"** مطالعہ فرمائیں۔

﴿اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ :مگر جو اس کے بعد توبہ کرلیں۔﴾ یعنی تہمت لگانے والا اگر سزا پانے کے بعد توبہ

کر لے اور اپنے اَحوال واَفعال کو درست کر لے تو اب وہ فاسق نہ رہے گا۔[1] یاد رہے کہ توبہ کے بعد بھی تہمت لگانے والے کی گواہی قبول نہ ہوگی کیونکہ گواہی سے متعلق مُطلقًا ارشاد ہو چکا ہے کہ ان کی گواہی کبھی قبول نہ کرو۔

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّاۤ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۶﴾ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۷﴾ وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۸﴾ وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَاۤ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۹﴾ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جو اپنی عورتوں کو عیب لگائیں اور ان کے پاس اپنے بیان کے سوا گواہ نہ ہوں تو ایسے کسی کی گواہی یہ ہے کہ چار بار گواہی دے اللہ کے نام سے کہ وہ سچا ہے۔ اور پانچویں یہ کہ اللہ کی لعنت ہو اس پر اگر جھوٹا ہو۔ اور عورت سے یوں سزا ٹل جائے گی کہ وہ اللہ کا نام لے کر چار بار گواہی دے کہ مرد جھوٹا ہے۔ اور پانچویں یوں کہ عورت پر غضب اللہ کا اگر مرد سچا ہو۔ اور اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی اور یہ کہ اللہ توبہ قبول فرماتا حکمت والا ہے تو تمہارا پردہ کھول دیتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ جو اپنی بیویوں پر تہمت لگائیں اور ان کے پاس اپنی ذات کے علاوہ گواہ نہ ہوں تو ان میں سے ایسے کسی کی گواہی یہ ہے کہ اللہ کے نام کے ساتھ چار بار گواہی دے کہ بیشک وہ سچا ہے۔ اور پانچویں گواہی یہ ہو کہ اُس پر اللہ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹوں میں سے ہو۔ اور عورت سے سزا کو یہ بات دور کرے گی کہ وہ اللہ کے نام کے ساتھ

[1] ......ابو سعود، النور، تحت الآية: ٥، ٤/٧١، ملخصاً.

چار بار گواہی دے کہ بیشک مرد جھوٹوں میں سے ہے۔اور پانچویں باریوں کہ عورت پر اللہ کا غضب ہو اگر مرد سچوں میں سے ہو۔ اور اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی اور یہ کہ اللہ بہت توبہ قبول فرمانے ،حکمت والا ہے (تو وہ تمہارے راز کھول دیتا)۔

﴿وَالَّذِيۡنَ يَرۡمُوۡنَ اَزۡوَاجَهُمۡ: اور وہ جو اپنی بیویوں پر تہمت لگائیں۔﴾ اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے اجنبی عورتوں پر زنا کی تہمت لگانے کے احکام بیان فرمائے جبکہ اس آیت اور اس کے بعد والی چند آیات میں بیویوں پر زنا کی تہمت لگانے کے احکام بیان فرمائے ہیں۔[1] **شانِ نزول:** حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُمَا سے روایت ہے کہ ایک صحابی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ نے اپنی بیوی پر تہمت لگائی ،حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’گواہ لاؤ، ورنہ تمہاری پیٹھ پر حد لگائی جائے گی۔انہوں نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کوئی شخص اپنی عورت پر کسی مرد کو دیکھے تو گواہ ڈھونڈنے جائے؟ حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے وہی جواب دیا۔ پھر انہوں نے کہا: قسم ہے اُس کی جس نے حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! بیشک میں سچا ہوں اور خدا کوئی ایسا حکم نازل فرمائے گا جو میری پیٹھ کو حد سے بچادے۔ اُس وقت حضرت جبریل عَلَیۡہِ السَّلَام اُترے اور یہ آیتیں نازل ہوئیں۔[2]

بیوی پر زنا کی تہمت لگانے کے شرعی احکام

ان آیات میں بیوی پر زنا کی تہمت لگانے کا جو حکم بیان ہوا اسے شریعت کی اصطلاح میں ’’لِعان‘‘ کہتے ہیں۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب مرد اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے تو اگر مرد وعورت دونوں گواہی دینے کی اہلیت رکھتے ہوں اور عورت اس پر مطالبہ کرے تو مرد پر لِعان واجب ہوجاتا ہے اگر وہ لِعان سے انکار کردے تو اسے اس وقت تک قید میں رکھا جائے گا جب تک وہ لعان کرے یا اپنے جھوٹ کا اقرار کرلے۔ اگر جھوٹ کا اقرار کرے تو اس کو حدِقذف لگائی جائے گی جس کا بیان اوپر گزر چکا ہے اور اگر لِعان کرنا چاہے تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ اسے چار مرتبہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم کے ساتھ کہنا ہوگا کہ وہ اس عورت پر زنا کا الزام لگانے میں سچا ہے اور پانچویں مرتبہ کہنا ہوگا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مجھ پر لعنت ہو اگر میں یہ الزام لگانے میں جھوٹا ہوں۔ اتنا کرنے کے بعد مرد پر سے حدِقذف ساقط ہوجائے گی اور عورت پر لعان واجب

1 ......تفسیر کبیر، النور، تحت الآیۃ: ٦، ٨/٣٣٠.

2 ......بخاری ، کتاب التفسیر ، سورۃ النور ، باب و یدرأ عنھا العذاب ان تشھد اربع شھادات ... الخ ، ٣ / ٢٨٠ ، الحدیث: ٤٧٤٧.

ہوگا۔ وہ انکار کرے گی تو قید کی جائے گی یہاں تک کہ لعان منظور کرے یا شوہر کے الزام لگانے کی تصدیق کرے۔ اگر تصدیق کی تو عورت پر زنا کی حد لگائی جائے گی اور اگر لعان کرنا چاہے تو اسے بھی چار مرتبہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم کے ساتھ کہنا ہوگا کہ مرد اس پر زنا کی تہمت لگانے میں جھوٹا ہے اور پانچویں مرتبہ یہ کہنا ہوگا کہ اگر مرد اس الزام لگانے میں سچا ہو تو مجھ پر خدا عَزَّوَجَلَّ کا غضب ہو۔ اتنا کہنے کے بعد عورت سے زنا کی حد ساقط ہو جائے گی اور لعان کے بعد قاضی کے جدائی کروا دینے سے میاں بیوی میں جدائی واقع ہوگی، بغیر قاضی کے نہیں اور یہ جدائی طلاقِ بائنہ ہوگی۔ اور اگر مرد گواہی دینے کی اہلیت رکھنے والوں میں سے نہ ہو مثلاً غلام ہو یا کافر ہو یا اس پر قذف کی حد لگ چکی ہو تو لعان نہ ہوگا اور تہمت لگانے سے مرد پر حدِ قذف لگائی جائے گی اور اگر مرد گواہی کی اہلیت رکھنے والوں میں سے ہو اور عورت میں یہ اہلیت نہ ہو، اس طرح کہ وہ باندی ہو یا کافرہ ہو یا اس پر قذف کی حد لگ چکی ہو یا بچی ہو یا مجنونہ ہو یا زانیہ ہو، اس صورت میں نہ مرد پر حد ہوگی اور نہ لعان۔

نوٹ: لعان سے متعلق مزید مسائل کی معلومات کے لئے بہارِ شریعت جلد 2 حصہ 8 سے ''لِعان کا بیان'' مطالعہ فرمائیں۔

﴿وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ: اور اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی۔﴾ یعنی اے تہمت لگانے والے مردو اور تہمت لگائی گئی عورتو! اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی اور اللہ تعالیٰ بہت توبہ قبول فرمانے والا اور اپنے تمام افعال و احکام میں حکمت والا نہ ہوتا تو وہ تمہارے راز کھول دیتا اور اس کے بعد تمہارا حال بیان سے باہر ہوتا۔ (1)

اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ؕ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ؕ بَلْ هُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ ؕ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ ۚ وَ الَّذِیْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۱﴾

(1) ......روح البیان، النور، تحت الآیۃ: ۱۰، ۶/۱۲۱.

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک وہ کہ یہ بڑا بہتان لائے ہیں تمہیں میں کی ایک جماعت ہے اسے اپنے لیے بُرا نہ سمجھو بلکہ وہ تمہارے لیے بہتر ہے ان میں ہر شخص کے لیے وہ گناہ ہے جو اس نے کمایا اور ان میں وہ جس نے سب سے بڑا حصہ لیا اس کے لیے بڑا عذاب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک جو لوگ بڑا بہتان لائے ہیں وہ تم ہی میں سے ایک جماعت ہے۔ تم اس بہتان کو اپنے لیے برا نہ سمجھو، بلکہ وہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ ان میں سے ہر شخص کیلئے وہ گناہ ہے جو اس نے کمایا اور ان میں سے وہ شخص جس نے اس بہتان کا سب سے بڑا حصہ اٹھایا اس کے لیے بڑا عذاب ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ: بیشک جو بڑا بہتان لائے ہیں۔﴾ یہ آیت اور اس کے بعد والی چند آیتیں اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی شان میں نازل ہوئیں جن میں آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی عفت و عصمت کی گواہی خود ربُّ العالمین نے دی اور آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا پر تہمت لگانے والے منافقین کو سزا کا مژدہ سنایا۔

آیت میں مذکور بڑے بہتان سے مراد اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا پر تہمت لگانا ہے۔ اس کا واقعہ کچھ یوں ہوا کہ 5 ہجری میں غزوہ بنی مُصْطَلَق سے واپسی کے وقت قافلہ مدینہ منورہ کے قریب ایک پڑاؤ پر ٹھہرا، تو اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا ضرورت کے لئے کسی گوشے میں تشریف لے گئیں، وہاں آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا ہار ٹوٹ گیا تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا اس کی تلاش میں مصروف ہو گئیں۔ اُدھر قافلے والوں نے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا مَحمل شریف اونٹ پر کس دیا اور انہیں یہی خیال رہا کہ اُمُّ المؤمنین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا اس میں ہیں، اس کے بعد قافلہ وہاں سے کوچ کر گیا۔ جب حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا واپس تشریف لائیں تو قافلہ وہاں سے جا چکا تھا۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا اس خیال سے وہیں قافلے کی جگہ پر بیٹھ گئیں کہ میری تلاش میں قافلہ ضرور واپس آئے گا۔ عام طور پر معمول یہ تھا کہ قافلے کے پیچھے گری پڑی چیز اُٹھانے کے لئے ایک صاحب رہا کرتے تھے، اس موقع پر حضرت صفوان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اس کام پر مامور تھے۔ جب وہ اس جگہ پر آئے اور اُنہوں نے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو بیٹھے ہوئے دیکھا تو بلند آواز سے ''اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ'' پکارا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے

کپڑے سے پردہ کرلیا۔انہوں نے اپنی اُونٹنی بٹھائی اورآپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا اس پرسوار ہوکرلشکر میں پہنچ گئیں۔اس وقت سیاہ باطن منافقین نے غلط باتیں پھیلائیں اورآپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی شان میں بدگوئی شروع کردی،بعض مسلمان بھی اُن کے فریب میں آ گئے اوراُن کی زبان سے بھی کوئی بیجا کلمہ سرزد ہوا۔اسی دوران اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا بیمار ہوگئی تھیں اورایک ماہ تک بیمار رہیں،بیماری کے عرصے میں انہیں اطلاع نہ ہوئی کہ اُن کے بارے میں منافقین کیا کہہ رہے ہیں۔ایک روزحضرت اُمِّ مِسْطَح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے انہیں یہ خبرمعلوم ہوئی۔اس سے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا مرض اور بڑھ گیا اوراس صدمے میں اس طرح روئیں کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے آنسو نہ تھمتے تھے اور نہ ایک لمحہ کے لئے نیند آتی تھی،اس حال میں دوعالَم کے سردار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پروحی نازل ہوئی اورحضرتِ اُمُّ المؤمنین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی پاکی میں یہ آیتیں اُتریں اورآپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا شرف ومرتبہ اللّٰہ تعالٰی نے اتنا بڑھایا کہ قرآنِ کریم کی بہت سی آیات میں آپ کی طہارت وفضیلت بیان فرمائی۔اس دوران میں سیّدالمرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے بھی حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کیلئے برسرِ منبر خیر کے کلمات ہی ارشادفرمائے،چنانچہ فرمایا:میں اپنے اہل کے متعلق سوائے خیر کے کچھ نہیں جانتا۔[1]

حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا’’منافقین یقینی طور پرجھوٹے ہیں،اُمُّ المؤمنین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا یقینی طور پرپاک ہیں۔اللّٰہ تعالٰی نے تاجدارِرسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے جسم پاک کومکھی کے بیٹھنے سے محفوظ رکھا کہ وہ نجاستوں پربیٹھتی ہے تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کوبدعورت کی صحبت سے محفوظ نہ رکھے۔

حضرتِ عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے بھی اس طرح آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی طہارت بیان کی اورفرمایا کہ اللّٰہ تعالٰی نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا سایہ زمین پرنہ پڑنے دیا تاکہ اس سایہ پرکسی کا قدم نہ پڑے تو جو پروردگار عَزَّوَجَلَّ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے سایہ کومحفوظ رکھتا ہے کس طرح ہوسکتا ہے کہ وہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اہل کومحفوظ نہ فرمائے۔

حضرت علی مرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے فرمایا کہ ایک جوں کا خون لگنے سے پروردگارِعالَم عَزَّوَجَلَّ نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کونعلین اتاردینے کاحکم دیا تو جو پروردگار عَزَّوَجَلَّ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نعلین

[1] ......بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافک، ۳/۶۱، الحدیث: ۴۱۴۱.

شریف کی اتنی سی آلودگی کو گوارا نہ فرمائے تو کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اہل کی آلودگی گوارا کرے۔[1]

اس طرح بہت سے صحابہ اور بہت سی صحابیات رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ نے قسمیں کھائیں۔ آیت نازل ہونے سے پہلے ہی اُمُّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی طرف سے دل مطمئن تھے، آیت کے نزول نے ان کی عزت وشرافت اور زیادہ کردی تو بدگویوں کی بدگوئی اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور صحابۂ کبار رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ کے نزدیک باطل ہے اور بدگوئی کرنے والوں کے لئے سخت ترین مصیبت ہے۔

﴿لَا تَحۡسَبُوۡهُ شَرًّا لَّكُمۡ: تم اس بہتان کو اپنے لیے برا نہ سمجھو۔﴾ یعنی اے بہتان سے بچنے والو! تم اس بہتان کو اپنے لیے برا نہ سمجھو، بلکہ بہتان سے بچنا تمہارے لیے بہتر ہے کہ اللہ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی تمہیں اس پر جزادے گا اور اُمُّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی شان اور ان کی براءت ظاہر فرمائے گا، چنانچہ اس براءت میں اللہ تعالٰی نے اٹھارہ آیتیں نازل فرمائیں۔[2]

﴿لِكُلِّ امۡرِیٴٍ مِّنۡهُمۡ: ان میں سے ہر شخص کیلئے۔﴾ یعنی ان بہتان لگانے والوں میں سے ہر شخص کے لئے اس کے عمل کے مطابق گناہ ہے کہ کسی نے طوفان اُٹھایا، کسی نے بہتان اُٹھانے والے کی زبانی موافقت کی، کوئی ہنس دیا، کسی نے خاموشی کے ساتھ سن ہی لیا، الغرض جس نے جو کیا اس کا بدلہ پائے گا۔[3]

﴿وَالَّذِیۡ تَوَلّٰی كِبۡرَهٗ مِنۡهُمۡ: ان میں سے وہ شخص جس نے اس کا سب سے بڑا حصہ اٹھایا۔﴾ یعنی ان بہتان لگانے والوں میں سے وہ شخص جس نے اس بہتان کا سب سے بڑا حصہ اٹھایا کہ اپنے دل سے یہ طوفان گڑھا اور اس کو مشہور کرتا پھرا اس کے لیے آخرت میں بڑا عذاب ہے۔ آیت میں جس کا ذکر ہے اس سے مراد عبد اللہ بن اُبی بن اَبی سلول منافق ہے۔

لَوۡلَاۤ اِذۡ سَمِعۡتُمُوۡهُ ظَنَّ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتُ بِاَنۡفُسِهِمۡ خَيۡرًا ۙ

---

1 ......مدارك، النور، تحت الآية: ١٢، ص ٧٧٢، ملخصاً.

2 ......مدارك، النور، تحت الآية: ١١، ص ٧٧١، ملخصاً.

3 ......مدارك، النور، تحت الآية: ١١، ص ٧٧١-٧٧٢.

وَّ قَالُوْا هٰذَاۤ اِفْكٌ مُّبِیْنٌ ﴿۱۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیوں نہ ہوا جب تم نے اسے سُنا تھا کہ مسلمان مَردوں اور مسلمان عورتوں نے اپنوں پر نیک گمان کیا ہوتا اور کہتے یہ کھلا بہتان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب تم نے یہ بہتان سنا تو مسلمان مرداور مسلمان عورتیں اپنے لوگوں پر نیک گمان کرتے اور کہتے: یہ کھلا بہتان ہے۔

﴿**لَوْلَاۤ: ایسا کیوں نہ ہوا۔**﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کوادب سکھاتے ہوئے ارشادفرمایا ’’ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب تم نے یہ بہتان سنا تو مسلمان مرداور مسلمان عورتیں اپنے لوگوں پر نیک گمان کرتے کیونکہ مسلمان کو یہی حکم ہے کہ وہ مسلمان کے ساتھ نیک گمان کرے کہ بدگمانی ممنوع ہے۔ نیز لوگ سن کر کہتے کہ یہ کھلا بہتان ہے، بالکل جھوٹ ہے اور بے حقیقت ہے۔[1]

صدرالافاضل مفتی نعیم الدین مرادآبادی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’بعضے گمراہ بے باک یہ کہہ گزرتے ہیں کہ سیدِعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو مَعَاذَ اللہ اس معاملہ میں بدگمانی ہوگئی تھی، وہ مُفتری کذّاب (یعنی جھوٹا بہتان لگانے والے) ہیں اور شانِ رسالت میں ایسا کلمہ کہتے ہیں جو مؤمنین کے حق میں بھی لائق نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ مؤمنین سے فرماتا ہے کہ تم نے نیک گمان کیوں نہ کیا تو کیسے ممکن تھا کہ رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بدگمانی کرتے اور حضور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) کی نسبت بدگمانی کا لفظ کہنا بڑی سیاہ باطنی ہے، خاص کر ایسی حالت میں جب کہ بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ حضور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) نے بقسم فرمایا کہ میں جانتا ہوں کہ میرے اہل پاک ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان پر بدگمانی کرنا ناجائز ہے اور جب کسی نیک شخص پر تہمت لگائی جائے تو بغیر ثبوت مسلمان کو اس کی موافقت اور تصدیق کرنا روانہیں۔[2]

1 ......خازن، النور، تحت الآیة: ۱۲، ۳/۳۴۳، تفسیر کبیر، النور، تحت الآیة: ۱۲، ۸/۳۴۱، ملتقطاً.

2 ......خزائن العرفان، النور، تحت الآیۃ:۱۲، ص۶۵۱-۶۵۲۔

قرآن مجید میں مسلمانوں کو بدگُمانی سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ٘-اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! بہت زیادہ گمان کرنے سے بچو بیشک کوئی گمان گناہ ہوجاتا ہے۔

اسی طرح کثیر اَحادیث میں بھی بدگمانی سے بچنے اور اچھا گمان رکھنے کا فرمایا گیا ہے، ان میں سے 4 اَحادیث درج ذیل ہیں،

(1)......حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهَا سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جس نے اپنے بھائی سے بدگمانی کی بے شک اس نے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے بدگمانی کی، کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے اِجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ ترجمہ: بہت زیادہ گمان کرنے سے بچو۔ (2)

(2)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے۔ (3)

(3)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے، رسول اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’حُسنِ ظن عمدہ عبادت ہے۔ (4)

(4)......حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُ فرماتے ہیں: ’’تم اپنے بھائی کے منہ سے نکلنے والی کسی بات کا اچھا مَحمل پاتے ہو تو اس کے بارے میں بدگُمانی نہ کرو۔ (5)

اللہ تعالیٰ ہمیں بدگُمانی سے بچنے اور اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ اچھا گمان رکھنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔ (6)

---

1 ......حجرات: ١٢.

2 ......در منثور، الحجرات، تحت الآية: ١٢، ٥٦٦/٧.

3 ......بخاری، کتاب الفرائض، باب تعليم الفرائض، ٣١٣/٤، الحديث: ٦٧٢٤.

4 ......ابو داؤد، كتاب الادب، باب في حسن الظنّ، ٣٨٧/٤، الحديث: ٤٩٩٣.

5 ......در منثور، الحجرات، تحت الآية: ١٢، ٥٦٦/٧.

6 ......بدگُمانی سے متعلق مزید معلومات حاصل کرنے کے لئے کتاب ’’بدگُمانی‘‘ (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ فرمائیں۔

لَوْ لَا جَآءُوْ عَلَیْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَاِذْ لَمْ یَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓىٕكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِیْ مَاۤ اَفَضْتُمْ فِیْهِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴿ۚۖ۱۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اس پر چار گواہ کیوں نہ لائے تو جب گواہ نہ لائے تو وہی اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں۔ اور اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر دنیا اور آخرت میں نہ ہوتی تو جس چرچے میں تم پڑے اس پر تمہیں بڑا عذاب پہنچتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس پر چار گواہ کیوں نہ لائے تو جب وہ گواہ نہ لائے تو وہی اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں۔ اور اگر دنیا اور آخرت میں اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو جس معاملے میں تم پڑ گئے تھے اس پر تمہیں بڑا عذاب پہنچتا۔

﴿لَوْ لَا جَآءُوْ عَلَیْهِ: اس پر کیوں نہ لائے۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بہتان لگانے والوں سے فرمایا کہ وہ اپنے بہتان پر گواہ کیوں نہ لائے جو اس کی گواہی دیتے اور جب وہ گواہ نہیں لائے تو وہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک جھوٹے ہیں۔[1]

یاد رہے کہ یہاں جھوٹے ہونے سے ظاہری اور باطنی طور پر جھوٹا ہونا مراد ہے اور اگر بالفرض وہ گواہ لے بھی آتے تو ظاہراً جھوٹے نہ رہتے اگرچہ درحقیقت پھر بھی وہ اور ان کے سارے گواہ جھوٹے ہوتے۔[2]

﴿وَ لَوْ لَا: اور اگر نہ ہوتا۔﴾ اس آیت میں بہتان لگانے والوں سے مزید فرمایا کہ اگر دنیا اور آخرت میں تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی، جس میں سے توبہ کے لئے مہلت دینا بھی ہے اور آخرت میں عفو و مغفرت فرمانا بھی تو جس بہتان میں تم پڑے تھے اس پر تمہیں بڑا عذاب پہنچتا۔[3]

اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَ تَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَیْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّ

---

1 ...... خازن، النور، تحت الآیۃ: ۱۳، ۳/۳۴۳۔

2 ...... روح البیان، النور، تحت الآیۃ: ۱۳، ۶/۱۲۷۔

3 ...... خازن، النور، تحت الآیۃ: ۱۴، ۳/۳۴۳۔

تَحْسَبُوْنَهٗ هَیِّنًا ۖۗ وَّ هُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِیْمٌ ﴿۱۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جب تم ایسی بات اپنی زبانوں پر ایک دوسرے سے سن کر لاتے تھے اور اپنے منہ سے وہ نکالتے تھے جس کا تمہیں علم نہیں اور اسے سہل سمجھتے تھے اور وہ **اللّٰه** کے نزدیک بڑی بات ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جب تم ایسی بات ایک دوسرے سے سن کر اپنی زبانوں پر لاتے تھے اور اپنے منہ سے وہ بات کہتے تھے جس کا تمہیں کوئی علم نہ تھا اور تم اسے معمولی سمجھتے تھے حالانکہ وہ **اللّٰه** کے نزدیک بہت بڑا تھا۔

﴿اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ: جب تم اس کو ایک دوسرے سے سن کر اپنی زبانوں پر لاتے تھے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ یہ بڑا عذاب اس وقت پہنچ جاتا جب تم اس بہتان کو ایک دوسرے سے سن کر اپنی زبانوں پر لاتے تھے اور اپنے منہ سے وہ بات کہتے تھے جس کا تمہیں کوئی علم نہ تھا اور تم اسے ہلکا سا معاملہ سمجھتے تھے اور خیال کرتے تھے کہ اس میں بڑا گناہ نہیں حالانکہ وہ **اللّٰه** تعالیٰ کے نزدیک جرمِ عظیم تھا۔ (1)

اس سے معلوم ہوا کہ بعض صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ سے گناہ اور مَعصِیَّت صادِر ہوئی مگر وہ اس پر قائم نہ ہوئے بلکہ انہیں توبہ کی توفیق ملی، لہٰذا یہ درست ہے کہ سارے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ عادل ہیں۔ **اللّٰه** تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے:

وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ان سب سے **اللّٰه** نے سب سے اچھی چیز (جنت) کا وعدہ فرمالیا ہے۔

اور فرماتا ہے:

رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان سب سے **اللّٰه** راضی ہوا اور یہ **اللّٰه** سے راضی ہیں۔

1 ......روح البیان، النور، تحت الآیة: ١٥، ٦/١٢٧، مدارك، النور، تحت الآیة: ١٥، ص٧٧٣، ملتقطاً.

2 ......حدید: ١٠.

3 ......توبہ: ١٠٠.

اور یہ بات ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ فاسق سے راضی نہیں ہوتا اور نہ اس سے جنت کا وعدہ فرماتا ہے۔

وَلَوْلَاۤ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا یَكُوْنُ لَنَاۤ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ﳓ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کیوں نہ ہوا جب تم نے سنا تھا کہا ہوتا کہ ہمیں نہیں پہنچتا کہ ایسی بات کہیں الٰہی پاکی ہے تجھے یہ بڑا بہتان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کیوں نہ ہوا کہ جب تم نے سنا تھا تو تم کہہ دیتے کہ ہمارے لئے جائز نہیں کہ یہ بات کہیں۔ اے اللہ! تو پاک ہے، یہ بڑا بہتان ہے۔

﴿وَلَوْلَاۤ : اور کیوں نہ ہوا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ جب تم نے بہتان سنا تھا تو اس وقت یہ کیوں نہ ہوا کہ تم کہہ دیتے: ہمارے لئے درست نہیں کہ یہ بہتان والی بات کہیں کیونکہ یہ درست ہو ہی نہیں سکتی۔ یہاں ایک مسئلہ ذہن نشین رہے کہ کسی نبی عَلَیْهِ السَّلَام کی بیوی کافر تو ہو سکتی ہے لیکن بدکار ہرگز نہیں ہو سکتی کیونکہ انبیاء عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کفار کی طرف مبعوث ہوتے ہیں تو ضروری ہے کہ جو چیز کفار کے نزدیک بھی قابلِ نفرت ہو اس سے وہ پاک ہوں اور ظاہر ہے کہ عورت کی بدکاری اُن کے نزدیک قابلِ نفرت ہے۔ (1)

حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا پر لگائی گئی تہمت واضح بہتان تھی

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا پر لگائی گئی تہمت کا بہتان ہونا بالکل ظاہر تھا۔ اسی لئے بہتان نہ کہنے والوں اور توقف کرنے والوں پر عتاب ہوا، البتہ چونکہ یہ حضور انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے گھر کا معاملہ تھا اس لئے آپ نے خاموشی اختیار فرمائی۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی خاموشی حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کے معاملے کو نہ جاننے کی وجہ سے نہ تھی بلکہ وحی کے انتظار کی وجہ سے تھی کیونکہ اگر آپ صَلَّی اللہُ

1 ......تفسیر کبیر، النور، تحت الآیۃ: ۱۶، ۸/۳۴۳-۳۴۴، مدارك، النور، تحت الآیۃ: ۱۶، ص۷۷۳.

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اپنے علم کی بناء پر اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کی عِصمت کی خبر دیتے تو منافق کہتے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنے اہلِ بیت کی طرف داری کی۔ اسی لئے حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بھی خاموش رہے بلکہ خود اُمُّ المؤمنین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے بھی لوگوں سے نہ کہا کہ میں بے قصور ہوں۔ حالانکہ انہیں تو اپنی پاکدامنی یقین کے ساتھ معلوم تھی۔

يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖۤ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ اب کبھی ایسا نہ کہنا اگر ایمان رکھتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ دوبارہ کبھی اس طرح کی بات کی طرف نہ لوٹنا اگر تم ایمان والے ہو۔

﴿يَعِظُكُمُ اللّٰهُ: اللہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے۔﴾ امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’اس آیت کا معنی یہ ہے کہ سابقہ آیات میں مذکور کلام سے تمہیں معلوم ہو گیا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا پر تہمت لگانا کتنا بڑا گناہ ہے اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اس جرم کی وجہ سے حد لگے گی، دنیا میں ذلت و رسوائی اور آخرت میں عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اس کے ذریعے نصیحت فرماتا ہے تاکہ تم اپنی زندگی میں اس جیسے عمل کی طرف کبھی بھی نہ لوٹو۔ امام رازی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ مزید فرماتے ہیں کہ اس حکم میں وہ شخص تو داخل ہی ہے جو ایسی بات کہے اور وہ بھی داخل ہیں جو ایسی بات سنے اور اس کا رَد نہ کرے۔[1]

حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا پر تہمت لگانا کفر ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اب جو حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا پر تہمت لگائے یا ان کی جناب میں تَرَدُّد میں رہے وہ مؤمن نہیں کافر ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’اُمُّ المؤمنین صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کا قذف (یعنی ان پر تہمت لگانا) کفرِ خالص ہے۔[2]

1 ......تفسیر کبیر، النور، تحت الآیۃ: ۱۷، ۸/۳۴۴.

2 ......فتاویٰ رضویہ، ۱۴/۲۴۵۔

وَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰیٰتِؕ-وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ(۱۸)
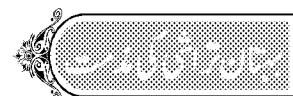
ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ تمہارے لیے آیتیں صاف بیان فرماتا ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ تمہارے لیے آیتیں صاف بیان فرماتا ہے اور اللہ علم والا، حکمت والا ہے۔

﴿وَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰیٰتِ: اور اللہ تمہارے لیے آیتیں صاف بیان فرماتا ہے۔﴾ علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ شرعی احکام اور اچھے آداب پر دلالت کرنے والی آیتیں صاف بیان فرماتا ہے تاکہ تم ان کے ذریعے نصیحت حاصل کرو اور ادب سیکھو اور اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوقات کے سب حالات کا علم رکھنے والا اور اپنے تمام افعال و تدابیر میں حکمت والا ہے تو پھر اس بات کا سچا ہونا کیسے ممکن ہے جو اس عظیم ہستی کی حرمت کے بارے میں کہی گئی جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت کے لئے منتخب فرمایا اور اسے ساری مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا تاکہ وہ حق کی طرف ان کی رہنمائی کریں اور انہیں (گناہ کی آلودگی سے) خوب پاکیزہ فرمادیں اور انہیں پاک کر کے خوب صاف ستھرا کر دیں۔(1)

بہتان تراشی کی مذمت
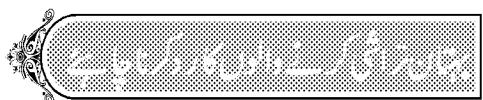
یاد رہے کہ کسی شخص کے پوشیدہ عیب کو جس کا وہ دوسروں کے سامنے ظاہر ہونا پسند نہ کرتا ہو، اس کی برائی کرنے کے طور پر ذکر کرنا غیبت ہے اور اگر اس میں وہ بات ہی نہ ہو تو یہ غیبت نہیں بلکہ بہتان ہے اور بہتان تراشی غیبت سے زیادہ تکلیف دِہ ہے کیونکہ یہ جھوٹ ہے، اس لئے یہ ہر ایک پر گراں گزرتی ہے اور یہ بھی یاد رہے کہ بہتان تراشی کبیرہ گناہ ہے اور حدیث پاک میں اس کی شدید مذمت بیان کی گئی ہے، چنانچہ حضرت معاذ بن انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جو کسی مسلمان کو ذلیل کرنے کی غرض سے اس پر الزام عائد کرے تو اللہ تعالیٰ اسے جہنم کے پُل پر اس وقت تک روکے گا جب تک وہ اپنی کہی ہوئی بات (کے گناہ) سے (اس شخص کو راضی کر کے یا اپنے گناہ کی مقدار عذاب پا کر) نہ نکل جائے۔(2)

1 ......روح البیان، النور، تحت الآیة: ۱۸، ۱۲۸/۶.

2 ......ابو داؤد، کتاب الادب، باب من ردّ عن مسلم غیبة، ۳۵٤/٤، الحدیث: ٤٨٨٣.

اور حضرت ابو درداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جس نے کسی شخص کے بارے میں کوئی ایسی بات ذکر کی جو اس میں نہیں تا کہ اس کے ذریعے اس کو عیب زدہ کرے تو اللّٰہ تعالیٰ اسے جہنم میں قید کر دے گا یہاں تک کہ وہ اس کے بارے میں اپنی کہی ہوئی بات ثابت کرے۔ (اس سے مراد یہ ہے کہ طویل عرصے تک وہ عذاب میں مبتلا رہے گا)۔ [1]

لہٰذا ہر شخص کو چاہئے کہ وہ بہتان تراشی سے بچے اور جس نے کسی پر بہتان لگایا ہے اسے توبہ کرنا اور معافی مانگنا ضروری ہے بلکہ جن کے سامنے بہتان باندھا ہے ان کے پاس جا کر یہ کہنا ضروری ہے کہ میں نے جھوٹ کہا تھا جو فلاں پر میں نے بہتان باندھا تھا۔

بہتان تراشی کرنے والوں کا رد کیا جائے

آیت نمبر 16 میں جو فرمایا گیا کہ **’’اور کیوں نہ ہوا کہ جب تم نے سنا تھا تو تم کہہ دیتے کہ ہمارے لئے جائز نہیں کہ یہ بات کہیں‘‘** اس سے معلوم ہوا کہ جس کے سامنے کسی مسلمان پر کوئی بہتان باندھا جا رہا ہو اور کسی مسلمان پر بہتان تراشی کر کے اسے ذلیل کیا جا رہا ہو تو اسے چاہئے کہ خاموش نہ رہے بلکہ بہتان لگانے والوں کا رَد کرے اور انہیں اس سے منع کرے اور جس مسلمان پر بہتان لگایا جا رہا ہے اس کی عزت کا دفاع کرے۔ افسوس! ہمارے معاشرے میں لوگوں کا حال یہ ہو چکا ہے کہ وہ کسی کے بارے میں ایک دوسرے سے ہزاروں غلط اور بے سروپا باتیں سنتے ہیں لیکن اکثر جگہ پر خاموش رہتے ہیں اور بہتان تراشی کرنے والوں کو منع کرتے ہیں نہ ان کا رد کرتے ہیں۔ یہ طرزِ عمل اسلامی احکام کے برخلاف ہے اور ایک مسلمان کی یہ شان نہیں کہ وہ ایسا طرزِ عمل اپنائے۔ اللّٰہ تعالیٰ مسلمانوں کو عقلِ سلیم اور ہدایت عطا فرمائے، اٰمین۔ ترغیب کے لئے یہاں ایک حدیث پاک ملاحظہ ہو، چنانچہ

حضرت جابر بن عبداللّٰہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جہاں کسی مسلمان مرد کی بے حرمتی اور بے عزتی کی جاتی ہو ایسی جگہ جس نے اُس کی مدد نہ کی (یعنی یہ خاموش سنتا رہا اور اُن کو منع نہ کیا) تو اللّٰہ تعالیٰ وہاں اس کی مدد نہیں کرے گا جہاں اسے پسند ہو کہ اس کی مدد کی جائے اور جو شخص ایسے موقع پر کسی مسلمان مرد کی مدد کرے گا جہاں اُس کی بے حرمتی اور بے عزتی کی جا رہی ہو، تو اللّٰہ تعالیٰ ایسے موقع پر اس کی مدد

[1] ......معجم الاوسط، باب المیم، من اسمه: مقدام، ۶/۳۲۷، الحدیث: ۸۹۳۶.

فرمائے گا جہاں اسے محبوب ہے کہ مدد کی جائے۔‘‘[1]

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌۙ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِؕ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ وَ اَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ﴿۲۰﴾ ع

النصف ٢ ع ٨

ترجمۂ کنزالایمان: وہ لوگ جو چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں بُرا چرچا پھیلے ان کے لیے دردناک عذاب ہے دنیا اور آخرت میں اور اللّٰہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ اور اگر اللّٰہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی اور یہ کہ اللّٰہ تم پر نہایت مہربان مہر والا ہے تو تم اس کا مزہ چکھتے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: بیشک جولوگ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں بے حیائی کی بات پھیلے ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللّٰہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ اور اگر اللّٰہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی اور یہ کہ اللّٰہ تم پر نہایت مہربان، رحم فرمانے والا ہے (اس عذاب کا مزہ چکھتے)۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ: بیشک جولوگ چاہتے ہیں۔﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ وہ لوگ جو یہ ارادہ کرتے اور چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں بے حیائی کی بات پھیلے ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔ دنیا کے عذاب سے مراد حد قائم کرنا ہے، چنانچہ عبداللّٰہ بن اُبی، حضرت حَسّان اور حضرت مِسْطَح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کو حد لگائی گئی اور آخرت کے عذاب سے مراد یہ ہے کہ اگر توبہ کئے بغیر مر گئے تو آخرت میں دوزخ ہے۔ مزید فرمایا کہ اللّٰہ تعالیٰ دلوں کے راز اور باطن کے احوال جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔[2]

﴿اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: کہ مسلمانوں میں بے حیائی کی بات پھیلے۔﴾

1 ……ابو داؤد، کتاب الادب، باب من ردّ عن مسلم غيبة، ٣٥٥/٤، الحديث: ٤٨٨٤.

2 ……مدارك، النور، تحت الآية: ١٩، ص٧٧٤.

اشاعت سے مراد تشہیر کرنا اور ظاہر کرنا ہے جبکہ فاحشہ سے وہ تمام اَقوال اور اَفعال مراد ہیں جن کی قباحت بہت زیادہ ہے اور یہاں آیت میں اصل مراد زِنا ہے۔(1) البتہ یہ یاد رہے کہ اشاعتِ فاحشہ کے اصل معنیٰ میں بہت وسعت ہے چنانچہ اشاعتِ فاحشہ میں جو چیزیں داخل ہیں ان میں سے بعض یہ ہیں:

(1)......کسی پر لگائے گئے بہتان کی اشاعت کرنا۔

(2)......کسی کے خفیہ عیب پر مطلع ہونے کے بعد اسے پھیلانا۔

(3)......علمائے اہلسنّت سے بتقدیرِ الٰہی کوئی لغزش فاحش واقع ہو تو اس کی اشاعت کرنا۔

(4)......حرام کاموں کی ترغیب دینا۔

(5)......ایسی کتابیں لکھنا، شائع کرنا اور تقسیم کرنا جن میں موجود کلام سے لوگ کفر اور گمراہی میں مبتلا ہوں۔

(6)......ایسی کتابیں، اخبارات، ناول، رسائل اور ڈائجسٹ وغیرہ لکھنا اور شائع کرنا جن سے شہوانی جذبات متحرک ہوں۔

(7)......فحش تصاویر اور وڈیوز بنانا، بیچنا اور انہیں دیکھنے کے ذرائع مہیا کرنا۔

(8)......ایسے اشتہارات اور سائن بورڈ وغیرہ بنانا اور بنوا کر لگانا، لگوانا جن میں جاذِبیت اور کشش پیدا کرنے کے لئے جنسی عُریانیَّت کا سہارا لیا گیا ہو۔

(9)......حیا سوز مناظر پر مشتمل فلمیں اور ڈرامے بنانا، ان کی تشہیر کرنا اور انہیں دیکھنے کی ترغیب دینا۔

(10) فیشن شو کے نام پر عورت اور حیا سے عاری لباسوں کی نمائش کر کے بے حیائی پھیلانا۔

(11) زنا کاری کے اڈّے چلانا وغیرہ۔

ان تمام کاموں میں مبتلا حضرات کو چاہئے کہ خدارا! اپنے طرزِ عمل پر غور فرمائیں بلکہ بطورِ خاص ان حضرات کو زیادہ غور کرنا چاہئے جو فحاشی و عریانی اور اسلامی روایات سے جدا کلچر کو عام کر کے مسلمانوں کے اخلاق اور کردار میں بگاڑ پیدا کر رہے ہیں اور بے حیائی، فحاشی و عریانی کے خلاف اسلام نے نفرت کی جو دیوار قائم کی ہے اسے گرانے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت اور عقلِ سلیم عطا فرمائے اور درج ذیل تین احادیث پر بھی غور و فکر کرنے اور

(1)......روح البیان، النور، تحت الآیۃ: ۱۹، ۶/۱۳۰، ملخصاً.

ان سے عبرت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

(1)......حضرت جریر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ”جس نے اسلام میں اچھا طریقہ رائج کیا، اس کے لئے اسے رائج کرنے اور اپنے بعد اس پر عمل کرنے والوں کا ثواب ہے، اور ان عمل کرنے والوں کے ثواب میں سے بھی کچھ کم نہ ہوگا اور جس نے اسلام میں بُرا طریقہ رائج کیا، اس پر اس طریقے کو رائج کرنے اور اس پر عمل کرنے والوں کا گناہ ہے اور ان عمل کرنے والوں کے گناہ میں بھی کوئی کمی نہ ہوگی۔“[1]

(2)......سید المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے روم کے شہنشاہ ہرقل کو جو مکتوب بھجوایا اس میں تحریر تھا کہ (اے ہرقل!) میں تمہیں اسلام کی طرف دعوت دیتا ہوں، تم اسلام قبول کرلو تو سلامت رہو گے اور اللّٰہ تعالیٰ تمہیں دُگنا اجر عطا فرمائے گا اور اگر تم (اسلام قبول کرنے سے) پیٹھ پھیرو گے تو رِعایا کا گناہ بھی تم پر ہوگا۔[2]

(3)......حضرت عبداللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ”جو شخص ظلماً قتل کیا جاتا ہے تو اس کے ناحق خون میں حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پہلے بیٹے (قابیل) کا حصہ ضرور ہوتا ہے کیونکہ اسی نے پہلے ظلماً قتل کرنا ایجاد کیا۔“[3]

﴿وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ: اور اگر اللّٰہ کا فضل تم پر نہ ہوتا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اگر تم پر اللّٰہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی اور یہ کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ تم پر نہایت مہربان، رحم فرمانے والا ہے تو اللّٰہ تعالیٰ تمہیں تمہاری اس حرکت کا مزہ چکھاتا اور اس کا عذاب تمہیں مہلت نہ دیتا۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِؕ وَ مَنْ یَّتَّبِـعْ خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ فَاِنَّهٗ یَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِؕ وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًاۙ وَّ لٰكِنَّ اللّٰهَ یُزَكِّیْ مَنْ

[1]......مسلم، کتاب الزکاۃ، باب الحث علی الصدقۃ ولو بشقّ تمرۃ... الخ، ص٥٠٨، الحدیث: ٦٩(١٠١٧).

[2]......بخاری، کتاب بدء الوحی، ٦-باب، ١/١٠، الحدیث: ٧.

[3]......بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب خلق آدم صلوات اللّٰہ علیہ وذرّیتہ، ٢/٤١٣، الحدیث: ٣٣٣٥.

يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ (۲۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو شیطان کے قدموں پر نہ چلو اور جو شیطان کے قدموں پر چلے تو وہ تو بے حیائی اور بُری ہی بات بتائے گا اور اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو تم میں کوئی بھی کبھی ستھرا نہ ہوسکتا ہاں اللہ ستھرا کردیتا ہے جسے چاہے اور اللہ سُنتا جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو اور جو شیطان کے قدموں کی پیروی کرتا ہے تو بیشک شیطان تو بے حیائی اور بُری بات ہی کا حکم دے گا اور اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو تم میں سے کوئی شخص بھی کبھی پاکیزہ نہ ہوتا البتہ اللہ پاکیزہ فرمادیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور اللہ سننے والا، جاننے والا ہے۔

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: اے ایمان والو!۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو شیطان کی پیروی کرنے سے منع فرمایا، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے ایمان والو! تم اپنے اعمال اور افعال میں شیطان کے طریقوں پر نہ چلو اور جو شیطان کے طریقوں کی پیروی کرتا ہے تو بیشک شیطان تو بے حیائی اور بُری بات ہی کا حکم دے گا، تم اس کے وسوسوں میں نہ پڑو اور بہتان اُٹھانے والوں کی باتوں پر کان نہ لگاؤ اور اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو تم میں سے کوئی شخص بھی کبھی پاکیزہ نہ ہوتا اور اللہ تعالیٰ اس کو توبہ اور حسنِ عمل کی توفیق نہ دیتا اور عفو و مغفرت نہ فرماتا البتہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کی توبہ قبول فرما کر اسے گناہوں کی گندگی سے پاکیزہ فرمادیتا ہے اور اللہ تعالیٰ سننے والا، جاننے والا ہے۔[1]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی عظمت کا منکر شیطان کا پیروکار ہے، بے حیا ہے، بدکار ہے، اس سے بڑا بے حیا کون ہوگا جو اپنی ماں کو تہمت لگائے اور اس کے بارے میں ایسی غلیظ بات کہے۔

1 ......ابو سعود، النور، تحت الآية: ٢١، ٤/٧٧-٧٨، مدارك، النور، تحت الآية: ٢١، ص٧٧٤، ملتقطاً.

علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے اس آیت سے معلوم ہونے والے تین اہم امور بیان فرمائے ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

(1)......وہ تمام طریقے شیطان کے ہیں جن پر بے حیائی اور بُری بات ہونے کا اطلاق ہوتا ہے، جیسے زنا کی تہمت لگانا، گالی دینا، جھوٹ بولنا اور لوگوں کے عیبوں کی (شرعی ضرورت کے بغیر) چھان بین کرنا وغیرہ۔

(2)......گناہ کی گندگی سے پاکیزہ کرنے کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے کیونکہ وہی اپنے فضل ورحمت سے بندے کو عبادات اور اسباب کی توفیق دیتا ہے لیکن بندے کے لئے ایک ایسا وسیلہ ہونا ضروری ہے جس سے وہ اللہ تعالیٰ کی مراد کے مطابق گناہ کی گندگی سے پاک ہونے کی کیفیت سیکھ سکے اور اس سلسلے میں سب سے بڑا وسیلہ حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہیں، پھر وہ لوگ ہیں جو بندے کو اللہ تعالیٰ کی طرف ہدایت دیں (یعنی کامل مرشد۔) شیخ الاسلام عبداللہ انصاری قُدِّسَ سِرُّہٗ فرماتے ہیں: شریعت اور حدیث کے علم میں میرے استاد بہت ہیں لیکن طریقت میں میرے استاد حضرت ابوالحسن خرقانی رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ ہیں، اگر میں ان کی زیارت نہ کرتا تو میں حقیقت کو نہ پہچان سکتا۔

کامل مرشد دین کے راستے کے رہنما اور یقین کے دروازوں کی چابیاں ہیں، لہٰذا کسی کامل انسان کا موجود ہونا بہت بڑی غنیمت ہے اور اس کی صحبت نصیب ہونا ایک عظیم نعمت ہے۔

اے دوست! میری یہ ایک نصیحت قبول کرلے　　جا کسی (علم ومعرفت کی) دولت والے کا دامن تھام لے

کیوں کہ پانی کا قطرہ جب تک سیپی کے منہ میں نہیں جاتا　　اس وقت تک چمکدار اور روشن موتی نہیں بن پاتا

پھر حقیقی تزکیہ یہ ہے کہ گناہوں کے میل سے پاک کرنے کے بعد دل کو اغیار کے تعلقات سے پاک کردیا جائے اور ہر کوئی اس تزکیہ کی اہلیت نہیں رکھتا (بلکہ جسے اللہ تعالیٰ چاہے اسے ہی یہ دولت نصیب ہوتی ہے جیسا کہ آیت میں بیان ہوا۔)

(3)......غزوۂ بدر میں شریک ہونے والے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ میں جن سے بہتان کی خطا سرزد ہوئی ان کی خطا کو اللہ تعالیٰ نے بخش دیا ہے جیسا کہ اگلی آیت میں حضرت مسطح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے واقعے سے بھی معلوم ہو رہا ہے۔[1]

1......روح البیان، النور، تحت الآیۃ: ٢١، ٦/١٣١-١٣٢۔

وَلَا یَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَ السَّعَةِ اَنْ یُّؤْتُوْۤا اُولِی الْقُرْبٰى وَ الْمَسٰكِیْنَ وَ الْمُهٰجِرِیْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ﳚ وَ لْیَعْفُوْا وَ لْیَصْفَحُوْاؕ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۲۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور قسم نہ کھائیں وہ جو تم میں فضیلت والے اور گنجائش والے ہیں قرابت والوں اور مسکینوں اور اللّٰہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو دینے کی اور چاہیے کہ معاف کریں اور درگزریں، کیا تم اسے دوست نہیں رکھتے کہ اللّٰہ تمہاری بخشش کرے اور اللّٰہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور تم میں فضیلت والے اور (مالی) گنجائش والے یہ قسم نہ کھائیں کہ وہ رشتے داروں اور مسکینوں اور اللّٰہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو (مال) نہ دیں گے اور انہیں چاہیے کہ معاف کردیں اور درگزر کریں، کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ اللّٰہ تمہاری بخشش فرمادے اور اللّٰہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿وَلَا یَاْتَلِ: اور قسم نہ کھائیں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ تم میں جو دین میں فضیلت اور منزلت والے ہیں اور مال و ثروت میں گنجائش والے ہیں یہ قسم نہ کھائیں کہ وہ اپنے رشتے داروں، مسکینوں اور اللّٰہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو اپنے مال سے نہ دیں گے اور ان فضیلت والوں کو چاہیے کہ معاف کردیں اور درگزر کریں، کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ اللّٰہ تعالیٰ تمہاری بخشش فرمادے اور اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ بخشنے والا مہربان ہے۔ **شانِ نزول:** یہ آیت حضرتِ ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے حق میں نازل ہوئی، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے قسم کھائی تھی کہ حضرت مِسطح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ساتھ حسنِ سلوک نہ کریں گے۔ حضرت مِسطح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی خالہ کے بیٹے تھے، نادار تھے، مہاجر تھے، بدری تھے اور حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہی اُن کا خرچ اُٹھاتے تھے مگر چونکہ اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا پر تہمت لگانے والوں کے ساتھ انہوں نے مُوافقت کی تھی اس لئے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

نے یہ قسم کھائی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ جب یہ آیت حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے پڑھی تو حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا: بے شک میری آرزو ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ میری مغفرت کرے اور میں حضرت مِسطح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ساتھ جو سلوک کرتا تھا اس کو کبھی موقوف نہ کروں گا۔ چنانچہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس کو جاری فرما دیا۔[1]

آیت ”وَلَا یَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْکُمْ وَالسَّعَۃِ“ سے معلوم ہونے والے مسائل

اس آیت سے 3 مسئلے معلوم ہوئے:

(1)......جو شخص کوئی کام نہ کرنے کی قسم کھائے پھر معلوم ہو کہ اس کا کرنا ہی بہتر ہے تو اسے چاہیے کہ اس کام کو کرلے، لیکن یہ یاد رہے کہ اسے قسم کا کَفّارہ دینا ہوگا جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ”جو شخص قسم کھائے اور دوسری چیز اُس سے بہتر پائے تو قسم کا کفارہ دیدے اور وہ کام کرلے۔“[2]

(2)......اس آیت سے حضرت صدیقِ اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی فضیلت ثابت ہوئی اور اس سے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی بلند شان اور مرتبہ ظاہر ہوتا ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ نے آپ کو **اُولُوا الْفَضْلِ** فرمایا۔[3]

(3)......رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ (اور دیگر انبیاء ورُسُل عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام) کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ تمام مخلوق سے افضل ہیں۔[4]

اِنَّ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ۪ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴿۲۳﴾ۙ

1 ......بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافک، ۳/۱۱، الحدیث: ٤١٤١، خازن، النور، تحت الآیة: ۲۲، ۳/۳٤٤-۳٤٥.

2 ......مسلم، کتاب الایمان والنذور، باب ندب من حلف یمیناً فرأی غیرها خیراً منها...الخ، ص۸۹۸، الحدیث: ۱۲(۱٦٥٠).

3 ......خازن، النور، تحت الآیة: ۲۲، ۳/۳٤٥.

4 ......روح البیان، النور، تحت الآیة: ۲۲، ٦/۱۳۳.

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک وہ جو عیب لگاتے ہیں انجان پارسا ایمان والیوں کو ان پر لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہ جو انجان، پاکدامن، ایمان والی عورتوں پر بہتان لگاتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت ہے اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ: بیشک وہ جو۔﴾ اِس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات میں تہمت لگانے والے منافقین کی سزا بیان کی گئی ہیں، اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ عورتیں جو بدکاری اور فِسق وفُجور کو جانتی بھی نہیں اور بُرا خیال اُن کے دل میں بھی نہیں گزرتا اور وہ پاکدامن اور ایمان والی ہیں، ایسی پاکیزہ عورتوں پر بدکاری کا بہتان لگانے والوں پر دنیا اور آخرت میں لعنت ہے اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ آیت میں عورتوں کے بیان کردہ اوصاف سیدالمرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ازواجِ مطہرات کے اوصاف ہیں، اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے تمام ایماندار اور پارسا عورتیں مراد ہیں، انہیں عیب لگانے والوں پر اللہ تعالیٰ لعنت فرماتا ہے۔[1]

اور تفسیرِ خازن میں ہے کہ اس آیت میں جو وعید ذکر کی گئی یہ عبداللہ بن اُبی بن سلول منافق کے حق میں ہے۔[2]

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ آیت کا شانِ نزول اگرچہ خاص ہے لیکن معنیٰ اور حکم سب کو عام ہے۔

یَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَیْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَ اَیْدِیْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۲۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جس دن ان پر گواہی دیں گی ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں جو کچھ کرتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جس دن ان کے خلاف ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں ان کے اعمال کی گواہی

1 ......مدارك، النور، تحت الآية: ٢٣، ص٧٧٥.

2 ......خازن، النور، تحت الآية: ٢٣، ٣/٣٤٥.

دیں گے۔

﴿یَوْمَ تَشْهَدُ عَلَیْهِمْ: جس دن ان کے خلاف گواہی دیں گے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن ان کے خلاف ان کی زبانیں، ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں ان کے اعمال کی گواہی دیں گے۔ زبانوں کا گواہی دینا تو اُن کے مونہوں پر مُہریں لگائے جانے سے پہلے ہوگا اور اس کے بعد مونہوں پر مُہریں لگا دی جائیں گی جس سے زبانیں بند ہو جائیں گے اور اعضاء بولنے لگیں گے اور دنیا میں جو عمل کئے تھے وہ ان کی خبر دیں گے۔[1]

یَوْمَىٕذٍ یُّوَفِّیْهِمُ اللّٰهُ دِیْنَهُمُ الْحَقَّ وَ یَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِیْنُ ﴿۲۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اس دن اللہ انہیں ان کی سچی سزا پوری دے گا اور جان لیں گے کہ اللہ ہی صریح حق ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس دن اللہ انہیں ان کی پوری سچی سزا دے گا اور وہ جان لیں گے کہ اللہ ہی صریح حق ہے۔

﴿یَوْمَىٕذٍ: اس دن۔﴾ منافقین کی سزا کے بیان میں ہی ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انہیں ان کی پوری سچی سزا دے گا جس کے وہ قانونی طور پر مستحق ہیں اور وہ جان لیں گے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی صریح حق ہے یعنی موجود، ظاہر ہے، اسی کی قدرت سے ہر چیز کا وجود ہے۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ معنی یہ ہیں کہ کفار دنیا میں اللہ تعالیٰ کے وعدوں میں شک کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ آخرت میں انہیں اُن کے اعمال کی جزا دے کر ان وعدوں کا حق ہونا ظاہر فرما دے گا۔[2]

[illegible]

قرآنِ کریم میں کسی گناہ پر ایسی سختی، شدت اور تکرار و تاکید نہیں فرمائی گئی جیسی کہ حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھا کے اوپر بہتان باندھنے پر فرمائی گئی، اس سے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی رِفْعَتِ منزلت ظاہر

1 ......خازن، النور، تحت الآية: ۲۴، ۳/۳۴۵.

2 ......خازن، النور، تحت الآية: ۲۵، ۳/۳۴۵.

ہوتی ہے۔[1] اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے صدقے آپ سے نسبت رکھنے والوں کا بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقام بہت بلند ہے اور جس کی جتنی نسبت قریب ہے اس کا اتنا ہی مقام بلند ہے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے نسبت رکھنے والوں کی بے ادبی اللہ تعالیٰ کے غضب وجلال کا حق دار ٹھہرنے کا باعث ہے۔

اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ وَ الْخَبِیْثُوْنَ لِلْخَبِیْثٰتِ ۚ وَ الطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیْنَ وَ الطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبٰتِ ۚ اُولٰٓىٕكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا یَقُوْلُوْنَ ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِیْمٌ ﴿۲۶﴾

ع ٩

ترجمۂ کنزالایمان: گندیاں گندوں کے لیے اور گندے گندیوں کے لیے اور ستھریاں ستھروں کے لیے اور ستھرے ستھریوں کے لیے وہ پاک ہیں ان باتوں سے جو یہ کہہ رہے ہیں ان کے لیے بخشش اور عزت کی روزی ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: گندی عورتیں گندے مردوں کیلئے ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کیلئے ہیں اور پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کیلئے ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کیلئے ہیں۔ وہ ان باتوں سے بَری ہیں جو لوگ کہہ رہے ہیں۔ ان (پاکیزہ لوگوں) کے لیے بخشش اور عزت کی روزی ہے۔

﴿ اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ: گندی عورتیں گندے مردوں کیلئے ہیں۔ ﴾ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ گندے کے لئے گندہ لائق ہے، گندی عورت گندے مرد کے لئے اور گندہ مرد گندی عورت کے لئے اور گندہ آدمی گندی باتوں کے درپے ہوتا ہے اور گندی باتیں گندے آدمی کا وطیرہ ہوتی ہیں اور پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کیلئے ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کیلئے ہیں۔ وہ پاک مرد اور عورتیں جن میں سے حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا اور حضرت صفوان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہیں، ان باتوں سے بَری ہیں جو یہ تہمت لگانے والے کہہ رہے ہیں۔ ان پاکیزہ لوگوں کے لیے بخشش اور جنت میں عزت کی روزی ہے۔

[1] ......مدارك، النور، تحت الآية: ٢٥، ص ٧٧٥.

حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کی فضیلت اور خصوصیات

اس آیت سے حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کا کمالِ فضل وشرف ثابت ہوا کہ وہ طَیِّبہ اور پاک پیدا کی گئیں اور قرآنِ کریم میں اُن کی پاکی کا بیان فرمایا گیا اور انہیں مغفرت اور رزقِ کریم کا وعدہ دیا گیا۔اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کو **اللّٰہ** تعالٰی نے بہت سے خَصائص عطا فرمائے جو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کے لئے قابلِ فخر ہیں، ان میں سے بعض یہ ہیں:

(1)......حضرت جبریلِ اَمین عَلَیْہِ السَّلَام رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں ایک ریشمی کپڑے پر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کی تصویر لائے اور عرض کیا کہ یہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی زوجہ ہیں۔

(2)......نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کے سوا کسی کنواری عورت سے نکاح نہ فرمایا۔

(3)......رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی وفات آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کے گھر تشریف آوری کے دِن ہوئی۔

(4)......آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا ہی کا حجرۂ شریفہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی آرام گاہ بنا۔

(5)......بعض اوقات ایسی حالت میں حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر وحی نازل ہوئی کہ حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے لحاف میں ہوتیں۔

(6)......آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے خلیفہ حضرت صدیقِ اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی دُختر ہیں۔

(7)......آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا پاک پیدا کی گئیں اور آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا سے مغفرت ورزقِ کریم کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔[1]
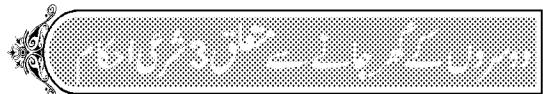
یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَاؕ-ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۷﴾

---

1 ......خازن، النور، تحت الآیة: ٢٦، ٣/٣٤٦، مدارك، النور، تحت الآیة: ٢٦، ص٧٧٦، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں نہ جاؤ جب تک اجازت نہ لے لو اور ان کے ساکنوں پر سلام نہ کرلو یہ تمہارے لیے بہتر ہے کہ تم دھیان کرو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں داخل نہ ہو جب تک اجازت نہ لے لو اور ان میں رہنے والوں پر سلام نہ کرلو۔ یہ تمہارے لیے بہتر ہے تاکہ تم نصیحت مان لو۔

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: اے ایمان والو!﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات میں اللہ تعالیٰ نے دوسروں کے گھروں میں جانے کے آداب اور احکام بیان فرمائے ہیں۔ **شانِ نزول:** حضرت عدی بن ثابت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ انصار کی ایک عورت نے بارگاہِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اپنے گھر میں میری حالت کچھ اس طرح کی ہوتی ہے کہ میں نہیں چاہتی کہ کوئی مجھے اس حالت میں دیکھے، چاہے وہ میرے والد یا بیٹا ہی کیوں نہ ہو اور میری اسی حالت میں گھر میں مردوں کا آنا جانا رہتا ہے تو میں کیا کروں؟ اس پر یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی۔ (1)

دوسروں کے گھر جانے سے متعلق 3 شرعی احکام

یہاں اس آیت کے حوالے سے 3 شرعی احکام ملاحظہ ہوں،

(1)......اس آیت سے ثابت ہوا کہ غیر کے گھر میں کوئی بے اجازت داخل نہ ہو۔ اجازت لینے کا طریقہ یہ بھی ہے کہ بلند آواز سے سُبْحَانَ اللہِ یا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ یا اَللہُ اَکْبَرُ کہے، یا کھنکارے جس سے مکان والوں کو معلوم ہو جائے کہ کوئی آنا چاہتا ہے (اور یہ سب کام اجازت لینے کے طور پر ہوں) یا یہ کہے کہ کیا مجھے اندر آنے کی اجازت ہے۔ غیر کے گھر سے وہ گھر مراد ہے جس میں غیر رہتا ہو خواہ وہ اس کا مالک ہو یا نہ ہو۔ (2)

(2)......غیر کے گھر جانے والے کی اگر صاحبِ مکان سے پہلے ہی ملاقات ہو جائے تو پہلے سلام کرے پھر اجازت چاہے اور اگر وہ مکان کے اندر ہو تو سلام کے ساتھ اجازت لے اور اس طرح کہے: السلام علیکم، کیا مجھے اندر آنے کی

❶......تفسیر طبری، النور، تحت الآیۃ: ۲۷، ۹/۲۹۷۔

❷......روح البیان، النور، تحت الآیۃ: ۲۷، ۶/۱۳۷، ملخصاً۔

اجازت ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ سلام کو کلام پر مُقَدَّم کرو۔[1]

(3)...... اگر دروازے کے سامنے کھڑے ہونے میں بے پردگی کا اندیشہ ہو تو دائیں یا بائیں جانب کھڑے ہو کر اجازت طلب کرے۔ حدیث شریف میں ہے اگر گھر میں ماں ہو جب بھی اجازت طلب کرے۔[2]

فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِیْهَاۤ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى یُؤْذَنَ لَكُمْۚ-وَ اِنْ قِیْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْؕ-وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ(۲۸)

ترجمۂ کنزالایمان: پھر اگر ان میں کسی کو نہ پاؤ جب بھی بے مالکوں کی اجازت کے ان میں نہ جاؤ اور اگر تم سے کہا جائے واپس جاؤ تو واپس ہو یہ تمہارے لیے بہت ستھرا ہے **اللہ** تمہارے کاموں کو جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزالعِرفان: پھر اگر تم ان گھروں میں کسی کو نہ پاؤ تو بھی ان میں داخل نہ ہونا جب تک تمہیں اجازت نہ دیدی جائے اور اگر تمہیں کہا جائے ''واپس لوٹ جاؤ'' تو تم واپس لوٹ جاؤ، یہ تمہارے لیے زیادہ پاکیزہ ہے اور **اللہ** تمہارے کاموں کو خوب جاننے والا ہے۔

﴿فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِیْهَاۤ اَحَدًا: پھر اگر تم ان گھروں میں کسی کو نہ پاؤ۔﴾ یعنی اگر مکان میں اجازت دینے والا موجود نہ ہو تو بھی ان میں داخل نہ ہونا جب تک تمہیں اجازت نہ دیدی جائے کیونکہ غیر کی مِلک میں تَصَرُّف کرنے کے لئے اس کی رضا مندی ضروری ہے۔ اور اگر مکان میں اجازت دینے والا موجود ہو اور وہ تمہیں کہے کہ ''واپس لوٹ جاؤ'' تو تم واپس لوٹ جاؤ اور اجازت طلب کرنے میں اصرار اور منت سماجت نہ کرو۔

دروازہ بجانے سے متعلق دو اہم باتیں

جب بھی کسی کے گھر جائیں تو دروازہ بجانے سے پہلے دو باتوں کا ضرور لحاظ رکھیں۔

(1)...... کسی کا دروازہ بہت زور سے کھٹکھٹانا اور شدید آواز سے چیخنا خاص کر علماء اور بزرگوں کے دروازوں پر ایسا

---

1 ......ترمذی، کتاب الاستئذان والآداب عن رسول اللّٰہ، باب ما جاء فی السلام قبل الکلام، ۴/۳۲۱، الحدیث: ۲۷۰۸.

2 ......موطا امام مالک، کتاب الاستئذان، باب الاستئذان، ۲/۴۴۶، الحدیث: ۱۸۴۷.

کرنا اوران کو زور سے پکارنا مکروہ وخلافِ ادب ہے۔[1] لہٰذا درمیانے انداز میں دروازہ بجائیں اور آواز دینے کی ضرورت ہو تو درمیانی آواز سے پکاریں، یونہی جس کے گھر پہ بیل لگی ہو تو ایسا نہ کریں کہ بٹن پر ہاتھ رکھ کر ہی کھڑے ہو جائیں اور جب تک دروازہ کُھل نہ جائے اس سے ہاتھ نہ ہٹائیں بلکہ ایک بار بٹن دبا کر کچھ دیر انتظار کریں، اگر دروازہ نہ کھلے تو دوبارہ بجالیں، کچھ دیر انتظار کے بعد پھر بجالیں، اگر تیسری بار بجانے کے بعد بھی جواب نہ ملے تو کسی شدید مجبوری اور ضرورت کے بغیر چوتھی بار نہ بجائیں بلکہ واپس چلے جائیں اور کسی دوسرے وقت میں ملاقات کرلیں۔ نیز یہاں یہ بھی یاد رہے کہ تین مرتبہ تک دروازہ بجانے یا گھنٹی بجانے کی اجازت ہے، کوئی واجب نہیں لہٰذا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دو یا ایک مرتبہ دروازہ بجانے پر اگر کوئی دروازہ نہ کھولے تو واپس چلے جائیں۔

نیز جب کسی کا دروازہ بجائیں اور اندر سے پوچھا جائے کہ کون ہے تو اس کے جواب میں یہ نہ کہیں کہ میں ہوں، بلکہ اپنا نام بتائیں تاکہ پوچھنے والا آپ کو پہچان سکے۔ حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں اپنے والد کے قرض کے سلسلے میں حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو میں نے دروازہ بجایا۔ آپ نے پوچھا: کون ہے؟ میں نے عرض کی: میں ہوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا: ''میں، میں۔'' (یعنی میں تو میں بھی ہوں) گویا آپ نے اس جواب کو ناپسند فرمایا۔[2]

نوٹ: مزید تفصیل کے لئے بہارِ شریعت جلد 3 حصہ 16 سے ''مکان میں جانے کا بیان'' مطالعہ فرمائیں۔

﴿هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ: یہ تمہارے لیے زیادہ پاکیزہ ہے۔﴾ یعنی اجازت نہ ملنے کی صورت میں تمہارا لوٹ جانا تمہارے لئے زیادہ پاکیزہ کام ہے کیونکہ بعض اوقات لوگ اس حال میں ہوتے ہیں کہ اس وقت وہ کسی کا اپنے پاس آنا پسند نہیں کرتے۔[3]

مذکورہ بالا آیاتِ کریمہ سے معلوم ہوا کہ اسلام نے ہمیں زندگی کے ہر چھوٹے بڑے معاملے میں اپنی تعلیمات سے نوازا ہے اور زندگی کے آداب سکھائے ہیں نیز دوسروں کی سہولت کا خیال رکھنا بھی سکھایا ہے۔

---

1 ......مدارك، النور، تحت الآية: ٢٨، ص٧٧٦.

2 ......بخاری، كتاب الاستئذان، باب ما اذا قال: من ذا؟ فقال: انا، ١٧١/٤، الحديث: ٦٢٥٠.

3 ......خازن، النور، تحت الآية: ٢٨، ٣٤٧/٣.

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ فِيْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَ مَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۲۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اس میں تم پر کچھ گناہ نہیں کہ ان گھروں میں جاؤ جو خاص کسی کی سکونت کے نہیں اوران کے برتنے کا تمہیں اختیار ہے اور اللہ جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس بارے میں تم پر کچھ گناہ نہیں کہ ان گھروں میں جاؤ جو خاص کسی کی رہائش نہیں جن میں تمہیں نفع اُٹھانے کا اختیار ہے اور اللہ جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو۔

﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ: تم پر کچھ گناہ نہیں۔﴾ شانِ نزول: یہ آیت ان صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے جواب میں نازل ہوئی جنہوں نے آیتِ اِسْتِیْذَان یعنی اُوپر والی آیت نازل ہونے کے بعد دریافت کیا تھا کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان اور شام کے راستے میں جو مسافر خانے بنے ہوئے ہیں کیا اُن میں داخل ہونے کے لئے بھی اجازت لینا ضروری ہے۔ اس پر فرمایا گیا کہ اس بارے میں تم پر کچھ گناہ نہیں کہ ان گھروں میں جاؤ جو خاص کسی کی رہائش نہیں جیسے سَرائے اور مسافر خانے وغیرہ کہ اس میں جانے کے لئے اجازت حاصل کرنے کی حاجت نہیں اور ان سے تمہیں نفع اُٹھانے کا اختیار ہے۔ بعض مفسرین کے نزدیک ان گھروں سے دوکانیں مراد ہیں۔[1] کیونکہ دکانوں میں اجازت لے کر داخل نہیں ہوا جاتا بلکہ کھلی ہوئی دکانیں ہوتی ہی اس لئے ہیں کہ لوگ ان میں آئیں اور خریداری کریں۔ حقیقت میں اس سے مراد ہر وہ جگہ ہے جہاں شرعاً وعرفاً اجازت لے کر جانے کی حاجت نہیں۔

﴿وَاللّٰهُ يَعْلَمُ: اور اللہ جانتا ہے۔﴾ آیت کے اس حصے میں ان لوگوں کے لئے وعید ہے جو ان مقامات پر چوری وغیرہ کی نیت سے یا عورتوں کو جھانکنے کے لئے جائیں۔ یہ لوگ اس بات کو ذہن میں رکھیں کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو وہ ظاہر کرتے ہیں اور جو چھپاتے ہیں۔[2]

1 ......خازن، النور، تحت الآية: ٢٩، ٣/٣٤٧.

2 ......روح البيان، النور، تحت الآية: ٢٩، ٦/١٣٩.

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ یَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا یَصْنَعُوْنَ ﴿۳۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: مسلمان مردوں کو حکم دو اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے لیے بہت ستھرا ہے بیشک اللّٰہ کو ان کے کاموں کی خبر ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: مسلمان مردوں کو حکم دو کہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے لیے زیادہ پاکیزہ ہے، بیشک اللہ ان کے کاموں سے خبردار ہے۔

﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ: مسلمان مردوں کو حکم دو۔﴾ اس آیت میں مسلمان مردوں کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور جس چیز کو دیکھنا جائز نہیں اس پر نظر نہ ڈالیں۔[1]

نظریں نیچی رکھنے اور حرام چیزوں کو دیکھنے سے بچنے کی ترغیب

کثیر احادیث میں بھی مسلمان مردوں کو اپنی نظریں نیچی رکھنے اور اللّٰہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں کو دیکھنے سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے، ان میں سے چند یہاں بیان کی جاتی ہیں۔

(1)......حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''تم راستوں میں بیٹھنے سے بچو۔'' صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، راستوں میں بیٹھے بغیر ہمارا گزارہ نہیں، ہم وہاں بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: ''اگر راستوں میں بیٹھے بغیر تمہیں کوئی چارہ نہیں تو راستے کا حق ادا کرو۔'' صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے عرض کی: راستے کا حق کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: ''نظر نیچی رکھنا۔ تکلیف دہ چیز کو دُور کرنا۔ سلام کا جواب دینا۔ نیکی کی دعوت دینا اور بُرائی سے منع کرنا۔''[2]

1......خازن، النور، تحت الآیة: ۳۰، ۳/۳۴۸.

2......بخاری، کتاب المظالم والغصب، باب افنیة الدور والجلوس فیها والجلوس علی الصعدات، ۲/۱۳۲، الحدیث: ۲۴۶۵.

(2)...... حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''ایک مرد دوسرے مرد کے سَتْر کی جگہ نہ دیکھے اور نہ عورت دوسری عورت کے ستر کی جگہ دیکھے اور نہ مرد دوسرے مرد کے ساتھ ایک کپڑے میں بَرَہْنَہ سوئے اور نہ عورت دوسری عورت کے ساتھ ایک کپڑے میں برہنہ سوئے۔''(1)

(3)...... حضرت بریدہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت علی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم سے فرمایا کہ ''ایک نظر کے بعد دوسری نظر نہ کرو (یعنی اگر اچانک بلا قصد کسی عورت پر نظر پڑ جائے تو فوراً نظر ہٹالے اور دوبارہ نظر نہ کرے) کہ پہلی نظر جائز ہے اور دوسری نظر جائز نہیں۔''(2)

(4)...... حضرت ابو امامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جو مسلمان کسی عورت کے حُسن و جمال کی طرف (بلا ارادہ) پہلی بار نظر کرے، پھر اپنی آنکھ جُھکا لے تو اللّٰہ تعالیٰ اسے ایسی عبادت کرنے کی توفیق دے گا جس کا وہ مزہ پائے گا۔''(3)

لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اپنی نگاہیں جھکا کر رکھا کرے اور جن چیزوں کو دیکھنا حرام ہے انہیں دیکھنے سے بچے۔ مزید ترغیب کے لئے امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا یہ کلام ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں: نظر نیچی رکھنا دل کو بہت زیادہ پاک کرتا ہے اور نیکیوں میں اضافے کا ذریعہ ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر تم نظر نیچی نہ رکھو بلکہ اسے آزادانہ ہر چیز پر ڈالو تو بسا اوقات تم بے فائدہ اور فضول بھی اِدھر اُدھر دیکھنا شروع کر دو گے اور رفتہ رفتہ تمہاری نظر حرام پر بھی پڑنا شروع ہو جائے گی، اب اگر جان بوجھ کر حرام پر نظر ڈالو گے تو یہ بہت بڑا گناہ ہے اور عین ممکن ہے کہ تمہارا دل حرام چیز پر فریفتہ ہو جائے اور تم تباہی کا شکار ہو جاؤ، اور اگر اس طرف دیکھنا حرام نہ ہو بلکہ مباح ہو، تو ہو سکتا ہے کہ تمہارا دل (اس میں) مشغول ہو جائے اور اس کی وجہ سے تمہارے دل میں طرح طرح کے وسوسے آنا شروع ہو جائیں اور ان وسوسوں کا شکار ہو کر نیکیوں سے رہ جاؤ، لیکن اگر تم نے (حرام اور مباح) کسی طرف دیکھا ہی نہیں تو ہر فتنے اور وسوسے سے محفوظ رہو گے اور اپنے اندر راحت و نشاط محسوس کرو گے۔(4)

---

1 ......مسلم، کتاب الحیض، باب تحریم النظر الی العورات، ص١٨٦، الحدیث: ٧٤(٣٣٨).

2 ......ابو داؤد، کتاب النکاح، باب ما یؤمر به من غض البصر، ٢/٣٥٨، الحدیث: ٢١٤٩.

3 ......مسند امام احمد، مسند الانصار رضی اللّٰه عنهم، حدیث ابی امامة الباهلی... الخ، ٨/٢٩٩، الحدیث: ٢٢٣٤١.

4 ......منهاج العابدین، تقوی الاعضاء الخمسة، الفصل الاول: العین، ص٧٢-٧٣.

نوٹ: پردے کے بارے میں مزید معلومات کیلئے بہارِ شریعت جلد 3 حصہ 16 سے ''دیکھنے اور چھونے کا بیان'' مطالعہ فرمائیں۔

﴿ وَ یَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ : اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔﴾ آیت کے اس حصے کا ایک معنی یہ ہے کہ زنا اور حرام سے بچیں۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ اپنی شرم گاہوں اور اُن سے مُتَّصِل وہ تمام اعضاء جن کا سَتْر ضروری ہے انہیں چھپائیں اور پردے کا اہتمام رکھیں۔ (1)

﴿ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ : یہ ان کے لیے زیادہ پاکیزہ ہے۔﴾ یعنی نگاہوں کو جھکا کر رکھنا اور شرمگاہ کی حفاظت کرنا مردوں کے لیے گناہ کی میل کے مقابلے میں بہت زیادہ پاکیزہ طریقہ اور کام ہے۔ اور فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ ان کے کاموں سے خبردار ہے۔ امام عبداللہ بن احمد نسفی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے ہیں: ''اس میں نگاہیں جھکا کر رکھنے اور شرمگاہوں کی حفاظت کرنے کی ترغیب اور ایسا نہ کرنے پر ترہیب یعنی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ مردوں کے حالات، ان کے اَفعال اور ان کے نظریں گھمانے کے انداز سے خبردار ہے، وہ آنکھوں کی خیانت اور دلوں کی چھپی ہوئی باتیں جانتا ہے۔ جب مرد اس بات سے آگاہ ہیں تو ان پر لازم ہے کہ وہ اس معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور ہر غلط حرکت وسکون سے بچیں۔ (2)

وَ قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَ یَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَ لَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ لْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُیُوْبِهِنَّ ۪ وَ لَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآىٕهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآىٕهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْۤ

(1)......روح البيان، النور، تحت الآية: ٣٠، ٦/١٤٠، ملخصاً.

(2)......مدارك، النور، تحت الآية: ٣٠، ص٧٧٧.

اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْۤ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْۤ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآىٕهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِیْنَ غَیْرِ اُولِی الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِیْنَ لَمْ یَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ۪ وَ لَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِیُعْلَمَ مَا یُخْفِیْنَ مِنْ زِیْنَتِهِنَّ ؕ وَ تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ جَمِیْعًا اَیُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۳۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور مسلمان عورتوں کو حکم دو اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی پارسائی کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ نہ دکھائیں مگر جتنا خود ہی ظاہر ہے اور دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں اور اپنا سنگار ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں پر یا اپنے باپ یا شوہروں کے باپ یا اپنے بیٹے یا شوہروں کے بیٹے یا اپنے بھائی یا اپنے بھتیجے یا اپنے بھانجے یا اپنے دین کی عورتیں یا اپنی کنیزیں جو اپنے ہاتھ کی مِلک ہوں یا نوکر بشرطیکہ شہوت والے مرد نہ ہوں یا وہ بچے جنہیں عورتوں کی شرم کی چیزوں کی خبر نہیں اور زمین پر پاؤں زور سے نہ رکھیں کہ جانا جائے ان کا چھپا ہوا سنگار اور اللّٰہ کی طرف توبہ کرو اے مسلمانو سب کے سب اس امید پر کہ تم فلاح پاؤ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور مسلمان عورتوں کو حکم دو کہ وہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی پارسائی کی حفاظت کریں اور اپنی زینت نہ دکھائیں مگر جتنا (بدن کا حصہ) خود ہی ظاہر ہے اور وہ اپنے دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رکھیں اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں پر یا اپنے باپ یا شوہروں کے باپ یا اپنے بیٹوں یا شوہروں کے بیٹے یا اپنے بھائیوں یا اپنے بھتیجوں یا اپنے بھانجوں یا اپنی (مسلمان) عورتوں یا اپنی کنیزوں پر جو ان کی ملکیت ہوں یا مردوں میں سے وہ نوکر جو شہوت والے نہ ہوں یا وہ بچے جنہیں عورتوں کی شرم کی چیزوں کی خبر نہیں اور زمین پر اپنے پاؤں اس لئے زور سے نہ ماریں کہ ان کی اس زینت کا پتہ چل جائے جو انہوں نے چھپائی ہوئی ہے اور اے مسلمانو! تم سب اللّٰہ کی طرف توبہ کرو اس امید پر کہ تم فلاح پاؤ۔

﴿وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ: اور مسلمان عورتوں کو حکم دو۔﴾ آیت کے اس حصے میں مسلمان عورتوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور غیر مردوں کو نہ دیکھیں۔ حضرت اُمِّ سلمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا فرماتی ہیں کہ میں اور حضرت میمونہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا بارگاہِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں حاضر تھیں، اسی وقت حضرت ابنِ اُمِّ مکتوم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ حاضر ہوئے۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ہمیں پردہ کا حکم فرمایا تو میں نے عرض کی: وہ تو نابینا ہیں، ہمیں دیکھ اور پہچان نہیں سکتے۔ حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''کیا تم دونوں بھی نابینا ہو اور کیا تم ان کو نہیں دیکھتیں۔''(1)

عورت کا اجنبی مرد کی طرف نظر کرنا

یہاں ایک مسئلہ یاد رہے کہ عورت کا اجنبی مرد کی طرف نظر کرنے کا وہی حکم ہے، جو مرد کا مرد کی طرف نظر کرنے کا ہے اور یہ اس وقت ہے کہ عورت کو یقین کے ساتھ معلوم ہو کہ اس کی طرف نظر کرنے سے شہوت پیدا نہیں ہوگی اور اگر اس کا شبہ بھی ہو تو ہرگز نظر نہ کرے۔

﴿وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ: اور اپنی زینت نہ دکھائیں۔﴾ ابوالبرکات عبداللّٰہ بن احمد نسفی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ''زینت سے مراد وہ چیزیں ہیں جن کے ذریعے عورت سجتی سنورتی ہے جیسے زیور اور سرمہ وغیرہ اور چونکہ محض زینت کے سامان کو دکھانا مباح ہے اس لئے آیت کا معنی یہ ہے کہ مسلمان عورتیں اپنے بدن کے ان اعضا کو ظاہر نہ کریں جہاں زینت کرتی ہیں جیسے سر، کان، گردن، سینہ، بازو، کہنیاں اور پنڈلیاں، البتہ بدن کے وہ اعضا جو عام طور پر ظاہر ہوتے ہیں جیسے چہرہ، دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں، انہیں چھپانے میں چونکہ مشقت واضح ہے اس لئے ان اعضا کو ظاہر کرنے میں حرج نہیں۔ (لیکن فی زمانہ چہرہ بھی چھپایا جائے گا جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے۔)''(2)

اِس آیتِ مبارکہ کے بارے میں ملاجیون رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اپنا نکتۂ نظر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''زیادہ ظاہر یہ ہے کہ آیت میں مذکور حکم نماز کے بارے میں ہے (یعنی عورت نماز پڑھتے وقت چہرے دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں

---

(1) ......ترمذی، کتاب الادب، باب ما جاء فی احتجاب النساء من الرجال، ۴/۳۵۶، الحدیث: ۲۷۸۷، ابو داؤد، کتاب اللباس، باب فی قوله عزّ وجلّ: وقل للمؤمنات یغضضن... الخ، ۴/۸۷، الحدیث: ۴۱۱۲.

(2) ......مدارك، النور، تحت الآیة: ۳۱، ص۷۷۷.

کے علاوہ پورا بدن چھپائے۔ یہ حکم عورت کو) دیکھنے کے بارے میں نہیں کیونکہ عورت کا تمام بدن عورت یعنی چھپانے کی چیز ہے۔ شوہر اور مَحرم کے سوا کسی اور کے لئے اس کے کسی حصہ کو بے ضرورت دیکھنا جائز نہیں اور علاج وغیرہ کی ضرورت سے بقدرِ ضرورت جائز ہے۔'' (1)

﴿وَ لْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُیُوْبِهِنَّ: اور وہ اپنے دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رکھیں۔﴾ یعنی مسلمان عورتیں اپنے دوپٹوں کے ذریعے اپنے بالوں، گردن، پہنے ہوئے زیور اور سینے وغیرہ کو ڈھانپ کر رکھیں۔ (2)

جب یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی تو اس حکم پر عمل کرنے میں صحابیات رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ کا جذبہ قابل دید ہے، چنانچہ اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا فرماتی ہیں: ''اللہ تعالیٰ ان عورتوں پر رحم فرمائے جنہوں نے سب سے پہلے ہجرت کی تھی کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا ''اور وہ اپنے دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رکھیں'' تو انہوں نے اپنی اونی چادروں کو پھاڑ کر اوڑھنیاں بنالیا تھا۔'' (3)

اب یہاں پردے سے متعلق تین عظیم واقعات ملاحظہ ہوں:

(1)......حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا فرماتی ہیں کہ پردے کی آیات نازل ہونے کے بعد (میرے رَضاعی چچا) افلح نے مجھ سے میرے پاس آنے کی اجازت طلب کی تو میں نے کہا: میں اس وقت تک اجازت نہیں دے سکتی جب تک نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے اجازت نہ لے لوں کیونکہ ابوالقعیس کے بھائی نے مجھے دودھ نہیں پلایا بلکہ ابوالقعیس کی بیوی نے دودھ پلایا ہے۔ جب رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تشریف لائے اور حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا نے ان سے صورتِ حال عرض کی تو ارشاد فرمایا ''اے عائشہ! رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا، افلح کو اجازت دے دو کیونکہ وہ تمہارے رضاعی چچا ہیں۔'' (4)

(2)......خاتونِ جنت حضرت فاطمہ زہرا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کو یہ تشویش تھی کہ عمر بھر تو غیر مردوں کی نظروں سے خود کو

---

1 ......تفسیرات احمدیہ، النور، تحت الآیۃ: ۳۱، ص۵۶۲.

2 ......خازن، النور، تحت الآیۃ: ۳۱، ۳/۳۴۸.

3 ......بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ النور، باب ولیضربن بخمرهنّ علی جیوبهنّ، ۳/۲۹۰، الحدیث: ۴۷۵۸.

4 ......بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ الاحزاب، باب قوله: ان تبدوا شیئاً او تخفوه... الخ، ۳/۳۰۶، الحدیث: ۴۷۹۶.

بچائے رکھا ہے اب کہیں وفات کے بعد میری کفن پوش لاش ہی پر لوگوں کی نظر نہ پڑ جائے! ایک موقع پر حضرت اسماء بنتِ عمیس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا نے عرض کی: میں نے حبشہ میں دیکھا ہے کہ جنازے پر درخت کی شاخیں باندھ کر اور ایک ڈولی کی سی صورت بنا کر اس پر پردہ ڈال دیتے ہیں۔ پھر انہوں نے کھجور کی شاخیں منگوا کر انہیں جوڑا اور اس پر کپڑا تان کر خاتونِ جنّت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کو دکھایا۔ اسے دیکھ کر آپ بہت خوش ہوئیں اور لبوں پر مسکراہٹ آ گئی۔ بس آپ کی یہی ایک مسکراہٹ تھی جو سرکارِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے وصالِ ظاہری کے بعد دیکھی گئی۔ [1]

(3)......حضرت اُمِّ خلاد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کا بیٹا جنگ میں شہید ہو گیا، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا ان کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کیلئے چہرے پر نقاب ڈالے باپردہ بارگاہِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں حاضر ہوئیں، اس پر کسی نے حیرت سے کہا: اس وقت بھی آپ نے منہ پر نقاب ڈال رکھا ہے! آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا نے جواب دیا: میں نے بیٹا ضرور کھویا ہے لیکن حیا ہرگز نہیں کھوئی۔ [2]

مذکورہ بالا حدیثِ پاک اور ان تین واقعات میں ان عورتوں کے لئے بڑی نصیحت ہے جو مسلمان ہونے کے باوجود اللّٰہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے حکم پر عمل کرنے کی بجائے دنیا کے ناجائز فیشن اور رسم و رواج کو اپنانے میں بڑی کوشش کرتی ہیں اور پردے سے جان چھڑانے کے لئے طرح طرح کے حیلے بہانے تراشتی ہیں۔ اللّٰہ تعالیٰ انہیں عقلِ سلیم اور شرعی احکام پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

﴿وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ: اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں۔﴾ اس آیت سے ان مردوں کے بارے میں بتایا گیا ہے جن کے سامنے عورت اپنی پوشیدہ زینت کے اعضا مثلاً سر، کان، گردن، سینہ، بازو، کہنیاں اور پنڈلیاں وغیرہ ظاہر کر سکتی ہے۔ چنانچہ وہ مرد حضرات درج ذیل ہیں،

(1)......شوہر۔

(2)......باپ۔ اس کے حکم میں دادا پر دادا وغیرہ تمام اصول شامل ہیں۔

(3)......شوہروں کے باپ یعنی سُسر کہ وہ بھی مَحرم ہو جاتے ہیں۔

---

1 ......جذب القلوب، باب دوازدهم در ذکر مقبرهٔ شریفهٔ بقیع... الخ، ص١٥٩.

2 ......ابو داؤد، کتاب الجهاد، باب فضل قتال الروم علی غیرهم من الامم، ٩/٣، الحدیث: ٢٤٨٨.

(4)......اپنے بیٹے۔ اِنہیں کے حکم میں اِن کی اولاد بھی داخل ہے۔

(5)......شوہروں کے بیٹے کہ وہ بھی مَحرم ہوگئے۔

(6،7)...... سگے بھائی۔ سگے بھتیجے۔

(8)...... سگے بھانجے۔ اِنہیں کے حکم میں چچا ماموں وغیرہ تمام مَحارِم داخل ہیں۔

(9)......مسلمان عورتوں کے سامنے۔ غیر مسلم عورتوں کے سامنے کھولنا منع ہے چنانچہ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو خط لکھا تھا کہ کُفّارِ اہلِ کتاب کی عورتوں کو مسلمان عورتوں کے ساتھ حمام میں داخل ہونے سے منع کریں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان عورت کو کافرہ عورت کے سامنے اپنا بدن کھولنا جائز نہیں۔

مسئلہ: عورت اپنے غلام سے بھی اجنبی مرد کی طرح پردہ کرے۔

(10)......اپنی ملکیت میں موجود کنیزوں کے سامنے۔ ان پر اپنا سنگار ظاہر کرنا ممنوع نہیں اور غلام اِن کے حکم میں نہیں، اس کو اپنی مالکہ کی زینت کی جگہوں کو دیکھنا جائز نہیں۔

(11)......مردوں میں سے وہ نوکر جو شہوت والے نہ ہوں مثلاً ایسے بوڑھے ہوں جنہیں اصلاً شہوت باقی نہیں رہی ہو اور وہ نیک ہوں۔

یاد رہے کہ ائمہ حنفیہ کے نزدیک خصی اور عنین نظر کی حرمت کے معاملے میں اجنبی کا حکم رکھتے ہیں۔ اس طرح بُرے اَفعال کرنے والے ہیجڑوں سے بھی پردہ کیا جائے جیسا کہ مسلم شریف کی حدیث سے ثابت ہے۔

(12)......وہ بچے جنہیں عورتوں کی شرم کی چیزوں کی خبر نہیں، وہ ابھی ناسمجھ نابالغ ہیں۔[1]

یاد رہے کہ شوہر کے علاوہ دیگر مَحارِم کے سامنے بھی عورت اپنے بناؤ سنگار کے اعضاء اس وقت ظاہر کرسکتی ہے جب ان میں سے کسی کو شہوت کا اندیشہ نہ ہو، اگر شہوت کا اندیشہ ہو تو ظاہر کرنا ناجائز ہے۔

﴿وَ لَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ: اور زمین پر اپنے پاؤں زور سے نہ ماریں۔﴾ یعنی عورتیں چلنے پھرنے میں پاؤں اس قدر آہستہ رکھیں کہ اُن کے زیور کی جھنکار نہ سُنی جائے۔'' اسی لئے چاہیے کہ عورتیں بجنے والے جھانجھن نہ پہنیں۔ حدیث

1......مدارك، النور، تحت الآية: ٣١، ص٧٧٨، خازن، النور، تحت الآية: ٣١، ٣/ ٣٤٩، خزائن العرفان، النور، تحت الآية: ٣١، ص٦٥٦، ملتقطاً۔

شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس قوم کی دعا نہیں قبول فرماتا جن کی عورتیں جھانجھن پہنتی ہوں۔اس سے سمجھ لینا چاہیے کہ جب زیور کی آواز دعا قبول نہ ہونے کا سبب ہے تو خاص عورت کی آواز اور اس کی بے پردگی کیسی اللہ تعالیٰ کے غضب کو لازم کرنے والی ہوگی۔ پردے کی طرف سے بے پروائی تباہی کا سبب ہے (اللہ کی پناہ)۔[1]

پردے کے دینی اور دنیوی فوائد

یہاں پردہ کرنے کے چند دینی اور دُنیوی فوائد ملاحظہ ہوں، چنانچہ اس کے **4** دینی فوائد یہ ہیں:

(1)...... پردہ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خوشنودی حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔

(2)...... پردہ ایمان کی علامت، اسلام کا شعار اور مسلمان خواتین کی پہچان ہے۔

(3)...... پردہ شرم وحیا کی علامت ہے اور حیا اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔

(4)...... پردہ عورت کو شیطان کے شر سے محفوظ بنا دیتا ہے۔

اور پردے کے **4** دُنیوی فوائد یہ ہیں:

(1)...... باحیا اور پردہ دار عورت کو اسلامی معاشرے میں بہت عزت و وقار کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔

(2)...... پردہ عورت کو بُری نظر اور فتنے سے محفوظ رکھتا اور بُرائی کے راستے کو روکتا ہے۔

(3)......عورت کے پردے سے معاشرے میں بگاڑ پیدا نہیں ہوتا اور معاشرے میں امن وسکون رہتا ہے۔

(4)...... پردہ عورت کے وقار میں اضافہ کرتا اور اس کی خوبصورتی کی حفاظت کرتا ہے۔

پردے کی ضرورت واہمیت سے متعلق ایک مثال

یہاں پردے کی ضرورت اور اہمیت کو آسانی کے ساتھ سمجھنے کے لئے ایک مثال ملاحظہ ہو، چنانچہ وہ مثال یہ ہے کہ اگر ایک پلیٹ میں مٹھائی رکھ دی جائے اور اسے کسی چیز سے ڈھانپ دیا جائے تو وہ مکھیوں کے بیٹھنے سے محفوظ ہو جاتی ہے اور اگر اسے ڈھانپا نہ جائے، پھر اس پر مکھیاں بیٹھ جائیں تو یہ شکایت کرنا کہ اس پر مکھیاں کیوں بیٹھ گئیں بہت بڑی بے وقوفی ہے کیونکہ مٹھائی ایسی چیز ہے جسے مکھیوں کے تَصَرُّف سے بچانے کے لئے اسے ڈھانپ کر رکھنا ضروری ہے ورنہ انہیں مٹھائی پر بیٹھنے سے روکنا بڑا مشکل ہے، اسی طرح اگر عورت جو کہ چھپانے کی چیز ہے، اسے پردے میں رکھا

[1]......تفسیر احمدی، النور، تحت الآیۃ: ٣١، ص٥٦٥، خزائن العرفان، النور، تحت الآیۃ: ٣١، ص٦٥٦، ملتقطاً۔

جائے تو بہت سے معاشرتی مسائل سے بچ سکتی ہے اور عزت و ناموس کے لٹیروں سے اپنی حفاظت کر سکتی ہے اور جب اسے پردے کے بغیر رکھا جائے تو اس کے بعد یہ شکایت کرنا کہاں کی عقلمندی ہے کہ لوگ عورت کو تانک جھانک کرتے ہیں، اسے چھیڑتے ہیں اور اس کے ساتھ دست درازی کرتے ہیں کیونکہ جب اسے بے پردہ کر دیا تو غیر مردوں کی فتنہ باز نظریں اس کی طرف ضرور اُٹھیں گی، ان کے لئے عورت کے جسم سے لطف اندوز ہونا اور اس میں تَصَرُّف کرنا آسان ہوگا اور شریر لوگوں سے اپنے جسم کو بچانا عورت کے لئے انتہائی مشکل ہوگا کیونکہ فطری طور پر مردوں میں عورتوں کے لئے رغبت رکھی گئی ہے اور جب وہ بے پردہ عورت کا جسم دیکھتا ہے تو وہ اپنی شہوت و رغبت کو پورا کرنے کے لئے اس کی طرف لپکتا ہے۔

[illegible]

موجودہ دور میں میڈیا کے ذریعے اور دیگر ذرائع سے لوگوں کا یہ ذہن بنانے کی بھرپور کوشش کی جاتی ہے کہ عورت بھی ایک انسان ہے اور آزادی اس کا بھی حق ہے اور اسے پردہ کروانا اس کی آزادی اور روشن خیالی کے برخلاف ہے اور یہ ایک طرح کی جبری قید ہے حالانکہ پردہ تو عورت کی آزادی کا ضامن ہے، پردہ اس کی عزت و ناموس کا محافظ ہے، اسی میں عورت کی عزت اور اس کا وقار ہے۔ آج ہر عقلمند انسان انصاف کی نظر سے یہ دیکھ سکتا ہے کہ جن ممالک میں عورت کے پردے کو اس کے انسانی حق اور آزادی کے خلاف قرار دے کر اس کی بے پردگی کو رواج دیا گیا، ایسے ذرائع اور حالات پیدا کئے گئے جن سے عورتوں اور مردوں کا باہم اِختلاط رہے اور ان کا ایک دوسرے کے ساتھ میل جول ہوتا رہے اور قانونی طور پر عورت کو یہ اختیار دیا گیا کہ وہ جب اور جس مرد کے ساتھ چاہے اپنا وقت گزارے اور اپنی فطری خواہشات کو پورا کرے تو وہاں کا حال کیسا عبرت ناک ہے کہ ان کا معاشرہ بگڑ گیا اور خاندانی نظام تباہ ہو کر رہ گیا، شادیوں کی ناکامی، طلاقوں کی تعداد اور حرامی بچوں کی پیدائش میں اضافہ ہو گیا اور یہ سب تباہی عورت کو بے پردہ کرنے کا ہی نتیجہ ہے۔[1]

﴿وَتُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ جَمِیْعًا: تم سب اللہ کی طرف توبہ کرو۔﴾ یعنی اے مسلمانو! جن باتوں کا تمہیں حکم دیا گیا اور جن سے منع کیا گیا، اگر ان میں بشری تقاضے کی بنا پر تم سے کوئی تقصیر واقع ہو جائے تو تم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس امید پر توبہ

---

1 ...... پردے سے متعلق شرعی اَحکام کی تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے لئے امیرِ اہلسنّت دَامَتْ بَرَکَاتُهُمُ الْعَالِیَه کی کتاب ’’پردے کے بارے میں سوال جواب‘‘ (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ ضرور فرمائیں۔

کرلو کہ تم فلاح پا جاؤ۔[1]

اور توبہ سے متعلق حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’اللّٰہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ پر اس سے بھی زیادہ راضی ہوتا ہے جیسے تم میں سے کسی کا اونٹ جنگل میں گم ہونے کے بعد دوبارہ اسے مل جائے۔[2]

وَ اَنۡكِحُوا الۡاَيَامٰى مِنۡكُمۡ وَ الصّٰلِحِيۡنَ مِنۡ عِبَادِكُمۡ وَ اِمَآئِكُمۡ ؕ اِنۡ يَّكُوۡنُوۡا فُقَرَآءَ يُغۡنِهِمُ اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيۡمٌ ﴿۳۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور نکاح کردو اپنوں میں ان کا جو بے نکاح ہوں اور اپنے لائق بندوں اور کنیزوں کا اگر وہ فقیر ہوں تو اللّٰہ انہیں غنی کردے گا اپنے فضل کے سبب اور اللّٰہ وسعت والا علم والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم میں سے جو بغیر نکاح کے ہوں اور تمہارے غلاموں اور لونڈیوں میں سے جو نیک ہیں ان کے نکاح کردو۔ اگر وہ فقیر ہوں گے تو اللّٰہ انہیں اپنے فضل سے غنی کردے گا اور اللّٰہ وسعت والا، علم والا ہے۔

﴿وَ اَنۡكِحُوا الۡاَيَامٰى مِنۡكُمۡ: اور تم میں سے جو بغیر نکاح کے ہوں ان کے نکاح کردو۔﴾ اس سے پہلی آیات میں اللّٰہ تعالیٰ نے مردوں اور عورتوں کو نگاہیں جھکا کر رکھنے اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے کا حکم دیا، اب اس آیت میں شرمگاہوں کی حفاظت کا ایک طریقہ بیان کیا جارہا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ تم میں سے جو بغیر نکاح کے ہوں خواہ مرد ہوں یا عورتیں، کنوارے یا غیر کنوارے (یعنی شادی شدہ تھے لیکن پھر طلاق یا ایک کی موت ہوگئی) اور تمہارے غلاموں اور لونڈیوں میں سے جو نیک ہیں ان کے نکاح کردو۔[3]

---

1 ......خازن، النور، تحت الآیة: ۳۱، ۳/۳۵۰.

2 ......بخاری، کتاب الدعوات، باب التوبة، ۴/۱۹۱، الحدیث: ۶۳۰۹.

3 ......خازن، النور، تحت الآیة: ۳۲، ۳/۳۵۰.

نکاح کرنے کا شرعی حکم یہ ہے کہ اِعتدال کی حالت میں یعنی نہ شہوت کا زیادہ غلبہ ہو اور نا مرد بھی نہ ہو، مہر اور نان نفقہ پر قدرت رکھتا ہو تو نکاح سنّتِ مُؤَکَّدہ ہے۔ زِنا میں پڑنے کا اندیشہ ہے اور زَوجِیَّت کے حقوق پورے کرنے پر قادِر ہے تو واجب اور اگر زِنا میں پڑنے کا یقین ہو تو نکاح کرنا فرض ہے، زوجیت کے حقوق پورے نہ کرسکنے کا اندیشہ ہو تو نکاح مکروہ اور حقوق پورے نہ کرسکنے کا یقین ہو تو حرام ہے۔[1]

نوٹ: نکاح سے متعلق مسائل کی مزید معلومات کے لئے بہارِ شریعت جلد 2 سے حصہ 7 کا مطالعہ فرمائیں۔

﴿اِنْ یَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ: اگر وہ فقیر ہوں گے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اگر نکاح کرنے والے فقیر ہوں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے غنی کردے گا۔ اس غناء کے بارے میں مفسرین کے چند قول ہیں:

(1)......اس غناء سے مراد قناعت ہے۔

(2)......اس سے مراد کفایت ہے کہ ایک کا کھانا دو کے لئے کافی ہو جائے جیسا کہ حضرت جابر بن عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''ایک شخص کا کھانا دو کو کافی ہے۔''[2]

(3)......اس غناء سے شوہر اور بیوی کے دو رِزقوں کا جمع ہو جانا یا نکاح کی برکت سے فراخی حاصل ہونا مراد ہے۔[3]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ نکاح کی برکت سے تنگدستی دور ہو جاتی اور فراخ دستی حاصل ہوتی ہے۔ کثیر احادیث میں بھی اس چیز کو بیان کیا گیا ہے، ترغیب کے لئے 6 احادیث درج ذیل ہیں۔

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''تین شخصوں کی اللہ تعالیٰ مدد فرمائے گا۔ (1) اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں جہاد کرنے والا۔ (2) مُکاتَب (غلام) کہ (کِتابَت کی رقم) ادا کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ (3) پارسائی کے ارادے سے نکاح کرنے والا۔''[4]

---

1 ......بہارِ شریعت، حصہ ہفتم، نکاح کا بیان، ۲/۴-۵، ملخصاً۔

2 ......مسلم، کتاب الاشربة، باب فضیلة المواساة فی الطعام القلیل... الخ، ص ۱۱٤۰، الحدیث: ۱۷۹(۲۰۵۹).

3 ......مدارك، النور، تحت الآية: ۳۲، ص۷۷۹، خازن، النور، تحت الآية: ۳۲، ۳/۳۵۰، ملتقطاً.

4 ......ترمذی، کتاب فضائل الجهاد، باب ما جاء فی المجاهد والناكح والمكاتب... الخ، ۳/۲٤۷، الحدیث: ۱۶۶۱.

(2)......حضرت **عبداللّٰہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''تم نکاح کے ذریعے رِزْق تلاش کرو۔''(1)

(3)......حضرت عروہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''تم عورتوں سے نکاح کرو کیونکہ وہ تمہارے پاس (اللّٰہ تعالٰی کی طرف سے رِزْق اور) مال لائیں گی۔''(2)

(4)......حضرت جابر بن **عبداللّٰہ** رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے بارگاہِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں حاضر ہو کر اپنی تنگدستی کی شکایت کی تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اسے نکاح کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔(3)

(5)......حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے جو تمہیں نکاح کا حکم فرمایا، تم اس کی اِطاعت کرو اس نے جو غنی کرنے کا وعدہ کیا ہے پورا فرمائے گا۔ **اللّٰہ** تعالٰی نے فرمایا: ''اگر وہ فقیر ہوں گے تو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ اُنہیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا۔''(4)

(6)......حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ''مجھے اس شخص پر تعجب ہوتا ہے جو نکاح کے بغیر غنی ہونے کی کوشش کر رہا ہے حالانکہ **اللّٰہ** تعالٰی نے ارشاد فرمایا ہے: ''اگر وہ فقیر ہوں گے تو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ انہیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا۔''(5)

نکاح کی وجہ سے غنی ہونے کی ایک نفسیاتی وجہ بھی ہے اور وہ یہ کہ اکیلا آدمی عموماً بے فکر ہوتا ہے لیکن جب شادی ہو جاتی ہے تو احساسِ ذمہ داری پیدا ہو جاتی ہے تو آدمی تَن دہی سے کوشش کرتا ہے جس کے نتیجے میں اس کیلئے رزق کے دروازے کُھل جاتے ہیں اور اس بات کا ہزاروں لوگوں میں مشاہدہ بھی ہے کہ شادی سے پہلے بے فکر و بے روزگار اور دوستوں کے ساتھ وقت ضائع کر رہے ہوتے ہیں لیکن شادی کے بعد کام بھی شروع کر دیتے ہیں اور فضولیات سے بھی بچنا شروع کر دیتے ہیں۔

---

1 ......مسند الفردوس، باب الالف، ۱/۸۸، الحدیث: ۲۸۲.

2 ......مصنف ابن ابی شیبه، کتاب النکاح، فی التزویج من کان یأمر به ویحثّ علیه، ۳/۲۷۱، الحدیث: ۱۰.

3 ......تاریخ بغداد، باب محمد، ۳۰۷-محمد بن احمد بن نصر ابو جعفر... الخ، ۱/۳۸۲.

4 ......تفسیر ابن ابی حاتم، النور، تحت الآیة: ۳۲، ۸/۲۵۸۲.

5 ......خازن، النور، تحت الآیة: ۳۲، ۳/۳۵۰.
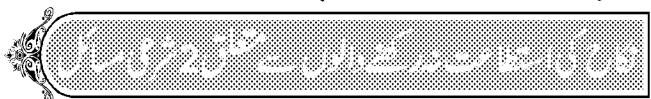
وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا ۖۗ وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْۤ اٰتٰىكُمْ ؕ وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور چاہیے کہ بچے رہیں وہ جو نکاح کا مقدور نہیں رکھتے یہاں تک کہ اللہ انہیں مقدور والا کردے اپنے فضل سے اور تمہارے ہاتھ کی مِلک باندی غلاموں میں سے جو یہ چاہیں کہ کچھ مال کمانے کی شرط پر انہیں آزادی لکھ دو تو لکھ دو اگر ان میں کچھ بھلائی جانو اور اس پر ان کی مدد کرو اللہ کے مال سے جو تم کو دیا اور مجبور نہ کرو اپنی کنیزوں کو بدکاری پر جب کہ وہ بچنا چاہیں تا کہ تم دُنیوی زندگی کا کچھ مال چاہو اور جو انہیں مجبور کرے گا تو بیشک اللہ بعد اس کے کہ وہ مجبوری ہی کی حالت پر رہیں بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو لوگ نکاح کرنے کی طاقت نہیں پاتے انہیں چاہیے کہ پاکدامنی اختیار کریں یہاں تک کہ اللہ انہیں اپنے فضل سے غنی کردے اور تمہارے غلام اور لونڈیوں میں سے جو مال کما کر دینے کی شرط پر آزادی کے طلبگار ہوں تو تم انہیں (یہ معاہدہ) لکھ دو اگر تم ان میں کچھ بھلائی جانو اور تم ان کی اللہ کے اس مال سے مدد کرو جو اس نے تمہیں دیا ہے اور تم دنیوی زندگی کا مال طلب کرنے کیلئے اپنی کنیزوں کو بدکاری پر مجبور نہ کرو (خصوصاً) اگر وہ خود (بھی) بچنا چاہتی ہوں اور جو انہیں مجبور کرے گا تو بیشک اللہ ان کے مجبور کئے جانے کے بعد بہت بخشنے والا، مہربان ہے۔

﴿**وَلْيَسْتَعْفِفِ:** اور چاہیے کہ پاکدامنی اختیار کریں۔﴾ اس آیت میں ان لوگوں کا حکم بیان کیا جا رہا ہے جو نکاح کرنے

کی اِستطاعت نہیں رکھتے چنانچہ ارشاد فرمایا کہ جو لوگ مَہر اور نان نفقہ میسر نہ ہونے کی وجہ سے نکاح کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے تو انہیں چاہیے کہ حرام کاری سے بچے رہیں یہاں تک کہ اللّٰہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے مالدار کر دے اور وہ مہر و نان نفقہ ادا کرنے کے قابل ہو جائیں۔[1]

نکاح کی استطاعت نہ رکھنے والوں سے متعلق 2 شرعی مسائل

یہاں نکاح کی استطاعت نہ رکھنے والوں کے بارے میں دو شرعی مسائل ملاحظہ ہوں،

(1)......اگر یہ اندیشہ ہے کہ نکاح کرے گا تو نان نفقہ نہ دے سکے گا یا جو ضروری باتیں ہیں ان کو پورا نہ کر سکے گا تو نکاح کرنا مکروہ ہے اور اگر ان باتوں کا یقین ہو تو نکاح کرنا حرام ہے مگر نکاح کر لیا تو نکاح بہر حال ہو جائے گا۔

(2)......جو لوگ کسی وجہ سے نکاح کی استطاعت نہیں رکھتے تو انہیں چاہئے کہ کثرت سے روزے رکھیں جیسا کہ حضرت **عبد اللّٰہ بن مسعود** رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اے جوانو! تم میں جو کوئی نکاح کی استطاعت رکھتا ہے وہ نکاح کرے کہ یہ اجنبی عورت کی طرف نظر کرنے سے نگاہ کو روکنے والا ہے اور شرمگاہ کی حفاظت کرنے والا ہے اور جس میں نکاح کی استطاعت نہیں وہ روزے رکھے کہ روزہ شہوت کو توڑنے والا ہے۔‘‘[2]

﴿وَالَّذِیۡنَ یَبۡتَغُوۡنَ الۡكِتٰبَ: اور جو مال کما کر دینے کی شرط پر آزادی کے طلبگار ہوں۔﴾ آیت کے اس حصے میں غلاموں اور لونڈیوں کے بارے میں چند احکام بیان ہوئے ہیں۔ ان کا خلاصہ یہ ہے۔

(1)......جو غلام اور لونڈی مخصوص مقدار میں مال کما کر دینے کی شرط پر آزادی کے طلبگار ہوں تو انہیں اس کا معاہدہ لکھ دینا مستحب ہے، اس طرح کی آزادی کو شریعت کی اِصطلاح میں کِتابَت اور ایسا معاہدہ کرنے والے غلام کو مُکاتَب کہتے ہیں جبکہ جو مال دینا طے پائے اسے بَدَلِ کِتابَت کہتے ہیں۔

(2)......غلاموں اور لونڈیوں کے ساتھ ایسا معاہدہ کرنا اس وقت مستحب ہے جب وہ امانت و دیانت اور کمائی پر قدرت رکھتے ہوں تاکہ وہ حلال روزی سے مال حاصل کر کے آزاد ہو سکیں اور اپنے آقا کو مال دے کر آزادی حاصل کرنے

[1]......مدارك، النور، تحت الآية: ۳۳، ص۷۷۹.

[2]......مسلم، كتاب النكاح، باب استحباب النكاح لمن تاقت نفسه اليه... الخ، ص۷۲۵، الحديث: ۳(۱٤۰۰).

کے لئے بھیک نہ مانگتے پھریں، اسی لئے حضرتِ سلمان فارسی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنے اس غلام کو مُکاتَب کرنے سے انکار فرما دیا جو بھیک مانگنے کے علاوہ کمائی کا کوئی ذریعہ نہ رکھتا تھا۔

(3)......مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ مکاتب غلاموں کو زکوٰۃ وغیرہ دے کر ان کی مدد کریں تا کہ وہ بَدَلِ کِتابَت دے کر اپنی گردن چھڑا سکیں اور آزاد ہو سکیں۔

شانِ نزول: حویطب بن عبد العزیٰ کے غلام صبیح نے اپنے مولیٰ سے کتابت کی درخواست کی، مولیٰ نے انکار کیا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی تو حویطب نے اس کو سو دینار پر مکاتب کر دیا اور ان میں سے بیس اس کو بخش دیئے باقی اس نے ادا کر دیئے۔[1]

نوٹ: غلاموں اور لونڈیوں کو آزاد کرنے کے بارے میں تفصیلی مسائل کی معلومات کے لئے بہارِ شریعت جلد 2 حصہ 9 سے **''آزاد کرنے کا بیان''** مطالعہ فرمائیں۔ نیز یاد رہے کہ فی زمانہ عالمی سطح پر انسانوں کو غلام یا لونڈی بنانے کا قانون ختم ہو چکا ہے۔

﴿وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ : اور تم اپنی کنیزوں کو بدکاری پر مجبور نہ کرو۔﴾ شانِ نزول: عبد اللہ بن اُبی بن سلول منافق مال حاصل کرنے کے لئے اپنی کنیزوں کو بدکاری پر مجبور کرتا تھا، ان کنیزوں نے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے اس کی شکایت کی، اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ تم مال کے لالچ میں اندھے ہو کر کنیزوں کو بدکاری پر مجبور نہ کرو خصوصاً اگر وہ خود بھی بچنا چاہتی ہوں اور جو انہیں مجبور کرے گا تو بیشک اللہ تعالیٰ ان کے مجبور کئے جانے کے بعد بہت بخشنے والا، مہربان ہے اور اس کا وبال گناہ پر مجبور کرنے والے پر ہے۔[2]

علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: زنا پر مجبور کیا جانا اس وقت ثابت ہو گا جب کوئی جان سے مار دینے یا جسم کا کوئی عضو ضائع کر دینے کی دھمکی دے اور اگر (ایسی دھمکی نہ ہو بلکہ) تھوڑی بہت دھمکی ہو تو زنا پر مجبور کیا جانا ثابت نہ ہو گا۔[3] اس مسئلے کی تفصیل یہ ہے کہ کوئی عورت سچے دل کے ساتھ زنا سے بچنا چاہتی ہے اور کوئی شخص اسے زنا

1 ......خازن، النور، تحت الآية: ٣٣، ٣٥١/٣، ملخصاً.

2 ......خازن، النور، تحت الآية: ٣٣، ٣٥٢/٣-٣٥٣، ملخصاً.

3 ......روح البيان، النور، تحت الآية: ٣٣، ١٥٠/٦.

نہ کرنے کی صورت میں جان سے مار دینے یا اس کا کوئی عضو ضائع کر دینے یا شدید مار مارنے کی دھمکی دے رہا ہے اور عورت سمجھتی ہے کہ اگر میں نے اس کی بات نہ مانی تو یہ جو کہہ رہا ہے وہ کر گزرے گا، اس صورت میں وہ زنا کئے جانے پر مجبور شمار ہوگی اور اگر اس کے ساتھ زنا ہوا تو وہ گناہگار نہیں ہوگی اور اگر دھمکی کی نوعیت ایسی نہیں بلکہ قید کر دینے یا معمولی مار مارنے وغیرہ کی دھمکی ہے تو ایسی صورت میں عورت زنا پر مجبور شمار نہ ہوگی اور زِنا ہونے کی صورت میں گناہگار بھی ہوگی۔

عورتوں کو زنا پر مجبور کرنے والے غور کریں

یاد رہے کہ اس آیتِ مبارکہ میں جو کنیزوں کو بدکاری پر مجبور کرنے سے منع فرمایا گیا، اس حکم میں کنیزوں کے ساتھ ساتھ آزاد عورتیں بھی داخل ہیں اور انہیں بھی زنا پر مجبور کرنا منع ہے، نیز زنا پر مجبور کرنا دنیا کا مال طلب کرنے کیلئے ہو یا کسی اور غرض سے بہرصورت حرام اور شیطانی کام ہے اور آیت کے آخر سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ زنا پر مجبور کرنے والے گناہگار ہیں۔ اسے سامنے رکھتے ہوئے ان لوگوں کو اپنے طرزِ عمل پر غور کرنے کی شدید ضرورت ہے جو محنت مزدوری کرکے خود کما کر لانے سے جی چرانے کی بنا پر گھر کے اخراجات چلانے کیلئے یا اپنی خواہشات اور نشے کی لت پوری کرنے کیلئے کمینے پن کی حد پار کر دیتے اور اپنی بیویوں، بیٹیوں اور بہوؤں وغیرہ کو زنا کروانے پر مجبور کرتے ہیں تا کہ اس ذریعے سے حاصل ہونے والا مال گھر کے اخراجات چلانے، اپنی خواہشات اور نشہ پورا کرنے میں کام آئے، اسی طرح وہ لوگ بھی اپنی حالت پر غور کریں جو عورتوں کو ورغلا کر پہلے ان کی گندی تصاویر اور وڈیوز بنا لیتے ہیں، یا ان کی نجی زندگی کے کچھ ایسے پہلو نوٹ کر لیتے ہیں جن کا ظاہر ہو جانا عورت اپنے حق میں شدید نقصان دہ سمجھتی ہے، پھر یہ لوگ ان چیزوں کو منظر عام پر لانے کی دھمکیاں دے کر انہیں زنا کروانے پر مجبور کرتے رہتے ہیں، ایسے لوگ یاد رکھیں کہ جس عورت کے حق میں شریعت کے اصولوں کے مطابق زنا پر مجبور کیا جانا ثابت ہوا اسے تو اللہ تعالیٰ مہربانی فرماتے ہوئے بخش دے گا لیکن زنا پر مجبور کرنے والا بہر حال گناہگار ہوگا اور اگر اس نے توبہ نہ کی اور اس چیز سے باز نہ آیا تو وہ اللہ تعالیٰ کے غضب اور جہنم کے دردناک عذاب میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو عقلِ سلیم اور ہدایت عطا فرمائے، اٰمین۔

وَ لَقَدۡ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکُمۡ اٰیٰتٍ مُّبَیِّنٰتٍ وَّ مَثَلًا مِّنَ الَّذِیۡنَ خَلَوۡا مِنۡ قَبۡلِکُمۡ

وَ مَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِیْنَ ﴿۳۴﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے اُتاریں تمہاری طرف روشن آیتیں اور کچھ ان لوگوں کا بیان جو تم سے پہلے ہو گزرے اور ڈر والوں کے لیے نصیحت۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے تمہاری طرف روشن آیتیں اور تم سے پہلے لوگوں کا حال اور ڈر والوں کے لیے نصیحت نازل فرمائی۔

﴿وَلَقَدْ اَنْزَلْنَا: اور بیشک ہم نے اُتاریں۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالٰی نے قرآنِ پاک کے تین اوصاف بیان فرمائے ہیں:

(1)......قرآنِ پاک کی آیتیں روشن اور مُفَصَّل ہیں۔

(2)......اس میں سابقہ لوگوں کی مثالیں ہیں۔ اس کا ایک معنی یہ ہے کہ جس طرح تورات اور انجیل میں حدود قائم کرنے کے احکام دیئے گئے اسی طرح قرآنِ مجید میں بھی دیئے گئے ہیں۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ سابقہ اُمتوں میں اللہ تعالٰی کی نافرمانی کرنے کی وجہ سے جن پر عذاب نازل ہوا ان کا ذکر قرآنِ پاک میں ہے اور اسے ہم نے تمہارے لئے مثال بنا دیا تاکہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ اگر تم نے اللہ تعالٰی کی نافرمانی کرنے میں اُن کی رَوِش اختیار کی تو تم پر بھی ویسا ہی عذاب نازل ہوسکتا ہے۔

(3)......مُتَّقِین کے لئے نصیحت ہے۔ متقین کا بطورِ خاص اس لئے ذکر فرمایا کہ قرآن کی نصیحت سے یہی فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ (1)

قرآنِ مجید سے نصیحت حاصل کرنے کی ترغیب

اس آیت سے معلوم ہوا کہ قرآنِ مجید نصیحت حاصل کرنے کا بہت بڑا ذریعہ ہے اور اس کی برکت سے دلوں کی سختی دُور ہو جاتی، دلوں پر چڑھا ہوا گناہوں کا زَنگ ختم ہو جاتا اور خشک آنکھوں سے اللہ تعالٰی کے خوف کے سبب آنسو

(1)......تفسیر کبیر، النور، تحت الآیۃ: ٣٤، ٣٧٨/٨.

رواں ہوجاتے ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’یہ دل ایسے زنگ آلود ہوتے رہتے ہیں جیسے لوہا پانی لگنے سے زنگ آلود ہوجاتا ہے۔ عرض کی گئی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ان دلوں کی صفائی کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: موت کی زیادہ یاد اور قرآنِ کریم کی تلاوت۔ [1]

لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ موت کو یاد کرنے کے ساتھ ساتھ قرآنِ مجید کی تلاوت کرے اور سُنے، قرآنِ کریم کو سمجھنے کی کوشش کرے، اس کی نصیحتوں کو قبول کرے اور ظاہری و باطنی اعمال اور دیگر چیزوں سے متعلق اس کے دیئے ہوئے احکامات پر عمل کرے۔

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ-مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِیْهَا مِصْبَاحٌؕ-اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَةٍؕ-اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّیٌّ یُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَیْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِیَّةٍ وَّ لَا غَرْبِیَّةٍۙ-یَّكَادُ زَیْتُهَا یُضِیْٓءُ وَ لَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌؕ-نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍؕ-یَهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ یَّشَآءُؕ-وَ یَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِؕ-وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌۙ(۳۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا، اس کے نور کی مثال ایسی جیسے ایک طاق کہ اس میں چراغ ہے وہ چراغ ایک فانوس میں ہے وہ فانوس گویا ایک ستارہ ہے موتی سا چمکتا روشن ہوتا ہے برکت والے پیڑ زیتون سے جو نہ پورب کا نہ پچھم کا قریب ہے کہ اس کا تیل بھڑک اُٹھے اگرچہ اسے آگ نہ چھوئے نور پر نور ہے اللہ اپنے نور کی راہ بتاتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ مثالیں بیان فرماتا ہے لوگوں کے لیے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

[1] ......شعب الايمان، التاسع عشر من شعب الايمان... الخ، فصل فى ادمان تلاوته، ٢/٣٥٢، الحديث: ٢٠١٤.

ترجمۂ کنزالعرفان: اللہ آسمانوں اور زمینوں کو روشن کرنے والا ہے۔ اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق ہو جس میں چراغ ہے، وہ چراغ ایک فانوس میں ہے، وہ فانوس گویا ایک موتی کی طرح چمکتا ہوا ستارہ ہے جو زیتون کے برکت والے درخت سے روشن ہوتا ہے جو نہ مشرق والا ہے اور نہ مغرب والا ہے۔ قریب ہے کہ اس کا تیل بھڑک اٹھے اگرچہ اسے آگ نہ چھوئے۔ نور پر نور ہے، اللہ اپنے نور کی راہ دکھاتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ لوگوں کیلئے مثالیں بیان فرماتا ہے اور اللہ ہر شے کو خوب جاننے والا ہے۔

﴿اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ: اللہ آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے۔﴾ نور اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا فرماتے ہیں: ’’آیت کے اس حصے کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کا ہادی ہے تو زمین و آسمان والے اس کے نور سے حق کی راہ پاتے ہیں اور اس کی ہدایت سے گمراہی کی حیرت سے نجات حاصل کرتے ہیں۔‘‘ بعض مفسرین نے فرمایا: ’’اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کو منور فرمانے والا ہے اور اُس نے آسمانوں کو فرشتوں سے اور زمین کو انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام سے منور کیا۔‘‘[1]

﴿مَثَلُ نُوْرِهٖ: اس کے نور کی مثال۔﴾ بعض مفسرین کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے نور سے مؤمن کے دل کی وہ نورانیت مراد ہے جس سے وہ ہدایت پاتا اور راہ یاب ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے اس نور کی مثال ہے جو اس نے مؤمن کو عطا فرمایا۔ بعض مفسرین نے اس نور سے قرآن مراد لیا اور ایک تفسیر یہ ہے کہ اس نور سے مراد سیّدِ کائنات، افضلِ موجودات، رحمتِ عالَم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ہیں۔

اہلِ علم نے اس آیت میں بیان کی گئی مثال کے کئی معنی بیان فرمائے ہیں، ان میں سے دو معنی درج ذیل ہیں،

(1)......نور سے مراد ہدایت ہے اور معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت انتہائی ظہور میں ہے کہ عالَمِ محسوسات میں اس کی تشبیہ ایسے روشن دان سے ہوسکتی ہے جس میں صاف شفاف فانوس ہو، اس فانوس میں ایسا چراغ ہو جو نہایت ہی بہتر اور پاک صاف زیتون سے روشن ہوتا کہ اس کی روشنی نہایت اعلیٰ اور صاف ہو۔

(2)...... یہ سیدالمرسلین، محمدِ مصطفیٰ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے نور کی مثال ہے۔ اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

[1] ......خازن، النور، تحت الآیۃ: ۳۵، ۳/۳۵۳.

حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے حضرت کعب احبار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے فرمایا کہ اس آیت کے معنی بیان کرو۔ انہوں نے فرمایا: ''اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مثال بیان فرمائی۔ روشندان (یعنی طاق) تو حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا سینہ شریف ہے اور فانوس، قلبِ مبارک اور چراغ، نبوت ہے جو کہ شجرِ نبوت سے روشن ہے اور اس نورِ محمدی کی روشنی کمالِ ظہور میں اس مرتبہ پر ہے کہ اگر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اپنے نبی ہونے کا بیان بھی نہ فرمائیں جب بھی خَلْق پر ظاہر ہو جائے۔

اور حضرت عبداللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ روشندان تو دوعالَم کے سردار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا سینہ مبارک ہے اور فانوس قلبِ اَطہر اور چراغ وہ نور جو اللّٰہ تعالیٰ نے اس میں رکھا کہ شرقی ہے نہ غربی نہ یہودی، نہ نصرانی، ایک شجرۂ مبارکہ سے روشن ہے، وہ شجرہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہیں۔ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَام کے دل کے نور پر نورِ محمدی، نور پر نور ہے۔

حضرت محمد بن کعب قرظی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا کہ روشن دان اور فانوس تو حضرت اسمٰعیل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہیں اور چراغ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور شجرۂ مبارکہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کہ اکثر انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام آپ کی نسل سے ہیں اور شرقی وغربی نہ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نہ یہودی تھے نہ عیسائی، کیونکہ یہودی مغرب کی طرف نماز پڑھتے ہیں اور عیسائی مشرق کی طرف۔ قریب ہے کہ محمدِ مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے مَحاسِن وکمالات نزولِ وحی سے پہلے ہی مخلوق پر ظاہر ہو جائیں۔ نور پر نور یہ کہ نبی کی نسل سے نبی ہیں اور نورِ محمدی نورِ ابراہیمی پر ہے۔[1] اس مثال کی تشریح میں ان کے علاوہ اور بھی بہت اَقوال ہیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن نے اس آیت کا خلاصہ ایک شعر میں سمو دیا، چنانچہ فرماتے ہیں،

شمع دل مشکوٰۃ تن سینہ زجاجہ نور کا　　　تیری صورت کے لئے اترا ہے سورہ نور کا

﴿مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَیْتُوْنَةٍ: برکت والے درخت زیتون سے۔﴾ زیتون کا درخت انتہائی برکت والا ہے کیونکہ اس میں بہت سارے فوائد ہیں، جیسے اس کا روغن جس کو زَیت کہتے ہیں انتہائی صاف اور پاکیزہ روشنی دیتا ہے۔ سر میں بھی لگایا جاتا ہے اور سالن کی جگہ روٹی سے بھی کھایا جاتا ہے۔ دنیا کے اور کسی تیل میں یہ وصف نہیں۔ زیتون کے درخت کے

1 ......خازن، النور، تحت الآیۃ: ۳۵، ۳/۳۵۴.

پتے نہیں گرتے ۔ یہ درخت نہ سرد ملک میں واقع ہے نہ گرم ملک میں بلکہ ان کے درمیان ملک شام ہے کہ نہ اُسے گرمی سے نقصان پہنچے نہ سردی سے اور وہ نہایت عمدہ واعلیٰ ہے اور اس کے پھل انتہائی مُعْتَدِل ہیں ۔[1]

زیتون سے متعلق حضرت ابواسید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''زیتون کھاؤ اور اس کا تیل استعمال کرو یہ مبارک درخت ہے۔''[2]

فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَ یُذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ ۙ یُسَبِّحُ لَهٗ فِیْهَا بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ ﴿۳۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ان گھروں میں جنہیں بلند کرنے کا اللّٰہ نے حکم دیا ہے اور ان میں اس کا نام لیا جاتا ہے، اللّٰہ کی تسبیح کرتے ہیں ان میں صبح اور شام۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان گھروں میں ہے جن کی تعظیم کرنے اور ان میں اللّٰہ کا نام ذکر کئے جانے کا اللّٰہ نے حکم دیا ہے، ان میں صبح وشام اللّٰہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔

﴿فِیْ بُیُوْتٍ : گھروں میں۔﴾ اس آیت کا تعلق اس سے پہلے والی آیت کے ساتھ ہے اور معنی یہ ہے کہ نورِ الٰہی کی مثال اس طاق کی طرح ہے جو ان گھروں میں ہے جنہیں بنانے ، اُن کی تعظیم وتطہیر کرنے اور ان میں اللّٰہ تعالیٰ کا نام ذکر کئے جانے کا اللّٰہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ اُن گھروں سے مسجدیں مراد ہیں۔[3]

آیت کی مناسبت سے یہاں مسجد بنانے کے حکم، مسجد بنانے کے فضائل اور انہیں پاک صاف رکھنے سے متعلق 4 احادیث ملاحظہ ہوں،

---

1 ......خازن، النور، تحت الآیة: ۳۵، ۳/۳۵۳-۳۵٤، ملخصاً.

2 ......ترمذی، کتاب الاطعمة، باب ما جاء فی اکل الزیت، ۳/۳۳۷، الحدیث: ۱۸۵۹.

3 ......خازن، النور، تحت الآیة: ۳٦، ۳/۳۵۵.

(1)......حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا: مسجدیں زمین میں اللہ تعالیٰ کے گھر ہیں، یہ آسمان والوں کے لئے ایسے روشن ہوتی ہیں جیسے زمین والوں کے لئے آسمان کے ستارے روشن ہوتے ہیں۔ (1)

(2)......حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے محلّوں میں مسجدیں تعمیر کرنے اور انہیں پاک صاف رکھنے کا حکم دیا ہے۔ (2)

(3)......حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جو اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لئے مسجد بنائے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بناتا ہے۔‘‘ (3)

(4)......حضرت واثلہ بن اسقع رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اپنی مسجدوں کو بچوں، پاگلوں، (مسجد میں) خرید و فروخت کرنے، شور کرنے، حد جاری کرنے اور تلواریں ننگی کرنے سے محفوظ رکھو۔‘‘ (4)

﴿**یُسَبِّحُ لَهٗ: اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔**﴾ تسبیح سے مراد نمازیں ہیں، صبح کی تسبیح سے فجر اور شام سے ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں مراد ہیں۔ (5)

صبح و شام مسجد جانے کی فضیلت

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جو صبح یا شام مسجد میں گیا اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے لئے مہمانی کا اہتمام کرے گا جب بھی وہ صبح یا شام کو جائے۔‘‘ (6)

رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِیْهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَیْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَ اِیْتَآءِ الزَّكٰوةِ ۪ۙ یَخَافُوْنَ یَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِیْهِ الْقُلُوْبُ وَ الْاَبْصَارُ ۗۙ (۳۷)

1......معجم الكبير، ومن مناقب عبد الله بن عباس واخباره، ۱۰/۲۶۲، الحديث: ۱۰۶۰۸.

2......ابو داؤد، كتاب الصلاة، باب اتخاذ المساجد في الدور، ۱/۱۹۷، الحديث: ۴۵۵.

3......ابن ماجه، كتاب المساجد والجماعات، باب من بنى لله مسجداً، ۱/۴۰۷، الحديث: ۷۳۵.

4......ابن ماجه، كتاب المساجد والجماعات، باب ما يكره في المساجد، ۱/۴۱۵، الحديث: ۷۵۰.

5......مدارك، النور، تحت الآية: ۳۶، ص۷۸۲.

6......بخاری، كتاب الاذان، باب فضل من غدا الى المسجد وراح، ۱/۲۳۷، الحديث: ۶۶۲.

لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ مرد جنہیں غافل نہیں کرتا کوئی سودا اور نہ خرید وفروخت اللہ کی یاد اور نماز برپا رکھنے اور زکوٰۃ دینے سے ڈرتے ہیں اس دن سے جس میں اُلٹ جائیں گے دل اور آنکھیں۔ تاکہ اللہ انہیں بدلہ دے ان کے سب سے بہتر کام کا اور اپنے فضل سے انہیں انعام زیادہ دے اور اللہ روزی دیتا ہے جسے چاہے بے گنتی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ مرد جن کو تجارت اور خرید وفروخت اللہ کے ذکر اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے سے غافل نہیں کرتی، وہ اس دن سے ڈرتے ہیں جس میں دل اور آنکھیں اُلٹ جائیں گے۔ تاکہ اللہ انہیں ان کے بہتر کاموں کا بدلہ دے اور اپنے فضل سے انہیں مزید عطا فرمائے اور اللہ جسے چاہتا ہے بغیر حساب کے رزق عطا فرماتا ہے۔

﴿رِجَالٌ: مرد۔﴾ اس آیت میں نور سے ہدایت حاصل کرنے والوں کے چند ظاہری و باطنی اعمال ذکر فرمائے گئے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ نور سے ہدایت حاصل کرنے والے وہ مرد ہیں جنہیں تجارت اور خرید وفروخت اللہ تعالٰی کی یاد اور اس کے قلبی ولسانی ذکر اور نماز کے اوقات پر مسجدوں کی حاضری سے، نماز قائم کرنے اور انہیں وقت پر ادا کرنے سے اور زکوٰۃ کو وقت پر دینے سے غافل نہیں کرتی۔ [1]

[illegible]

حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا بازار میں تھے، مسجد میں نماز کے لئے اقامت کہی گئی تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے دیکھا کہ بازار والے اُٹھے اور دوکانیں بند کرکے مسجد میں داخل ہوگئے۔ یہ دیکھ کر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا کہ آیت "رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيْهِمْ" ایسے ہی لوگوں کے حق میں ہے۔ [2] سُبْحَانَ اللہ! ان مقدس ہستیوں کے

❶......مدارك، النور، تحت الآية: ٣٧، ص٧٨٣، خازن، النور، تحت الآية: ٣٧، ٣/٣٥٥، ملتقطاً.

❷......تفسير ابن ابى حاتم، النور، تحت الآية: ٣٧، ٨/٢٦٠٧.

نزدیک نماز کی اہمیت عملی طور پر تجارت، کاروبار اور دوکانداری سے بڑھ کر تھی اسی لئے یہ اقامت کی آواز سنتے ہی سب کچھ بند کر کے نماز کے لئے حاضر ہو جاتے تھے اور اب کے مسلمانوں کا حال سب کو معلوم ہے کہ دوکان کے پاس مسجد ہونے کے باوجود جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کے لئے حاضر ہونے کی بجائے اپنی دوکانداری میں مصروف رہتے ہیں اور اس اندیشے سے بھی نماز کے لئے حاضر نہیں ہوتے کہ پیچھے سے کوئی گاہک آ جائے اور وہ خالی چلا جائے۔ اللہ تعالیٰ انہیں نماز کی اہمیت سمجھنے اور اسے وقت پر، جماعت کے ساتھ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

وقت پر اور جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کے 3 فضائل

آیت کی مناسبت سے یہاں وقت پر اور جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کے 3 فضائل ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، میں نے رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے سوال کیا: اعمال میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: ’’وقت کے اندر نماز۔‘‘[(1)]

(2)......حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جس نے کامل وضو کیا، پھر نمازِ فرض کے لیے چلا اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھی تو اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔‘‘[(2)]

(3)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’منافقین پر سب سے زیادہ گراں نماز عشا اور فجر ہے اور وہ جانتے کہ ان میں کیا ہے؟ تو گھسٹتے ہوئے آتے۔ بیشک میں نے ارادہ کیا کہ نماز قائم کرنے کا حکم دوں پھر کسی کو حکم فرماؤں کہ لوگوں کو نماز پڑھائے اور میں اپنے ہمراہ کچھ لوگوں کو جن کے پاس لکڑیوں کے گٹھے ہوں ان کے پاس لے کر جاؤں، جو نماز میں حاضر نہیں ہوتے اور ان کے گھر اُن پر آگ سے جلا دوں۔‘‘[(3)]

زکوٰۃ ادا کرنے کے فضائل

قرآن وحدیث میں زکوٰۃ ادا کرنے کے بہت فضائل بیان کئے گئے ہیں، یہاں ایک آیت اور ایک حدیث پاک ملاحظہ ہو، چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

1......بخاری، کتاب مواقیت الصلاۃ، باب فضل الصلاۃ لوقتها، ١٩٦/١، الحدیث: ٥٢٧.

2......صحیح ابن خزیمه، کتاب الامامة فی الصلاة، باب فضل المشی الی الجماعة متوضیاً...الخ، ٣٧٣/٢، الحدیث: ١٤٨٩.

3......صحیح مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاة، باب فضل صلاة الجماعة...الخ، ص٣٢٧، الحدیث: ٢٥٢(٦٥١).

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَوُا الزَّکٰوۃَ لَہُمۡ اَجۡرُہُمۡ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ ۚ وَ لَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے اور نماز قائم کی اور زکوٰۃ دی ان کا اجران کے رب کے پاس ہے اوران پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

اور حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جس نے اپنے مال کی زکوۃ ادا کر دی تو بیشک اس کے مال کا شر اُس سے چلا گیا۔‘‘[2]

عورت کے لئے گھر میں نماز پڑھنا زیادہ فضیلت کا باعث ہے

یاد رہے کہ اس آیت میں بطورِ خاص مردوں کا ذکر اس لئے ہوا کہ عورتوں پر جمعہ یا جماعت کے ساتھ دیگر نمازوں کی ادائیگی کے لئے مسجد میں حاضر ہونا لازم نہیں۔[3] عورت کے لئے گھر میں نماز پڑھنا زیادہ فضیلت کا حامل ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’عورت کا دالان یعنی بڑے کمرے میں نماز پڑھنا، صحن میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور کوٹھری میں نماز ادا کرنا دالان میں نماز ادا کرنے سے بہتر ہے۔‘‘[4]

﴿یَخَافُوۡنَ: ڈرتے ہیں۔﴾ آیت کی ابتداء میں جن مردوں کے اعمال ذکر فرمائے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ وہ اس دن سے ڈرتے ہیں جس میں دل اور آنکھیں اُلٹ جائیں گی۔ یعنی وہ فرمانبردار بندے جو ذکر وطاعت میں نہایت مُستعِد رہتے ہیں اور عبادت کی ادائیگی میں سرگرم رہتے ہیں، اس حُسنِ عمل کے باوجود وہ اس دن سے خائف رہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ان سے اللہ تعالٰی کی عبادت کا حق ادا نہ ہوسکا۔ آیت میں قیامت کے دن کا ایک حال بتایا گیا کہ اس دن دل اور آنکھیں اُلٹ جائیں گے۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ دلوں کا اُلٹ جانا یہ ہے کہ شدتِ خوف اور اِضطراب سے دل اُلٹ کر گلے تک چڑھ جائیں گے، نہ باہر نکلیں نہ نیچے اُتریں اور آنکھیں اُوپر چڑھ جائیں گی یا اس کے یہ معنی ہیں

1 ……بقرہ: ۲۷۷.

2 ……معجم الاوسط، باب الالف، من اسمہ: احمد، ۱/۴۳۱، الحدیث: ۱۵۷۹.

3 ……خازن، النور، تحت الآیۃ: ۳۷، ۳/۳۵۵.

4 ……ابو داؤد، کتاب الصلاۃ، باب التشدید فی ذلک، ۱/۲۳۵، الحدیث: ۵۷۰.

کہ کفار کے دل کفر وشک سے ایمان ویقین کی طرف پلٹ جائیں گے اور آنکھوں سے پردے اُٹھ جائیں گے۔ [1]

﴿لِیَجْزِیَهُمُ اللّٰهُ: تا کہ اللہ انہیں بدلہ دے۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے ان نیک کاموں میں اس لئے مشغول ہوتے ہیں تا کہ اللہ تعالیٰ انہیں ان کے بہتر اَعمال کا ثواب عطا کرے اور صرف یہی نہ ہو بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے انہیں مزید بھی عطا کرے اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے بے حساب رِزْق عطا فرماتا ہے۔ [2]

وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۭ بِقِیْعَةٍ یَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءًؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ یَجِدْهُ شَیْــٴًـا وَّ وَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗؕ وَاللّٰهُ سَرِیْعُ الْحِسَابِۙ(۳۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو کافر ہوئے اُن کے کام ایسے ہیں جیسے دھوپ میں چمکتا ریتا کسی جنگل میں کہ پیاسا اسے پانی سمجھے یہاں تک جب اُس کے پاس آیا تو اُسے کچھ نہ پایا اور اللہ کو اپنے قریب پایا تو اُس نے اس کا حساب پورا بھر دیا اور اللہ جلد حساب کر لیتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کافروں کے اعمال ایسے ہیں جیسے کسی بیابان میں دھوپ میں پانی کی طرح چمکنے والی ریت ہو، پیاسا آدمی اسے پانی سمجھتا ہے یہاں تک جب وہ اس کے پاس آتا ہے تو اسے کچھ بھی نہیں پاتا اور وہ اللہ کو اپنے قریب پائے گا تو اللہ اسے اس کا پورا حساب دے گا اور اللہ جلد حساب کر لینے والا ہے۔

﴿وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا: اور جو کافر ہوئے۔﴾ اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے حالات بیان فرمائے اور اس آیت سے کافروں کے بارے میں بیان فرمایا کہ وہ آخرت میں شدید خسارے کا شکار ہوں گے اور دنیا میں بھی انہیں طرح طرح کی ظلمتوں کا سامنا ہوگا۔ اسی سلسلے میں یہاں دو مثالیں بیان کی گئیں، اس آیت میں ذکر کی گئی مثال کا خلاصہ

---

1 ......خازن، النور، تحت الآیۃ: ۳۷، ۳/۳۵۵-۳۵۶.

2 ......خازن، النور، تحت الآیۃ: ۳۸، ۳/۳۵۶.

یہ ہے کہ کفار کے ظاہری اچھے اَعمال کی مثال ایسی ہے جیسے کسی بیابان میں دھوپ میں پانی کی طرح چمکنے والی ریت ہو، پیاسا آدمی اسے پانی سمجھ کر اس کی تلاش میں چلا اور جب وہاں پہنچا تو پانی کا نام ونشان نہ تھا تو وہ سخت مایوس ہوگیا ایسے ہی کافر اپنے خیال میں نیکیاں کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ سے اس کا ثواب پائے گا، لیکن جب میدانِ قیامت میں پہنچے گا تو ثواب نہ پائے گا بلکہ عذابِ عظیم میں گرفتار ہوگا اور اس وقت اس کی حسرت اور اس کا غم اس پیاس سے بدر جہا زیادہ ہوگا۔[1]

کفار کے بیان کردہ مثال میں مسلمانوں کے لئے نصیحت

اس آیت میں ان مسلمانوں کے لئے بھی بڑی عبرت ونصیحت ہے جو اللّٰہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کو اس کے حکم کی نافرمانی اور مخالفت کرنے میں صرف کرتے ہیں، پھر عادت ورسم، رِیاکاری و دِکھلاوے کے طور پر، اور غفلت کے ساتھ نیک اَعمال کرتے ہیں اور جہالت کی وجہ سے یہ سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ وہ نیک کام کر رہے ہیں حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ شیطان نے ان کے لئے ان کے اعمال کو مُزَیَّن کر دیا اور ان کے اعمال کی مثال صحراء میں چمکنے والی ریت کی طرح ہے، اسی طرح وہ اپنے اعمال کے بارے میں یہ گمان کر رہے ہوتے ہیں کہ ان نیک اعمال کی وجہ سے اللّٰہ تعالیٰ ان پر کوئی غضب وجلال نہ فرمائے گا اور ان کے لئے جہنم کی آگ کو ٹھنڈا کر دیا جائے گا، لیکن جب انہیں موت آئے گی تو معاملہ ان کے گمان سے انتہائی برعکس ہوگا، قیامت کے دن میزانِ عمل میں ان کے اعمال کا کوئی وزن نہ ہوگا، اللّٰہ تعالیٰ ان کے بُرے اعمال کی وجہ سے ان پر غضب فرمائے گا اور جس سزا کے یہ حق دار ہیں وہ سزا انہیں دے گا۔ لہٰذا ہر عقلمند انسان کو چاہئے کہ اس مثال کو سمجھے اور اس سے نصیحت حاصل کرتے ہوئے اپنے اعمال کی اصلاح کی طرف بھر پور توجہ دے۔

اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِیْ بَحْرٍ لُّجِّیٍّ یَّغْشٰىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌؕ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍؕ اِذَاۤ اَخْرَجَ یَدَهٗ لَمْ یَكَدْ یَرٰىهَاؕ وَ مَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ۠ (۴۰)

[1] ......تفسیر کبیر، النور، تحت الآیة: ٣٩، ٨/٣٩٩، خازن، النور، تحت الآیة: ٣٩، ٣/٣٥٦، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: یا جیسے اندھیریاں کسی کُنڈے کے دریا میں اس کے اوپر موج موج کے اوپر اَور موج اس کے اوپر بادل، اندھیرے ہیں ایک پر ایک جب اپنا ہاتھ نکالے تو سوجھائی دیتا معلوم نہ ہو اور جسے **اللہ** نور نہ دے اُس کے لیے کہیں نور نہیں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: یا جیسے کسی گہرے سمندر میں تاریکیاں ہوں جس کو اوپر سے ایک موج نے ڈھانپ لیا ہو، اس موج پر ایک اور موج ہو، (پھر) اس (دوسری) موج پر بادل ہوں۔ اندھیرے ہی اندھیرے ہیں ایک کے اوپر دوسرا اندھیرا ہے کہ جب کوئی اپنا ہاتھ نکالے تو اسے اپنا ہاتھ بھی دکھائی دیتا معلوم نہ ہو اور جس کیلئے **اللہ** نور نہ بنائے اس کے لیے کوئی نور نہیں۔

﴿اَوْ كَظُلُمٰتٍ: یا جیسے تاریکیاں ہوں۔﴾ اس آیت میں کفار کے بُرے اعمال کی مثال بیان کی گئی، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ کافروں کے بُرے اعمال ایسے ہوں گے جیسے کسی گہرے سمندر میں تاریکیاں ہوں جس کو اوپر سے ایک موج نے ڈھانپ لیا ہو، اس موج پر ایک دوسری موج ہو، پھر اس دوسری موج پر بادل ہوں، اندھیرے ہی اندھیرے ہیں کہ ایک اندھیرا دریا کی گہرائی کا، اس پر ایک اور اندھیرا تہ بہ تہ موجوں کا، اس پر اور اندھیرا بادلوں کی گھری ہوئی گھٹا کا، ان اندھیریوں میں شدت کا یہ عالم کہ جو اس میں ہو، وہ اپنا ہاتھ نکالے تو اسے اپنا ہاتھ بھی دکھائی دیتا معلوم نہ ہو حالانکہ اپنا ہاتھ انتہائی قریب اور اپنے جسم کا جزو ہے جب وہ بھی نظر نہ آئے تو اور دوسری چیز کیا نظر آئے گی۔ ایسا ہی کفار کا حال ہے کہ وہ تین اندھیروں یعنی باطل اِعتقاد، ناحق قول اور قبیح عمل کی تاریکیوں میں گرفتار ہے۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ دریا کے کنڈے اور اس کی گہرائی سے کافر کے دل کو اور موجوں سے جہل، شک اور حیرت کو جو کافر کے دل پر چھائے ہوئے ہیں اور بادلوں سے مُہر کو جو اُن کے دِلوں پر ہے تشبیہ دی گئی۔ [1]

﴿وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ: اور جس کیلئے اللہ نور نہ بنائے اس کے لیے کوئی نور نہیں۔﴾ یعنی جسے **اللہ** تعالیٰ قرآنِ مجید کے نور سے ہدایت دینا اور قرآنِ کریم پر ایمان لانے کی توفیق دینا نہ چاہے تو اسے اصلاً کوئی ہدایت

1 ......خازن، النور، تحت الآیۃ: ٤٠، ٣/٣٥٦-٣٥٧

نہیں دے سکتا۔ (1)

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ الطَّیْرُ صٰٓفّٰتٍؕ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَ تَسْبِیْحَهٗؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِمَا یَفْعَلُوْنَ ﴿۴۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تم نے نہ دیکھا کہ اللہ کی تسبیح کرتے ہیں جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں اور پرندے پَر پھیلائے سب نے جان رکھی ہے اپنی نماز اور اپنی تسبیح، اور اللہ اُن کے کاموں کو جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تم نے نہ دیکھا کہ جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں وہ سب اور پرندے (اپنے) پَر پھیلائے ہوئے اللہ کی تسبیح کرتے ہیں سب کو اپنی نماز اور اپنی تسبیح معلوم ہے اور اللہ ان کے کاموں کو خوب جاننے والا ہے۔

﴿اَلَمْ تَرَ: کیا تم نے نہ دیکھا۔﴾ اس رکوع میں اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت اور قدرت پر دلائل بیان فرمائے اور ان کے بعد منافقین کا حال بیان فرمایا ہے۔ اس آیت میں حضور سیّدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو یہ خبر دینے کے لئے خطاب فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں نور کے اعلیٰ مراتب پر فائض فرمایا ہے اور ان کے سامنے ملکوت و ملک کے انتہائی باریک اور مخفی ترین اسرار بیان فرمائے ہیں، چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کو مضبوط اور قوی مشاہدے، صریح وحی اور صحیح استدلال کے ذریعے اس چیز کا یقینی علم حاصل ہے کہ آسمانوں اور زمین میں موجود تمام مخلوق اور ان کے درمیان پرندے اپنے پَر پھیلائے ہوئے اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات اور اَفعال میں ہر اس نَقص و عیب سے پاکی بیان کر رہے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی شانِ جلیل کے لائق نہیں۔ ان میں سے ہر ایک اپنی نماز اور اپنی تسبیح جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے نماز و تسبیح کا جسے جو طریقہ سکھایا اسی کے مطابق وہ عمل کرتا ہے۔ (اگرچہ ہمیں وہ طریقہ دکھائی نہ دے یا سمجھ نہ آئے۔) (2)

1 ......روح البیان، النور، تحت الآیۃ: ٤٠، ٦/١٦٣.

2 ......ابو سعود، النور، تحت الآیۃ: ٤١، ٤/٩٨، تفسیر سمرقندی، النور، تحت الآیۃ: ٤١، ٢/٤٤٣، ملتقطاً.

وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ وَ اِلَى اللّٰهِ الْمَصِیْرُ (۴۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللّٰہ ہی کے لیے ہے سلطنت آسمانوں اور زمین کی اور اللّٰہ ہی کی طرف پھر جانا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللّٰہ ہی کے لیے ہے اور اللّٰہ ہی کی طرف لوٹنا ہے۔

﴿وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ: اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللّٰہ ہی کے لیے ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت کسی اور کے لئے نہیں بلکہ صرف اللّٰہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے کیونکہ وہی ان کا خالق ہے اور وہی ان میں ہر طرح کا تَصَرُّف فرمانے کی قدرت رکھتا ہے اور مخلوق کو فنا ہونے کے بعد جب دوبارہ زندہ کیا جائے گا تو سب نے صرف اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہی لوٹنا ہے لہٰذا ہر عقلمند انسان کو چاہئے کہ صرف ایسے قوت والے مالک کی ہی عبادت کرے اور زبان و دل سے اسی کی پاکی بیان کرے۔ (1)

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یُزْجِیْ سَحَابًا ثُمَّ یُؤَلِّفُ بَیْنَهٗ ثُمَّ یَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ یَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ وَ یُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِیْهَا مِنْۢ بَرَدٍ فَیُصِیْبُ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ وَ یَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ یَّشَآءُ ؕ یَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ یَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ ؕ (۴۳)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللّٰہ نرم نرم چلاتا ہے بادل کو پھر انہیں آپس میں مِلاتا ہے پھر انہیں تہ پر تہ کر دیتا ہے تو تُو دیکھے کہ اس کے بیچ میں سے مینہ نکلتا ہے اور اُتارتا ہے آسمان سے اس میں جو برف کے پہاڑ ہیں ان میں سے کچھ اولے پھر ڈالتا ہے انہیں جس پر چاہے اور پھیر دیتا ہے انہیں جس سے چاہے قریب ہے کہ اس کی بجلی کی چمک

1 ......روح البیان، النور، تحت الآیة: ٤٢، ٦/١٦٤.

آنکھ لے جائے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تم نے نہ دیکھا کہ اللہ نرمی کے ساتھ بادل کو چلاتا ہے پھر انہیں آپس میں ملا دیتا ہے پھر انہیں تہہ در تہہ کر دیتا ہے تو تم دیکھتے ہو کہ اس کے درمیان میں سے بارش نکلتی ہے اور وہ آسمان میں موجود برف کے پہاڑوں سے اولے اُتارتا ہے پھر جس پر چاہتا ہے اس پر ڈال دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے اس سے پھیر دیتا ہے قریب ہے کہ اس کی بجلی کی چمک آنکھیں لے جائے۔

﴿اَلَمْ تَرَ: کیا تم نے نہ دیکھا۔﴾ اس آیت میں حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ ساتھ ہر عقلمند سے بھی خطاب ہے کیونکہ جو ان چیزوں میں غور و فکر کرے گا تو وہ جان لے گا اور جاننے والے کا علم و یقین مزید بڑھ جائے گا کہ اللہ تعالٰی قدرت والا، حکمت والا ہے۔ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے ''کیا تم نے نہ دیکھا کہ اللہ تعالٰی جس سرزمین اور جن شہروں کی طرف چاہے نرمی کے ساتھ بادل کو چلاتا ہے، پھر انہیں آپس میں ملا دیتا ہے اور ان کے جدا جدا ٹکڑوں کو یکجا کر دیتا ہے، پھر انہیں تہ در تہ کر دیتا ہے، تو تم دیکھتے ہو کہ اس کے درمیان میں سے بارش نکلتی ہے اور اللہ تعالٰی آسمان میں موجود برف کے پہاڑوں سے اولے اُتارتا ہے، پھر جس پر چاہتا ہے اس پر ڈال دیتا ہے اور جس کے جان و مال کو چاہتا ہے ان سے ہلاک و تباہ کرتا ہے اور جس سے چاہتا ہے اس سے اولوں کو پھیر دیتا ہے اور اُس کے جان و مال کو محفوظ رکھتا ہے، قریب ہے کہ اس بادل کی بجلی کی چمک آنکھوں کے نور کو لے جائے اور روشنی کی تیزی سے آنکھوں کو بے کار کر دے۔ آگ ٹھنڈک اور پانی کی ضد ہے اور آگ کا ٹھنڈک سے ظاہر ہونا ایک شے کا اپنی ضد سے ظاہر ہونا ہے اور یہ کسی قادر و حکیم کی قدرت کے بغیر ممکن نہیں۔ (1)

﴿وَ یُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِیْهَا مِنْۢ بَرَدٍ: اور وہ آسمان میں موجود برف کے پہاڑوں سے اولے اُتارتا ہے۔﴾ امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''اس آیت کے بارے میں مفسرین کے دو قول ہیں، (1) آسمان میں اولوں کے پہاڑ ہیں جنہیں اللہ تعالٰی نے اسی طرح پیدا فرمایا ہے، پھر وہ ان پہاڑوں میں سے جتنے اولے چاہتا ہے

(1) ……صاوی، النور، تحت الآیة: ٤٣، ٤ / ١٤١٠-١٤١١، مدارك، النور، تحت الآیة: ٤٣، ص٧٨٤-٧٨٥، خازن، النور، تحت الآیة: ٤٣، ٣/٣٥٧، تفسیر کبیر، النور، تحت الآیة: ٤٣، ٨/٤٠٤-٤٠٥، ملتقطاً.

نازل فرماتا ہے۔ یہ اکثر مفسرین کا قول ہے۔(2) آسمان سے مراد حقیقی آسمان نہیں بلکہ وہ بادل ہے جو لوگوں کے سروں پر بلند ہے، اسے بلندی کی وجہ سے آسمان فرمایا گیا کیونکہ ''سماء'' اس چیز کو کہتے ہیں جو تجھ سے بلند ہے اور تیرے اوپر ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بادل سے اولے نازل فرماتا ہے، جبکہ پہاڑوں سے بڑے بڑے بادل مراد ہیں کیونکہ وہ بڑا ہونے کی وجہ سے پہاڑوں کے مشابہ ہیں، جیسے مال کی وسعت کی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ فلاں آدمی مال کے پہاڑوں کا مالک ہے(اسی طرح یہاں بادلوں کو بڑا ہونے کی وجہ سے پہاڑوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے) اور یہ مفسرین کہتے ہیں کہ اولے جما ہوا پانی ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے بادلوں میں پیدا فرمایا ہے، پھر وہ انہیں زمین کی طرف نازل فرماتا ہے۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ پہلا قول زیادہ مناسب ہے کیونکہ آسمان ایک مخصوص جسم کا نام ہے اور اسے بادل کا نام قرار دینا مجازی طور پر ہے اور جس طرح یہ درست ہے کہ اللہ تعالیٰ بادلوں میں پانی رکھے، پھر اسے اولوں کی صورت میں نازل فرمائے تو بلاشبہ یہ بھی صحیح ہے کہ آسمان میں اولوں کے پہاڑ ہوں اور جب دونوں کاموں کا اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہونا صحیح ہے تو اس آیت کے ظاہری معنی کو ترک کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔[1]

یاد رہے کہ امام عبداللہ بن عمر بیضاوی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے ''تفسیر بیضاوی'' میں، علامہ شہاب الدین احمد بن عمر خفاجی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے بیضاوی کی شرح ''عنایۃ القاضی'' میں اور محمد بن مصلح الدین رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے تفسیر بیضاوی پر اپنے حاشیے ''محی الدین شیخ زادہ'' میں، امام ابوسعود محمد بن محمد رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے ''تفسیر ابوسعود'' میں اور علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے ''تفسیر روح البیان'' میں دوسرے قول کو اختیار فرمایا ہے کہ یہاں آسمان سے مراد بادل ہیں۔

يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ﴿۴۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ بدلی کرتا ہے رات اور دن کی بیشک اس میں سمجھنے کا مقام ہے نگاہ والوں کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ رات اور دن کو تبدیل فرماتا ہے، بیشک اس میں آنکھ والوں کیلئے سمجھنے کا مقام ہے۔

1 ......تفسیر کبیر، النور، تحت الآیۃ: ٤٣، ٨/٤٠٥.

﴿یُقَلِّبُ اللّٰهُ :اللہ تبدیل فرماتا ہے۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ رات اور دن کوتبدیل فرماتا ہےاس طرح کہ رات کے بعد دن لاتا اور دن کے بعد رات لاتا ہے۔ بیشک بادلوں کو چلانے ،ان سے بارش نکلنے، آسمانوں سے اولے برسانے ، بادلوں سے بجلی ظاہر کرنے اور دن رات کوتبدیل کرنے میں غور وفکر کرنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے وجود، اس کی قدرت اور وحدانیت پر واضح دلائل موجود ہیں۔ [1]

وَ اللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ یَّمْشِیْ عَلٰى بَطْنِهٖۚ وَ مِنْهُمْ مَّنْ یَّمْشِیْ عَلٰى رِجْلَیْنِۚ وَ مِنْهُمْ مَّنْ یَّمْشِیْ عَلٰۤى اَرْبَعٍؕ یَخْلُقُ اللّٰهُ مَا یَشَآءُؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۴۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ نے زمین پر ہر چلنے والا پانی سے بنایا تو ان میں کوئی اپنے پیٹ پر چلتا ہے اور ان میں کوئی دو پاؤں پر چلتا ہے اور ان میں کوئی چار پاؤں پر چلتا ہے اللہ بناتا ہے جو چاہے بیشک اللہ سب کچھ کرسکتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ نے زمین پر چلنے والا ہر جاندار پانی سے بنایا تو ان میں کوئی اپنے پیٹ کے بل چلتا ہے اور ان میں کوئی دو پاؤں پر چلتا ہے اور ان میں کوئی چار پاؤں پر چلتا ہے۔ اللہ جو چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے۔ بیشک اللہ ہر شے پر قادر ہے۔

﴿وَ اللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ :اور اللہ نے زمین پر چلنے والا ہر جاندار پانی سے بنایا۔﴾ اس سے پہلی آیات میں آسمانوں اور زمین کے احوال سے اور آسمانی آثار سے اللہ تعالیٰ کی قدرت و وحدانیت پر دلائل ذکر کئے گئے اور اس آیت سے جانداروں کے احوال سے اللہ تعالیٰ کی قدرت و وحدانیت پر استدلال کیا جارہا ہے۔اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جانداروں کی تمام اَجناس کو پانی کی جنس سے پیدا کیا اور پانی ان سب کی اصل ہے اور اپنی اصل میں متحد ہونے کے باوجود ان سب کا حال ایک دوسرے سے کس قدر مختلف ہے، یہ کائنات کو تخلیق فرمانے والے کے علم وحکمت اور اس کی

1 ......مدارك، النور، تحت الآية: ٤٤، ص٧٨٥، ملخصاً.

قدرت کے کمال کی روشن دلیل ہے کہ اس نے پانی جیسی چیز سے ایسی عجیب مخلوق پیدا فرما دی۔ مزید فرمایا کہ ان جانداروں میں کوئی اپنے پیٹ کے بل چلتا ہے جیسا کہ سانپ، مچھلی اور بہت سے کیڑے اور ان میں کوئی دو پاؤں پر چلتا ہے جیسا کہ آدمی اور پرندے اور ان میں کوئی چار پاؤں پر چلتا ہے جیسا کہ چوپائے اور درندے۔ اللّٰہ تعالیٰ جو چاہتا ہے اور جیسے چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے۔ بیشک اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ہر شے پر قادر ہے تو کچھ بھی اس کے لئے مشکل نہیں۔[1]

نوٹ: اللّٰہ تعالیٰ کی عجیب وغریب مخلوقات کے بارے میں تفصیلی معلومات کے لئے کتاب ”حیاۃُ الحیوان“ کا مطالعہ فرمائیں۔

لَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اٰیٰتٍ مُّبَیِّنٰتٍؕ وَ اللّٰهُ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ(۴۶)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک ہم نے اُتاریں صاف بیان کرنے والی آیتیں اور اللّٰہ ہدایت دیتا ہے جسے چاہے سیدھی راہ دکھائے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ہم نے صاف بیان کرنے والی آیتیں نازل فرمائیں اور اللّٰہ جسے چاہتا ہے سیدھی راہ کی طرف ہدایت دیتا ہے۔

﴿لَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اٰیٰتٍ مُّبَیِّنٰتٍ: بیشک ہم نے صاف بیان کرنے والی آیتیں نازل فرمائیں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ بیشک ہم نے صاف بیان کرنے والی آیتیں یعنی قرآنِ کریم نازل فرمایا جس میں ہدایت واحکام اور حلال وحرام کا واضح بیان ہے اور اللّٰہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے سیدھی راہ کی طرف ہدایت دیتا ہے اور سیدھی راہ جس پر چلنے سے اللّٰہ تعالیٰ کی رضا اور آخرت کی نعمت میسر ہو، وہ دینِ اسلام ہے۔[2]

---

1 ......تفسیر کبیر، النور، تحت الآیة: ٤٥، ٨/٤٠٦-٤٠٧، مدارك، النور، تحت الآیة: ٤٥، ص٧٨٥، خازن، النور، تحت الآیة: ٤٥، ٣/٣٥٨، ملتقطاً.

2 ......خازن، النور، تحت الآیة: ٤٦، ٣/٣٥٨.

قرآنِ پاک نازل کرنے کا ذکر فرمانے کے بعد بتایا جارہا ہے کہ انسان تین فرقوں میں تقسیم ہوگئے۔ ایک وہ جنہوں نے ظاہری طور پر حق کی تصدیق کی اور باطنی طور پر اس کی تکذیب کرتے رہے، وہ منافق ہیں۔ دوسرا وہ جنہوں نے ظاہری طور پر بھی تصدیق کی اور باطنی طور پر بھی مُعْتَقِد رہے، یہ مخلص لوگ ہیں۔ تیسرا وہ جنہوں نے ظاہری طور پر بھی تکذیب کی اور باطنی طور پر بھی، وہ کفار ہیں۔ اگلی آیات میں ترتیب سے ان کا ذکر فرمایا جارہا ہے۔[1]

وَ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ بِالرَّسُوْلِ وَ اَطَعْنَا ثُمَّ یَتَوَلّٰى فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَ مَاۤ اُولٰٓىٕكَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۴۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کہتے ہیں ہم ایمان لائے اللہ اور رسول پر اور حکم مانا پھر کچھ ان میں کے اس کے بعد پھر جاتے ہیں اور وہ مسلمان نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (منافقین) کہتے ہیں: ہم اللہ اور رسول پر ایمان لائے اور ہم نے اطاعت کی پھر ان میں سے ایک گروہ اس کے بعد پھر جاتا ہے اور (حقیقت میں) وہ مسلمان نہیں ہیں۔

﴿وَ یَقُوْلُوْنَ: اور کہتے ہیں۔﴾ اس آیت میں انسانوں کے پہلے گروہ کے بارے میں بتایا گیا کہ وہ کہتے ہیں ہم اللہ تعالٰی اور رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لائے اور ہم نے ان کی اطاعت کی، پھر ان میں سے ایک گروہ اس اقرار کے بعد پھر جاتا ہے اور اپنے قول کی پابندی نہیں کرتا اور حقیقت میں وہ مسلمان نہیں منافق ہیں کیونکہ ان کے دل ان کی زبانوں کے مُوافق نہیں۔[2]

وَ اِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ لِیَحْكُمَ بَیْنَهُمْ اِذَا فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ

1 ......مدارك، النور، تحت الآية: ٤٦، ص٧٨٦.

2 ......جلالين، النور، تحت الآية: ٤٧، ص ٣٠٠، ملخصاً.

مُّعْرِضُوْنَ ﴿۴۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب بلائے جائیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف کہ رسول ان میں فیصلہ فرمائے تو جبھی ان کا ایک فریق منہ پھیر جاتا ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور جب انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ رسول ان کے درمیان فیصلہ فرما دے تو اسی وقت ان میں سے ایک فریق منہ پھیرنے لگتا ہے۔

﴿وَ اِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ: اور جب انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے۔﴾ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ بشر نامی منافق کا زمین کے معاملے میں ایک یہودی سے جھگڑا تھا، یہودی جانتا تھا کہ اس معاملہ میں وہ سچا ہے اور اس کو یقین تھا کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ حق و عدل کا فیصلہ فرماتے ہیں، اِس لئے اُس نے خواہش کی کہ اس مقدمے کا فیصلہ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کرایا جائے۔ لیکن منافق بھی جانتا تھا کہ وہ باطل پر ہے اور سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ عدل و انصاف میں کسی کی رُو رِعایت نہیں فرماتے، اس لئے وہ حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے فیصلہ پر تو راضی نہ ہوا اور کعب بن اشرف یہودی سے فیصلہ کرانے کا اصرار کیا اور تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بارے میں کہنے لگا کہ وہ ہم پر ظلم کریں گے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔[1]

آیت " وَ اِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ" سے معلوم ہونے والے مسائل

اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

(1)......حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ اللہ تعالٰی کی بارگاہ ہے اور ان کے ہاں حاضری اللہ تعالٰی کے حضور حاضری ہے کیونکہ ان لوگوں کو حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف بلایا گیا تھا، جسے اللہ تعالٰی نے فرمایا، اللہ و رسول کی طرف بلایا گیا۔

(2)......حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا حکم اللہ تعالٰی کا حکم ہے جس کے خلاف اپیل ناممکن ہے اور حضورِ اکرم

[1] ......مدارك، النور، تحت الآية: ٤٨، ص٧٨٦.

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے حکم سے منہ موڑنا رب تعالیٰ کے حکم سے منہ موڑنا ہے۔

وَ اِنْ یَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ یَاْتُوْۤا اِلَیْهِ مُذْعِنِیْنَ ﴿۴۹﴾ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر ان کی ڈگری ہو تو اس کی طرف آئیں مانتے ہوئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر فیصلہ ان کیلئے ہوجائے تو اس کی طرف خوشی خوشی جلدی سے آتے ہیں۔

﴿وَ اِنْ: اور اگر۔﴾ اس آیت میں کفار و منافقین کا حال بیان کیا گیا کہ وہ بارہا تجربہ کرچکے تھے اور انہیں کامل یقین تھا کہ سید المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا فیصلہ سراسر حق اور عدل و انصاف پر مبنی ہوتا ہے اس لئے ان میں جو سچا ہوتا وہ تو خواہش کرتا تھا کہ حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اس کا فیصلہ فرمائیں اور جو حق پر نہ ہوتا وہ جانتا تھا کہ رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی سچی عدالت سے وہ اپنی ناجائز مراد نہیں پاسکتا اس لئے وہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے فیصلہ سے ڈرتا اور گھبراتا تھا۔[1]

اَفِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوْۤا اَمْ یَخَافُوْنَ اَنْ یَّحِیْفَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ وَ رَسُوْلُهٗؕ بَلْ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۵۰﴾ع

ع ٦ ١٢

ترجمۂ کنزالایمان: کیا ان کے دلوں میں بیماری ہے یا شک رکھتے ہیں یا یہ ڈرتے ہیں کہ اللّٰہ و رسول ان پر ظلم کریں گے بلکہ وہ خود ہی ظالم ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا ان کے دلوں میں بیماری ہے؟ یا انہیں شک ہے؟ یا کیا وہ اس بات سے ڈرتے ہیں کہ اللّٰہ اور اس کا رسول ان پر ظلم کریں گے؟ بلکہ وہ خود ہی ظالم ہیں۔

---

1 ......مدارك، النور، تحت الآية: ٤٩، ص٧٨٦.

﴿اَفِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ: کیاان کے دلوں میں بیماری ہے؟﴾ اس آیت میں منافقین کے اِعراض کی قباحت بیان کرتے ہوئے ارشادفرمایا کہ کیاان کے دلوں میں کفرومنافقت کی بیماری ہے؟ یاانہیں ہمارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت میں شک ہے؟ یا کیا وہ اس بات سے ڈرتے ہیں کہ اللّٰہ تعالٰی اوراس کا رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ان پرظلم کریں گے؟ ایساہرگزنہیں ہے، کیونکہ یہ وہ خوب جانتے ہیں کہ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا فیصلہ حق و قانون کے خلاف ہو ہی نہیں سکتا اورکوئی بد دیانت آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عدالت سے غلط فیصلہ کروانے میں کامیاب نہیں ہوسکتا، اسی وجہ سے وہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے فیصلہ سے اِعراض کرتے ہیں اور وہ حق سے اِعراض کرنے کی بناپر خود ہی اپنی جانوں پرظلم کرنے والے ہیں۔ [1]

اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ لِیَحْكُمَ بَیْنَهُمْ اَنْ یَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَاؕ-وَ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۵۱﴾
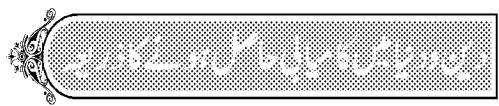
ترجمۂ کنزالایمان: مسلمانوں کی بات تو یہی ہے جب اللّٰہ اور رسول کی طرف بلائے جائیں کہ رسول ان میں فیصلہ فرمائے تو عرض کریں ہم نے سُنا اور حکم مانا اور یہی لوگ مراد کو پہنچے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: مسلمانوں کی بات تو یہی ہے کہ جب انہیں اللّٰہ اوراس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ رسول ان کے درمیان فیصلہ فرمادے تو وہ عرض کریں کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی اور یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔

﴿اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِیْنَ: مسلمانوں کی بات تو یہی ہے۔﴾ اس آیت میں اللّٰہ تعالٰی نے مسلمانوں کوشریعت کا ادب سکھاتے ہوئے ارشادفرمایا ہے کہ مسلمانوں کوایسا ہونا چاہئے کہ جب انہیں اللّٰہ تعالٰی اوراس کے رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف بلایا جائے تاکہ رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ان کے درمیان اللّٰہ تعالٰی کے دیئے ہوئے احکامات کے مطابق فیصلہ فرمادیں تو وہ عرض کریں کہ ہم نے بُلاوا سُنا اوراسے قبول کرکے اطاعت کی اور جوان صفات

1 ......خازن، النور، تحت الآية: ٥٠، ٣/٣٥٩، مدارك، النور، تحت الآية: ٥٠، ص٧٨٦، ملتقطاً.

کے حامل ہیں وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔ [1]

[illegible]

اس سے معلوم ہوا کہ سیدالمرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے حکم کے سامنے اپنی عقل کے گھوڑے نہ دوڑائے جائیں اور نہ ہی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے حکم کو قبول کرنے یا نہ کرنے کے معاملے میں صرف اپنی عقل کو معیار بنایا جائے بلکہ جس طرح ایک مریض اپنے آپ کو ڈاکٹر کے سپرد کر دیتا ہے اور اس کی دی ہوئی دوائی کو چون و چرا کئے بغیر استعمال کرتا ہے اسی طرح خود کو حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے حوالے کر دینا اور آپ کے ہر حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دینا چاہئے کیونکہ ہماری عقلیں ناقص ہیں اور تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عقلِ مبارک وحی کے نور سے روشن اور کائنات کی کامل ترین عقل ہے۔ اگر اس پر عمل ہو گیا تو پھر دین و دنیا میں کامیابی نصیب ہو گی۔

وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیَخْشَ اللّٰهَ وَیَتَّقْهِ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْفَآىٕزُوْنَ ﴿۵۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو حکم مانے اللّٰہ اور اس کے رسول کا اور اللّٰہ سے ڈرے اور پرہیزگاری کرے تو یہی لوگ کامیاب ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو اللّٰہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اور اللّٰہ سے ڈرے اور اس (کی نافرمانی) سے ڈرے تو یہی لوگ کامیاب ہیں۔

﴿وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ: اور جو اللّٰہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جو فرائض میں اللّٰہ تعالیٰ کی اور سُنّتوں میں اس کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کرے اور ماضی میں اللّٰہ تعالیٰ کی ہونے والی نافرمانیوں کے بارے میں اللّٰہ تعالیٰ سے ڈرے اور آئندہ کے لئے پرہیزگاری اختیار کرے تو ایسے لوگ

[1] ......خازن، النور، تحت الآية: ۵۱، ۳۵۹/۳، مدارك، النور، تحت الآية: ۵۱، ص۷۸۷، ملتقطاً.

ہی کامیاب ہیں۔ (1)

[illegible]

یہ آیتِ مبارکہ جَوَامِعُ الْکَلِمْ میں سے ہے۔اس کے الفاظ اگرچہ کم ہیں لیکن اُخروی کامیابی کے تمام اسباب اس میں جمع کر دیئے گئے ہیں۔

[illegible]

ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ مسجدِ نبوی شریف میں کھڑے تھے،اسی دوران روم کے دِہقانوں میں سے ایک شخص ان کے پاس آیا اور کہنے لگا:''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالٰی کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اللہ تعالٰی کے رسول ہیں۔''حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس سے فرمایا:''کیا تمہارے اسلام قبول کرنے کا کوئی خاص سبب ہے؟''اس نے عرض کی: جی ہاں۔میں نے تورات، انجیل، زبور اور دیگر انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے صحائف کا مطالعہ کیا ہوا ہے۔میں نے ایک قیدی کو قرآنِ پاک کی ایک آیت پڑھتے ہوئے سنا جو سابقہ تمام کتابوں میں دیئے گئے احکامات کی جامع ہے،اس سے میں نے جان لیا کہ قرآنِ پاک واقعی اللہ تعالٰی کا کلام ہے۔حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس سے دریافت فرمایا کہ وہ کون سی آیت ہے؟ تو اس نے یہ آیت تلاوت کی'' **وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیَخْشَ اللّٰهَ وَیَتَّقْهِ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْفَآىٕزُوْنَ** ''حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا:''حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ہے کہ مجھے جَوَامِعُ الْکَلِمْ عطا کئے گئے ہیں۔''(2)

وَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَیْمَانِهِمْ لَىٕنْ اَمَرْتَهُمْ لَیَخْرُجُنَّ ؕ قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا ۚ طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۳﴾

---

1 ......مدارك، النور، تحت الآية: ٥٢، ص٧٨٧.

2 ......تفسيرقرطبی، النور، تحت الآية: ٥٢، ٦/٢٢٧، الجزء الثانی عشر.

ترجمۂ کنزالایمان: اور انہوں نے اللہ کی قسم کھائی اپنے حلف میں حد کی کوشش سے کہ اگر تم انہیں حکم دو گے تو وہ ضرور جہاد کو نکلیں گے تم فرمادو قسمیں نہ کھاؤ مُوافِق شرع حکم برداری چاہیے، اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور انہوں نے پوری کوشش سے اللہ کی قسمیں کھائیں کہ اگر آپ انہیں حکم دو گے تو وہ ضرور نکلیں گے۔ تم فرماؤ: قسمیں نہ کھاؤ، شریعت کے مطابق اطاعت ہونی چاہیے، بیشک اللہ تمہارے اعمال سے خبردار ہے۔

﴿وَ اَقۡسَمُوۡا بِاللّٰهِ جَهۡدَ اَیۡمَانِهِمۡ :اور انہوں نے پوری کوشش کرکے اللہ کی قسمیں کھائیں۔﴾ اس آیت سے دوبارہ منافقین کا تذکرہ شروع کیا گیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا کہ منافقین رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے احکام کو پسند نہیں کرتے تو منافقین حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر کہنے لگے: اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! اگر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہمیں حکم دیں کہ ہم اپنے گھروں سے، اپنے مالوں اور اپنی عورتوں کے پاس سے نکل جائیں تو ہم ضرور نکل جائیں گے اور اگر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہمیں جہاد کرنے کا حکم دیں تو ہم جہاد کریں گے، جب ہمارا یہ حال ہے تو ہم آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے حکم سے کیسے راضی نہ ہوں گے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان سے فرمائیں کہ تم قسمیں نہ کھاؤ، تمہیں اس کی بجائے شریعت کے مطابق اطاعت کرنی چاہیے، بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے تمام پوشیدہ اَعمال سے خبردار ہے، وہ تمہیں ضرور رُسوا کرے گا اور تمہاری منافقت کی سزا دے گا۔[1]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اپنے قول کو اپنے عمل سے سچا کرکے دکھانا چاہیے، صرف قسموں سے سچا کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔ بارگاہِ خداوندی میں عمل دیکھے جاتے ہیں نہ کہ محض زبانی دعوے۔

قُلۡ اَطِیۡعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ ۚ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنَّمَا عَلَیۡهِ مَا حُمِّلَ وَ عَلَیۡكُمۡ مَّا حُمِّلۡتُمۡ ؕ وَ اِنۡ تُطِیۡعُوۡهُ تَهۡتَدُوۡا ؕ وَ مَا عَلَی الرَّسُوۡلِ اِلَّا الۡبَلٰغُ الۡمُبِیۡنُ ﴿۵۴﴾

[1] ......تفسیر کبیر، النور، تحت الآیة: ۵۳، ۸/۴۱۱-۴۱۲، خازن، النور، تحت الآیة: ۵۳، ۳/۳۵۹، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا پھر اگر تم منہ پھیرو تو رسول کے ذمہ وہی ہے جو اس پر لازم کیا گیا اور تم پر وہ ہے جس کا بوجھ تم پر رکھا گیا اور اگر رسول کی فرمانبرداری کرو گے راہ پاؤ گے، اور رسول کے ذمہ نہیں مگر صاف پہنچا دینا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو پھر اگر تم منہ پھیرو تو رسول کے ذمے وہی تبلیغ ہے جس کی ذمے داری کا بوجھ ان پر رکھا گیا ہے اور تم پر وہ (اطاعت) لازم ہے جس کا بوجھ تم پر رکھا گیا ہے اور اگر تم رسول کی فرمانبرداری کرو گے تو ہدایت پاؤ گے اور رسول کے ذمے صرف صاف صاف تبلیغ کر دینا لازم ہے۔

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان قسمیں کھانے والوں سے فرما دیں کہ تم سچے دل اور سچی نیت سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کرو۔ اگر تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت و فرمانبرداری سے منہ پھیرو گے تو اس میں ان کا نہیں بلکہ تمہارا اپنا ہی نقصان ہے کیونکہ رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ذمے صرف دین کی تبلیغ اور احکامِ الٰہی کا پہنچا دینا ہے اور جب انہوں نے یہ ذمہ داری اچھی طرح نبھا دی ہے تو وہ اپنے فرض سے عہدہ برآ ہو چکے اور تمہیں چونکہ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت و فرمانبرداری کا پابند کیا گیا ہے لہٰذا تم پر یہ لازم ہے۔ اگر اس سے روگردانی کرو گے تو اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اس کی ناراضی کا تمہیں ہی سامنا کرنا پڑے گا اور اگر تم رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی فرمانبرداری کرو گے تو ہدایت پاؤ گے اور رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ذمے صرف صاف صاف تبلیغ کر دینا لازم ہے، تمہاری ہدایت ان کے ذمہ داری نہیں۔ (1)

حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کی برکت

علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: **تاجدارِ رسالت** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت قبولیت کے دروازے کی چابی ہے اور اطاعت کی فضیلت پر یہ بات تیری رہنمائی کرتی ہے کہ اصحابِ کہف کے کتّے نے

---

1 ......تفسیر طبری، النور، تحت الآیة: ٥٤، ٩/٣٤٢، خازن، النور، تحت الآیة: ٥٤، ٣/٣٥٩-٣٦٠، مدارك، النور، تحت الآیة: ٥٤، ص٧٨٧، ملتقطاً.

جب اللہ تعالیٰ کی طاعت میں اصحابِ کہف کی پیروی کی تو اللہ تعالیٰ نے اس سے جنت کا وعدہ فرمایا اور جب اطاعت کرنے والوں کی پیروی کرنے کی یہ برکت ہے تو خود اطاعت کرنے والوں کے بارے میں تیرا کیا گمان ہے۔ اور حضرت امام احمد بن حنبل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے جب حمام میں لوگوں کے درمیان سَتْرِ عورت کھولنے کے معاملے میں شرعی حکم کی رعایت کی (یعنی وہاں پردہ کرکے نہانے کا حکم ہے اور آپ نے اس پر عمل کیا) تو ان سے خواب میں کہا گیا: شرعی حکم کی رعایت کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو لوگوں کا امام بنادیا ہے۔[1]

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو صحیح طریقے سے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کرنے کی توفیق عطا فرمائے، امین۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ۪ وَ لَیُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰى لَهُمْ وَ لَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًاؕ یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِكُوْنَ بِیْ شَیْــٴًـاؕ وَ مَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۵۵﴾
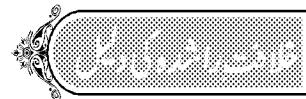
ترجمۂ کنزالایمان: اللہ نے وعدہ دیا ان کو جو تم میں سے ایمان لائے اور اچھے کام کیے کہ ضرور انہیں زمین میں خلافت دے گا جیسی ان سے پہلوں کو دی اور ضرور ان کے لیے جمادے گا ان کا وہ دین جو ان کے لیے پسند فرمایا ہے اور ضرور ان کے اگلے خوف کو امن سے بدل دے گا میری عبادت کریں میرا شریک کسی کو نہ ٹھہرائیں، اور جو اس کے بعد ناشکری کرے تو وہی لوگ بے حکم ہیں۔

1 ......روح البیان، النور، تحت الآیۃ: ٥٤، ٦/١٧٢-١٧٣.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ نے تم میں سے ایمان والوں اور اچھے اعمال کرنے والوں سے وعدہ فرمایا ہے کہ ضرور ضرور انہیں زمین میں خلافت دے گا جیسی ان سے پہلوں کو خلافت دی ہے اور ضرور ضرور ان کے لیے اِن کے اُس دین کو جما دے گا جوان کے لیے پسند فرمایا ہے اور ضرور ضرور ان کے خوف کے بعد (ان کی حالت) امن سے بدل دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے، میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے اور جو اس کے بعد ناشکری کرے تو وہی لوگ نافرمان ہیں۔

﴿وَعَدَ اللّٰهُ :اللہ نے وعدہ فرمایا ہے۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے دوسرے گروہ یعنی مخلص مؤمنوں کا ذکر فرمایا ہے۔ آیت کا **شانِ نزول** یہ ہے کہ سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے وحی نازل ہونے سے لے کر دس سال تک مکہ مکرمہ میں صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے ساتھ قیام فرمایا اور شب و روز کفار کی طرف سے پہنچنے والی ایذاؤں پر صبر کیا، پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے مدینہ طیبہ کو ہجرت فرمائی اور انصار کے مکانات کو اپنی سکونت سے سرفراز کیا، مگر قریش اس پر بھی باز نہ آئے، آئے دن ان کی طرف سے جنگ کے اعلان ہوتے اور طرح طرح کی دھمکیاں دی جاتیں۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ ہر وقت خطرہ میں رہتے اور ہتھیار ساتھ رکھتے۔ ایک روز ایک صحابی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا کبھی ایسا بھی زمانہ آئے گا کہ ہمیں امن میسر ہو اور ہتھیاروں کے بوجھ سے ہم سبکدوش ہوں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ایمان والوں اور اچھے اعمال کرنے والوں سے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ وہ ضرور انہیں زمین میں خلافت دے گا جیسی ان سے پہلوں یعنی حضرت داؤد اور حضرت سلیمان وغیرہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو خلافت دی ہے اور جیسا کہ مصر و شام کے جابر کافروں کو ہلاک کر کے بنی اسرائیل کو خلافت دی اور ان ممالک پر اُن کو مُسلَّط کیا اور اللہ تعالیٰ ضرور ان کے لیے دینِ اسلام کو تمام اَدیان پر غالب فرما دے گا اور ضرور ان کے خوف کے بعد ان کی حالت کو امن سے بدل دے گا۔ چنانچہ یہ وعدہ پورا ہوا اور سرزمینِ عرب سے کفار مٹا دیئے گئے، مسلمانوں کا تَسلُّط ہوا، مشرق و مغرب کے ممالک اللہ تعالیٰ نے اُن کے لئے فتح فرمائے، قیصر و کسریٰ کے ممالک اور خزائن اُن کے قبضہ میں آئے اور پوری دنیا پر اُن کا رُعب چھا گیا۔ (1)

1 ......خازن، النور، تحت الآية: ٥٥، ٣/٣٦٠، مدارك، النور، تحت الآية: ٥٥، ص٧٨٨، ملتقطاً.

علامہ علی بن محمد خازن رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے ہیں: اس آیت میں حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ اور آپ کے بعد ہونے والے خلفاءِ راشدین رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ کی خلافت کی دلیل ہے کیونکہ ان کے زمانے میں عظیم فتوحات ہوئیں اور کسریٰ وغیرہ بادشاہوں کے خزانے مسلمانوں کے قبضہ میں آئے اور امن، قوت وشوکت اور دین کا غلبہ حاصل ہوا۔ (1)

ترمذی اور ابوداؤد کی حدیث میں ہے کہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''خلافت میرے بعد تیس سال ہے پھر ملک ہوگا۔'' (2) اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ کی خلافت دو برس تین ماہ، حضرت عمر رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ کی خلافت دس سال چھ ماہ، حضرت عثمانِ غنی رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ کی خلافت بارہ سال اور حضرت علی مرتضیٰ کَرَّمَ اللهُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم کی خلافت چار سال نو ماہ اور حضرت امام حسن رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ کی خلافت چھ ماہ ہوئی۔ (3)

﴿وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ: اور جو اس کے بعد ناشکری کرے۔﴾ یعنی جو اس وعدے کے بعد نعمت کی ناشکری کرے گا تو وہی فاسق ہیں کیونکہ انہوں نے اہم ترین نعمت کی ناشکری کی اور اسے حقیر سمجھنے پر دلیر ہوئے۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ اس نعمت کی سب سے پہلی جو ناشکری ہوئی وہ حضرت عثمانِ غنی رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ کو شہید کرنا ہے۔ (4)

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿٥٦﴾ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مُعْجِزِیْنَ فِی الْاَرْضِ ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ وَلَبِئْسَ الْمَصِیْرُ ﴿٥٧﴾

ع ٧ ١٣

1 ......خازن، النور، تحت الآية: ٥٥، ٣/٣٦٠.

2 ......ترمذی، كتاب الفتن، باب ما جاء فی الخلافة، ٤/٩٧، الحديث: ٢٢٣٣، ابو داؤد، كتاب السنّة، باب فی الخلفاء، ٤/٢٧٨، الحديث: ٤٦٤٦.

3 ......خازن، النور، تحت الآية: ٥٥، ٣/٣٦١.

4 ......مدارك، النور، تحت الآية: ٥٥، ص٧٨٨.

ترجمۂ کنزالایمان: اور نماز برپا رکھو اور زکوٰۃ دو اور رسول کی فرمانبرداری کرو اس امید پر کہ تم پر رحم ہو۔ ہرگز کافروں کو خیال نہ کرنا کہ وہ کہیں ہمارے قابو سے نکل جائیں زمین میں اور ان کا ٹھکانا آگ ہے، اور ضرور کیا ہی بُرا انجام۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور رسول کی فرمانبرداری کرتے رہو اس امید پر کہ تم پر رحم کیا جائے۔ ہرگز کافروں کو یہ خیال نہ کرو کہ وہ ہمیں زمین میں عاجز کرنے والے ہیں اور ان کا ٹھکانا آگ ہے اور بیشک وہ کیا ہی بُری لوٹنے کی جگہ ہے۔

﴿وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ: اور نماز قائم رکھو۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! نماز کو اس کے ارکان و شرائط کے ساتھ قائم رکھو، اسے ضائع نہ کرو اور جو زکوٰۃ اللّٰہ تعالیٰ نے تم پر فرض فرمائی ہے اسے ادا کرو اور احکامات و ممنوعات میں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے حبیب رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے اور اللّٰہ تعالیٰ تمہیں اپنے عذاب سے نجات دے۔ [1]

﴿لَا تَحْسَبَنَّ: ہرگز گمان نہ کرو۔﴾ یعنی ان کفارِ نابکار کا زمین میں امن سے رہنا اس وجہ سے نہیں کہ وہ رب کے قابو سے باہر ہیں بلکہ یہ رب تعالیٰ کی مہلت ہے لہٰذا ان کے بارے میں یہ خیال نہ کرو کہ یہ ہماری پکڑ سے بھاگ کر زمین میں ہمیں عاجز کر دیں گے، ان کا ٹھکانہ جہنم کی آگ ہے اور بیشک وہ کیا ہی بُری لوٹنے کی جگہ ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَ الَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَ حِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَ مِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ۫ؕ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَ لَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ؕ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ

1 ......تفسیر طبری، النور، تحت الآیۃ: ٥٦، ٩/٣٤٤.

عَلٰى بَعْضٍ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو چاہیے کہ تم سے اِذن لیں تمہارے ہاتھ کے مال غلام اور وہ جو تم میں ابھی جوانی کو نہ پہنچے تین وقت نمازِ صبح سے پہلے اور جب تم اپنے کپڑے اُتار رکھتے ہو دوپہر کو اور نمازِ عشاء کے بعد یہ تین وقت تمہاری شرم کے ہیں ان تین کے بعد کچھ گناہ نہیں تم پر نہ ان پر آمدورفت رکھتے ہیں تمہارے یہاں ایک دوسرے کے پاس اللّٰہ یونہی بیان کرتا ہے تمہارے لیے آیتیں، اور اللّٰہ علم و حکمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! تمہارے غلام اور تم میں سے جو بالغ عمر کو نہیں پہنچے، انہیں چاہیے کہ تین اوقات میں، فجر کی نماز سے پہلے اور دوپہر کے وقت جب تم اپنے کپڑے اُتار رکھتے ہو اور نمازِ عشاء کے بعد (گھر میں داخلے سے پہلے) اجازت لیں۔ یہ تین اوقات تمہاری شرم کے ہیں۔ ان تین اوقات کے بعد تم پر اور ان پر کچھ گناہ نہیں۔ وہ تمہارے ہاں ایک دوسرے کے پاس بار بار آنے والے ہیں۔ اللّٰہ تمہارے لئے یونہی آیات بیان کرتا ہے اور اللّٰہ علم والا، حکمت والا ہے۔

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: اے ایمان والو!۔﴾ شانِ نزول: حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ایک انصاری غلام مِدلَج بن عمرو کو دوپہر کے وقت حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو بلانے کے لئے بھیجا، وہ غلام اجازت لئے بغیر ویسے ہی حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے مکان میں چلا گیا اور اس وقت حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بے تکلف اپنے دولت سرائے میں تشریف فرما تھے۔ غلام کے اچانک چلے آنے سے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے دِل میں خیال پیدا ہوا کہ کاش غلاموں کو اجازت لے کر مکانوں میں داخل ہونے کا حکم ہوتا۔ اس پر یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی۔ اس آیت میں غلاموں، باندیوں اور بلوغت کے قریب لڑکے، لڑکیوں کو تین اوقات میں گھر میں داخل ہونے سے پہلے اجازت لینے کا حکم دیا گیا۔ وہ تین اوقات یہ ہیں۔

(1)...... فجر کی نماز سے پہلے۔ کیونکہ یہ خواب گاہوں سے اُٹھنے اور شب خوابی کا لباس اُتار کر بیداری کے کپڑے پہننے

کا وقت ہے۔

(2)......**دوپہر کے وقت،** جب لوگ قیلولہ کرنے کے لئے اپنے کپڑے اُتار کر رکھ دیتے اور تہبند باندھ لیتے ہیں۔

(3)......**نمازِ عشاء کے بعد،** کیونکہ یہ بیداری کی حالت میں پہنا ہوا لباس اُتارنے اور سوتے وقت کا لباس پہننے کا ٹائم ہے۔

یہ تین اوقات ایسے ہیں کہ اِن میں خلوت وتنہائی ہوتی ہے، بدن چھپانے کا بہت اہتمام نہیں ہوتا، ممکن ہے کہ بدن کا کوئی حصہ کُھل جائے جس کے ظاہر ہونے سے شرم آتی ہے، لہٰذا اِن اوقات میں غلام اور بچے بھی بے اجازت داخل نہ ہوں اور اُن کے علاوہ جوان لوگ تمام اوقات میں اجازت حاصل کریں، وہ کسی وقت بھی اجازت کے بغیر داخل نہ ہوں۔ ان تین وقتوں کے سوا باقی اوقات میں غلام اور بچے بے اجازت داخل ہوسکتے ہیں کیونکہ وہ کام اور خدمت کیلئے ایک دوسرے کے پاس بار بار آنے والے ہیں تو اُن پر ہر وقت اجازت طلب کرنا لازم ہونے میں حرج پیدا ہوگا اور شریعت میں حرج کو دُور کیا گیا ہے۔(1)

لڑکا اور لڑکی کب بالغ ہوتے ہیں؟

یاد رہے کہ لڑکے اور لڑکی میں جب بلوغت کے آثار ظاہر ہوں مثلاً لڑکے کو احتلام ہو اور لڑکی کو حیض آئے اس وقت سے وہ بالغ ہیں اور اگر بلوغت کے آثار ظاہر نہ ہوں تو پندرہ برس کی عمر پوری ہونے سے بالغ سمجھے جائیں گے۔(2)

وَ اِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْیَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْؕ-كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰیٰتِهٖؕ-وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ(۵۹)
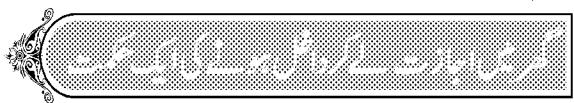
ترجمۂ کنزالایمان: اور جب تم میں لڑکے جوانی کو پہنچ جائیں تو وہ بھی اِذن مانگیں جیسے ان کے اگلوں نے اِذن مانگا اللہ یونہی بیان فرماتا ہے تم سے اپنی آیتیں، اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

1 ......خازن، النور، تحت الآية: ٥٨، ٣/٣٦١-٣٦٢، مدارك، النور، تحت الآية: ٥٨، ص٧٨٩، ملتقطاً.

2 ......فتاویٰ رضویہ، ۱۲/۳۹۹، ملخصاً۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب تم میں سے لڑکے جوانی کی عمر کو پہنچ جائیں تو وہ بھی (گھر میں داخل ہونے سے پہلے) اسی طرح اجازت مانگیں جیسے ان سے پہلے (بالغ ہونے) والوں نے اجازت مانگی۔ اللہ تم سے اپنی آیتیں یونہی بیان فرماتا ہے اور اللہ علم والا، حکمت والا ہے۔

﴿وَ اِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ : اور جب تم میں سے لڑکے جوانی کی عمر کو پہنچ جائیں۔﴾ اس آیت میں ارشاد فرمایا: جب تمہارے یا قریبی رشتہ داروں کے چھوٹے لڑکے جوانی کی عمر کو پہنچ جائیں تو وہ بھی تمام اوقات میں گھر میں داخل ہونے سے پہلے اسی طرح اجازت مانگیں جیسے ان سے پہلے بڑے مردوں نے اجازت مانگی۔ اللہ تعالیٰ اپنے دین کے شرعی احکام اسی طرح بیان فرماتا ہے جیسے اس نے لڑکوں کے اجازت طلب کرنے کا حکم بیان فرمایا اور اللہ تعالیٰ مخلوق کی تمام مصلحتوں کو جانتا ہے اور وہ اپنی مخلوق کے معاملات کی تدبیر فرمانے میں حکمت والا ہے۔ [1]

گھر میں اجازت لے کر داخل ہونے کی ایک حکمت

گھر میں اجازت لے کر داخل ہونے کی بے شمار حکمتیں ہیں، ان میں سے ایک یہاں ذکر کی جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت عطا بن یسار رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے دریافت کیا: کیا میں اپنی ماں کے پاس جاؤں تو اس سے بھی اجازت لوں۔ حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ہاں۔ انہوں نے عرض کی: میں تو اس کے ساتھ اسی مکان میں رہتا ہی ہوں۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اجازت لے کر اس کے پاس جاؤ، انہوں نے عرض کی: میں اس کی خدمت کرتا ہوں (یعنی بار بار آنا جانا ہوتا ہے، پھر اجازت کی کیا ضرورت ہے؟) رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ’’اجازت لے کر جاؤ، کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ اسے بَرَہْنَہ دیکھو؟‘‘ عرض کی: نہیں، فرمایا: تو اجازت حاصل کرو۔ [2]

اسی حکم سے کچھ اور احکام کی حکمت بھی سمجھ آتی ہے جیسے باپ یا بھائی اگر بیٹیوں یا بہنوں کو جگانے کیلئے کمرے میں جائیں تو کمرے کے باہر سے آواز دیں اور جگائیں کہ بلا اجازت اندر جانا نامناسب ہے کیونکہ حالتِ نیند میں بعض اوقات بدن سے کپڑے ہٹ جاتے ہیں۔

---

1 ......تفسیر طبری، النور، تحت الآیۃ: ٥٩، ٩/٣٤٨.

2 ......موطا امام مالک، کتاب الاستئذان، باب الاستئذان، ٢/٤٤٦، الحدیث: ١٨٤٧.

وَ الْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِیْ لَا یَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَیْسَ عَلَیْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ یَّضَعْنَ ثِیَابَهُنَّ غَیْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۭ بِزِیْنَةٍؕ وَ اَنْ یَّسْتَعْفِفْنَ خَیْرٌ لَّهُنَّؕ وَ اللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ(۶۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بوڑھی خانہ نشین عورتیں جنہیں نکاح کی آرزو نہیں ان پر کچھ گناہ نہیں کہ اپنے بالائی کپڑے اُتار رکھیں جب کہ سنگار نہ چمکائیں اور اس سے بھی بچنا ان کے لیے اور بہتر ہے، اور اللّٰہ سنتا جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور گھروں میں بیٹھ رہنے والی وہ بوڑھی عورتیں جنہیں نکاح کی کوئی خواہش نہیں ان پر کچھ گناہ نہیں کہ اپنے اوپر کے کپڑے اُتار رکھیں جبکہ زینت کو ظاہر نہ کررہی ہوں اور اِن کا اس سے بھی بچنا ان کے لیے سب سے بہتر ہے اور اللّٰہ سننے والا، جاننے والا ہے۔

﴿وَ الْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ: اور گھروں میں بیٹھ رہنے والی بوڑھی عورتیں۔﴾ اس آیت میں بوڑھی عورتوں کے بارے میں فرمایا گیا کہ ایسی بوڑھی عورتیں جن کی عمر زیادہ ہوچکی ہو اور ان سے اولاد پیدا ہونے کی امید نہ رہی ہو اور عمر زیادہ ہونے کی وجہ سے انہیں نکاح کی کوئی خواہش نہ ہو تو ان پر کچھ گناہ نہیں کہ وہ اپنے اوپر کے کپڑے یعنی اضافی چادر وغیرہ اُتار کر رکھ دیں جبکہ وہ اپنی زینت کی جگہوں مثلاً بال، سینہ اور پنڈلی وغیرہ کو ظاہر نہ کررہی ہوں اور ان بوڑھی عورتوں کا اس سے بھی بچنا اور اضافی چادر وغیرہ پہنے رہنا ان کے لیے سب سے بہتر ہے اور اللّٰہ تعالٰی سننے والا، جاننے والا ہے۔[1]

مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ حکم ایسی بوڑھی عورتوں کے لئے ہے جنہیں دیکھنے سے مردوں کو شہوت نہ آئے، اگر بڑھاپے کے باوجود عورت کا اتنا حسن و جمال قائم ہے کہ اسے دیکھنے سے شہوت آتی ہو تو وہ اس آیت کے حکم میں داخل نہیں۔[2]

1 ......مدارك، النور، تحت الآية: ٦٠، ص ٧٩٠، ملخصاً.

2 ......خازن، النور، تحت الآية: ٦٠، ٣٦٢/٣.

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جب کسی کام میں فتنے کا اندیشہ باقی نہ رہے تو شریعت اس کے حکم میں سختی ختم کر دیتی ہے اور اس کے معاملے میں آسان حکم اور کچھ رخصت دے دیتی ہے، البتہ اس رخصت و اجازت کے باوجود تقوی و پرہیزگاری کی وجہ سے اسی سابقہ حکم پر عمل کرنا زیادہ بہتر ہے۔

لَیْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّ لَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّ لَا عَلَى الْمَرِیْضِ حَرَجٌ وَّ لَا عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُیُوْتِكُمْ اَوْ بُیُوْتِ اٰبَآىٕكُمْ اَوْ بُیُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُیُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُیُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُیُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُیُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُیُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُیُوْتِ خٰلٰتِكُمْ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗۤ اَوْ صَدِیْقِكُمْ ؕ لَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِیْعًا اَوْ اَشْتَاتًا ؕ فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُیُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ تَحِیَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَیِّبَةً ؕ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۠ ﴿۶۱﴾

ع ٨ ٤ ١٤

ترجمۂ کنزالایمان: نہ اندھے پر تنگی اور نہ لنگڑے پر مضائقہ اور نہ بیمار پر روک اور نہ تم میں کسی پر کہ کھاؤ اپنی اولاد کے گھر یا اپنے باپ کے گھر یا اپنی ماں کے گھر یا اپنے بھائیوں کے یہاں یا اپنی بہنوں کے گھر یا اپنے چچاؤں کے یہاں یا اپنی پھپیوں کے گھر یا اپنے ماموؤں کے یہاں یا اپنی خالاؤں کے گھر یا جہاں کی کنجیاں تمہارے قبضہ میں ہیں یا اپنے

دوست کے یہاں تم پرکوئی الزام نہیں کہ مل کر کھاؤ یا الگ الگ پھر جب کسی گھر میں جاؤ تو اپنوں کو سلام کرو ملتے وقت کی اچھی دعا اللہ کے پاس سے مبارک پاکیزہ اللہ یونہی بیان فرماتا ہے تم سے آیتیں کہ تمہیں سمجھ ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اندھے اور لنگڑے اور بیمار پرکوئی پابندی نہیں اور تم پر بھی کوئی پابندی نہیں کہ تم کھاؤ اپنی اولاد کے گھروں سے یا اپنے باپ کے گھروں یا اپنی ماں کے گھر سے یا اپنے بھائیوں کے گھروں یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا اس گھر سے جس کی چابیاں تمہارے قبضہ میں ہیں یا اپنے دوست کے گھر سے۔ تم پر کوئی پابندی نہیں کہ تم مل کر کھاؤ یا الگ الگ۔ پھر جب گھروں میں داخل ہو تو اپنے لوگوں کو سلام کرو، (یہ) ملتے وقت کی اچھی دعا ہے، اللہ کے پاس سے مبارک پاکیزہ (کلمہ ہے) اللہ یونہی اپنی آیات تمہارے لئے بیان فرماتا ہے تاکہ تم سمجھو۔

﴿لَیْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ: اندھے پر کوئی پابندی نہیں۔﴾ اس آیت کے شانِ نزول کے بارے میں تین قول ہیں:

پہلا قول: حضرت سعید بن مسیّب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ جہاد کو جاتے تو اپنے مکانوں کی چابیاں نابیناؤں، بیماروں اور اپاہجوں کو دے جاتے جو ان عذروں کے باعث جہاد میں نہ جاسکتے اور انہیں اجازت دیتے کہ ان کے مکانوں سے کھانے کی چیزیں لے کر کھائیں، لیکن وہ لوگ اس خیال سے اسے گوارا نہ کرتے کہ شاید یہ اُن کو دل سے پسند نہ ہو، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور انہیں اس کی اجازت دی گئی۔

دوسرا قول: یہ ہے کہ اندھے، اپاہج اور بیمار لوگ تندرستوں کے ساتھ کھانے سے بچتے کہ کہیں کسی کو نفرت نہ ہو، اس آیت میں انہیں تندرستوں کے ساتھ کھانے کی اجازت دی گئی۔

تیسرا قول: یہ ہے کہ جب کبھی اندھے، نابینا اور اپاہج کسی مسلمان کے پاس جاتے اور اس کے پاس اُن کے کھلانے کے لئے کچھ نہ ہوتا تو وہ انہیں کسی رشتہ دار کے یہاں کھلانے کے لئے لے جاتا، یہ بات ان لوگوں کو گوارا نہ ہوتی، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور انہیں بتایا گیا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔[1]

1 ......مدارك، النور، تحت الآية: ٦١، ص ٧٩١، خازن، النور، تحت الآية: ٦١، ٣/٣٦٣، ملتقطاً.

﴿وَلَا عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ: اور تم پر بھی کوئی پابندی نہیں۔﴾ آیت کے اس حصے سے گیارہ مقامات ایسے بتائے گئے جہاں سے کھانا مباح ہے۔ **(1)** اپنی اولاد کے گھروں سے، کیونکہ اولاد کا گھر اپنا ہی گھر ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔''[1] اسی طرح شوہر کے لئے بیوی کا اور بیوی کے لئے شوہر کا گھر بھی اپنا ہی گھر ہے۔ **(2)** اپنے باپ کے گھروں سے۔ **(3)** اپنی ماں کے گھر سے۔ **(4)** اپنے بھائیوں کے گھروں۔ **(5)** اپنی بہنوں کے گھروں سے۔ **(6)** اپنے چچاؤں کے گھروں سے۔ **(7)** اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے۔ **(8)** اپنے ماموؤں کے گھروں سے۔ **(9)** اپنی خالاؤں کے گھروں سے۔ **(10)** اس گھر سے جس کی چابیاں تمہارے قبضہ میں ہیں۔ حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ اس سے مراد آدمی کا وکیل اور اس کے معاملات کے انتظامات پر مامور شخص ہے۔ **(11)** اپنے دوست کے گھر سے۔[2]

[illegible]

خلاصہ یہ ہے کہ ان سب لوگوں کے گھر کھانا، کھانا جائز ہے خواہ وہ موجود ہوں یا نہ ہوں لیکن یہ اجازت اس صورت میں جب کہ وہ اس پر رضامند ہوں اور اگر وہ اس پر رضامند نہ ہوں تو اگرچہ وہ واضح طور پر اجازت دے دیں تب بھی ان کا کھانا، کھانا مکروہ ہے اور فی زمانہ تو یہی سمجھ آتا ہے کہ کسی کی غیر موجودگی میں اور اجازت کے بغیر بالکل نہ کھائے کیونکہ ہمارے زمانے کے حالات میں مادیت پرستی بہت بڑھ چکی ہے۔ امام غزالی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ''جب آدمی اپنے کسی دوست کے گھر جائے اور صاحبِ خانہ گھر پر نہ ہو اور اِسے اس کی دوستی پر کامل یقین ہو، نیز وہ آدمی جانتا ہو کہ اس کا دوست اس کے کھانے پر خوش ہوگا تو وہ اپنے دوست کی اجازت کے بغیر کھا سکتا ہے کیونکہ اجازت سے مراد رضامندی ہے اور بعض لوگ صراحتاً اجازت دے دیتے ہیں اور اس اجازت پر قسم کھاتے ہیں لیکن وہ دل سے راضی نہیں ہوتے (لہٰذا اگر قرائن کے ذریعے تجھ پر یہ ظاہر ہو کہ اسے تیرا کھانا پسند نہیں تو اس کا کھانا مت کھاؤ کہ) ایسے لوگوں کا کھانا، کھانا مکروہ ہے۔''[3]

---

1 ......ابو داؤد، كتاب الاجارة، باب فى الرجل يأكل من مال ولده، ٣/٤٠٣، الحديث: ٣٥٣٠.

2 ......خازن، النور، تحت الآية: ٦١، ٣/٣٦٣، مدارك، النور، تحت الآية: ٦١، ص٧٩١، جلالين، النور، تحت الآية: ٦١، ص٣٠٢، ملتقطاً.

3 ......احياء علوم الدين، كتاب آداب الاكل، الباب الثالث، آداب الدخول للطعام، ٢/١٣.

ابوالبرکات عبداللہ بن احمد نسفی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ہمارے اسلاف کا تو یہ حال تھا کہ آدمی اپنے دوست کے گھر اس کی غیر موجودگی میں پہنچتا تو اس کی باندی سے اس کا تھیلا طلب کرتا اور جو چاہتا اس میں سے لے لیتا، جب وہ دوست گھر آتا اور باندی اس کو خبر دیتی تو اس خوشی میں وہ باندی کو آزاد کردیتا مگر اس زمانہ میں یہ فیاضی کہاں؟ لہٰذا اب اجازت کے بغیر نہیں کھانا چاہئے۔[1]

﴿اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِیْعًا اَوْ اَشْتَاتًا: تم مل کر کھاؤ یا الگ الگ۔﴾ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ قبیلہ بنی لیث بن عمرو کے لوگ تنہا بغیر مہمان کے کھانا نہ کھاتے تھے کبھی کبھی مہمان نہ ملتا تو صبح سے شام تک کھانا لئے بیٹھے رہتے، ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔[2] اور فرمایا گیا کہ تم مل کر کھاؤ یا الگ الگ تم پر کوئی پابندی نہیں۔

مہمان نوازی سے متعلق احادیث

آیت کے شانِ نزول سے معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ بڑے مہمان نواز ہوا کرتے تھے، اسی مناسبت سے یہاں مہمان نوازی سے متعلق 2 احادیث ملاحظہ ہوں۔

(1)......حضرت ابوشریح کعبی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ ’’جو شخص اللّٰہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، وہ مہمان کا اکرام کرے، ایک دن رات اس کا جائزہ ہے (یعنی ایک دن اس کی پوری خاطر داری کرے، اپنے مقدور بھر اس کے لیے تکلف کا کھانا تیار کرائے) اور ضیافت تین دن ہے (یعنی ایک دن کے بعد جو موجود ہو وہ پیش کرے) اور تین دن کے بعد صدقہ ہے، مہمان کے لیے یہ حلال نہیں کہ اس کے یہاں ٹھہرا رہے کہ اسے حرج میں ڈال دے۔‘‘[3]

(2)......حضرت ابوالاحوص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، کہتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، یہ فرمائیے کہ میں ایک شخص کے یہاں گیا، اس نے میری مہمانی نہیں کی، اب وہ میرے یہاں آئے تو اس کی مہمانی کروں یا بدلا دوں۔ ارشاد فرمایا: ’’بلکہ تم اس کی مہمانی کرو۔‘‘[4]

---

1 ......مدارك، النور، تحت الآية: ٦١، ص ٧٩١.

2 ......خازن، النور، تحت الآية: ٦١، ٣/٣٦٤.

3 ......بخاری، كتاب الادب، باب اكرام الضيف وخدمته ايّاه بنفسه، ٤/١٣٦، الحديث: ٦١٣٥.

4 ......ترمذی، كتاب البر والصلة، باب ما جاء فی الاحسان والعفو، ٣/٤٠٥، الحديث: ٢٠١٣.

یہاں آیت میں مل کر کھانا کھانے کا ذکر ہوا اس مناسبت سے مل کر کھانے کے 3 فضائل ملاحظہ ہوں:

(1)......حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''**مل کر کھاؤ اور الگ الگ نہ کھاؤ کیونکہ برکت جماعت کے ساتھ ہے۔**''[1]

(2)......**ایک مرتبہ صحابۂ کرام** رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ **نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: یارسولَ اللّٰہ!** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم کھانا تو کھاتے ہیں لیکن سیر نہیں ہوتے۔ ارشاد فرمایا: ''**تم الگ الگ کھاتے ہوگے۔**'' صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ نے عرض کی: جی ہاں! رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''**تم مل بیٹھ کر کھانا کھایا کرو اور کھاتے وقت بِسْمِ اللّٰہ پڑھ لیا کرو تمہارے لئے کھانے میں برکت دی جائے گی۔**''[2]

(3)......حضرت جابر بن عبد اللّٰہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''**اللّٰہ تعالٰی کو سب سے زیادہ پسند وہ کھانا ہے جسے کھانے والے زیادہ ہوں۔**''[3]

﴿فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُیُوْتًا: پھر جب گھروں میں داخل ہو۔﴾ ارشاد فرمایا کہ پھر جب گھروں میں داخل ہو تو اپنے لوگوں کو سلام کرو، یہ ملتے وقت کی اچھی دعا ہے اور اللّٰہ تعالٰی کے پاس سے مبارک پاکیزہ کلمہ ہے۔[4]

یہاں گھر میں داخل ہوتے وقت اہلِ خانہ کو سلام کرنے سے متعلق دو شرعی مسائل ملاحظہ ہوں:

(1)...... جب آدمی اپنے گھر میں داخل ہو تو اپنے اہلِ خانہ کو سلام کرے اور ان لوگوں کو جو مکان میں ہوں بشرطیکہ وہ مسلمان ہوں۔

(2)......اگر خالی مکان میں داخل ہو جہاں کوئی نہیں ہے تو کہے: ''**اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ**

---

1 ......ابن ماجه، كتاب الاطعمة، باب الاجتماع على الطعام، ۴/۲۱، الحديث: ۳۲۸۷

2 ......ابو داؤد، كتاب الاطعمة، باب فی الاجتماع على الطعام، ۳/۴۸۶، الحديث: ۳۷۶۴.

3 ......شعب الايمان، الثامن والستون من شعب الايمان...الخ، فصل فی التكلّف للضيف عند القدرة عليه، ۷/۹۸، الحديث: ۹۶۲۰.

4 ......خازن، النور، تحت الآية: ۶۱، ۳/۳۶۴.

عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَلسَّلَامُ عَلٰى اَهْلِ الْبَيْتِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ "حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ مکان سے یہاں مسجدیں مُراد ہیں ۔ امام نخعی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ جب مسجد میں کوئی نہ ہو تو کہے "اَلسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ [1]

ملاعلی قاری رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے شفا شریف کی شرح میں لکھا کہ خالی مکان میں سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر سلام عرض کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اہلِ اسلام کے گھروں میں روحِ اقدس جلوہ فرما ہوتی ہے۔ [2]

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰۤى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ یَذْهَبُوْا حَتّٰى یَسْتَاْذِنُوْهُؕ-اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖۚ-فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَؕ-اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ(۶۲)

ترجمۂ کنزالایمان: ایمان والے تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر یقین لائے اور جب رسول کے پاس کسی ایسے کام میں حاضر ہوئے ہوں جس کے لیے جمع کیے گئے ہوں تو نہ جائیں جب تک ان سے اجازت نہ لے لیں وہ جو تم سے اجازت مانگتے ہیں وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں پھر جب وہ تم سے اجازت مانگیں اپنے کسی کام کے لیے تو ان میں جسے تم چاہو اجازت دے دو اور ان کے لیے اللہ سے معافی مانگو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: ایمان والے تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائیں اور جب کسی ایسے کام پر رسول

---

1 ......الشفا، القسم الثاني، الباب الرابع في حكم الصلاة عليه، فصل في الموطن التي يستحبّ فيها الصلاة والسلام... الخ، ص٦٧، الجزء الثاني.

2 ......شرح الشفا، القسم الثاني، الباب الرابع في حكم الصلاة عليه والتسليم، فصل في الموطن التي يستحبّ فيها الصلاة والسلام، ٢/١١٨.

کے ساتھ ہوں جو انہیں (رسولُ اللّٰہ کی بارگاہ میں) جمع کرنے والا ہو تو اس وقت تک نہ جائیں جب تک ان سے اجازت نہ لے لیں۔ بیشک وہ جو آپ سے اجازت مانگتے ہیں وہی ہیں جو اللّٰہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں پھر (اے محبوب!) جب وہ اپنے کسی کام کے لیے آپ سے (جانے کی) اجازت مانگیں تو ان میں جسے تم چاہو اجازت دے دو اور ان کے لیے اللّٰہ سے معافی مانگو، بیشک اللّٰہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ: ایمان والے تو وہی ہیں۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت سے مقصود مخلص مؤمنوں کی تعریف اور منافقوں کی مذمت بیان کرنا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ ایمان والے تو وہی ہیں جو اللّٰہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لائیں اور جب کسی ایسے کام پر رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ ہوں جو انہیں رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں جمع کرنے والا ہو جیسے کہ جہاد، جنگی تدبیر، جمعہ، عیدین، مشورہ اور ہر اجتماع جو اللّٰہ تعالیٰ کے لئے ہو، تو اس وقت تک نہ جائیں جب تک ان سے اجازت نہ لے لیں یا وہ خود انہیں اجازت نہ دے دیں۔ بیشک وہ جو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے اجازت مانگتے ہیں وہی ہیں جو اللّٰہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لاتے ہیں، ان کا اجازت چاہنا فرمانبرداری کا نشان اور صحتِ ایمان کی دلیل ہے۔ پھر اے محبوب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جب وہ اپنے کسی کام کے لیے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے جانے کی اجازت مانگیں تو ان میں جسے تم چاہو اجازت دے دو اور ان کے لیے اللّٰہ تعالیٰ سے معافی مانگو، بیشک اللّٰہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔[1]

آیت ”اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ“ سے معلوم ہونے والے احکام

اس آیت سے چند باتیں معلوم ہوئیں۔

(1)......حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مجلس پاک کا ادب یہ ہے کہ وہاں سے اجازت کے بغیر نہ جائیں، اسی لئے اب بھی روضۂ مُطَہَّرہ پر حاضری دینے والے رخصت ہوتے وقت اَلْوِداعی سلام عرض کرتے ہوئے اجازت طلب کرتے ہیں۔

(2)......اس آیت سے دربارِ رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ادب بھی معلوم ہوا کہ آئیں بھی اجازت لے کر اور

[1] ......صاوی، النور، تحت الآیۃ: ۶۲، ۴/ ۱۴۲۰-۱۴۲۱، مدارک، النور، تحت الآیۃ: ۶۲، ص۷۹۲، ملتقطاً.

جائیں بھی اِذن حاصل کر کے، جیسا کہ غلاموں کا مولیٰ کے دربار میں طریقہ ہوتا ہے۔

(3)......سلطانِ کونین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دربار کے آداب خود ربِّ تعالیٰ سکھاتا ہے بلکہ اسی نے ادب کے قوانین بنائے۔

(4)......سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اجازت دینے یا نہ دینے میں مختار ہیں۔

(5)......حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شفاعت برحق ہے کہ ربِّ تعالیٰ نے حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو شفاعت کا حکم دیا ہے۔

(6)......اللّٰہ تعالیٰ مسلمانوں پر بڑا مہربان ہے کہ اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ان کے لئے دعائے خیر کا حکم دیتا ہے۔

(7)......ہر مؤمن سید المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شفاعت کا محتاج ہے کیونکہ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ جو اَولیاءُ اللّٰہ کے سردار ہیں ان کے متعلق شفاعت کا حکم دیا گیا تو اوروں کا کیا پوچھنا۔

(8)......اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ افضل یہی ہے کہ حاضر رہیں اور اجازت طلب نہ کریں۔ یاد رہے کہ اساتذہ ومشائخ اور دینی پیشواؤں کی مجلس سے بھی اجازت کے بغیر نہ جانا چاہیے۔

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ؕ قَدْ یَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ یَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْیَحْذَرِ الَّذِیْنَ یُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِیْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ یُصِیْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۶۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرا لو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے بیشک اللّٰہ جانتا ہے جو تم میں چپکے نکل جاتے ہیں کسی چیز کی آڑ لے کر تو ڈریں وہ جو رسول کے حکم کے خلاف کرتے ہیں کہ انہیں کوئی فتنہ پہنچے یا ان پر دردناک عذاب پڑے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (اے لوگو!) رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ بنالو جیسے تم میں سے کوئی دوسرے کو پکارتا ہے، بیشک اللہ ان لوگوں کو جانتا ہے جو تم میں سے کسی چیز کی آڑ لے کر چپکے سے نکل جاتے ہیں تو رسول کے حکم کی مخالفت کرنے والے اس بات سے ڈریں کہ انہیں کوئی مصیبت پہنچے یا انہیں دردناک عذاب پہنچے۔

﴿لَا تَجْعَلُوْا: نہ بنالو۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! میرے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ بنالو جیسے تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔ اس کا ایک معنی یہ ہے کہ اے لوگو! میرے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے پکارنے کو آپس میں ایسا معمولی نہ بنالو جیسے تم میں سے کوئی دوسرے کو پکارتا ہے کیونکہ جسے رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پکاریں اس پر جواب دینا اور عمل کرنا واجب اور ادب سے حاضر ہونا لازم ہو جاتا ہے اور قریب حاضر ہونے کے لئے اجازت طلب کرے اور اجازت سے ہی واپس ہو۔ **دوسرا معنی** یہ ہے کہ اے لوگو! میرے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا نام لے کر نہ پکارو بلکہ تعظیم، تکریم، توقیر، نرم آواز کے ساتھ اور عاجزی و انکساری سے انہیں اس طرح کے الفاظ کے ساتھ پکارو: **یَارَسُوْلَ اللّٰہِ، یَانَبِیَّ اللّٰہِ، یَاحَبِیْبَ اللّٰہِ، یَااِمَامَ الْمُرْسَلِیْنَ، یَارَسُوْلَ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، یَاخَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ۔** اس آیت سے **معلوم ہوا** کہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ظاہری حیاتِ طیبہ میں اور وصالِ ظاہری کے بعد بھی انہیں ایسے الفاظ کے ساتھ نِدا کرنا جائز نہیں جن میں ادب و تعظیم نہ ہو۔ **یہ بھی معلوم ہوا** کہ جس نے بارگاہِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو حقیر سمجھا وہ کافر ہے اور دنیا و آخرت میں ملعون ہے۔[1]

اسی لئے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ''یا محمد'' کہہ کر پکارنے کی اجازت نہیں۔ لہٰذا اگر کسی نعت وغیرہ میں اس طرح لکھا ہوا ملے تو اسے تبدیل کر دینا چاہیے۔

نوٹ: حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ''یا محمد'' کہہ کر پکارنے سے **متعلق مزید تفصیل** ''صراط الجنان'' کی جلد **1**، صفحہ **48** پر ملاحظہ فرمائیں۔

﴿قَدْ یَعْلَمُ اللّٰہُ: بیشک اللہ جانتا ہے۔﴾ شانِ نزول: جمعہ کے دن منافقین پر مسجد میں ٹھہر کر نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

1 ......بیضاوی، النور، تحت الآیة: ٦٣، ٤ /٢٠٣، خازن، النور، تحت الآیة: ٦٣، ٣ /٣٦٥، صاوی، النور، تحت الآیة: ٦٣، ٤ /١٤٢١، ملتقطاً.

وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے خطبے کا سننا گراں ہوتا تھا تو وہ چپکے چپکے، آہستہ آہستہ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کی آڑ لے کر سرکتے سرکتے مسجد سے نکل جاتے تھے، اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک اللّٰہ تعالیٰ ان لوگوں کو جانتا ہے جو تم میں سے کسی چیز کی آڑ لے کر چپکے سے نکل جاتے ہیں تو میرے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے حکم سے اِعراض کرنے والے اور ان کی اجازت کے بغیر چلے جانے والے اس بات سے ڈریں کہ انہیں دنیا میں تکلیف، قتل، زلزلے، ہولناک حوادث، ظالم بادشاہ کا مُسلَّط ہونا یا دل کا سخت ہو کر معرفتِ الٰہی سے محروم رہنا وغیرہ کوئی مصیبت پہنچے یا انہیں آخرت میں دردناک عذاب پہنچے۔ [1]

اَلَاۤ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ قَدْ یَعْلَمُ مَاۤ اَنْتُمْ عَلَیْهِؕ وَ یَوْمَ یُرْجَعُوْنَ اِلَیْهِ فَیُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْاؕ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ۠ (۶۴)

ع ٩ ١٥

ترجمۂ کنزالایمان: سُن لو بیشک اللّٰہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، بیشک وہ جانتا ہے جس حال پر تم ہو اور اس دن کو جس میں اس کی طرف پھیرے جائیں گے تو وہ انہیں بتادے گا جو کچھ انہوں نے کیا، اور اللّٰہ سب کچھ جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: سُن لو! بیشک اللّٰہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، بیشک وہ جانتا ہے جس حال پر تم ہو اور اس دن کو (جانتا ہے) جس میں لوگ اس کی طرف پھیرے جائیں گے تو وہ انہیں بتادے گا جو کچھ انہوں نے کیا اور اللّٰہ ہر شے کو جاننے والا ہے۔

﴿ اَلَا: سُن لو!﴾ اس آیت میں اللّٰہ تعالیٰ نے اپنی عظمت و شان بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ سن لو! جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب کا مالک اللّٰہ تعالیٰ ہی ہے، بیشک وہ تمہارے ہر اُس حال کو جانتا ہے جس پر تم ہو یعنی ایمان پر ہو یا نفاق پر اور وہ اس دن کو جانتا ہے جس میں لوگ اس کی طرف جزا کے لئے پھیرے جائیں گے اور وہ دن روزِ قیامت ہے تو وہ انہیں بتادے گا جو کچھ اچھا بُرا عمل انہوں نے کیا اور اللّٰہ تعالیٰ ہر شے کو جاننے والا ہے اس سے کچھ چھپا نہیں۔ [2]

1 ......خازن، النور، تحت الآیة: ٦٣، ٣/٣٦٥، مدارك، النور، تحت الآیة: ٦٣، ص٧٩٢، ملتقطاً.

2 ......خازن، النور، تحت الآیة: ٦٤، ٣/٣٦٥، مدارك، النور، تحت الآیة: ٦٤، ص٧٩٣، ملتقطاً.

سُوْرَةُ الفُرْقَان

سورۂ فرقان کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ فرقان مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ [1]

آیات، کلمات اور حروف کی تعداد

اس میں **6** رکوع، **77** آیتیں، **892** کلمے اور **3730** حرف ہیں۔ [2]

’’فرقان‘‘ نام رکھنے کی وجہ

اس سورت کی پہلی آیت میں لفظ ’’اَلْفُرْقَانَ‘‘ مذکور ہے، اس مناسبت سے اس سورت کا نام ’’سورۂ فرقان‘‘ رکھا گیا ہے۔

سورۂ فرقان کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں اللّٰہ تعالیٰ نے توحید، نبوت اور قیامت کے احوال کے بارے میں بیان فرمایا، نیز اس میں یہ مضامین بیان کئے گئے ہیں۔

(1)......اس سورت کی ابتداء میں اللّٰہ تعالیٰ کی تعریف وثنا، اس کی عظمت وشان، اولاد اور شریک سے رب تعالیٰ کے پاک ہونے کو بیان کیا گیا۔

(2)......بتوں کے مجبور اور بے بس ہونے کو واضح کیا گیا۔

(3)......قرآنِ پاک پر اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر کفار کے اعتراضات ذکر کر کے ان کا رَد کیا گیا۔

(4)......قیامت کے دن کو جھٹلانے والے کافروں کی ہولناک سزا بیان کی گئی۔

(5)......مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے، کفار کے اعمال ضائع جانے اور شرک کرنے کی وجہ سے ان کے نادم

1 ......خازن، تفسير سورة الفرقان، ٣/٣٦٥.

2 ......خازن، تفسير سورة الفرقان، ٣/٣٦٥.

ہونے کو بیان کیا گیا۔

(6)...... نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تسلی کے لئے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم، حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم، عاد، ثمود، اَصحابُ الرَّس اور حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کے واقعات بیان کئے گئے کہ ان لوگوں نے بھی اپنے انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بہت ستایا اور اذیتیں دیں، انہیں جھٹلایا اور ان کی نافرمانیاں کیں اس لئے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اپنی قوم کے کفار کے جھٹلانے سے غمزدہ نہ ہوں یہ کفار کا پرانا دستور ہے۔

(7)...... اللہ تعالیٰ کی مختلف مصنوعات سے اس کی وحدانیت اور قدرت پر دلائل قائم کئے گئے۔

(8)...... اللہ تعالیٰ پر توکُّل کرنے والے اور اس کی راہ میں تکلیفیں برداشت کرنے والے مؤمنین کی تعریف بیان کی گئی اور یہ بتایا گیا ہے کہ جھٹلانے والوں پر عنقریب عذاب نازل ہوگا۔

سورۂ نور کے ساتھ مناسبت

سورۂ فرقان کی اپنے سے ماقبل سورت ''نور'' کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سورۂ نور کے آخر میں بیان کیا گیا کہ زمین وآسمان اور ان میں موجود تمام چیزوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہے اور سورۂ فرقان کی ابتداء میں زمین وآسمان کے مالک رب تعالیٰ کی عظمت وشان بیان کی گئی کہ وہ اولاد سے پاک ہے اور اس کی ملکیت میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ نیز سورۂ نور میں تین طرح کے دلائل سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو ثابت کیا گیا (1) آسمان اور زمین کے احوال سے۔ (2) بارش نازل ہونے، اولے برسنے اور برف باری ہونے سے۔ (3) حیوانات کے احوال سے، جبکہ سورۂ فرقان میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر دلالت کرنے والی تمام مخلوقات کو بیان کیا گیا ہے جیسے سائے کا پھیلنا، دن اور رات، ہوا اور پانی، جانور اور انسان، سمندروں کا بہنا، انسان کی پیدائش، نسبی اور سُسرالی رشتوں کا تقرُّر، 6 دن میں زمین وآسمان کی پیدائش، عرش پر اِستواء، آسمانوں میں بُروج، سورج چاند اور اسی طرح کی دیگر چیزیں بیان کی گئیں ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ کے واحد ویکتا ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان ، رحمت والا ہے۔

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًاۙ (۱)

ترجمۂ کنزالایمان: بڑی برکت والا ہے وہ کہ جس نے اُتارا قرآن اپنے بندہ پر جو سارے جہان کو ڈر سُنانے والا ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ (اللہ) بڑی برکت والا ہے جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل فرمایا تاکہ وہ تمام جہان والوں کو ڈر سُنانے والا ہو۔

﴿تَبٰرَكَ: وہ (اللہ) بڑی برکت والا ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ وہ اللہ بڑی برکت والا ہے جس نے اپنے خاص بندے اور اپنے حبیب، انبیاء کے سردار، محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر حق اور باطل کے درمیان فرق کر دینے والا قرآن نازل فرمایا تاکہ وہ اس کے ذریعے تمام جہان والوں کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے پر اس کے عذاب کا ڈر سُنانے والے ہوں۔[1]

﴿لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا: تاکہ وہ تمام جہان والوں کو ڈر سُنانے والا ہو۔﴾ آیت کے اس حصے میں حضور سید المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رسالت عام ہونے کا بیان ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ساری مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے، خواہ جن ہوں یا بشر، فرشتے ہوں یا دیگر مخلوقات، سب آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اُمتی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز کو عالَم کہتے ہیں اور اس میں یہ سب داخل ہیں۔

نیز مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ کَافَّۃً''، یعنی میں تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔[2]

علامہ علی قاری رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اس کی شرح میں فرماتے ہیں: ''یعنی تمام موجودات کی طرف (رسول بنا کر بھیجا

1 ......روح البیان، الفرقان، تحت الآیۃ: ۱، ۶/۱۸۷-۱۸۸.

2 ......مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، ص۲۶۶، الحدیث: ۵(۵۲۳).

گیا ہوں، خواہ) جن ہوں یا انسان یا فرشتے یا حیوانات یا جمادات۔‘‘[1]

الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّ لَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَ خَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِیْرًا ﴿۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جس کے لیے ہے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اوراس نے نہ اختیار فرمایا بچہ اوراس کی سلطنت میں کوئی ساجھی نہیں اس نے ہر چیز پیدا کر کے ٹھیک اندازہ پر رکھی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ جس کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے اوراس نے نہ اولاد اختیار فرمائی اور نہ اس کی سلطنت میں کوئی اس کا شریک ہے اوراس نے ہر چیز کو پیدا فرمایا پھر اسے ٹھیک اندازے پر رکھا۔

﴿اَلَّذِیْ لَهٗ: وہ جس کے لیے ہے۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی پانچ صفات بیان ہوئی ہیں:

(1)......آسمانوں اور زمین کی بادشاہت خالصتاً اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔

(2)......اللہ تعالیٰ نے اولاد اختیار نہ فرمائی۔اس میں ان یہودیوں اور عیسائیوں کا رَد ہے جو حضرت عزیز اور حضرت عیسیٰ عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں، مَعَاذَ اللہ عَزَّوَجَلَّ۔

(3)......اللہ تعالیٰ کی سلطنت میں کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔اس میں بت پرستوں کا رَد ہے جو بتوں کو خدا کا شریک ٹھہراتے ہیں۔

(4)......ہر چیز کو صرف اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا۔

(5)......ہر چیز کو اس کے حال کے مطابق ٹھیک اندازے پر رکھا۔[2]

1......مرقاة المفاتيح، كتاب الفضائل، باب فضائل سيّد المرسلين صلوات الله و سلامه عليه، الفصل الاول، ١٠ / ١٤، تحت الحديث: ٥٧٤٨.

2......خازن، الفرقان، تحت الآية: ٢، ٣٦٦/٣، ملخصاً.

وَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً لَّا یَخْلُقُوْنَ شَیْــٴًـا وَّ هُمْ یُخْلَقُوْنَ وَ لَا یَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا وَّ لَا یَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّ لَا حَیٰوةً وَّ لَا نُشُوْرًا ﴿۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور لوگوں نے اس کے سوا اور خدا ٹھہرا لیے کہ وہ کچھ نہیں بناتے اور خود پیدا کیے گئے ہیں اور خود اپنی جانوں کے بُرے بھلے کے مالک نہیں اور نہ مرنے کا اختیار نہ جینے کا نہ اُٹھنے کا۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور لوگوں نے اس کے سوا بہت سے معبود بنالئے جو کسی شے کو پیدا نہیں کرتے بلکہ خود انہیں بنایا جاتا ہے اور وہ اپنے لئے کسی نقصان اور نفع کے مالک نہیں ہیں اور نہ وہ کسی کی موت اور زندگی کے اور نہ مرنے کے بعد کسی کو دوبارہ زندہ کرنے کا اختیار رکھتے ہیں۔

﴿وَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً: اور لوگوں نے اس کے سوا بہت سے معبود بنالئے۔﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے جو معبود، خالق، مالک اور قادر ہونے میں یکتا ہے، بت پرست اس کی عبادت کرنے پر بتوں کی عبادت کرنے کو ترجیح دے رہے ہیں حالانکہ وہ بت ایسے عاجز اور بے قدرت ہیں کہ کسی شے کو پیدا ہی نہیں کر سکتے بلکہ خود انہیں بنایا جاتا ہے اور وہ اپنے آپ سے کوئی ضَرَر دُور کرنے کی طاقت رکھتے ہیں نہ ہی خود کو کوئی نفع پہنچا سکتے ہیں، کسی کو موت اور زندگی دینے کے مالک ہیں نہ کسی کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے کا اختیار رکھتے ہیں۔ (1)

مسلمان ولیوں کے مزارات کا احترام کرتے ہیں پوجا نہیں

یاد رہے کہ مشہور اور مُعْتَبَر تمام مفسرین نے نقصان دُور نہ کر سکنے اور نفع نہ پہنچا سکنے کا وصف بتوں کے لئے ثابت کیا ہے کسی نے بھی اس سے اللہ تعالیٰ کے اولیاء کے مزارات مراد نہیں لئے، فی زمانہ بعض لوگ اس آیت سے اللہ تعالیٰ کے اولیاء کے مزارات مراد لیتے ہیں جو کہ انتہائی غلط اور قرآنی آیات کے معنی اپنی رائے سے گھڑنے کے مُتَرادِف ہے۔

1 ......مدارك، الفرقان، تحت الآية: ۳، ص ۷۹۵.

بتوں کے بارے میں نازل ہونے والی آیتیں انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام یا اولیاءِ عظام رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِم پر چسپاں کرنا خارجیوں کا طریقہ ہے۔ مسلمان ولیوں کے مزارات کا احترام کرتے ہیں پوجتے ہرگز نہیں، احترام اور پوجنے میں بڑا فرق ہے۔

وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اِفْكُ ﰳافْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ عَلَیْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ۛۚ فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا ۚۛ﴿۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کافر بولے یہ تو نہیں مگر ایک بہتان جو انہوں نے بنالیا ہے اور اس پر اور لوگوں نے انہیں مدد دی ہے بیشک وہ ظلم اور جھوٹ پر آئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کافروں نے کہا: یہ قرآن تو صرف ایک بڑا جھوٹ ہے جو انہوں نے خود بنالیا ہے اور اس پر دوسرے لوگوں نے (بھی) ان کی مدد کی ہے تو بیشک وہ (کافر) ظلم اور جھوٹ پر آگئے ہیں۔

﴿وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا: اور کافروں نے کہا۔﴾ اس سے پہلی آیات میں اللّٰہ تعالیٰ کی وحدانیت کے بارے میں کلام کیا گیا اور اس کے بعد بت پرستوں کا رَد کیا گیا اور اب یہاں سے قرآنِ مجید اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت پر کفار کی طرف سے ہونے والے اعتراضات ذکر کرکے ان کا جواب دیا جا رہا ہے۔ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ نضر بن حارث اور اس کے ساتھیوں نے قرآنِ کریم کے بارے میں کہا کہ یہ قرآن تو صرف ایک بڑا جھوٹ ہے جو رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے خود بنالیا ہے اور اس پر یہودیوں اور عداس و یسار وغیرہ اہلِ کتاب نے بھی ان کی مدد کی ہے۔ اللّٰہ تعالیٰ نے ان کے رَد میں ارشاد فرمایا کہ وہ یعنی نضر بن حارث وغیرہ مشرکین جو یہ بے ہودہ بات کہہ رہے ہیں، ظلم اور جھوٹ پر آگئے ہیں کیونکہ انہوں نے اپنی مثل لانے سے عاجز کر دینے والے کلام کو یہودیوں کے تعاون سے گھڑا ہوا جھوٹ کہا اور اس مقدس کلام کی طرف وہ بات منسوب کی جو اس کی شان کے لائق ہی نہیں۔ (1)

(1) ......روح البیان، الفرقان، تحت الآیۃ: ۴، ۶/۱۸۹-۱۹۰، خازن، الفرقان، تحت الآیۃ: ۴، ۳/۳۶۶، ملتقطاً۔

وَقَالُوْۤا اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِیَ تُمْلٰى عَلَیْهِ بُكْرَةً وَّ اَصِیْلًا ﴿۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بولے اگلوں کی کہانیاں ہیں جو انہوں نے لکھ لی ہیں تو وہ ان پر صبح و شام پڑھی جاتی ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کافروں نے کہا: (یہ قرآن) پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں جو اس (نبی) نے کسی سے لکھوالی ہیں تو یہی ان پر صبح و شام پڑھی جاتی ہیں۔

﴿وَقَالُوْۤا: اور کافروں نے کہا۔﴾ یعنی وہی مشرکین قرآنِ کریم کے بارے میں یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ قرآن اللّٰہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں بلکہ رستم و اسفندیار وغیرہ کے قصوں کی طرح پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں جو رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے کسی سے لکھوالی ہیں، کیونکہ کسی سے پڑھے ہوئے نہ ہونے کی وجہ سے یہ خود لکھ نہیں سکتے، اس لئے دوسروں سے لکھوالی ہیں، پھر یہی کہانیاں ان پر صبح و شام پڑھی جاتی ہیں تاکہ سُن سُن کر انہیں یاد ہو جائیں اور جب آپ کو یاد ہو جاتی ہیں تو وہی کہانیاں ہمیں سُنا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللّٰہ تعالیٰ کی وحی ہے۔[1]

قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِیْ یَعْلَمُ السِّرَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴿۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ اسے تو اس نے اُتارا ہے جو آسمانوں اور زمین کی ہر چھپی بات جانتا ہے بیشک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: اسے تو اُس نے نازل فرمایا ہے جو آسمانوں اور زمین کی ہر بات جانتا ہے، بیشک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

1 ......خازن، الفرقان، تحت الآية: ٥، ٣/٣٦٦، روح البيان، الفرقان، تحت الآية: ٥، ٦/١٩٠، ملتقطاً.

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ اللہ تعالیٰ نے کفار کا رد کرتے ہوئے فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان کفار سے فرمادیں کہ اس قرآن کو تو اس اللہ عَزَّوَجَلَّ نے نازل فرمایا ہے جو آسمانوں اور زمین کی ہر بات جانتا ہے، یعنی قرآنِ کریم غیبی علوم پر مشتمل ہے اور یہ اس بات کی صریح دلیل ہے کہ قرآنِ پاک غیبوں کو جاننے والے رب تعالیٰ کی طرف سے ہے۔(1)

﴿اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا: بیشک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔﴾ یعنی اے کافرو! تم نے قرآنِ مجید کے بارے میں جو بات کہی اس کی وجہ سے تم اللہ تعالیٰ کے عذاب کے مستحق ہوگئے اور اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب دینے پر کامل قدرت بھی رکھتا ہے لیکن اس نے تم پر مہربانی کرتے ہوئے فوری عذاب نازل نہیں فرمایا بلکہ تمہیں مہلت دی تاکہ تم اپنی بات سے رجوع اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرسکو، اگر تم نے ایسا کرلیا تو وہ تمہیں بخشنے والا مہربان ہے۔(2)

وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ یَاْكُلُ الطَّعَامَ وَ یَمْشِیْ فِی الْاَسْوَاقِؕ لَوْ لَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مَلَكٌ فَیَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِیْرًاۙ(۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بولے اس رسول کو کیا ہوا کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے کیوں نہ اُتارا گیا ان کے ساتھ کوئی فرشتہ کہ ان کے ساتھ ڈر سناتا۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور کافروں نے کہا: اس رسول کو کیا ہوا؟ کہ یہ کھانا بھی کھاتا ہے اور بازاروں میں بھی چلتا پھرتا ہے، اس کی طرف کوئی فرشتہ کیوں نہ اُتار دیا گیا جو اس کے ساتھ (لوگوں کو) ڈرانے والا ہوتا؟

﴿وَقَالُوْا: اور کافروں نے کہا۔﴾ اس آیت سے کفار کی جانب سے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت پر ہونے والے اِعتراضات کو ذکر کیا گیا ہے۔ چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کفارِ قریش نے کعبہ شریف کے نزدیک

1 ......مدارك، الفرقان، تحت الآية: ٦، ص٧٩٥.

2 ......روح البيان، الفرقان، تحت الآية: ٦، ٦/١٩٠، ملخصاً.

جمع ہو کر یہ کہا: اس رسول کو کیا ہوا کہ یہ ہماری طرح کھانا بھی کھاتا ہے اور ہماری طرح رزق کی تلاش میں بازاروں میں بھی چلتا پھرتا ہے۔ اس سے ان کافروں کی مراد یہ تھی کہ اگر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نبی ہوتے تو نہ کھاتے، نہ بازاروں میں چلتے اور یہ بھی نہ ہوتا تو ان کی طرف اِن کی تائید کیلئے کوئی فرشتہ کیوں نہ اُتار دیا گیا جو ان کے ساتھ ہوتا اور لوگوں کو ان کی اطاعت کا کہتا ہے اور نافرمانی سے ڈراتا نیز اِن کی تصدیق کرتا اور ان کی نبوت کی گواہی دیتا۔[1]

اَوْ یُلْقٰۤى اِلَیْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ یَّاْكُلُ مِنْهَاؕ وَ قَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ﴿۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یا غیب سے انہیں کوئی خزانہ مل جاتا یا ان کا کوئی باغ ہوتا جس میں سے کھاتے اور ظالم بولے تم تو پیروی نہیں کرتے مگر ایک ایسے مرد کی جس پر جادو ہوا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یا اس کی طرف کوئی (غیبی) خزانہ ڈال دیا جاتا یا اس کا کوئی باغ ہوتا جس میں سے یہ کھاتا؟ اور ظالموں نے کہا: تم تو پیروی نہیں کرتے مگر ایک ایسے مرد کی جس پر جادو ہوا۔

﴾اَوْ یُلْقٰۤى: یا ڈال دیا جاتا۔﴿ اس آیت میں رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بارے میں کفارِ قریش کی مزید بیہودہ باتیں بیان کی گئیں کہ انہوں نے کہا: ان کی طرف آسمان سے کوئی خزانہ ڈال دیا جاتا اور یہ معاش کے حصول سے بے نیاز ہو جاتے، اور اگر انہیں کوئی خزانہ نہیں ملنا تھا تو کم از کم ان کا کوئی باغ تو ہوتا جس میں سے یہ مالداروں کی طرح کھاتے۔[2]

اللہ تعالیٰ کی عطا سے حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ زمین کے خزانوں کے مالک ہیں

یاد رہے کہ ان سب باتوں سے کفار کا منشا یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو کھانے

---

1 ......صاوی، الفرقان، تحت الآیة: ۷، ٤ / ١٤٢٥، روح البیان، الفرقان، تحت الآیة: ۷، ٦/١٩١، مدارك، الفرقان، تحت الآیة: ۷-۸، ص٧٩٦، ملتقطاً.

2 ......روح البیان، الفرقان، تحت الآیة: ۸، ٦/١٩٢.

پینے سے بے نیاز کیوں نہ کردیا، یا توانہیں کھانا کھانے کی حاجت ہی نہ ہوتی، اگرتھی تو غیبی خزانے ان پر آجاتے جس سے انہیں کمانے کی ضرورت نہ ہوتی، یہ بھی انہوں نے ظاہر کے لحاظ سے کہہ دیا، ورنہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے حضورِاقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے قبضہ میں غیبی خزانے تھے اور حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جنتی باغوں پر قابض بھی تھے، چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ”اِنَّاۤ اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ“ ہم نے آپ کوکوثر بخش دیا۔[1]

اور حضورِاکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ خود فرماتے ہیں: ”اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ“ مجھے زمینی خزانوں کی کنجیاں عطا فرمادی گئیں۔[2]

اور فرماتے ہیں کہ ”اگر میں چاہوں تو میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلا کریں۔“[3]

اور فرماتے ہیں کہ میں نے (دورانِ نماز قبلہ کی دیوار میں) جنّت دیکھی اور اس سے ایک خوشہ لینا چاہا اور اگر لے لیتا تو جب تک دنیا باقی رہتی تم اس سے کھاتے۔[4]

مگر چونکہ کفار کے سامنے ان چیزوں کا ظہور نہ تھا اس لئے کفار ایسی باتیں کہا کرتے تھے۔

﴿وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ: اور ظالموں نے کہا۔﴾ کفار کے بارے میں مزید ارشاد فرمایا کہ انہوں نے مسلمانوں سے کہا: تم ایک ایسے مرد کی پیروی کرتے ہو جس پر جادو ہے اور مَعَاذَ اللہ ان کی عقل ٹھکانے پر نہیں ہے۔[5]

اس سے معلوم ہوا کہ کفار کو خود اپنی بات پر قرار نہ تھا کبھی حضورِاقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو جادوگر کہتے تھے اور کبھی کہتے کہ ان پر جادو کیا گیا ہے۔ کبھی شاعر کہتے، کبھی کاہن، وہ خود اپنے قول سے جھوٹے تھے۔

اُنْظُرْ كَیْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ سَبِیْلًا ﴿۹﴾ ع ۱ / ۱۶

ترجمۂ کنزالایمان: اے محبوب دیکھو کیسی کہاوتیں تمہارے لیے بنارہے ہیں تو گمراہ ہوئے کہ اب کوئی راہ نہیں پاتے۔

---

1 ...... کوثر: ۱.

2 ...... بخاری، کتاب الجنائز، باب الصلاة علی الشهید، ۱/ ۴۵۲، الحدیث: ۱۳۴۴.

3 ...... شرح السنه، کتاب الفضائل، باب تواضعه صلی الله علیه وسلم، ۷/ ۴۰، الحدیث: ۳۵۷۷.

4 ...... بخاری، کتاب الاذان، باب رفع البصر الی الامام فی الصلاة، ۱/ ۲۶۵، الحدیث: ۷۴۸.

5 ...... جلالین، الفرقان، تحت الآیة: ۸، ص۳۰۳.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے حبیب! دیکھوتمہارے لئے کیسی مثالیں بیان کررہے ہیں تو یہ گمراہ ہوگئے ہیں کہ اب انہیں کسی راہ کی طاقت نہیں۔

﴿ اُنْظُرْ كَیْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ: دیکھوتمہارے لئے کیسی مثالیں بیان کررہے ہیں۔﴾ اس سے اوپر والی آیات میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بارے میں بیان کی گئی کفار کی بیہودہ باتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ دیکھیں کہ یہ کفار آپ کے بارے میں کیسی عجیب وغریب اور عقل سے خارج باتیں کررہے ہیں اور یہ باتیں عجیب ہونے کی وجہ سے کہاوتوں کی طرح ہیں اور انہوں نے آپ کے لئے کیسے احوال گھڑ لئے ہیں جن کا واقع ہونا ہی بعید ہے۔ یہ لوگ آپ کی شان سے جاہل اور آپ کے جمال سے غافل ہیں کہ انہوں نے جادو کئے ہوئے اور محتاج کے ساتھ آپ کو تشبیہ دے دی حالانکہ جادو کیا ہوا اور محتاج شخص کبھی بھی رسول ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا، اسی وجہ سے یہ لوگ واضح طور پر حق سے گمراہ ہوگئے اور اب انہیں ہدایت کی کسی راہ کی طاقت نہیں اور اپنی گمراہی سے نکلنے کا ان کے پاس کوئی راستہ نہیں۔ [1]

تَبٰرَكَ الَّذِیْۤ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَیْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُۙ وَ یَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا ﴿۱۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بڑی برکت والا ہے وہ کہ اگر چاہے تو تمہارے لیے بہت بہتر اس سے کردے جنتیں جن کے نیچے نہریں بہیں اور کردے تمہارے لیے اُونچے اُونچے محل۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ (اللہ) بڑی برکت والا ہے جو اگر چاہے تو تمہارے لیے اس سے بہتر بنادے، وہ باغات جن کے نیچے نہریں جاری ہوں اور تمہارے لئے بلند و بالا محلات بنادے۔

---

1 ......روح لبیان، الفرقان، تحت الآیۃ: ۹، ۶/۱۹۲، ملخصاً.

﴿اِنْ شَآءَ: اگر چاہے۔﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادِر ہے کہ وہ اگر چاہے تو اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، تمہارے لیے کافروں کے ان بیان کردہ خزانوں اور باغات سے بہتر چیزیں عطا فرما دے اور دنیا میں ایسے باغات بنا دے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں اور تمہارے لئے بلند و بالا محلات بنا دے لیکن اللہ تعالیٰ چونکہ اپنی مَشِیَّت اور بندوں کی مَصلحت کے مطابق ان کے معاملات کی تدبیر فرماتا ہے اس لئے اس کے کام پر کسی کو اعتراض کا حق حاصل نہیں۔ (1)

حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے دنیا کے مال و دولت پر فقر کو ترجیح دی

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا مقام اتنا بلند ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہے تو آپ کو دنیا کی بڑی سے بڑی نعمتیں اور اعلیٰ سے اعلیٰ آسائشیں عطا فرما دے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے لئے دنیا کی زیب و زینت اور اس کی آسائشوں کو پسند نہیں فرمایا اور حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے بھی دنیا میں فقر کو ترجیح دی، اسی سلسلے میں 2 احادیث ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت اُمِّ سلیم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: میں حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ایک زوجہ محترمہ کے حجرے میں تھی اور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بھی اپنی زوجہ محترمہ کے پاس تھے کہ ایک شخص حاضر ہوا اور اس نے آپ سے حاجت مند ہونے کی شکایت کی۔ آپ نے اس سے ارشاد فرمایا: ''تم صبر کرو، خدا کی قسم! محمد (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) کی آل کے پاس سات دن سے کچھ نہیں ہے اور (ان کے گھروں میں) تین دن سے ہنڈیا کے نیچے آگ نہیں جلائی گئی، اللہ کی قسم! اگر میں اللہ تعالیٰ سے تہامہ کے تمام پہاڑوں کو سونا بنا دینے کا سوال کروں تو وہ ان سب پہاڑوں کو ضرور سونا بنا دے گا۔'' (2)

(2)......اُمُّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: میں نے عرض کی: یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کیا آپ اللہ تعالیٰ سے کھانا نہیں مانگتے کہ وہ آپ کو عطا کرے؟ آپ فرماتی ہیں کہ میں رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بھوک کو دیکھ کر رو پڑی تھی۔ حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اے عائشہ!

1......جلالین، الفرقان، تحت الآیۃ: ۱۰، ص۳۰۳، تفسیر کبیر، الفرقان، تحت الآیۃ: ۱۰، ۸/۴۳۵، ملتقطاً۔

2......مجمع الزوائد، کتاب الزھد، باب فی عیش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والسلف، ۱۰/۵۸۳، الحدیث: ۱۸۲۸۶۔

رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا، اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، اگر میں اللہ تعالیٰ سے سوال کروں کہ وہ دنیا کے پہاڑوں کو سونے کا بنا کر میرے ساتھ چلائے تو میں زمین میں جہاں جاؤں اللہ تعالیٰ وہیں پہاڑوں کو سونا بنا کر میرے ساتھ چلا دے گا لیکن میں نے دنیا کی بھوک کو اس کے سیر ہونے پر، دنیا کے فقر کو اس کی مالداری پر اور اس کے غم کو اس کی خوشی پر ترجیح دی ہے، اے عائشہ! رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا، دنیا محمد (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) اور اِن کی آل کے لیے مناسب نہیں۔‘‘(1)

بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ ۫ وَ اَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِیْرًا ﴿۱۱﴾ اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۭ بَعِیْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَیُّظًا وَّ زَفِیْرًا ﴿۱۲﴾ وَ اِذَاۤ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَیِّقًا مُّقَرَّنِیْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ﴿۱۳﴾ لَا تَدْعُوا الْیَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّ ادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِیْرًا ﴿۱۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بلکہ یہ تو قیامت کو جھٹلاتے ہیں اور جو قیامت کو جھٹلائے ہم نے اس کے لیے تیار کر رکھی ہے بھڑکتی ہوئی آگ۔ جب وہ انہیں دُور جگہ سے دیکھے گی تو سُنیں گے اس کا جوش مارنا اور چنگھاڑنا۔ اور جب اس کی کسی تنگ جگہ میں ڈالے جائیں گے زنجیروں میں جکڑے ہوئے تو وہاں موت مانگیں گے۔ فرمایا جائے گا آج ایک موت نہ مانگو اور بہت سی موتیں مانگو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بلکہ انہوں نے قیامت کو جھٹلایا ہے اور ہم نے قیامت کو جھٹلانے والوں کیلئے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔ جب وہ آگ انہیں دُور کی جگہ سے دیکھے گی تو کافر اس کا جوش مارنا اور چنگھاڑنا سُنیں گے۔ اور جب انہیں اس آگ کی کسی تنگ جگہ میں زنجیروں میں جکڑ کر ڈالا جائے گا تو وہاں موت مانگیں گے۔ (فرمایا جائے گا) آج ایک موت

1 ......احیاء علوم الدین، کتاب الفقر والزهد، الشطر الثانی، فضیلة الزهد، ٢٧٣/٤.

نہ مانگو اور بہت سی موتیں مانگو۔

﴿بَلْ: بلکہ۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ان کافروں نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شان میں گستاخیاں ہی نہیں کیں بلکہ انہوں نے قیامت کو بھی جھٹلایا ہے اور ہم نے قیامت کو جھٹلانے والوں کیلئے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔[1]

﴿اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۭ بَعِیْدٍ: جب وہ آگ انہیں دُور کی جگہ سے دیکھے گی۔﴾ ارشاد فرمایا کہ جب وہ بھڑکتی ہوئی آگ انہیں دُور کی جگہ سے دیکھے گی تو اس قدر جوش مارے گی کہ کافر اس کا جوش مارنا اور چنگھاڑنا سُنیں گے۔ دُور کی جگہ سے مراد ایک برس کی راہ ہے اور بعض مفسرین کے نزدیک سو برس کی راہ مراد ہے اور آگ کا دیکھنا کچھ بعید نہیں، اللّٰہ تعالٰی چاہے تو اس کو حیات، عقل اور دیکھنے کی صلاحیت عطا فرما دے۔ بعض مفسرین کے نزدیک اس سے جہنم میں مامور فرشتوں کا دیکھنا مراد ہے۔[2]

﴿وَ اِذَاۤ اُلْقُوْا: اور جب انہیں ڈالا جائے گا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب ان کفار کو اس آگ کی کسی تنگ جگہ میں جو انتہائی کرب و بے چینی پیدا کرنے والی ہو، زنجیروں میں جکڑ کر اس طرح ڈالا جائے گا کہ اُن کے ہاتھ گردنوں سے ملا کر باندھ دیئے گئے ہوں یا اس طرح کہ ہر ہر کافر اپنے اپنے شیطان کے ساتھ زنجیروں میں جکڑا ہوا ہو، تو وہ وہاں موت مانگیں گے اور ''وَاثُبُوْرَاهُ، وَاثُبُوْرَاهُ'' یعنی ہائے! اے موت آ جا، کا شور مچائیں گے اور اس وقت ان سے فرمایا جائے گا: آج ایک موت نہ مانگو اور بہت سی موتیں مانگو کیونکہ تم طرح طرح کے عذابوں میں مبتلا کئے جاؤ گے۔[3]

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''سب سے پہلے جس شخص کو آتشی لباس پہنایا جائے گا وہ ابلیس ہے اور اس کی ذُرِّیَّت اس کے پیچھے ہوگی اور یہ سب موت موت پکارتے ہوں گے۔'' ان سے کہا جائے گا: ''آج ایک موت نہ مانگو بلکہ بہت سی موتیں مانگو۔''[4]

---

1 ......مدارك، الفرقان، تحت الآية: ١١، ص٧٩٦، ملخصاً.

2 ......خازن، الفرقان، تحت الآية: ١٢، ٣/٣٦٧.

3 ......مدارك، الفرقان، تحت الآية: ١٣-١٤، ص٧٩٦-٧٩٧.

4 ......مصنف ابن ابى شيبه، كتاب ذكر النار، ما ذكر فيما اعدّ لاهل النار و شدّته، ٨/٩٩، الحديث: ٥٢.

قُلْ اَذٰلِكَ خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ كَانَتْ لَهُمْ جَزَآءً وَّ مَصِيْرًا ﴿۱۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ کیا یہ بھلا یا وہ ہمیشگی کے باغ جس کا وعدہ ڈر والوں کو ہے وہ ان کا صلہ اور انجام ہے۔

ترجمۂ کنزالعِرفان: تم فرماؤ: کیا یہ (عذابِ جہنم) بہتر ہے یا وہ ہمیشہ رہنے کا باغ جس کا ڈرنے والوں کو وعدہ دیا گیا ہے، وہ باغ ان کے لئے بدلہ اور لوٹنے کی جگہ ہے۔

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، آپ ان سے فرمائیں کہ کیا جہنم کا عذاب اور اس کی ہولناکیاں جن کا ذکر کیا گیا، یہ بہتر ہیں یا وہ ہمیشہ رہنے کا باغ جس کا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے عذاب سے ڈرنے والوں کو وعدہ دیا گیا ہے، وہ باغ اللہ تعالیٰ کے علم میں اور اس کے کرم کے مطابق ان کے لئے اعمال کا بدلہ اور وہ جگہ ہے جس کی طرف یہ لوٹ کر جائیں گے۔[1]

لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ خٰلِدِيْنَ ؕ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْـُٔوْلًا ﴿۱۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ان کے لیے وہاں من مانی مرادیں ہیں جن میں ہمیشہ رہیں گے تمہارے رب کے ذمہ وعدہ ہے مانگا ہوا۔

ترجمۂ کنزالعِرفان: جنتیوں کیلئے جنت میں ہر وہ چیز ہوگی جو وہ چاہیں گے، وہاں ہمیشہ رہیں گے، یہ تمہارے رب کے ذمہ کرم پر مانگا ہوا وعدہ ہے۔

﴿لَهُمْ: ان کے لیے۔﴾ یعنی جنتیوں کے لئے جنت میں ان کے مرتبے کے مطابق ہر وہ نعمت اور لذت ہوگی جو وہ چاہیں

---

[1] ......جلالین، الفرقان، تحت الآیۃ: ۱۵، ص۳۰۳، روح البیان، الفرقان، تحت الآیۃ: ۱۵، ۶/۱۹۵-۱۹۶، ملتقطاً۔

گے اور وہ جنت میں ہمیشہ رہیں گے۔[1]

﴿ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْـُٔوْلًا : یہ تمہارے رب کے ذمہ کرم پر مانگا ہوا وعدہ ہے۔﴾ مانگے ہوئے وعدے سے مراد یہ ہے کہ وہ وعدہ مانگنے کے لائق ہے یا اس سے مراد وہ وعدہ ہے جو مؤمنین نے دنیا میں یہ عرض کر کے مانگا: ” رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً “ یعنی اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھلائی عطا فرما اور ہمیں آخرت میں (بھی) بھلائی عطا فرما۔ یا یہ عرض کر کے مانگا: ” رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ “ یعنی اے ہمارے رب! اور ہمیں وہ سب عطا فرما جس کا تو نے اپنے رسولوں کے ذریعے ہم سے وعدہ فرمایا ہے۔[2]

وَ يَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَ مَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَقُوْلُ ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ هٰۤؤُلَآءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيْلَ ؕ﴿۱۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جس دن اکٹھا کرے گا انہیں اور جن کو اللّٰہ کے سوا پوجتے ہیں پھر ان معبودوں سے فرمائے گا کیا تم نے گمراہ کردیئے یہ میرے بندے یا یہ خود ہی راہ بھولے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جس دن وہ انہیں اور جن (بتوں) کی اللّٰہ کے سوا عبادت کرتے ہیں ان کو جمع فرمائے گا تو ان (بتوں) سے فرمائے گا: کیا میرے بندوں کو تم نے گمراہ کیا تھا یا یہ خود ہی راستے سے بھٹکے تھے؟

﴿ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ : اور جس دن انہیں اکٹھا کرے گا۔﴾ یعنی جس دن اللّٰہ تعالیٰ مشرکین کو اور ان کے باطل معبودوں کو جن کی یہ اللّٰہ تعالیٰ کے سوا عبادت کیا کرتے تھے، جمع فرمائے گا تو ان معبودوں سے فرمائے گا: کیا میرے بندوں کو تم نے گمراہ کیا تھا یا یہ خود ہی ہدایت کے راستے سے بھٹکے تھے؟ اللّٰہ تعالیٰ حقیقتِ حال کا جاننے والا ہے اس سے کچھ بھی مخفی نہیں، یہ سوال مشرکین کو ذلیل کرنے کے لئے ہے تاکہ اُن کے معبود انہیں جھٹلائیں تو اُن کی حسرت و ذلت اور زیادہ ہو۔ باطل

1 ......روح البيان، الفرقان، تحت الآية: ۱۶، ۶/۱۹۶.

2 ......خازن، الفرقان، تحت الآية: ۱۶، ۳/۳۶۸.

معبودوں سے عام معبود مراد ہیں چاہے وہ ذَوِی الْعُقُول ہوں یا غیر ذَوِی الْعُقُول، جبکہ کلبی نے کہا کہ اِن معبودوں سے بُت مراد ہیں، انہیں اللہ تعالیٰ بولنے کی قوت دے گا۔[1]

قَالُوْا سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ یَنْۢبَغِیْ لَنَاۤ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِیَآءَ وَ لٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَ اٰبَآءَهُمْ حَتّٰى نَسُوا الذِّكْرَۚ وَ كَانُوْا قَوْمًۢا بُوْرًا ﴿۱۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ عرض کریں گے پاکی ہے تجھ کو ہمیں سزاوار نہ تھا کہ تیرے سوا کسی اور کو مولیٰ بنائیں لیکن تو نے انہیں اور ان کے باپ داداؤں کو برتنے دیا یہاں تک کہ وہ تیری یاد بھول گئے اور یہ لوگ تھے ہی ہلاک ہونے والے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: وہ عرض کریں گے: اے اللہ! تو پاک ہے، ہمارے لئے ہرگز جائز نہیں تھا کہ ہم تیرے سوا کسی اور کو مددگار بنائیں لیکن تو نے انہیں اور ان کے باپ داداؤں کو فائدہ اُٹھانے دیا یہاں تک کہ انہوں نے (تیری) یاد کو بھلا دیا اور یہ لوگ ہلاک ہونے والے ہی تھے۔

﴿قَالُوْا: وہ عرض کریں گے۔﴾ یعنی وہ باطل معبود عرض کریں گے: اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، تو اس سے پاک ہے کہ کوئی تیرا شریک ہو، خود ہمارے لئے ہرگز جائز نہیں تھا کہ ہم تیرے سوا کسی اور کو مددگار بنائیں تو کیا ہم کسی دوسرے کو تیرے غیر کو معبود بنانے کا حکم دے سکتے تھے؟ ہم تیرے بندے ہیں، لیکن تو نے انہیں اور ان کے باپ داداؤں کو دنیا سے فائدہ اُٹھانے کا موقع دیا اور انہیں اموال، اولاد، لمبی عمر، صحت و سلامتی عنایت کی یہاں تک کہ یہ غفلت میں پڑے اور انہوں نے تیری یاد کو بھلا دیا اور تیری نعمتوں کو یاد کرنا اور تیری آیتوں میں غور و تَدَبُّر کرنا چھوڑ دیا اور انہوں نے اپنے بُرے اختیار کی وجہ سے ہدایت کے اسباب کو گمراہی اور سرکشی کا ذریعہ بنالیا اور یہ لوگ تیری اَزَلی قضا میں ہلاک ہونے والے ہی تھے۔[2]

فَقَدْ كَذَّبُوْكُمْ بِمَا تَقُوْلُوْنَۙ فَمَا تَسْتَطِیْعُوْنَ صَرْفًا وَّ لَا نَصْرًاۚ وَ

1 ......مدارك، الفرقان، تحت الآية: ١٧، ص٧٩٧.

2 ......خازن، الفرقان، تحت الآية: ١٨، ٣/٣٦٨-٣٦٩، مدارك، الفرقان، تحت الآية: ١٨، ٧٩٧-٧٩٨، روح البيان، الفرقان، تحت الآية: ١٨، ٦/١٩٧، ملتقطاً.

مَنۡ يَّظۡلِمۡ مِّنۡكُمۡ نُذِقۡهُ عَذَابًا كَبِيۡرًا ﴿۱۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو اب معبودوں نے تمہاری بات جھٹلا دی تو اب تم نہ عذاب پھیر سکو نہ اپنی مدد کرسکو اور تم میں جو ظالم ہے ہم اسے بڑا عذاب چکھائیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو بیشک ان (جھوٹے معبودوں) نے تمہاری بات کو جھٹلا دیا تو اب تم نہ عذاب پھیرنے کی طاقت رکھو گے اور نہ اپنی مدد کرسکو گے اور تم میں جو ظالم ہے ہم اسے بڑا عذاب چکھائیں گے۔

﴿فَقَدْ كَذَّبُوْكُمْ بِمَا تَقُوْلُوْنَ: پس بیشک انہوں نے تمہاری بات کو جھٹلا دیا۔﴾ جب کفار کے باطل معبود جواب دے لیں گے تو اللہ تعالیٰ مشرکوں سے فرمائے گا: اے مشرکو! تم نے اپنے معبودوں کو خدا کہا اور انہوں نے تمہیں جھوٹا کردیا اب یہ بت نہ تمہاری مدد کرسکیں گے، نہ ہم کریں گے اور نہ تم ایک دوسرے کی مدد کرسکو گے اور تم میں جو ظالم یعنی کافر اور کافر گر ہے ہم اسے جہنم کا بڑا عذاب چکھائیں گے۔ (1)

وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا قَبۡلَكَ مِنَ الۡمُرۡسَلِيۡنَ اِلَّاۤ اِنَّهُمۡ لَيَاۡكُلُوۡنَ الطَّعَامَ وَيَمۡشُوۡنَ فِى الۡاَسۡوَاقِ ؕ وَجَعَلۡنَا بَعۡضَكُمۡ لِبَعۡضٍ فِتۡنَةً ؕ اَتَصۡبِرُوۡنَ ۚ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيۡرًا ﴿۲۰﴾

ع ۲ / ۱۱ / ۱۷

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب ایسے ہی تھے کھانا کھاتے اور بازاروں میں چلتے اور ہم نے تم میں ایک کو دوسرے کی جانچ کیا ہے اور اے لوگو کیا تم صبر کرو گے اور اے محبوب تمہارا رب دیکھتا ہے۔

(1) ……روح البيان، الفرقان، تحت الآية: ۱۹، ۶/۱۹۸، ملخصاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب یقیناً کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے تھے اور ہم نے تمہیں ایک دوسرے کیلئے آزمائش بنایا اور اے لوگو! کیا تم صبر کرو گے؟ اور اے محبوب! تمہارا رب خوب دیکھنے والا ہے۔

﴿وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ: اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول بھیجے۔﴾ اس آیت میں کفار کے اس طعن کا جواب دیا گیا ہے جو اُنہوں نے سیدالمرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر کیا تھا کہ وہ بازاروں میں چلتے ہیں اور کھانا کھاتے ہیں، یہاں بتایا گیا کہ یہ اُمورنبوت کے مُنافی نہیں بلکہ یہ تمام انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی مستقل عادت تھی لہٰذا یہ اعتراض محض جہالت اور عِناد پر مبنی ہے۔

﴿وَ جَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً: اور ہم نے تمہیں ایک دوسرے کیلئے آزمائش بنایا۔﴾ اس آیت کے شانِ نزول کے بارے میں تین قول ہیں:

(1)...... امیر لوگ جب اسلام لانے کا ارادہ کرتے تھے تو وہ غریب صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کو دیکھ کر یہ خیال کرتے کہ یہ ہم سے پہلے اسلام لا چکے اس لئے انہیں ہم پر ایک فضیلت رہے گی۔ اس خیال سے وہ اسلام قبول کرنے سے باز رہتے اور امیروں کے لئے غریب صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ آزمائش بن جاتے۔

(2)...... یہ آیت ابوجہل، ولید بن عقبہ، عاص بن وائل سہمی اور نضر بن حارث کے بارے میں نازل ہوئی، ان لوگوں نے حضرت ابوذر، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عمار بن یاسر، حضرت بلال، حضرت صہیب اور حضرت عامر بن فُہیرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کو دیکھا کہ پہلے سے اسلام لائے ہیں تو غرور سے کہا کہ ہم بھی اسلام لے آئیں تو اُنہیں جیسے ہو جائیں گے تو ہم میں اور ان میں فرق کیا رہ جائے گا۔

(3)...... یہ آیت مسلمان فقراء کی آزمائش میں نازل ہوئی جن کا کفارِ قریش مذاق اُڑایا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی پیروی کرنے والے یہ لوگ ہیں جو ہمارے غلام اور اَرذَل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی اور اُن مؤمنین سے فرمایا: ''کیا تم اس فقر و شدت پر اور کفار کی اس بدگوئی پر صبر کرو گے اور اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، تمہارا رب عَزَّوَجَلَّ اس کو خوب دیکھنے والا ہے جو صبر کرے اور اس کو بھی جو بے صبری کرے۔''[1]

1......خازن، الفرقان، تحت الآیۃ: ۲۰، ۳/۳۶۹.

غربت اللّٰہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ دنیا کا مال نہ ہونا اور غربت کا شکار ہونا اللّٰہ تعالیٰ کی طرف سے ایک آزمائش ہے، ایسے موقع پر صبر کا دامن مضبوطی سے پکڑنا چاہئے، اس جگہ ہم 3 ایسی احادیث ذکر کرتے ہیں کہ اگر غریب اور مُفلوکُ الْحال مسلمان ان پر عمل کر لیں تو اِنْ شَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ انہیں صبر و قرار نصیب ہو جائے گا۔

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جب تم میں سے کوئی شخص اس کی طرف دیکھتا ہے جس کو اس پر مال اور شکل و صورت میں فضیلت حاصل ہو تو اس کو چاہئے کہ وہ اپنے سے کم درجے والے کی طرف دیکھے جس پر اسے فضیلت حاصل ہے۔‘‘[1]

(2)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اپنے سے کم حیثیت والے کی طرف دیکھو اور جو تم سے زیادہ حیثیت کا ہے اس کی طرف نہ دیکھو کیونکہ یہ عمل اس سے زیادہ قریب ہے کہ تم (اپنے اوپر) اللّٰہ تعالیٰ کی نعمتوں کو حقیر نہ جانو۔‘‘[2]

(3)......حضرت عبد اللّٰہ بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’دو باتیں ایسی ہیں جس میں وہ پائی جائیں تو اللّٰہ تعالیٰ اسے صابر و شاکر لکھتا ہے اور جس میں یہ دونوں خصلتیں نہ ہوں اسے اللّٰہ تعالیٰ صابر و شاکر نہیں لکھے گا۔ (۱) جو شخص دینی معاملات میں اپنے سے اوپر والے کی طرف دیکھے اور اس کی پیروی کرے۔ (۲) دُنیوی اُمور میں اپنے سے نیچے والے کی طرف دیکھے اور اللّٰہ تعالیٰ کا اس بات پر شکر ادا کرے کہ اسے اس پر فضیلت دی۔ اور جو آدمی دینی اُمور میں اپنے سے نیچے والے کی طرف اور دُنیوی اُمور میں اپنے سے اوپر والے کی طرف دیکھے اور اس پر افسوس کرے جو اسے نہیں ملا تو اللّٰہ تعالیٰ اسے صابر و شاکر نہیں لکھتا۔‘‘[3]

اللّٰہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ان احادیث پر عمل کرنے اور غربت و مسکینی کی حالت میں صبر و شکر کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

---

1 ......مسلم، کتاب الزھد والرقائق، ص١٥٨٤، الحدیث: ٨(٢٩٦٣).

2 ......مسلم، کتاب الزھد والرقائق، ص١٥٨٤، الحدیث: ٩(٢٩٦٣).

3 ......ترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ، ٥٨-باب، ٢٢٩/٤، الحدیث: ٢٥٢٠.

مآخذ ومراجع

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف/مؤلف	مطبوعات
	قرآن مجید	کلامِ الٰہی	
1	كنز الإيمان	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی ۱۳۴۰ھ	مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی
2	كنز العرفان	شیخ الحدیث والتفسیر ابو الصالح مفتی محمد قاسم قادری	مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی

کتب التفسیر وعلوم القرآن

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف/مؤلف	مطبوعات
1	تفسیرِ طبری=جامع البیان	امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری، متوفی ۳۱۰ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
2	تفسیر ابن ابی حاتم	حافظ عبد الرحمٰن بن محمد بن ادریس رازی ابن ابی حاتم، متوفی ۳۲۷ھ	مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، ریاض ۱۴۱۷ھ
3	تاویلات اهل السنّة	امام ابو منصور محمد بن منصور ماتریدی، متوفی ۳۳۳ھ	پشاور
4	تفسیرِ سمرقندی	ابو اللیث نصر بن محمد بن ابراہیم سمرقندی، متوفی ۳۷۵ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۳ھ
5	تفسیرِ بغوی	امام ابو محمد حسین بن مسعود فراء بغوی، متوفی ۵۱۶ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۴ھ
6	تفسیرِ کبیر	امام فخر الدین محمد بن عمر بن حسین رازی، متوفی ۶۰۶ھ	دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۰ھ
7	تفسیرِ قرطبی	ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی، متوفی ۶۷۱ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۲۰ھ
8	تفسیرِ بیضاوی	ناصر الدین عبد اللہ بن ابو عمر بن محمد شیرازی بیضاوی، متوفی ۶۸۵ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۲۰ھ
9	تفسیرِ مدارك	امام عبد اللہ بن احمد بن محمود نسفی، متوفی ۷۱۰ھ	دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۱ھ
10	تفسیرِ خازن	علاء الدین علی بن محمد بغدادی، متوفی ۷۴۱ھ	مطبعہ میمنیہ، مصر ۱۳۱۷ھ
11	البحرُ المحیط	ابو حیان محمد بن یوسف اندلسی، متوفی ۷۴۵ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۲ھ
12	تفسیر ابن کثیر	ابو فداء اسماعیل بن عمر بن کثیر دمشقی شافعی، متوفی ۷۷۴ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ
13	تفسیرِ جلالین	امام جلال الدین محلی، متوفی ۸۶۳ھ وامام جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	باب المدینہ کراچی
14	تفسیرِ دُر منثور	امام جلال الدین بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۰۳ھ

15	تناسق الدرر	امام جلال الدین بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۰۶ھ
16	تفسیرِ ابو سعود	علامہ ابوسعود محمد بن مصطفیٰ عمادی، متوفی ۹۸۲ھ	دارالفکر، بیروت
17	تفسیراتِ احمدیہ	شیخ احمد بن ابی سعید ملّا جیون جونپوری، متوفی ۱۱۳۰ھ	پشاور
18	روحُ البیان	شیخ اسماعیل حقی بروسی، متوفی ۱۱۳۷ھ	داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۰۵ھ
19	تفسیرِ جمل	علامہ شیخ سلیمان جمل، متوفی ۱۲۰۴ھ	باب المدینہ کراچی
20	تفسیرِ صاوی	احمد بن محمد صاوی مالکی خلوتی، متوفی ۱۲۴۱ھ	دارالفکر، بیروت ۱۴۲۱ھ
21	روح المعانی	ابوالفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی، متوفی ۱۲۷۰ھ	داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۰ھ
22	خزائن العرفان	صدرالافاضل مفتی نعیم الدین مرادآبادی، متوفی ۱۳۶۷ھ	مکتبۃ المدینہ، کراچی
23	عجائب القرآن مع غرائب القرآن	مولانا عبدالمصطفیٰ اعظمی، متوفی ۱۴۰۶ھ	مکتبۃ المدینہ، کراچی

کتب الحدیث و متعلقاته

1	کتاب الجامع	حافظ معمر بن راشد ازدی، متوفی ۱۵۳ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ
2	موطا امام مالك	امام مالک بن انس اصبحی، متوفی ۱۷۹ھ	دارالمعرفہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
3	مصنف ابن ابی شیبہ	حافظ عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ کوفی عبسی، متوفی ۲۳۵ھ	دارالفکر، بیروت ۱۴۱۴ھ
4	مسندِ امام احمد	امام احمد بن محمد بن حنبل، متوفی ۲۴۱ھ	دارالفکر، بیروت ۱۴۱۴ھ
5	دارمی	امام حافظ عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی، متوفی ۲۵۵ھ	دارالکتاب العربی، بیروت ۱۴۰۷ھ
6	بخاری	امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ
7	مسلم	امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری، متوفی ۲۶۱ھ	دارابن حزم، بیروت ۱۴۱۹ھ
8	ابن ماجه	امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ، متوفی ۲۷۳ھ	دارالمعرفہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
9	ابو داؤد	امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی، متوفی ۲۷۵ھ	داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۱ھ
10	ترمذی	امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، متوفی ۲۷۹ھ	دارالفکر، بیروت ۱۴۱۴ھ

11	مسند البزار	امام ابوبکر احمد عمرو بن عبد الخالق بزار، متوفی ۲۹۲ھ	مکتبۃ العلوم والحکم، المدینۃ المنورۃ ۱۴۲۴ھ
12	سنن نسائی	امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی، متوفی ۳۰۳ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۶ھ
13	سنن الکبری	امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی، متوفی ۳۰۳ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۱ھ
14	مسند ابی یعلی	امام ابویعلی احمد بن علی بن مثنی موصلی، متوفی ۳۰۷ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۸ھ
15	صحیح ابن خزیمہ	امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ، متوفی ۳۱۱ھ	المکتب الاسلامی، بیروت ۱۴۱۲ھ
16	نوادر الاصول	امام ابوعبداللہ محمد بن علی الحکیم ترمذی، متوفی ۳۲۰ھ	مکتبۃ الامام بخاری، قاہرہ
17	معجم الکبیر	امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی ۳۶۰ھ	دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۲ھ
18	معجم الأوسط	امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی ۳۶۰ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
19	معجم الصغیر	امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی ۳۶۰ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۰۳ھ
20	البعث	حافظ ابوبکر عبداللہ بن ابی داود سجستانی، متوفی ۳۶۱ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۰۷ھ
21	مستدرك	امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری، متوفی ۴۰۵ھ	دار المعرفہ، بیروت ۱۴۱۸ھ
22	حلیة الاولیاء	حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی شافعی، متوفی ۴۳۰ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ
23	مسند امام اعظم	حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی شافعی، متوفی ۴۳۰ھ	مکتبۃ الکوثر، ریاض ۱۴۱۵ھ
24	شعب الإیمان	امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ
25	السنن الصغری	امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ	دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
26	تاریخ بغداد	حافظ ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی، متوفی ۴۶۳ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۷ھ
27	مسند الفردوس	ابوشجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ دیلمی، متوفی ۵۰۹ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۰۶ھ
28	شرح السنّة	امام ابومحمد حسین بن مسعود بغوی، متوفی ۵۱۶ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ
29	ابن عساکر	امام ابوقاسم علی بن حسن شافعی، متوفی ۵۷۱ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۱۵ھ
30	مشکاة المصابیح	علامہ ولی الدین تبریزی، متوفی ۷۴۲ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ

31	مجمع الزوائد	حافظ نورالدین علی بن ابوبکر ہیثمی ، متوفی ۸۰۷ھ	دارالفکر، بیروت ۱۴۲۰ھ
32	جامع الاحادیث	امام جلال الدین بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	دارالفکر، بیروت ۱۴۱۴ھ
33	کنز العمال	علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری، متوفی ۹۷۵ھ	دارالکتب العلمیہ ، بیروت ۱۴۱۹ھ

کتب شروح الحدیث

1	شرح البخاری لابن بطال	ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ، متوفی ۴۴۹ھ	مکتبۃ الرشد، ریاض ۱۴۲۰ھ
2	مرقاۃ المفاتیح	علی بن سلطان محمد ہروی قاری حنفی، متوفی ۱۰۱۴ھ	دارالفکر، بیروت ۱۴۱۴ھ
3	مراۃ المناجیح	حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی، متوفی ۱۳۹۱ھ	مکتبۂ اسلامیہ، مرکز الاولیاء لاہور

کتب الفقہ

1	درّ مختار	علامہ علاء الدین محمد بن علی حصکفی ، متوفی ۱۰۸۸ھ	دارالمعرفہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
2	عالمگیری	علامہ ہمام مولانا شیخ نظام، متوفی ۱۱۶۱ھ وجماعۃ من علماء الہند	دارالفکر، بیروت ۱۴۰۳ھ
3	حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی	علامہ احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاوی، متوفی ۱۲۴۱ھ	باب المدینہ، کراچی
4	ردّ المحتار	علامہ محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ	دارالمعرفہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
5	فتاویٰ رضویہ	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی ۱۳۴۰ھ	رضا فاؤنڈیشن، لاہور
6	بہارِ شریعت	مفتی محمد امجد علی اعظمی، متوفی ۱۳۶۷ھ	مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی
7	فتاویٰ نوریہ	ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی، متوفی ۱۴۰۳ھ	دارالعلوم حنفیہ فریدیہ، بصیر پور اوکاڑہ ۱۴۲۴ھ

کتب التصوف

1	الزھد	امام ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل، متوفی ۲۴۱ھ	دارالغد الجدید، ۱۴۲۶ھ
2	الزھد الکبیر	امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ	مؤسسۃ الکتب الثقافیہ، بیروت ۱۴۱۷ھ
3	احیاء علوم الدین	امام ابوحامد محمد بن محمد غزالی شافعی، متوفی ۵۰۵ھ	دارصادر، بیروت ۲۰۰۰ء

4	منهاج العابدين	امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی شافعی، متوفی ۵۰۵ھ	مؤسسۃ السیروان، بیروت ۱۴۱۶ھ
5	التذکرة	ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی، متوفی ۶۷۱ھ	دارالسلام، قاہرہ ۱۴۲۹ھ
6	تنبيه المغترين	عبدالوہاب بن احمد بن علی شعرانی، متوفی ۹۷۳ھ	دارالمعرفہ، بیروت ۱۴۲۵ھ
7	اتحاف السادة المتقين	سید محمد بن محمد حسینی زبیدی، متوفی ۱۲۰۵ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت

كتب السيرة والطبقات

1	الشفا	قاضی ابو الفضل عیاض مالکی، متوفی ۵۴۴ھ	مرکز اہلسنّت برکات رضا، ہند
2	الروض الانف	ابو القاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ خثعمی سہیلی، متوفی ۵۸۱ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۲ھ
3	شرح الشفا	علی بن سلطان محمد ہروی قاری حنفی، متوفی ۱۰۱۴ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ
4	مدارج النبوت	شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی، متوفی ۱۰۵۲ھ	مرکز اہلسنّت برکات رضا، ہند
5	جذب القلوب	شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی، متوفی ۱۰۵۲ھ	نوریہ رضویہ پبلشنگ کمپنی، لاہور ۱۴۳۱ھ
6	شرح الزرقانی علی المواهب	محمد بن عبدالباقی بن یوسف زرقانی، متوفی ۱۱۲۲ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۷ھ

الكتب المتفرقة

1	خلق افعال العباد	امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ	مؤسسۃ الرسالہ، بیروت ۱۴۱۱ھ
2	الفقيه والمتفقه	ابو بکر احمد بن علی بن ثابت خطیب بغدادی، متوفی ۴۶۲ھ	دار ابن جوزی، دمام ۱۴۲۸ھ
3	بحر الدموع	ابو الفرج عبدالرحمٰن بن علی جوزی، متوفی ۵۹۷ھ	مکتبہ دارالفجر، دمشق ۱۴۲۴ھ
4	فضائل دعا	مصنف: رئیس المتکلمین مولانا نقی علی خان، متوفی ۱۲۹۷ھ شارح: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی ۱۳۴۰ھ	مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی
5	ملفوظات اعلیٰ حضرت	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی ۱۳۴۰ھ	مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی
6	رسائل نعیمیہ	حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی، متوفی ۱۳۹۱ھ	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور

ضمنی فہرست

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

واقعات

فضائل ومناقب

انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام

حضور صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قرآنِ مجید کی تلاوت کرنے اور اسے سیکھنے کی فضیلت

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: جو لوگ اللّٰہ تعالٰی کے گھروں میں سے کسی گھر میں قرآن پڑھنے اور آپس میں قرآن سیکھنے سکھانے کے لیے جمع ہوتے ہیں ان پر سکینہ (یعنی چین) اُترتا ہے، اور (اللّٰہ کی) رحمت ان پر چھا جاتی ہے اور فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں اور اللّٰہ تعالٰی اِن لوگوں کو (مقرب فرشتوں کی) اُس جماعت میں یاد کرتا ہے جو اللّٰہ کے خاص قرب میں ہے۔

(مسلم، ص ۱۴۴۷، الحدیث: ۳۸(۲۶۹۹))

ISBN 978-969-631-444-8
0126048

MC 1286

فیضانِ مدینہ، محلّہ سوداگران، پرانی سبزی منڈی، باب المدینہ (کراچی)
UAN: +92 21 111 25 26 92 Ext: 1284
Web: www.dawateislami.net / Email: ilmia@dawateislami.net